هٰذا كتابنا ينطق عليكم بالحق
جلد اول
تہذیب المتین فی
تاریخ امیر المومنین
من تصنیفات جناب مولانا سید مظہر حسن صاحب قبلہ سہارنپوری
سنہ ۱۳۲۹ ھجری

یه کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.
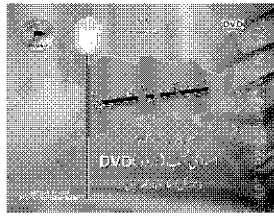
منجانب.

سبیلِ سکینه

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

(جلد اوّل)

تالیف

مولانا مولوی سید مظہر حسن صاحب موسوی (سہارن پوری)

ناشر

خورشید اکبر زیدی

84/D، نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ۔ لاہور

انتساب

برادرِ عزیز جناب ڈاکٹر سیّد محمد انور کاظمی صاحب

نبیرۂ مولانا سیّد مظہر حسن صاحب مرحوم

مولف کتاب ھذا

کے نام

◆◆

نسب نامہ مولفِ کتاب ھذا

امیر المومنین جناب علیؑ المرتضیٰ
سید الشہدا امامِ حسینؑ
امام زین العابدینؑ
امام محمد باقرؑ
امام جعفر صادقؑ
امام موسیٰ کاظمؑ
حضرت عبداللہ
حضرت محمد اسمٰعیل
حضرت سعید
حضرت علی شاہ
حضرت سیّد ابراہیم
حضرت عبدالباری معروف بہ شاہ چن چراغ جن کا مزار راولپنڈی میں مرجع خلائق ہے۔ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ایران کے شہر کاشان سے واردِ ہندوستان ہوئے رہتاس گڑھ اور راولپنڈی کے نواح کی املاک جاگیر میں عطا ہوئی
عبداللہ صف شکن
محمد رضا
سیّد حسین
ابوالقاسم
ابوالمظفر
نصیر الدین
سید طاہر مخاطب بہ خطاب اشرف العلما جن کو ہمایوں بادشاہ دہلی نے طلب کیا۔ چند دیہات جاگیر میں پاکر تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں سکونت اختیار کی۔
جناب حضرت جعفر سُرخ
سیّد محمد باقر المعروف بہ عارف باللہ
سیّد عبدالرحیم
سیّد ابراہیم
سیّد یعقوب
سیّد عبدالفتاح
سیّد محمد سعید
سیّد سعد اکبر
سیّد عبدالرحمان
سیّد حکیم سیّد علی
سیّد صفدر علی
سیّد شہامت علی
سیّد صادق حسین
سیّد مولانا مظہر حسن مولف کتاب ہذا تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین
ڈاکٹر سید علی اختر کاظمی مرحوم
ڈاکٹر سید محمد انور کاظمی (حال مقیم کراچی)
سیّد محمد اظہر کاظمی (حال مقیم کینیڈا)

فہرست مضامین

گذارشِ احوال

ہر صاحبِ فکر و شعور کو اپنے دین و ایمان، وطن اور والدین سے قدرتی، فطرتی محبت ہوتی ہے۔ میں بھی اس کلیے سے مُستثنیٰ نہیں۔

ہر مسلمان کیلئے خدا کے بعد نبیؐ اکرم کی ذاتِ گرامی کائنات میں افضل ہے۔ اسی مناسبت سے جس نے اللہ کے پاک نبیؐ کو اور اللہ کے پاک نبیؐ نے جس کو ٹوٹ کر چاہا۔ وہ وصی رسول حضرت علیؑ ابنِ ابی طالب کی ذاتِ والاصفات ہے۔

میں نے اپنے زادِ آخرت اور اپنے مرحوم والدین کے ایصالِ ثواب کی خاطر امامِ عالی مقام کی حیاتِ طیبہ کے مفصل حالات پر مشتمل کتاب طبع کرانے کا خیال کیا تو کُتب فروشوں سے جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ کی کوئی مبسوط سوانح حیات اس وقت دستیاب نہیں ہے۔

میرے مولد سہارنپور (انڈیا) میں اوائلِ بیسویں صدی میں مرحوم فاضلِ نبیل مولانا مولوی سید مظہر حسن صاحب موسوی مرحوم و مغفور نے بڑی کدو کاوش اور دقتِ نظر سے دو جلدوں میں جناب امیر المومنین کے حالاتِ زندگی اکٹھا کیے اور طبع کرائے تھے۔ کتاب کا نام "تہذیب المتین فی تاریخِ امیر المومنین" رکھا گیا۔ جس کو مکتبۂ یوسفی دہلی نے (طبع اوّل ۱۳۱۶ھ تعداد ۵۰۰) برقی پریس سے طبع کرایا تھا جو اب بعض مخصوص کُتب خانوں کے علاوہ نایاب ہے۔ میں نے اسی نسخے کو بنیاد بنا کر کام شروع کیا تو معلوم ہوا کہ تغیراتِ زمانہ نے اظہارِ خیال اور اندازِ بیان کے طریقے یکسر بدل دیئے ہیں۔

کتاب کی قدیم زبان جو، اب نامانوس لگتی ہے اس کو عام فہم بنانے کی سعی کی۔ متروک الفاظ اور جملوں کی ترکیب کسی قدر ترمیم کی محتاج نظر آئی مثلاً "اے بچو میرے" کو "اے میرے بچو" بنانا پڑا۔

فارسی اشعار سے بھی صرفِ نظر کیا، تاہم ذرا سے غور کے بعد اندازہ ہوا کہ قدیم اُردو تحریر میں اصلاح کے قطرے ٹپکانا عملاً ناممکن ہے۔ لفظوں کے ردوبدل سے کتاب کی معنوی فضا لازماً متاثر ہوتی نظر آئی۔

کہتے ہیں کہ انگریز کے ''دورِ غلامی'' میں جب یہ کتاب طبع ہوئی شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ مذہبی اختلافی نظریات کی کتب پر یہ تحذیر کہ یہ کتاب فلاں مخصوص مکتبۂ فکر کے افادے کیلئے طبع کی جارہی ہے۔ اختلافی عقائد رکھنے والے اس کو نہ خریدیں اور نہ پڑھیں، کافی سمجھی جاتی تھی نہ کہ موجودہ دور، پناہ بخدا جب عبادت گاہوں میں گھس گھس کر صف بستہ نمازیوں پر گولیاں برسائی جاتی ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ اللہ ان قاتلوں سے راضی ہوا۔

کہاں ہیں حکیم الأمت علامہ اقبال جن کو مذہب آپس میں بیر رکھنا نہیں سکھاتا تھا۔ مذہب کا کام تو ایک انسان کو دوسرے انسان سے قریب تر لانا ہے اور من وتو کے باطل امتیازات کو مٹا کر نسلِ آدم کو ایک شیرازے اور اتحاد میں مُنسلک کرنا اور اس طرح خداشناسی کی راہ دکھانا اُس کے فرائض عالیہ میں داخل ہے۔ بہت سے الفاظ کا املا اب بدل گیا ہے مثلاً کاسہ بہ معنی پیالہ لغت میں موجود ہے لیکن اصل نسخۂ کتاب میں متعدد جگہ کانسہ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح لفظ ''یعنی'' کی جگہ اس زمانے میں ''اعنی'' مستعمل تھا علی ھذا القیاس۔

مولانا مظہر حسن صاحب مرحوم کی ایک بہو صفیہ خاتون میری حقیقی پھوپھی تھیں اور مجھے اپنے بچپن میں مصنف کو دیکھنے اور محلّہ ''شاہِ ولایت'' سہارنپور میں متعدد بار اس مکان میں جانے کا شرف بھی حاصل ہے جہاں یہ وقیع کتاب تصنیف ہوئی۔

بحمد اللہ مصنف کے ایک پوتے (میرے پھوپھی زاد بھائی) ڈاکٹر سید محمد انور کاظمی صاحب کراچی میں اور پوتی راضیہ خاتون صاحبہ (مسز سید محمد متقی زیدی صاحب مرحوم) اسلام آباد میں موجود ہیں۔

اب سے سو برس پہلے کتاب ''تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین'' کی طباعت واشاعت کا دور نمود و نمائش، تشہیر وخودستائی کے موجودہ دور سے یکسر مختلف تھا۔ مؤلف کو موجودہ وقت کی سہولتیں اور آسانیاں کہاں میسر تھیں، اور انتھک محنت ہی صاحبانِ علم ونظر میں بار پاتی تھی پھر وہ کشادہ دلی سے اس علمی کام کو سراہتے اور داد دیتے تھے۔

تعریف وستائش کا ایک بہت مفید انداز یہ بھی تھا کہ منظوم قطعات تاریخ کہے جاتے اور تالیفِ لطیف کے ہمراہ شایع ہوتے چنانچہ ''تہذیب المتین'' کیلئے بھی مؤلف کے ابن عم جناب سید زاہد حسین صاحب شاگرد رشید جناب امیر مینائی نے ایک بہاریہ قطع تاریخ جو ۳۲ فارسی اشعار پر مشتمل ہے نذر گذرانہ (کتاب کا حجم کم رکھنے کے لیے شامل نہیں کیا گیا)۔ زاہد صاحب نے **اِنَّ ھٰذا لکتاب'' مفید''** (۱۳۱۵ھ) تاریخ نکالی۔

مؤلف کے ہم وطن وہم عصر دوسری قدآور شخصیت جناب سید جمعیت علی صاحب مرحوم ومغفور ڈپٹی مجسٹریٹ انہار ورئیس سہارنپور کی تھی ان کے تبحر علمی کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ موصوف نے سنہ ہجری، عیسوی، بکرمی وفصلی چار طریق پر تاریخ تصنیف نکالی۔ وھذا قطعہ تاریخ تصنیف

خوشا سیّد جیّد ابنِ رسولؐ — گلِ بوستانِ علیؑ و بتولؑ

زہے عالم و فاضلِ مستند — خہے حاجی و ناجی و معتمد

بود نام نامیش **مظہر حسن** — فرید الزمن، چشمۂ علم و فن

نوشتہ بفضلِ خدائے قدیر — کتابے بحالِ جنابِ امیرؑ

کہ علم التواریخ را آبروست — محیط التواریخ، تاریخ اوست
۱۳۱۵ھ

دگر احترام التواریخ، نیز — بود عیسوی سال اے باتمیز
۱۸۹۸ء

بہ ہندی سنین اربجوئی نشان — **بہشت التواریخ سمت بداں**
۱۹۵۵

مجید التواریخ ہم گفتہ شد — در سال فصلی چنیں سفتہ شد

الٰہی بحقِ نبیؐ و علیؑ — مصنف بیابد مرادِ دلی

بود عمر و دولت چو علمش زیاد — بہ دنیا و دیں خورم و شاد باد

میں اپنی چھوٹی ہمشیرہ سیدہ اقبال زہرا زیدی صاحبہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نہ صرف اس کتاب کی طباعت واشاعت پر آنے والے جملہ مصارف برداشت کیے بلکہ قارئین کیلئے اس کو غیر تجارتی

بنیاد پر (صرف اصل لاگت اور ڈاک خرچ کے بالعوض) فراہم کرنے کے عزم کا اظہار بھی کیا۔ ربِ قدیر و قادر ان کے جذبۂ ایثار کا اجرِ عظیم ان کو عطا فرمائے۔ آمین!

کتاب میں جابجا کلامِ پاک اور احادیثِ نبویؑ کے حوالہ جات عربی رسم الخط میں درج ہیں اپنی علالت کے سبب میں کسی فاضلِ عربی کی خدمات حاصل نہ کر سکا کہ ان کی تصحیح ہوسکتی۔ پروف پڑھنے میں ملک محمد طفیل صاحب نے میری اعانت کی ہے۔ مسجدِ خدیجہ سلام اللہ علیہا (اقبال ٹاؤن، لاہور) کے خطیب اور پیش نماز جناب مولانا عبدالعلی صاحب عالم پوری نے میری علمی بے بضاعتی کے سبب ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی، اسی طرح اظہر سنز پرنٹرز کے عزیزانِ گرامی سید عمران رضوی اور کمپوزر سید عدنان حیدر رضوی صاحب بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں جن کی اعانت و امداد کے بغیر یقیناً میں طباعت کی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہو سکتا۔ میں ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں اور ربِ کائنات سے ان کے لیے نیک دعاؤں کا طالب۔

تحریر: لاہور

۳۰۔ جون ۲۰۰۸ء

احقرِ زمن

خورشید اکبر زیدی (ناشر)

۸۴۔ ڈی نیو مسلم ٹاؤن لاہور

◆◆◆

اَمَّا بَعْد یہ پہلی جلد ہے کتاب مستطاب التہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنینؑ کی جس میں فقیر حقیر مظہر حسن بن سید صادق حسن الموسوی الاثناء عشری نے سوانحِ عمری و واقعاتِ تاریخی جناب امام الائمہ و امولیٰ الکل ہادی الورے الیٰ خیر السُّبُل افضل الاوصیاء المرضیین واکمل الاصفیاء المنتجبین ابوالائمۃ الطیبین الطاہرین مولانا علی امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو اردو زبان میں تحریر کیا آخری جلد اس کی' کہ اس میں حالاتِ خلافتؑ ظاہری جنابِ مستطاب مرتضوی بنائے بیعت سے لے کر واقعہ ہائلہ شہادت تک' جملہ محاربات' ومنازعات' اس عہد کے مفصل و مسلسل مندرج ہیں اس سے پہلے لکھی تھی اور بتوجہ سید علی حسین صاحب مالکِ مطبع یوسفی دہلی چھپ کر شائع ہوگئی تھی۔ تو اس احقر نے جلد اول کو ولادتِ کثیر السعادت سے لکھنا شروع کیا چونکہ اس کا حجم ذرا بڑھ چلا تھا اس لیے اس کے دو حصے کر دیئے۔ پہلے حصہ میں ابتدائے ولادت آنحضرتؐ سے وفاتِ سرور کائنات تک کے حالات یعنی حالاتِ طفلی و جوانی حضرت علیؑ، عمرانی اور آپ کے جنگ و جہاد کے معرکے اور حکایتِ شادیٔ شیرِ خدا با جنابِ بتولِ عذرا سیدۃ النسا فاطمہ زہراؑ اس خصوص میں درج ہوئے اور دوسرے حصہ میں کسی قدر رنج و مصیبت و کوفت وکلفت کہ جو اس امت کے ہاتھ سے اہلِ بیت عصمت وطہارت کو پہنچیں و جملہ قصص و حکایات متعلقہ' غصبِ حقوق خاندانِ رسالت و دیگر کوائف زمانِ خلافتِ خلفاء ثلٰثہ مع بعض احتجاج و مناظرات کے کہ حضرت امیر کبیر نے بہ نظرِ اتمامِ حجت ان صاحبوں کے ساتھ کیے تا واقعہ قتلِ حضرت عثمان بن عفان لکھے گئے۔ عنایت الٰہی سے تمام ہوئی ہر چند کہ اس کے جمع و ترتیب وتدوین میں حتی المقدور کوشش کی گئی پھر بھی اپنے عجز وقصور کا اعتراف بہر کیف لازم ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت امامِ انام کی تاریخ جیسی کہ چاہیے لکھنا کوئی سہل و آسان کام نہیں اس کے لیے لکھنے والے کی قابلیت اور سامانِ کثیر درکار ہے۔ ہر زمانہ میں علماء شیعہ کی توجہ زیادہ تر نشرِ فضائلِ و مناقب حضرتِ مظہر العجائب والغرائب کی طرف مصروف رہی ہے اور نیز آپ کے معجزات وخرقِ عادات کو لکھا اور شائع کیا گیا ہے لیکن سلسلہ وار تاریخی حالات آنحضرتؐ کے بہت کم مُدوّن ہوئے اس لیے یہ امور خاص کر ابتدائی حالات مجھ کو مختلف مقامات سے تلاش کر کے جمع کرنے اور ترتیب دینے پڑے۔ بنا بریں اگر میری نا قابلیت کی وجہ سے اس میں کوئی نقص وقصور رہ گیا ہو تو معذور رہوں۔ دیگر گزارش یہ ہے کہ اصل موضوع اس مجموع کا جیسا کہ ظاہر ہے۔ حضرتِ امیرؑ کے واقعات و حالات کا تحریر کرنا ہے۔ کسی کے ساتھ بحث و مناظرہ و جنگ وجدل مقصود نہیں لیکن چونکہ یہ واقعات آنحضرتؐ کے ہیں جن کے بارے میں سنی وشیعہ کا اختلاف ہے شیعہ بموجب آیات و احادیثِ متفقہ فریقین آپ کو حضرت خیر الانام کے بعد جملہ انبیا واوصیاء سے اعلیٰ وافضل جانتے ہیں اور امام برحق وخلیفہ بے فصل منصوص من اللہ نصب کردۂ خدا اور رسولؐ سمجھتے ہیں بخلاف اہلِ سنت کے کہ ترتیبِ خلافت تجویز کر کے خلفاء

ثلثہ کو فضل و شرف میں بھی اس جناب پر ترجیح دیتے ہیں پس اس صورت میں ممکن نہ تھا کہ آپ کی سوانح عمری ایسی سرسری طور سے لکھی جائے کہ خاص خاص مقامات میں بھی جہاں آپ کی بزرگی دوست دشمن پر مثلِ روز روشن کے ثابت ہے فریقِ ثانی کے اقوال کا حوالہ نہ دیا جائے جہاں کہیں سنی بھائیوں سے خطاب کیا ہے بہ نرمی و ملائمت کیا ہے چنانچہ جا بجا ان کو بہ لفظ حضراتِ اہلِ سنت و جماعت اور ان کے مدوحین کو جناب و حضرت سے تعبیر کیا ہے۔ **ابتدائی خلقتِ نورانی امیر المومنین علیہ السلام** سنی شیعہ نے بطرق متعددہ روایت کی ہے کہ وہ نور جس سے حضرت رسولؐ خدا و علیؑ مرتضیٰ ظہور میں آئے ہزار ہا سال پہلے خلق آدم علیہ السلام سے پیدا ہو کر مصروفِ عبادت پروردگار رہا تھا جس وقت حق تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو حضرتِ آدم کی پشت مبارک میں جگہ دی بعد ازاں وہ پشت ہائے پاکیزہ سے ارحامِ مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا رہا تا اینکہ پشتِ عبدالمطلب میں پہنچ کر اس کے دو حصے ہوگئے ایک پشت عبداللہ میں گیا اور اس سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ ظہور میں آئے دوسرا پشتِ ابوطالب میں درآیا اور اس سے مولائے مومنین و یعسوب المسلمین پیدا ہوئے۔ ابوعبداللہ احمد بن حنبل امامِ اہلِ سنت نے کتابِ مسند اور کتابِ فضائل میں اور ابن شیر دیہ نے فردوس الاخبار میں اور میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربےٰ میں روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خداﷺ نے فرمایا **خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق اللہ اٰدم باربعۃ الف عام فلما خلق اللہ اٰدم رکب فی صلبہٖ فلم یزل فی شی واحد حتیٰ انہ افتر قافی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ و فی علی الخلافتہ** یعنی میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے چار ہزار سال پیشتر اس کے کہ حق تعالیٰ آدم کو پیدا کرے۔ پس جب جل شانہ نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو پشتِ آدمؑ میں رکھا پس وہ نور برابر ایک جگہ ساتھ رہا تا اینکہ پشت عبدالمطلب میں پہنچ کر علیحدہ علیحدہ ہوگیا۔ پس میرے لیے نبوت ہوئی اور علیؑ کے لیے خلافت اگر بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے تو یہی ایک حدیث جس کو ان علماء معتبر نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے فضائل و مناقب امیر المومنینؑ میں کافی ہے اس سے افضلیت اس جناب کی سوائے حضرت خاتم المرسلین کے جملہ سابقین ولاحقین بلکہ تمام انبیاء مرسلین پر ظاہر ہے اور کمال درجہ کی یگانگت و نزدیکی آپ کی حضرت رسولِ خداؐ کے ساتھ ظاہر و عیاں ہے کہ بالتحقیق برادر و وصیؐ و نفسِ رسولِ خداؐ آپ ہی تھے اور اسی روایت کو اخطب خطبائی خوارزم موفق بن احمد مکی نے کہ علماء مشہور اہلِ سنت سے ہے۔ مناقب میں اور ابن مغازلی شافعی نے اور نیز سید علی ہمدانی نے سلمان فارسیؓ سے اس طرح بھی روایت کیا ہے۔ **کنت انا و علی نورا بین یدی اللہ تعالیٰ یسبح اللہ ویقد سہٗ ان یخلق اللہ اٰدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ ادم رکب ذٰلک النور فی صلبہ**

فلم یزل فی شی واحد الخ۔ اس سے اور بھی قدامت اس نور کی ظاہر ہوتی ہے کہ بجائے چار ہزار سال قبلِ آدم چودہ ہزار سال اس میں درج ہیں اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں وہ نور بیکار نہ تھا بلکہ تسبیح و تقدیسِ پروردگار میں مشغول رہتا تھا۔ حیرت ہے کہ یہ حضرات سب کچھ اپنی کتابوں میں لکھتے اور رسولِ خداؐ سے نقل و روایت کرتے ہیں پھر بھی آپ کو چوتھے درجہ پر رکھتے ہیں چنانچہ انھیں وجوہ سے آپ بنص قرآن نفسِ رسولؐ قرار پائے۔ جب کہ دیگر حضرات کہ سالہا سال کفرو بت پرستی میں مبتلا رہے چنانچہ جو لوگ نور خدا کو بجھانا چاہتے ہیں **یُرِیدُونَ لِیُطفِؤُا نُورَ اللّٰہِ** مگر ایسا کب ہوسکتا ہے **یَابَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ** حق تعالیٰ اپنے نور کو تمام اور کامل کیے بغیر نہیں رہ سکتا **وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ** گو اس سے کفار کراہت کریں اور علامت اس کی کہ حق تعالیٰ نے اپنے اس نور کو تمام و کامل کر دیا ایک یہی ہے کہ یہ حضرات خود ایسے اعلیٰ فضائل آنحضرتؐ کے اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں۔

بحارالانوار میں عبداللہؓ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم ایک روز حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں امیر المومنینؑ تشریف لائے۔ جب نظرِ مبارک رسولِ خداؐ ان حضرت پر پڑی تو تبسم فرمایا اور کہا مرحبا ہو اس شخص پر کہ حق تعالیٰ نے چالیس ہزار سال قبل از آدم اس کو پیدا کیا۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا ممکن ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے پہلے مخلوق ہو فرمایا ہاں حق تعالیٰ نے میرے اور علیؑ کے نور کو اتنے عرصہ آدم سے پہلے پیدا کیا پھر تمام اشیاء کو اس سے خلق فرمایا۔ وبروایت دیگر فرمایا حق تعالیٰ نے دو ہزار سال قبل از آدم ہمارے نور کو پیدا کیا۔ پھر پشت آدم میں اس کو جگہ دی چنانچہ آدم بہشت میں ساکن تھے تو ہم ان کی پشت میں تھے اور جب نوح کشتی میں سوار ہوئے تو ہم ان کی پشت میں تھے اور جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تو ہم ان کی پشت میں تھے اور ہمارے ہی سبب سے آگ نے ان کو ضرر نہ پہنچایا۔ پس وہ سبحانہٗ تعالیٰ ہم کو اصلاب (۱) طاہرہ سے ارحامِ مطہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا۔ تا اینکہ پشتِ عبدالمطلب میں پہنچے۔ اس وقت اس نور کے دو حصے کیے۔ مجھ کو پشتِ عبداللہ میں اور علیؑ کو پشتِ ابوطالب میں منتقل فرمایا۔ پس ہمارے نور کو تمام اشیاء سے سابق ومقدم پیدا کیا اور سب کو اس نور سے نورانی فرمایا۔ بروایت اول پس ہم کو جانب راست عرش کے جگہ دی اور ہمارے بعد ملائکہ کو پیدا کیا ہم تسبیح وتقدیس و تکبیرِ حق سبحانہ تعالیٰ کرتے تھے اور ملائکہ تسبیح و تقدیس وتکبیر کو ہم سے سیکھتے تھے۔ پس جس شے نے تسبیح و تقدیس

---

(۱) اصلاب جمع صلب یعنی پشت وارحام جمع رحم بچہ دان زنان ۱۲۔

وتکبیر خدا کی سیکھی میری اور علیؑ کی تعلیم سے سیکھی یعنی ہم ان کے معلم واستاد ہیں اور امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کو چودہ ہزار سال قبل از خلقِ آدم پیدا کیا پس ان کو ایک نور گردانا کہ منتقل کرتا تھا اس نور کو پشت ہائے مردانِ برگزیدہ سے بطرف رحم ہائے زنانِ پاکیزہ کے بعد ازاں اس نورِ مقدس کے دو ٹکڑے کیے ایک کو پشتِ عبداللہ بن عبدالمطلب میں قرار دیا اور اس سے محمدؐ سید وسردار پیغمبران وخاتمِ مرسلاں بہم پہنچے اور پیغمبری ان پر قرار پائی اور دوسرے ٹکڑے کو پشتِ عبد مناف یعنی ابو طالب بن عبدالمطلب میں داخل کیا اس سے علیؑ پیدا ہوئے کہ امیرِ مومنان وبہترین اوصیاء پیغمبران ہیں۔ پس حضرتِ رسولؐ نے ان کو اپنا وصی وخلیفہ وجانشین بنایا۔ اور شوہر اپنی دختر کا قرار دیا اور ادا کرنے والا اپنے قرضوں کا' اور وفا کرنے والا اپنے عہدوں کا' اور یاوری کرنے والا اپنے دین کا 'اور برطرف کرنے والا اپنے غموں کا۔ اور نیز فرمایا حضرت رسولِ خداؐ نے کہ جب میں پیدا ہوا تو ملائکہ نے آوازِ تسبیح و تقدیس حق سبحانہٗ تعالیٰ بلند کر کے عرض کی اے ہمارے پروردگار کیا وجہ ہے کہ ہم اب تیرے ولی اور تیرے نبیؐ کے بھائی اور وصی وخلیفہ کو اس کے ساتھ نہیں پاتے حالانکہ یہ دونوں ہمیشہ سے ساتھ ساتھ تھے۔ ارشادِ جنابِ باری ہوا کہ میں علیؑ کا حال تم سے زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اس پر شفیق ومہربان ہوں میں نے اس کے نور کو پشتِ ابو طالب میں ودیعت رکھا ہے اور بطریقِ عامہ اہل سنت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک قطرۂ آب کو تین ہزار ۳۰۰۰ سال قبل از آدم پیدا کیا اور اس کو مروارید سبز میں رکھا تا انیکہ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پس اس پانی کو پشتِ آدم میں جاری ورواں فرمایا۔ وہاں سے پشتِ شیثؑ میں منتقل فرمایا۔ پس اسی طرح پشت ہائے انبیاء واوصیا میں منتقل ہوتا رہا تا انیکہ پشتِ عبدالمطلب میں پہنچ کر اس کے دو حصے ہو گئے ایک پشتِ عبداللہ میں دوسرا پشتِ ابو طالبؑ میں نقل ہوا۔ پس نصف سے میں پیدا ہوا اور نصف سے علیؑ یہی وجہ ہے کہ علیؑ میرا بھائی ہے دنیا و آخرت میں۔ پھر تلاوت فرمایا اس آیہ شریف کو **وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْراً۔** یعنی وہ خدا ہے جس نے آدم کو پانی سے پیدا کیا اور گردانا اس کو صاحب نسب وداماد اور تیرا پروردگار تمام امور پر قادر وتوانا ہے۔ اور نیز فرمایا آنحضرتؐ نے کہ یہی سبب ہے کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے اسکا گوشت میرے گوشت سے' اور اس کا خون میرے خون سے ہے جو کوئی مجھ کو دوست رکھتا ہے میری دوستی سے علیؑ کو دوست رکھتا ہے اور جو مجھ کو دشمن رکھتا ہے میری دشمنی کی وجہ سے علیؑ کو دشمن رکھتا ہے **مؤلف** کہتا ہے۔ مدتِ خلقت نورِ مطہر نبی وعلی قبل از آدمؑ احادیث میں بہ اختلاف مذکور ہوئی ہے ہوسکتا ہے کہ مقصود اس سے اظہارِ کثرتِ زمانہ وقدامت اس نورِ مقدس کی ہو چنانچہ زبانِ عرب میں عدد سبع (سات) وسبعین (ستر) مطلق کثرت

کے مقام میں مستعمل ہوتے ہیں۔ایسا ہی یہاں چار چودہ چالیس ہزار وغیرہ سے ممکن ہے کہ مراد کثرت وزیادتی اس مدت کی ہواور دیگر احتمالات بھی علماء نے اس اختلاف کے ذکر کیے ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

توثیق میر سید علی ہمدانی صاحب کتابِ مودۃ القربیٰ

شیخ صدوق محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے مطابق روایت میر سید علی ہمدانی صاحب کتاب مودۃ القربیٰ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا یا علیؑ حق تعالیٰ نے آدمیوں (بروایت مودۃ القربیٰ نبیوں) کو مختلف شجروں سے پیدا کیا اور مجھ کو اور تجھ کو ایک شجر سے پیدا کیا پس میں اصل اور بیج اس درخت کا ہوں اور تو فرع اس کی اور حسنؑ وحسینؑ شاخیں اورشعبے ہیں اس درخت کے، پس جو کوئی متمسک ہوا یک شاخ سے اس درخت کی حق تعالیٰ اس کو داخلِ بہشت کرتا ہے۔ سید علی ہمدانی کو لفظِ میر اور سید سے کوئی صاحب شیعہ نہ سمجھیں وہ سنی بزرگانِ اہل سنت ومقتدایانِ صوفیہ سے ہیں۔مولوی رشیدالدین خان دہلوی اپنی کتاب ایضاح میں ان کو عظماء اہلِ سنت سے جنھوں نے مناقبِ اہل بیتِ اطہار میں کتابیں لکھیں گنتے ہیں اور ان کی کتاب مودۃ القربیٰ پر فخر وناز کرتے ہیں اور مُلّا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں ان کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے اور ان کو جامع علومِ ظاہری وباطنی کہا اور لکھا ہے کہ انھوں نے حسب الحکم اپنے پیر ومرشد شیخ شرف الدین محمود کے ربع مسکون عالم کی سیر فرمائی اور چودہ سو ۱۴۰۰ اولیاء کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔اور چار سو ۴۰۰ ولی سے صرف ایک مجلس میں ملے وغیرہ وغیرہ۔**اجدادِ طاہرینِ امیر المومنین علیہ السلام** اجداد امیر المومنین حضرت عبدالمطلب سے لے کر آدم صفی اللہ تک بعینہ وہی اجداد حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ ہیں اور حالات آنحضرات کے بضمنِ حال اس جناب کے کتبِ تاریخ وحدیث میں مثل کشف الغمہ وحیات القلوب وغیرہ کے تفصیل وار مذکور ہیں اور یہ بات کہ یہ حضرات حاملانِ نورِ مقدس تھے۔ سب کے سب مومن مسلمان تھے اور جدات (دادیاں) آنحضرتؐ کی بھی کم از کم اس وقت میں کہ یہ نورِ مطہر ان کے شکموں میں ہوتا تھا ضرور کفر وشرک سے پاک حلیہ ایمان ودین وصدق ویقین سے آراستہ ہوتی تھیں۔ یہ بات کتبِ کلامیہ امامیہ میں بدلیل وبرہان ثابت کی گئی ہے اور یہ امر عقائدِ حقہ فرقۂ اثناءعشریہ میں داخل ہے۔اہلِ سنت جو اس کو نہیں مانتے اور اکثر کو ان میں سے کافر بتلاتے ہیں وہ جانیں ان کو اختیار ہے ہم سے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ حدیثِ نور کے بھی قائل ہوں اور پھر ان بزرگوں کو مشرک بت پرست کہیں جس نور نے ہزار سال پیش عرشِ ذوالجلال عبادت خدائے متعال کی ہو وہ دنیا میں کافر یا کافرہ کی پشت ورحم نجس میں ایک دم کو بھی قرار لے یہ بات ہمارے قیاس سے باہر ہے۔سنیوں کو اجدادِ پیغمبر سے ایسی ہی عداوت مدنظر ہے

تو چاہیے کہ پہلے ایسی حدیثوں کو اپنی کتابوں سے نکال دیں بالجملہ یہاں زیادہ تر ان امور سے تعرض نہ کر کے فہرست اسماء گرامی ان حضرات کی لکھی جاتی ہے۔اور وہ یہ ہے علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب (اصلی نام ان کا شیبہ(۱) یا شیبۃ الحمد ہے۔چونکہ مُطلّبِ بن ہاشم عمِ محترم نے ان کی ننھیال سے لاکر اپنی زیرِ نظر ان کو تربیت کیا تھا اس لیے عبدالمطلّبِ کے نام سے مشہور ہوئے۔اور ایسا محاورات عرب میں شائع ہے بن ہاشم (اصلی نام ان کا عمر ہے ہاشم کے معنی توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے والے کے ہیں۔چونکہ وہ بھی روٹی کو توڑ کر شوربے میں بھگوتے اور خلائق کو کھلاتے تھے لہٰذا اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے) بن عبد مناف (۲) بن قصےٰ (بضم قاف و فتح صاد و تشدید یا) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئے (بضم لام و فتح واؤ و تشدید یا) بن غالب بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس (نزد بعض ایاس) بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اذ بن اور بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان بن انسب بن حمل بن قدار بن اسمٰعیلؑ بن ابراہیم خلیلؑ بن تارخ بن ناخور بن سروع بن ارغو بن فالغ بن عابر (بروایتے یہ نام ہود علیہ السلام کا ہے) بن شالخ بن ارفحشد بن سام بن مالک بن متوسلخ بن اخنوخ (بروایتے یہ نام ادریس علیہ السلام کا ہے) بن العاد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

---

(۱) شیبہ پیری بڑھاپا چونکہ بوقت ولادت آپ کے سر میں سفید بال تھے لہٰذا اس نام سے موسوم ہوئے ۱۲ سنہ۔

(۲) لفظ مناف کا مادہ نوف ہے جس کے معنے بتصریح اہل لغت شرف و بلندی کہ ہیں پس عبد مناف کے معنی عبدالعالی ہوئے۔وہ جو اہل سنت کہتے ہیں کہ مناف ایک بت کا نام تھا اور مراد اس سے اضافت اس بت کی طرف ہے اور اس سے کفر آبا واجداد حضرت رسالت پر دلیل لاتے ہیں بالغرض مناف نام بت کا ہو تب بھی جائز ہے کہ یہ لفظ مشترک ہو درمیان نام باری تعالیٰ اور نام اس بت کے اور مقصود یہاں اول ہو نہ کہ ثانی اور سلمنا کہ مراد یہاں بھی بت ہی ہوسکتا ہے کہ یہ نام اس کی ماں و دیگر رشتہ داروں کا رکھا ہوا ہو نہ کہ باپ کا پس استدلال تمام نہ ہوگا اور واضح رہے کہ یہ آخری وجہ محض احتمالی ہی نہیں بلکہ صاحب عمدۃ الطالب نے کہ علما اہل سنت سے ہے علی بالنقل عنہ یہ اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے **انما عبد مناف امه** کہ عبد مناف کا یہ نام صرف ان کی ماں نے رکھا تھا۔اور یہی وجہ تسمیہ ابوطالب میں ہے بنا بر اس قول کے جوان کا نام ہی عبد مناف بتلاتے ہیں جاری ہوسکتی ہیں اور بعض علما نے افادہ کیا ہے کہ اعتقاد ایک امر قلبی متعلق۔بہ نیت و دل ہے صرف نام رکھ لینے یا کفر و ایمان کے کلمات زبان سے کہہ دینے سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا پس اجداد پیغمبرؐ جو اپنی اولاد کے ایسے نام رکھ دیتے تھے ابنائے زماں کی موافقت سے کہ بت پرست تھے ایسا کرتے تھے تاکہ کفار اشرار کی ضرر سے کہ ہمیشہ درپے قلع و قمع نور محمدی کے رہتے تھے ایمن رہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ عبد مناف کو بسبب اضافت طرف مناف کے کافر کہتے ہیں اور عبداللہ پدر رسول ﷺ کو باضافت طرف اللہ کے مسلمان نہیں کہتے ۱۲ سنہ عفی عنہ۔

پارۂ از حالِ خیر مآل والدین شریفین آنحضرت صلوات اللہ علیہ پدر عالی قدر امیر المومنینؑ جیسا کہ پیشتر کہا گیا حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب ہیں کہ نامِ نامی ان کا بقول بعض عمران ہے اور آل عمران کو آیاتِ قرآن میں اس پر حمل کیا ہے اور بعضے عبد مناف ہمنام ان کے جدِ بزرگوار کے بتلاتے ہیں بہر حال ابوطالب کنیت ہے کہ بلحاظ طالب اپنے سب سے بڑے بیٹے کی کرتے تھے مگر یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ آخر کو نام پر غالب آ گئی۔ ابوطالب سردارِ عرب رئیس مکہ بہت بڑے حامی رسول اللہ کے تھے اور رشتہ میں آنحضرتؐ کے حقیقی چچا ہوتے تھے بخلاف باقی چچاؤں عباسؓ وحمزہؓ وغیرہ کے یہ حقیقی نہ تھے۔ نیز ابوطالب مومن مسلمان کامل الایمان تھے کبھی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا اور اوصیاء ابراہیم علیہ السلام سے تھے۔ اہلِ بیت رسالت نے کہ ثانی قرآن ہیں اس پر اجماع کیا ہے۔ اور علماء امامیہ ہر زمانے اور ہر طبقہ میں اس پر متفق چلے آئے ہیں چنانچہ انھوں نے علیحدہ کتابیں اس مقدمے میں لکھ کر مخالفوں پر حجت تمام کی ہے۔ البتہ کثرت کفار سے مجبوراً اخفائے اسلام کرتے تھے تاکہ حفظ وحمایتِ رسولِؐ خدا بوجہ احسن کر سکیں حدیث میں وارد ہے کہ ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کے ہے کہ **اَسَرُّ والاِیمَانَ وَ اَظھَرُ وُ الشِرکَ فَاتَاھُمُ اللّٰہُ اَجرَ ھُمْ مَرَّتَینِ**۔ انھوں نے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور شرک کا اظہار کیا پس حق تعالیٰ نے ان کو دو چند اجر و ثواب مرحمت فرمایا۔ پس ایسا ہی ابوطالب کو بوجہ اخفاء اسلام مبنی بر مصلحت کے دونا ثواب عنایت ہوا۔ **روایت** ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ بعد وفات اپنے والدین کے اپنے جدِ بزرگوار حضرت عبدالمطلب کے دامنِ تربیت میں پرورش پاتے تھے جب وقتِ وفات عبدالمطلب کا نزدیک پہنچا تو انھوں نے آنحضرتؐ کو اپنے سینے سے لگایا اور گریاں ہوئے۔ سنِ مبارک رسالت پناہ کا اس وقت آٹھ سال کا تھا اور عمر عبدالمطلب کی سو برس سے بھی گزر گئی تھی۔ پس اپنے فرزندِ ارجمند ابوطالب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ابوطالب حفاظت کر اس دریگانہ کی جس نے بوئے لطف پدر نہیں سونگھی اور آغوشِ شفقتِ مادر سے جدا رہا چاہیے کہ تو اس کو اپنا لختِ جگر و نورِ نظر سمجھے۔ تحقیق کہ میں نے اپنے تمام فرزندوں سے تجھ کو اس کی خدمت کے لیے اختیار کیا ہے کیوں کہ تو اور اس کا باپ عبداللہ ایک ماں سے ہو اے ابوطالب اگر تو ظہورِ رفعت وجلالت میرے قرۃ العین تک زندہ رہا تو تجھ کو معلوم ہوگا کہ اب میں نے اس کو پہچانا پس جہاں تک ہو سکے اس کی تفقد اور خبر گیری میں کوتاہی نہ کرنا اور دست وزبان اور جان و مال سے اس کی اعانت کرتے رہنا قسم بخدا کہ اس کو بہت جلد وہ بزرگی و بادشاہی حاصل ہوگی جو ہمارے آباؤ اجداد سے آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے تمام بیٹوں کو کہ دس تھے۔ جمع کر کے کہا کہ محمدؐ یتیم ہے اس کو پناہ دو صاحبِ احتیاج ہے غنی وتونگر کرو اور میری محبت کو اس کے بارے میں یاد رکھو ابولہب نے کہا میں اس کی نگہداشت کروں

گا عبدالمطلب نے کہا کافی ہے کہ تو اپنی شرارت کو اس سے باز رکھے۔ عباسؓ بولے یہ منصب میرے سپرد ہو کہا تو مرد خشم ناک ہے مجھ کو اندیشہ ہے کہ تیرا غصہ اس کے نازک دل کو صدمہ پہنچائے ابوطالب نے کہا میں اس کی محافظت کروں گا اور شرائطِ پرداخت بجالاؤں گا۔ عبدالمطلب نے قبول کیا اور حضرت رسولِ خداؐ کو ان کے سپرد فرمایا اور کہا **اَلآنَ طَابَتْ لِیَ الْمَوْتُ** اس وقت مرنا میرے لیے گوارا ہوا۔ پس ابوطالب نے عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کو اپنی جان و دل سے لگالیا رات دن صبح و شام کسی وقت اپنے سے جدا نہ ہونے دیتے تھے اپنے پہلو میں ان کو لٹاتے اور بنفسِ نفیس خدمات کے متکفل ہوتے کھانے پینے پہنے اور جملہ آسائش و آرام کے اسباب میں آنحضرت کو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھتے اور کفارِ قریش و اشرارِ یہود سے کہ درپے ان کی ایذا و آزار کے رہتے تھے۔ حراست و نگاہبانی فرماتے اور اپنے مال و جاہ کو جو قریش میں وہ رکھتے تھے آپ کی نصرت میں کام میں لاتے غرض رسولِ خداؐ حفظ و حمایتِ ابوطالب میں پرورش پاتے رہے۔ تاانیکہ حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوئے کہ مشرکین کو اسلام کی طرف دعوت کریں پس قریش آنحضرتؐ کی عداوت پر تُل گئے یہ وہ وقت تھا کہ جنابِ ابوطالبؑ کو آپ کی نگہبانی میں بہت جانفشانی کرنی پڑی اور انھوں نے جیسا کہ چاہیے تھا بہت سعی و سرگرمی اور کمالِ دانائی اور دلیری سے اس کو نباہا۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ کفارِ قریش جمع ہو کر ان کے پاس آئے اور کہا تمھارا بھتیجا ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے یا تو اس کو منع کرو کہ اس سے باز رہے ورنہ ہم کو دے دو کہ ہم قتل کریں نہیں تو لڑائی کے لیے تیار ہو ابوطالب نے حضرتؐ کو بلا کر کفار کا کلام نقل کیا آنحضرت نے خیال کیا کہ شاید ابوطالب اکتا کر میری حمایت سے دست کش ہوا چاہتے ہیں فرمایا اے چچا اگر آفتاب کو آسمان سے اتار کر میرے دستِ راست پر اور ماہتاب کو میرے دستِ چپ پر رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ میں اس کار سے باز آؤں تو میں باز نہ آؤں گا۔ جب تک کہ حق تعالیٰ اس دین کو ظاہر نہ کرے یا میں اس کے پیچھے نیست و نابود نہ ہو جاؤں یہ کہہ کر وہاں سے اٹھے ابوطالب پر یہ کلام سن کر رقت طاری ہوئی اور حضرت کو واپس بلا کر کہا اے برادرزادے اپنے کام میں مشغول رہو، بخدا کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تم پر دستِ قدرت نہیں پا سکتا اور کچھ اشعار پڑھے کہ دو شعر ان میں سے یہ ہیں

وَاللّٰهِ لَنْ یَّصِلُوْآ اِلَیْکَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰیٓ اُوَسَّدُ فِی التُّرابِ دَفِیْنًا
فَاصْدَعْ بِاَمْرِکَ مَا عَلَیْکَ غُضَاضَةٌ
وَاَبْشِرْ بِذَاکَ وَقَرَّ مِنْکَ عُیُوْنًا

یعنی قسم بخدا وہ سب مل کر بھی تیرا کچھ نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ میں زیرِ خاک مدفون نہ ہو جاؤں۔ پس تو اپنے کام کو کرتا رہ کوئی تنگی تجھ پر نہیں اور اس سے بشارت حاصل کر اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔

روایت ہے کہ بعثت سے آٹھویں سال قریش نے اتفاق کیا کہ بنی ہاشم کے ساتھ ملنا جلنا لین دین شادی بیاہ سب ترک کر دیں اور مسلمانوں کو تکلیف و آزار دینے لگے۔ ابو طالبؑ ان کو مع رسولِ خداؐ اپنے شعب (۱) میں لے گئے۔ اور نگہبانی کرتے رہے، تین سال تک مسلمان وہاں محصور رہے۔ حضرت ابو طالبؑ رسول اللہؐ کی حفاظت میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ لوگوں کے سامنے حضرت کے لئے ایک مقامِ خواب وآرام مقرر کرتے پھر اس کو تبدیل کر دیتے اور اس جگہ خود لیٹتے یا اپنے فرزندِ دل بند امیر المومنینؑ کو لٹاتے منقول ہے کہ اس وقت چالیس ۴۰ اشخاص بنی ہاشم وغیرہ سے آپ کے ہمراہ تھے ان سب کو جمع کر کے کہا کہ قسم بخدا کہ اگر ایک کانٹا بھی میرے اس فرزند کے لگا تو تم سب کو قتل کر دوں گا۔ ابو طالبؑ کی زندگی تک حضرت رسولِ خداؐ مکہ میں بر ملا دعوتِ اسلام کرتے رہے قریش بہت دانت پیستے تھے مگر کسی سے کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ ان کے مرتے ہی آپ کو اپنا وطن مالوف چھوڑنا پڑا۔ جبرئیل امین نازل ہوئے اور پیغامِ ربانی پہنچایا کہ مکہ سے باہر چلے جاؤ کہ یہاں اب کوئی تمھارا ناصر و مددگار نہیں رہا چنانچہ حضرت نے سالِ وفات ابو طالبؑ کا نام عام الحزن (سالِ غم) رکھا تھا مروی ہے کہ جناب ابو طالبؑ نے اپنے دو فرزند گرامی جعفرؓ و علیؑ کو امر کیا تھا کہ دعوتِ رسولِ خداؐ کو قبول کریں اور جو کچھ وہ حضرت کہیں بجالائیں اور ایمان لائیں آنحضرت پر بایں اقرار کہ آپ بہترین خلق ہیں اور لوگوں کو راہِ راست کی طرف دعوت کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت رسولِ خداؐ نماز پڑھتے تھے اور امیر المومنینؑ ان کے داہنی جانب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو طالبؑ مع جعفرؓ وہاں سے گزرے اس وقت ابو طالبؑ نے جعفرؓ کو اشارہ کیا کہ جا کر اپنے ابن عم کے پہلو میں کھڑا ہو پس جعفرؓ آ کر امیر المومنینؑ کے برابر کھڑے ہو گئے۔ حضرت رسولِ خداؐ نے اثنائے نماز میں اس کا احساس کیا تو آگے بڑھ گئے اور ان دونوں بھائیوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی چنانچہ یہ پہلی نمازِ جماعت تھی جو دو مردوں کے ساتھ اسلام میں ادا ہوئی۔ فارغ ہوئے تو دیکھا کہ آثار مسرت چہرۂ ابو طالبؑ سے نمایاں ہیں انھوں نے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون مدحِ جعفرؓ و علی علیہ السلام ہے اور ان کو امر کیا ہے نصرتِ حضرت رسالت پناہ کا امام محمد باقر علیہ السلام اس حدیث کی نقل کے بعد فرماتے ہیں کہ کافی ہے تیرے لیے اگر انصاف کرے تو ابو طالبؑ کے مقدمے میں اس قدر کہ انھوں نے اپنے دو بیٹوں کو امر کیا اطاعتِ

---

(۱) شعب بالکسر شگاف کوہ پہاڑ کی گھاٹی شعب ابو طالب مکہ میں وہ مقام ہے جہاں حضرت رسولؐ خدا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲ منہ۔

رسولِ خداؐ کا اور جہاد و جان سپاری کی آنحضرتؐ کی خدمت میں تاکید بلیغ فرمائی بغیر اس کے کوئی احتیاج مالی یا جاہی ان سے رکھتے ہوں کیوں کہ حضرت رسولِ خداؐ اس وقت مال دنیا سے کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور خویش و اقارب ان کے دشمن تھے پس حکم دینا جناب ابوطالبؑ کا اپنے فرزندوں کو متابعتِ آنحضرتؐ کے لیے سوائے اس کے نہیں کہ ان کو دینِ اسلام کی طرف رغبتِ کامل تھی اور اس کو حق جانتے تھے بالجملہ یہ اور مثل اس کے اور احادیثِ شیعہ و سنی دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ مومن مسلمان معتقدِ رسالت تھے مگر اہلِ سنت حضرات جیسا کہ والدینِ حضرت رسولِ خداؐ جناب عبداللہ و آمنہ کو کافر جانتے ہیں ویسا ہی ابوطالبؑ کو بھی کافر کہتے ہیں یعنی ان کو پسند نہیں کہ ان کے خلفاء کے والدین بلکہ خود خلفاء ابتدا میں کافر ہوں اور امیر المومنینؑ کے ماں باپ مسلمان کہلائیں۔ اس لیے وہ اس مقام پر بہت پیچ وتاب کھاتے ہیں اور جھنجلا کر کہتے ہیں: **تَرْجُوْا اَنْ یَدْخُلَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ الْجَنَّۃَ اِلَّا اَبُوْ طَالِبَ فَاِنَّہٗ اَدْرَکَ الْبَعْثَ وَلَمْ یُؤْمِنْ** ہم کو امید ہے کہ شاید عبدالمطلب بھی جنت میں داخل ہو جائیں الّا ابوطالبؑ کہ انھوں نے زمانِ بعثت کو ادراک کیا یعنی رسولِ خداؐ کی پیغمبری پر مبعوث ہونے تک زندہ رہے اور ایمان نہ لائے مدعا یہ کہ حضرت ابوطالبؑ کے لیے امیدِ دخول جنت بالکل نہیں اس کے جواب میں کیا کہا جائے بجز اس کے کہ **کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ** یہ کلمہ عظیم و شدید ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ کسی نے حضرتِ صادق علیہ السلام سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب کافر تھے۔ فرمایا جھوٹ کہتے ہیں کیوں کر وہ کافر ہو سکتے ہیں حالانکہ انھوں نے یہ شعر کہا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّداً
نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ

آیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو نبی پایا مثل موسیٰ کے کہ ان کا ذکر کتبِ سابق میں لکھا ہوا تھا۔ قسطلانی نے مواہب لدنّیہ میں محمد ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ابوطالب کا یہ اشعار کہنا اور ان کا عارف بہ نبوۃ ہونا بہت سے اخبار سے پایا جاتا ہے۔ اسی سے شیعہ متمسک ہوئے ہیں کہ وہ مسلمان تھے۔ اور نیز یہی ابن اسحاق و صاحب مغازی اہل سنت کہتا ہے کہ علیؑ بن حمزہ بصری نے اشعارِ ابوطالب جمع کیے ہیں اور گمان کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر فوت ہوئے پھر صاحبِ مواہب نے روایت کی ہے کہ ایک سال مکہ میں خشکی و قحط سالی تھی۔ ابوطالبؑ حضرت رسولِ خداؐ کو لے کر باہر آئے حالانکہ وہ حضرتؐ اس وقت طفلِ صغیر سن تھے اور روئے انور مثلِ آفتابِ روشن پس ابوطالبؑ نے آنحضرتؐ کو گود میں اٹھالیا اور اپنی پشت مبارک کو خانہ کعبہ سے لگا کر کھڑے ہوئے اور پناہ چاہی آنحضرتؐ سے اور

اشارہ کیا اپنی انگشت سے آسمان کی طرف آسمان میں اس وقت ابر کا نشان کوئی نہ تھا۔ پس بادل ہر طرف سے اکھٹے ہوئے اور ایسا زور سے مینہ برسا کہ ندی نالے پُر ہو گئے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ اپنے قصیدۂ لامیہ میں۔

وَابْیَضَّ یُسْتَسْقَی الْغَمَامَ بِوَجْهِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامیٰ عِصْمَۃٌ لِّلاَرَامِلَ

کہ وہ سفید و نورانی شکل ہیں کہ طلب بارش کی جاتی ہے ان کی وجہ سے۔ وہ بہار ہیں یتیموں کی اور حفاظت ہیں بیواؤں کی تاریخ ابولفداء میں ہے کہ بوقتِ وفاتِ ابوطالب، عباس بن عبدالمطلب نے دیکھا کہ لب ہائے ابوطالب حرکت کرتے ہیں نزدیک جا کر سنا تو کہتے ہیں کہ اے برادر زادے قسم بخدا کہ جو کلمہ (کلمہ شہادتین) تم مجھ سے کہلوانا چاہتے تھے میں نے کہہ لیا ہے حضرت رسولِ خداؐ نے یہ سن کر فرمایا شکر ہے خدائے تعالیٰ کا کہ اے چچا تم نے ہدایت پائی۔ صاحبِ تاریخ نقلِ روایت کے بعد بتقاضائے سنیت خود کہتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عباسؓ سے منقول ہے مگر مشہور یہ ہے کہ ابوطالبؑ کافر مرے۔ لیکن حق الامر کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ اس کے بعد ہی مورخ مذکور کہتا ہے۔ مگر اشعارِ ابوطالبؑ سے دریافت ہوتا ہے کہ انھوں نے تصدیق رسالت کی ہے وہ اشعار یہ ہیں۔

وَدَعَوْتَنِی وَعَلِمْتَ اَنَّکَ صَادِقٌ
وَلَقَدْ صَدَ قْتَ فَکُنْتُ قَبْلُ اَمِیْنَا

یعنی دعوت کی اور بلایا تو نے مجھ کو اے محمدؐ (اپنی نبوت کی طرف) اور میں جانتا ہوں کہ البتہ راست کہا تو نے اور تو سب سے سچا اور امانت گزار تھا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنَاً

اور تحقیق کہ مجھ کو معلوم ہے کہ دین محمدی دنیا کے تمام دینوں سے بہتر دین ہے اب کوئی اس فاضل مورخ (ابوالفداء) سے کہ فضیلتِ علم کے سوا کہتے ہیں کہ فوقیت سلطنت و حکمرانی بھی اس کو حاصل تھی پوچھے کہ تمھاری عقل کدھر گئی اور کون فہم و فراست کو لے گیا جب کہ خود کہتے ہو کہ بعض اشعارِ ابوطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تصدیقِ رسالت کی اور اشعار بھی وہ نقل کرتے ہو کہ ان میں فقط راستی و امانت آنحضرتؐ کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ ان کے دین کو خیرِ ادیانِ جہاں کہا ہے تو پھر ان کے اسلام میں کیا کلام باقی رہا کیا تصدیقِ رسالت تصدیقِ کل ما جاء بہ النبی نہیں جو کہ عینِ اسلام ہے اور کیا نظم و نثر کی تصدیق میں کوئی فرق ہوتا ہے نہیں تو کیوں کر تم ایک مردِ مسلم کو جو اپنے اسلام کی اس طرح پر پکار

پکار کر منادی کر رہے ہیں۔ اور عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان کی شہادت دیتے ہیں کافر بتا سکتے ہو اور مسلم بھی ایسے ویسے مسلم نہیں وہ مسلمان کہ خود بانیٔ اسلام کے مربی و سرپرست باپ سے زیادہ ان پر شفیق و مہربان جنھوں نے اپنی جان و مال زن و فرزند کنبے قبیلے کو آنحضرت کی خدمت اور حفظ و حمایت کے لیے وقف کر دیا تھا اور جب تک دم میں دم رہا اس خدمت کو نہ چھوڑا سبحان اللہ ابو طالب تو کتبِ سابقہ سے آنحضرتؐ کی نبوت کا اثبات کریں اور آپ کو حضرتِ موسیٰؑ کی مثل اولوالعزم پیغمبر قرار دیں اور اہلِ سنت کے نزدیک وہ ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے کبھی جنت میں جانے نہ پائیں گے۔ یہ دشمنی علی علیہ السلام نہیں تو اور کیا ہے۔

الحاصل پیشتر گزرا کہ اہلِ بیت رسالت حضرت ابو طالب کے اسلام پر متفق ہیں اور اہلِ سنت بھی اس کو جانتے اور اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں چنانچہ صاحبِ مقصد اقصے نے اپنی کتاب میں اور ابنِ اثیر نے جامع الاصول میں کہا ہے **وَاهل البَيتِ يُز عَمُونَ اَنَّ اَبَا طَالِبٍ مَاتَ مُسلِماً** کہ اہلِ بیت کہتے ہیں کہ ابو طالب مسلمان فوت ہوئے۔ پس اجماع ان کا حجت ہے اور نیز گھر کا حال گھر والوں کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا ایسا نہیں جان سکتا چنانچہ **اهل البيت ابصر بما في البَيتِ** کہ گھر کے لوگ گھر کی چیزوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں ضرب المثل ہے۔ پس جب کہ بقول اہلِ سنت اہلِ بیت علیہم السلام اسلام ابو طالب پر متفق ہیں تو وہی ٹھیک ہے اور سنیوں کا اس سے انکار کرنا بوجہ تخلف کرنے اور سوار نہ ہونے کشتیِ اہل بیت کے سمجھنا چاہیے۔ **فَمَن رَكَبَهَا نَجيٰ وَمَن تَخَلَّفَ عَنهَا فَقَدغَرَقَ وَهوَىٰ** جو اس کشتی میں سوار ہوا۔ اس نے نجات پائی جس نے اس سے تخلّف کیا غرق اور ہلاک ہوا اور نیز ہم نے پیشتر کہا ہے کہ یہ حضرات جو ایسے مقدمات میں زیادہ مبالغہ کرتے ہیں تو اس کا ایک سبب اپنے خلیفوں کی ہمدردی بھی ہے کہ کسی طرح امیر المومنینؑ کو ان سے فوقیت نہ ہونے پائے **وَانّي لَهُم ذٰلِكَ** یہ بات ان کو کب حاصل ہو سکتی ہے پس اس اعتبار سے ان کا قول سرے سے پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور ہم مکرر کہتے ہیں کہ ابو طالب وحدانیتِ خدا و رسالتِ رسول اللہؐ پر ایمان کامل رکھتے تھے اور امین تھے وصایائے انبیا کے کہ عبد المطلب سے ان کو پہنچی تھیں ان کو رسولِ خدا کو پہنچایا جیسا کہ احادیثِ شیعہ سے ظاہر ہے روایت ہے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا **يَا مُحَمَّد اِنَّ اللّٰه يَقرَئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ اِنّي حَرمَتُ النَّارَ عَليٰ صُلبِ نَزَلَكَ وَبَطَنَ حَمَلَكَ وَ حجر كَفَّلَكَ** یعنی اے محمدؐ حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے حرام کیا ہے آتشِ جہنم کو اس پشت پر جس سے آپ جدا ہوئے اور اس رحم پر جس نے تم کو برداشت کیا اور اٹھایا اور اس کنار پر جس نے آپ کی کفالت و پرورش فرمائی۔ پس پشت سے مراد پشتِ عبد اللہ ہے اور شکم سے شکم آمنہ اور

کنار سے کنارِ ابوطالبؑ و فاطمہ بنت اسد ہے۔ مروی ہے کہ کسی نے معصوم سے سوال کیا کہ رسولِ خداؐ نے جنازۂ ابوطالبؑ پر نماز پڑھی یا نہیں فرمایا نمازِ جنازہ اس وقت کہاں تھی کہ وہ حضرت پڑھتے مگر ان کی وفات پر اندوہ گیں ہوئے۔ اور امیر المومنینؑ سے ان کی تجہیز و تکفین کرائی اور خود جنازے پر حاضر ہوئے شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ اپنے عمِ محترم ابوطالب کے پاس تشریف لائے درانحالیکہ مرغِ روح ان کا عالمِ اعلیٰ کو پرواز کر چکا تھا اور چادر جسمِ مبارک پر ڈھانپ رکھی تھی۔ اور فرمایا اے چچا تم نے میری حفاظت کی جب کہ میں یتیم تھا اور حقِ تربیت بجالائے میری کم سنی کے زمانے میں اور بعدِ بلوغ بھی میری نصرت و یاوری میں کوتاہی نہ فرمائی پس اے عمو تمکو حق تعالیٰ جزائے خیر دے بعد ازاں امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ ان کو غسل دیں اور سید مختار بن معد موسوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کہ اثباتِ اسلامِ ابوطالب میں لکھی ہے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ کو وفاتِ ابوطالبؑ کی خبر ہوئی تو کمال دلگیر ہوئے اور امیر المومنینؑ کو امر کیا کہ شرائطِ غسل بجالائیں اس وقت نہایت غم واندوہ کی حالت میں وہ کلمات ارشاد کیے جو اوپر گزرے۔ آخر میں فرمایا قسم بخدا کہ میں اپنے چچا کے حق میں وہ شفاعت کروں گا جس سے جن وانس حیران رہ جائیں گے۔ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں مدحِ حضرت ابوطالب و مدحِ امیر المومنین علیہ السلام میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔ دو شعر اس کے یہاں پر نقل ہوتے ہیں کہتا ہے۔

وَلَولا اَبُوطَالبٍ وابنُهُ
لَمَا مَثَلَ الدِّینُ شَخصاً وَقَامَا

یعنی اگر ابوطالب اور ان کے فرزندِ دل بند علیؑ نہ ہوتے تو دینِ اسلام کبھی صورت پذیر نہیں ہوسکتا تھا۔

فذاكَ بمكّتهِ اٰوٰى وَحامىٰ
وَهذا بيثربَ خاضَ الجَمَاما (۱)

اُس نے یعنی ابوطالب نے مکہ میں اس کو پناہ دی اور حمایت کی اور اس نے یعنی امیر المومنینؑ نے مدینہ میں اپنی تئیں خوف ناک مہلکوں میں ڈالا۔ اسی طرح دونوں بزرگوں کی ساتھ ساتھ مدح کرتا چلا جاتا ہے اب ہم صرف ایک حدیث اس مقام میں اور نقل کرتے ہیں اور اس بحث کو ختم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ کوفہ کے محلّہ رحبہ میں تشریف رکھتے تھے اور اصحاب گرد و پیش آنحضرتؑ کے جمع تھے کہ ایک مرد اٹھا اور

(۱) جمۃ الماء گہرا پانی جمع جمام ۱۲۔

عرض کی یا امیر المومنینؑ آپ اس شرف و بزرگی پر ہیں جو حق تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ حالانکہ آپ کے باپ آتشِ جہنم میں ہیں۔ حضرت نے فرمایا خاموش رہ **فَضَّ اللّٰهُ فَاكَ** خدا تیرا منہ توڑے قسم بخدائے عز و جل کہ جس نے محمد مصطفیٰؐ کو بحق و راستی پیغمبری پر مبعوث کیا کہ اگر میرا باپ تمام گناہگارانِ روئے زمین کی شفاعت کرے تو حق تعالیٰ اس کو قبول کرے آیا ہوسکتا ہے کہ باپ تو آتشِ جہنم میں معذب ہو اور بیٹا بانٹنے والا جنت و نار کا ہو بعد ازاں فرمایا کہ نورِ ابو طالبؑ بروزِ قیامت تمام خلقت کے انوار کو بجھا دے گا۔ الا نور محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و امامانِ اولادِ حسینؑ کو تحقیق کہ اس کا نور ہمارے نور سے ہے جس کو حق تعالیٰ نے دو ہزار سال قبل از خلقِ آدم پیدا کیا **لیکن والدۂ ماجدہ آپ کی** فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں کہ اول زنِ ہاشمیہ ہیں کہ مردِ ہاشمی کے نکاح میں آئیں بروایتِ مناقب ابن شہر آشوب اول **هاشميةٍ من هاشميين** یعنے پہلی زن ہاشمیہ ہیں کہ ہاشمی ماں باپ سے وجود میں آئیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ مادرِ امیر المومنینؑ رسول خداؐ کے ساتھ معد بن عدنان تک تیئیس ۲۳ واسطوں سے قرابت رکھتی تھیں اتنی قرابتیں کسی کو رسول اللہؐ سے نہ تھیں جس قدر کہ امیر المومنینؑ ماں کی طرف سے آنحضرتؐ سے رکھتے تھے۔ نیز حدیثِ معتبر میں ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا یا علیؑ چند چیزیں تم کو حاصل ہیں کہ مجھ کو نہیں ایک یہ کہ تمھاری زوجہ فاطمہؑ ہے کہ میری کوئی زوجہ ایسی نہیں۔ دوسرے تمھارے دو بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ کہ میرے کوئی صلبی بیٹا ایسا نہیں۔ تیسرے خدیجہ جیسی بی بی تمھاری خوش دامن ہیں کہ میری ایسی خوش دامن نہیں۔ چوتھے مجھ سا شخص تمھارا خسر ہے حالانکہ میرا خسر مجھ سا کوئی نہیں۔ پانچویں تمھارا جعفرؑ سا بھائی ہے میرا کوئی نسبی بھائی ویسا نہیں۔ چھٹے فاطمہ بنت اسد جیسی زن ہاشمیہ مہاجرہ تمھاری ماں ہے میری ایسی ماں نہیں۔ غرض حضرتِ فاطمہؑ بنت اسد بمنزلۂ مادرِ رسول اللہؐ ہیں انھوں نے آنحضرت کو پرورش کیا پھر ان پر ایمان لائیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کی اور سابقاتِ اسلام سے ہیں بحار الانوار میں جناب فاطمہؑ سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد ہمارے ساتھ رہنے لگے اور مجھ کو ماں کہا کرتے تھے ہمارے یہاں چند درخت خرمے کے تھے۔ جن کو تازہ پھل آیا تھا۔

معجزۂ حضرت رسولؐ اللہ در ایامِ طفلی: ہر روز چالیس ۴۰ اطفالِ خورد سال آنحضرت کے ساتھ درختوں میں داخل ہوتے اور جس قدر کھجوریں زمین پر پڑی پاتے اٹھا کر کھا لیتے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے چھین جھپٹ لیتے میں نے کبھی آنحضرتؐ کو نہ دیکھا کہ کسی کے ہاتھ سے دانہ خرما لیا ہو۔ معمول تھا کہ میں یا میری کنیز ایک مشتِ خرما آنحضرت کے لیے چن کر رکھ چھوڑتے تھے ایک روز بحسبِ اتفاق ہم دونوں اس خدمت سے غافل رہے لڑکے آئے اور تمام خرمے اٹھا لے گئے آپ خوابِ راحت میں تھے بیدار ہوئے تو باغ کی طرف تشریف لے گئے کہ کوئی دانہ تناول

کریں وہاں کوئی دانہ نہ دیکھا تو واپس ہوئے۔ میں کثرتِ خجالت سے منہ پر آستین لے کر لیٹ گئی۔ لونڈی نے عرض کی کہ ہم آج سہواً آپ کے واسطے کھجوریں نہ چن سکے۔ لڑکے تمام لے گئے یہ سن کر حضرت پھر باغ کی طرف متوجہ ہوئے اور درخت سے خطاب کر کے کہا کہ میں بھوکا ہوں مجھ کو سیر کر قسم بخدا دیکھا میں نے کہ وہ شاخیں جن پر بڑے بڑے گچھے کھجوروں کے لگے ہوئے تھے آنحضرتؐ کے واسطے جھک گئیں اور آپؐ نے جس قدر چاہا خرمے تناول کیے پھر شاخیں بلند ہو کر اپنے مقام کو چلی گئیں میں یہ دیکھ کر حیران تھی کہ اتنے میں ابو طالبؑ اندر آئے میں نے یہ قصہ ان کے روبرو بیان کیا۔ انھوں نے کہا اے فاطمہؑ محمد پیغمبر آخر الزماں ہے تیس ۳۰ سال بعد تجھ سے اس کا وصی پیدا ہوگا فاطمہؑ کہتی ہیں کہ جیسا ابو طالبؑ نے کہا تھا۔ تیس ۳۰ سال بعد علیؑ مجھ سے پیدا ہوئے شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ با چشم اشک بار حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ اِنَّا لِلہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہتے تھے۔ حضرت نے سببِ گریہ دریافت کیا تو عرض کی میری ماں فاطمہؑ بنت اسد نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ حضرت رسولِ خداؐ یہ خبر سن کر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا حق تعالیٰ مغفرت کرے فاطمہ کی وہ میری بھی ماں تھی۔ پس دو جامے اور ایک عمامہ اپنے ملبوسِ خاص سے عنایت کیا کہ ان کو لے جاؤ اور فاطمہؑ کو ان میں کفن کرو اور عورات کو تاکید کر دو کہ اچھی طرح ان کو غسل دیں اور جنازۂ فاطمہؑ کو نہ اٹھانا تاوقتیکہ میں حاضر ہو کر متکفل ان کے امور کا ہوں عبد اللہ بن عباسؓ راوی حدیث کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت رسولِ خداؐ تشریف لائے اس وقت جنازہ باہر لے آئے تھے۔ حضرت کھڑے ہوئے اور چالیس ۴۰ تکبیروں کے ساتھ اس پر نماز پڑھی۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی اس قدر تکبیروں سے کسی پر نماز نہ پڑھی تھی پھر بنفسِ نفیس قبر میں اترے اور اس میں لیٹ گئے اس طرح پر کہ کوئی حرکت یا صدا آپ سے اس وقت محسوس نہ ہوتی تھی۔ بعد ازاں امیر المومنینؑ و امام حسن علیہما السلام کو امر کیا کہ داخلِ قبر ہوں اور میت کو اس میں اتاریں۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت سرہانے فاطمہؑ کے تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہؑ میں ہوں سید و بزرگ اولادِ آدمؑ کا۔ از راہ فخر نہیں کہتا۔ جب منکر و نکیر تم سے سوال کریں تو کہو اللہ میرا پروردگار ہے۔ اور محمد میرا پیغمبرؐ اور اسلام میرا دین۔ اور قرآن میری کتاب اور بیٹا میرا علیؑ بن ابی طالب میرا امام ہے بعد ازاں دعا کی فاطمہؑ کے لیے کہ پروردگار ثابت رکھ اس کو ان عقائدِ حقہ پر پس قبر سے باہر آئے اور چند مشت خاک دستِ مبارک سے قبر پر ڈالی اور ہاتھ کو ہاتھ پر مارا تاکہ خاک ہاتھوں کی جھڑ جائے۔ پس فرمایا قسم ہے خدائے عز و جل کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ فاطمہؑ نے میرے اس ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی آواز کو بھی سنا ہے اس وقت عمار یاسرؓ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ آج آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ اس سے پیشتر کبھی ایسی نماز نہ پڑھی

تھی۔فرمایا اے ابوالیقظان فاطمہؑ اس نماز کی سزاوار تھی۔ بتحقیق کہ اس کے ابوطالب سے بہت سی اولاد تھی۔اور مال ان کا کثیر اور ہمارا مال کمتر تھا فاطمہؑ مجھ کو سیر کرتی اور اپنے بچوں کو بھوکا رکھتی۔مجھ کو کپڑا پہناتی اور ان کو برہنہ چھوڑتی مجھ کو روغن ملتی اور ان کو ژولیدہ مو رہنے دیتی۔عمار یاسرؓ نے عرض کی آپ نے چالیس تکبیریں نماز میں کہیں۔فرمایا ہاں اے عمار میں نے اپنے داہنے ہاتھ پر چالیس ۴۰ صفین ملائکہ کی دیکھیں بہ عدد ہر صف ایک تکبیر کہی۔عمار نے کہا قبر میں لیٹنے کا سبب بھی ارشاد ہو فرمایا۔ایک روز تنگی و فشارِ قبر کا مذکور تھا فاطمہ بہت خائف ہوئیں اس لیے میں قبر میں لیٹا تا کہ لحد ان پر وسیع ہو جائے عرض کہ ردائے خاص میں کفن کیا اس کا کیا سبب ہے فرمایا میں نے برہنگی روز قیامت کا ذکر کیا تو فاطمہؑ نے کہا **وَافَضِيحَتَاهُ** قیامت میں برہنہ محشور ہوں گے۔پس میں نے قاضی الحاجات سے سوال کیا کہ اس کو پوشیدہ و مستور مبعوث کرے۔ بروایتِ دیگر فرمایا اے عمار ملائکہ نے ہوائے لیے پر کھولے۔اور فاطمہؑ کے لیے ایک دروازہ بہشت کا اس کی قبر میں کھل گیا۔پس وہ راحت و ریحان و جنتِ نعیم میں ہے اور اس کی قبر ایک باغ ہے باغ ہائے بہشت سے پھر فرمایا قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ میں قبرِ فاطمہؑ سے باہر نہیں آیا۔ الّا یہ کہ دیکھا میں نے دو چراغ نور کے، اس کے سرہانے اور دو پائینتی اور دو پیشِ رُو روشن ہیں **ابن ابی الحدید** شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ فاطمہؑ بعد دس شخصوں کے اسلام لائیں۔اور رسولِ خداؐ ان کی تعظیم کرتے اور ماں کہہ کر ان کو پکارتے تھے۔بوقتِ وفات انھوں نے آنحضرتؐ کو اپنا وصی کیا۔اور آپ نے اس وصایت کو قبول و منظور فرمایا اور ان پر نماز پڑھی اور ان کی قبر میں لیٹے اور اپنے پیراہن سے ان کو کفن کیا۔فاطمہؑ پہلی عورت ہے جس نے حضرت رسولِ خداؐ کے ساتھ بیعت کی **آثارِ ولادتِ باسعادت** شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ کتاب روضۃ الواعظین میں نقل کرتے ہیں کہ شبِ ولادتِ باسعادت حضرت رسالتؐ پناہ فاطمہؑ بنت اسد۔آمنہ بنت وہب کے پاس حاضر تھیں جو عجائب وغرائب کہ آمنہ نے اس رات مشاہدہ کیے فاطمہؑ نے تمام دیکھے۔صبح کو ابوطالب طوافِ خانۂ کعبہ کر کے گھر میں تشریف لائے تو فاطمہ نے عرض کی کہ رات کو اس قدر عجائبات و خوارقِ عادات میں نے مشاہدہ کیے کہ زبان ان کے بیان سے قاصر ہے۔آج آمنہ کے ایک مولودِ مسعود پیدا ہوا ہے جس کے وجود نے عالم کو نورانی کیا تا انیکہ ہم نے درختانِ ہجر (ایک شہر منتہائے ملک یمن میں ہے) اپنی آنکھوں سے دیکھے ابوطالب یہ مژدۂ فرحت افزا سن کر ازبس شاد ہوئے اور کہا اے فاطمہؑ تم کو بھی یہ حالت بعنایتِ الٰہی پیش آنے والی ہے اب سے تیس ۳۰ سال بعد تمھارے بھی ایک فرزند پیدا ہوگا کہ جہان کو اپنے نور سے روشن کرے گا جو عجائبات کہ تم نے اب دیکھے ہیں اس وقت بھی مشاہدہ کرو گی۔فاطمہؑ اس بات کو سن کر منتظر اس سعادت کی رہتی تھیں۔ادھر ابوطالبؑ کو عجائبات نظر آتے تھے اور جس قدر زمانۂ ولادت باسعادت شاہِ ولایت کا نزدیک آتا

تھا۔ اسی قدر نور ان کے چہرہ کا ترقی پاتا تھا۔ جس مجلس میں بیٹھتے بباعث اس نور کے جدا اور ممتاز معلوم ہوتے اور اسی امتیاز سے درندے وچرندے آنحضرتؐ پر سلام کرتے ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ ابوطالب طائف کو جاتے تھے اثناءراہ میں ایک شیر ان کے مقابل ہوا مگر جس وقت آپ کو پہچانا پاس آکر منہ خاک پر رکھ دیا اور دُم کو زمین پر کھینچنے اور آثار تذلل و انکسار ظاہر کرنے لگا۔ ابوطالبؑ نے سبب اس تذلل وانکسار کا دریافت کیا تو شیر بقدرتِ خدا گویا ہوا کہ تم باپ ہو شیرِ خدا کے اور یاور و مددگار رسولِ خداؐ کے ہو کہتے ہیں کہ اس روز سے محبت رسولِ خداؐ کی ابوطالبؑ کے دل میں زیادہ ہوگئی اور وہ آنحضرتؐ کو بہت دوست رکھنے لگے **مروی** ہے کہ جب جناب باری تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے حبیب کے حبیب اور معین و ناصر ووصی و برادر کو پردۂ خفا سے عالم ظہور میں لائے اور چشمِ اہلِ عالم کو روشنی بخشے تو صورت اس کی اس طرح پر ہوئی کہ ایک روز حضرت رسولِ خداؐ رطبِ بہشت تناول کر رہے تھے فاطمہؓ بنت اسد نے ایک دانہ اس میں سے طلب کیا آپ نے بعد لینے اقرارِ شہادتیں کے ایک دانہ ان کو مرحمت فرمایا فاطمہؓ نے اس دانہ کو کھا کر ایک دانہ اور ابوطالبؑ کے لیے مانگا۔ حضرت نے ایک اور دانہ ان کو عطا کیا اور فرمایا کہ ان سے بھی اقرار وحدانیت خدا اور میری رسالت کا پہلے لے لینا۔ **المختصر** ابوطالب فاطمہؓ کے پاس آئے اور خوشبو اس رطب کی ان کی مشامِ جان میں پہنچی تو انھوں نے باعث اس خوشبوئے عجیب کا دریافت کیا فاطمہؓ نے وہ دانہ نکال کر دکھلایا اور ابوطالب نے کلمہ شہادتیں پڑھ کر نوشِ جان فرمایا قدرتِ خدا سے وہ رطب مستحیل بہ نطفہ ہوا اور اسی شب فاطمہؓ بنت اسد کو حمل جنابِ امیرؑ ٹھہر گیا اور حسن و جمال ان کا بہ برکت اس ماہِ منیر کے دوبالا ہو گیا پس وہ جناب شکم میں اپنی والدۂ ماجدہ سے باتیں کرتے اور مونس ان کی تنہائی کے ہوتے ایک روز فاطمہؓ مع جعفر طیارؓ خانہ کعبہ کو جاتی تھیں حضرت امیرؑ نے درونِ شکم سے جعفرؓ کے ساتھ کچھ کلام کیا جعفرؓ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر مدہوش ہو گئے۔

حکایتِ مثرم بن وعیب: فاطمہ قریبِ کعبہ پہنچیں تو جتنے بت وہاں رکھے تھے سب منہ کے بل گر پڑے فاطمہؓ نے اپنے شکم پر ہاتھ پھیر کر کہا اے فرزند گرامی تو ہنوز درمیانِ شکم ہے کہ بت تجھے سجدہ کرتے ہیں جب باہر آئے گا تو نہ معلوم کہ کیا رتبہ تیرا ہو گا اور اس حال کو ابوطالبؑ سے بیان کیا انھوں نے کہا یہ دلیل ہے اس امر کی جو طائف کی راہ میں شیر نے مجھے خبر دی تھی یہ روایت ابن شہر آشوب کی ہے اور روضۃ الواعظین میں بروایت جابر بن عبداللہ انصاریؓ اس طرح پر نقل کیا ہے کہ اس زمانے میں ایک عابد مسمی مثرم (۱) بن وعیب تھا جو زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق تھا ایک سو نوے ۱۹۰

(۱) بعض کتب میں اس کو منزم بن غیث لکھا ہے ظاہرا تصحیف معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲ منہ۔

برس اپنی عمر کے اس نے عبادتِ خدا میں بسر کیے تھے کمالِ اخلاص وصدق دل سے مصروفِ عبادتِ پروردگار رہتا تھا۔ اور کوئی حاجت اس مدت میں اس نے حق تعالیٰ سے طلب نہیں کی تھی۔ ایک روز اس نے دعا کی کہ اے پروردگار میرے اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کی میرے ساتھ ملاقات کرا۔ حق تعالیٰ نے ابوطالب کو اس کے پاس بھیجا مثرم نے ابوطالبؑ کو دیکھا تو آثارِ جلالت ان کی جبینِ مبین سے عیاں تھے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے روبرو ان کو بٹھایا پھر پوچھا تم کون ہو ابوطالب نے کہا میں ایک مرد ہوں تہامہ سے، کہا کس شہر سے، کہا مکہ سے، کہا کس قبیلہ سے، ابوطالب نے کہا قبیلہ عبدِ مناف وفرزندانِ ہاشم سے، راہب یہ سن کر اٹھا اور دوبارہ ان کی پیشانی کو چوما اور کہا شکر ہے خدا کا کہ سوال میرا رد نہ کیا اور مجھ کو اپنے دوست کے ساتھ ملایا قبل اس کے کہ میں دنیا سے رحلت کروں پھر کہا مجھ کو حق تعالیٰ نے تمھارے بارے میں ایک بشارت الہام کی ہے ابوطالب نے پوچھا وہ کیا بشارت ہے مثرم نے کہا تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا ولی خدا و پیشوائے اتقیا و وصی و ناصرِ رسولِ خدا محمد مصطفیٰؐ کا پس جب تو اس فرزند کو پاوے تو سلام میرا اس کو پہنچانا اور کہنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور محمدؐ اس کا برگزیدہ رسولؐ اور تو اس کا وصی وخلیفہ ہے جس طرح محمدؐ پر نبوت ختم ہوئی تم پر اور تمھارے گیارہ فرزندوں پر امامت ووصایت کا خاتمہ ہے۔ ابوطالبؑ یہ سن کر اشکِ شادی آنکھوں میں بھر لائے۔ اور پوچھا اے راہب نام اس فرزند کا کیا ہوگا۔ کہا نام اس کا علیؑ ہوگا ابوطالبؑ نے کہا اے مثرم تیری ان باتوں کی حقیقت مجھ پر تب ظاہر ہو جب کہ کوئی دلیلِ روشن وبرہانِ ظاہر اس پر دکھلائے مثرم نے کہا کیا چیز تم مجھ سے چاہتے ہو تاکہ میرا صدق تم پر ظاہر ہو جائے ابوطالب نے کہا میں اس وقت میوۂ بہشت چاہتا ہوں مثرم نے دعا کی ہنوز دعا اس کی تمام نہ ہوئی تھی کہ ایک طبق پُر از انگور ورطب وانار وسیب ابوطالب کے پاس حاضر ہو گیا ابوطالب نے اس میں سے ایک انار اٹھا لیا اور شاد شاد گھر کو واپس آئے گھر پہنچ کر اس انار کو تناول کیا۔ حق تعالیٰ نے اس انار سے نطفہ ان کی پشت میں قرار دیا۔ اور اسی شب کو فاطمہ بنتِ اسد کو حمل جناب امیرؑ رہا پس ہیبت سے ان حضرت کی زمین حرکت میں آئی اور لرزا اس میں پیدا ہوا کہ تین روز تک اس کو سکون نہ ہوا اور دہشتِ عظیم قریش پر اس سبب سے طاری ہوئی اور انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ اپنے بتوں کو کوہ ابوقبیس پر لے جا کر ان سے سوال کریں تاکہ یہ زلزلہ ساکن ہو پس جوں ہی بتوں کو پہاڑ پر لے گئے زلزلہ میں اور زیادہ شدت ہوئی اور پتھر پہاڑ سے اکھڑنے اور پہاڑ پھٹنے لگا اور بت اوندھے گر پڑے قریش یہ دیکھ کر حیران تھے کہ کیوں کر اس بلا سے ہم کو نجات ہوگی کہ اتنے میں ابوطالبؑ وہاں آئے اور کہا اے معشرِ قریش آج رات کو ایک بندۂ مبارک نے رحم مادر میں قرار پکڑا ہے اگر تم اس کی طاعت کرو گے اور اس کی امامت وولایت کی شہادت دو گے تو زلزلہ تم سے رفع ہوگا ورنہ ایک گھر

تہامہ(۱) میں تمھارا باقی نہ بچے گا قریش نے کہا اے ابو طالب جو تم کہو ہم کریں پس ابو طالبؑ نے ہاتھ طرف آسمان کے بلند کیے اور کہا **اِلٰهِیْ وَسَیِدِیْ اَسْئَلُكَ بِا مُحَمَّدِ یَتِهِ اَلْمَحْمُوْدِیَّتِهِ وَبِالْعَلَوِیَّتِهِ الْعَالِیَةِ وَبِالْفَاطِمَةِ الْبَیْضَا وِیَّةِ الا تفضلت عَلیٰ تِهَامَتِه بِالرَّافتِهِ وَالرَّحْمَتِهِ** یعنی اے خدا اے سید و سردار میرے سوال کرتا ہوں تجھ سے بحق ملت محمد کہ پسندیدہ ہے و سنتِ علیؑ کے کہ بلند مرتبہ ہے و طریقہ فاطمہؑ کے کہ روشن و نورانی ہے کہ البتہ اپنے فضل سے اہلِ تہامہ پر رحم فرما دعا ابو طالب نے کرائی رسولؐ نے یاد کر لی حالاں کہ ۲۸ سال کے تھے پس حضرت رسول خداؐ نے قسم یاد کی کہ اہل عرب نے ان کلمات کو لکھ لیا جب کوئی شدت ان کو پیش آتی تو ان کے ساتھ دعا کرتے تھے پس فوراً ان کی دعا قبول ہو جاتی تھی۔ حالانکہ وہ ان کلمات کی حقیقت سے خبر نہ رکھتے تھے **مؤلف** کہتا ہے کہ اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ حمل اس جناب کا انارِ بہشت سے تھا اور روایت سابقہ میں گزرا کہ وہ رطبِ بہشت سے بہم پہنچا تھا۔ ممکن ہے کہ انار و تمر دونوں بہر دو طریق مذکورۂ بالا حضرت ابو طالب کو ہاتھ آئے ہوں اور دونوں کو انعقادِ حمل مبارک میں دخل ہو اور بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ حمل میوۂ انگور سے حاصل ہوا تھا چنانچہ حضرت رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں ثمری ہوں اور علیؑ عنبی یعنی انگور سے ہے اور یہ دونوں میوے لطیف ترین و پاکیزہ ترین میوہ ہائے بہشت سے ہیں اور فاطمہؑ تفاح یعنی سیب بہشت سے ہے چنانچہ جس وقت میں سیبِ جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو بوئے خوش فاطمہؑ کو سونگھتا ہوں پس اس سے سیبِ بہشت کی خوشبو مجھ کو آتی ہے **کتاب الانوار** تصنیف ابو الحسن بکری استاد شیخ شہید ثانیؒ میں جس کا ترجمہ مولوی غلام حسین صاحب کنتوری نے اردو میں کیا ہے بروایت ابو مخنف لکھا ہے کہ فاطمہؑ بنت اسد کہتی ہیں کہ جب زمانۂ حمل کو پورا ایک مہینہ گزر گیا میں نے ایک آواز سنی کہ ایک شخص مجھ سے کہتا ہے مبارک ہو تم کو اے فاطمہؑ کہ تمھارے شکم میں قرار پکڑا ہے اس بندۂ صالح خدا نے جو عدلِ خدا کی ترازو ہے اس حمل سے تم کو شرفِ دنیا و آخرت نصیب ہوا۔ جب دوسرا مہینہ تمام ہوا پھر کسی نے کہا مبارک ہو تمھیں اے فاطمہؑ حمل اس مولود کا جو زاہد و عابد و راکع و ساجد ہے۔ تیسرے مہینہ میں آواز آئی مبارک اور تہنیت ہو تم کو اے فاطمہؑ یہ جوان ایسا پیدا ہوگا کہ کبھی لڑائی سے منہ نہ موڑے گا اور ہمیشہ کفار کو قتل کرے گا۔ چوتھے مہینے میں بشارت ہوئی مبارک ہو اے فاطمہؑ یہ فرزند امامِ انام و اسدِ ضرغام ہے۔ پانچویں مہینے کی صدا تھی مبارک ہو اے فاطمہؑ یہ فرزند امام المتقین و حجتہ خدا ہے عالمین پر۔ چھٹے مہینے میں آواز آئی مبارک ہو اے فاطمہؑ یہ فرزند دریا جود و سخا د علم و ہدایت کا

---

(۱) تہامہ بکسر تا ر فوقانیہ ملک حجاز کا وہ حصہ کہ نجد سے اترتا ہوا ہے۔ ۱۲ منہ۔

ہوگا۔ ساتویں مہینے میں نے سنا کہ یہ فرزند بناء عظیم یعنی کاشفِ امرِ رسالت یا بیان کرنے والا احوالِ قیامت کا ہے اور معجزات و آثار کا مظہر ہوگا۔ آٹھویں مہینے میں صدا آئی مبارک ہو کہ یہ فرزندِ ارجمند دن کو روزہ دار رات کو عابدِ شب بیدار و پدر آئمہ اطہار ہوگا۔ نویں مہینے میں سنا کہ مبارک ہوا اے فاطمہؑ کہ یہ پسر امامِ پاک و پدر آئمہ اطہار و برگزیدۂ بادشاہ جبار ہے فاطمہؑ کہتی ہیں کہ میں جس پتھر اور ڈھیلے اور شجر کے پاس سے گزرتی تھی ہر ایک بزبانِ فصیح مجھے تہنیت اور مبارک باد دیتا تھا اس فضل و کرامت خدا پر جو مجھے بوجہ ہونے مادر نامدار اس فرزند کے ملی ہے۔ اور مشہور ہے کہ ایامِ حمل میں جنابِ امیر حضرت رسولِ خداؐ کے ساتھ شکمِ مادر سے باتیں کرتے تھے سلام کرتے آنحضرتؐ پر اور شرائطِ تعظیم بجالاتے چنانچہ جب حضرت رسولِ خداؐ دولت سرائے ابوطالب میں تشریف لاتے تو فاطمہؑ بنت اسد بے تحاشا اٹھ کھڑی ہوتیں اس سے ابوطالب کو حیرت ہوتی اور وہ کہتے کہ محمدؐ تمھارے خورد اور بمنزلۂ فرزندوں کے ہیں پھر اس تعظیم کی کیا وجہ ہے فاطمہؑ نے کہا محمدؐ جس وقت آتے ہیں جنین جو میرے شکم میں ہے اس قدر تڑپتا اور اضطراب کرتا ہے کہ مجھ کو بے اختیار اٹھنا پڑتا ہے۔ ایک روز ابوطالب نے کہا اے فاطمہؑ بھلا اگر آج رسولِ خداؐ آئیں تو اس وقت آپ کو ضبط کرنا پس ابوطالب نے ایک شانہ فاطمہؑ کا، امیر حمزہ نے دوسرا شانہ پکڑا۔ مگر جس وقت رسولِ خداؐ تشریف لائے تو وہ دونوں پشت کے بل پیچھے کو گر پڑے اور فاطمہؑ سرو قد اٹھ کھڑی ہوئیں اس وقت حضرت رسولِ خداؐ متبسم ہوئے یہاں تک کہ دندانِ مبارک نمایاں ہوئے اور کہا اے چچا اگر تمام دنیا فاطمہ کو روکنے کے لیے زور کرے تو یہ فرزند سب کے زور کو توڑ دے گا۔ ابوطالب یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے اور نام پاک محمدؐ پر درود بھیجا۔ مناقب مرتضوی میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا **کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ** یعنی گرامی کرے حق تعالیٰ اس کے چہرے یا اس کی ذات کو اور بعض کتب سے نقل کیا ہے کہ جس وقت رسولِ خداؐ خانۂ ابوطالبؑ میں آتے تھے۔ تو امیر المومنینؑ شکمِ مادر سے ان پر سلام کرتے تھے اور جس طرف کو وہ حضرت متوجہ ہوتے تھے۔ جناب امیرؑ بھی رحم کے اندر ادوہر ہی پھر جاتے تھے۔ اس سبب سے رسول اللہؐ نے ان کی نسبت یہ کلمہ کہا اور وجوہ بھی لکھی ہیں کہ جن سے صوفیا لوگ بجائے رضی اللہ عنہ کے آنحضرتؐ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

کیفیتِ ولادتِ آنحضرتؑ نقل ہے کہ شبِ ولادتِ باسعادت ایک روشنی عظیم الشان آسمان پر نمودار ہوئی اور نور ستاروں کا دوبالا ہوگیا۔ قریش اس حال کو دیکھ کر تعجب میں تھے اور جو کچھ جس کے جی میں آتا تھا اس کی نسبت رائے دیتا تھا کہ اتنے میں ابوطالب اپنے دولت سرا سے برآمد ہوئے جوں ہی لوگوں نے ان کو دیکھا اس طرف دوڑے اور حقیقت اس نور وضیا کی پوچھنے لگے ابوطالب نے کہا حجتِ خدا تمام ہوئی **اَیُّهَا النَّاس** تم کو بشارت ہو کہ یہ رات اس

ولی ذوالجلال کی پیدائش کی ہے کہ حق تعالیٰ کامل کرے گا اس میں خصائل خیر و خوبی کو اور وصایت بلا فاصلہ پیغمبران اس پر ختم ہوگی وہ ہے پیشوائے پرہیزگاراں و یاوری کنندہ دینِ رحمان و برآورندۂ شیطان و زینتِ عابدان و وصی پیغمبرِ آخرالزماں، اور وہ ہے امامِ ہدایت و نجمِ فلکِ امامت و کلیدِ بابِ علم حکمت و سرور اسلام و دینؑ یزید بن قعنب سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ایک روز میں اور عباسؓ بن عبدالمطلب اور کچھ لوگ بنی ہاشم و نبی عبدالعزیٰ کے، سامنے کعبہ کے بیٹھے تھے کہ ناگاہ فاطمہؓ بنت اسد مسجد الحرام میں تشریف لائیں اور ان کو نواں مہینہ حملِ جناب امیرؑ سے تھا اور درد زہ عارض ہو رہا تھا۔ پس وہ جناب خانہ کعبہ کے برابر کھڑی ہوئیں اور رو بجانبِ آسمان کر کے عرض کی کہ خداوند میں ایمان لائی ہوں تجھ پر اور تیرے تمام پیغمبروں اور رسولوں پر جن کو تو نے بھیجا ہے اور تیری کتابوں پر جو تو نے نازل کی ہیں اور تصدیق کی ہے میں نے تمام اقوال و احکام اپنے جد ابراہیمؑ کی جنھوں نے اس خانہ معظمہ کو بنا کیا ہے پس سوال کرتی ہوں تجھ سے بحق اس شخص کے جس نے اس خانہ معظم کو بنا کیا اور بحق اس فرزند کے کہ میرے شکم میں ہے اور میرے ساتھ باتیں کرتا ہے اور مونسِ تنہائی میرا ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ وہ ایک آیت و نشانی ہے تیری عظمت و جلالت کی آسان کر تو مجھ پر ولادت اس کی عباس اور یزید بن قعنب کہتے ہیں کہ ہم دیکھ رہے تھے کہ جب فاطمہ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو دفعتہً دیوار خانہ کعبہ کی شق ہوئی اور فاطمہؓ رخنۂ دیوار سے داخل کعبہ ہو کر ہماری نظروں سے غائب ہوگئیں اور دیوار کعبہ باہم مل گئی ہم نے ارادہ کیا کہ دروازۂ کعبہ کھول کر اندر جائیں ہر چند زور کیا مگر دروازہ نہ کھلا۔ جانا کہ یہ امر جانبِ خدا سے ہے۔ پس فاطمہؓ تین شبانہ روز خانۂ کعبہ میں رہیں اور اہلِ مکہ بازاروں اور کوچوں میں اس قصہ کو بیان کرتے تھے اور عورات گھروں میں یہ حکایت نقل کرتی تھیں اور سب کو تعجب تھا چوتھے روز اسی مقام سے دیوار کعبہ شق ہوئی اور فاطمہؓ اسد اللہ الغالب علیؑ بن ابی طالب کو گود میں لیے اس رخنہ سے باہر آئیں اور فرمایا ایہا الناس حق تعالیٰ نے مجھے اپنی تمام مخلوقات سے برگزیدہ کیا اور سب پر فضیلت بخشی خصوصاً زنانِ برگزیدہ سابقہ پر اس لیے کہ حق تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آسیہ زنِ فرعون کو اور اس نے خانہ فرعون میں عبادت خدا کی کہ سزاوارِ عبادت نہ تھا اور برگزیدہ کیا مریم بنتِ عمران کو اور ولادتِ عیسیٰؑ کو اس پر آسان کیا اور بیابان میں درختِ خشک سے رطب تازہ اس کے لیے گرائے لیکن حق تعالیٰ نے مجھ کو ان سب سے افضل کیا۔ اس واسطے کہ میں تین روز اس کے خانہ محترم میں رہی اور وہاں میرے فرزند برگزیدہ پیدا ہوا اور بہشت بریں کے میوے کھائے اور جب میں نے اس کو لے کر ارادہ باہر آنے کا کیا تو ہاتف کی آواز آئی کہ اے فاطمہؓ نام اس کا علیؑ رکھ، میں علیؑ العالی ہوں میں نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور اس کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا۔ اور اپنی عدالت سے بہرۂ کامل اور اپنی عزت و جلال سے حظِ وافر بخشا ہے اور علوم نہانی

واسرارِ پنہانی سے آگاہ کیا ہے اور اپنے خانۂ معظم میں اس کو پیدا کیا ہے وہ سب سے پہلے سطح خانہ کعبہ پر اذان دے گا اور وہاں کے بتوں کو توڑ کر پھینک دے گا اور مجھ کو عظمت وجلالت کے ساتھ یاد کرے گا اور امام وپیشوائے امت ہوگا۔ بعد میرے پیغمبر برگزیدہ کے، پس محمدؐ رسول میرا ہے اور یہ وصی اس کا پس خوشا حال اس کا جو اس کو دوست رکھے اور اس کی یاوری کرے اور براحال اس کا جو اس کا حکم نہ مانے اور اس کی نصرت سے روگردانی کرے۔

امامِ ہمام زین العابدین علیہ السلام سے بہ سند معتبر منقول ہے کہ ایک روز فاطمہؑ بنتِ اسد خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتی تھیں حالانکہ وہ حضرتِ امیرؑ سے حاملہ تھیں کہ ناگاہ اثناء طواف میں ان کو دردِزہ پیدا ہوا پس دیوارِ کعبہ بہ قدرتِ خدا شق ہوئی اور فاطمہؑ داخلِ کعبہ ہوئیں اور امیر المومنینؑ اس مکانِ پاک وپاکیزہ میں پیدا ہوئے۔ فاطمہ بنتِ اسد کہتی ہیں کہ جب میں کعبہ میں داخل ہوئی تو ایک ساعت سنگِ سرخ ونرم پر جو درمیان کعبہ کے ہے بیٹھی تھی کہ فرزند علیؑ بن ابی طالب مجھ سے پیدا ہوئے۔ بوقت وضع حمل کسی طرح کا درد والم جو عورتوں کو جننے کے وقت ہوتا ہے مجھ کو محسوس نہ ہوا۔ جوں ہی پیدا ہوئے سجدۂ خالق کے لیے جھک گئے پھر سر آسمان کی طرف بلند کیا گویا تضرع وزاری بدرگاہِ جنابِ باری کرتے ہیں اس وقت شکل وشباہت وتیور وانداز میرے فرزند کے بالکل تیور وانداز حضرت رسولِ خداؐ کے سے تھے۔ پس میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ بیٹھنے والو اٹھو اور تعظیم کرو اس ولیٔ خدا کی اور اس کے اعزاز وکرامت کے لیے کھڑے ہو جاؤ میں اس آواز کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں پانچ عورتیں خوبصورت زیبا منظر مجھ کو دکھائی دیں کہ گویا پانچ بدرِ منیر ہیں وہ عورات میرے پاس آئیں اور میرا نام لے کر بولیں **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا فَاطِمَة بِنْت اَسَد** اور میرے روبرو بیٹھ گئیں میرا فرزند اس وقت کلمہ شریفہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ** پڑھتا تھا۔ پس پہلے اس کو حوا امُ البشر نے اپنی گود میں اٹھایا اور منہ چومنے اور خوشبوئے بدن کو اس کی سونگھنے لگیں میرا فرزند ان کو دیکھ کر مسکرایا اور کہا **اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اُمَّاه** سلام ہو میرا تم پر اے مادرگرامی حضرت حوا نے جواب سلام دیا جب میں نے یہ سنا تو کہا اے فرزند کیا میں تمھاری ماں نہیں ہوں انھوں نے کہا بے شک آپ میری مادرِ عالی قدر ہیں لیکن میں اور آپ وجملہ خلائق بشری صلبِ آدم وشکمِ حوا سے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا آدم سب کے باپ اور حوا ان کی ماں ہیں **اَبُوْهُمْ آدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاء**، پس دوسری بی بی نے جن کے ہاتھ میں غالیہ دان نقرہ تھا۔ ان کو اٹھایا اور بوسے لے کر سینہ سے لگایا انھوں نے بھی اس بی بی کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا سلام ہو تم پر اے بہن اور رحمتِ خدا ہو انھوں نے جوابِ سلام دیا میں نے کہا اے فرزند یہ کون معظّمہ ہیں۔ کہا یہ مریم بنت عمران میری بہن ہیں اور یہ خوشبو دان ان کے پاس پُر از خوشبوہائے بہشت ہے۔

پس حضرت مریم نے اپنے خوشبودان سے خوشبو نکالی اور ان کو معطر کیا **بعد** ازاں ان کے ہاتھ سے تیسری بی بی نے لیا اور بدستور چھاتی سے لگایا۔ اور بوسہ لیتی اور خوشبوجسم نازنین کی سونگھتی تھیں۔ پس ایک پارچہ حریر بہشت میں جوان کے پاس تھا ان کو لپیٹا۔ پھر چوتھی بی بی نے لیا اور اپنے سینہ سے لپٹایا میرے فرزند نے ان کی طرف دیکھ کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اے اُم البنین والے دایہ اطفال مومنین۔ انھوں نے کہا وَعَلَیْکَ السَّلَام اے امیر المومنین وصی خاتم النبین اس کے بعد سب بیبیاں میرے فرزند کے پاس آئیں اور ان کی ناف کو دیکھا تو بریدہ و درست پایا اس وقت میں نے کہا اگر اس وقت میرے فرزند کے ختنہ ہو جائیں تو بہتر تھا۔ کیوں کہ دستورِ عرب تھا کہ بروز ولادت بچوں کے ختنہ کرادیتے تھے یہ سن کر ان بیبیوں نے کہا اے فاطمہ یہ فرزند مختون و مزکّی پیدا ہوا ہے اور صدمۂ آہن اس کو نہ پہنچے گا اِلاَّ ہاتھ سے ایک مرد کے کہ خدا اور رسول و ملائکہ آسمان و کوہ و دریا اس کو دشمن رکھتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں اور جہنم اس کا مشتاق ہے۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ وہ مرد کون ہے کہ میرے لختِ جگر کو بضربِ شمشیر قتل کرے گا ان معظمات نے کہا کہ نام اس ملعون کا عبدالرحمٰن بن ملجم مراوی ہے جو محرابِ عبادت میں درمیان مسجد کوفہ کے چالیس سال بعد ہجرتِ پیغمبرؐ کے اس کو شہید کرے گا فاطمہؑ کہتی ہیں کہ یہ کہہ کر وہ عورات جہاں سے آئی تھیں چلی گئیں۔ میں اپنے دل میں افسوس کرنے لگی کہ سوائے حواؑ و مریمؑ کے باقی تین بیبیوں کا حال مجھ کو نہ معلوم ہوا میرے فرزند نے بالہام ربانی اس کو دریافت کر کے کہا اے مادرِ مہربان پہلی بی بی جس نے مجھے گود میں لیا حضرت حوا تھیں دوسری جن کے پاس چاندی کا خوشبودان تھا مریم بنتِ عمران، تیسری مادرِ موسیٰ، چوتھی آسیہ بنت مزاحم زنِ فرعون، پانچویں سارہ زوجہ ابراہیم خلیل الرحمٰن مجلسی علیہ الرحمہ بعد نقلِ روایت فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ حرارتِ آہن آنحضرتؑ کو نہ پہنچے گی اِلاَّ ہاتھ سے ابنِ ملجم کے ظاہراً مخالف ان اخبار کی ہے جن سے حضرت امیرؑ کا بموقعہ جہاد ضربتِ شمشیر وغیرہ کھانا نکلتا ہے۔ مثلاً جنگِ خندق میں ضربتہ عمر بن عبدِ ود سرِ مبارک میں پہنچی۔ پس ہوسکتا ہے کہ مراد اس مقام پر یہ ہو کہ کوئی ضربِ شمشیر وغیرہ بلا اختیار و رضائے آنحضرتؑ کے ان کو نہ پہنچے گی۔ اِلاَّ ہاتھ سے ابن ملجم ملعون کے کیوں کہ ان ضربات کو وہ حضرت برائے رضاء خدا باختیار خود اپنے اوپر لیتے تھے اور اپنی خواہش سے اپنے تئیں ان کی معرض میں لاتے تھے۔ اور متحمل ہے کہ ان جراحات سے کوئی الم آنحضرتؑ کو نہ پہنچتا ہو۔ پھر فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ ان بیبیوں کے چلے جانے کے بعد میں اسی سنگ سرخ پر بیٹھی تھی کہ ناگاہ پانچ مرد باحُسن و جمال وہیبت و جلال میرے پاس داخل ہوئے۔ اول ان میں آدمؑ تھے، دوم نوحؑ، سوم ابراہیمؑ خلیل، چہارم موسیٰؑ، پنجم عیسیٰ علیہ السلام انھوں نے آن کر میرے فرزند کو میرے آگے سے اٹھالیا اور باری باری ایک ایک ان کو لیتا اور چومتا اور باتیں کرتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سب کے سب جدھر سے آئے تھے اسی طرف چلے

گئے اور مجھ کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں سے آئے تھے اور کدھر کو گئے ہیں۔ اس اثنا میں آواز ملائکہ کے پروں کی میرے کان میں آئی اور ایک ابرِ سفید اوپر سے نیچے کو اترتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ابر میرے فرزند کو لے کر آسمان کی طرف چلا گیا میں نے سنا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پھرا لاؤ علیؑ بن ابی طالب کو تمام مشارق و مغاربِ زمین میں اور سیر کراؤ اس کو صحرا و دریا اور پہاڑ اور ہموار زمین کی اور احکام و شرائع انبیاء مرسلین و اخلاقِ اوصیاء و صدیقین کو اس خاتم الاوصیاء پر عرض کرو اور جو افعال و امور کہ ان کے بھائی سردارِ اولین و آخرین کے ساتھ کیے تھے۔ سوا خصوصیاتِ نبوت کے تمام ان کے ساتھ بجا لاؤ اور جملہ انبیا و مرسلین و ملائکہ مقربین کے سامنے ان کو لے جاؤ کہ سب ان کی زیارت سے مشرف ہوں۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ اس وقت میرا فرزند میری نظروں سے غائب ہو گیا اور بعد ایک لحہ کے پھر میرے سامنے آ گیا میں اس کی طرف دیکھ ہی رہی تھی کہ ناگاہ ایک اور پارۂ ابر نمودار ہوا اور مثلِ سابق پھر میرے فرزند کو لے کر اوڑا اور پھر ایک آواز آئی کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پھرالاؤ علیؑ بن ابی طالب کو جملہ مخلوقاتِ خدا میں اور دے دو ان کو علم و حلم و ورع زہد و تقویٰ و شجاعت و سخاوت و صیانت از خطا و تواضع و وفا و ہیبت و مروت و کرم و مودت و دیانت و قناعت و فصاعت و بلاغت و عفاف و انصاف وغیرہ عادات و اخلاقِ انبیاء کرام و اوصیاء ذوی الاحترام بہ تحقیق کہ علیؑ قاتلِ کفار و مرتضیٰ دل پسندیدۂ خداوندِ جبار ہیں بعد اپنے بھائی رسولِ خداؐ کے امامتِ خلائق پر مبعوث ہوں گے۔ اور بہترینِ خلائق ہیں بعد آنحضرتؐ کے خود امامِ عادل ہیں اور پدر عالی مقدار اور جدِ نامدار ہیں۔ گیارہ اماموں کے، فاطمہ کہتی ہیں کہ میں بار دیگر اپنے فرزند کے غائب ہونے سے حیران تھی کیا دیکھتی ہوں کہ ایک ساعت کے بعد پھر میرا نورِ چشم میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے غرض تین شبانہ روز میں کعبہ میں رہی میوہ ہائے بہشت کھایا کرتی تھی۔ تیسرے روز میرے فرزند نے کہا اے مادرِ گرامی آج کی رات گزر جانے دیجیے صبح کو جس دیوار سے آپ داخل ہوئی تھیں وہی کھل جائے گی اور آپ کو باہر جانے کا راستہ ملے گا۔ یہاں کا یہ حال تھا اور شہر میں ابو طالب ہمارے لیے دعائیں مانگ رہے تھے اور جنابِ رسولِ خداؐ مصروفِ قیام و قعود و رکوع و سجود تھے اور کہتے تھے خداوندا میری تنگی دل کو دور کر اور سرور و خوش حالی سے اس کو معمور فرما کہ اپنے ابن عم اور اس کی مادرِ محترم کو کہ بمنزلہ میری ماں کے ہے۔ بخیر و عافیت پاؤں۔ پس جبرئیلؑ حضرت رسولِ خداؐ پر نازل ہوئے اور خوش خبری میرے فرزند کے صحیح و سالم پیدا ہونے کی آنحضرتؐ کو پہنچائی اور بشارت دی کہ وہ دونوں عنقریب خانہ کعبہ سے نکل کر تمھارے پاس آتے ہیں اور مناقبِ مرتضوی میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد مادرِ امیر المومنینؑ داخل کعبہ ہوئیں تو ان کو ایک پردہ نظر آیا اس پردہ کے پیچھے چلی گئیں اور وہاں ذات فرخندہ صفات حضرت امیرؑ نہا نخانہ تقدیر سے عالم ظہور و شہود میں جلوہ گر ہوئے۔ اس وقت ایک مرغِ سفید بال سقفِ

خانہ سے اترا اور اپنی منقار سے سینہ معارف گنجینہ آنحضرتؐ پر اسم مبارک علیؑ اس نے منقوش کیا حالانکہ اس سے پیشتر علیؑ کسی کا نام عالم میں نہ تھا۔ نیز مناقب میں ہے کہ معمول تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ابوجہل بتوں کی پاؤں کی خاک لے کر اس کی آنکھوں میں لگاتا جب خبر ولادت شاہ ولایت اس پیشوائے اہل غوایت نے سنی تو آیا اور خاکِ پائے بتاں لے کر چاہا کہ آپ کی آنکھوں میں ڈالے ہر چند چاہا مگر حضرت امیرؑ نے اپنی آنکھیں نہ کھولیں۔ پس ابوجہل نے اپنی انگلیاں چشم وحدت بین اس جنابؑ پر رکھیں اور بزورِ دست ان کو کھولنا چاہا حضرت نے بقوتِ یداللٰہی ایک طمانچہ اس گمراہ کے منہ پر مارا کہ اس کے صدمہ سے پشت کے بل گر پڑا اور گردن اس کی کج ہوگئی کہ یہ کجی آخر عمر تک اس کی گردن میں نمایاں تھی۔ اور امیر المومنینؑ بدستور آنکھیں بند کیے تھے۔ والدۂ امیرؑ نے جو یہ دیکھا تو بہت پریشان ہوئیں کہ مبادا میرا فرزند نابینا ہو۔ اس وقت الہام ملک علام حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا کہ تمھارا ابن عم و وصی و برادر پیدا ہوگیا ہے۔ جلد اس طرف متوجہ ہو پس حضرت رسولِ خداؐ مع جملہ احباب وہاں تشریف فرما ہوئے اور حضرتِ امیرؑ کو اٹھا کر بہ احترامِ تمام اپنی گود میں بٹھایا۔ بوئے گیسوئے مشکبار احمدِ مختارؐ مشامِ حیدرِ کرار میں پہنچی تو جمالِ جہاں آرا کے دیکھنے کو آنکھیں کھول دیں اور شرائط تحیت وتسلیم بجالائے اور اپنی آنکھوں کو دیدارِ فیض آثار آنحضرتؐ سے روشنی بخشی۔ نیز مناقبِ ابن شہر آشوب میں ہے کہ تین روز آپ نے آنکھیں بند رکھیں۔ تیسرے دن جب حضرت رسولِ خداؐ تشریف لائے اس وقت کھولیں اور آنحضرتؐ کے روئے انور پر نظر کی حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا **خصنے بالنظر وخصصته بالعلم** اس نے مجھ کو نظر کرنے اور دیکھنے کے لیے خاص کیا میں اس کو علم وحکمت سے مخصوص کروں گا بالجملہ حضرت ابو طالبؑ کہتے ہیں کہ جب میں نے اپنے فرزند کو اور اس نے مجھ کو دیکھا تو کہنے لگا۔ **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَآ اَبَتِ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ** یعنی سلام ہو تم پر میرا اور رحمت خدا و برکات خدا اے پدر بزرگوار پس میں نے اپنے فرزند کے بوسے لیے اور خوشبو بدنِ نازنین کی سونگھی اور آغوش میں لیا اور سینہ سے لگایا اور حمد وثنائے الٰہی و درودِ حضرتِ رسالت پناہی بجالایا پھر حضرت رسولِ خداؐ نے ان کو اپنی گود میں لیا جناب امیرؑ روئے انور ختمی مآب دیکھ کر ہنسے اور بکمالِ بشاشت کہا **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ** اور زبان معجز بیان سے تلاوتِ سورۂ مومنون کی شروع کی جب کہا **قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ** تو حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا بہ تحقیق کہ رستگاری پائی مومنین نے تیرے سبب سے اور جب **اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ** پر پہنچے تو فرمایا بخدا تو امیر اور بادشاہ ان کا ہے تو ہی ان کو علم وحکمت سکھائے گا اور راہ نمائی ان کی کرے گا۔ تجھ سے ہدایت پائیں گے پھر فاطمہ سے فرمایا کہ جاؤ

اس فرزند کے عمِ بزرگوار حمزہؓ کو اس کی ولادت کی خوش خبری دو تمھارے پیچھے میں اس کو سیراب کروں گا۔ جب فاطمہ گئیں تو آپؐ نے زبانِ معجز نشان اپنی جنابِ امیر کے دہنِ اقدس میں دی پس زبان مبارک سے بارہ چشمے شیر کے جاری ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ جناب خوب سیر ہو گئے فاطمہؑ پھر کر آئیں تو دیکھا کہ ایک نور روئے منور جناب امیرؑ سے جانبِ آسمان ساطع ہے کہ روشنی اس کی آسمان تک پہنچی ہے من بعد فاطمہ نے مثل دیگر اطفال کے جناب امیرؑ کو ایک پارچہ میں لپیٹا مگر انھوں نے اس کو پھاڑ ڈالا پھر ایک پارچہ میں لپیٹا اس کو بھی پھاڑ دیا آخر دو پھر تین پارچوں میں لپیٹا مگر اس معجز نما نے ان کو بھی پھاڑ پھینکا اور قدرتِ خدا سے گویا ہوئے کہ اے والدہ ماجدہ میرے ہاتھوں کو نہ باندھو میں چاہتا ہوں کہ ان کو دعا کے لیے درگاہِ جنابِ کبریا میں بلند کروں بروایتے فرمایا کہ مجھ کو ان ہاتھوں سے ضرورت مصافحہ کرنے کی ملائکۂ کرام کے ساتھ ہوتی ہے جب کپڑے کے اندر ان کو بستہ پاتا ہوں تو شرمندہ ہوتا ہوں ناچار کپڑے کو پھاڑنا پڑتا ہے۔ ابو طالب یہ حالات دیکھ کر مسرور ہوئے اور کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایسا فرزند مجھ کو عطا فرمایا اب موت مجھے سہل و آسان ہے جس وقت چاہے پیمانہ عمر لبریز ہو جائے راوی کہتا ہے کہ اگلے روز پھر حضرتِ رسول خداؐ خانہ ابو طالبؑ میں تشریف لائے۔ علیؑ بن ابی طالب نے جوں ہی آپ کو دیکھا تو ہمک ہمک کر ہاتھ پاؤں مارنے اور ہنسنے لگے تا کہ حضرت رسولِ خداؐ ان کو اپنی گود میں لے لیں اور کل کی طرح آج بھی زبان مبارک میرے منہ میں دیں پس حضرت نے ان کو اٹھا لیا اور فرمایا الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے تم کو میری نصرت اور امداد کے لیے پیدا کیا تم قلعہ ہائے کفر کو اپنی طاقت سے گراؤ گے اور اربابِ نفاق و عداوت کو ذلیل و خوار کرو گے پھر اپنی زبانِ مبارک ان کے منہ میں دی کہ وہ حضرت سیر ہو گئے۔ نقل ہے کہ علیؑ بن ابی طالب رسول اللہؐ کو پہچان کر اشارے کرتے اور ہنستے تھے تو فاطمہ بنت اسد اس پر متعجب ہوتیں ابو طالب نے ان سے کہا اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ اس فرزند نے اپنے بھائی اور اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت پہچان لیا تھا کہ جب تمھارے شکم میں تھے اور ہنوز متولد نہ ہوئے تھے۔ اب تو ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اب پہچانا تو کون سی تعجب کی بات ہے فاطمہ نے کہا سچ کہتے ہو اے ابو طالب اس میں کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے۔ تیسرے روز ابو طالب نے ایک ولیمۂ عظیم الشان کی تیاری کی یعنی تمام اہلِ مکہ و نواحِ مکہ کی اس خوشی میں دعوت فرمائی کہتے ہیں کہ تین سو شتر ایک ہزار گائے ایک ہزار بکری انھوں نے اس کھانے کے لیے ذبح کی تھیں مکانات فروشِ مکلفِ دیبا و حریر سے آراستہ و جملہ لوازمِ اعزاز و اکرام مہمانان عمدہ طور سے مہیا کیے گئے تھے۔ عام طور سے منادی ہو گئی تھی کہ جو شخص اس متبرک طعام کے کھانے کا ارادہ کرے۔ اول چاہیے کہ سات بار گرد خانہ کعبہ طواف بجالائے۔ پھر دستر خوان پر اکر نعمت ہائے اقسام والوان کو نوشِ جان کرے جب مہمان طعام کھا کر رخصت ہوتے تو ابو طالب ان سے

کہتے تھے۔اے برادرانِ عرب کمال لطف وعنایتِ پروردگار ہے کہ اس نے اپنے ولی وجہ امام المتقین کو تمھارے درمیان ظاہر کیا اب زمانہ نزولِ برکات کا نزدیک آتا جاتا ہے جلد تمھارے شبہات و جہالات دور ہوں گے۔کھانا اس کثرت سے تھا کہ تمام اہلِ مکہ ونواحِ مکہ کھا کر سیر ہو گئے اور ہنوز بہت کچھ اس سے باقی تھا۔پس ابوطالب نے حکم دیا کہ صحرا میں لے جا کر وحوش وطیور کو کھلائیں تا کہ کوئی ذی روح آج اس تبرک سے محروم نہ رہے۔

روانگی ابوطالبؑ برائے ملاقاتِ مشرم عابد

بعد ازاں ابوطالب نے ارادہ سفر کا کیا اور وہ مشرم عابد کی ملاقات کے لیے کوہِ لکام کی طرف روانہ ہوئے تا کہ اس کو مژدہ اس ولادتِ کثیر السعادت کا پہنچا دیں جب اس پہاڑ پر پہنچے اور غار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مشرم ایک چادر میں لپٹا رو بقبلہ مرا پڑا ہے اور دو سانپ ایک سیاہ ایک سفید اس کی حفاظت کے لیے اس کے پاس بیٹھے ہیں۔جوں ہی سانپوں نے ابوطالب کو آتے دیکھا تو غار میں چھپ گئے۔ابوطالب مشرم کے پاس گئے اور کہا **السلامُ علیك یاولی اللّٰه ورحمة اللّٰه وبركاتهٗ**۔پس خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے مشرم کو زندہ کیا وہ اٹھا اور اپنا ہاتھ منہ پر پھیر کر کہنے لگا۔**اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَالْاِمَامُ بَعْدَ نَبِيِّ اللّٰهِ** ابوطالبؑ نے کہا بشارت ہو تجھ کو اے مشرم کہ علیؑ پیدا ہو گئے مشرم نے سنتے ہی اس مژدہ جانفزا کے خوش ہو کر علامات وعجائباتِ ولادت دریافت کیے ابوطالبؑ نے تمام سرگزشت از سرتاپا کہہ سنائی اور کہا اے مشرم مجھ کو اس مولودِ مسعود ہی نے امر کیا ہے کہ تیرے پاس آؤں اور تجھ کو بشارت اس کے تولد کی دوں۔مشرم یہ کیفیت سن کر سجدہ میں گیا اور شکرِ حق سبحانہٗ تعالیٰ بجا لایا پھر رو بقبلہ لیٹ گیا اور ابوطالبؑ سے کہا کہ میرے جسم پر چادر اوڑھا دو جس وقت ابوطالب نے اس پر چادر ڈالی وہ عالم باقی کو رحلت کر گیا تین روز ابوطالب وہاں ٹھہرے ہر چند مشرم کو آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہ سنا پس وہ دونوں سانپ باہر نکلے۔اور سلام کیا ابوطالبؑ پر اور ان سے کہا کہ تم جاؤ اور ولی خدا کے ساتھ ملحق ہو تا کہ ان کی حفاظت کرو ابوطالب نے پوچھا تم کون ہو کہا ہم اس کے اعمالِ شائستہ ہیں کہ قیامت تک اس کی محافظت کریں گے اور بروز قیامت ایک آگے اور ایک پیچھے ہو کر اس کو بہشت بریں میں لے جائیں گے پس ابوطالب مکہ کو پھرے۔جابر بن عبداللہ انصاری روایتِ حدیث نے یہ باتیں حضرتِ رسالت پناہؐ سے سنیں تو کہا اللہ اکبر لوگ کہتے ہیں ابوطالب کافر مرے حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا اے جابر شبِ معراج کو جب کہ میں زیرِ عرش پہنچا تو میں نے چار نور دیکھے۔پوچھا الٰہی یہ نور کیسے ہیں ندا آئی اے

محمدؐ ایک نوران میں عبدالمطلب تیرے جد کا ہے۔ دوسرا ابو طالب تیرے چچا کا، تیسرا عبداللہ تیرے باپ کا، چوتھا طالب و بروایتے جعفرؓ بن ابی طالب تیرے بھائی کا۔ میں نے کہا اے پروردگار میرے انھوں نے کس سبب سے یہ درجہ پایا۔ ارشادِ جنابِ باری ہوا کہ وہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنی قوم کی ایذا و آزار پر صبر کرتے تھے یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ولادتِ باسعادت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب بروزِ جمعہ تیرہویں ماہ رجب تیس سال بعد واقعۂ فیل کے خانہ کعبہ کے اندر واقع ہوئی حالانکہ کوئی مولود اس سے پہلے اور اس کے بعد کعبہ کے اندر پیدا نہیں ہوا اور یہ قول مشہور درمیان خاص و عام کے ہے ہر چند بعض روایات سے روز یکشنبہ ساتویں اور بعض سے تیسویں شعبان بھی معلوم ہوتی ہے اور سن شریف جنابِ رسالت مآب کا اس وقت تیس سال کا تھا اور بادشاہِ عجم ملک شہر یار بن پرویز بن یزدجرد تھا۔ حضرت رسولِ خداؐ نے اپنی زبانِ مبارک سے گوشِ راست میں اذان کہی اور گوش چپ میں اقامت کہی۔ کہ یہ سنت رہی تمام بچوں کے لیے وہ حضرت مع اپنے بھائیوں کے اول ہاشمی ہیں کہ ہاشمی ماں اور باپ سے پیدا ہوئے۔ لکھا ہے کہ حضرتِ امیرؑ دس سال چھوٹے تھے جعفرؓ بن ابی طالب اپنے بھائی سے' اور جعفر دس سال چھوٹے عقیل بن ابی طالب سے تھے' اور عقیل دس سال چھوٹے طالب سے **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ**۔

چند اسماء وکنیت ہا والقاب حضرتِ امیر المومنین علیہ السلام

اسماء گرامی آپ کے بہت ہیں حتیٰ کہ منقول ہے کہ حق تعالیٰ کے ایک ہزار ایک نام ہیں اور حضرت رسول خداؐ کے ایک ہزار نام اور جنابِ امیر علیہ السلام کے نوسو ننانوے نام اور صاحبِ کتاب الانوار نے وارد کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے تین سو نام فقط کتبِ آسمانی میں مذکور ہوئے ہیں۔ لیکن یہاں پر قلیل ان سے حسب حیثیت اس رسالہ کے نقل ہوتے ہیں از انجملہ ایک نام آپ کا علیؑ ہے قبل اس کے کہ آپ کا نام علیؑ رکھا جاوے کوئی مولود اس نام سے موسوم نہ ہوا تھا۔ الاّ گاہے بر سبیل وصف مقامِ مدح میں اس لفظ کا استعمال کرتے تھے۔ مثلاً کہتے تھے **هٰذَا وَلَدِیْ عَلِیٌّ** یہ فرزند میرا بلند مرتبہ ہے جب سے اس جناب کا یہ نام مقرر ہوا اوروں نے بھی اپنی اولاد کو اس نام سے موسوم کرنا شروع کیا۔

حدیثِ لوح

واضح رہے کہ اول جس نے آنحضرتؑ کو اس نام نامی کے ساتھ مسمّیٰ کیا وہ جنابِ باری عز اسمہ ہے چنانچہ پیشتر گذرا کہ ہنوز آپ خانۂ کعبہ سے باہر نہیں آئے تھے کہ اس نام سے موسوم ہو گئے تھے اور کشف الغمہ میں ہے کہ جب امیر

المومنینؑ پیدا ہوئے تو ابو طالب نے ان کو اپنی گود میں اٹھایا اور فاطمہ بنتِ اسد کا ہاتھ پکڑ کر ابطح (۱) کی طرف آئے اور آواز دی کہ اے پروردگارِ سفیدی و سیاہی اس فرزند کا نام مجھ پر روشن فرما اس وقت ایک پارۂ ابر بروئے زمین نمودار ہوا اور اس نے ان سب کو گھیر لیا۔ پس از ساعتے جب وہ ابر فرد ہوا تو ابو طالب کو ایک تختی اس جگہ سے ملی جس پر یہ شعر تحریر تھے۔

خَصَصْتُمَا بَالوَلَدِ الذَّکّی وَ الطَّاهِرِ المنتخب الرّضی

وَانَّ اِسمُه المَشَامِخُ عَلَیَّ عَلیَّ اشتق مِنَ العَلَیَ

یعنی مخصوص کیے گئے تم دونوں اے ابو طالب و فاطمہ بنتِ اسد ساتھ فرزند پاک و پاکیزہ کے کہ طاہر و برگزیدہ و پسندیدہ ہے یہ تحقیق کہ اس کا نام برتر علیؑ ہے اور علیؑ مشتق ہے اور نکلا ہے علی اعلیٰ سے۔ پس ابو طالب نے اس تختی کو اٹھا لیا اور لا کر خانۂ کعبہ میں لٹکا دی چنانچہ وہ اسی طرح پر آویزاں تھی۔ حتیٰ کہ ہشام بن عبدالملک مروانی نے اپنے عہدِ سلطنت میں اس کو اتارا اس وقت وہ لوح غائب ہوگئی اور مودۃ القربیٰ میں ہے کہ وہ تختی زمردِ سبز کی تھی آسمان سے لٹکتی ہوئی معلوم ہوئی تو ابو طالب نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس سے بہت خوش ہوئے اور دس اونٹ نحر کر کے ولیمہ کیا۔ پس وہ تختی بیت الحرام میں لٹکی رہتی تھی اور بنی ہاشم اس پر فخر کیا کرتے تھے تا اینکہ عبدالملک ابن مروان نے عبداللہ بن زبیر سے لڑ کر اس کو اتروا لیا۔ اور کشف الغمہ میں ہے کہ شبِ معراج حضرت رسول خداؐ سے ارشاد جناب باری ہوا کہ اے محمدؐ علیؑ کو میری طرف سے سلام کہہ اور کہہ کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور اسی دوستی کی وجہ سے میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے **فانا العلی العظیم وَهُوَعلیُّ وَاَنَا محمود وَاَنتَ مُحَمّدُ** پس میں علیؑ عظیم ہوں اور وہ علیؑ ہے اور میں محمود ہوں اور تو اے پیغمبر محمدؐ ہے اور علماء شیعہ نے وجہ میں اس تسمیہ کے چند اقوال ذکر کیے ہیں بعض نے کہا ہے کہ معرکۂ جنگ میں جو شخص آپ کے مقابل ہوتا تھا آپ اس پر غالب آتے تھے اس سبب سے آپ کا نام علیؑ ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ چونکہ بہشت میں کسی نبی اور وصی نبی کا گھر آپ کے گھر سے بلند نہیں ہے اس باعث سے آپ کا نام علیؑ رکھا گیا۔ اور بعضوں نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ از بس کہ آپ نے دوشِ مبارکِ رسول اللہؐ پر سوار ہو کر بامِ کعبہ سے بتوں کو گرایا بدیں سبب یہ نام پایا اور بعض کے نزدیک چونکہ عقد آپ کا جنابِ سیدہؑ سے عالم بالا و ملا اعلیٰ میں ہوا اس سبب سے اس نام سے مسمّی ہوئے اور بعضوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے

---

(۱) ابطح وادیٔ مکہ کی رو کے گزرنے کی جگہ جس میں باریک سنگریزہ ہیں اور حد اس کی انتہائے شعب سے کہ درمیان وادی سنی کے ہے لے کر اس مقبرہ تک ہے جس کو اہل مکہ مقبرۂ معلیٰ کے نام سے پکارتے ہیں ۱۲ مجمع البحرین۔

کہ بعدِ رسولِ مختار اس جناب کا مرتبہ سب سے عالی و بلند ہے بایں وجہ آپ کا نام علیؑ ہوا اور ایک نام آپ کا حیدر ہے چنانچہ بروزِ فتح خیبر جب کہ مرحب یہودی آنحضرتؐ کے مقابل ہوا تو آپ نے فرمایا **انا الّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرہ** یعنی میں ہوں وہ جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے لفظ حیدر کے معنے شیرِ درندہ کے ہیں چونکہ آپ بھی جرأت و شجاعت میں مثلِ شیر دلاور کے تھے اس سبب سے آپ کا نام حیدر ہوا۔

اسد اللہ

جابر جعفی کہ رواتِ حدیث امام محمد باقرؑ سے ہے کہتا ہے کہ حیدر کے معنی حازم و ضابط و اختیار کنندہ لشأ نیک و بدو نظر کنندۂ باریکی امور کے ہیں چونکہ وہ حضرت ان اوصاف سے متصف تھے اس لیے یہ نام ہوا۔ اور ایک نام آپ کا اسد اللہ ہے کہ مخالف و مؤالف نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا ہے۔ مُلا جامی سبحہ میں کہتا ہے۔

شیر خدا شاہِ ولایت علیؑ
صیقلِ شرکِ خفی و جلی

مروی ہے کہ جب اہلِ اسلام جنگ طلحہ عبدری سے کہ ایک مرد شجاعان عرب سے تھا بھاگے تو جناب مستطاب علیؑ ابن ابی طالب اس کے سامنے تشریف لائے اس نے پوچھا کہ تم کون ہو آپ نے نقاب چہرۂ مبارک سے اٹھا کر فرمایا میں ہوں شیرِ خدا اور برہم کرنے والا صفِ اعدا کا روایت ہے کہ نام آنحضرتؐ کا آسمان میں شماطیل زمین میں جمجائیل لوح پر قیصوم قلم پر منصوم عرش پر معین اور رضوان خازنِ بہشت کے نزدیک امین ہے حور العین آپ کو اصّب کہتے ہیں اور صحفِ شیث میں حمر العین صحف ابراہیمؑ میں حوبیل توریت میں ایلیا انجیل میں بریا زبور میں اوریا قرآن (۱) میں علیؑ اور رسولِ خداؐ کے نزدیک ناصر و عرب کے نزدیک ونی ہے زبان اعرابی میں آپ کو بلقاطیس اور سریانی میں شروحیل، رومی میں بطیرلیس ہندی میں لنکرہ۔ اہلِ ارمن کے نزدیک فریق اور اہل صقلاب کے نزدیک فروق عجم میں فیروز، ترکوں میں راح، حبشوں میں تبریک، جنوں میں حنین اور فلاسفہ کے نزدیک یوشع کاہنوں کے نزدیک نودی ہے شیاطین آپ کو مدمر اور مشرکین

---

(۱) قرآن میں آپ کا نام علیؑ چند جگہ موجود تھا کہ من بعد بوقتِ جمع و ترتیب نکالا گیا ہے علامہ محمد بن شہر آشوب مازندرانی اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ مصحفِ عبداللہ بن مسعود میں آٹھ مقام پر اسمِ مبارک علیؑ موجود تھا اور کافی سے نقل کیا ہے کہ دس جگہ یہ نام تھا پھر وہ تمام آیات لکھی ہیں جن میں سے یہ نام نکالا گیا ہے از انجملہ یہ ہے آیہ شریفہ **یا ایھا الرسول بلغ الخ** کہ اس میں بھی یہ نام موجود تھا۔ اور آیہ اس طرح تھی **بلغ ما انزل الیك من ربك فی علی** اسی طرح دیگر آیات میں اسمِ گرامی تھا کہ جامعینِ قرآن نے اپنا فائدہ دیکھ کر نکال دیا۔ ۱۲۔

موت الاحمر کہتے ہیں اور آپ کے پدرِ بزرگوار کے نزدیک نام آپ کا حرب یا ظہیر اور مادرِ عالی مقدار کے نزدیک اسد یا حیدر ہے۔

ابوالحسنؑ ابوالحسینؑ

کنیّات ایک کنیت آنحضرتؑ کی ابوالحسنؑ وابوالحسینؑ ہے۔ بطریق اہلِ سنت منقول ہے کہ زمانۂ رسولِ خداؐ میں امام حسنؑ اپنے باپ کو ابوالحسینؑ اور امام حسینؑ ابوالحسنؑ کہتے تھے اور حضرت رسولِ خداؐ کو باپ کہتے اور بلفظ ''یا ابانا'' (اے باپ ہمارے) خطاب فرماتے تھے جب آنحضرتؐ نے رحلت کی تو اس وقت سے حضرتِ امیرؑ کو باپ کے نام سے پکارنے لگے۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ حسنینؑ نے مجھ کو یا ابانا نہیں کہا جب تک کہ حضرت رسولِ خداؐ نے رحلت نہیں فرمائی اور حضرت رسول خداؐ نے آنحضرتؑ کو بکنیت ابوالریحانتین یاد کیا ہے۔ خوارزمی کہ علماء اہلِ سنت سے ہے لکھتا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ نے علیؑ کو خطاب کر کے کہا **اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الرَّیحانَتَیْنِ**۔ یعنی سلام ہو میرا تم پر اے پدر دو ریحانہ (امام حسنؑ وامام حسینؑ) کے **عليك ريحانتي من الدنيا۔ فَعَنْ ينهدم ركناك والله خليفتي عليك** تجھ کو چاہیے کہ میرے ان دو ریحانہ سے خبردار رہے۔ پس عنقریب دو رکن تیرے حیات کے منہدم ہوں گے۔ حق تعالیٰ میرا خلیفہ ہے تجھ پر۔ راوی کہتا ہے کہ مراد حضرت رسالتؐ پناہ کی دو رکن سے ایک وجودِ بجود اپنا اور ایک فاطمہ زہراؑ کا چنانچہ جب حضرت رسولِ خداؐ نے رحلت فرمائی تو حضرت امیرؑ نے کہا کہ ایک ان دو رکنوں سے منہدم ہوا اور جب فاطمہ زہراؑ نے وفات پائی تو فرمایا کہ یہ دوسرا رکن تھا کہ آنحضرتؐ نے اس کے منہدم ہونے کی خبر دی تھی ایک کنیت آپ کی **ابوتراب** ہے کہ دوست ودشمن آپ کو اس سے خطاب کرتے تھے لیکن دشمن اپنے زعمِ فاسد وگمانِ باطل میں اس کو آنحضرتؐ کی ایک نوع کی مذمت تصور کرتے تھے اور براہ شماتت آپ کو اس کنیت سے یاد کرتے تھے اور متمسک ان کا اس بے ہودگی میں روایت ابوہریرہ کی ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؑ و حضرت امیرؑ کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی تھی وہ حضرت گھر سے نکل کر مسجد میں فرشِ خاک پر لیٹ رہے۔ حضرت رسول خداؐ کو یہ حال معلوم ہوا تو مسجد میں تشریف لائے اور نزدیک بیٹھ کر خاک بدنِ مبارک آنحضرتؑ سے جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے **قُمْ یا اباتراب قم یا ابا تراب** اُٹھ اے پدرِ خاک بعد ازاں حضرت کو ان کے حجرہ میں لے گئے اور زوجہ وزوج کے درمیان صلح وصفائی کرائی۔ یہ دروغ وکذب ابوہریرہ کا ہے کہ بنی امیہ وغیرہ دشمنانِ امیر المومنینؑ کی خوشامد میں اس کو تراشا ہے ان حضرات کے درمیان کبھی کوئی رنجش نہیں ہوئی کہ حضرت رسولِ خداؐ کو اس میں ضرورت

صلح وصفائی کی ہو دونوں بزرگوار معصوم ومطہر تھے ایسے امور کا صدور ان سے ناممکن ہے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب علل الشرائع میں بعد نقل ایک روایت کے کہ مضمون اس کا قریب بروایت موضوعہ مذکورۂ بالا کے ہے فرماتے ہیں کہ حدیث میرے نزدیک معتمد ومعتبر نہیں۔ کیوں کہ علیؑ وفاطمہؑ کے درمیان کسی ایسے امر کا واقع ہونا امکان سے باہر ہے۔ کہ حضرت رسولِ خداؐ کو اس میں اصلاح کی حاجت ہو بہ تحقیق کہ وہ حضرت سید الوصیین اور وہ جناب سیدۂ نساء العالمین ہیں۔ دونوں بزرگوار حسن وخلق میں حضرت رسولِ خداؐ کے قدم بقدم تھے لیکن میرا اعتماد اس کنیت کے باب میں روایت عبداللہ بن عباس پر ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت رسولِ خداؐ نے علی علیہ السلام کی کنیت ابوتراب کس لیے مقرر کی تو انھوں نے کہا کہ چونکہ وہ حضرت صاحب ومالکِ ارض ہیں اور حجتِ خدا ہیں زمین پر بعد آنحضرتؐ کے اور سبب بقا وسکون ہیں زمین کے لہٰذا آنحضرتؐ نے یہ کنیت ان کو عطا فرمائی۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ بروزِ قیامت جو شخص کہ اول قبر سے اٹھے گا اور خاک کو اپنے سر سے دور کرے گا وہ علیؑ بن ابی طالب ہوگا۔ پس فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں جب چاہتا ہوں کہ کنیت کروں اس کو تو ابوتراب کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ عزیز ترین کنیت حضرت امیر المومنینؑ کے نزدیک ابوتراب تھی۔ اور بہت دوست رکھتے تھے کہ ان کو بلفظِ ابوتراب خطاب کریں جمع بین الصحیحین میں ہے کہ ایک شخص سہل بن سعد کے پاس آیا اور کہا کہ حکامِ مدینہ علیؑ بن ابی طالب کو منبروں پر بدی اور برائی سے یاد کرتے ہیں سہل نے کہا کیا برائی کرتے ہیں آنحضرتؐ کی اس شخص نے کہا ان کو ابوتراب کہتے ہیں یہ سن کر سہل ہنسا اور کہا، موسوم نہیں کیا اس نام سے ان کو مگر حضرت رسولِ خداؐ نے اور آنحضرتؐ کے نزدیک کوئی نام اس سے زیادہ محبوب تر نہ تھا۔ اور نیز علل الشرائع میں عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز جناب ختمی مآب افضل الاوصیا علیؑ بن ابی طالب کو تلاش کرتے ہوئے نخلستانِ مدینہ میں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک باغ میں وہ جناب اصلاحِ اراضی میں مشغولِ ریاضت ہیں۔ اور گرد وغبار سے روئے انور وبدنِ مطہر آلودہ ہو رہا ہے یہ دیکھ کر سردارِ انبیا نے فرمایا۔ میں کسی کو ملامت نہیں کرتا۔ جو تیرا نام ابوتراب رکھے جنابِ امیرؑ کو یہ نام پسند نہ آیا اور رنگ روئے مبارک سرخ ہوگیا۔ جناب رسولِ خداؐ نے آثارِ ناخوشی چہرۂ اقدس سے معلوم کر کے فرمایا اے علیؑ چاہتے ہو کہ میں تم کو خوش کروں۔ عرض کی بہتر ہے اے رسولِ خداؐ فرمایا تو بھائی اور وزیر اور جانشین میرا ہے بعد میرے اور ادا کرنے والا میرے قرضوں کا ہے جو کوئی تجھ کو دوست رکھے میری حیات میں حق تعالیٰ اس کو داخل جنت کرے گا اور جو دوست رکھے تجھ کو بعد وفات میری کے خدائے تعالیٰ اس کو باایمان دنیا سے اٹھائے گا اور کچھ خوف اس کو نہ ہوگا عذابِ روزِ قیامت کا اور جو دشمن رکھے گا تجھ کو کافر مرے گا اور ہمیشہ عذابِ الیمِ جہنم میں گرفتار رہے گا۔ اور کنیت آپ کی ابو محمد ہے۔ اس لیے کہ آپ کے ایک بیٹے

کا نام (یعنی محمد حنفیہ) محمد تھا۔ اور ایک کنیت ابوالسبطین ہے اس لیے کہ دو سبطِ رسول حسنؑ و حسینؑ آپ کے بیٹے ہیں۔ اور ابوالشہدا ہے اس لیے کہ شہدا آپ کی اولاد سے ہیں۔ **القاب**: مشہور لقب آپ کا مرتضیٰ (پسندیدہ) ہے اس واسطے کہ ہر امر میں رضائے خدا و خوشنودیٔ رسولِ خداؐ کو منظور و ملحوظ رکھتے تھے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بسببِ متابعتِ رضاء خدا اور رسولؐ کے آپ کا لقب مرتضیٰ ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ ایک روز جبرئیل امین جانب رب العالمین سے یہ پیغام لائے کہ اے حبیب ہمارے ہم نے پسند کیا ہے علیؑ کو واسطے فاطمہ زہراؑ کے اور فاطمہؑ کو واسطے علیؑ کے اور راضی ہوئے ہیں ہم اس پر لہٰذا آپ اس نام سے موسوم ہوئے۔

امیر المومنینؑ: ایک لقب آپ کا امیر المومنینؑ ہے خوارزمی نے روایت کی ہے کہ بروزِ غدیر جبرئیل جانبِ حق تعالیٰ سے آئے اور آپ کو اس لقب سے مخصوص کیا پس حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا **سلموا علی علیٍ بامیر المومنینؑ** کہ سلام کرو علیؑ پر ساتھ لقب امیر المومنینؑ کے چنانچہ سب سے پہلے جس نے اس لقب سے آنحضرتؐ کو سلام کیا وہ حضرت خلیفہ ثانی تھے انھوں نے بلفظِ بخٍ بخٍ آپ کو مبارک باد دی کہ آپ مولا و امیر و امام تمام مومنین و مومنات کے ہوئے اور حق یہ ہے کہ امیر المومنینؑ آپ کا نام خلقِ آدم سے پہلے کا ہے جیسا کہ مودۃ القربےٰ میں حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علیؑ کب سے امیر المومنینؑ کے نام سے موسوم ہوئے تو ان کی فضیلت کا انکار نہ کرتے بہ تحقیق کہ ان کا لقب امیر المومنینؑ ہوا حالانکہ ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے یعنی ابھی روح ان کے بدن میں داخل نہیں ہوئی تھی اور علما شیعہ نے کہا ہے کہ امیر المومنینؑ کا اطلاق سوائے آنحضرتؐ کے آئمہ وغیر آئمہ سے کسی کے اوپر جائز نہیں کیوں کہ حضرتِ صادق علیہ السلام نے فرمایا **ان اسم سمّی اللّٰہ بہ علیتا یُسَمّ بہٖ اَحدٌ قبلہ ولا یتسمّٰی بہ بعدہ الا کافر** کہ امیر المومنینؑ ایک نام ہے کہ حق تعالیٰ نے علی علیہ السلام کو اس سے مخصوص کیا ہے کوئی آنحضرتؐ سے پیشتر اس نام سے موسوم نہیں ہوا اور نہ کوئی آپ کے بعد اپنا یہ نام رکھے گا سوائے کافر کے۔

یعسوب المسلمین: ایک لقب آپ کا **یعسوب المسلمین** ہے لغت میں یعسوب کے معنی امیرِ نحل و سردارِ قوم کے ہیں چونکہ وہ حضرت سید و سردارِ مسلمانان تھے لہٰذا اس لقب سے ملقب ہوئے جناب امام رضاؑ تفسیرِ آیہ شریفہ **وَاَوْحیٰ رَبُّکَ اِلَی النَّحل** میں فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ امیرِ نحل علیؑ بن ابی طالب ہے اور وجہ اس کی بموجب بعض روایات یہ بیان ہوئی ہے کہ ایک بار رسولِ مختار نے کچھ لشکر قلعہ بنی نفل کی طرف بھیجا تھا جب اہلِ قلعہ اس سے مغلوب ہوئے تو انھوں نے شہد کی مکھیوں کا بکس کھول دیا شہد کی مکھیوں نے اپنے ڈنک سے لشکر کو تہ و بالا کر ڈالا یہ برا

حال حضرت امیرؑ نے دیکھا تو میدان میں تشریف لائے شہد کی مکھیاں جناب کو دیکھ کر فوراً ہی سب کی سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عجز وانکسار کرنے لگیں اس وقت حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا **ھذا امیر النخل** یہ ہے سردار مکسہائے شہد کا **دوسری** روایت میں ہے کہ ایک مکان میں شہد کی مکھیوں نے چھتہ بنایا تھا کسی کو طاقت نہ تھی کہ اس کے پاس جائے۔ حضرت امیرؑ وہاں تشریف لے گئے اور اس میں سے شہد نکالا اس وقت رسول اللہؐ نے آپ کا نام یعسوب رکھا۔ اور بعض روایات میں آپ کو یعسوبِ آخرت کہا ہے یہ منتہائے شرف و بزرگی ہے اس جناب کے لیۓ ایک لقب گرامی ظہیر یعنی غالب ہے۔ منقول ہے کہ ایک روز آپ کے پدر بزرگوار ابوطالب نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو جمع کیا اور بموجب رسمِ عرب ان کو امر کیا کہ باہم کشتی لڑیں اس وقت حضرت علیؑ اپنے دست ہائے مبارک کو کہ ضخیم و پُر گوشت تھے اور زیادہ دراز وطولانی نہ تھے بڑھاتے تھے اور اپنے بھائیوں اور عموزادوں کو ان سے پکڑتے اور ایک ایک خورد بزرگ کو زمین پر پچھاڑتے تھے۔ ابوطالب نے یہ دیکھ کر کہا **ظھر علیٌ** کہ غالب ہوا علیؑ تب سے آپ کا لقب ظہیر ہوا۔ ایک لقب آپ کا میمون (مبارک) ہے قصہ اس کا اس طرح پر ہے۔ کہ آپ اپنی مرضعہ (دودھ پلائی) کے گھر کہ ایک عورت بنی ہلال سے تھی تشریف رکھتے تھے اور اپنے برادرِ رضاعی کے ساتھ کہ ایک سال آپ سے سن میں بڑا تھا کھیل رہے تھے دایہ کسی کام کو گئی ہوئی تھی اس مکان کے نزدیک ایک کنواں تھا دایہ کا لڑکا کنوئیں کی مینڈ پر گیا اور اس کا پیر پھسلا۔ حضرت یہ دیکھ کر دوڑے کہ اس کو پکڑیں راہ میں طنابِ خیمہ پائے مبارک میں اٹکی آپ اس طناب کو کھینچتے ہوئے سرِ چاہ پہنچے اور لڑکے کا پیر پکڑ کر سنبھالے رہے تاآنکہ اس کی ماں آئی اور چلائی کہ لوگو آؤ اور تعجب کرو اس طفلِ مبارک ومیمون نے کہ کس طرح پر میرے بچے کو گرنے سے بچایا ہے لوگ آتے تھے اور باوجود کم سنی اور پیر کے طناب میں الجھنے کے بچے کو بچانے سے تعجب کرتے تھے، تب سے دایہ آپ کو میمون کہتی تھی۔ وہ لڑکا اور اس کی اولاد دراولاد اس قبیلہ میں معلقِ میمون کے نام سے مشہور ہے ایک لقب آپ کا اَصْلَع ہے۔ صلع کے معنی لغت میں مقدم سر میں بالوں کا نہ ہونا ہے۔ چونکہ سرِ مبارک پر آگے کی طرف بال نہ تھے۔ اس لیے آپ کو اَصْلَعَ قریش کہتے تھے اور یہ ایک علامت یمن اور اقبال مندی کی ہے چنانچہ خود ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ جس کی نسبت خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے اس کو اصلع کرتا ہے یعنی اس کے پیشانی کے بالوں کو گراتا ہے۔ چنانچہ میں بھی اصلع ہوں۔ اور ایک لقب آپ کا الانزع البطین ہے۔ انزع کے معنی بری وعلیحدہ شدہ کے ہیں چونکہ وہ حضرت کفر سے بری وشرک سے علیحدہ تھے۔

مولفِ اوراق کہتا ہے کہ ان کے سوا اور بہت سے القاب اس جناب کے کتب میں مرقوم ہیں جیسے نفسِ رسول، زوجِ بتول، سیف اللہ المسلول، امیر البسررہ، قاتلِ الفجر، قسیم الجنہ والنار، کرارِ غیرِ فرار، صاحب اللوا، سید العرب، خاصف

النعل، کشاف الکروب، صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم، باب مدینۃ العلم، مؤلیٰ، وصّی، وقاضی (۱) دینِ رسولؐ، منجز و عدالرسول (۲)، کاسرِ اصنام الکعبہ (۳)، ہازمِ الاحزاب (۴)، قاصم الاصلاب (۵)، داعی، شاہد، ہادی، ذی القرنین، قائدالغرالمحجلین، مظہر العجائب والغرائب، مفرق الکتائب، مذل الاعدا، معزِ الاولیا، اخطب الخطباء، قدوۃ اہل الکساء، امام الائمۃ الاتقیاء، محی السنہ، ممیت البدعہ، اللاعب الاسنہ، الحصن الحصین، الخلیفۃ الامین، قاتلِ اکناکثین والقاسطین والمارقین، لیث الشرے، غیث الورے اب ان کو کون پڑھے اور سمجھے گا؟ مفتاح الندے، مصباح الدجےٰ، شمس الضحیٰ، اشجع من رکب ومشی، اہدیٰ من صام وصلّے، مولیٰ کل من رسول اللہ لہ مولے، المعتصم بالعروۃ الوثقیٰ، الفتیٰ اخوالفتےٰ، الذی انزل فیہ ہل اتیٰ، اکرم من ارتدیٰ، اشرف من ابتداء، افضل من راح واعتدے الذی صدقہ رسول اللہ، تصدق بخاتمہ فی الرکوع، الکوکب الازہر، الصّارم المذکر، صاحب براہ وغدیرخم وساقیٔ کوثر، مصلی القبلتین، اعلم من فی الحرمین، الضارب بالسفین الطاعن بالرمحین، ابن عم المصطفےٰ شقیق النبی المجتبےٰ، الہاشمی، المکی، المدنی، الابطحی، الطالبی، الرضی المرضی القوی الجوی، اللوذعی، الاریحی، الوفی، وغیرہ وغیرہ قریب پانسو القاب کتب میں نقل ہوئے ہیں۔ مگر یہاں اسی قدر پر اکتفا کی گئی۔

بحارالانوار میں ہے کہ ایک روز متوکل عباسی نے زید بن حارث بصری سے کہا کہ کچھ فضائل علیؑ کے بیان کر۔ اس نے کہا مجھ سے کب فضائل ان حضرت کے بیان ہو سکتے ہیں الا ترے کہنے سے بموجب حروف تہجی کے کسی قدر القاب و اوصاف آپ کے بیان کرتا ہوں۔ یعنی وہ آمر و حکم کنندہ ہیں از جانبِ خدا بہ عدل واحسان، (ب) باقر یعنی شگافندۂ علومِ جملہ ادیان، (ت) تالی (تلاوت کنندہ) قرآن تبانی وآہستگی، (ث) ثاقب یعنی سوراخ کرنے والے حجاب ہائے شیطان کے، (ج) جامع قرآن واحکامِ قرآن، (ح) حاکم مابین انس والجان، (خ) خالی تھے ہرزہ و بہتان سے، (د) دلیل وراہنما تھے تمام کے، (ذ) ذاکر و یاد آرندہ معبود بحق تھے ظاہر و باطن میں، (ر) راہب یعنی ترسندہ تھے حق تعالیٰ سے شب ہائے تاریک میں، (ز) زائد وراجح تھے تمام پر بلا نقصان کے، (س) ساتر وعیب پوش تھے سب کے، (ش) شاکر یعنے شکر گذار تھے خداوندِ رحمان کے، (ص) صابر تھے تیغ وسنان پر راہِ خدا میں، (ض) ضاربِ ذوالفقار تھے سرہائے کفار پر، (ط) طالب راہِ خدا تھے بے آمیزش ریا، (ظ) ظاہر وغائب تھے جماعۃ کفار پر، (ع)

---

(۱) ادا کنندہ قرض رسولؐ ۱۲۔
(۲) وفا کنندہ وعدۂ رسول ۱۲۔
(۳) شکنندۂ بتانِ کعبہ ۱۲۔
(۴) شکست دہندہ گروہا ۱۲۔
(۵) شکنندۂ پشت ہا ۱۲۔
(۶) برچھیوں کے ساتھ کھیلنے والا۔

علیؑ عالی قدر تھے اہل زماں پر، (غ) غالب تھے شجاعانِ دہر پر، (ف) فارق و جدا کنندہ تھے سر ہائے کفار کے ان کی گردنوں سے، (ق) قوی دل وقوی الاعضاء تھے، (ک) کامل تھے جمیع کمالات ظاہری و باطنی میں، (ل) لازم پکڑنے والے تھے امر و نہی الٰہی کے، (م) مزوج یعنی جفت وزوج تھے بہترین زنانِ عالم کے، (ن) نامی تھے کہ نام ان کا قرآن میں مذکور ہے، (و) ولی و امام ہیں سب مومنون کے، (ہ) ہادی تھے راہِ راست خدا کے، (ی) ید اللہ یعنی دستِ خدا تھے۔

امیر المومنینؑ کے چند حالاتِ طفلی : پیدا ہوئے تو سنِ مبارک حضرت رسالتؐ پناہ کا تیس سال تھا۔ عہدِ طفلی ہی سے آپ کو اپنے چھوٹے چچازاد بھائی سے کمال درجہ الفت تھی۔ بغایت آپ کو دوست رکھتے۔ اور نہایت پیار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بنفسِ نفیس خود متوجہ ان کی تربیت اور پرورش کے ہوئے اور تمام ضروریات کی کفالت فرماتے۔ خود ان کو نہلاتے دھلاتے۔ خود شیر حلقِ مبارک میں ڈالتے اکثر اوقات زبانِ مبارک ان کے منہ میں دیتے۔ اور چوساتے۔ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوگئی اور دودھ میرے نہ رہا حضرت رسولِ خداؐ میرے بیٹے علیؑ کے منہ میں زبان دیتے اور بحکمِ خدا ان کی رضاعت ہوتی۔ حکم دیا تھا کہ علیؑ کا گہوارہ میرے فرشِ خواب کے قریب رہے۔ امیر المومنینؑ سوتے اور حضرت رسولِ خداؐ ان کی گہوارہ جنبانی فرماتے جاگتے تو بکمالِ شفقت ان سے باتیں کرتے سر و چشم کے بوسے لیتے سینہ سے لگاتے۔ اور فرماتے یہ ہے میرا بھائی اور میرا ولی و دوست و مددگار اور برگزیدہ میرا و ذخیرہ میرا اور پشت و پناہ و وصی میرا ہے اور شوہر ہے میری دخترِ نیک اختر کا اور امین ہے میرے علوم و وصایا کا اور جانشین میرا ہے میری امت پر اور آنحضرتؐ کو گود میں اٹھاتے اور کوہستانِ مکہ اور اس کے درون اور وادیوں میں سیر کراتے اور علومِ نہانی و اسرارِ ربانی ان کو تعلیم و تلقین فرماتے امیر المومنینؑ بھی جوں سنِ تمیز کو پہنچتے تھے۔ حضرت ہی کا دم بھرتے تھے۔ دل و جان سے آپ پر قربان تھے۔ آپ ہی کو اپنا مربی و سرپرست جانتے۔ ایک دم کو خدمت سے جدائی گوارا نہ فرماتے تھے۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ طفلی میں ہمیشہ معجزات و خرقِ عادات اس مظہر عجائبات سے ظاہر ہوا کرتے۔ ایک روز میں آپ اس قدر بڑھتے تھے جتنا کہ اور اطفال ایک مہینہ میں بڑھتے ہیں۔ جب چلنے پھرنے کے دن آئے تو معمولی کھیل آپ کا یہ تھا کہ کوہ ابوقبیس پر جا بیٹھتے اور لڑکوں کو کفارِ قریش کے سنگ وکلوخ مارتے اور دھمکاتے کہ تمھاری موت کے دن نزدیک آگئے جلد تر دیارِ کفر، ویران ہوں گے اور تمھارے سر اس طرح سے کٹیں گے۔ جیسے کہ زراعت کاٹی جاتی ہے۔ کوئی بندہ و آزاد تم سے بغیر قبولِ اسلام زندہ نہ بچے گا۔ میں کیا پیدا ہوا تمھاری شامت آئی اور موت مجسم تمھارے لیے ظاہر ہوئی۔ تنہا دلیرانہ کفار سے جنگ آور ہوں گا اور تمام کرب و سختی کو جو میرے بھائی رسول

خداؐ کو اشاعت اسلام میں پیش آئے گی دور کروں گا۔ حال افزونی قوت کا یہ تھا کہ صبح شام اس میں فرق بین محسوس ہوتا تھا حتیٰ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو طاقت کی اس مقدار معین پر پہنچا دیا جو اس جل شانہ کو آپ کے لیے منظور تھی۔

حکایت لواء الحمد: کتاب الانوار میں ہے کہ جب سنِ شریف امیر المومنینؑ کا کسی قدر زیادہ ہوا تو ایک روز لڑکوں میں کھیل رہے تھے کہ ناگاہ جبرئیل امین آپ کو اٹھا کر روضہ ابراہیمؑ خلیل پر کوہ حریٰ میں لے گئے۔ وہاں جبرئیل و اسرافیل و میکائیل و دیگر ملائکہ نے لواء الحمد ورایۃ النصر کو جسے ذوالعقاب بھی کہتے ہیں آپ کے سرِ مبارک پر کھولا اور مبارک باد دی۔ بعدہ جبرئیل و جملہ ملائکہ جانبِ آسمان پرواز کر گئے۔ اور حضرتِ امیرؑ اس مقام میں تنہا رہے۔ اس وقت نیند آپ پر غالب آئی اور سو رہے۔ جانورانِ صحرا نے جو بوئے دل نواز نفس رسول کی اس دشت میں پائی جوق در جوق اس طرف متوجہ ہوئے۔ حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو اپنے ولی اور اپنے نبی کے وصی کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ پس وہ فرشتہ آ کر نزدیک حضرت کے بیٹھ گیا اور پنکھا جھلتا رہا تاانیکہ آپ خوابِ راحت سے بیدار ہوئے یہاں کی کیفیت یہ تھی اور اُدھر ابو طالب نے جو اپنے لختِ جگر کو نہ پایا تو اِدھر اُدھر ڈھونڈتے پھرنے لگے۔ والدہ ماجدہ جدا بے قرار تھیں۔ انھوں نے فراق میں اپنے نور دیدہ کے جیبِ قمیص کو چاک کیا۔ یہ حالت دیکھ کر تمام بنی ہاشم میں تہلکہ پڑ گیا۔ حمزہؑ و عباسؑ و زبیر و حارث نے ابو طالب سے کہا ہم اپنی جان و مال نثار کرنے کو موجود ہیں ابو طالب نے کہا کہ میرا فرزند کل صبح سے غائب ہے اور کچھ پتہ ونشان اس کا نہیں ملتا۔ ڈرتا ہوں ساحروں اور کاہنوں سے کہ عجائب و معجزات اس کے دیکھ کر اس کے دشمن ہو رہے ہیں کوئی گزند اس کو نہ پہنچے۔ پس ابو طالب گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمزہؓ و عباسؓ وغیرہ اولادِ عبدالمطلب و بنی ہاشم سب آپ کے ساتھ سوار ہوئے تمام شہر و نواحِ شہر روند ڈالا مگر کہیں نشان آنحضرت کا نہ پایا تب خانۂ کعبہ کی طرف واپس آئے اور پردہ ہائے خانہ کعبہ کو پکڑ کر رونے اور گریہ وزاری کرنے لگے اور دعائیں مانگتے تھے ۔ کہ اے پروردگار میرے ، بحق محمد مصطفیٰؐ کہ تیرے نبی و برگزیدہ ہیں اور بحق اس خانہ کعبہ کے کہ تیرا گھر ہے میرے فرزندِ دل بند کو مجھ سے ملا دے پس ناگاہ ایک ندا غیب سے آئی کہ اے ابو طالبؑ اندیشہ نہ کرو تمھارے فرزند کو کچھ خوف نہیں تھوڑی دیر میں تمھارا نورِ عین تم سے آ ملتا ہے۔

القصہ امیر المومنینؑ جبرئیل امین کے ہمراہ کہ لواء الحمد ورایتِ نصرت کو سر مبارک پر کھولے تھے محلّہ بنی ہاشم میں پہنچے اور جبرئیلؑ نے رایت نصرت حضرت رسولِ خداؐ کے حوالے کر کے آپ عالم بالا کی راہ لی یہ روایت جو کسی قدر ایجاز و اختصار کے ساتھ کتاب الانوار سے نقل کی گئی جو کتبِ معتبرہ شیعہ سے ہے کہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں جا بجا اس سے روایات نقل کرتے ہیں۔ اور اہلِ سنت میں سے میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربےٰ میں حال لواء الحمد کا بروایت عبداللہ بن سلام اس

طرح پر لکھتا ہے کہ عمود اس کا یاقوت سرخ کا اور قبضہ مرداریدِ سفید کا اور پھریرا زمردِ سبز کا ہے۔ اور اس پر تین سطریں مرقوم ہیں ایک میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ دوسری میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور تیسری سطر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے راوی نے پوچھا یا رسول اللہ اس لواء کو بروزِ قیامت کون اٹھائے گا فرمایا اس کو علیؑ بن ابی طالب اٹھائیں گے جو دنیا میں میرے علمِ نصرت شیم کو اٹھاتے ہیں اور جن کا نام حق تعالٰی نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پیشتر لکھ رکھا ہے پوچھا آپ کے نشان کے سایہ میں کون لوگ ہیں فرمایا مومنین، اولیاء خدا اور دوست میرے اور شیعہ میرے اور دوست اور شیعہ علیؑ کے اور انصار اس کے۔ پھر فرمایا فَطُوْبٰى لَهُمْ وَالْوَيْلُ لِمَنْ كَذَّبَنِىْ فِىْ عَلِىٍّ اَوْ كَذِبَ عَلِيًّا وَمَنْ دَفَعَهٗ عَنْ مَقَامِهٖ الَّذِىْ اَقَامَهُ اللّٰهُ فِيْهِ یعنی خوشا حال ان کا جو اس کے سایہ میں ہوں گے عذاب ہے ان لوگوں کے لیے جو علیؑ کے بارے میں میری تکذیب کریں اور میرے باب میں علیؑ کی تکذیب کریں اور عذاب ہے ان کے لیے جو علیؑ کو اس کے مقام سے دفع کریں جس پر کہ حق تعالٰی نے اس کو منصوب کیا ہے۔

بالجملہ سنِ مبارک امیر المومنینؑ پانچ سال کا ہوا تو ان ایام میں قحطِ عظیم و شدید بوجہ خشک سالی مکہ میں پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ اس کا اثر قبائلِ قریش حتیٰ کہ بنی ہاشم تک پہنچا ابو طالب بھی کہ مردِ کثیر العیال تھے اور مال فراواں اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ اس جہت سے اندیشہ مند تھے حضرت رسالت پناہ نے یہ دیکھ کر عباس بن عبد المطلب اپنے چچا کو بلایا اور کہا کہ اے ابا الفضل بہ تحقیق کہ تمھارے بھائی ابو طالب کنبہ بہت رکھتے ہیں اور ان کا حال خشک سالی کی وجہ سے پُر از اختلال ہے بہتر ہے کہ ہم ان کے پاس چلیں اور خواستگار ہوں کہ اپنے بیٹوں سے بعض کو ہم کو دے دیں تا کہ گراں باری عیال سے قدرے سبک دوشی حاصل ہو عباس نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور دونوں نے ابو طالبؑ سے مل کر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تم کو قحط نے زیر بار کیا ہے لہٰذا چاہتے ہیں کہ بارِ عیال سے سبک دوش کریں اپنے بیٹوں سے بعض کو ہمارے سپرد کرو ابو طالب نے کہا طالب و عقیل کو و بروایتے صرف عقیل کو میرے لیے رہنے دو باقیوں میں تم کو اختیار ہے جس کو چاہو لے جاؤ پس عباس نے جعفرؓ کو لیا اور حضرت رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو انتخاب فرمایا اور کہا اِخْتَرْتُ مَنْ اَخْتَارَ اللّٰهُ لِىْ عَلَيْكُمْ کہ میں نے تمھارے درمیان سے اسی کو اپنے لیے اختیار کیا ہے جس کو حق تعالٰی نے میرے لیے چنا ہے۔ پس اس وقت سے وہ حضرت جناب رسالت مآب کے شامل اور ان کی عیال میں داخل تھے آپ کی خدمات کو بجان و دل بجالاتے تا انیکہ حضرت رسول خداؐ مبعوث بہ نبوت و بعد ازاں مامور بہ ہجرت ہوئے اور مدینہ میں آپ کا عقد جناب سیدہ کے ساتھ ہوا اس وقت ایک حجرہ علیحدہ آپ کے لیے تعین فرمایا۔ پس جیسا کہ ابو طالب اور

فاطمہ بنتِ اسد نے حضرت رسالت پناہ کو تربیت کیا تھا اسی طرح رسولِ خداؐ اور خدیجۃ الکبریٰؑ نے امیر المومنینؑ کو پرورش فرمایا۔لیکن ابوطالب اور فاطمہ کی تربیت کو رسول اللہؐ اور خدیجہؑ کی تربیت سے کیا نسبت ہوسکتی ہے یہ تربیت اس سے کہیں بڑھ کر تھی۔حضرت امیرؑ ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں ایہا الناس تم رسولِ خداؐ کے نزدیک میرا مرتبہ ومقام جانتے ہو اور جو قرابتِ قریب اور منزلتِ خاص کہ مجھ کو آنحضرتؐ سے حاصل تھی تم کو معلوم ہے۔بچپن میں وہ حضرت مجھ کو اپنی گود میں رکھتے تھے اور سینۂ خلائق گنجینہ سے لگاتے اور اپنے بستر پر لٹاتے اور جسمِ اطہر کو میرے بدن سے لگاتے اور اپنی بوئے خوش مجھ کو سونگھاتے تھے۔کھانے کی چیزوں کو اول اپنے منہ میں چباتے پھر میرے منہ میں لقمہ دیتے کبھی میری بات میں کذب وافترا اور میرے فعل میں غلطی وخطا نہ پائی۔بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے عہدِ شیر خوارگی سے ایک فرشتہ اپنے ملائکہ کرام سے آپ کے ساتھ مقرر کیا تھا کہ وہ رات دن مکارمِ اخلاق ومحاسنِ آداب آپ کو تعلیم کرتا رہتا تھا میری یہ کیفیت تھی کہ جس طرح بچہ شتر اپنی ماں کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور جدا نہیں ہوتا آنحضرتؐ کے ساتھ رہتا تھا۔وہ ہر روز مجھ کو آدابِ ستودہ تعلیم کرتے اور اپنی اقتدا کی تقید فرماتے۔دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اسلام میں کوئی مکان نہ تھا سوائے رسول اللہؐ اور خدیجہؑ کے گھر کے،میں ان میں تیسرا تھا نورِ رسالت کو دیکھتا اور بوئے نبوت سونگھتا تھا نزولِ وحی کے وقت میں نوحۂ شیطان کو سنتا تھا پس جس کی جڑیں چشمۂ رسالت سے سیراب ہوئی ہوں اور منبعِ امامت سے اس کی شاخیں دراز ہوئی اور پھیلی ہوں اور دارِ وحی تنزیل میں اس نے نشوونما پائی ہو جو عمر بھر رسول اللہؐ کے ساتھ رہا ہو۔اور تا دمِ مرگ آنحضرتؐ سے جدا نہ ہوا ہو وہ اوروں کے برابر کیوں کر ہوسکتا ہے۔اور طبری نے اپنی تاریخ میں اور محمد بن اسحاق نے مغازی میں مجاہد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا احسان وانعامِ الٰہی تھا علیؑ بن ابی طالب پر کہ قریش قحط سالی میں مبتلا ہوئے اور حضرت رسولِ خداؐ وحمزہؓ وعباس حضرت ابوطالب کو کثرتِ عیال سے سبک بار کرنے کے درپے ہوئے۔پس رسول اللہؐ نے علیؑ کو حمزہؓ نے جعفرؓ کو اور عباسؓ نے طالب کو لیا صرف عقیل اپنے باپ ابوطالب کے پاس رہ گئے جو ان کے ساتھ شامل تھے جب تک کہ ابوطالبؑ نے قضا کی،بعد ازاں تنہا رہتے رہے تاانیکہ جنگِ بدر میں اسیر ہوئے اور جعفرؓ جاہلیت واسلام میں حمزہؓ کے ساتھ تھے حتیٰ کہ حمزہؓ شہید ہوئے۔اور طالب عباسؓ کے شامل تھے تاانیکہ جنگِ بدر میں ان کے ساتھ آئے اور وہاں مفقود الخبر ہوگئے پھر ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے۔لیکن امیر المومنینؑ رسول اللہؐ کی خدمت میں داخل ہوئے تو ان کا سنِ شریف چھ سال کا تھا ٹھیک اسی قدر جتنا کہ رسول اللہؐ کا سن تھا جب کہ ابوطالب کی حفاظت وتربیت میں داخل ہوئے تھے۔پس ان کو حضرت مصطفےٰؐ وخدیجۃ الکبریٰؑ نے تربیت کیا اور ان کی تربیت ابوطالب وفاطمہ بنت اسد کی تربیت سے احسن واولی تھی۔پس وہ حضرت آخر تک رسولِ خداؐ

کے ساتھ رہے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں لکھا ہے کہ جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی زور و طاقت میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ تھوڑے عرصہ میں یہ نوبت پہنچی کہ بڑے سے بڑے پہلوان کے ساتھ بھی کشتی لڑتے تو اس کو پچھاڑ ڈالتے تھے۔ جس مرد کا ہاتھ ایک دفعہ پکڑ لیا۔ جان نکال کر ہی چھوڑا۔ پھر اسے سانس نہیں آتا تھا دوڑتے ہوئے گھوڑے کو آگے سے روکتے اور صدمہ پہنچاتے تو پیچھے لوٹا دیتے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی سے ایک ہاتھ سے پتھر اٹھالاتے اور لوگوں کے سامنے رکھتے۔ دو تین آدمی بھی اس کو ہلانا چاہتے تو ہل نہ سکتا تھا۔ ابوجہل نے یہ زورِ دست وقوتِ بازو دیکھا تو چند اشعار آپ کی شان میں کہے۔ جن میں اہل مکہ کو آپ کی سطوت و مردانگی سے ڈرایا ہے ایک شعر ان میں سے یہ ہے۔

ما ان لہ مشبھا فی الناس قاطبة

کانہ النار بربی الخلق بالشرر

اس کا مشابہ ومثل تمام آدمیوں میں دوسرا نہیں گویا کہ وہ آتشِ روشن ہیں کہ اس کے شرارے خلائق کو پہنچتے ہیں۔

سابقۂ اسلام آنحضرت علیہ السلام: یہ بات کہ سب سے پہلے اسلام لائے یا دس سال کے سن میں اسلام لائے امیر المومنین علیہ السلام کی نسبت ایک رسمی و معمولی فقرات ہیں کہ نظر بظاہر شرع بولنے اور لکھنے میں آتے ہیں ۔ ورنہ حقیقت میں کوئی وقت کوئی زمانہ نہ تھا۔ جس میں وہ حضرت ایمان و اسلام سے عاری ہوں شکمِ مادر اور پشتِ پدر تک مسلمان تھے۔ خلقِ آدمؑ و ایجادِ عالم سے پہلے مسلمان تھے۔ نہ صرف مسلمان بلکہ سید المسلمین و امیر المومنینؑ جیسا کہ پیشتر اس سے اس کتاب میں گزرا۔ اور حق تو یہ ہے کہ بموجب روایاتِ مسلمہ فریقین کہ کسی قدر ان سے شروع کتاب میں مذکور ہوئیں وہ حضرت مانند اپنے بھائی اور اپنے حبیب محمدِ مصطفےٰؐ کے ایک نور تھے کہ ایمان و اسلام شعاعیں اس نور کی تھیں جو کبھی اس سے جدا اور منفک نہ ہوتی تھیں۔ پس ایسی ذاتِ مقدس و مطہر کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اول اسلام لائے یا تمام سے پیشتر مشرف باسلام ہوئے اس کے معنے صرف یہ ہیں کہ تکلیفِ ظاہری شرعی اس کی مقتضی تھی کہ جوں ہی حضرتِ رسولؐ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور حکم ہوا کہ خلائق کو وحدانیت اور اپنی رسالت کی طرف دعوت کرو فوراً امیر المومنینؑ نے کلمہ شہادتین زبانِ مبارک پر جاری فرمایا۔

لکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ پیش از نبوت کسی شرع کے پابند نہ تھے بموجب الہامِ الٰہی کار کرتے تھے۔ یعنے بجائے خود نبیؐ تھے۔ چالیسویں سال اوروں پر مبعوث ہوئے اور مرتبۂ رسالت کو پہنچے۔ پس اس وقت جس نے سب سے پہلے تصدیق رسالت کی وہ امیر المومنینؑ تھے۔

روایت ہے کہ ایک بار آپ ابطح میں لیٹے ہوئے تھے اور علیؑ علیہ السلام داہنے ہاتھ پر اور جعفر طیارؓ بائیں پر اور امیر حمزہؓ

آپ کے پائینتی کی طرف لیٹے تھے۔ اس وقت جبرئیل و اسرافیل و میکائیل آسمان سے نازل ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ ملائکہ کے پروں کی آواز سن کر مجھ کو کچھ دہشت سی معلوم ہوئی سنا میں نے کہ اسرافیل جبرئیل سے کہتے ہیں۔ کہ ہم ان چار شخصوں میں سے کس کی طرف بھیجے گئے ہیں جبرئیل نے اشارہ کیا کہ ان کی طرف کہ محمد مصطفےٰؐ بہترین از پیغمبران ہیں۔ اور ان کے داہنے جانب جو شخص لیٹا ہے وہ بھائی اور وصی ان کا ہے بہتر تمام اوصیا انبیا کا۔ اور بائیں جانب جعفرؓ بن ابی طالب ہے کہ دو رنگین پروں سے جنت میں پرواز کرے گا اور چوتھا حمزہؓ سید الشہدا ہے پس جبرئیلؑ آپ کے سر اور میکائیل پاؤں کی طرف بیٹھ گئے اور تعظیم کی رو سے بیدار نہ کیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو جبرئیل نے رسالتِ باری تعالیٰ ادا کی آپ نے پوچھا تم کون ہو کہا میں جبرئیل ہوں۔ بروایت دیگر ابو طالب کی بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک شخص نے سامنے آ کر کہا یا رسول اللہ میں جبرئیل ہوں کہ جانبِ ربِ جلیل سے آیا ہوں تا کہ تم کو رسالتِ خلق پر مقرر کروں۔ پس پیر کو زمین پر مارا کہ چشمہ آب وہاں سے ظاہر ہوا اس سے پانی لے کر خود وضو کیا اور آنحضرتؐ کو وضو کرنا سکھایا پھر نماز کی ترکیب بتائی۔ آپ نے امیر المومنینؑ کو وضو و نماز تعلیم کی اور دونوں بزرگواروں نے اول نماز ظہر اس جا پر ادا کی گھر پر آئے تو حضرت خدیجہؓ کو وہ سب باتیں تلقین فرمائیں۔ چنانچہ نمازِ عصر ہوئی تو خدیجہؓ بھی اس میں شریک تھیں۔

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ اس وقت سوائے رسولِ خداؐ کے اور میرے اور خدیجۃ الکبریٰؓ کے کسی گھر میں اسلام نہ تھا ہم نورِ وحی دیکھتے اور بوئے رسالت کو سونگھتے تھے جس روز اول وحی آنحضرتؐ پر نازل ہوئی تو میں نے ایک آواز آہ و نالہ و بیقراری کی سنی عرض کی میں نے یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے فرمایا کہ نالہ و زاری شیطان ہے کہ ناامید ہوا اس سے کہ اس کی عبادت کریں۔ پس فرمایا یا علیؑ تو سنتا اور دیکھتا ہے جو کچھ کہ میں سنتا اور دیکھتا ہوں اور گو تو پیغمبر نہیں الّا میرا وصی و برادر ہے اور عاقبت تیری بخیر ہے۔

روایتِ عفیف کندی: عفیف، کندی ابنِ عم اشعث بن قیس کندی کہتا ہے کہ میں مردِ تجارت پیشہ تھا۔ اپنا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا قبل از ظہورِ امرِ نبوت کچھ مال، منیٰ میں لے گیا تھا تا کہ فروخت کروں ایک دفعہ عباسؓ بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ آفتاب اس وقت ڈھل چکا تھا۔ دیکھا میں نے کہ ایک جوان خیمہ سے برآمد ہوا اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ بعد ازاں ایک لڑکا نکلا اور وہ اس کے داہنے جانب کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت باہر آئی اور وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی یہ رکوع و سجود کرتے تھے۔ اور میں حیرت سے ٹکٹکی باندھے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عباسؓ نے کہا کیا دیکھتا ہے میں نے کہا اے ابا الفضل یہ ایک امرِ عظیم و

بزرگ ہے۔ انھوں نے کہا جانتا ہے کہ یہ جوان کون ہے یہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا برادرزادہ اور یہ لڑکا علیؑ بن ابی طالب میرا دوسرا بھتیجا ہے اور یہ عورت خدیجہؑ بنت خویلد زوجۂ محمدؐ ہے، محمدؐ کہتا ہے کہ میرا خدا، خدائے سماوات و ارض ہے اسی نے مجھ کو اس کا امر کیا ہے۔ وہ خزانے کسریٰ اور قیصر کے میرے لیے کھولے گا۔ قسم بخدا کہ ان تین کے سوا روئے زمین پر کوئی اور یہ دین نہیں رکھتا۔ عفیف مذکور شیوع اسلام میں اس حدیث کو نقل کرتا اور افسوس کرتا تھا کہ کیوں اس روز اسلام نہ لے آیا کہ سبقت اسلام میں ثانی امیر المومنینؑ ہوتا۔ کتابِ ارشاد میں حضرت رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اول شخص جو مجھ پر ایمان لایا علیؑ ہے وہ سب سے پہلے بروزِ قیامت میرے ساتھ مصافحہ کرے گا وہ ہے صدیقِ اکبر اور فاروق درمیان حق و باطل کے اور یعسوب و امیر ہے مومنین کا اور نیز آپ نے فرمایا کہ ملائکہ سات سال تک تنہا مجھ پر اور علیؑ پر صلوات بھیجتے رہے اس لیے کہ شہادتِ وحدانیتِ خدا اور میری رسالت کی اس مدت میں میرے اور علیؑ کے سوا کسی سے آسمان پر نہیں گئی۔

مولف کہتا ہے کہ بعثت سے سات سال یا کچھ کم و بیش تک کسی صحابی کا سوائے امیر المومنینؑ کے اسلام نہ لانا کتبِ اہلِ سنت سے بھی ثابت ہے۔

استیعاب میں بروایۂ حبہ عرنی لکھا ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ میں نے خدائے عزوجل کی عبادت کی پانچ سال قبل اس کے کوئی اس امت سے اس جل شانہ کی عبادت کرے اور خصائصِ نسائی میں ہے۔ **قَالَ عَلِیٌّ اَنَا عَبْدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ اَسْلَمْتُ قَبْلَ اَنْ اَسْلَمَ النَّاسُ بِسَبْعَ سِنِیْنَ لَا یَقُوْلُھَا غَیْرِی اِلَّا کَاذِبٌ** یعنی میں ہوں بندۂ خدا اور بھائی رسولِ خداؐ کا اور میں صدیقِ اکبر ہوں اسلام لایا ہوں سات برس پہلے اوروں سے۔ کوئی میرے سوا اس کو نہ کہے گا الاّ جھوٹا۔ نیز خصائص میں ہے۔ **قال علیٌّ لا اعرفُ اَحَدً امِن ھذہ الاُمَّۃِ عَبَدَاللّٰہ مع نبینا صلعم غیری عبدث اللّٰہ قبل ان یعبدہ احد من ھذا الاُمَّۃ تسع سنین** یعنی فرمایا علیؑ مرتضیٰ نے کہ نہیں پہچانتا میں اس امت سے کسی کو کہ عبادت کی ہو اس نے ساتھ ہمارے نبی ﷺ کے سوائے میرے، عبادت کی میں نے حق تعالیٰ کی قبل ہر عبادت کرنے والے کے بقدر نو سال کے یہ اور مثل اس کے اور روایاتِ کثیرہ دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت جنابِ رسالت پناہ کے ساتھ سالہا سال تک شرفِ اسلام و عبادتِ ملکِ علام میں متفرد و یکتا رہے ہیں اسی سبب سے اہلِ سنت کو بھی چارو ناچار آنحضرتؑ کا سب سے پہلے اسلام لانا تسلیم کرنا پڑا چنانچہ یہ امر ان کے یہاں مشہوراتِ مستفیضہ بلکہ اجماعیات سے ہے۔

تاریخ الخلفاء میں ہے **قال ابن عباسؓ وزید بن ارقم و سلمان الفارسیؓ و جماعته انه اول من اَسلَمَ و نَقَل بعضهم الاجماع علیه** یعنی ابنِ عباسؓ وزیدِ ارقم وسلمانِ فارسی ایک اور جماعتِ صحابہ کی قائل ہوئی ہے کہ وہ یعنے امیر المومنینؑ اول ہیں اسلام لانے والوں کے اور بعضوں نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔ نام اس جماعتِ قائلین کے جن کو اس مورخ نے طول جان کر چھوڑ دیا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب جمال الدین عطاء اللہ حسینی نے مفصل لکھے ہیں منجملہ ان کے ہیں۔ ابوذرِ غفاری ومقداد بن اسود کندی وجناب ابن الارث وجابر بن عبداللہ انصاری وخزیمہ بن ثابت انصاری وابو ایوب انصاری، وانسِ بن مالک، اور نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ہاتھ علیؑ کا اپنے دست حق پرست میں پکڑ کر فرمایا **هذا اوّلُ مَنْ اٰمَنَ بیٖ** یعنی یہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا۔ نیز فرمایا آنحضرتؐ نے **اول هذه الامة وروداً علی الحوض اولها اسلاماً علی بن ابی طالب** یعنی سب سے پہلے اس امت میں جو حوضِ کوثر پر وارد ہوگا وہ شخص ہوگا جو تمام سے پہلے اسلام لایا ہے اور وہ علیؑ بن ابی طالب ہے اور عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا **السبق ثلاثه السابق الی موسیٰؑ یوشع بن نون والسابق الی عیسیٰؑ صاحب یٰس والسابق الی محمّدؐ علیؑ بن ابی طالبؑ**۔ یعنی سبقت کرنے والے تین شخص ہیں سبقت کرنے والا طرف موسیٰؑ کے یوشع بن نون اور سبقت کرنے والا طرف عیسیٰؑ کے صاحبِ یٰسین یعنی شمعون بن حمون الصفا اور سبقت کرنے والا طرف محمد مصطفیٰؐ کے علیؑ بن ابی طالب ہے۔ یہ حدیث جسے ابنِ حجرؒ نے بھی صواعقِ محرقہ میں نقل کیا ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کے سابق الاسلام ہونے پر دلالت کرتی ہے ویسا ہی اس سے آپ کا خلیفۂ بلافصل رسول اللہؐ ہونا بھی ظاہر ہے۔ کیوں کہ ہر دو اشخاص امت ہائے سابقہ کے جن سے سبقت میں آپ کو تشبیہ دی گئی ہے وہ ہیں جو بعدِ موسیٰؑ وعیسیٰؑ علیہما السلام کے ان کے وصی و جانشین ہوئے پس امیر المومنینؑ کس لیے بعد محمد مصطفیٰؐ کے آنحضرتؐ کے وصی و جانشین نہ ہوں گے۔ نیز روضۃ الاحباب میں ہے۔ **مع النبیؐ قبل الناس سَبْعاً**۔ یعنی امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبرِ خدا کے ساتھ سات سال اوروں سے پہلے نماز پڑھی ہے۔

کیفیتِ اسلام حضرت ابوبکرؓ: بالجملہ امیر المومنینؑ کا ہر کس وناکس سے سالہا سال پہلے اسلام لانا ایسا نہیں کہ اسلام میں کسی فردِ بشر پر مخفی ہو۔ اور نیز حضرت ابوبکرؓ حسبِ تحقیق وتصریح علماء اہلِ سنت چوالیس پینتالیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے بخلاف امیرِ کبیر کے کہ روزِ ازل کے مسلمان بچپن میں بھی کہیں بھول کر بت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ چنانچہ تاریخ الخلفا میں ہے۔ **قال الحسن بن زید بن الحسن ولم یعبد الاوثان قط**

لصغرہ یعنی حسن بن زید بن حسن نے کہا کہ آنحضرتؑ نے اپنے بچپن کے زمانے میں بھی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی دیگر یہ کہ اسلامِ امیر المومنینؑ صرف یہ تھا کہ حضرت رسول خداؐ نے ان کو دعوت کی آپ نے اجابت فرمائی تفصیل اس اجمال کی حسبِ تصریح معتبرین اہلِ سنت مثل صاحبِ روضۃ الاحباب وغیرہ یہ ہے کہ خلیفہ اول ملک یمن کو گئے تھے وہاں ایک پیر روشن ضمیر، تین سونوے سال کے بوڑھے نے ان کو ظہورِ اسلام کی خبر دی اور قبولِ اسلام ومتابعتِ رسولِ انام کی تاکیدِ بلیغ فرمائی چنانچہ ابوبکر مکہ میں واپس آئے تو اپنے دوست آشناؤں سے پوچھا کہ یہاں کوئی امرِ جدید حادث ہوا ہے انھوں نے کہا ہاں یتیم ابوطالبؑ محمد بن عبداللہ دعویٰ نبوت کا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ خدمت بابرکت حضرتِ رسالت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ اسلام قبول کرو آپ سے دلیل وحجت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میری حجت وہی بوڑھا ہے کہ تو نے ملک یمن میں اس سے ملاقات کی پس تمام قصہ اس ملاقات کا من وعن بیان فرمایا۔ **اعتراض** کیا جاتا ہے کہ بوقتِ اسلام امیر المومنینؑ طفلِ صغیر السن تھے۔ پس بچپنے کے اسلام کا کیا اعتبار اور کیا اس پر افتخار۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بوقت بعثتِ پیغمبرِ خدا۔ علی مرتضیٰؑ بموجب روایاتِ صحیحہ واقعی دس سال سے زیادہ کے نہ تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

سَبَقْتُکُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ طُرّاً
غُلَاماً مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلْمِیْ

جس کا ترجمہ مولوی کریم الدین پانی پتی مترجم تاریخ ابوالفداء نے اردو میں اس طرح پر کیا ہے۔

مسلمان میں ہوا ہوں سب سے پہلے ور آنحالیکہ نا بالغ تھا لڑکا

مگر معترضین کو چاہیے کہ یہ اعتراض پہلے تو حق سبحانہ تعالیٰ پر کریں کہ اس نے اپنے نبیؐ کو بچوں کو اسلام کی طرف بلانے پر کس لیے مامور کیا اور پھر حضرت رسولِ خداؐ اس اعتراض کے لیے نہایت ہی موزوں ہیں انھوں نے ایک غیر مکلّف لڑکے کو تکلیفِ اسلام کر کے صرف قبولِ اسلام ہی پر اس سے اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے اس اسلام لانے پر فخر کرتے اور فخر یہ کہتے تھے۔ **ھٰذا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ** یہ ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے۔ فخر کیسا آپ تو اس اسلام کذائی پر اعلیٰ درجہ کا ثوابِ آخرت مترتب فرماتے اور برملا کہتے تھے کہ علیؑ سب سے پہلے حوضِ کوثر پر وارد ہوگا اس لیے کہ وہی سب سے پہلے اسلام لایا ہے۔ اور وہ اس سبقتِ اسلام میں مشابہ اوصیاء انبیاء مثل حضرت یوشع وشمعون کے ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی کتبِ اہلِ سنت سے نقل کیا ہے۔ پس اگر بچپنے کے اسلام کا کچھ اعتبار وافتخار نہ تھا تو کس لیے وہ حضرت ایسا اور ایسا فرماتے تھے خدا اور رسولؐ پر اعتراض وارد ہونے تک بھی امر سہل تھا زیادہ دشواری حضراتِ معترضین

کے لیے آگے چل کر ہے۔ کیوں کہ صحابہ کبار بھی جن میں حضرت انسؓ بن مالک جیسے بزرگانِ مقبولین شامل ہیں آنحضرتؐ کے اس بچپنے کے اسلام کو معتبر رکھتے اور فضائل ومناقب اس جناب سے شمار کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت ازل سے بندۂ خاصِ خدا۔ مقبولِ بارگاہِ کبریا خطا وعصیاں سے بری برادر ونفسِ رسولِ عربی۔ دیگر انبیا کے صفات کے جامع وحاوی تھے۔ ان میں آدمؑ کا علم' نوحؑ کا تقویٰ' ابراہیمؑ کی خُلّت موسیٰؑ کی ہیبت' عیسیٰؑ کی عبادت جمع تھی۔ ان کی طینت پاک' ان کی خلقت نورانی' ان کا علم علمِ لدنی و وہبی' ان کے لیے آفتاب نے رجعت قہقری کی ان کی خاطر آسمان سے تلوار اتری۔

خدا نے تیغ دی احمدؐ نے دختر
علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر

پس آپ کا اسلام وایمان باپ کی پیٹھ میں ہو' یا ماں کے پیٹ میں لڑکپن میں ہو' یا جوانی وپیری میں اعلیٰ درجہ کا ایمان' کمالِ ایقان واصلِ عرفان تھا۔

روضۃ الواعظین وغیرہ کتبِ معتبرہ میں ابوسعید حذری سے روایت ہے کہ ایک بار سلمانِ فارسیؓ وابوذرِ غفاری مع دیگر اجلہ صحابہ کے خدمتِ بابرکت حضرتِ رسالت پناہ میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوئے کہ ہم آپ کے پسرِ عم علیؑ ابن ابی طالب کے حق میں کچھ لوگوں سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو ہم کو ایذا دیتی اور اندوہ گیں کرتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ علیؑ کو سبقتِ اسلام میں کیا فخر وفوقیت ہے حالانکہ وہ لڑکپن میں اسلام لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے کتبِ سابق میں پڑھا ہے کہ ابراہیمؑ پیدا ہوئے تو اپنے منہ اور سر پر ہاتھ پھیرا اور شہادت دی وحدانیتِ خدا کی اور پارچہ اٹھا کر سترِ عورتیں اپنا کیا۔ پس نظر کی طرف آسمان وزمین کے اور عبرت پکڑی اس سے اور اتمامِ حجت کیا ان لوگوں پر کہ ستاروں کو پوجتے تھے اور اپنا پروردگار ان کو خیال کرتے تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں اس کی خبر دی ہے اور نیز تم جانتے ہو کہ فرعون حضرتِ موسیٰؑ کی جستجو میں زنانِ حاملہ کے شکم چاک کراتا تھا۔ موسیٰؑ پیدا ہوئے تو اپنی ماں سے کہا کہ مجھ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دو۔ مادرِ موسیٰؑ بچے کی باتیں سن کر حیران تھی۔ اور غرق ہونے سے ڈرتی تھی۔ موسیٰؑ نے کہا اے مادرِ گرامی خوف نہ کرو کہ حق تعالیٰ ستر روز کے عرصے میں مجھ کو تمھاری طرف پھیر لاوے گا۔ لہٰذا انھوں نے صندوق میں رکھ کر ان کو دریا میں بہا دیا اور وہ حضرت حسبِ وعدہ اتنے ہی عرصہ میں اپنی ماں کے پاس واپس آ گئے۔ اور نیز تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم نے جس طرح پر کہ قرآن میں ہے بوقتِ ولادت اپنی ماں کے ساتھ باتیں کیں اور گہوارہ میں ان سے کہا انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیًا یعنی میں بندۂ خدا ہوں اس نے

مجھ کو کتاب دی ہے اور نبی مقرر کیا۔ پھر تین روز بعد ولادت کے حق تعالیٰ نے ان کو کتاب و پیغمبری عطا کی اور نماز و زکوٰۃ کی وصیت فرمائی۔ علیٰ ہذا تم سب کو معلوم ہے کہ باری تعالیٰ نے مجھ کو اور علیؑ کو ایک نورِ واحد سے پیدا کیا ہے۔ ہم پشتِ آدم میں تسبیح و تقدیس حق سبحانہٗ تعالیٰ کرتے تھے پس منتقل ہوئے پشت ہائے مردان سے طرف رحم ہائے زنان کی کہ لوگ ہمیشہ آوازِ تسبیح و تقدیس کو ہم سے سنتے تھے۔ اور ہمارے باپوں اور ماؤں کی پیشانی پر ہمارے نور کو بچشم ظاہری معائنہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ پشتِ عبدالمطلب میں پہنچ کر اس نور کے دو حصے ہو گئے نصف میرے باپ عبداللہ کی پیٹھ میں گیا اور نصف چچا ابو طالبؑ کی پیٹھ میں چنانچہ ہمارا نور ان کی پیشانیوں میں چمکتا تھا۔ بحدیکہ قریش میں بیٹھتے تو اس نور کی وجہ سے علیحدہ پہچانے جاتے۔ جانورانِ صحرا اور درندگان تک ان پر سلام کرتے تھے۔ جس وقت علیؑ متولد ہوئے تو جبرئیل امین مجھ پر نازل ہوئے اور پیغامِ الٰہی پہنچایا کہ حق تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور مبارک باد دیتا ہے۔ ولادت پر تمھارے بھائی علیؑ کی اور فرماتا ہے کہ وقت آیا ہے کہ تمھاری پیغمبری ظاہر، وحی آشکار، رسالت ہویدا ہو، میں تم کو اس سے قوت دوں گا اور تمھارا نام بلند کروں گا وہ تمھارا بھائی اور وزیر، وشبیہ و تمھارا جانشین ہے۔ پس جاؤ اور بدست راست اس کا استقبال کرو۔ بہ تحقیق کہ وہ سرگردہِ اصحاب میں ہے اور اس کے شیعہ و دوست، روسفید، ودوست و پا سفید، و روشن ہوں گے۔ حضرتِ رسولؐ فرماتے ہیں کہ میں یہ پیغام بشارت انجام سن کر اٹھا اور ابو طالبؑ کے گھر گیا۔ علیؑ نے مجھے دیکھا تو کہا **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** پس صحفِ آدمؑ، وشیثؑ، وصحفِ ابراہیمؑ، وتوریتِ موسیٰؑ وانجیل عیسیٰؑ کو تلاوت کرنے لگے۔ اس طرح پر کہ اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو اقرار کرتے کہ علیؑ ان کتابوں کو ہم سے بہتر جانتا ہے پس قرآن کی تلاوت کی بغیر اس کے کہ مجھ سے اس کو سنا ہو اور میرے ساتھ باتیں کیں جس طرح کہ انبیا واوصیا باہم باتیں کرتے ہیں بعد ازاں حالتِ طفولیت کی طرف رجوع کیا۔ پس یہی حال ہے گیارہ اماموں کا اولادِ علیؑ سے پس فرمایا حضرت رسالت نے کہ تم لوگ اہل شرک ونفاق کی باتوں سے آزردہ نہ ہو چونکہ تم صاحبانِ یقین ہو، تم کو ان باتوں کی پروانہیں۔ بعد ازاں دیگر فضائل ومناقب حضرت مظہر العجائب والغرائب کے بیان فرمائے۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا شکر ہے حق تعالیٰ کا کہ ہم رستگاروں سے ہیں حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا بے شک تم رستگاروں سے ہو، اور بہشت ہمارے اور تمھارے لیے خلق ہوا ہے۔ جیسا کہ جہنم ہمارے دشمنوں کے لیے خلق ہوا ہے۔

تمکنِ امیر المومنینؑ بہ رؤساء اور وزارت وخلافتِ سید المرسلینؐ سنی وشیعہ نے بروایتِ کثیرہ نقل کیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ نزولِ وحی کے بعد تین سال تک خاموش تھے۔ یعنی اعلانِ رسالتؐ نہ فرماتے تھے بعد ازاں یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ **وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ** وبقرأت اہلِ بیت علیہم السلام **وَرَهْطَكَ مِنْهُمْ**

الْمُخْلَصِیْنَ یعنی اے محمدؐ اپنے رشتہ داروں کو کہ نزدیک ترین ہیں اور گروہِ مخلصین کو ڈرا اور خوفِ آخرت دلا۔ پس حضرت ہدایتِ قوم پر آمادہ و کمربستہ ہوئے۔ حضرت امیر المومنینؑ کو حکم دیا کہ ایک صاع گندم لے اور نان تیار کر اور ایک ران گوسفند پکا اور ایک پیالے میں دودھ مہیا کر اور تمام اولادِ عبدالمطلب کو امر کر کہ ضیافت کھانے کو خانۂ ابوطالب میں جمع ہوں حضرت امیر المومنینؑ نے سب سامان درست کر کے ان کو کہلا بھیجا کہ کل صبح تمھاری دعوت ہے یہ لوگ چالیس مرد یا قدرے کم و بیش تھے۔ ابولہب نے کہا محمدؐ چاہتا ہے کہ طعامِ قلیل سے ہم کو سیر کرے حالانکہ ہر ایک ہم میں سے ایک بکرا سالم کھا جاتا ہے اور ایک بڑا پیالا دودھ کا پی لیتا ہے تب بھی سیر نہیں ہوتا۔ الغرض دوسرے دن سب لوگ خانۂ ابوطالب میں جمع ہوئے حضرت کے چچا ابوطالبؑ و عباسؓ و حمزہؓ و ابولہب بھی وہاں آئے تو سب نے بطریقِ جاہلیت سلام کیا۔ حضرت نے بہ تحیہ اسلام جواب دیا یہ امر ان کو ناگوار معلوم ہوا اور خلاف اپنے رسم و قاعدہ کے سلام پسند نہ آیا۔ امیر المومنینؑ نے شوربے میں روٹی بھگو کر ثرید بنایا۔ اور دودھ کا پیالہ سب کے آگے لا رکھا حضرت رسولِ خداؐ نے اپنے دست ہائے مبارک کو کھانے پر رکھا پھر فرمایا بسم اللہ کرو۔ اور بنامِ خدا نوشِ جان فرماؤ یہ دوسری بات تھی کہ ان لوگوں پر گراں گزری کہ بجائے بتوں کے نامِ خدا کا امر کیا۔ مگر زیادہ بھوکے تھے کھانے میں مصروف ہوئے۔ سب کے سب کھا کر سیر ہو گئے لیکن کھانا ہنوز بدستور موجود تھا۔ اور کچھ اس میں سے کم نہ ہوا تھا۔ حضرت رسولِ خداؐ چاہتے تھے کہ کلام شروع کریں مگر ابولہب نے سبقت کر کے کہا دیکھا تم نے کہ تمھارے صاحب نے تم پر کیا جادو کیا کہ طعامِ قلیل سے تم کو سیر کر دیا اور کھانا ہنوز باقی ہے چونکہ اس مردود نے حضرت کو جھوٹا اور جادوگر کہا تھا لہٰذا حضرت نے اس روز کلام نہ کیا یہ لوگ جیسے آئے تھے۔ ویسے ہی لوٹ گئے پس حضرت نے فرمایا علیؑ دیکھا تو نے کہ اس مردود نے کیسی سبقت کی میں نے اسی وجہ سے کلام نہیں کیا۔ تم کل پھر اسی قدر طعام مہیا کرو اور لوگوں کو بلاؤ تا کہ اپنی رسالت کو ان تک پہنچاؤں اور حجت تمام کروں۔ دوسرے روز پھر امیر المومنینؑ نے طعام ترتیب دیا اور اس گروہ نے حسبِ دلخواہ سیر ہو کر کھایا۔ اس وقت حضرت رسولِ خداؐ نے ارشاد کیا اے اولادِ عبدالمطلب میں گمان نہیں کرتا کہ عرب سے کوئی شخص اپنے قوم و قبیلہ کے لیے ایسی شے لایا ہو جو بہتر ہو اس سے جو میں تمھارے لیے لایا ہوں۔ بہ تحقیق کہ میں بھلائی دنیا اور آخرت کی تمھارے لیے لایا ہوں دنیا میں خزانے کسریٰ و قیصر کے حق تعالیٰ تمھارے لیے کھول دے گا اور آخرت میں جنتہ الخلد تمھارا مسکن و مقام ہوگا اگر وحدانیتِ خدا اور میری رسالت کا اقرار کرو ایُّہا النّاس اگر میں تم کو خبر دوں کہ تمھارا دشمن اس پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا تاک لگا رہا ہے کہ صبح و شام میں تمھارے اوپر آن پڑے تو تم اس امر میں میری تصدیق کرو گے یا جھٹلاؤ گے سب نے کہا کہ تصدیق کریں گے اس لیے کہ تم ہمارے درمیان میں راست گو ہو۔ آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ کسی کا خیر خواہ

اس کے ساتھ دروغ گوئی نہیں کرتا۔ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو پیغمبری خلائق پر بھیجا ہے اور امر کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز واقربا کو اسلام کی طرف دعوت کروں اور عذابِ آخرت سے ان کو ڈراؤں تم میرے قریبی رشتہ دار ہو جو طعام کہ تم نے ابھی یہاں پر کھایا اس میں میرا معجزہ دیکھ لیا وہ مائدہ بنی اسرائیل سے کمتر نہیں جو اس کو کھا کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا۔ حق تعالیٰ اس کو عذابِ شدید میں مبتلا کرے گا اے پسرانِ عبدالمطلب تم پر مخفی نہ رہے کہ پروردگارِ عالم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔ اِلّا یہ کہ اس کے اہل سے ایک شخص کو اس کا بھائی ووصی ووارث مقرر نہ فرمایا ہو پس جو کوئی تم میں سے سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے گا وہی میرا بھائی ووارث ووصی وخلیفہ ہوگا اور وہ مرتبہ اس کا ہوگا جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھا۔ پس کون تم میں سے پیش قدمی کرتا ہے میری بیعت پر تا کہ میرا معین ومددگار رہو میرے مخالفوں پر اور میرا بھائی اور وصی وخلیفہ ہو اور وہی میری طرف سے تبلیغِ رسالت کرے اور میرے قرضوں کو ادا اور میرے وعدوں کو وفا فرمائے۔ حضرت اس وقت یہ باتیں کرتے تھے اور حاضرین جوں نقشِ دیوار ساکت تھے جب آپ نے کلام کو تمام کیا تو امیر المومنینؑ اٹھے اور عرض کی میں آپ سے بیعت کرتا ہوں جس شرط پر کہ آپ چاہیں۔ جو حکم آپ کریں گے اطاعت کروں گا۔ حضرت نے فرمایا بیٹھ جا کہ شاید جو لوگ سن میں تجھ سے بڑے ہیں ان میں سے کوئی اٹھے اور دوبارہ اس کلام شریف کا اعادہ فرمایا۔ مگر سب خاموش تھے کشف الغمہ میں ہے کہ ابوطالبؑ نے مصلحت نہ جانا کہ برملا اظہارِ اسلام کر کے بیعت کریں کہ مبادا لوگ ان سے منحرف ہو جائیں اور ان کی قوت وشوکت گھٹ جائے اور آپ کی حمایت و حفاظت اچھی طرح نہ کر سکیں۔ علیٰ ہذا حمزہؓ وجعفرؓ وعباسؓ وغیرہ کہ یہ دل اس طرف مائل تھے عداوتِ قریش کے سبب خاموش رہے۔ باقی اپنے کفر پر مصر تھے۔ پس ابوطالبؑ نے کہا اے فرزند جو کچھ تم کہتے ہو راست ودرست ہے۔ اِلّا میں مردِ سن رسیدہ ہوں میری عمر تمام ہو چکی میری خدمت یہ ہے کہ شرِ اعدا سے تمھاری حفاظت کروں تم جس بات پر حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو اس میں مشغول رہو۔ غرض امیر المومنینؑ پھر اٹھے اور وہی کلمات عرض کیے جو پیشتر عرض کیے تھے۔ تیسری مرتبہ حضرت رسولِ خداؐ نے علیٔ مرتضیٰ کو اپنے قریب بلایا اور ان سے بیعت لی اور آبِ دہانِ مبارک اپنا ان کے منہ پر ڈالا۔ اور درمیان دو بازو اور سینہ کے چھڑکا ابولہب نے کہا خوب بدلا دیا تو نے اپنے بھائی اور اپنے ابن عم کو جس نے تیری اجابت کی کہ اس کا منہ تھوک سے بھر دیا۔ حضرت نے فرمایا بلکہ میں نے اس کو علم وحلم وفہم سے مملو کیا ہے۔

بروایت ابوالفدا امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں آپ کے دشمنوں کے نیزہ لگاؤں گا اور آنکھیں ان کی پھوڑوں گا اور شکم ان کے چاک کروں گا اور ٹانگیں ان کی قطع کروں گا اور آپ کا وزیر ہوں گا۔ حضرتؐ نے علیٔ مرتضیٰ کی گردن پر دستِ مبارک رکھ کر ارشاد کیا کہ یہ ہے میرا بھائی اور وصی اور میرا خلیفہ تمھارے درمیان اس کی سنو اور اطاعت

کرو یہ سن کر سب لوگ از روئے تمسخر ہنس کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالبؑ سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت قبول کرو تم کو یہ حکم ہوا ہے۔ **شیخ** مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں بعد نقلِ روایتِ ہذا فرماتے ہیں کہ یہ ایک منصبِ عظیم الشان ہے۔ مخصوص امیر المومنینؑ کے لیے کہ کسی مہاجر و انصار و دیگر مسلمان کو اس میں دخل و شرکت نہیں اور کوئی اس اونچے مقام میں آنحضرتؐ کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ حدیث سے نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ آنحضرتؑ کی وجہ سے تبلیغِ رسالت واجرا اسلام و اظہارِ دعوت پر متمکن ہوئے۔ اگر امیر المومنینؑ نہ ہوتے تو اثباتِ ملت' واستقرارِ شریعت' و اظہارِ رسالت کی کوئی صورت نہ تھی۔ پس علی علیہ السلام ناصرِ اسلام و وزیر داعی الی الاسلام بحکمِ ایز دعلاّم ہیں حضرتِ رسولؐ نے آپ کی ضمانت وحمایت سے امورِ رسالت کو تمام کیا۔ پس یہ ایک فضیلت ہے کہ پہاڑ اس کے ہم وزن نہیں ہو سکتے اور اس کی قدر و منزلت جملہ فضائل و مناقب سے بڑھ کر ہے۔ **معراج**: معراجِ جسمانی حضرت رسالت پناہ کو بنا بر مشہور قبلِ ہجرت مکہ معظّمہ میں ہوئی جبرئیل امین بُراقِ بہشت آپ کے واسطے لائے اور اس پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس پھر بیت المعمور پر لے گئے۔ سات آسمان' عرش و کرسی کی سیر فرمائی ارواحِ انبیا واہلِ ملاءاعلیٰ سے ملاقات کی۔ بہشت و دوزخ کا معائنہ کیا۔ اعلیٰ مراتب' قرب ونزدیکی حضرت باری تعالیٰ کو پہنچے مرتبہ قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہوئے۔ شرفِ مکالمہ و مناجاتِ رب الارض والسمٰوات سے مشرف ہوئے۔ پھر اسی رات کو مکہ مشرفہ کو واپس تشریف لائے۔ یہ قصہ بہت طول طویل ہے۔ اس کتاب میں چونکہ مقصود بیانِ حالاتِ امیر المومنینؑ ہے۔ اس لیے یہاں پر اس سے چند روایتیں نقل ہوتی ہیں جو آنحضرتؐ سے علاقہ رکھتی ہیں۔ اور جن سے شرف و بزرگواری آپ کی ظاہر ہے۔ **واضح** رہے کہ شبِ معراج حق تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰؐ کو خلافت و امامت امیر المومنینؑ کی تاکیدِ بلیغ فرمائی اور مراتب و مدارج آنحضرتؐ کے بضمن مراتب و مدارج حضرت خاتم المرسلین پہلے سے زیادہ ظاہر و روشن ہوئے۔ **مروی** ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ کسی آسمان سے نہیں گزرتے تھے اِلّا یہ کہ فرشتے وہاں کے آنحضرتؐ پر سلام کرتے اور حالِ امیر المومنینؑ ان سے دریافت کرتے۔ اور کہتے کہ جب آپ واپس دنیا میں جائیں تو سلام و نیاز ہمارا آنحضرتؑ کو پہنچائیں حضرت رسول خداؐ نے پوچھا کیا تم علیؑ بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو فرشتوں نے کہا کیوں کر نہ پہچانیں آنحضرتؑ کو حالانکہ حق تعالیٰ نے بروز **اَلَسْتُ** تمھارا اور آنحضرت کا پیمان ہم سے لیا ہے۔ پس ہم ہمیشہ تم پر اور آنحضرت پر صلوات بھیجتے ہیں۔ محمدؒ بن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسندِ معتبر روایت کیا ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جب مجھ کو آسمان پر لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر حجاب ہائے نور تک پہنچا اور شرفِ مناجات وہم کلامیٔ جناب ایزدی پر فائز ہوا تو اس وقت ارشاد ہوا یا محمدؐ میں نے کہا **لبیك** اے میرے پروردگار **وَسَعْدَیْكَ** میں تیرا بندہ ہوں

اور تو بابرکت و بلند رتبہ ہے۔ پس فرمایا حق سبحانہٗ نے جان تو کہ علیؑ بن ابی طالبؑ امام و پیشوا ہے میرے دوستوں کا اور نور ہے میرے اطاعت کرنے والوں کے لیے اور وہ ہے کلمہ کہ لازم کیا ہے میں نے اس کو اہلِ تقویٰ و پرہیزگاری پر۔ پس جس نے اطاعتِ علیؑ کی اس نے گویا میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ پس اس کو خوشخبری دے اس مرتبۂ جلیل کی۔ حضرت رسولؐ خدا زمین پر تشریف لائے تو بشارت دی علیؑ کو اور جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ سربسران سے بیان کیا۔ امیر المومنینؑ نے کہا یا رسول اللہؐ میری قدر اس درجہ کو پہنچی ہے کہ ایسے مکانِ برتر میں مجھ کو یاد کریں حضرت نے فرمایا البتہ اے علیؑ اپنے پروردگار کا شکر بجا لاؤ۔ پس وہ حضرت سجدہ شکر جناب باری عزاسمہ کے لیے جھکے۔ پس حضرت رسول خداؐ نے فرمایا اے علیؑ سجدہ سے سر اٹھا کہ حق تعالیٰ تیرے سبب سے اپنے ملائکہ پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ اور خاصہ و عامہ(۱) روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا یا علیؑ میں نے شبِ معراج تیرا نام چند مقاموں میں اپنے نام کے ساتھ مقرون پایا پس بہ نظرِ غور و تامل اس کو دیکھا۔ اول جب کہ میں بیت المقدس پہنچا تو وہاں صخرہ (سنگِ عظیم) پر لکھا ہوا تھا۔ **لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اَیَّدتُہٗ بوزیرہ** کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے عزوجل کے اور محمد رسول اس کے ہیں تائید کی ہے میں نے ان کی ساتھ ان کے وزیر کے میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ میرا وزیر کون ہے انھوں نے کہا علیؑ بن ابی طالبؑ دوسرے جب سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر عرشِ معلّٰے پر پہنچا تو لکھا دیکھا **انی انا اللّٰہ لاالٰہ الا انا محمد حبیبی من خلقی اید تہٗ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ** بہ تحقیق کہ میں ہوں خدائے بزرگ و برتر اور محمدؐ میرے حبیب ہیں میری خلائق سے نصرت و تائید کی ہے میں نے ان کی ساتھ ان کے وزیر کی۔ تیسرے جب کہ داخلِ جنت ہوا تو دروازۂ جنت پر دیکھا کہ تحریر ہے **لاالٰہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہ بوزیرہ و نصرتہ بہ** بروایت دیگر ساتویں آسمان پر پہنچا تو لکھا تھا۔ **لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علیؑ بن ابی طالبؑ امیر المومنینؑ**۔ اور جب حجاب ہائے نور پر پہنچا تو اسی عبارت کو لکھا دیکھا۔ اور فرمایا حضرت رسولِ خداؐ نے کہ جب شبِ معراج میں پہلے آسمان پر پہنچا تو ایک سفید محل چاندی کا دیکھا کہ دو فرشتے اس کے دروازے پر موکل تھے جبرئیل نے میرے اشارے سے ان سے پوچھا کہ یہ قصر کس کا ہے انھوں نے کہا کہ ایک جوان کا' فرزندانِ ہاشم سے۔ آسمان دوم پر پہنچا تو ایک قصر طلائی سرخ کا نظر آیا وہاں بھی دو فرشتے درِ قصر پر موجود تھے۔ ان سے حال مالکِ مکان کا دریافت کیا تو وہی جواب پایا جو پہلے آسمان پر ملا تھا کہ ایک

(۱) یہ روایت کتاب مودۃ القربیٰ میر سید علی ہمدانی میں درمیان مودۃ ثامنہ کے بھی مذکور ہے ۱۲۔ سنہ عفی عنہ۔

جوانِ ہاشمی کا ہے۔ تیسرے آسمان پر قصر یاقوت سرخ کا، چوتھے پر مروارید سفید کا، پانچویں آسمان پر مروارید زرد کا، چھٹے پر قصر مروارید سبز کا تھا، دو دو فرشتے ہر ایک کے دروازے پر بدستور متعین تھے، ساتویں آسمان پر ایک محل دیکھا کہ اس کی بنیاد نورِ عرشِ الٰہی سے تھی دو فرشتے اس کے دروازے پر بھی نگہبان تھے سب جگہ جبرئیل میرے کہنے سے صاحبِ قصر کا حال ان فرشتوں سے دریافت کرتے اور وہی جواب سنتے تھے جو پہلے اور دوسرے آسمان پر سنا تھا۔ پس اس مقام سے اوپر گیا تا اینکہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا وہاں سے جبرئیل مجھ سے علیحدہ ہو گئے میں نے کہا اے جبرئیل مجھ کو ایسی جگہ تنہا چھوڑتے ہو۔ کہا بحق اس خداوند جلّ وعلا کے جس نے تم کو براستی پیغمبری پر بھیجا ہے کہ یہ مکان جہاں تم پہنچے ہو کوئی نبیٔ مرسل و مَلکِ مقرب یہاں تک نہیں آیا۔ مجھ کو طاقت نہیں کہ ذرا اس سے آگے بڑھوں پس تم کو سپرد بخدا کرتا ہوں پس میں دریائے نور میں داخل ہوا اور امواجِ عظمت و جلال مجھ کو نور سے ظلمت اور ظلمت سے نور کی طرف لے جاتی تھیں تا اینکہ حق تعالیٰ نے اپنے ملکوت سے اس مقام پر ایستادہ کیا جہاں کہ منظورِ الٰہی تھا وہاں آواز آئی کہ اے احمدؐ میری خدمت میں کھڑا ہو۔ رعب سے اس آواز کے لرزہ میرے بدن میں پڑ گیا اور قالب آلودگی دنیا سے خالی کیا' دوبارہ آواز آئی اے احمدؐ میں نے بموجب الہام ربانی عرض کی لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ ندا آئی خداوند جلیل تجھ کو سلام پہنچاتا ہے۔ میں نے کہا وہ جل شانہ سلام ہے اور اسے سلام ہے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں سلام سب کے۔ پس شرفِ مکالمہ و مناجات حضرت قاضی الحاجات سے مشرف ہوا اور ارشاد ہوا کہ زمین پر تو نے کس کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا میں نے عرض کی اپنے پسرِ عم علیؑ بن ابی طالبؑ کو سات مرتبہ ملکوت اعلیٰ سے آواز آئی کہ اے احمد علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ساتھ بہتر سلوک کر اور اس کی حرمت کو نگاہ رکھ پس دیکھا میں نے کہ ساقِ عرش پر لکھا ہے کہ کوئی معبود نہیں میرے سوا اور محمدؐ رسولؐ و پیغمبرؐ میرا ہے' قوت بخشی میں نے اس کو ساتھ علیؑ بن ابی طالبؑ کے پس ارشاد ہوا کہ اے احمد میں نے تیرا نام اپنے نام سے اشتقاق کیا ہے میں ہوں خداوند حمید محمود اور تو محمدؐ ہے اور تیرے ابنِ عم کا نام اپنے نام سے نکالا ہے میں علیٔ اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے، اے ابوالقاسم مراجعت کر در آنحالیکہ ہدایت یافتہ و ہدایت کنندہ ہے۔ خوشا حال تیرا اور اس کا جو تجھ پر ایمان لائے۔ اور تصدیق تیری کرے حضرتِ رسولؐ فرماتے ہیں کہ میں پھر دریائے نور میں غوطہ زن ہوا کہ موجیں اس کی مجھ کو نیچے لاتی تھیں حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ میں جبرئیلؑ کے پاس پہنچا۔ اور جو جو باتیں قابل بیان تھیں ان سے بیان کیں۔ جبرئیلؑ نے کہا تم کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بلفظِ ابوالقاسم کس لیے خطاب کیا میں اس کے جواب میں متامل تھا کہ صدا آئی کہ ہم نے ابوالقاسم تجھ کو اس لیے کہا کہ تو ہماری رحمت کو بروزِ قیامت ہمارے بندوں میں تقسیم کرے گا۔ پس جبرئیل نے کہا گوارا ہو تم کو اے محمدؐ کرامت اپنے پروردگار کی، قسم بخدا، اے حبیب میرے کہ جو

کرامت تم کو عطا ہوئی ہے، کسی کو اس سے پہلے عطا نہیں ہوئی پس جبرئیل میرے ساتھ ہوئے اور میں نے دنیا کی طرف مراجعت کی ساتویں آسمان پر اس قصرِ نورانی کے پاس گزر ہوا تو جبرئیل سے کہا کہ نام اس جوانِ ہاشمی، صاحبِ قصر کا اس فرشتے سے دریافت کر فرشتے نے کہا وہ پسرِ عم محمد مصطفےٰؐ علیؑ مرتضیٰ ہے۔ اسی طرح ہر قصر کے پاس پہنچ کر نام دریافت کرتا تھا اور یہی جواب سنتا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے ندا کی اے محمدؐ تو بندہ میرا ہے' اور میں پروردگار تیرا ہوں' پس خضوع و شکستگی کر میرے لیے' اور عبادت و بندگی میری بجالا' اور اعتماد کر مجھ پر' اور بجز میرے کسی پر اعتماد و بھروسہ نہ کر بہ تحقیق کہ میں نے تجھ کو چنا اور پسند کیا ہے تا کہ میرا بندہ' وحبیب' ورسولؐ و پیغمبرؐ ہو۔ اور تیرے بھائی علیؑ کو چنا اور پسند کیا تا کہ خلیفہ ومقرب ہو' پس وہی حجت میری ہے میرے بندوں پر اور پیشوائے خلق ہے تیرے بعد' اس سے پہچانے جاتے ہیں دوست و دشمن میرے' اور جدا ہوتا ہے لشکر شیطان کا' میرے لشکر سے' برپا ہوگا اس سے دین میرا' اور محفوظ ہوں گے حدود' اور جاری ہوں گے احکام' اور بہ سبب تیرے اور اس کے' اور اماموں کے اس کے فرزندوں سے' میں اپنے بندوں اور کنیزوں پر رحم کروں گا اے محمدؐ جو متابعت کرے تیری پیدا کیا ہے میں نے بہشت کو اس کے واسطے' جیسا کہ جہنم کو تیرے مخالفوں کے لیے پیدا کیا'۔ اور واجب کیا ہے میں نے اپنی کرامت کو تیرے لیے' اور ان کے دوستوں اور شیعوں کے واسطے واجب کیا میں نے ثواب اپنا۔ حضرت رسولِ خداؐ فرماتے ہیں کہ عرض کی میں نے پروردگار میرے مجھ کو نام ان اوصیا کے تلقین فرما' تا کہ ان کو پہچانوں' ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ تیرے اوصیا وہ لوگ ہیں کہ نام ان کے ساق عرش پر لکھے ہیں' پس نظر کر اور دیکھ ان کو' جب میں نے ساقِ عرش کی طرف نگاہ کی تو بارہ نور نظر آئے' ہر ایک نور میں ایک سطرِ سبز تھی اس میں ہر ایک وصی کا نام تحریر تھا' پہلا نام ان میں علیؑ بن ابی طالبؑ اور آخری مہدیؑ ہادی صلوات اللہ علیہ کا تھا' پس فرمایا باری تعالیٰ نے' اے محمدؐ یہ ہیں دوست میرے، اور برگزیدہ میرے، اور حجت میری، میرے بندوں پر، تیرے بعد، اور اوصیا وخلفا میرے ہیں، اور بہترینِ خلق ہیں۔ قسم ہے مجھ کو اپنے عزت و جلال کی کہ میں اپنے دین کو ان سے ظاہر کروں گا' اور اپنے کلمہ کو ان سے بلند گردانوں گا۔ اور آخر ان میں سے کہ مہدی ہے اس کے ذریعہ زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک وصاف کروں گا، مشرق و مغرب پر اس کو تسلط بخشوں گا، ہوا کو اس کا مسخر کروں گا، اور ابر ہائے تیز وتند کو اس کا مطیع فرماؤں گا۔ تا کہ اس پر سوار ہو اور آسمان وزمین میں جس جگہ چاہے جائے' اور مدد کروں گا اس کی اپنے لشکروں سے، پس اس کی سلطنت و امامت کو جاری رکھوں گا۔

وفاتِ ابو طالب علیہ السّلام: منقول ہے کہ جب وقتِ وفات حضرت ابو طالبؑ کا نزدیک آیا تو آپ نے اپنے

دو بیٹوں جعفرؓ و عقیلؓ اور اپنے حقیقی بھائیوں اور چچازاد بھائیوں کو اپنے پاس بلایا اور وصیت کی کہ جناب رسولِ خداؐ کا خیال رکھیں اور حقِ اطاعت ان کا اور علیؑ مرتضٰی کا بجالائیں اور سب نیک کاموں کی ترغیب دلائی اور بری باتوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا بعد ازاں جناب سرورِ کائناتؐ اور امیر المومنینؑ کو بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا' قسم بخدا کہ مجھ پر تمھاری جدائی نہایت شاق ہے میرے بعد کون تمھاری پرستاری کرے گا' پھر سب کو کہا کہ میں تم کو حمایت وحفاظتِ خدا میں سونپتا ہوں وہی تمھاری اعانت فرمائے گا اُس سے بہتر کوئی اپنے بندوں کا حافظ و نگہبان نہیں' بعد ازاں آنکھیں بند کرلیں اور پاؤں پھیلا دیئے اور حالتِ احتضار آنحضرت پر طاری ہوئی' خویش و بیگانے تمام اس غمِ جانکاہ پر گریاں تھے حضرت سرورِ کائناتؐ کہتے تھے اے فرشتگانِ رحمت نرمی و مدارا کرو قبضِ روح میں، میرے چچا کی، جو بجائے باپ کے میری سرپرستی کرتے تھے۔ پس روح ابو طالبؑ کی روضہ رُضوان کو پرواز کرگئی جملہ حاضرین نے تجہیز و تکفین کرکے اس جناب کو دفن کیا۔ حضرت رسولِ خداؐ بکمالِ درد و الم بادیدۂ پرنم فرماتے تھے اے چچا کیا جلدی تمھاری موت آئی رحمتِ خدا ہو تم پر بروزِ ولادت و بروزِ حشر جب کہ تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔ عمر' ابو طالبؑ کی، بوقتِ وفات، بنابر مشہور اسّی سال تھی اور عمر امیر المومنینؑ کی اس وقت بیس سال تھی، اس سے تیسرے روز بروایتے بعد از یک ماہ یا تین ماہ حضرتِ خدیجہؓ نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا اور عمر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اس وقت چھیاسٹھ سال کی تھی۔ یہ دو صدمے عظیم حضرت رسولِ خداؐ کو پے درپے پہنچے' اور آپ نے اسی سبب سے اس سال کا نام عام الحزن' رکھا کیوں کہ چچا و زوجہ دو ناصر و مددگار ہمدم و غمخوار آنحضرتؐ کے اس سال میں راہی ملکِ بقا ہوئے بعد اس کے زیادہ عرصہ آپ مکہ میں نہ ٹھہر سکے اور جو ٹھہرے وہ بھی بکمال شدت و پریشانی ٹھہرے۔

مولف کہتا ہے کہ قبرِ مبارک حضرت ابو طالبؑ و جناب خدیجۃ الکبریٰ کی مکہ، میں اب تک بے گنبد تھی ہمارے اس زمانے سے کچھ پیشتر یعنی اواسطِ تیرھویں صدی ہجری میں جناب مغفرت مآب مرزا جعفر علی فصیح لکھنوی نے کہ آخر ایامِ حیات میں ہجرت کرکے مکہ معظمہ کو چلے گئے تھے بکمالِ جانفشانی مومنینِ خالصین کو ترغیب و تحریص کرکے ان دونوں قبروں کے گنبد تعمیر کرائے گویا تمام شیعوں پر بذلِ احسان کیا، اب مومنینِ نزدیک و دور' آنحضرات کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ بعوض اس کارِ خیر کے مرزا صاحب مرحوم کو جنت الخلد میں گھر عطا فرمادے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے۔

بطحیٰ سے یثرب کی طرف جنابِ رسولِ خداؐ و علیؑ المرتضیٰ کی ہجرت کا ذکر اور جرأت و جانثاری حضرت علیؑ کی : جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ حضرت ابو طالب کہ ایک سردار' صاحبِ جاہ و رفعت' و بارعب

شخص تھے، رحمتِ خدا کی طرف انتقال کر گئے تو مکہ میں کوئی ناصر و مددگار رسولِ مختار کا باقی نہ رہا مگر وہ حضرت باوجود اس کے بھی ادائے فرائضِ رسالت میں سرمو کوتاہی روا نہ رکھتے تھے۔ اعلانِ دین واشاعتِ اسلام و ہدایت انام میں بدستور ساعی و سرگرم تھے۔ اہلِ مکہ کو بکمالِ دل سوزی، وحدانیتِ خدا اور اپنی رسالت کی طرف دعوت کرتے اور حج کے دنوں میں جو لوگ باہر سے آتے ان کو راہِ راست دکھاتے تھے۔ تاانیکہ رفتہ رفتہ حقانی نور در و بامِ مکہ پر چمکنے لگا اور قریش کچھ آپ کی صدق و راستی کے قائل اور ایک ایک دو دو ان میں سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے ادھر شرفاً قبیلۂ اوس و خزرج (۱) سکنۂ مدینہ نے کہ بعد کو انصارِ دین کہلائے مکہ آ کر اسلام قبول کرلیا۔ یہ حالات بالطبع قریش کے غیظ و غضب کے باعث ہو کر طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اور آپ کے اصحاب کو ایذا و آزار دینے لگے۔ حتیٰ کہ مکہ کا قیام آپ پر تنگ آیا اور جور و جفاء قریش سے افسردہ و رنجیدہ ہوئے پس حق تعالیٰ نے وحی کی کہ اے محمدؐ اس شہر سے باہر چلے جاؤ کہ باشندے یہاں کے سخت ستم گار ہیں۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت فرماؤ کہ وہ لوگ تیری نصرت کو آمادہ و تیار ہیں۔

روایت ہے کہ قریش کو جب کوئی مہمِ عظیم درپیش ہوتی تو ایک مکان تھا جس کو دارالندوہ (کمیٹی گھر) کہتے تھے اس میں شوریٰ کے لیے جمع ہوتے، مقرر تھا کہ چالیس سال سے کمتر کا کوئی آدمی اس مجلس میں داخل نہ ہونے پاتا تھا، پس جب کہ دیکھا کہ حضرت رسولِ خداؐ کا کام دن بدن ترقی پر ہے اور اہلِ مدینہ بھی آپ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئے تو وہ طیش میں آ کر دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے۔ ہر قبیلہ سے ایک شخص سن رسیدہ و تجربہ کار نکل کر چالیس مرد، وہاں فراہم آئے، اس وقت شیطانِ لعین بصورت ایک مردِ پیر کے دروازۂ مکان پر آیا دربان نے اس کو روکا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں ایک مرد جہاں دیدہ نجد سے ہوں میں نے سنا ہے کہ تم لوگ اس مرد (محمد مصطفیٰؐ) کے دفع کے لیے جمع ہوئے ہو، آیا ہوں کہ تم کو اپنی رائے صائب سے نفع پہنچاؤں۔ دربان نے اجازت دی شیطان اندر گیا جب سب لوگ اپنے اپنے مرتبہ و مقام پر بیٹھ گئے ابوجہل اٹھا۔ اور کہا اے معشرِ قریش ہم لوگ ملکِ عرب میں ایک خاص توقیر سے ممتاز ہیں ہم مجاورانِ خانۂ خدا ہیں کہ اطرافِ عالم سے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں سال میں دو مرتبہ حج و عمرہ کی تقریب سے خلائق کا یہاں ہجوم ہوتا ہے ہماری عزت و آبرو تمام کی نظروں میں مُسلّم ہے کسی کی مجال نہیں کہ حرمِ محترم میں ہماری طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکے جنگ و جدال کرنا تو کیسا، پس ہم اس شرف و فضیلت کے سزاوار ہیں، اور تھے، حتیٰ کہ محمدؐ بن

---

(۱) اوس و خزرج انصار کے دو بڑے اور مشہور قبیلے ہیں حضرت امیرؑ ان کی مدح میں فرماتے ہیں۔ الاوس والخزرج القوم الذین هم اٰوَوا فاعطُوفَوْق مَاوُ هِبُو یعنی اوس خزرج وہ لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو پناہ دی اور ان کو اس سے بڑھکر عطا ہوا جتنا کہ انھوں نے بخشا تھا۔۱۲۔

عبداللہ نے ہمارے درمیان نشو نما پائی ہم بوجہ اس کی صلاح وتقویٰ وامانت ودیانت کے اس کو امین کے نام سے پکارتے تھے اور وہ ہم میں عزیز وگرامی تھا حتیٰ کہ دعویٰ کیا کہ میں رسولؐ وفرستادہ خدا ہوں اور آسمانی خبریں میرے پاس آتی ہیں پس وہ ہم کو احمق ٹھہرانے لگا اور ہمارے نوجوانوں کو فاسد کرنے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کرنے لگا۔ اب کہتا ہے کہ ہمارے بزرگ اسلاف تمام آتشِ جہنم میں ہیں ہم کو کوئی بات اس سے زیادہ ناگوار نہیں اور ہم ہر طرح اس کے دفعیہ کے خواستگار ہیں میں نے اس کے قتل کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ ایک مرد کو اپنے درمیان سے انتخاب کریں کہ وہ خفیہ جا کر اس کو قتل کرے جب بنی ہاشم اس کے خون کا دعویٰ کریں تو ہم ان کو دس گنا خون بہا دے کر راضی کر لیں۔ شیطان لعین کہ شیخ نجدی کے لباس میں حاضرِ مجلس تھا یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا یہ رائے دور از صواب ہے کوئی تم میں ایسا نہیں کہ اس کام میں اپنی جان دینا گوارا کر سکے اس لیے کہ بنی ہاشم کبھی راضی نہ ہوں گے کہ محمدؐ کا قاتل زمین پر زندہ رہے وہ اپنے ہم سوگندوں بنی خزاعہ سے امداد طلب کریں گے اور جنگِ عظیم تمہارے درمیان برپا ہوگی اور حرمِ خدا میں وہ کشت وخون ہوگا کہ اب تک کبھی نہ ہوا تھا پس عاص ابن وائل وامیہ بن خلف وابی بن خلف نے کہا کہ ہم ایک مکان محکم بنائیں۔ اس میں سوراخ رکھیں اور محمدؐ کو اس میں داخل کر کے دروازہ مسدود کر دیں اور اس کی آب وخورش اس میں ڈال دیں وہاں اپنی موت سے مر جائے گا جیسے کہ زہیر ونابغہ وامرالقیس ہلاک ہوئے۔ شیخ نجدی نے اس کو ناپسند فرمایا پھر عتبہ وشیبہ وابوسفیان نے کہا کہ اس کو اپنے شہر سے نکال دیں اور اپنے خداؤں کی عبادت میں مشغول ہوں۔ یہ صلاح بھی رد کر دی گئی۔ پس جملہ حاضرین حیران تھے سب نے شیطان سے کہا اے شیخ تو اپنی رائے بیان کر اس نے کہا میری صلاح یہ ہے کہ قبائلِ قریش کے ہر ایک قبیلہ سے اور نیز قبائلِ عرب سے جو تمہارے ساتھ اتفاق کریں ایک ایک آدمی لو اور ایک مرد بنی ہاشم سے بھی تمہارے ہمراہ ہو پس سب مصلح ہو کر ایک بار محمدؐ پر جا پڑو اور اس کو قتل کر ڈالو کہ اس طرح سے اس کا خون تمام قبائل میں منتشر ہو جائے گا اور بنی ہاشم کسی خاص ایک شخص سے اس کا دعویٰ نہ کر سکیں گے کیوں کہ تمام قبائل سے مقابلہ کرنا ان کی طاقت سے باہر ہے پس اس وقت اگر دیت طلب کریں گے تو ایک یا دو زیادہ سے زیادہ تین دیت ان کو دے دینا۔ اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور بموجب ایک روایت کے یہ صلاح ابوجہل نے پیش کی تھی اور شیطان نے اس کو پسند کیا تھا۔ بہر حال یہ تجویز پختہ ہو کر مجلس برخاست ہوئی اور ابولہب کو بنی ہاشم میں سے اپنے ساتھ ملایا اور ارادہ کیا کہ رات کے وقت بیت الرسالت پر چڑھائی کریں پس حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے مکر وحیلہ سے آگاہ کیا اور یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ یعنی جب کہ مکر کیا

تجھ سے کافروں نے تا کہ تجھ کو مکان میں قید کریں یا قتل کر دیں یا مکہ سے باہر نکال دیں پس رات ہوئی تو بموجب قرار داد جمع ہو کر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔

منقول ہے کہ جبرئیل نے حضرت رسولِ خداؐ کو مشورہ قریش سے آگاہ کیا اور جانب حق تعالیٰ سے ہجرت پر مامور فرمایا تو آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو طلب کر کے کہا یا علیؑ قریش نے میرے قتل پر اتفاق کیا ہے پس حق تعالیٰ نے مجھ کو ہجرت کا حکم دیا ہے میں آج شب کو غارِ ثور کو جاؤں گا تم کو حکم ہے کہ میری خواب گاہ میں لیٹ جاؤ تا کہ وہ لوگ نہ جانیں کہ میں چلا گیا ہوں پس تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میرے آپ کی جگہ لیٹنے سے آپ سلامت رہیں گے فرمایا البتہ' امیر المومنینؑ یہ سن کر شاد و خنداں ہوئے اور آنحضرت کی سلامتی اور اپنی جاں نثاری پر سجدۂ شکر بجالائے چنانچہ اسی وجہ سے وہ حضرت اس امت میں سب سے پہلے سجدۂ شکر کرنے والے اور پیشانی کو راہِ خدا میں زمین پر رکھنے والے مشہور ہوئے پھر عرض کی آپ مع الخیر تشریف لے جاویں میں خدمت کے لیے بجان و دل حاضر ہوں۔ اور توفیق چاہتا ہوں حق تعالیٰ سے' بروایتِ دیگر حضرت نے فرمایا یا علیؑ آیا راضی ہے کہ کفار مجھ کو طلب کریں اور نہ پائیں اور تجھ کو میری جگہ پر پائیں اور قتل کر دیں امیر المومنینؑ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں راضی ہوں کہ میری جان اور روح آپ پر فدا ہو بلکہ راضی ہوں کہ آپ کے بھائی بند' عزیز قریب' اور اس حیوان پر بھی' جو آپ کے کار آمد ہو اپنی جان فدا کروں میں زندگی صرف اس لیے چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت کروں اور آپ کی امر و نہی بجالاؤں' آپ کے دوستوں کی اعانت اور دشمنوں پر جہاد کروں' ورنہ میں ایک ساعت زندگانیٔ دنیا نہیں چاہتا پس حضرت نے فرمایا اے علیؑ یہ باتیں جو تو نے کہیں تجھ سے پیشتر ملائکہ موکلانِ لوحِ محفوظ نے مجھ سے نقل کیں کہ تو ان کو کہے گا اور نیز انھوں نے کہا کہ حق تعالیٰ اس سبب سے وہ ثواب تجھ کو کرامت کرے گا جو نہ کسی کان نے سنے' نہ کسی آنکھ نے دیکھے' نہ کسی دل پر گزرے ہوں گے پھر فرمایا یا علیؑ خدائے تعالیٰ تجھ پر میری شباہت ڈالے گا میری چادر سبز اوڑھ کر میری جائے خواب پر لیٹ جائیو بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کا بقدر ان کے درجات کے امتحان کرتا ہے اول پیغمبروں کا امتحان کیا ہے اور میرا امتحان تیرے باب میں کیا ہے جیسا کہ ابراہیمؑ و اسماعیل علیہما السلام کا امتحان فرمایا تھا پس دشمنوں کی تلواروں کے نیچے تجھ کو لٹانا میرے نزدیک ابراہیمؑ کے اسماعیل کو ذبح کے لیے لٹانے سے بزرگ تر ہے اور تیرا بطیب خاطر اس پر راضی ہونا اسماعیلؑ کے اپنے پدرِ مہربان کی چھری کے نیچے لیٹ جانے سے عظیم تر۔ پس صبر کر اے برادر کہ رحمتِ خدا نیکوکاروں کے نزدیک ہے پس حضرتؐ نے ان کو سینہ سے لگایا اور رقت اس جناب پر طاری ہوئی امیر المومنینؑ بھی آپ کی مفارقت سے بہت گریاں ہوئے۔ پس رسولِ خداؐ نے آپ کو سپرد بخدا کیا اور جبرئیل کے

ساتھ باہر آئے قریش اس وقت گھر کے گرد محاصرہ کیے کھڑے تھے آپ نے سورہ یٰسین کو تا فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ تلاوت کیا اور ایک مشتِ خاک اٹھا کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوهُ کہ بگڑ جائیں یہ چہرے جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسی بے حیائی سے پیش آئیں حق تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا کہ وہ حضرت ان کے درمیان سے صاف نکل گئے اور قریش اپنے سروں سے خاک جھاڑتے رہ گئے منقول ہے کہ جن لوگوں کے سروں پر یہ مشتِ خاک پہنچی وہ سب بروز جنگِ بدر مارے گئے پس حضرت رسولِ خداؐ غارِ ثور کی طرف متوجہ ہوئے راستہ میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت کو جاتے دیکھا کچھ سوچ سمجھ کر آپ کے پیچھے ہو لیے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت بگمان اس کے کہ کفارِ قریش سے کوئی آتا ہے تیز و تند چلے اور پائے مبارک ایک پتھر پر لگا اور مجروح ہو کر خون اس سے رواں ہوا اور تسمہ جوتی کا ٹوٹ گیا حضرت ابوبکرؓ قریب حضرت کے پہنچے اور ساتھ ہو گئے ابن ابی ہالہ بھی ساتھ گیا تھا مگر اس کو کسی کام کے لیے واپس کیا اور آپ مع حضرت ابوبکرؓ داخل غار ہوئے۔

اب حضرت امیر المومنینؑ کا حال سنیئے: وہ جنابِ رسولِ خداؐ کی سبز چادر اوڑھے لیٹے تھے چونکہ دیواریں مکان کی بہت بلند نہ تھیں کفارِ قریش باہر سے آپ کو دیکھتے اور گمان کر کے کہ حضرت رسولِ خداؐ ہیں پتھر ان کی طرف پھینکتے تھے پس آیہ شریفہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ آپ کی شان میں نازل ہوئی۔ ترجمہ آدمیوں سے وہ شخص ہے جو اپنی جان کو طلبِ رضا و خوشنودی حق تعالیٰ کے لیے فروخت کرتا ہے سنی و شیعہ نے روایت کی ہے کہ آیہ مذکورہ حضرت امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ثعلبی و احمد حنبل و غزنوی وغیرہ مفسران و محدثان سنیان و نیز مفسران و محدثان شیعہ نے نقل کیا ہے۔

خداوندِ تعالیٰ کا امیر المومنینؑ پر ملائکہ مقربین کے سامنے فخر کرنا: اس رات کو جب کہ امیر المومنینؑ خوابِ گاہ رسالت پناہ میں لیٹے تو حق تعالیٰ نے جبرئیل و میکائیل سے کہا کہ میں نے تم دونوں میں سلسلۂ اخوت و برادری قائم کیا اور تم میں سے ایک کی عمر بہ نسبت دوسرے کے دراز مقرر کی پس کوئی تم میں سے قبول کرتا ہے کہ اس کی عمر کوتاہ اور اس کے بھائی کی عمر دراز ہو یعنی اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کرے، کسی نے بخوشی خاطر اس کو قبول نہ کیا پس حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ کیوں مثل علیؑ ابن ابی طالبؑ کے نہیں ہوتے کہ میں نے اس کو محمدؐ کا بھائی قرار دیا اور رابطۂ اخوت ان کے درمیان قائم فرمایا۔ پس وہ محمدؐ کے دشمنوں میں لیٹا ہے اور اپنی جان کو اس پر فدا کرتا ہے۔ زمین پر جاؤ اور نظر کرو حالِ علیؑ پر اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو پس دونوں فرشتے زمین پر آئے اور جبرئیل آنحضرتؐ کے سر کے پاس اور میکائیل پاؤں کے پاس بیٹھے اور مبارک باد دیتے تھے اس جناب کو اور کہتے تھے اے پسر ابوطالب کون

تمھاری مانند ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ تمھارے سبب سے ملائکہ آسمان کے سامنے فخر و مباہات کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے آیہ مذکورہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل کی اور اخطب خوارزم نے کہ محدثینِ اہل سنت سے ہے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا جس شب میں غار میں داخل ہوا اس کی صبح کو جبرئیلؑ امین خوشی خوشی میرے پاس آئے میں نے سبب اس مسرت و شادی کا دریافت کیا' تو انھوں نے کہا کیوں کر خوش نہ ہوں حالانکہ دیکھا میں نے کہ حق تعالیٰ نے تمھارے بھائی اور وصی اور تمھاری امت کے امام کی عبادت کو پسند کیا اور اس سے فرشتوں پر مباہات فرمائی کہ اے ملائکہ نظر کرو میرے ولی کی طرف جو زمین پر میرے پیغمبر کے بعد میری حجت ہے کہ کس طرح اپنی جانِ گرامی کو اپنے پیغمبر پر فدا کرتا ہے اور شکرانہ پر اس نعمت میں منہ کو خاک پر رکھا ہے پس گواہ کرتا ہوں تم کو کہ وہ پیشوائے خلق اور مولائے جمیع مخلوقات ہے۔

القصہ قریش چاہتے تھے کہ خانہ آنحضرتؐ میں گھس جائیں مگر ابولہب نے اس سے منع کیا کہ اس میں عورات و اطفال بے خطا ہیں ممکن ہے کہ تاریکیٔ شب میں خطا واقع ہو اور کوئی ان میں سے ہلاک ہو جائے پس بہتر ہے کہ رات کو حراست رکھیں طلوع صبح پر داخل خانہ ہوں جس وقت صبح طالع ہوئی تو کفار یکبار تلواریں کھینچ کر امیر المومنینؑ کی طرف دوڑے خالد بن ولید سب کے آگے تھا حضرت نے جو یہ دیکھا تو اٹھ کر ان کے مقابل ہوئے اور ہاتھ خالد کا مروڑ کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی وہ مثلِ شتر فریاد کرتا تھا اور وہی تلوار لے کر قریش پر حملہ کیا وہ بھاگے مگر جب معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ ہیں تو کہنے لگے کہ ہم کو تجھ سے کچھ کام نہیں محمدؐ کہاں ہے۔ اس کا نشان بتلا دے حضرت نے فرمایا کیا تم نے ان کو میرے سپرد کیا تھا کہ مجھ سے دریافت کرتے ہو۔ تم ان کو یہاں سے نکالنا چاہتے تھے۔ وہ خود نکل گئے۔ ابوجہل نے کہا اس بے چارے کو کچھ نہ کہو کہ یہ محمدؐ کے دامِ فریب میں پھنسا ہے وہ اس کو اپنی جگہ پر چھوڑ گیا ہے کہ خود چھوٹ جائے اور یہ ہلاک ہو۔ قطبِ راوندی نے روایت کی ہے کہ ابنِ الکوی خارجی نے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں تھے جب کہ ابوبکرؓ حضرت کے ساتھ غار میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت آنحضرتؐ کی خواب گاہ میں لیٹا اپنی جان کو ان پر فدا کرتا تھا۔ جب قریش حربہ و ہتھیار لے کر اندر آئے اور حضرت کو وہاں نہ پایا۔ تو با کمالِ قہر و طیش مجھ کو پکڑا اور آزار کرنے لگے۔ پھر زنجیروں میں باندھ کر ایک مکان میں قید کیا اور دروازہ پر قفل لگا کر ایک عورت کو نگہبانی پر چھوڑا اور وہاں سے چلے گئے۔ پس میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے "یا علی سنئے اس آواز کے تمام درد و کلفت مجھ سے زائل ہوگئی۔ پھر دوسری آواز کان میں آئی۔ اس وقت تمام زنجیریں جو مجھ پر لپٹی تھیں ٹوٹ کر علیحدہ جا پڑیں۔ تیسری بار آواز آئی "یا علیؑ" فوراً دروازہ مکان کا کھل گیا اور میں باہر نکل آیا بہرکیف جب کفارِ

مکہ کو معلوم ہوا کہ حضرت رسولِ خداؐ ان سے پوشیدہ ہو گئے ہیں۔تو ہر طرف آپ کی تلاش میں پھرنے لگے۔ابوجہل نے منادی کرائی کہ جو شخص محمدؐ کو پکڑ کر لائے یا اُس کا نشان ہم کو بتلائے تو سو اونٹ اس کو اپنے مال سے دوں گا۔پس ایک مرد کھوجی کو لائے اس نے نقشِ قدم آنحضرتؐ کے پہچاننے اور غارِ ثور تک سراغ آپ کا پہنچایا۔غار پر پہنچے تو مکڑی نے بحکم خدا غار پر جالا تن دیا تھا۔اور کبوتر نے آشیانہ بنا کر انڈے دیے تھے۔قریش وہاں پر پہنچے تو کبوتر اپنے آشیانے سے اڑا۔یہ حالات دیکھ کر انھوں نے کہا کہ محمدؐ یہاں ضرور آیا ہے مگر غار میں نہیں گیا۔اگر غار میں جاتا تو جالا مکڑی کا سلامت نہ رہتا اور پرندے اڑ جاتے۔پس یا تو یہاں سے آسمان کو اڑ گیا ہے یا زمین میں چلا گیا ہے۔براوایتِ دیگر منہ اس غار کا تنگ تھا حضرتِ رسولِ خداؐ وہاں تشریف لائے تو بحکمِ الٰہی اس قدر کشادہ ہو گیا کہ حضرت مع اونٹ اس میں داخل ہوئے پھر ویسا ہی تنگ ہو گیا جیسا کہ تھا۔اور امرِ خدا سے ایک درخت اس کے منہ پر اگا اور کافی بلند ہو گیا۔پس کفار سرِ غار پر حیران کھڑے تھے۔حضرت ابوبکرؓ کہ حضرت کی رفاقت میں غار میں تھے۔خوف و ہراس ان پر طاری ہوا۔جوں جوں یہ لوگ باتیں کرتے تھے۔ان کا شدتِ اضطراب سے حال دگرگوں ہوا جاتا تھا۔اس وقت ایک شخص کفار سے غار کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے بیٹھا۔ابوبکرؓ نے کہا اس مرد نے ہم کو دیکھ لیا ہے۔حضرت رسالت پناہ نے فرمایا ہرگز نہیں دیکھا۔دیکھ لیتا تو ہمارے سامنے ستر برہنہ نہ کرتا۔غرض حضرت سمجھاتے اور تسلی دیتے تھے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور اُن کے غم و اضطراب میں ذرا کمی نہ ہوتی تھی۔چنانچہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں اس کی خبر دیتا ہے۔**اِذا اَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا**۔ یعنی جب کہ نکالا اس کو کفار نے درآنحالیکہ وہ دوسرا تھا جو کہ کہتا تھا۔اپنے ہمراہی کو غمگین نہ ہو، کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔پیغمبرِ خداؐ کے بار بار فہمائش کرنے کے باوجود تسلی نہ پاتے تھے اور ڈرتے اور گھبراتے تھے بخلاف امیر المومنینؑ کے کہ سینکڑوں تلواروں کے تلے لیٹے ذرا پروانہ کرتے اور اپنی جان کو فدائے رسول الانس والجان فرماتے تھے۔الغرض اس سے آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔**وَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا** یعنی اور نازل کیا حق تعالیٰ نے سکینہ اپنا پیغمبر پر اور مدد کی اس کی لشکروں کے ساتھ جن کو تم نہ دیکھتے تھے۔

حضرت رسولِ خداؐ کی مدینہ منورہ کی طرف روانگی: بالجملہ حضرت رسولِ خداؐ تین روز غارِ ثور میں رہے حضرت امیر المومنینؑ رات کے وقت حاضرِ خدمت ہوتے اور آب و طعام و دیگر ضروریات آپ کے لیے بہم پہنچاتے۔تیسری شب کو جس کی صبح کو ارادہ روانگی مدینہ کا تھا' دو شتر' حضرت کے اور ابوبکرؓ کی سواری کے لیے' روانگی مدینہ منورہ کی طرف' لے گئے۔یہ دونوں اونٹ آنحضرتؐ کی ملکیت خاص سے تھے۔مگر مدارج النبوۃ سے معلوم

ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے تھے انھوں نے چار سو درہم بقولے دیگر آٹھ سو درہم کو خرید کیے تھے۔ اس وقت آگے لائے تا کہ ان میں سے ایک قبول کریں آپ نے ایک کو بشرطِ بیع قبول کیا حضرت ابو بکرؓ نے وہ آنحضرتؐ کے ہاتھ نو سو درہم پر فروخت کیا القصہ مکہ میں لوگ حضرت رسولِ خداؐ کو بوجہ آپ کی امانت و دیانت کے ابتدا سے معتمد و معتبر سمجھتے تھے اور بنامِ ابوالقاسم امین موسوم کرتے تھے۔ اسی لیے بہت سا مال مکہ والوں کا اور دیگر لوگوں کا کہ بیرونجات سے کہ حج کے لیے آتے تھے۔ آپ کے پاس امانت تھا بنا برایں حضرت امیرؑ کو ہمراہ نہ لیا' اور امر کیا' کہ مکہ میں ٹھہر کر تمام امانات کو جو آپ کے ذمے واجب الادا تھیں ادا کریں اور شب و روز منادی کریں کہ جس کی کوئی امانت ہو حاضر ہو کر وصول کر لے اور کہہ دیا کہ جو امانتیں واپس وصول کریں علانیہ سب کے روبرو کریں کہ پھر کسی کو جائے کلام باقی نہ رہے۔ پھر فرمایا اے برادر میں تم کو اپنی دختر نیک اختر فاطمہؑ پر خلیفہ کرتا ہوں اور تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب ان امور سے فارغ ہو تو اپنے اور فاطمہ زہراؑ اور فاطمہؑ بنتِ اسد و دیگر مستورات کے لیے سواری خرید کر رکھو جس وقت میرا خط تمھارے پاس پہنچے بلاتوقف مدینہ روانہ ہو جاؤ' یہ کہہ کر دونوں بزرگوار باہم بغل گیر ہوئے۔ پس سرورِ کائناتؐ متوجہ مدینہ سکینہ ہوئے اور امیر المومنینؑ مکہ کو واپس تشریف لے گئے۔ کفارِ مکہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت رسولِ خداؐ ان کے درمیان سے نکل گئے تو ایک تہلکہ عظیم ان میں پڑا اور تذکرے ہونے لگے کہ دیکھو محمدؐ نے ہم کو کیسا دھوکا دیا کہ ہزاروں کا زر و زیور جو اس کے پاس امانت تھا لے کر چل دیا یہ ہمارے کردار کی سزا ہے کہ امین جان کر مال سپرد کیا۔ اب مال کا مال گیا اور احمق بھی بنے۔ ازانجملہ عقبہ بن ابی معیط ملعون کہ حضرت رسالت پناہ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ بہت برے کلمات آنحضرتؐ کی شان میں کہتا تھا۔ ایک مرتبہ امیر المومنینؑ اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھے تھے کہ اس شقی نے ایک کلمۂ بے جا زبان سے نکالا۔ حیدرِ کرار کو غصہ آیا اور تلوار میان سے نکال کر مثل بازِ نر کے' کہ کبوتر پر جھپٹے اس پر حملہ آور ہوئے۔ اور فرمایا او سگِ ناپاک زادۂ ناپاکان تیرا منہ ہے کہ حق میں سید البشر طیب و طاہر کے کلماتِ ناہموار کہے تو اس جناب کو اپنا سا خیال کرتا ہوگا' بہ تحقیق کہ وہ حضرت جملہ رجس اور نجاسات سے پاک و پاکیزہ ہیں' جو ہمارے ساتھ بقدم عداوت پیش آئے گا عنقریب اپنی حرکت پر نادم و پشیمان ہوگا۔ اور دوست و پیرو ہمارا ہر آفت و بلا و مصیبت و عنا سے محفوظ رہے گا۔ اگر وہ جناب بحکمِ خدا یہاں سے تشریف لے گئے تو کیا ہوا میں خلیفہ و جانشین و پسر عم آنحضرت کا موجود ہوں جس کی جو امانت ہو وہ میرے پاس آئے سب ادا کروں گا۔ پھر با آواز بلند فرمایا۔ اے معشرِ قریش' اے بنی زہرہ' و بنی لوے و بنی غالب و بنی امیہ و بنی مخزوم وغیرہ اے اہلِ حرمِ محترم جس کی کوئی امانت حضرت رسولِ خداؐ کے پاس ہو میں اس کا ضامن ہوں مجھ سے آکر طلب کرے بعد ازاں اس حجرے میں داخل ہوئے جس میں ودائع و امانات رکھی

تھیں۔ چند تھان چمڑے کے زمین پر بچھا دیئے اور تمام اموال و اسباب کو نکال نکال کر ان پر ڈالنا شروع کیا۔ اور صاحبانِ امانت کو بلایا ہر ایک اپنا مال لیتا اور مدح وثنائے رسولِ خداؐ میں رطب اللسان باہر جاتا حتیٰ کہ ہر ایک کا مال پہنچ گیا۔ اور محمدِ مصطفےٰ وعلیؑ مرتضیٰ کی صفت وثنا کرتے اور دعائیں دیتے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ ادھر حضرت رسولِ خداؐ مدینہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے کہ اثناء راہ میں ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں فروکش ہوئے ایک ضعیف ولاغر بھیڑ کہ کبھی نر کے ساتھ جفت نہ ہوئی تھی۔ اور مطلق دودھ اس کے نہ تھا۔ گوشہ خیمہ میں کھڑی تھی آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا افراواں دودھ اس سے حاصل ہوا۔ ہاتھ منہ دھویا کلی کی وہ پانی ایک جھاڑی کی جڑ میں گیا تو صبح کو اس جھاڑی کی جگہ ایک درخت ہرا بھرا دکھائی دیا ام معبد مذکور کی بہن کی بیٹی ہند کہتی ہے کہ اس کے پھل بڑے اور خوش ذائقہ تھے اور بوئے عنبر ان سے آتی تھی۔ اور شیرینی میں شہد سے زیادہ تھے۔ بھوکا ان کو کھاتا تو سیر ہو جاتا پیاسا سیراب ہوتا اور بیمار شفا حاصل کرتا تھا۔ کوئی اونٹ کوئی بکری اس کے پتے نہیں کھاتے تھے اِلّا یہ کہ ان کا دودھ بڑھ جاتا تھا۔

حکایتِ شجرِ مبارکہ: ہم نے کثرتِ برکات کی وجہ سے اس درخت کا نام شجرِ مبارکہ رکھا تھا۔ اہلِ بادیہ شفاء بیماران کی غرض سے دور دور سے ہمارے یہاں آتے۔ اور اس پیڑ کے پھل اور پتے لے جاتے۔ عرصہ دراز تک یہی کیفیت رہی۔ حتیٰ کہ ایک روز صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ میوے اس کے گر گئے ہیں اور پتوں پر خزاں آگئی' ہم یہ دیکھ کر مضطرو بے قرار تھے تا اینکہ خبر آئی کہ حضرت رسالت پناہ نے دنیا سے رحلت کی پھر اس درخت پر وہ تری وتازگی نہ رہی' اور نہ ویسے کثرت سے پھل آتے تھے۔ اس واقعہ کے تیس سال بعد ایک روز دیکھا کہ اس کے تمام پھل گر گئے اور بجائے ان کے جڑ سے لے کر شاخوں تک کانٹے نکل آئے کہ ناگاہ خبر قتلِ امیر المومنینؑ علیؑ علیہ السلام پہنچی پھر اس درخت پر پھل نہ آیا۔ صرف پتوں سے منتفع ہوتے تھے۔ تا اینکہ ایک بار دیکھا کہ اس کے تنے سے خونِ خالص جاری ہے اور پتے مرجھا گئے ہم کمال اندوہ گیں تھے کہ اتنے میں خبرِ شہادتِ امیر المومنینؑ حسین رضی اللہ عنہ ہم کو ملی' پس وہ درخت تمام خشک ہو کر نیست ونابود ہو گیا۔ یہ حدیث ملا عبد الرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ کے رکن چہارم میں ربیع الابرار' زمخشری سے نقل کی ہے' اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ زمخشری کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ قصہ اس درخت کا مثل قصہ شیرِ گوسفند کیوں نہ مشہور ہوا مولفِ اوراق کہتا ہے کہ اس میں کوئی تعجب نہیں۔ قصہ گوسفند محض رسول اللہ کا معجزہ تھا۔ اس کو ہر شخص نے نقل کیا درخت کا قصہ آنحضرت کا معجزہ تھا اور امیر المومنینؑ وامام حسینؑ علیہما السلام کی فضیلت پر بھی شامل تھا وہ بھلا اس قدر مشہور کیوں ہونے لگا تھا۔ یہی غنیمت ہے کہ اس کو زمخشری جیسے متعصبوں نے روایت کیا اور ملا عبد الرحمٰن نے اس سے نقل فرمایا اس کی شہرت دیکھنی تھی تو علامہ جار اللہ کو کتبِ شیعہ کا مطالعہ کرنا تھا بالجملہ قصہ مذکورہ کتبِ شیعہ میں مشہورات سے

ہے۔اور بحار الانوار و مناقبِ ابن شہر آشوب وغیرہ میں مذکور و مسطور ہے الحاصل حضرت رسولِ خداؐ وارد مدینہ ہوئے تو بیرونِ شہر محلہ قبا میں درمیان قبیلہ عمرؒ بن عوف کے نزولِ اجلال فرمایا' پس ابو واقد لیثی کو وہاں سے مکہ بھیج کر امیر المومنینؑ کو پیغام دیا کہ جلد اہلِ حرم کو لے کر اس طرف کا عزم کریں اور مکہ میں زیادہ توقف روا نہ رکھیں۔اور خود قبا میں ٹھہر کر ان کے آنے کا انتظار کھینچنے لگے ابوبکرؓ نے کہا رسول اللہؐ مدینہ میں تشریف لے چلیے کہ لوگ حضرت کے مشتاق ہیں۔فرمایا جب تک میرا بھائی علیؑ بن ابی طالبؑ اور میری دختر فاطمہ زہراؑ نہ آلیں شہر میں نہ جاؤں گا۔ ہر چند عتیق اصرار کرتے تھے۔مگر کچھ فائدہ نہ تھا۔تاانیکہ ابوبکرؓ حضرت کو قبا میں چھوڑ کر مدینہ میں چلے گئے۔

ہجرت امیر المومنینؑ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف : امیر المومنینؑ کو فرمانِ واجب الاذعان رسولِ انس و جان پہنچا تو کوچہ ہائے مکہ میں گشت کر کے مکرر منادی کی کہ جس کا کوئی مطالبہ حضرت رسولِ خداؐ پر ہو حاضر ہو کیوں کہ میں اب مکہ سے روانہ ہوتا ہوں کوہ وصحرا' وشہر وقریہ' سے زن ومرد آئے اور جس کا جو کچھ چاہیے تھا لے گیا پس حضرت امیرؑ نے ضعفائے مسلمین کو امر کیا کہ پوشیدہ سب کا رات کو شہر سے نکلیں اور وادیٔ ذی طویٰ میں جمع ہوں تاانیکہ وہ حضرت ان سے ملحق ہوں اور آپ سامانِ سفر میں مصروف ہوئے شتران سواری و بار برداری جو ضروری تھی خرید کیے' محمل وکجاوے زنانِ اہلِ حرم کے لیے بہم پہنچائے ضروریات مہیا ہوگئیں تو عورات کو سوار کر کے اور ایمن پسرِ اُمِ ایمن دایہ رسولِ خداؐ و ابو واقد لیثی کو ہمراہ لے کر علانیہ روزِ روشن میں شہر سے باہر ہوئے کفارِ بدکردار آپ کو دیکھتے تھے مگر باعجاز حضرت رسول خداؐ وہیبتِ شیرِ خدا کچھ نہ کہہ سکتے تھے راہ میں ابو واقد اونٹوں پر تشدد کرتا اور ان کو تیز ہانکتا تھا حضرت نے فرمایا نرمی کر عورات کے ساتھ اے ابو واقد اور ان کے اونٹوں کو آہستہ لے چل کہ وہ ضعیف ہیں ابو واقد نے عرض کی مجھ کو خوف ہے کہ کچھ لوگ قریش سے ہمارے پیچھے آئیں آپ نے فرمایا اس کی فکر نہ کر اور خاطر جمع رکھ کیوں کہ حضرت رسول خداؐ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ کوئی ضرر تجھ کو ان سے نہ پہنچے گا پس حضرت آہستہ آہستہ اونٹوں کو چلاتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے وادی ضخبان کے قریب پہنچے تو آٹھ سوار مسلح کہ کفارِ قریش نے ان کو بھیجا تھا نمودار ہوئے ایک ان میں سے حارث بن امیہ کا غلام جناح نام' نہایت دلیر ودلاور مرد تھا۔حضرت نے ان کو دیکھا تو ابو واقد اور ایمن کو امر کیا کہ خواتین کے اونٹوں کو بٹھلا دیں اور آپ باشمشیر برہنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے کفار بھی مقابل ہوئے اور کہا' یا علیؑ تمھارا گمان یہ ہے کہ ان عورات کو ہمارے درمیان سے لے جاؤ' ہم ہرگز ان کو نہ جانے دیں گے اور تمھارا سرتن سے جدا کریں گے پس اونٹوں کی طرف بڑھے کہ ان کو اٹھائیں حضرت نے انھیں روکا۔جناح بے فلاح نے شمشیر کا وار حضرت پر کیا۔آپ نے اس کو رد کیا اور ایک تلوار اس زور سے اس کے شانے پر لگائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو کر ایالِ اسپ تک پہنچی پھر مثلِ شیر

گرسنہ اوروں کی طرف متوجہ ہوئے کفار نا ہنجار صولت وسطوتِ حیدرِ کرار کی تاب نہ لا کر بھاگے اور کہتے جاتے تھے کہ اے پسر ابو طالبؑ ہم سے ہاتھ اٹھاؤ کہ ہم تم سے کوئی سروکار نہیں رکھتے حضرتؑ نے فرمایا میں بہ اعلان اپنے بھائی رسولِ خداؐ کی طرف ہجرت کرتا ہوں اور عورات کو اپنے ہمراہ لیے جاتا ہوں جو چاہے کہ اس کا خون زمین پر رواں ہو میرے سامنے آئے اور مجھ کو اس سے روکے۔

ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ ابطح مکہ سے باہر آئے تو کفار کو حمیت جاہلیت دامن گیر ہوئی اور وہ ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنے لگے کہ نامرد وایک لڑکا ۲۳ سال کی عمر کا اس جرأت وجسارت کے ساتھ عورات کو تمھارے درمیان سے لے جائے اور تم کھڑے دیکھتے رہو اس سے زیادہ کیا بے غیرتی ہوگی۔ ابوسفیانؔ وابوجہلؔ وعقبہؔ بن ابی معیط نے شہر میں گھوم کر لشکر جمع کیا اور عقب میں شیرِ ذوالجلال کے بہ نیتِ قتال وجدال روانہ ہوئے وادی ضخبان کے قریب پہنچ کر مقابلہ ہوا مگر صرف ہیبت اسد اللہ الغالب کی ان روباہوں پر غالب آئی اور کہا آج شب کو آرام کریں صبح کو جنگ کریں گے۔ امیر المومنینؑ مستورات کو لے کر ایک سمت دامنِ کوہ میں اترے اور لشکرِ قریش دوسری جانب فروکش ہوا رات کو صارم غلام عقبہ کو کہ سخت بے باک چالاک تھا انھوں نے مقرر کیا کہ قافلۂ مہاجرین پر شب خون مارے امیر المومنینؑ حفاظتِ قافلہ کے لیے بیدار و ہشیار تھے صارم آگے آیا تو حضرت نے بیک ضربتِ شمشیر اسے قتل کیا اور دونوں کان اس کے پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اور پتھروں کی ٹیک لگا کر سامنے کھڑا کر دیا کہ گویا پہرہ دار ہے تاکہ جانورانِ صحرا اس کو دیکھ کر آگے نہ آویں صبح کو کفارِ نا ہنجار بہ ارادۂ کارزار صف آرا ہوئے امیر المومنینؑ نے اس گروہ پر کہ ہزار ہا پیدل وسوار تھے ایک حملہ حیدری کیا اور اس قدر تیغ زنی وسرافشانی فرمائی کہ کشتوں کے انبار لگ گئے جو زندہ بچے انھوں نے فرار اختیار کیا اس انبوہِ کثیر سے صرف پچاس ساٹھ آدمی بچے جو بھاگ کر جاں بر ہوئے' ورنہ تمام وہیں کھیت رہے امیر المومنینؑ مظفر و منصور سواریوں کو ہمراہ لیے آگے کو چلے وادی ضخبان میں پہنچ کر ایک روز مقام کیا یہاں پر اُمِ ایمن کنیزِ رسولِ خداؐ آکر آنحضرتؑ سے مل گئیں اور بہت سے مسلمینِ مکہ بھی باریاب خدمت ہوئے اس شب کو تمام قافلہ مصروفِ عبادت رہا صبح کو نماز پڑھ کر بار کیا اور مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ہر مقام پر ذکرِ خدا کرتے چلے جاتے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ جبرئیل نے نازل ہو کر حضرت رسولِ خداؐ کو آنحضرتؑ کی فتح یابی کی خبر پہنچائی تھی جس روز امیر المومنینؑ داخلِ مدینہ ہونے کو تھے حضرت رسالت مآبؐ نے مع جماعتِ اصحاب شہر سے باہر آپ کا استقبال کیا اور فرمایا یا علیؑ کون تمھاری مثل ہوسکتا ہے جو عہد تم نے خدا سے کیا تھا اس کو پورا کیا اور میری وصیت بجالائے اور جان اپنی مجھ پر فدا کی

جس طرح ہارون وصی موسیٰؑ تھے اسی طرح تم میرے خلیفہ ووصی بلافصل ہو اور دوست وشیعہ تمھارے تمام رستگار اس کے سوا اور بہت سے کلمات صفت وثنائے حیدرِ کرارؑ میں ارشاد فرمائے پھر سب کے سب روانہ ہوکر شادان وفرحاں داخلِ مدینہ سکینہ ہوئے۔

مدینہ منورہ میں پہلی مسجد کی تعمیر: ناسخ التاریخ میں بروایت اہلِ سنت مذکور ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ محلہ قبا میں فروکش تھے تو اہلِ مدینہ خواستگار ہوئے کہ ایک مسجد اس جگہ تعمیر ہو آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص ناقہ پر سوار ہوکر باگ اس کی چھوڑ دے جس مقام پر ناقہ توقف کرے اسی مقام پر مسجد بنائی جائے اس کے لیے خلیفہ اول ناقہ پر سوار ہوئے مگر ناقہ اپنی جگہ سے نہ ہلا، ناچار اتر آئے۔ حضرت عمرؓ ناقے پر چڑھے تب بھی ناقہ نے ایک قدم آگے نہ رکھا اس وقت امیر المومنینؑ نے ارادہ سواری کا کیا ابھی قدمِ مبارک رکاب میں رکھا ہی تھا کہ ناقہ جست کرنے اور دوڑنے لگا حضرت نے فرمایا اِرخِ زَمَامَۂ یعنی یاعلیؑ باگ کو ڈھیلی چھوڑ دو پس ایک زمین پر کہ اس کو مربد(۱) کہتے تھے اور کلثوم بن ہدم کی ملکیت سے، اسی کے مکان کے متصل تھی، توقف کیا۔ چنانچہ وہی مقام تعمیرِ مسجد کے لیے تعین ہوا پیغمبرِ خداؐ نے اس کو مالک سے مول لیا اور مسجد بنائی۔ یہی مسجد، مسجدِ قبا کے نام سے مشہور ہے اور پہلی مسجد ہے جو آپؐ نے مدینہ میں تعمیر فرمائی اور یہ آیہ شریفہ اس کی شان میں نازل ہوئی۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ترجمہ البتہ وہ مسجد کہ روزِ اول سے اس کی بنیاد تقویٰ و پرہیز گاری پر ہے زیادہ حقدار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو اس میں کچھ لوگ ہیں کہ طہارت و پاکیزہ ہونے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو مسجدِ نبیؐ کے نام سے مشہور ہے اور سوائے مسجد الحرام کے تمام مساجد سے افضل واشرف ہے یہ قطعہ زمین جس کی قسمت میں روزِ اول سے یہ دولت لکھی تھی۔ دو یتیم انصاریوں سہل و سہیل کے ملکیت تھا اس خرابے میں چند درخت خرمے کے لگے تھے بقیہ یہودیوں کا قبرستان تھا حضرت نے دس اشرفی طلائی کو اسے خرید کیا اور حکم دیا کہ کچی اینٹیں وہیں کی مٹی سے تیار کریں اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی کہ طول وعرض اس کا برابر ایک سو ہاتھ کا مقرر کیا بوقتِ تعمیرِ مسجد اصحاب موضع حرہ سے پتھر لاتے تھے حضرت رسالت پناہ بھی ان کے شریک تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

لا خیر الا خیر الاخرہ
فارحم الانصار والمہاجرہ

---

(۱) مربد بروزن منبر زمین کا وہ قطعہ ہے کہ اونٹوں کے ٹھہرانے یا خرما وغیرہ کے سکھانے کے لیے اس کو علیحدہ کر رکھا ہو۔۱۲۔

یعنی کوئی خیر وخوبی نہیں، بجز خیر وخوبی آخرت کے، خداوندا رحم کر انصار ومہاجرین پر۔ اصحاب نے یہ دیکھا تو بہت جد وجہد سے کام کرنے لگے اور اس رجز کو پڑھتے تھے۔

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ
فذاك منا العَمَلُ المُضَلّلُ

یعنی اگر ہم بیٹھ رہیں اور پیغمبرِ خداؐ کام کریں تو ہمارا یہ فعل گمراہوں کا فعل ہے۔ سید نور الدین سمہودی سنی نے تاریخ مدینہ مسمی بوفاء الوفی میں روایت کی ہے کہ اس وقت حضرت رسول اللہؐ نے ردا دوشِ مبارک سے اتار رکھی تھی۔ اصحاب نے بھی بہ تاسی آنحضرتؐ کے اپنی ردائیں اور چادریں اتار لیں اور بہمہ تن مصروف کار ہوئے جنابِ عثمانؓ بن عفان کہ مرد نظیف وصفائی پسند تھے اینٹ پتھر اٹھاتے تو اس کو کپڑوں سے علیحدہ رکھتے زمین پر ڈالتے تو آستینوں کو جھاڑتے کپڑوں سے گرد وغبار پونچھتے اور صاف کرتے علیؑ بن ابی طالبؑ ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

لایستوی مَنْ یَعْمُرُ المسَاجِدَا
یَدْأبُ فیها قائما قاعدا
وَمَنْ یُرِیٰ عن التُراب حامدا

یعنی برابر نہیں وہ شخص کہ تعمیر مسجد کرتا ہے اور نشستہ وبرخاستہ اس میں زحمت اٹھاتا ہے اس شخص کے کہ گرد وغبار سے بچتا اور پرہیز کرتا ہے۔ عمار یاسرؓ بغیر اس کے کہ معلوم کریں کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے ان اشعار کو نقل کرنے اور دہرانے لگے عثمانؓ نے عمارؓ سے اس کو سنا تو بہت غصہ آیا اور کہا اے پسر سمیہ تو مجھ پر طنز کرتا ہے اور آوازہ کستا ہے اگر اس سے باز نہ آئے گا تو یہ لاٹھی کہ میرے ہاتھ میں ہے تیرے منہ پر ماروں گا۔ راوی حدیث (ام سلمہؓ) کہتی ہیں کہ پیغمبرِ خداؐ اس وقت ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے عثمان کا یہ کلام سن کر غضب آنحضرتؐ پر طاری ہوا اور فرمایا **عمار جلدة بین عینی وانفی** کہ عمار مجھ کو اپنی آنکھ وناک کے درمیان کی جلد کے برابر عزیز ہے جو اس کو ستائے گا، مجھ کو ستائے گا۔ سب لوگ یہ سن کر خاموش رہ گئے۔ پھر عمارؓ یاسرؓ سے کہنے لگے کہ پیغمبرِ خدا تمھارے سبب سے غضب ناک ہوئے ہم کو خوف ہے کہ ہمارے بارے میں قرآن نازل ہو۔ پس یہ پہلی عداوت عثمانؓ کی تھی عمارؓ کے ساتھ اس کے بعد جو سلوک خلیفہ ثالث نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت عمارؓ یاسرؓ کے ساتھ کیے معروف ومشہور ہیں اور اس کتاب میں بھی اپنے موقعہ پر بعض ان سے مذکور ہیں بالجملہ بنیادیں مسجد کی پتھروں سے پر کر کے اوپر خشتِ خام کی عمارت بنالی اور بقدر ایک قدِ آدم دیواروں کو بلند کیا اور قبلہ اس کا بیت المقدس کی طرف رکھا۔ تین دروازے اس میں رکھے ایک خاص رسول

خداؐ کے لیے دوسرا الرحمہ تیسرا آخر مسجد میں عام لوگوں کے واسطے چھت اس میں نہ تھی مگر کچھ دن بعد چوبِ خرما کو بطور ستون کے کھڑا کر کے شاخ ہائے خرما سے چھت ڈالی تا کہ نمازی تمازتِ آفتاب سے محفوظ رہیں اصحاب نے عرض کی کہ اوپر سے کاہ گل کر دیں کہ بارش سے بھی بچاؤ ہو قبول نہ ہوا' اور فرمایا بنا مسجد موسیٰؑ اسی قدر تھی اس سے زیادہ اجازت نہ دوں گا گرداگرد مسجد کے حجرات و مکانات (۱) ازواجِ رسولِ خداؐ و دیگر مہاجرین کے بنائے گئے کہ دروازے ان کے صحنِ مسجد میں کھلے تھے۔ حضرتؐ کے مکان کے پہلو میں ایک حجرہ امیر المومنینؑ کے لیے تعمیر ہوا اور ایک جگہ حضرتِ حمزہ سید الشہدا کے لیے معین فرمائی۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد قبلہ بیت المقدس کی طرف سے تحویل ہو کر کعبہ مقدسہ کی طرف مقرر ہوا اور دروازے سب کے بند کر دیئے گئے صرف دروازہ حضرت رسول خداؐ کا اور ایک علیؑ مرتضیٰ کا کھلا رہا۔

صحنِ مسجدِ نبویؐ میں کھلنے والے صحابہ کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم

مسند احمد بن حنبل و دیگر کتبِ اہلِ سنت میں بطریقِ متعددہ منقول ہے کہ صدر الاسلام میں اصحاب نے وضو و نماز کی آسانی کے لیے دروازے مسجدِ رسولؐ میں کھول لیے تھے کچھ عرصہ بعد حکمِ الٰہی نازل ہوا کہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں صرف ایک دروازہ علیؑ کا کھلا رہے' لوگ اس مقدمے میں باہم گفتگو کرتے تھے حضرت رسولِ خداؐ نے یہ سنا تو منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ میں نے سب کے دروازے بند کرنے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا جس طرح حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوا' اس کی تعمیل بجالایا' بہ تحقیق کہ اس سے پہلے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو امر کیا کہ ایک مسجد پاک و پاکیزہ بنا کر کہ بجز تیرے اور تیرے بھائی ہارون کے کوئی اس میں سکونت نہ کرنے پائے ایسا ہی مجھ کو مامور کیا ہے کہ ایک مسجد تمام آلودگیوں سے پاک تعمیر کروں کہ بجز میرے اور علیؑ کے کوئی اس میں اقامت نہ کرنے پائے۔

نیز مسند میں ہے کہ بعض مہاجرین نے مسجد کے گرد مکان بنائے اور دروازے ان کے مسجد میں کھولے تھے گاہ بہ گاہ اس راہ سے مسجد میں چلے آتے اور رات کو وہاں خواب کرتے تھے۔ پس حکم الٰہی نافذ ہوا کہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں حضرت رسولِ خداؐ نے معاذ بن جبل کو امر کیا کہ اس کی منادی کر دے سب نے اس حکم کی تعمیل کی الاّ علیؑ بن ابی

(۱) مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ کل دس مکان آپ نے بنائے نو اپنی اولاد و ازواج کے لیے دسواں کہ ان کے درمیان تھا علیؑ و فاطمہؑ کے واسطے پس اس مکان میں علیؑ اور ان کی اولاد رہتی رہی تا آنکہ عبد الملک بن مردان نے اس پر حسد کر کے گرادیا اور صحنِ مسجد میں شامل کر لیا۔ ۱۲ منہ۔

طالبؑ کہ حضرت رسولِ خداؐ نے ان کو کہا یا علیؑ تو پاک و پاکیزہ ہے بدستور ساکن رہ، امیر حمزہؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو دلگیر ہوئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم کو مسجد سے نکالتے ہو اور اطفالِ بنی عبدالمطلب کو اس میں ساکن کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ امر میرے اختیار میں ہوتا تو کسی کو نہ نکالتا قسم بخدا کہ یہ ایک عطائے خدا ہے' خاص علیؑ کے حق میں' بہ تحقیق کہ اے چچا تم خیر و خوبی پر ہو اور عاقبت تمہاری بخیر ہے اور تم کو خدا اور رسولؐ کی طرف سے بشارت ہو چونکہ حضرت نے ان کو بشارت دی تھی لہٰذا حضرتِ حمزہؓ جنگِ احد میں شہید ہوئے حضرت عمرؓ نے چند بار عرض کی کہ مجھ کو ایک دریچہ رکھنے کی اجازت دی جائے آخر ایک روشن دان پر راضی ہوئے مگر رضائے الٰہی نہ ہوئی کہ ایک سوراخ بھی ان کے گھر سے مسجد میں کھلا رہے۔ پس صحابہ باہم بیٹھتے اور اس کا تذکرہ کرتے تھے تا اینکہ حضرت رسولِ خداؐ نے یہ سنا تو منبر پر گئے اور خطبۂ بلیغ ادا کیا کہ لوگوں کو ناگوار ہے کہ ان کے دروازے مسجد کی طرف سے بند ہو گئے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رہا قسم بخدا کہ میں نے ان کو مسجد سے نہیں نکالا اور نہ میں نے علیؑ کو مسجد میں ساکن کیا ہے بلکہ حق تعالیٰ نے ایسا کیا ہے۔ اس جل شانہ نے جس طرح ہارونؑ اور اولادِ ہارون کو مسجد موسیٰؑ میں رہنے کی اجازت دی اور اوروں کو اس سے منع کیا تھا اسی طرح علیؑ اور اس کی ذریت کو میری مسجد میں رہنے کی اجازت فرمائی' اور اوروں کو اس سے منع کیا ہے بہ تحقیق کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی پس جو شخص کہ حکم الٰہی پر راضی نہ ہو اور یہ امر اس کو ناگوار گزرے اس کو چاہیے کہ اس طرف (راہ شام کی طرف اشارہ فرمایا) چلا جائے اور نیز مسند میں روایت کی ہے کہ عباسؓ حضرتؐ کے چچا نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا علیؑ کے لیے چند فضیلتیں ہیں جو کسی صحابی کے لیے نہیں ایک یہ کہ بروزِ خیبر رسولِ خداؐ نے علمِ نصرت شیم ان کو دیا' دوسرے تمام صحابہ کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دیئے مگر علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا۔

روایت ہے کہ عباسؓ حضرتؐ کے چچا نے ہر چند التماس کیا کہ ان کا مکان اس حکم سے مستثنیٰ رہے مگر قبول نہ ہوا پس گزارش کیا کہ ایک سوراخ ہی میرے مکان سے مسجد میں رہے کہ اس سے نگاہ کر سکوں یہ بھی نہ مانا' تا اینکہ راضی ہوئے کہ ایک پرنالہ مسجد کی طرف نصب کریں کہ بوقتِ بارش پانی ان کے مکان کا صحنِ مسجد میں گرے اور یہی باعث ان کے فخر و امتیاز کا ہو، اس کی اجازت ہوئی اور حضرت رسولِ خداؐ نے بپاسِ خاطر اپنے عم مکرم و محترم کے اپنے ہاتھ سے پرنالہ نصب فرمایا۔ یہ پرنالہ زمانۂ رسولِ خدا حضرت ابوبکرؓ اور تین سال تک خلافتِ حضرت عمرؓ میں بدستور نصب تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اسے اکھڑوا دیا امیر المومنینؑ کو یہ بات از بس ناگوار گزری اور خود کھڑے ہو کر دوبارہ پرنالہ کو اس کی جگہ پر نصب کرایا' بالجملہ یہ ایک فضیلت ہے کہ اس سے اعلیٰ درجہ کا اختصاص و اتحاد حضرت امیر المومنینؑ کا حضرت سید

المرسلین کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔
صاحبِ جامع الاصول نے صحیح ترمذی سے نقل کیا ہے کہ رسولِ خداؐ نے امیر المومنینؑ کو فرمایا کہ کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں جنب ہو سوائے میرے اور تمھارے پس اگر دلِ حق گزیں و دیدۂ راست بیں کوئی رکھتا ہے تو صرف یہی ایک فضیلت اس کی ہدایت کے لیے کافی و وافی ہے۔

عقدِ مواخات فیما بین امیر المومنینؑ و سید و سرورِ کائناتؐ و خلاصہ موجودات صلوات اللہ علیہما۔

ہر چند امیر المومنینؑ نفسِ رسولِ رب العالمین ابتداء عالم سے آنحضرتؐ کے اخ و برادر ہیں اور دنیا میں بھی جو قُربِ قرابت آپ سے آنحضرتؐ کو تھا وہ کسی دوسرے کو نہ تھا باوجود اس کے عقدِ مواخات میں بھی' کہ صحابہ کے درمیان ہوا 'چونکہ کوئی دوسرا آنحضرتؐ کا عدیل و ہمسر نہ تھا وہی حضرت، برادر و شفیق حضرت رسولِ خداؐ کے قرار پائے آنحضرتؐ نے ان کو اپنی اخوت و برادری خاص سے اختصاص بخشا مورخین نے لکھا ہے کہ سالِ اول ہجرت میں پانچ یا آٹھ مہینے ہجرت کے بعد حضرت رسولِ خداؐ نے صحابہ و مہاجرین و انصار کے درمیان عقدِ مواخات قائم کیا اور ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تا کہ یہ لوگ باہم اتحاد و ارتباط رکھیں اور ہر ضرورت میں ایک دوسرے کے شریکِ حال رہیں یہ عقد مسجد میں بیٹھ کر مستحکم کیا گیا اور ایک وثیقہ اس بارے میں تحریر ہوا چنانچہ جوڑیاں صحابہ کی اس تحریر کے موافق ایک دوسرے کی بھائی کہلاتیں اور باہم دیگر میراث پاتی تھیں تا اینکہ بعد غزوۂ بدر جب کہ آیۂ میراث نازل ہوئی تو میراث بالمواخات کا حکم برطرف ہوا۔

بالجملہ سلمانؓ فارسی کو ابو درداؓ' عمرؓ بن ثعلبہ انصاری کے ساتھ ابو عبیدہؓ جراح کو، سعدؓ معاذ کے ساتھ ابو بکرؓ بن ابی قحافہ کو، حارثہؓ بن زید انصاری کے ساتھ عمرؓ بن خطاب کو، غسانؓ بن مالک انصاری کے ساتھ عثمانؓ بن عفان کو، اوسؓ بن ثابت کے ساتھ زبیرؓ بن العوام کو، سلمہؓ بن سلامہ کے ساتھ' طلحہؓ بن عبید اللہ کو، کعبؓ بن مالک کے ساتھ عمارؓ یاسرؓ کو، ثابتؓ قیس انصاری کے ساتھ علیٰ ہذا باقی مہاجرین کو بقیہ انصار کے ساتھ برادر گردانا اور رشتۂ مواخات ان کے درمیان محکم کیا۔ بعد ازاں امیر المومنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میرا بھائی یہ ہے۔ اور ابنِ حجرِ عسقلانی نے شرحِ صحیح بخاری میں ابن عبد البر سے نقل کیا ہے کہ اس عقد کے علاوہ ایک اور عقد درمیان مہاجرین کے منعقد ہوا وہ اس طرح پر تھا کہ ابو بکرؓ کا عمرؓ کے ساتھ اور طلحہؓ کا زبیرؓ کے ساتھ اور عثمانؓ بن عفان کا عبد الرحمٰن بن عوف کے ہمراہ' لگ جوڑ کیا اور جعفرؓ بن ابی طالبؑ کو معاذؓ بن جبل کا اور حمزہؓ بن عبد المطلب کو زیدؓ بن حارثہ کا بھائی بنایا پس علیؑ مرتضیٰ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ نے صحابہ کے درمیان اخوت و برادری قرار دی میرا بھائی کس کو مقرر فرمایا آپ نے کہا **انا اخوک** میں تیرا بھائی ہوں

اور بروایت دیگر فرمایا اَنتَ اَخِیْ فِي الدُّنيَا وَالاٰخِرَةِ یعنی تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ سید و سردار مرسلاں و پیشوائے متقیان و رسولِ خدائے عالمیان تھے کوئی آنحضرتؐ کا شبیہ و نظیر نہ تھا اِلّا علیؑ بن ابی طالبؑ کہ آنحضرتؐ کے اخ و برادر تھے یہی باعث تھا کہ وہ جناب اکثر فرماتے تھے کہ میں ہوں بندۂ خدا اور بھائی رسولِ خداؐ کا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ منبر کوفہ پر فرما رہے تھے انا عبداللہ واخو رسول اللہ میں بندۂ خدا، و برادرِ رسول اللہؐ، وارثِ محمد مصطفیٰؐ، وشوہرِ فاطمہ زہراؑ، وسید و سردار اوصیا، ایک شخص زیرِ منبر سے اٹھ کر بولا کس کو بھلا معلوم نہیں ہوتا کہ کہے انا عبداللہ و اخو رسول اللہ جوں ہی یہ کلمہ اس کی زبان سے نکلا جنون اس کے دماغ میں پیدا ہوا، یہاں تک کہ اس کو پکڑ کر مسجد سے باہر لے گئے لوگوں نے اس کے رشتہ داروں سے پوچھا کہ اس کو کبھی کوئی عارضہ ہوا ہے، کہا کبھی نہیں۔

درخواست عبدالرحمٰن بن عوف: عقدِ نکاح امیر المومنینؑ علیؑ مرتضیٰ اور سیدۃ النسا فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہما کی شادی خانہ آبادی کی تاریخ میں اختلاف ہے کشف الغمہ میں حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ ماہِ رمضان ۲۲ ہجری میں عقدِ نکاح اور اس کے تین مہینے بعد ماہ ذی الحجہ سالِ مذکور میں زفاف واقع ہوا، اور بعض علمانے کہا ہے کہ خطبہ یعنی منگنی ماہ مبارک رمضان میں اور عقد شوال میں بعدِ مراجعت از جنگِ بدر، سولہ روز بعد وفاتِ رقیہؓ دختر خدیجۃ الکبریٰؑ خواہرِ مادری آنحضرتؐ کے ہوا، اور شیخ مفیدؒ و سید ابن طاؤسؒ وغیرہ دیگر علما شیعہ شب پنجشنبہ اکیسویں ماہ محرم سال تین ہجری بتلاتے ہیں اور سنیوں کے یہاں، ماہ صفر ایک سال بعدِ ہجرت کے لکھا ہے لیکن مشہور درمیان علما امامیہ قول اول ہے۔ اور بنا بر اس کے جب کہ تاریخِ ولادتِ جناب سیدہ بیسویں جمادی الثانی پانچ سال بعد از بعثت پیغمبرؐ لیں، کہ وہ بھی مشہور ہے تو سنِ شریف آنحضرت علیہ السلام کا بوقتِ نکاح نو سال و چند ماہ کا ٹھہرتا ہے اور سنِ مبارک امیر المومنینؑ اس وقت علی الاشہر چوبیس سال کا تھا حضرتِ صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ علی علیہ السلام کو فاطمہ زہراؑ کے لیے پیدا نہ کرتا تو دنیا میں کوئی اس جناب کا کفو و ہمسر نہ تھا یہ مضمون باسنادِ معتبرۂ بسیار سنی و شیعہ نے حضرت رسولِ خداؐ سے نقل کیا ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب جناب سیدہ سن بلوغ کو پہنچیں تو روٗسا و بزرگانِ قریش و دیگر اکابر و اشرافِ مسلمین نے حضرت رسولِ خداؐ سے آپ کی خواست گاری کی مگر جو شخص اس امر کی درخواست کرتا تھا حضرت روئے مبارک کو اس کی طرف سے پھیر لیتے تھے اور اس طرح نفرت و کراہت کا اظہار کرتے کہ اس کو گمان ہوتا کہ آپ مجھ پر خشم ناک ہیں عجب نہیں کہ وحی آسمانی میرے بارہ میں نازل ہو از انجملہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے بھی یکے بعد دیگرے اپنے لیے یہ درخواست پیش کی ان کے ساتھ بھی حضرت ویسے ہی کبیدگی و کشیدگی سے

پیش آئے اور کہا کہ فاطمہؑ کی تجویز رضائے حق سبحانہ تعالیٰ پر موقوف و منحصر ہے وہ کریم' جہاں چاہے گا اس کی نسبت کرے گا۔اسی طرح عبدالرحمٰنؓ بن عوف صحابی، و باعتقادِ اہلِ سنت یکے از دہ یارِ بہشتی نے بھی اپنی دولت و ثروت کے بھروسہ پر اس کا حوصلہ کیا بلکہ اس بے باک نے صاحبِ لولاک سے کہا کہ اگر فاطمہؑ مجھ سے بیاہی جائے تو مہر میں مالِ فراواں دوں۔ اللہ اللہ کیسے ضعیف الاعتقاد یہ لوگ تھے کہ پیغمبرِ خدا کو بھی اپنی طرح مال کا خواہاں دنیا کا طلب گار جانتے تھے' حضرت اس کی اس بے ہودہ سرائی سے بہت برہم ہوئے اور جوشِ غیظ میں ہاتھ بڑھا کر کچھ سنگریزے زمین سے اٹھا لیے وہ کنکریاں دستِ حق پرست میں تسبیح کرتی تھیں' پھر ان کو زمین پر پھینک دیا' تو جواہرِ بے بہا تھے' پس فرمایا اے ابنِ عوف تو ہم کو مال کا لالچ دیتا ہے ہمارے نزدیک اس کی کیا حقیقت ہے۔

القصہ جب سب کو قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ دولت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا حصہ ہے۔ حضرت خاتونِ جنت کو خدا اور رسولؐ نے صرف شیرِ خدا کے لیے روک رکھا ہے' اور وہی اس کا استحقاق بھی رکھتے ہیں تو خاموش ہو رہے لیکن بعض ہوشیاروں کو اس وقت یہ سوجھی کہ چل کر علیؑ کو ابھاریئے اور ان سے اس امر کی درخواست کرائیے اگر التماس ان کا درجۂ اجابت کو پہنچا جیسا کہ گمان غالب ہے تو دل سوزی کا اظہار ہے اور مفت کرم داشتن، ورنہ رد و انکار کی صورت میں علیؑ بھی تو اس ندامت و خجالت کا ذائقہ چکھیں جو اوروں کو نصیب ہو چکی ہے یہ منصوبہ بنا کر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ مع عبدالرحمٰنؓ بن عوف و بروایتے سعد معاذؓ انصاری کے ساتھ امیر المومنینؑ کے گھر پر آئے مگر وہاں حضرت کو نہ پایا آپ اس وقت ایک انصاری کے باغ میں شترِ آب کش کے ذریعہ خرمے کے درختوں میں پانی دے رہے تھے یہ لوگ حضرت کی خدمت میں پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے سلسلۂ کلام چھیڑا کہ یا علیؑ کوئی خیر و خوبی ایسی نہیں' کہ تم میں نہ ہو' بلکہ تم ہر فضیلت میں اوروں پر سبقت لے گئے ہو حضرت رسولِ خدا کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے ہو اور تمام سے پہلے ان پر ایمان لائے اس کے بعد سے ہمیشہ نصرت و اعانتِ آنحضرتؐ میں ساعی رہے ہو پس کیا وجہ ہے کہ باوجود اتنے حقوق کے' تم نے اب تک فاطمہ زہراؑ کی خواست گاری نہیں کی' تمام قریش حضرت سے یہ درخواست کر چکے مگر کسی کی بات قبول نہیں کرتے کہتے ہیں کہ یہ امر حوالہ رضائے خدا ہے میرا گمان یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ نے فاطمہ زہراؑ کو تمھارے واسطے رکھا ہوا ہے حضرت امیرؑ نے یہ سنا تو آب دیدہ ہو کر فرمایا اے ابوبکرؓ تو نے میرے غم کو تازہ کیا اور جو آرزو کہ میرے دل میں پوشیدہ تھی اس کو جوش میں لایا' مجھ کو اور رغبتِ فاطمہؑ نہ ہو بھلا یہ کب ہو سکتا ہے مگر بوجہ ناداری کے حیا دامنگیر ہے کہ اس بات کو زبان پر لاؤں حضرت ابوبکرؓ نے کہا دنیا و مافیہا رسول اللہؐ کی نظر میں ہیچ و پوچ ہے اس کا ذرا خیال دل میں نہ لاؤ اور چل کر آنحضرتؐ سے اس کی درخواست کرنے پر ترغیب دی اور بنا بر بعض' جابرؓ انصاری سے' اور، اور لوگوں کے نام بھی مذکور

ہوئے ہیں روضۃ الاحباب میں ہے کہ یارانِ علیؑ واہلِ خواص آنحضرتؐ نے ان کو برانگیختہ کیا کہ فاطمہؑ کی درخواست کریں‘ ظاہرا یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے‘ بہرکیف آپ اونٹ لے کر مکان پر آئے اور اونٹ کو باندھا اور نعلین پائے مبارک میں پہنی اور متوجہ حرم سرائے نبوی ہوئے حضرتِ رسولؐ اس وقت ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے امیر المومنینؑ نے کنڈی دروازے کی کھٹکائی‘ امِ سلمہؓ نے کہا کون ہے‘ قبل اس کے کہ حضرت کہیں کہ میں ہوں رسولؐ خدا نے فرمایا اے ام سلمہؓ دروازہ کھول کہ یہ دوست ہے خدا اور رسول کا اور خدا اور رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہیں‘ ام سلمہؓ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں‘ یا رسول اللہؐ یہ کون شخص ہے کہ بغیر دیکھے بھالے آپ اس کے حق میں ایسا ارشاد فرماتے ہیں‘ فرمایا خاموش رہ اے ام سلمہؓ یہ کوئی لغو اور بے ہودہ آدمی نہیں‘ بڑا مستقل مزاج میرے چچا کا بیٹا‘ سب سے زیادہ ہمارا دوست اور پیارا ہے‘ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ یہ سن کر میں اتنی جلد اٹھی کہ قریب تھا کہ پاؤں دامن میں الجھ کر منہ کے بل گر پڑوں‘ بارے دوڑ کر دروازہ کھولا‘ قسم خدا کی جب تک میں پردے میں نہ چلی گئی‘ علیؑ نے مکان میں قدم نہ رکھا جس وقت میں اوٹ میں ہوگئی تو اندر آئے اور کہا **السَّلام علیك یا رسول الله ورحمة الله وبركاتهٗ** آپ نے بکمالِ بشاشت فرمایا **وَعَلَيْكَ السَّلَامُ** اور اشارہ بیٹھنے کا کیا‘ علی علیہ السلام آپ کے سامنے سر جھکا کر اس طرح بیٹھے کہ گویا کسی کام کو آئے ہیں اور کہتے ہوئے شرم آتی ہے اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضرتِ رسولؐ ان کا مدعا دلی پا گئے تھے فرمایا اے علیؑ‘ معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی حاجت لے کر آئے ہو اگر کوئی مطلب رکھتے ہو‘ تو بیان کرو‘ عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ آپ جانتے ہیں کہ بچپنے سے آپ نے‘ مجھ کو میرے باپ ابو طالبؑ اور ماں فاطمہؑ بنتِ اسد سے لیا‘ اور کھانے پینے میں اپنا شریک کیا‘ اور اپنے طور پر تعلیم و تربیت فرمائی ہمیشہ والدین سے زیادہ مجھ پر مہربان رہے‘ آپ کی بدولت حق تعالیٰ نے مجھ کو دولت ایمان بخشی‘ ہر چند آپ ہر طرح میرے کفیلِ کار و پشت پناہ‘ و سرپرست ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ زوجہ و اہلیہ میرے لیے ہو‘ تاکہ اپنا گھر آباد کروں اسی غرض سے میں حاضر خدمت ہوا ہوں‘ التماس میری قبول ہو‘ اور میرا نکاح اپنی دخترِ نیک اختر فاطمہ زہراؑ کے ساتھ فرماویں‘ امِ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں روئے مبارک کی طرف دیکھ رہی تھی ہنوز علیؑ کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ دیکھا میں نے‘ کہ چہرۂ اقدس کثرتِ خوشی سے مانندِ آفتاب روشن ہوگیا‘ و بروایت دیگر امیر المومنینؑ نے فرمایا میں حاضر خدمت ہوا جب نظرِ مبارک میرے اوپر پڑی خنداں ہوئے اور فرمایا اے ابوالحسن کدھر آئے ہو‘ جو مدعا ہو بیان کرو‘ پس میں نے اپنی خویشی و یگانگت و سبقت اسلام و نصرت دین و غزا و جہادِ راہ خدا ایک ایک کا ذکر کیا‘ فرمایا علیؑ تو راست کہتا ہے اور جو تو نے ذکر کیا تو اس سے بہت بڑھ کر ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میری خواہش یہ ہے کہ فاطمہؑ کو میرے ساتھ تزویج

کریں، حضرت نے فرمایا تجھ سے پیشتر اوروں نے بھی یہ درخواست کی تھی مگر جب فاطمہؑ سے انکا ذکر آیا تو آثارِ کراہت اس کے بشرے سے نمایاں ہوئے تو ٹھہر کہ میں فاطمہؑ سے اس بارے میں بات کرلوں پھر جواب دوں گا پس آپ اندر تشریف لے گئے فاطمہ زہراؑ نے حضرت کو آتے دیکھا تو سروقد تعظیم کو اٹھیں اور حسبِ دستور ردا دوش مبارک سے سنبھالی نعلین پائے اطہر سے لیں اور پانی لاکر دست و پائے اقدس کو دھویا بعد ازاں مودب خدمت میں بیٹھیں حضرت نے فرمایا اے فاطمہ علیؑ بن ابی طالبؑ کی فضیلت و قرابت کو جانتی ہو جو حقوق کہ دینِ خدا میں وہ رکھتے ہیں تم کو معلوم ہیں یہ تحقیق کہ میں نے حق تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ تم کو ایسے شخص سے کہ تمام خلقت سے بہتر اور سب سے زیادہ اس کا محبوب ہو تزویج کرے سو علیؑ بن ابی طالبؑ تمہاری خواستگاری کو آئے ہیں تمھاری اس میں کیا رائے ہے فاطمہؑ یہ سن کر چپ ہوگئیں اور کوئی علامتِ کراہت ان سے ظاہر نہ ہوئی۔ حضرت نے فرمایا **اللہ اکبر سکوتھا اقرارھا** اس کی خاموشی بمنزلہ اس کے اقرار کے ہے بروایتِ اول حضرت نے متبسم ہو کر فرمایا یا علیؑ تیرے پاس کچھ ہے بھی، جس پر فاطمہؑ کے ساتھ تیرا نکاح کروں امیر المومنینؑ نے عرض کی **فداك ابی وامی یا رسول اللہ** میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں، ایک زرہ ایک تلوار ایک اونٹ رکھتا ہوں، پس یہی میری کائنات ہے حضرت نے فرمایا تلوار کی تجھ کو احتیاج ہے اُس سے راہِ خدا میں جہاد کرتا ہے۔ شترِ آب کش حضر میں پانی لانے، سفر میں اسباب لادنے کے لیے کارآمد ہے مگر زرہ کے بغیر کارروائی ہوسکتی ہے اس کو بیچ ڈال وہی مہر فاطمہؑ ہے اور ہم تجھ سے اس پر رضامند ہیں۔

نکاحِ آسمانی بحکمِ حضرتِ جل و علا سبحانی: پس حضرت نے فرمایا اے ابوالحسن تجھ کو بشارت ہو، اور شادزہ تو کہ قبل اس کے میں زمین پر تیرا نکاح کروں حق تعالیٰ بالائے آسمان یہ نکاح کر چکا ہے ابھی تیرے آنے سے ذرا پہلے ایک فرشتہ میرے پاس آیا، جس کے بہت سے منہ، اور بے شمار بازو تھے، میں نے کبھی اس سے پیشتر ایسا فرشتہ نہ دیکھا تھا اس نے کہا **یَا مُحَمَّدُ اَبْشِرْ بِاجْتِمَاعِ الشَّمْلِ وَ طَهَارَةِ النَّسْلِ** یعنی اے محمدؐ بشارت ہو تم کو، کہ افتراق و جدائی تمھاری اہل سے دور ہوئی اور نسل پاک و پاکیزہ کی بنیاد رکھی گئی، میں نے پوچھا تیرا اس عبارت سے کیا مدعا ہے، بولا میں ایک فرشتہ نسطائیل نام قوائم عرش سے ایک قائمہ پر تعینات ہوں میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ مژدۂ تزویجِ علیؑ و فاطمہؑ اول میں پہنچاؤں اس لیے حاضر خدمت ہوا ہوں جبرئیل میرے عقب میں آتے ہیں وہ مفصل کیفیت اس واقعہ کی حضرتؐ سے بیان کریں گے۔

خطبۂ راحیل: پس جبرئیل آئے اور سلام کے بعد ایک پارچہ بہشتی، سفید رنگ کا مجھ کو دیا جس پر دو سطریں نور کی تحریر تھیں میں نے پوچھا کہ اے برادر جبرئیل یہ پارچہ کیسا ہے، اور کیا اس پر لکھا ہے، کہا اے محمدؐ حق تعالیٰ نے زمین کی طرف

ایک نگاہ کی اور تمام خلائق سے تم کو اپنی رسالت و نبوت کے لیے اختیار کیا' پس دوبارہ اس پر مطلع ہوا اور تمھارے بھائی ابن عم اور وزیر علیؑ بن ابی طالبؑ کو برگزیدہ فرمایا اور اس کا عقد تمھاری دختر فاطمہؑ کے ساتھ کیا' پس امر کیا کہ بہشت آراستہ ہوں اور درختِ طوبیٰ حلے و زیورات سے ملبس ہوں حوارانِ جنت زینت کریں' اور ملائکہ سمٰوات چرخِ چہارم پر بیت العمور کے پاس جمع ہوں' پس رضوان خزانہ دار بہشت نے منبر نور جس پر آدم نے خطبہ کہا تھا' جب کہ اسما حسنیٰ ملائکہ پر عرض کیے تھے نصب کیا' پس ایک فرشتگان حجب سے جس کو راحیل کہتے ہیں اور تمام فرشتوں میں خوش آواز و شیریں زبان ہے اس منبر پر گیا اور حمد و ثنائے حضرتِ باری بکمال بلاغت و فصاحت ادا کی پھر کہا کہ اختیار کیا خداوندِ جبار نے بندۂ گرامی و پسندیدہ اپنے کو بہترین زنانِ عالم کے لیے کہ دختر ہے افضل انبیا' و اشرفِ مرسلاں کی' پس پیوند کیا اپنے نبیؐ کو ایک مرد کے ساتھ' کہ اس کے کنبے سے' مصاحب اس کا ہے' اور قبول کرنے والا اس کی دعوت کا ہے' اور سبقت کرنے والا اس کے دین کی طرف ہے۔ یعنی علیؑ بن ابی طالبؑ کا نکاح بتولِ عذرا فاطمہ زہراؑ کے ساتھ منعقد فرمایا' جبرئیل کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے بحکمِ خدائے جل و علا علیؑ و فاطمہؑ کا نکاح پڑھا اور ملائکہ مقربین کو اس پر گواہ گردانا' اور ان کی گواہی کو اس پارۂ حریر پر ثبت کیا' پروردگارِ عالم کا حکم ہے کہ اس کتبہ کو آپ کو دکھاؤں' پھر مشک کی مہر لگا کر خازن بہشت کے سپرد کر دوں' اور امر کیا حق تعالیٰ نے شجرِ طوبیٰ کو کہ تمام حلے اور زیورات اپنے اس تقریبِ مبارک میں نثار کرے چنانچہ اس نے تمام برگ و ساز اپنا اس خوشی میں لٹا دیا ملائکہ و حورانِ بہشت نے اس نچھاور کو اٹھایا اور اس پر فخر و مباہات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیں گے تا بروزِ قیامت یہ نشانی نکاحِ آسمانی کی ہے اب تم کو ارشادِ جنابِ باری ہے کہ مجمع اصحاب کے سامنے زمین پر بھی اس نکاح کو منعقد کرو اور بشارت دو علیؑ و فاطمہؑ کو کہ حق تعالیٰ ان کو دو پسر پاک و پاکیزہ عطا کرے گا کہ صاحبِ فخر و فضیلت ہائے بے شمار ہوں گے' دنیا و آخرت میں' پس حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ وہ فرشتہ ہنوز آسمان پر بھی نہ پہنچا ہوگا کہ تو نے کنڈی دروازے کی ہلائی' ابن شہر آشوب نے مناقب میں روایت کی ہے کہ نکاح امیر المومنینؑ کا فاطمہ زہراؑ کے ساتھ زمین پر چالیس روز بعد نکاحِ آسمانی کے ہوا اور وہ پہلی یا چھٹی ذی الحجہ کو ہوا تھا۔

روایتِ شیخ صدوق علیہ الرحمہ: شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے اس روز ایک فرشتہ دیکھا جس کے چوبیس منہ تھے حضرتؐ نے اس کو جبرئیل جان کر کہا اے اخی جبرئیل میں نے اس سے پیشتر تم کو اس صورت میں نہ دیکھا تھا فرشتے نے کہا یا رسول اللہؐ میں جبرئیل نہیں ہوں میرا نام محمود ہے حق تعالیٰ نے مجھ کو امر کیا ہے کہ ایک نور کو دوسرے نور کے ساتھ تزویج کروں یعنی علیؑ کو فاطمہؑ کے ساتھ بیاہ دوں جب فرشتے نے پشت موڑی تو

دیکھا کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا تھا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وعليٌّ وَصِيُّهٗ رسولؐ خدا نے پوچھا اے محمود تمھارے شانوں کے درمیان یہ عبارت کب سے تحریر ہے کہا بائیس ہزار سال قبلِ خلقِ آدم سے، صاحب ناسخ التاریخ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اہلِ سنت کے یہاں بھی بطریق متعددہ مروی ہے فرق اس قدر ہے کہ ان کے یہاں اس ملک کا نام بجائے محمود کے صرصائیل ذکر ہوا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے بیس سر اور ہر سر میں ہزار آنکھیں تھیں اور ہاتھ اس کے اس قدر دراز تھے کہ آسمانوں اور زمینوں سے نکلے ہوئے تھے اور شانوں کے درمیان بعد کلمہ شہادتین لکھا تھا۔ علیؑ بن ابی طالبؑ مقیم الجنہ بہر کیف حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ بشارت ہو تم کو کرامتِ پروردگارکی' میں اس جل شانہ کے حکم کو تمھارے بارے میں جاری کروں گا' تم آگے چل کر مسجد میں ٹھہرو' میں بھی پیچھے پیچھے آتا ہوں تا کہ فاطمہؑ کے ساتھ تمھارا نکاح کروں' اور فضائل ومناقب کو سب کے سامنے بیان کروں' جن سے آنکھیں تیری اور تیرے دوستوں کی روزِ قیامت تک ٹھنڈی رہیں' پس حضرت امیر المومنینؑ آپ کی خدمت سے شاداں وفرحاں باہر آئے مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تھے راہ میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کہ آپ کے واپسی کے منتظر تھے' آپ سے ملے' اور حال دریافت کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ پیغمبرِ خدا نے میرا نکاح فاطمہؑ کے ساتھ کر دیا اور مجھ کو خبر دی کہ حق تعالیٰ نے بالائے آسمان یہ نکاح منعقدہ فرمایا اور وہ حضرتؐ ابھی آتے ہیں تا کہ اس کا اعلان سب کے سامنے کریں' شیخین نے یہ سن کر بظاہر اظہارِ مسرت وشادمانی کیا۔

خطبۂ امیر المومنینؑ: الغرض حضرت امیرؑ مع ابوبکرؓ وعمرؓ مسجد میں آئے' اور ان کے پیچھے حضرت رسولؐ خدا بھی داخل ہوئے آپ نے بلالؓ کو حکم کیا کہ مہاجر وانصار کو جمع کر پس منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا اے معشرِ مسلمین جبرئیل امیں میرے پاس آئے اور خبر دی کہ حق تعالیٰ نے ملائکہ کو بیت المعمور پر جمع کیا اور سب کے سامنے فاطمہؑ اپنی کنیز' میری دختر' کا نکاح اپنے بندے علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ کر دیا اور ملائکہ کو اس پر شاہد کیا' پس مجھ کو امر کیا ہے کہ تمھارے حضور میں اس کا اعادہ کروں اور تم کو اس کا شاہد گردانوں بروایتے حضرتؐ نے فرمایا ایہا الناس مردانِ قریش مجھ سے بار بار فاطمہؑ کی خواستگاری کرتے تھے مگر میں اس کی تزویج کو حق سبحانہٗ تعالیٰ پر حوالے کرتا تھا بہ تحقیق کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو فاطمہؑ تمھاری دختر کا روئے زمین پر آدم وغیر آدم سے کوئی ہمسر نہ تھا کہ جس کے ساتھ اس کا عقد ہوتا۔ پس حضرتؐ بیٹھ گئے اور امیر المومنینؑ کو فرمایا اے ابوالحسن اٹھو اور فاطمہؑ کی خواستگاری کر' حضرت امیر اٹھے اور ایک خطبہ مختصر بکمالِ بلاغت و فصاحت پڑھا وہ خطبہ یہ ہے الحَمْدُ لِلّٰهِ شُكْرًا لِاَنْعُمِهٖ وَاَيَادِيْهٖ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً

تبلغه وترضيه و صَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ محمدٍ صلوةً وتخطبه والنكاح مِمّا امَرَ اللّٰه عزّوجل ورضيه و مجلسنا هذا قضاهُ اللّٰهُ واذن فيه و قد زَوَّجني رسول اللّٰه ابنة فاطمة وجَعَل صَد اقهاد رعى هذا وقد رضيت بدلك فاسْلواهُ واشهدوا

خلاصۂ مضمون خطبہ شریفہ کا یہ ہے کہ اول حمد خدا کی، پھر محمد مصطفےٰ ﷺ پر درود بھیجا، بعد ازاں فرمایا کہ نکاح ایک امر ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو پسند کیا اور اس کا حکم فرمایا ہے بہ تحقیق کہ ہماری یہ مجلس بحکم وقضائے کردگار مرتب ہوئی ہے، مقصود اس سے یہ ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے اپنی دخترِ مطہر فاطمہ زہراؑ کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور اس میری زرہ کو اس کا مہر گردانا میں اس پر راضی ہوں تم بھی حضرت رسولؐ خدا سے اس کو دریافت کر لو تا کہ گواہ رہو۔ حاضرین مجلس نے حضرت سے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا آپ نے فاطمہؑ کا عقد علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ مہر مذکور پر کر دیا ہے فرمایا ہاں کر دیا ہے اس پر مجلس سے شورِ مبارک باد بلند ہوا سب نے کہا **بَارَكَ لَهُمَا وَعَلَيْهِمَا وَجَمَعَ شَمْلَهُمَا** یعنی خدا دولہا دلھن کو یہ شادی مبارک کرے۔ اور ان کے درمیان اتفاق وملاپ رہے **مولف** کہتا ہے کہ اس روایت سے زرہ کا مہر مقرر ہونا پایا جاتا ہے اور ایک روایت میں پانچ سو درہم مہر کے ذکر ہوئے ہیں ممکن ہے کہ قیمت زرہ کی پانچ سو درہم ہو۔

مہرِ جنابِ فاطمہ زہراؑ: پس مآل دونوں روایتوں کا ایک ہی ہوگا اور احادیث میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ نے ربع یعنی چہارم دینار کو مہر فاطمہؑ قرار دیا اور بہشت ودوزخ کو اس کا مہر گردانا تا کہ روزِ قیامت اپنے دوستوں کو بہشت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں، لیکن زمین پر مشہور مہر آنحضرت کا پانچ سو درہم ہے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے پیغمبرؐ خدا کے پاس وحی بھیجی کہ ہم نے مہر فاطمہؑ خمس یعنی پانچواں حصہ دنیا کا، اور تہائی بہشت اور چار نہریں نہر فرات نیل مصر ونہروان ونہر بلخ مقرر کیا ہے مگر تم اے محمدؐ اس کو پانچ سو درہم پر بیاہ دو۔ تا کہ تمھاری امت میں یہ مقدار سنت رہے۔ فردوس الاخبار میں کہ کتب اہلِ سنت سے ہے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ حق تعالیٰ نے فاطمہؑ کو تجھ سے تزویج کیا اور زمین کو اس کا مہر مقرر کیا پس جو زمین پر راہ چلے اور تمھارا دشمن ہو وہ بہ حرام راہ چلتا ہے۔ منقول ہے کہ رسولؐ خدا اس کارِ خیر سے فراغت پا کر مسجد سے حرم سرا میں تشریف لے گئے تو جناب فاطمہؑ کو گریاں پایا فرمایا اے فاطمہؑ کس لیے روتی ہے قسم بخدا کہ اگر میرے اہلِ بیت میں علیؑ سے بہتر کوئی اور ہوتا تو میں تیرا نکاح اس سے کرتا بہ تحقیق کہ میں نے یہ نکاح نہیں کیا حق تعالیٰ نے اس کے ساتھ تجھ کو بیاہا ہے اور خمس مال تیرا مہر مقرر فرمایا، پس جب تک زمین وآسمان باقی ہے خمس تیرا اور تیری اولاد کا حق ہے۔ مناقب مرتضوی میں نقل کیا ہے کہ جنابِ سیدہؑ اپنے مہر پانچ سو درہم قیمتِ زرہ سے مطلع ہوئیں تو حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کی کہ سب کی لڑکیوں کا

مہر درہم و دینار سے ہوتا ہے۔ آپ کی دختر کا بھی یہی ہوگا تو اوروں سے کیا فرق ہوگا دعا کیجیے کہ حق تعالیٰ میرا مہر آپ کی امت کی شفاعت قرار دے حضرتؐ نے بارگاہِ باری میں دعا کی اور فی الفور درجہ اجابت کو پہنچی جبرئیل امین ایک قطعہ حریر لائے دو سطریں اس میں لکھی تھیں مضمون یہ تھا کہ حق تعالیٰ نے مہرِ فاطمہؑ اس کے باپ کی امت کی شفاعت مقرر کی ہے جناب سیدہؑ اس رقعہ کو ہمیشہ بطور تبرک اپنے پاس رکھتی تھیں بوقتِ رحلت وصیت کی کہ اس کو میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا تا کہ فردا ءِ قیامت اس حجتہ سے اپنے باپ کی امتِ عاصی کو بخشواؤں۔

سامانِ جہیز جناب سیدہؑ: مروی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ اپنی زرہ حطمیہ (۱) کو بیچ کر ہمارے پاس لے آؤ کہ سامانِ جہیز تمھاری زوجہ کا بہم پہنچے حضرت امیرؑ حسب الارشاد زرہ کو بازار میں فروخت کے لیے لے گئے سنی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے وہ زرہ چار سو اسی درہم پر خرید کی ورنہ ان کے ہاں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے امیر المومنینؑ سے بشکل اعرابی بن کر اس کو خریدا تھا اور قیمت آنحضرتؐ کو دی تھی پھر زرہ رسول اللہؐ کو دینے گئے تھے۔

اشیاءِ جہیزِ جنابِ سیدہؑ: بالجملہ امیر المومنینؑ کہتے ہیں کہ میں نے زرِ قیمت لا کر رسولؐ خدا کے دامن میں ڈال دیا نہ حضرتؐ نے پوچھا کہ کس قدر ہیں، نہ میں نے ہی مارے شرم کے اس کا کچھ ذکر کیا، حضرتؐ نے ویسے ہی بے گنے ایک مٹھی درہموں کی بھر کر بلال کو دی کہ اس سے خوشبو و عطریات فاطمہؑ کے لیے خرید کرے۔ پھر دو مٹھیاں اور بھریں اور حضرت ابوبکرؓ و عمارؓ یاسرؓ و دیگر صحابیوں کے حوالے کیں کہ پارچہ و دیگر اسبابِ خانہ داری جو مناسب جانیں خرید لائیں ایک روایت میں ہے کہ ایک ثلث روپیہ خوشبو کے لیے اور دو تہائی پارچہ و اثاث البیت کے واسطے مرحمت فرمایا ظاہر امراد یہ ہے کہ جس قدر روپیہ اس وقت عنایت کیا اس میں تہائی خوشبو اور دو تہائی دیگر سامان کے لیے تھا۔ یہ کہ تمام روپیہ اسی وقت خرچ کر دیا گیا کس لیے کہ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روپیہ مصارفِ روزِ رخصت کے لیے حضرت ام سلمہؓ کے سپرد کیا تھا الحاصل یہ حضرات بازار میں پہنچے اور خرید اسباب شروع کی جو چیز لیتے پہلے بوجھ بوجھ کر حضرت ابوبکرؓ کو دکھلا لیتے جب وہ کہتے تب اس کو لیتے پس انھوں نے ایک کرتہ سات درہم کو خریدا اور ایک چادر چار درہم کو لی اور ایک قطیفہ (سرپنچ) سیاہ خیبری اور ایک کھٹولا کھجور کے بانوں سے بنا ہوا دو گدے نیچے بچھانے کے کہ ایک

(۱) حطمہ بن محارب ایک زرہ بنانے والے کا نام ہے زرہ حطمیہ اس کی طرف منسوب ہے یا زرہ حطمیہ اس زرہ کو کہتے ہیں کہ جس پر لگ کر تلوار ٹوٹ جائے کیوں کہ حطم کے معنے لغت میں ٹوٹنے کے ہیں یا زرہ گراں اور عریض کو کہتے ہیں اور اسی سے ہے حدیث ازدواج فاطمہؑ کو آنحضرتؐ نے علی علیہ السلام سے فرمایا این زرھک الحطمیہ یا علیؑ تمھاری زرہ حطمیہ کہاں ہے ۱۲ کذا فی القاموس۔

میں لیفِ خرما دوسرے میں بھیڑ کے بال بھرے تھے، اور چار تکیے طائف کے چمڑے کے، گیاہِ اذخران میں بھرا تھا، اور ایک پردہ بالوں کا، اور ایک حصیر ہجر کا، اور ایک چکی آٹا پیسنے کی، ایک بادیہ تانبے کا، ایک ظرف چمڑے کا پانی پینے کے لیے، ایک کاسہ لکڑی کا دودھ پینے کا، ایک مشک پانی کے لیے، ایک لوٹا مٹی کا سیاہ روغن کیا ہوا، ایک گھڑا مٹی کا سبز روغن کیا ہوا، چند کوزے مٹی کے خریدے، بروایتے ایک چھلنی آٹا چھاننے کی، دو بازو بند چاندی کے بھی تھے، جب تمام اشیا خرید ہو گئیں تو کچھ چیزیں حضرت ابوبکرؓ نے اور باقی دیگر اصحاب نے اٹھائیں اور حضرت کی خدمت میں لائے آپ ایک ایک چیز کو ہاتھ میں لیتے اور الٹ پلٹ کر دیکھتے اور فرماتے **بارك الله لاهل البيت** خدا گھر والوں کو اس میں برکت دے بروایتے آپ نے یہ سامان دیکھا، تو اشک آنکھوں میں بھر لائے اور فرمایا **اللهم بارك لقومٍ جُلُّ اٰنِيَتَهُمُ الخزف** یعنی پروردگار برکت دے اس قوم کو کہ تمام ظروف ان کے مٹی کے ہوں۔

درخواست وداع جنابِ سیدہؑ: القصہ امیر المومنینؑ فرماتے تھے کہ نکاح کے بعد ایک مہینہ گزر گیا میں ہمیشہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھتا اور گھر لوٹ آتا اصلاً فاطمہؑ کا ذکر زبان پر نہ لاتا حضرتؐ بھی کچھ اس کا ذکر مذکور نہ فرماتے اِلّا گاہ گاہ جب کہ تنہا ہوتے تو کہتے کیا ہی خوب زوجہ تیری ہے اے ابوالحسن شاد رہ کہ ہم نے بہترین از زنانِ عالم کے ساتھ تیری شادی کی ہے ایک روز ازواجِ پیغمبرؐ نے مجھ سے کہا یا علیؑ اگر تم کہو تو ہم تمھاری طرف سے پیغمبرؐ سے اس کا ذکر چھیڑیں کہ وہ حضرت تمھاری زوجہ کو رخصت کر دیں میں نے کہا بہتر ہے کہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عقیل برادرِ امیر المومنینؑ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا اے بھائی مجھ کو فاطمہؑ دختر محمدؐ کے ساتھ تمھاری شادی ہو جانے کی اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ کسی بات سے ایسی خوشی نہ ہوئی تھی اب تم کس لیے آنحضرتؐ سے درخواست نہیں کرتے کہ تمھاری زوجہ کو تمھارے گھر میں بھیج دیں، ہماری دلی آرزو ہے کہ ہماری آنکھیں تمھارے زفاف سے روشن ہوں حضرت نے فرمایا قسم بخدا کہ میری بھی یہی خواہش ہے، مگر شرم آتی ہے، کہ آنحضرتؐ کے سامنے اس کا ذکر زبان پر لاؤں عقیل نے قسمیں دے کر آپ کو درخواست کرنے پر آمادہ کیا اور اپنے ساتھ لے کر پیغمبرؐ خدا کی طرف چلے راستہ میں اُمِ ایمن کنیزِ رسولؐ خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے کہا تم ٹھہرو میں اس کی تحریک کرتی ہوں کیوں کہ ایسے کاموں میں عورتوں کی بات زیادہ اثر رکھتی ہے پس اُم ایمن اندر گئی اور حضرت ام سلمہؓ سے صلاح کی اُم سلمہؓ ازواج پیغمبرؐ کو ہمراہ لے کر حاضر خدمت ہوئیں آپ اس وقت عائشہ کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے یہ سب مل کر سامنے بیٹھیں اور کلام اس طرح پر شروع کیا کہ اگر آج خدیجہؑ زندہ ہوتیں تو ان کی آنکھیں ان کی دختر کے دیدار سے ٹھنڈک پاتیں حضرتؐ نے جوں ہی نام خدیجہؑ کا سنا تو گریاں ہوئے اور فرمایا **اَيْنَ مثل خديجةُ صدقتني حين كذبني الناسُ**

وازرتنی علیٰ دین اللّٰہ واعانتی علیه بمالها ان اللّٰہ عزوجل اَمَرَنی ان اَبشِرَ خدیجة بَبیت فی الجنة من قصب الزمرده صخب فیه ولا نصب یعنی کوئی مثل خدیجہؑ کے کہاں ہے اس نے میری تصدیق کی جب کہ اور آدمیوں نے جھٹلایا دینِ خدا میں میری مددگار رہی اور اپنے مال سے میری اعانت کی بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو امر کیا کہ اس کو بشارت دوں کہ خدا نے ایک مکان زمرد کا اس کے لیے بہشت میں بنایا ہے جس میں کوئی تعب و مشقت نہیں ام سلمہؓ بولیں ہمارے ماں باپ تم پر فدا ہوں یارسول اللہؐ جس قدر آپ خدیجہؑ کی تعریف کرتے ہیں سب بجا و درست ہے اب وہ رحمت خدا میں داخل ہوئیں اور کرامت ہائے حق تعالیٰ کو پہنچیں ان کو نعمت ہائے پروردگار مبارک اور گوارا ہوں ہم کو بھی حق تعالیٰ منازل بہشت میں ان کے ساتھ جمع کرے اس وقت ہمارے یہاں جمع ہونے سے یہ غرض ہے کہ تمھارے بھائی اور ابنِ عم علیؑ بن ابی طالبؑ چاہتے ہیں کہ حضرت ان کی زوجہ فاطمہ زہراؑ کو ان کو عطا کریں آپ نے فرمایا اے ام سلمہؓ کس لیے علیؑ نے خود مجھ سے اس کا سوال نہیں کیا ام سلمہؓ نے کہا حیا ان کو مانع ہے۔ حضرتؐ نے ام ایمن سے کہا کہ جا علیؑ کو بلا لا امیر المومنینؑ آئے تو عورتیں ایک طرف ہوگئیں آپ اندر آئے فرماتے ہیں کہ میں حضرتؐ کی خدمت میں بیٹھ گیا شرم سے سر جھکائے تھا پیغمبرؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ چاہتا ہے کہ تیری زوجہ کو تیرے حوالے کر دیا جائے میں نے آہستہ سے کہا ہاں یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں فرمایا بہتر ہے ہم آج ہی شب کو فاطمہؑ کو وداع کر دیں گے پس میں خوشی خوشی باہر آیا اور آپ نے اسی وقت اپنی ازواج کو بلا کر کہہ دیا کہ فاطمہؑ کو زینت کرو اور خوشبوئیں لگاؤ اور ایک حجرے میں اس کے لیے فرش بچھاؤ کہ فاطمہؑ اپنے شوہر کے پاس داخل ہو، بروایتے ام سلمہؓ سے فرمایا کہ تم اپنا حجرہ آراستہ کرو اور تمام کاروبار کا انھیں کو کفیل گردانا، اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہؑ سے پوچھا کہ تمھارے پاس کچھ خوشبو بھی ہے کہ اپنی لیے رکھ چھوڑی ہو کہا ہاں ہے اور ایک شیشہ لے آئیں اس میں سی تھوڑی سے خوشبو میری ہتھیلی پر ڈالی ایسی بوئے خوش میں نے کبھی نہ سونگھی تھی دل و دماغ معطر ہوگیا میں نے کہا فاطمہؑ یہ خوشبو تم کو کہاں سے ہاتھ آئی انھوں نے کہا کبھی کبھی دحیہؓ کلبی میرے باپ رسولؐ خدا کی خدمت میں آتے ہیں تو حضرت فرماتے ہیں اے فاطمہؑ مسند لاؤ اور اپنے چچا کے واسطے بچھاؤ میں ان کے لیے فرش بچھا دیتی ہوں وہ اس پر بیٹھتے ہیں۔

جبرئیل کے پروں سے عنبر گرتا ہے: جب اٹھتے ہیں تو ان کے کپڑوں سے ایک شے جھڑتی ہے رسول اللہؐ مجھے کہتے ہیں کہ اس کو جمع کر رکھو یہی وہ خوشبو ہے کہتے ہیں کہ عنبر خالص جبرئیل کے پروں سے جھڑتا ہے جنابِ سیدہؑ نے جبرئیل کو دحیہ کلبی اس لیے کہا کہ بیشتر اوقات وہ ان کی شکل میں رسولؐ خدا کے پاس آتے تھے پھر ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ

اس کے سوا فاطمہؑ کسی قدر عرقِ گلاب لائیں کہ کبھی ویسا خوشبودار گلاب دیکھنے میں نہ آیا تھا میں نے کہا فاطمہؑ یہ گلاب تم کو کہاں سے ملا کہا یہ گلاب نہیں یہ عرقِ مبارک رسولؐ خدا ہے جب آپ دوپہر کے وقت قیلولہ فرماتے ہیں تو سونے میں پسینہ آتا ہے میں وہ پسینہ اس شیشہ میں لے لیتی ہوں۔

عرقِ مبارک رسولؐ خدا گلاب سے زیادہ خوشبودار تھا: اور منقول ہے کہ جبرئیلؑ ایک حلہ بہشت سے لائے جس کی قیمت کل دنیا کے برابر تھی جب حضرت فاطمہؑ نے اس کو پہنا سب زنانِ قریش اس کو دیکھ کر حیران ہوگئیں اور پوچھنے لگیں کہ فاطمہؑ یہ کپڑا تم کو کہاں سے ملا ہے آپ نے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھ کو عنایت کیا ہے۔

امیر المومنینؑ اور جنابِ سیدہؑ کی شادی کا ولیمہ: القصہ حضرت سنگار کا حکم دے کر طعامِ ولیمہ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ کچھ درہم قیمت زرہ سے حضرت ام سلمہؑ کے پاس رکھے تھے وہ لے کر امیر المومنینؑ کو دیئے اور فرمایا ان کا روغنِ خرما و برواہتے روغن خرما و دہی خرید لاؤ کہ خبیص (۱) تمھاری طرف سے اور روٹی گوشت ہماری طرف سے ہوگا۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں حسب ارشاد یہ اشیا خرید کر خدمت میں لے گیا آپ نے ایک دسترخوان چمڑے کا منگایا اور تمام کھجوریں اس پر ڈال دیں پھر گھی اور دہی بھی اس پر اونڈھا دیا اور آستینیں چڑھائیں اور دستِ مبارک سے ان چیزوں کو باہم ملایا اور امر کیا کہ روٹیاں بہت سی تیار کی جائیں اور ایک مینڈھا فربہ ذبح کرایا جب تمام کھانا تیار ہوگیا تو مجھ کو حکم دیا کہ جاؤ اور کھانے کے لیے لوگوں کو طلب کرو میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ مسجد آدمیوں سے پر ہے مجھ کو شرم آئی کہ بعض کو بلاؤں اور بعض کو نہ بلاؤں ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر کہا بھائیو ولیمہ فاطمہؑ میں کھانے کو چلو یہ سن کر تمام آدمی اٹھ کھڑے ہوئے مجھ کو آدمیوں کی کثرت اور کھانے کی قلت سے تردد ہوا آگے بڑھ کر حضرتؐ کی خدمت میں عرض کی کہ آدمی بہت آگئے ہیں فرمایا کچھ اندیشہ نہ کرو اور ایک رومال کھانے پر ڈھانک دیا اور فرمایا دس دس آدمیوں کو اندر بلاؤ میں دس آدمیوں کو بلاتا جب وہ کھا کر باہر نکلتے تب اور دس کو بلاتا پہلے کھانا کھاتے پھر کھجوروں کا ملیدہ نوشجان کرتے حتیٰ کہ بہ برکتِ حضرت رسالت پناہ سات سو افراد نے اس طرح پر کھانا کھالیا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ نے آواز دی تو وہ آواز باعجازِ رسالت پناہی تمام مدینہ و نواحِ مدینہ میں پہنچی لوگ اس کو سن کر اپنے گھروں باغوں اور کھیتوں سے متوجہ دولت سرائے نبوی ہوئے پس دسترخوان مسجد میں بچھا دیئے گئے اور دعوتی کھانے بیٹھ گئے چار ہزار سے کچھ اُوپر آدمی تھے سب کھا کر سیر ہوگئے اور کھانا ہنوز بحال خود باقی تھا پھر حضرت نے کچھ طبق منگوائے اور

---

(۱) خبیص بروزن امیر ایک حلوا ہے کہ روغن و خرما سے تیار کرتے ہیں اس کو فارسی میں افروشہ کہتے ہیں ۱۲ منتہی العرب۔

بھر بھر کر امہات مومنین یعنی اپنی ازواج کو بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اپنے عزیزوں ہمسایوں کو بھی کھلائیں پھر ایک طباق بھرا اور فرمایا یہ علیؑ وفاطمہؑ کا حصہ ہے راوی کہتا ہے کہ تین روز تک لوگ آتے اور کھانا کھاتے اور کھانا کم نہ ہوتا تھا۔

ولیمہ سے فراغت پا کر حضرت اندر تشریف لے گئے اور ام سلمہؓ سے کہا کہ فاطمہؑ کو میرے پاس لے آؤ وہ گئیں اور جناب سیدہؑ کو اپنے ساتھ لائیں کثرت شرم وحیا سے جناب سیدہؑ دامن زمین پر گھسیٹتی آتی تھیں اور تمام بدن اطہر پسینہ میں تر بتر ہو گیا تھا ایک جگہ راہ میں ٹھوکر کھائی حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ دنیا اور آخرت کی لغزشوں سے تجھ کو نگاہ رکھے سامنے کھڑی ہوئیں تو آپ نے چادر چہرۂ انور سے سرکائی اور حضرت علیؑ کو جمال بے مثال اس بدر آسمان کمال کا دکھلایا رونمائی کے بعد ہاتھ فاطمہؑ کا پکڑ کر علی علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا **بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي ابنته رَسُوْلُ اللّٰهِ** کہ دختر رسول اللہؐ تجھ کو مبارک ہو یا علیؑ خوب زوجہ ہے تیری فاطمہؑ اور اے فاطمہؑ خوب شوہر تیرا ہے علیؑ۔ جبرئیل امین ولیمہ کی تقریب سے ایک خوان آسمان سے لائے تھے اس میں کسی قدر روٹیاں، کچھ کیلے کی پھلیاں، اور کشمش اور بہی تھی آپ نے ایک دانہ بہی کا اٹھایا اور دست مبارک سے اس کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا علیؑ کو اور ایک فاطمہؑ کو عنایت کیا اور فرمایا یہ ہدیۂ بہشت ہے تمھارے لیے ان کاموں کے بعد آپ نے دختران عبدالمطلب ودیگر زنان بنی ہاشم وزنان مہاجر وانصار کو امر کیا کہ فاطمہؑ کے ساتھ ساتھ چلیں اور تکبیر وذکر خدا اور ہنسی خوشی کی باتیں کرتی جائیں مگر کوئی بے ہودہ کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ جس میں خدا ناراض ہو پس خچر اپنی سواری کا جسے شہبا کہتے تھے طلب فرمایا اور ایک چادر اس پر ڈال کر جناب سیدہؑ کو سوار کیا پیغمبرؐ خدا اس کے آگے اور جبرئیل دہنی جانب اور میکائل بائیں طرف اور ستر ہزار فرشتے پیچھے تسبیح خواں رواں ہوئے اور ستر ہزار حوریں حضرت سیدہؑ کی سواری کو گھیرے ہوئے تھیں۔

جناب سیدہ کی رخصتی کی شان: علما اہل سنت نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ شب زفاف جبرئیل نے استر کی باگ تھامی اسرافیل نے رکاب لی میکائیل نے دمچی پکڑی۔ پیغمبرؐ خدا فاطمہؑ کے کپڑوں کو سنوارتے جاتے تھے یہ فرشتے تکبیر کہتے اور ان کے ساتھ اور ملائکہ نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے چنانچہ یہ تکبیر ان سے قیامت تک سنت رہی کہ عروسی کے موقع پر کہا کریں، ایک روایت میں ہے کہ خچر کی لگام سلمان فارسیؓ کے ہاتھ میں تھی اور حمزہؓ وعقیلؓ وجعفرؓ ودیگر اہل بیت ان کے پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ بنی ہاشم ننگی تلواریں ہاتھ میں لیے تھے ازواج پیغمبرؐ ام سلمہؓ وعائشہ وغیرہ کچھ اشعار بطور رجز پڑھتیں اور ساتھ کی عورتیں ان کا پہلا مصرعہ کہتی تھیں غرض اس شان وشکوہ سے سواری مانند باد بہاری چلی جاتی تھی۔ عرب کا معمول تھا کہ زفاف کے موقع پر کہا کرتے تھے۔ **بالرفاء والبنين** یعنی زوج وزوجہ میں موافقت

رہے اور وہ صاحب اولاد ہوں حضرت رسولؐ خدا نے دستورات جاہلیت سے جان کر اس سے منع کیا اور فرمایا بجائے اس کے یہ کلمہ کہو **علی الخیر والبرکۃ** یعنی یہ شادی خیر و برکت کے ساتھ ہو۔ مکان پر پہنچے تو آپ نے جناب سیدہؑ کو سواری سے اتارا اور امیر المومنینؑ کے سپرد کیا کہ اپنی خواب گاہ کو جاؤ مگر میں جب تک تمھارے پاس نہ آلوں کوئی بات نہ کرنا یہ کہہ کر واپس ہوئے اور باقی ہمراہی بھی اپنے اپنے گھروں کو لوٹے مگر ستر ہزار فرشتے بموجب احادیث رات بھر تسبیح و تقدیسِ الٰہی میں مصروف رہے امیر المومنینؑ کہتے ہیں کہ میں فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مکان میں لے گیا وہ جا کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں اور شرم سے سر جھکائے تھیں اسی طرح میں بھی ایک سمت خاموش بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت رسولؐ خدا پھر تشریف لائے اور فرمایا یہاں کون ہے ہم نے کہا آئیے یارسول اللہؐ بخیر و برکت تشریف لائیے پس داخل حجرہ ہوئے اور فاطمہؑ کو اپنے برابر بٹھایا پھر فرمایا تھوڑا سا پانی لاؤ فاطمہؑ اٹھیں اور کاسہ چوبی میں پانی بھر کر لائیں حضرتؐ نے اس میں سے ایک گھونٹ لے کر اس پیالے میں کلی کی اور تھوڑا سا پانی اس میں سے جنابِ سیدہؑ کے سر پر ڈالا تھوڑا سا ان کے دونوں پستانوں کے درمیان چھڑکا قدرے پشت پر شانوں کے بیچ میں چھڑکا اور فرمایا پروردگارا یہ میری بیٹی ہے اور تمام عالم سے زیادہ مجھ کو محبوب اور پیاری ہے اور جناب امیرؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خداوندا یہ میرا بھائی ہے اور جملہ خلائق سے عزیز ہے بارِ الٰہی اس کو اپنا دوست و اطاعت گزار و فرماں بردار بنا اور اس کی زوجہ کو اس پر مبارک گردان پھر فرمایا جا اے علیؑ اور اپنی بی بی کے پاس داخل ہو خدا تجھ پر مبارک کرے اور رحمت الٰہی تم پر نازل ہو بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ حمید مجید ہے یہ کہہ کر باہر نکلے اور بازو دروازے کے پکڑ کر فرمایا **طھر کما وطھر نسلکما انا سلم لمن سالَمَکُمَا وحرب لمن حاربکما استود عکما اللّٰہ واستخلفہ علیکما** یعنی خدا تم کو پاک کرے اور نسل پاک و پاکیزہ تم سے پیدا ہو میں تمھارے دوست کا دوست ہوں اور تمھارے دشمن سے دشمنی رکھتا ہوں تم کو سپرد بخدا کرتا ہوں اور اس جل شانہ کو تم پر اپنا خلیفہ کرتا ہوں پھر فرمایا کیا خوب دو دریائے علم ہیں کہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور دو ستارے آسمان سعادت کے ایک دوسرے سے نزدیک ہوتے ہیں یہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے اور دولھا دلھن نے آرام کیا صبح زفاف حضرتؐ پھر تشریف لائے اور ایک کاسہ شیر اپنے ساتھ لائے۔

اسماء بنتِ عمیس: پس حضرت فاطمہؑ کو دیا اور فرمایا **اشرب فداكِ ابوكِ** پی، میری پیاری کہ تیرا باپ تجھ پر فدا ہو، پھر امیر المومنینؑ کو دیا اور فرمایا **اشْرِبْ فِداكَ ابن عمك** پی لے تیرے چچا کا بیٹا تجھ پر نثار ہو۔ اور ایک روایت میں حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ اس کے بعد آپ تین روز تک ہمارے پاس تشریف نہ لائے چوتھی صبح کو آئے تو اسما بنت عمیس خشعمیہ کو درِ حجرہ پر پایا فرمایا تو یہاں کس لیے کھڑی ہے، حالانکہ حجرے میں مرد بے گانہ

ہے، اس نے کہا، قربان جاؤں، لڑکی جب اول بار اپنے شوہر کے پاس جاتی ہے تو اس کو ایک خادمہ درکار ہوتی ہے، کہ خدمت کرے اور کفیلِ کار ہو، میں فاطمہؑ کی حاجت روائی کے لیے یہاں حاضر ہوں فرمایا اے اسما حق تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی حاجتیں برلاوے، نقل ہے کہ یہ نیک بی بی تین رات بروایتے سات رات، جناب سیدہؑ کے پاس حاضر رہی اور خاص خاص خدمتیں آپ کی اس سے متعلق تھیں، اسما بنتِ عمیسؓ بڑی خوش اعتقاد عورت تھی۔ اہلِ بیت کی محبت پر ہمیشہ ثابت قدم رہی ابتدا میں ان کا نکاح جعفر طیارؓ سے ہوا تھا آخر میں خود مولائے مومنین کی زوجیت کا شرف حاصل کیا، درمیان میں کچھ عرصہ تک وہ خلیفہ اول کے نکاح میں رہیں، مگر جو خصوصیت کہ اہلِ بیت علیہم السلام کے ساتھ تھی اس میں سرِ موفرق نہیں آنے دیا، انھیں دنوں میں انھوں نے فدک کے مقدمے میں حضرت ابوبکرؓ کے خلاف جناب سیدہؑ کی گواہی دی تھی اور اس معصومہ کی وفات میں وہ اول سے آخر تک شیریک کار رہیں، چنانچہ ان امور کا ذکر آگے اپنے موقع پر آئے گا۔

القصہ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ اس صبح کو سردی زیادہ تھی میں اور فاطمہؑ ایک چادر میں لیٹے تھے، جب ہم نے حضرت کی گفتگو اسما کے ساتھ سنی تو چاہا کہ اٹھ کر علیحدہ ہو جائیں، حضرت نے اپنے حق کی قسم دی کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا ناچار ہم اسی طرح لیٹے رہے، تاانیکہ حضرت آکر ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں ہمارے بیچ میں پھیلا دیئے داہنا پاؤں میں نے اپنی چھاتی سے اور بایاں فاطمہؑ نے اپنی چھاتی سے لگا لیا، کہ خنکی انکی دور ہو، حضرتِ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حلال کام میں غیرت نہیں چاہیے، جب کہ رسولؐ خدا نے علیؑ و فاطمہؑ کو شبِ زفاف فرمایا کہ کوئی کام نہ کرنا تاوقتیکہ میں تمھارے پاس نہ آلوں اور جب صبح کو ان کے پاس تشریف لائے تو پائے مبارک انکے درمیان دراز کیے اور وہ بچھونے پر لیٹے ہوئے تھے، بالجملہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ جب پاؤں گرم ہو گئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا یا علیؑ ایک کوزہ پانی کا لے آؤ، میں اٹھا اور پانی حاضر کیا، آپ نے تین مرتبہ لعاب دہن اس میں ڈالا اور آیاتِ قرآنی اس پر دم کیے پھر فرمایا یا علیؑ اس کو پی لے مگر تھوڑا سا چھوڑ دینا۔ میں نے پیا حضرتؐ نے باقی پانی کو میرے سر و سینہ پر چھڑکا اور فرمایا **اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكَ الرِّجْسَ وَطَهَّرَكَ تَطْهِيْرًا** یعنی خدا ہر رجس و بدی کو تجھ سے دور کرے اے ابوالحسن اور گناہوں اور عیبوں سے پاک کرے پھر فرمایا اور پانی لا میں نے لاکر حاضر کیا حضرت نے پھر وہی عمل کیا اور فاطمہؑ کو پلایا اور بقیہ کو ان کے سر و سینہ پر چھڑکا اور وہی دعا ان کے لیے کی پھر مجھ کو فرمایا ذرا باہر جاؤ میں باہر چلا گیا تو تنہائی میں فاطمہؑ سے پوچھا کہو بی بی تمھارا شوہر کیسا ہے عرض کی یا رسول اللہ جس رات علیؑ میرے پاس آئے میں نے سنا کہ زمین ان کے ساتھ باتیں کرتی ہے، خوف دہراس اس سے مجھ پر طاری ہوا، پیغمبرؐ خدا نے یہ سنا تو سجدۂ شکر میں جھک گئے، سر

اٹھایا تو کہا، بشارت ہو تجھ کو اے فاطمہؑ کہ حق تعالیٰ نے تیرے شوہر کو تمام خلائق پر ترجیح دی، تیری نسل پاک وطیب ہوگی، زمین جو اس کے ساتھ باتیں کرتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو مامور کیا ہے کہ جو کچھ اس پر واقع ہو اس سے علی علیہ السلام کو خبر دے، بروایت دیگر فاطمہؑ نے عرض کی میرا شوہر ہر طرح سے بہتر و افضل ہے، اِلّا یہ کہ زنانِ قریش کہتی ہیں کہ پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی ایک مفلس فقیر کو دے دی ہے، رسولؐ خدا نے فرمایا، اے میری بیٹی تیرا باپ فقیر نہیں، نہ تیرا شوہر فقیر ہے، بہ تحقیق کہ تمام خزانے روئے زمین کے میرے سامنے پیش ہوئے، میں نے صرف قربِ خدائے جل وعلا اختیار کیا اور دنیا نہ چاہی، اے فاطمہؑ اگر تو وہ جانے، جو کچھ میں جانتا ہوں، تو تیری نظر میں دنیا کی کچھ حقیقت نہ رہے، آگاہ رہ کہ علیؑ تیرا شوہر اسلام میں سب سے سابق ہے اور علم و بردباری میں تمام سے فائق، جناب احدیت نے تمام عالم سے دو مردوں کو چُنا اور چھانٹا ایک تیرا باپ ہے، دوسرا تیرا شوہر پس اچھا شوہر ہے تیرا شوہر، اس کی اطاعت کر اور کسی بات میں اس کی مخالفت روا نہ رکھ بعد از آں امیر المومنینؑ کو آواز دی کہ یا علیؑ اپنے گھر میں آؤ اور اپنی زوجہ کے ساتھ نرمی اور مدارا کرو، بہ تحقیق کہ فاطمہؑ میری پارۂ تن ہے اس کی ایذا سے مجھ کو ایذا ہوتی ہے اور اس کی خوشی بعینہ میری خوشی ہے، تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، وہی میرا خلیفہ ہے تم پر یہ کہہ کر باہر تشریف لے گئے علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بخدا جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں، میں نے کبھی ان کو آزردہ نہیں کیا کوئی امر مجھ سے ایسا نہیں واقع ہوا جو ان کی ناخوشی کا موجب ہو، اسی طرح فاطمہؑ نے بھی مجھ کو کسی بات میں آزردہ نہیں کیا اور کبھی میری نافرمانی ان سے نہیں ہوئی بلکہ ان کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور غم والم میرے دل سے دور ہوتا تھا، حضرتِ صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے رسول اللہؐ کی طرف وحی کی کہ فاطمہؑ کو کہہ دو کہ علیؑ کی نافرمانی نہ کرے، اگر وہ غضب ناک ہوگا تو میں غضب ناک ہوں گا، نیز آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے امیر المومنینؑ پر اور عورتیں حرام کی تھیں جب تک کہ فاطمہؑ زندہ رہیں، اس لیے کہ وہ حضرت طاہرہ تھیں حیض ان کو نہ آتا تھا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بعض محققین علما سے نقل کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے سورۂ ہَلۡ اَتٰی میں انواع و اقسام نعماتِ بہشت کا ذکر کیا ہے مگر حوروں کا ذکر نہیں فرمایا شاید اس لیے کہ یہ سورہ اہل بیت کی شان میں آیا ہے حق تعالیٰ نے فاطمہؑ کی رعایت سے حوروں کا ذکر نہیں فرمایا۔

کیفیت معاشرت امیر المومنینؑ وسیدۃِ نساء العالمین روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے مقرر کیا کہ اندر کے کاروبار مثل کھانا پکانے، جھاڑو دینے، آٹا پیسنے کے فاطمہ زہراؑ کریں اور باہر کے کام پانی لانے بازار سے سودا خرید کر لانے کے علیؑ مرتضیٰ یا آپ کی مادرِ گرامی فاطمہؑ بنتِ اسد بجالائیں۔ **تسبیح جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا** اور نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہؑ دخترِ رسولؐ خدا کو گھر کے کاروبار یعنی آگ

کے آگے بیٹھنے، آٹا پیسنے، جھاڑو دینے سے زحمت زیادہ پہنچی اور رنگ آپ کے چہرے کا متغیر ہو گیا ایک روز میں نے ان سے کہا کہ کچھ لونڈیاں تمھارے باپ کے پاس بندی میں آئے ہیں اگر آنحضرتؐ سے اپنا حال جا کر کہو تو ممکن ہے کہ ایک خادم تم کو عطا کریں اور اس زحمت سے نجات ہو۔ فاطمہؑ پیغمبرؐ خدا کے گھر گئیں۔ مگر حضرت اس وقت تشریف نہ رکھتے تھے۔ عائشہ تھیں ان سے حال بیان کیا اور واپس چلی آئیں حضرت رسولؐ خدا شام کو دولت سرا میں تشریف لائے تو عائشہؓ نے فاطمہؑ کا طلب خادم کے لیے حاضر ہونا بیان کیا۔ آپ اسی وقت خانۂ علیؑ و زہراؑ کی طرف متوجہ ہوئے دونوں بزرگوار جامۂ شب خوابی پہن کر اس وقت لیٹ رہے تھے حضرتؐ کو آتے دیکھ کر اٹھنا چاہا آپ نے امر کیا کہ اپنے مقام سے حرکت نہ کرو اور خود تشریف لا کر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور پائے مبارک کو ان کے درمیان داخل کیا علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ اثر پائے مبارک اور راحت وخوشی ان کی ہمارے سینوں کو معلوم ہوئی پس فرمایا اے فاطمہؑ تم ہمارے گھر طلبِ خادم کے لیے گئی تھیں۔ علیؑ مرتضیٰ نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے ان کو بھیجا تھا کیوں کہ کارِ خانگی سے فاطمہؑ کو بہت تکلیف ہوتی ہے حضرتؐ نے فرمایا میں تم کو ایسی بات تعلیم کرتا ہوں کہ خادم سے بہت بہتر ہے۔ جب سونے لگو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر تینتیس مرتبہ الحمد للہ بتیس مرتبہ سبحان اللہ کہہ لیا کرو کہ یہ تسبیح تمھارے لیے خادم سے کہیں بہتر ہے علیؑ مرتضیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سے یہ تسبیح پڑھنی شروع کر دی پھر کبھی اس ورد کو نہیں چھوڑا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرتؑ کیا آپ نے شبِ صفین یعنی لیلۃ الہریر کو بھی اس کو ترک نہیں کیا فرمایا کہ ہاں اس رات کو بھی نہیں چھوڑا، بروایتے ارشاد کیا کہ اول شب کو بھول گیا تھا آخر میں تدارک کیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایت روضۃ الاحباب کی مطابق وموافق ہے روایت تسبیحِ فاطمہؑ کے کہ بعد ہر نماز کے اس کا پڑھنا کتبِ شیعہ میں وارد ہے اور اس کے موافق عملدرآمد ہوتا ہے۔ مگر بحار الانوار میں جو روایت اس مقام پر وارد کی ہے اس میں یہ تسبیح اس ترتیب سے ذکر نہیں ہوئی اس میں پہلے تینتیس مرتبہ الحمد للہ پھر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پھر چونتیس مرتبہ اللہ اکبر ذکر ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ راوی کو سہو ہوا ہو اور اس نے اس ترتیب کو الٹ کر یعنی چونتیس مرتبہ اللہ اکبر بجائے اول کے آخر میں ذکر کر دیا ہو اور ممکن ہے کہ سوتے وقت اس طرح پڑھو اور نماز کے بعد موافق روضۃ الاحباب کے ہو، بہر حال بحار الانوار میں اس کے بعد اس قدر اور عبارت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ یہ تسبیح سو کلمہ ہیں زبان سے اور ثواب اس کا ہزار ہے میزان میں اے فاطمہؑ اگر اس تسبیح کو ہر روز صبح کے وقت پڑھو گی تو حق تعالیٰ کفایت کرے گا تمھاری دنیا وآخرت کی حاجتوں کو۔ لکھا ہے کہ ہر چند اس وقت نظر مصالح اسلام ومسلمانان حضرتؐ نے درخواست اپنی نور دیدہ کی منظور نہیں کی الّا بعد میں ایک لونڈی آپ کو عنایت کی جس کا نام فضہ رکھا گیا۔ اس وقت سے معمول یہ تھا کہ

ایک روز گھر کا کام جناب سیدہؑ کرتی تھیں ایک روز فضہ سے کراتی تھیں۔سلمانؓ فارسی کہتے ہیں کہ میں جو ایک روز فاطمہؑ کے گھر گیا، دیکھا کہ وہ جناب چکی پیس رہی ہیں اور دست مبارک زخمی ہو کر خون اس سے بہہ رہا ہے تا اینکہ چکی کا دستہ لہولہان ہو گیا ہے، امام حسینؑ مارے بھوک کے ایک طرف پڑے رو رہے ہیں لیکن فضہ لونڈی آپ کی آرام سے بیٹھی ہے میں نے عرض کی اے دخترِ رسولؐ کس لیے آپ لونڈی سے خدمت نہیں لیتیں۔فرمایا کہ میرے باپ نے مجھ کو نصیحت کی ہے کہ ایک روز میں کام کروں ایک روز فضہ کرے۔

بالجملہ حضرت خاتونِ جنت باوجود لونڈی کے بھی جیسا کہ برگزیدہ گانِ خدا کا معمول ہے۔سب کاروبارِ خانگی اپنے ہاتھوں کرتیں اور دیگر عورات کی طرح اس کو مطلق عیب و عار نہ جانتی تھیں جو وقت گھر کے کام دھندے سے بچتا وہ طاعتِ خدا میں محراب عبادت میں بسر فرماتیں۔لکھا ہے کہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا علی علیہ السلام کے گھر میں گئے تو دیکھا دونوں میاں بیوی بیٹھے اناج پیس رہے ہیں فرمایا تم دونوں میں کون زیادہ تھکا ہوا ہے۔حضرت امیرؑ نے کہا یا رسول اللہؐ فاطمہؑ بہت تھک گئی ہیں پس حضرتؐ نے جنابِ سیدہؑ سے کہا کہ تم اٹھو وہ اٹھیں تو فخرِ کائنات ان کے مقام پر بیٹھ گئے اور امیر المومنینؑ کے ساتھ چکی چلانے میں مشغول ہوئے۔بعض اوقات ایسا ہوتا کہ جنابِ سیدہؑ چکی پیستے پیستے سو جاتیں فرشتے آتے اور چکی چلاتے۔اکثر ایسا واقع ہوتا کہ جناب معصومہ چکی پیسنے میں لگی ہوئی ہیں اور ملائکہ حسنین علیہما السلام کا گہوارہ ہلا رہے ہیں اور ان کو بہلا رہے ہیں۔مناقبِ خوارزمی میں سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مجھ کو رسول اللہؐ نے علیؑ کے بلانے کو بھیجا۔میں آنحضرتؐ کے گھر پر گیا تو دیکھا کہ علیؑ موجود نہیں اِلّا چکی آٹا پیسنے کی خود بخود چل رہی ہے اور آٹا اس سے گر رہا ہے حیرت ہوئی اور حضرتؐ کی خدمت میں واپس آ کر یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اے سلمانؓ تعجب نہ کر بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ کی طرف سے چند فرشتے اہل بیتؑ کی خدمت کے لیے مقرر ہیں کہ کاروبارِ خانگی میں ان کی امداد کرتے ہیں وہی اس چکی کو بھی پھراتے ہیں۔نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت پناہ خانہ ملائک آشیانہ امیر المومنینؑ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ فاطمہؑ چولھا جھونک رہی ہیں اور امیر المومنینؑ عدس صاف کر رہے ہیں فرمایا اے ابوالحسن جو کچھ میں کہتا ہوں سنو کیوں کہ جو کچھ کہوں گا حق تعالیٰ کی طرف سے اور اس جل شانہٗ کے حکم سے کہوں گا۔کوئی شخص کاروبارِ خانگی میں اپنی زوجہ کو مدد نہیں دیتا اِلّا یہ کہ بقدر ہر ایک بال کے کہ اس کے بدن پر ہے ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے جس میں دن کو روزہ رکھا ہو اور رات کو نماز میں کھڑا رہا ہو۔اور بہت سے ثواب بیان فرمائے۔بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ کاشانہ عرش آستانے میں تین تین روز کھانا نہیں پکتا تھا۔اور وہ حضرت واسطے رضائے حق سبحانہ تعالیٰ کے صبر کرتے تھے۔گھر میں ایک کھال کے سوا فرش نہ تھا۔کہ دن کو اس پر اونٹ

دانہ کھاتا تھا۔ رات کو دونوں بزرگوار اس پر سوتے تھے۔ ایک دن سلمانِ فارسیؓ نے دیکھا کہ چادر جسے جناب سیدہؑ اوڑھتی ہیں اس میں بارہ پیوند لیف خرما کے لگے ہیں کہا افسوس ہے قیصر و کسریٰ سندس و حریر پہنیں اور دختر رسولؐ اللہ کا یہ لباس ہو حضرت رسولؐ خدا نے یہ سن کر فرمایا اے سلمانؓ میری بیٹی گروہ سابقین سے ہے کہ سبقت کرے گی طرف نعماتِ جنت کے سب سے پہلے جناب فاطمہؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ سلمانؓ میری چادر کو دیکھ کر تعجب کرتا ہے حالانکہ قسم ہے اس خدائے برتر کی جس نے آپ کو نبی برحق کیا ہے کہ پانچ سال سے میرے اور علیؑ کے پاس سوائے ایک کھال کے کپڑا نہیں دن کو اونٹ اس پر دانہ کھاتا ہے۔ رات کے وقت ہم اس کو اپنا فرشِ خواب بناتے ہیں اور ہمارا تکیہ چمڑے کا ہے کہ اس کے اندر خرمے کی چھال بھری ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ کسی شقی نے، اشقیائے حضرت فاطمہؑ میں سے کہہ دیا کہ تمھارے شوہر، علیؑ بن ابی طالبؑ ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ عقد کیا چاہتے ہیں۔ جناب سیدہؑ نے قسم دے کر پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے، اس مردود نے قسمیں کھالیں کہ اس میں سرمو فرق نہیں، حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ غیرت عظیم اس سبب سے فاطمہؑ پر طاری ہوئی، اور غم و غصہ نے دل پر ہجوم کیا، دن فکر و تردد میں کٹا، رات ہوئی تو حسنینؑ و ام کلثومؑ کو لے کر حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں، امیر المومنینؑ دولت سرا میں تشریف لائے تو جناب سیدہؑ کو نہ پایا، حیرت اور تعجب میں رہے اور سبب اس کا آپ کو معلوم نہ تھا اور حیاد امنگیر ہوئی کہ باپ کے گھر سے ان کو بلوائیں، بنابریں محزون و ملول مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگے، بہت دیر تک نماز پڑھی آخر خاک مسجد جمع کر کے اس پر تکیہ لگا کر لیٹ رہے، حضرت رسولؐ خدا نے فاطمہؑ کو غمگین دیکھا تو غسل کیا اور لباس پہن کر مسجد میں جا کر نمازیں پڑھنے لگے، ہر دو رکعت کے بعد دعا مانگتے تھے کہ الٰہی غم و الم کو فاطمہؑ کے دور کر، کیوں کہ آپ کو آہ و زاری کرتے اور کروٹیں بدلتے چھوڑ گئے تھے، الغرض جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ کسی طرح فاطمہؑ کو آرام و قرار نہیں آتا، تو سب کو اپنے ساتھ مسجد میں، جہاں امیر المومنینؑ فرشِ خاک پر لیٹے تھے لائے اور کہا اٹھو اے ابوتراب، تم نے آج بہت سے سوتوں کو جگایا ہے جاؤ ذرا ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلالاؤ شیخین حاضرِ خدمت ہوئے تو ان کو سنا کر امیر المومنینؑ سے کہا یا علیؑ تجھ کو معلوم ہے کہ فاطمہؑ میری پارۂ تن ہے، جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے میرے بعد اس کو ایذا دی اور ستایا ایسا ہے گویا میری زندگی میں ستایا اور جس نے میری زندگی میں ستایا گویا میرے بعد ستایا، امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ درست ہے۔ لیکن قسم ہے اس خدائے برتر کی جس نے آپ کو پیغمبری پر بھیجا کہ مجھ کو اس امر کی جو فاطمہؑ نے سنا خبر تک بھی نہیں، میرے دل میں کبھی اس کا خیال بھی نہیں آیا۔ حضرتؐ نے کہا تو راست کہتا ہے۔ پس حضرتؐ فاطمہؑ شاد ہو گئیں اور مسکرانے لگیں یہاں تک کہ دندان مبارک نمایاں ہوئے۔ پس حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور امام حسنؑ کو گود

میں لیا اور جنابِ امیرؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا اور جنابِ فاطمہؑ نے ام کلثوم کو لیا اور سب کے سب حجرۂ امیر المومنینؑ میں آئے حضرتؐ نے سب کو لٹا کر ایک چادر ان پر ڈھانپ دی اور سپرد بخدا کر کے واپس مسجد میں تشریف لائے اور باقی رات کو عبادتِ پروردگار میں بسر کیا۔

مولف کہتا ہے کہ روایتِ خطبہ دخترِ ابوجہل دراصل روایاتِ اہلِ سنت سے ہے، اہلِ حق کے نزدیک بعید ہے کہ حضرت امیرؑ و فاطمہ زہراؑ میں کوئی ایسا نزاع و جھگڑا واقع ہو کہ اس کے تصفیہ کے لیے جنابِ رسالت مآب کو حکم ہونا پڑے، اس لیے کہ وہ دونوں معصوم تھے اور رتبہ معصوم بلند ہے اس سے کہ ایسی صورتیں ان کو پیش آئیں اسی لیے شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ایسی روایات کو معتبر نہیں جانا، چنانچہ پیشتر بضمن بیانِ کنیاتِ امیر المومنینؑ ان کا قول نقل ہوا، پس جو روایات اس قسم کی بطریق شیعہ نقل ہوئی ہیں۔ تقیہ پر محمول ہو سکتی ہیں یعنی ممکن ہے کہ بحالتِ تقیہ آئمہ علیہم السلام نے ایسا فرمایا ہو یا کوئی اور ایسی ہی مصلحت ہو جس کو ہماری عقول ادراک نہ کر سکیں چنانچہ شمہ اس کا آگے ذکر ہوگا اور ممکن ہے کہ یہ خبر اسی طرف سے جنابِ سیدہؑ کو دی یا دلائی گئی ہو۔ پس اس صورت میں آنحضراتؐ کے طلب کرنے کی مصلحت ظاہر ہے کہ انھیں کے سامنے اس کی تکذیب بھی ہو جائے۔

قصہ متکلمہ بقرآن: جناب فضہ کنیز فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا نے آخر عمر میں سوائے قرآن کے کلام کرنا بالکل موقوف کر دیا تھا۔ جو بات کرتی تھیں بذریعہ آیاتِ قرآنی کہتی تھیں۔ بحار الانوار میں کتاب ابوالقاسم قشیری سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص راہِ حج میں قافلہ سے جدا ہو کر صحرا میں رہ گیا۔ وہاں ایک عورت اس کو ملی، پوچھا تو کون ہے۔ عورت نے بجائے اس کے کہ اپنا حال بیان کرے اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی **وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ** یعنی کہہ سلام بعد ازاں تم جان جاؤ گے پس اس شخص نے سلام کیا اور پوچھا اے نیک بی بی تم صحرا میں کیا کرتی ہو کہا۔ **مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ** یعنی جس کو خدا ہدایت کرتا ہے کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا، وہ شخص پا گیا کہ گم کردہ راہ ہے کہنے لگا آیا تم آدمی ہو یا قوم جنات سے ہو، تو نیک بخت عورت بولی **يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ** پوچھا کہاں سے آئی ہو، کہا **يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ** کہا کہاں کا ارادہ ہے، فرمایا **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ** یعنی واسطے اللہ کے ہے لوگوں پر حج خانہ کعبہ کا معلوم کیا کہ ارادہ حج کا ہے، پوچھا قافلہ سے کب جدائی ہوئی۔ فرمایا **لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ** معلوم ہوا کہ چھ روز سے علیحدہ ہیں، عرض کی طعام حاضر ہے اگر رغبت ہو تو کھاؤ۔ کہا **وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ** یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے ان کو ایسا جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں، جانا کہ کھانا کھانا چاہتی ہیں، پس کھانا کھلایا اور اپنے ہمراہ لیا، کہا کہ جلد جلد

چلو زنِ صالحہ نے کہا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفساً اِلَّا وُسعَھَا یعنی شتر کے ساتھ چلنا میری طاقت سے باہر ہے، مرد نے کہا تو میرے ساتھ سوار ہو جاؤ کہا لَو کَانَ فِیھِمَا اٰلِھَۃٌ اللّٰہ لَفَسَدتا یعنی اگر مابین زمین و آسمان، سوائے خدا کے اور معبود ہوتے تو ان کے انتظام میں خلل آتا اور فساد پڑ جاتا۔ مرد نے جانا کہ زن و مرد کا ایک جگہ جمع ہونا، موجب فساد جانتی اور اس سے کراہت کرتی ہیں پس خود پیادہ ہو کر شتر سواری اس معظمہ کے آگے کیا کہ سوار ہو لیجیے وہ سوار ہوئی اور کہا سُبحَانَ الَّذِیْ سَخرلَنَا ھٰذا پاک ہے وہ خدا جس نے اس جانور کو ہمارا مطیع و مسخر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہم قافلہ میں پہنچے تو میں نے کہا کوئی رشتہ دار تمھارا اس قافلہ میں ہے کہا یا داوٗدُ انا جعلنا ک خلیفته فی الارض۔ وما محمد الا رسولُ۔ یا یحی خذا الکتاب۔ یاموسی انی انا اللّٰہ میں نے ان چاروں ناموں سے آواز دی، دیکھا میں نے کہ چار جوان اس آواز کو سن کر قافلہ سے نکلے اور ہماری طرف متوجہ ہوئے، میں نے اس بی بی سے پوچھا کہ یہ تم سے کیا رشتہ رکھتے ہیں بولیں اَلْمَال والبَنُون زینة الحیوۃ الدنیا کہ مال اور بیٹے زینت ہیں زندگی دنیا کے لیے میں نے جانا کہ ان کے بیٹے ہیں جب وہ جوان نزدیک آئے تو ان سے خطاب کر کے قالت یا اَبَتَ استَاجِرْہُ اِنَّ خَیرَ مَنِ استَاجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنَ وہ آیۃ تلاوت کی جس میں دخترِ شعیب نبی کا موسیٰ علیہ السلام کو اجیر کرانا اور اپنے باپ سے ان کی سفارش کا ذکر ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہا اس نے، اے باپ میرے اجیر کرا سکو، بہ تحقیق کہ یہ بہتر ہے ان لوگوں سے کہ اجیر مقرر کرے تو ان کو، یہ قوی و امانت دار ہے، وہ شخص کہتا ہے کہ یہ سن کر ان جوانوں نے مجھ کو بطور اجرت کچھ مال دیا۔ زن صالحہ نے کہا وَاللّٰہ یَضَاعِفُ لِمَن یشاء یعنی اللہ مضاعف و دونا کرتا ہے۔ جس کے لیے کہ چاہے، اس پر انھوں نے کسی قدر اور مجھ کو دیا میں نے ان سے حال اس زن پاک سیرت کا پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ ہماری ماں فضہ کنیز فاطمہ زہراؑ ہیں بیس برس ہوئے ہیں کہ سوائے قرآن کے کلام نہیں کیا۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ حضرت فضہ خادمہ اہل بیت بلکہ خمسہ آل عبا تھیں انھوں نے انفاسِ متبرکہ حضراتِ پنجتن سے اکتسابِ فیوض کیا تھا، جو تقویٰ و طہارت و علم و فضیلت، ان سے ظاہر ہو جائے تعجب نہیں۔ ہاں مادہ قابل چاہیے کہ کسبِ فیضان کر سکے۔ حضرتِ انسؓ بن مالک خادمِ خاص و حاجبِ رسول اللہ ﷺ تھے مگر عقیدہ درست نہ تھا اہلِ بیت اطہار کی طرف سے سینہ صاف نہ رکھتے تھے۔ خود بابِ مدینہ علمِ نبی امیر المومنینؑ علیؑ کے لیے پیغمبرؐ کے گھر کا دروازہ کھولنا گوارا نہ تھا۔ شہادت حدیث غدیر کو بزمانِ خلافت جناب امیرؑ نسیان کے حیلہ سے ٹال گئے انجام یہ ہوا کہ آنحضرتؐ کی دعائے بد سے مبروص ہو کر مرے۔

مجاہداتِ امیر المومنینؑ در خدمت سید المرسلین

اَیُّہا الناظرین حالِ عروسی جناب سیدہؑ و دامادی سید و سردار اولیا مولا نا علیؑ مرتضیٰ یہاں پر ختم ہوا اب راہِ خدا میں آنحضرتؐ کی سرفروشی و جانفشانی کے واقعات ہیں۔ یعنی بزم شادی کا بیان یہاں تمام ہوا، اب رزم کی داستانیں پڑھیے جس دھوم دھام سے آپ کا بیاہ رچایا گیا کہ حق تعالیٰ بالائے آسمان اس کا میرِ ساماں تھا۔ رضوان خازنِ بہشت نے منبر بچھایا راحیل نے خطبہ پڑھا۔ جبرئیل نکاح خواں تھے۔ ملائکہ کرام گواہ بنے طوبیٰ نے زیورات نثار کیے حورانِ بہشت نے اس نچھاور کو چنا۔ پھر حضرتِ رسالتؐ نے زمین پر اسے دہرایا۔ دنیا میں اعلان فرمایا، اسی زور وشور کے، آپ کے جنگ و جہاد کے معرکے ہیں جنھوں نے بڑے بڑے شجاعانِ عرب کے نام صفحۂ دہر سے مٹا دیئے، کفر وشرک کی کمر ٹوٹی، حق پرستی و خدا شناسی شائع ہوئی فرشتوں کی تحسین و آفرین کی آواز مابینِ زمین و آسمان بلند ہوئی، حضرت حق سبحانہٗ نے تلوار ذوالفقار بہ صلۂ مردانگی بھیجی۔ حق یہ ہے کہ تائیدِ الٰہی و توجہ رسالت پناہی ہر حال میں شاملِ حال امیر المومنینؑ تھی اور وہ حضرت ان باتوں میں آپ ہی اپنی نظیر تھے۔

واضح رہے کہ جہادِ امیر المومنینؑ کفارِ معاندین کے ساتھ اور جد و جہد آنحضرتؐ کے تمہیدِ قواعدِ ملت و ترویج شعائر اسلام و اعلاء کلمۂ حق میں اور لڑائیاں آپ کی اشرارِ یہود و احزابِ مشرکین دشمنانِ دین سے، مشہور و معروف ہیں تمام موافق و مخالف اس سے واقف، اور ہر دوست و دشمن اس کا معترف ہے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ لیکن جہادِ راہِ خدا، پس دوست و دشمن اس کو جانتا ہے کہ وہ جناب سیدِ مجاہدین ہیں بلکہ جہاد مخصوص ذاتِ بابرکات سے، ان کی ہے، دوسرا اس میں شریک و سہیم نہیں۔ جو آثار کہ جنگِ بدر و احد و خندق وغیرہ میں شمشیرِ صاعقہ بارِ حیدرِ کرار سے ظاہر ہوئے، کتبِ تاریخ واقدی و بلاذری وغیرہ، ان سے بھری پڑی ہیں اور اس میں طول فضول ہے، کیوں کہ مجاہداتِ علیؑ معلوماتِ ضروریہ سے ہیں، جیسا کہ وجود مکہ و بغداد معلوماتِ ضروریہ سے ہے فی الواقع اسلام و مسلمانی کی بنیاد قوتِ بازوئے حیدری سے قائم ہوئی اور اس کی جڑوں نے زورِ دست یداللّٰہی سے مضبوطی پائی جو تیغ زنی و سرافشانی کہ حمایتِ اسلام و بانیٔ اسلام میں حضرت اسد اللہ الغالب نے فرمائی اس کی رو سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر ذوالفقارِ علیؑ نہ ہوتی تو اسلام کبھی یہ فروغ نہ پاتا، بلکہ پردۂ عدم سے عالمِ ظہور میں بھی نہ آتا تلوارِ حیدرِ کرار نے گردن کشوں کی گردنیں بدن سے جدا کیں اور سرکشوں کے سروں کو اسلام کے آگے جھکا دیا، چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ **وما ان ذلت اضربهم بسيفى اِلٰى اَنْ ذَلَّ لِلِا اَنْ ذَلَّ لِلِاسلام قومِىْ** یعنی میں برابر راہِ خدا میں تلواریں مارتا رہا تا اینکہ میری (مغرور) قوم

اسلام کے سامنے ذلیل وخوار ہوگئی، چنانچہ ثبوت اس دعوے کا اس کتاب میں، کتبِ فریقین سے موقع بموقع آئے گا۔ مخفی نہ رہے کہ اہلِ حدیث وتاریخ نے اصطلاح مقرر کی ہے کہ جن لڑائیوں میں حضرت رسولؐ خدا بنفس نفیس شریک ہوئے ان کو غزوہ یا غزاۃ کہا کرتے ہیں اور جن میں آپ نے شرکت نہیں فرمائی بلکہ اصحاب میں سے کسی کو فوج کا سردار کرکے بھیج دیا ان کو سریہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ حیوۃ القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام لڑائیاں جو عہد رسولؐ خدا میں واقع ہوئیں تعداد میں اسّی (۸۰) تھیں، حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی نذر کرے کہ دراہم کثیرہ راہِ خدا میں تصدق کروں گا تو اس کو چاہیے کہ اسّی (۸۰) درہم خیرات کرے کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ** یعنی حق تعالیٰ نے مقاماتِ کثیرہ میں تمھاری نصرت کی امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے شمار کیا کہ جو لڑائیاں حضرت رسولؐ خدا کے عہد میں ہوئیں اور حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان میں فتح ونصرت بخشی، کل اسّی (۸۰) تھیں۔ منقول ہے کہ غزواتِ رسولؐ خدا چھبیس تھے اور سریہ پچاس سے کچھ، اوپر اس مقام پر بعض مشہور غزوے اور سریے ذکر ہوتے ہیں۔

جنگ بدر

اول، افضل غزواتِ رسولؐ خدا میں غزوۂ بدر (۱) ہے جس کو بدر کبریٰ (۲) اور بدر قتال بھی کہتے ہیں کیفیت اس کی اس طرح پر ہے کہ حضرت رسولؐ خدا مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے اور اصحاب واہلِ بیت اطہار کو ایک جا پایا۔ گویا کفار اشرار کے دست تعدی سے گونہ نجات حاصل ہوئی۔ تو ادائے فرائض رسالت میں دل جمعی سے مصروف ہوئے شہر علم نبوت کو کھولا اور امیر المومنینؑ علیؑ مرتضیٰ کو کہ وصی وخلیفہ آپ کے تھے، دروازہ اس شہر کا مقرر کیا، چنانچہ حدیث شریف (۳) **انا مدينة العلم وعلي بابها** اس کی شاہد ہے پس علم وحکمت کو اس دروازۂ عالی کی راہ خلائق میں پھیلانا شروع کیا۔ قوانینِ شرع نے تمہید پائی اور آئینِ دینِ مبین منضبط ہوئے تعلیم وتربیتِ مسلمین

---

(۱) بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ ایک شخص کا نام ہے جس نے مابین مکہ ومدینہ ایک مقام پر چند کنویں لگائے تھے اس منزل اور ان کنوؤں کو اس کے نام سے منزل بدر و چاہ بدر کہتے ہیں چونکہ یہ لڑائی اسی منزل میں ان کنوؤں کے پاس ہوئی اس لیے جنگ بدر کے نام سے موسوم ہوئی یا یہ کہ بدر اس کنویں کو کہتے ہیں جس کے نزدیک یہ جنگ واقع ہوئی بوجہ اس کے مدور ہونے اور پانی اس کی تہ میں مثل ماہ شب چاردہ کے چمکنے کے۔

(۲) اس سے پہلے کفار قریش بہ سرداری کرز بن جابر الفہری مدینہ سے تین منزل پر آ کر شتران رسولؐ خدا مواشی دیگر مردم کو تاراج کرلے گئے تھے حضرت نے یہ سنا تو جماعت مہاجرین کو ساتھ لے کر اور علم نصرت سیم اس فوج کا امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دے کر مدینہ سے برآمد ہوئے اور تلاش مشرکین میں چاہ بدر تک تشریف لے گئے مگر کہیں پتہ ونشان اس گردو بے شکوہ کا نہ ملا ناچار مدینہ کو مراجعت فرمائی پس اسی کے اعتبار سے اس جنگ کو بدر کبرا ای یعنی بڑا غزوہ اور بدر قتال یعنی وہ غزوہ بدر کہ جس میں کہ جنگ واقع ہوئی کہتے ہیں۔ منہ عفی عنہ۔

میں آپ اس قدر حریص تھے کہ تکلیف اٹھاتے اور زحمت جھیلتے تھے مگر کسل و ملالت کو اصلاً اپنے میں راہ نہ دیتے تھے، معمول تھا کہ جو شخص پابندی شرع اقدس میں جس قدر زیادہ سرگرمی ظاہر کرتا اسی قدر آنحضرتؐ کے نزدیک معزز و محترم گنا جاتا ادھر آپ تربیت و تہذیب بندگانِ خدا میں اس طرح پر دل و جان سے لگے ہوئے تھے اور ادھر مشرکینِ قریش اپنے کفر و عناد پر ویسے ہی تُل رہے تھے بلکہ ان کی وحشیانہ حرکتیں دن بدن بڑھتی جاتیں اور ایذا پہنچاتی تھیں متواتر خبریں آتی تھیں کہ مسلمانوں کو جو اُن کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہیں شکنجۂ عذاب میں کھینچ رکھا ہے مکہ میں یا باہر جہاں جس کسی سے ملتے ہیں زبان کو اسلام کی مذمت دراز کر کے لوگوں کو جادۂ مستقیم سے ہٹاتے اور غول بیابانی کی طرح گمراہ کرتے ہیں، انھی دنوں میں خبر آئی، کہ کاروانِ قریش کہ شام سے واپس ہو کر مکہ کو جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں چراگاہ سے مہاجرین کے اونٹ بھی ہکا کر مکہ کو اپنے ساتھ لیتا گیا۔ یہ وحشت ناک خبریں باعثِ ملال، بلکہ اشتعال طبع اقدس ہوئیں ارشاد فرمایا کہ میں نے اس قوم کے ساتھ پرلے سرے کی نرمی کی اور بعثت سے آج تک زبانی پند و نصیحت پر اکتفا کرتا رہا کہ شاید اپنے وحشیانہ طریق اور جاہلانہ وطیرہ سے باز آئیں اور راہِ ہدایت اختیار کریں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا وہ بدستور اپنی حماقت و جہالت پر اڑے ہوئے ہیں اور آتشِ فتنہ و فساد کو روشن کر رکھا ہے، معلوم ہوا کہ اب یہ آگ بجز آبِ شمشیر اور کسی طرح نہ بجھے گی پس آیۂ شریفہ(۱) **اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ** نازل ہوئی اور دوسرے سال ہجرت سے آپ نے **انا النبی بالسّیف** کا اعلان فرمایا اہلِ عناد سے جہاد کے لیے کمربستہ ہوئے۔

مروی ہے کہ ایک قافلہ قریش کا جس میں ابوسفیان بن حرب و عمرو عاص وغیرہ چالیس آدمی تھے تجارت کے واسطے مکہ سے شام کو گیا تھا۔ بہت سا مال و متاع لوگوں کا اس میں تھا بلکہ کہتے ہیں کہ قریش سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ تھوڑا بہت مال اس کا اس قافلہ میں نہ ہو، حضرت رسولؐ خدا نے یہ سنا تو اصحاب کو جمع کر کے ترغیب دلائی کہ چل کر ان کے سدِ راہ ہونا چاہیے اور وعدہ فرمایا کہ اس سفر میں یا تو قافلہ کا مال تمھارے ہاتھ آئے گا، نہیں تو کفارِ نابکار پر غلبہ پاؤ گے اور فتح و نصرت تم کو ہوگی۔ مدعا یہ کہ قریش بھی لوٹ مار کا، جو انھوں نے مالِ مسلمین میں شروع کر دی تھی، ذرا مزہ چکھ لیں، اور اسلام کی شوکت ان پر عیاں ہو جائے پس حق تعالیٰ نے طمع مال کو ذریعۂ خروج گردانا اور حضرت تین سو تیرہ مردِ جنگی کے ساتھ بارھویں رمضان المبارک کو مدینہ سے روانہ ہوئے یہ تعداد ٹھیک اصحابِ طالوت کی برابر ہے جب کہ جنگِ جالوت کے

---

(۱) یعنی مسلمانوں کو قتال کرنے کی اجازت دی گئی کیوں کہ ان پر ظلم ہوتا تھا بے شک حق تعالیٰ ان کی مدد کی طاقت رکھتا ہے ۱۲۔

لیے گیا اور اس پر فتح یاب ہوا تھا۔

نیز لکھا ہے کہ حضرت صاحب الامر عجل اللہ فرجہ بھی اسی قدر ہمراہیوں کے ساتھ ظہور فرما دیں گے الحاصل تیراسی (۸۳) بقولے ستانوے آدمی مہاجرین سے تھے، باقی انصار، علمِ رسولؐ خدا و مہاجرین امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں تھا اور علمِ انصار سعد بن عبادہ انصاری خزرجی کو عطا ہوا تھا۔ اس فتح مند لشکر میں کل ستر اونٹ تھے اور دو یا تین گھوڑے ایک گھوڑا مقداد بن اسود کے اور ایک مرثد بن ابی مرثد کے پاس تھا تیسرا شاید زبیر بن العوام کا تھا، چونکہ آدمی زیادہ اور سواریاں کم تھیں، دو دو تین تین آدمی باری باری ہر ایک سواری پر سوار ہوتے تھے حتیٰ کہ خود حضرت رسولؐ خدا کے شتر غضبا، میں بھی امیر المومنینؑ اور زیدؓ بن حارثہ اسی طرح کے شریک تھے یہ دونوں بزرگ ہر چند بدل خواہاں ہوئے کہ حضرتؐ کے بدلے بھی ہم پیادہ چلیں اور آپ سوار رہیں مگر قبول نہ ہوا۔ آلاتِ حرب سے صرف چھ زرہ اور سات تلواریں اس لشکر میں تھیں۔ حضرت رسالت پناہ نے یہ سامانِ قلیل لشکرِ خدا کا دیکھا تو دستِ دعا دراز کیے اور کہا **یَا رَبِّ اَنَّھُمْ حُفَاۃٌ وَحِیَاعٌ فَاَشْبِعْھُمْ وَعُرَّاۃٌ فَالبِسْھُمْ وَ حِنَالَۃٌ وَ اَغْنِھِمْ** پروردگارا یہ لوگ برہنہ پا ہیں، ان کو سوار کر۔ بھوکے ہیں سیر فرما، لباس نہیں رکھتے کپڑے عنایت فرما، مفلس تہی دست ہیں اپنے لطف سے غنی کر، ببرکت اس دعا کے واپسی میں کوئی ایسا نہ تھا کہ مال اسباب لباس سے خالی ہو، اور ابوسفیان کو توجہ رسولؐ خدا کی اطلاع ہوئی تو وہ اثنائے راہ سے شام کی طرف پلٹا اور منزلِ نقرہ پر پہنچ کر ایک قاصدِ تیز رفتار ضمضم بن عمر خزاعی نام مکہ کو روانہ کیا اور بیس دینار اس کی اجرت مقرر کیے تا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اہلِ مکہ کو یہ خبر پہنچا دے اور خود قافلہ سمیت راہ معروف کو چھوڑ کر دستِ راست کو ہولیا دریا کے کنارے کنارے چل کر پانچ روز میں جدہ اور وہاں سے تین دن میں مکہ پہنچ گیا اور کسی کو اس کے حال سے اطلاع نہ ہوئی۔ جس وقت ابوسفیان مکہ میں داخل ہوا تو اہلِ مکہ بہ ارادۂ جنگ باہر نکل چکے تھے۔

عاتکہ رسولِؐ خدا کی پھوپی کا خواب: القصہ ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین روز پیشتر عاتکہ بنتِ عبد المطلب رسولؐ خدا کی پھوپی نے خواب میں دیکھا کہ ایک شتر سوار ابطح میں کھڑا پکار رہا ہے کہ اے معشرِ قریش جلدی کرو اور اپنی قتل گاہ کی طرف روانہ ہو پھر وہ سوار مسجد الحرام کی طرف چلا لوگ اس کے ساتھ تھے اور بامِ خانہ کعبہ پر چڑھ کر یہی آواز دی بعد ازاں کوہ ابوقبیس پر گیا اور سنگِ عظیم پہاڑ کی چوٹی سے لڑکا یا کہ راہ میں آتے آتے ریزہ ریزہ ہو گیا اور مکہ میں کوئی گھر بنی ہاشم (۱) اور بنی زہراؑ کے گھروں کے سوا۔ ایسا نہ رہا جس میں ایک ٹکڑا اس پتھر کا نہ پہنچا ہو، عاتکہ نے صبح کو یہ خواب

---

(۱) بنی ہاشم کو جو کفار کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے کوئی صدمہ نہیں پہنچا اور بنی زہرہ اخنس کے کہنے سے اثنا راہ سے واپس مکہ چلے گئے تھے اس لیے محفوظ رہے چنانچہ آگے اس کا ذکر آتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

اپنے بھائی عباسؓ بن عبدالمطلب سے بیان کیا عباسؓ نے عتبہ سے اس کو نقل کیا اور رفتہ رفتہ تمام شہر میں مشہور ہو گیا۔ابو جہل نے یہ کیفیت سنی تو کہا عاتکہ جھوٹ بولتی ہے اس نے کوئی خواب ایسا نہیں دیکھا یہ اولا دعبدالمطلب میں دوسری پیغمبر پیدا ہوئی ہے لات وعزے کی قسم کہ میں تین روز انتظار کرتا ہوں اگر اس عرصہ میں اس کا صدق ظاہر ہوا تو فبہا ورنہ ایک کتبہ تحریر کروں گا کہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے زیادہ دروغ گو نہیں،ان کی عورت ومرد سب جھوٹ بولتے ہیں اور اس کو تمام قبائلِ عرب میں پھراؤں گا کہ کوئی ان کا اعتبار نہ کرے۔

تیسرے روز ضمضم پہنچا اور باحالِ تباہ ،چاک گریباں ، اونٹ کے دم کی طرف منہ کیے گوش وبینیٔ شتر سے خون رواں، وادیٔ مکہ میں کھڑے ہو کر پکارا اے جماعتِ قریش اپنے قافلہ کی خبر لو،قبل اس کے کہ محمدؐ اس کو تاراج کریں،شاید تمہارے پہنچتے پہنچتے ان کا کام تمام ہو جائے ،مکہ میں اس آواز سے تہلکہ پڑ گیا اور ہر شخص چلنے کی تیاری کرنے لگا،سہیل بن عمر وصفوان بن امیہ وابوالبختری بن ہشام ومبنہ بن حجاج وغیرہ شرفاء مکہ نے کہا،اے گروہِ قریش کون سی مصیبت اس سے زیادہ ہوگی کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی تمہارے بھر پور قافلہ کو لوٹ لیں،قسم بخدا کہ کوئی عورت مردتم میں ایسا نہیں جس کا مال اس قافلہ میں نہ ہو،اٹھو اور فوراً اس کا تدارک کرو،مبادا کہ کام ہاتھ سے نکل جاوے،نہیں تو آج سے تمہارے کاروبار بند اور تمہاری سوداگری مسدود ہوئی۔پس صفوان نے ابتدا کی اور پانسو اشرفی خرچ سفر کے لیے اپنے پاس سے نکال کر رکھ دی،اس کے بعد سہیل بن عمر نے بہت سا مال حاضر کیا۔اسی طرح اوروں نے بھی،حسبِ حیثیت روپیہ دیا، یہاں تک کہ کوئی قریش میں باقی نہ رہا جو اس چندہ میں شریک نہ ہوا ہو،پس بہت جلد سامانِ عظیم تیار ہو گیا اور ان لوگوں نے صلاح کی کہ جو کوئی اس سفر میں ساتھ جانے سے پہلو تہی کرے اس کا گھر تباہ وخراب کر دیں اس پر عباسؓ بن عبدالمطلب کو بھی ناچار ساتھ چلنا پڑا پس وہ بھی مع اپنے دو بھتیجوں نوفل بن حارث بن عبدالمطلب وعقیلؓ بن ابی طالبؑ و بروایتے طالبؑ بن ابی طالبؑ کے ہمراہ ہوئے جائزہ لشکر لیا گیا تو نو سو پچاس مرد جرار گنتی میں آئے،سو گھوڑے اور سات سو اونٹ ہمراہ رکھتے تھے۔

سردارانِ قریش کے نام: بارہ شخص یعنی عباسؓ (۱) بن عبدالمطلب عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابی بن خلف حکیم بن خرام نضر بن حارث زمعہ بن اسود ابو جہل بن ہشام،ابوالبختری بن ہشام حارث بن عامر بن نوفل منبیہ ومنبہ پسران حجاج روٗساو بزرگانِ قوم سے تھے،مقرر ہوا کہ ہر روز لشکر کا کھانا،اور چوپایوں کا گھاس دانا،ایک سردار دے۔چنانچہ عین معرکہ بدر کے روز حضرت عباسؓ کی باری تھی۔الغرض سب سامان ٹھیک ٹھاک کر کے بڑے کروفر سے باہر نکلے، گانے بجانے والی عورتیں ساتھ تھیں،شراب پیتے،راگ سنتے،دف بجاتے،اچھلتے کودتے چلے جاتے تھے،روضۃ

الاحباب وغیرہ میں ہے کہ ابوسفیان نے ، کسی کو اس مغرور لشکر کے پاس بھیج کر پیغام دیا ، کہ تم لوگ قافلہ کی حفاظت و حمایت کے لیے جاتے تھے ، اب قافلہ صحیح وسلامت اپنے مقام پر پہنچ گیا بہتر ہے کہ چلے آؤ اور محمدؐ سے تعرض نہ کرو مگر ابوجہل نے اس سے انکار کیا اور کہا قسم بخدا کہ ہم مراجعت نہ کریں گے تا اینکہ بدر پہنچ کر تین روز قیام کریں اور شتر قربانی کر کے کھانے کھلائیں اور مجلس عیش وعشرت جمائیں ، رقص وسرود کریں اور شرابیں اڑائیں ، اس سے ہماری عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں بیٹھ جائے گا پھر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ ہمارے جان و مال پر طمع کرے ، اخنس بن شریق نے کہا اے بنی زہرا تمھارا مال خدا کے فضل سے سلامت آ گیا ، اب اس مرد کی بات نہ سنو اور خیر وعافیت سے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ ، پس بنی زہرا سب کے سب واپس ہو گئے لیکن ابوسفیان نے کلامِ نافرجام ابوجہل کا سنا تو کہا **واقوماہ هذا فعل عمرو بن هشام** ہائے میری قوم یہ عمر بن ہشام یعنی ابوجہل کے کرتوت ہیں ۔ باوجود اس کے ، حمیتِ جاہلیت نے نہ چھوڑا مشرکوں کے ساتھ گیا اور جنگ بدر میں شریک ہوا ، اور چند زخم کھا کر نوک دم بھاگا بالجملہ حضرت منزل سفرا پر ایک منزل بدر سے مدینہ کی طرف قیام پذیر تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور وحی لائے کہ قافلۂ قریش تمھارے ہاتھ سے نکل گیا ۔ لیکن کفارِ قریش کہ حمایتِ قافلہ کے لیے نکلے تھے ۔ اس طرف آ رہے ہیں ، ان کے ساتھ جنگ کرنا چاہیے حق تعالیٰ تمھاری نصرت کرے گا ۔ حضرتؐ نے اصحاب کو جمع کر کے یہ حال بیان کیا ، اور ان کی رائے دریافت کی ۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اٹھ کر کہا یارسول اللہؐ قریش مردانِ جنگ آزمودہ اس فن میں مہارتِ کامل رکھتے ہیں اور پورے ساز وسامان کے ساتھ آئے ہیں ہم کو پیشتر سے یہ حال معلوم نہ تھا ۔

کلامِ مقداد بن اسودؓ: حضرتؐ کو کلام ابوبکرؓ کا ناپسند ہوا فرمایا بیٹھ جا پس عمرؓ بن خطاب اٹھے اور وہی باتیں کیں جو ابوبکرؓ نے کی تھیں آپ نے ان کو بھی بٹھا دیا ۔ اور فرمایا کہو کیا کرنا چاہیے پس مقدادؓ بن اسود اٹھے اور عرض کی یارسول اللہؐ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور تصدیقِ رسالت کی ہے ، شہادت دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ خدا کی طرف سے لائے ہیں حق وصدق ہے ، اگر آپ ارشاد کریں تو جلتی آگ میں گر پڑیں ، کانٹوں میں گھس جائیں اور کچھ پروانہ کریں ، ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ انھوں نے موسیٰؑ سے کہا تھا **فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون** تم اور تمھارا خدا جا کر جنگ کرو ہم یہاں بیٹھے ہیں ۔ ہم کہتے ہیں **فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُوْنَ** کہ ہم تمھارے ساتھ ہو کر لڑنے کو تیار ہیں حضرتؐ نے اس کو دعا خیر دی پھر فرمایا **ایها الناس اشیرو اعلیٰ** ۔

کلامِ سعد بن معاذ انصاری: لوگو مجھ کو صلاح دو کہ کیا کروں اور غرض آپ کی تکرارِ کلام سے یہ تھی کہ انصار میں سے کوئی بولے ، کیوں کہ زیادہ تعداد لشکر میں انصاریوں ہی کی تھی اور جب کہ بیعتِ عقبہ میں انھوں نے حفاظتِ رسولؐ

خدا کا ذمہ اٹھایا تھا، تو یہ کہا تھا کہ آپ ہماری امان میں ہیں، اگر کوئی غنیم مدینہ میں آپ پر آئے گا تو ہم حمایت کریں گے، جیسا کہ اپنے ماں باپ اور زن و فرزند کی حمایت کرتے ہیں، حضرتؐ کو خیال تھا کہ مبادا انصار کہیں کہ ہم پر اپنے عہد کے موافق، مدینہ کے اندر آپ کی حمایت لازم ہے نہ کہ بیرونِ شہر اس وقت سعد بن معاذ انصاری اٹھے اور عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یارسول اللہؐ شاید حضرتؐ کی عرض اس بار بار کے سوال کرنے سے ہم لوگ ہیں فرمایا ہاں، عرض کی ہم آپ کو نبی فرستادۂ خدا جانتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ جو دین آپ حق تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں راست و درست ہے۔ جو چاہیے ہم کو حکم دیجیے کہ ہماری جانیں نثار کرنے کے لیے آمادہ ہیں اور مال آپ کے سامنے حاضر، جس قدر چاہیں آپ اس میں سے لے لیں اور جتنا مرضی ہو چھوڑ دیں قسم بخدا کہ جو آپ لے لیں گے وہ اس سے بہتر ہوگا جو چھوڑ دیں گے، پھر کہا ہم مدینہ میں کچھ لوگ اپنی قوم سے چھوڑ آئے ہیں جو ہماری نسبت فنونِ جنگ سے زیادہ ماہر ہیں اور حسنِ عقیدت میں کسی طرح ہم سے کمتر نہیں، اگر وہ جانتے کہ اس سفر میں آپ کو لڑائی پیش آئے گی تو کبھی خدمت سے جدا نہ ہوتے۔ اب شترانِ سواری آپ کے لیے مہیا ہیں اگر فتح و نصرت ہمارے شامل حال ہوئی تو زہے نصیب ورنہ درصورت ہمارے مغلوب و مقتول ہونے کے، آپ بے تامل ان اونٹوں پر سوار ہوں اور ہمارے بھائیوں کے پاس چلے جائیں کہ ہمارے بعد وہ آپ کی نصرت کریں گے، حضرت رسولؐ خدا سعدؓ کے کلام سے شاد ہو گئے بروایتے فرمایا سعد **جزاك الله عن بَيْعَتك ومروتك وعَهْدِكَ وَعَقْدِكَ خيراً** پھر ارشاد کیا، کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا نہ ہوگا کیوں کہ حق تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدۂ نصرت فرمایا ہے اور اس کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔ پس وہاں سے سوار ہوئے اور بدر پہنچ کر عدوۂ (۱) شامی کے قریب منزل کی، ادھر سے مشرکین بھی عدوۂ یمانی کے نزدیک اترے ہوئے تھے صرف ایک پہاڑی ٹیلہ درمیان حائل تھا، رات ہوئی تو امیر المومنینؑ مامور ہوئے کہ حالِ قریش سے کوئی خبر لاویں، سعد وقاص و زبیرؓ بن العوام آپ کے ساتھ ہوئے تھوڑی دور لشکر سے باہر گئے تھے کہ چند شترِ آب کش قریش کے ان کو دکھائی دیئے آدمی جو اونٹوں کے ساتھ تھے ان کو دیکھ کر بھاگے، اِلّا دو تین نفر کہ گرفتار ہوئے، باقیوں نے ترساں و لرزاں لشکر میں جا کر غل مچایا کہ اے آل غالب ابن ابی کبشۃ (پیغمبرؐ خدا) آن پہنچا۔ اس کے آدمی ہمارے اونٹ گرفتار کر لے گئے اس بات کے سننے سے خوف و مایوسی افواجِ غنیم پر چھا گیا۔ یہاں یہ قیدی حضرت رسالتؐ پناہ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے پوچھا، تم کون لوگ ہو، عرض کہ سقے ہیں کہ لشکر کے لیے پانی لاتے ہیں، فرمایا کتنا لشکر ہوگا، عرض کی تعداد اس لشکر کی ٹھیک ہم کو معلوم نہیں، فرمایا کتنے اونٹ ہر روز نحر ہوتے ہیں کہا کبھی دس، فرمایا ہزار سے کم

---

(۱) عدوہ بالضم کرانہ وادی و بالکسر جائے بلند ۱۲ منتہی۔

اور نو سو سے زیادہ ہیں پھر اسماء رؤسا قریش کے دریافت کیے۔ غلاموں نے ایک ایک سردار کا نام بتلایا حضرت اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو نکال کر تمھارے سامنے ڈال دیا ہے احادیث معتبرہ میں ہے کہ جنگِ بدر کی رات کو پانی نہ رہا تو حضرت امیرؑ بحکم حضرت رسالتؐ پناہ مشک لے کر کنویں پر گئے ڈول موجود نہ تھا لہٰذا کنویں کے اندر اتر کر پانی بھرا، اور لے کر چلے تھے کہ تین جھونکے ہوا کے ایک دوسرے کے بعد ایسے تیز و تند آئے کہ آپ چل نہ سکے ہر بار جب زور کا جھونکا آگے کی طرف سے آتا تھا تو بیٹھ جاتے تھے وہ فرو ہوتا تھا تو پھر چلتے تھے حاضرِ درگاہ ہوئے تو حضرتؐ نے پوچھا یا علیؑ اتنی دیر کیوں لگائی، آپ نے حال بیان کیا فرمایا یہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ایک ایک ہزار ملک کے ساتھ تھے کہ ہماری مدد کو آسمان سے آئے ہیں تمھارے سلام کو تمھارے پاس گئے تھے۔

القصہ صبح سترھویں رمضان روزِ جمعہ کو، قریش بکمالِ کبر و طیش میدان میں نکل کر صف آرا ہوئے ادھر سے حضرت رسولؐ خدا نے بھی لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ سب سے اول جس نے کفار سے قدم میدانِ کارزار میں رکھا عتبہ پسر ربیعہ تھا اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید اس کے ساتھ تھے۔

نقل ہے کہ مسلمان کثرتِ کفار سے خائف و ترساں ہو رہے تھے، حق تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیۂ شریفہ نازل کی **وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ** یعنی اے رسول ہمارے، اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں، تُو بھی اس طرف میل کر اور خدا پر بھروسہ رکھ، بنا بریں آپ نے اہلِ مکہ کو پیغام بھیجا کہ اے معشر قریش، میں نہیں چاہتا کہ تم سے پہلے تم پر تلوار اٹھاؤں۔ مجھ کو اہلِ عرب کے ساتھ رہنے دو، اگر راست گو نکلا اور قبائل پر غالب آیا، تو تمھارے لیے فخر و ناموری کا باعث ہوں گا۔ کیوں کہ تمھاری قوم و قبیلہ سے ہوں اور جو معاملہ بالعکس ہوا تو عرب میرے لیے کافی ہیں، تم کو اس تگ و دو کی ضرورت نہیں۔ عتبہ مذکور نے یہ پیام سنا تو کہا قسم بخدا محمدؐ نے تمھارے ساتھ انصاف کیا، جو اس کا کلام نہ مانے گا کبھی فلاح نہ پائے گا۔ پس شترِ سرخ مو پر سوار ہوا، حضرتؐ نے فرمایا **ان یك فی احد من القوم خیر ففی صاحب الجمل الاحمران یطیعوہ یرشدوا** یعنی اگر اس قوم میں کوئی بھلائی ہے تو اس لال اونٹ والے میں ہے اگر اس کا کہنا مانیں گے تو رستگار ہوں گے۔ پس عتبہ نے لوگوں کو جمع کر کے کہا اے گروہِ قریش آج میرا کہنا مان لو چاہو پھر کبھی نہ مانو بہ تحقیق کہ محمدؐ تمھارا بھائی چچا کا بیٹا اور بہتر و مہتر ہے اس کی قرابت داری کا لحاظ کرو اور اس کی بات سنو اور میرے کہنے پر عمل کرو اور یہاں سے واپس ہو جاؤ۔ ابوجہل نے یہ سنا تو مارے غصہ کے لال ہو گیا اور دل میں پیچ و تاب کھانے لگا کہ اگر آج عتبہ کی چرب زبانی سے لشکر میدان سے لوٹ گیا تو فخر بزرگ اس کو ہمیشہ کے لیے حاصل ہوگا۔ بولا اے عتبہ تو نے شمشیرِ بُرّانِ پسرانِ

عبد المطلب کو دیکھا اور ترس وخوف تجھ پر غالب آ گیا، تو اب ہم کو الٹا پھرنے کو کہتا ہے۔ جب کہ قریب ہے کہ دشمن پر فتح پائیں اور برسوں کے بخار دل سے نکالیں، عتبہ یہ سن کر اپنے اونٹ سے کود پڑا اور جھپٹ کر ابو جہل کو اس کے گھوڑے سے کھینچ لیا اور زمین پر ڈال کر چاہتا تھا کہ ہلاک کرے کہ اور لوگ درمیان میں آ گئے اور ان کو الگ کیا، عتبہ نے کہا یہ مجھ کو بزدل وڈرپوک کہتا ہے آج معلوم ہو جائے گا کہ کون ڈرپوک ہے اور اسی جوش میں اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو آواز دی کہ باہر آؤ اور زرہ منگا کر پہنی اور خود طلب کیا، مگر اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ تمام لشکر میں ایک خود اس کے برابر کا نہ ملا، ناچار دو عمامے سر پر لپیٹے اور بھائی اور بیٹے کو ساتھ لے کر از راہِ عصبیتِ جاہلیت سب سے پہلے میدان میں نکال کر، آواز دی کہ اے محمدؐ کسی کو بھیج کہ ہمارے ساتھ جنگ آزما ہو، تین مرد انصار سے عوز ومعوذ پسران حارث و عبداللہ بن رواحہ اس طرف سے برآمد ہوئے عتبہ نے نام ونسب ان کا دریافت کیا، جب معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو کہا تم ہمارے کفو نہیں ہو چلے جاؤ، کہ ہم اپنے مثل کے سوا کسی کے ساتھ نہ لڑیں گے۔ اور پکارا اے محمدؐ ہمارے بنی اعمام کو قریش سے ہماری طرف بھیجو، بداوی کہتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا بھی نہیں چاہتے تھے کہ ابتدا لڑائی کی انصار کی طرف سے ہو، آپ نے عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کو کہا، اے عبیدہ اٹھ، عبیدہ مردانہ وار اٹھے حالانکہ ستر سال ان کی عمر سے گزر چکے تھے، پھر اپنے عمِ محترم حمزہ بن عبد المطلب سے فرمایا، اٹھو اے چچا بعد ازاں امیر المومنینؑ کو اشارہ کیا، آپ عمر میں سب سے چھوٹے تھے، پس تینوں بزرگوار تلواریں ہاتھ میں لے کر حضرتؐ کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا جاؤ اور طلب کرو اپنا حق، جو حق تعالیٰ نے تمھارے لیے مقرر کیا ہے بہ تحقیق کہ قریش بڑے غرور ونخوت سے آئے ہیں کہ نورِ خدا کو بجھا دیں، مگر خدا نہیں چاہتا کہ اس کا نور بجھے اور وہ اپنے دین کے نور کو پورا و کامل کیے بغیر نہ رہے گا، اے عبیدہ تو عتبہ کے ساتھ لڑائی کر اور اے حمزہ تو شیبہ کے ساتھ اور اے علیؑ تو ولید کے ساتھ نبرد آزما ہو، پس تینوں کو دعائے خیر دے کر رخصت کیا، میدان میں آئے تو چونکہ خود پہنے ہوئے تھے، عتبہ نے ان کو نہ پہچانا، کہا تم کون ہو نام ونسب اپنا ظاہر کرو، عبیدہ نے کہا میں عبیدہ پسر حارث بن عبد المطلب ہوں، کہا اچھا کفو ہے، تو وہ دونوں کون ہیں کہا ایک حمزہؓ بن عبد المطلب دوسرا علیؑ بن ابی طالبؑ، عتبہ نے کہا وہ بھی ہمارے ابنا جنس و چچا زاد ہیں، کم رتبہ کے آدمی نہیں لعنتِ خدا ہو اس پر جس نے ہم کو ایک دوسرے کا مقابل کیا، یعنی ابو جہل ملعون نے ہم کو لڑوا دیا ہے، پس عبیدہ نے عتبہ پر حملہ کیا اور ایک ضربت اس کے سر پر لگائی کہ سر اس کا شگافتہ ہو گیا۔ عتبہ نے ایک وار عبیدہ کے پاؤں پر کیا، جس سے دونوں پیر عبیدہ کے کٹ کر زمین پر گر پڑے۔ امیر المومنینؑ ولید کے مقابل ہوئے تو یہ رجز پڑھا۔

انا ابن ذی الحوضین عبدالمطلب

وھاشم المطعم فی العام السغب

اوفی بے مثاقی و احمی عن حسب

یعنی میں ہوں پسر عبدالمطلب کا، جو حاجیوں کو سیراب کرتا اور بیٹا ہاشم کا، جو قحط سالی میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ اپنے عہد کو کہ رسولؐ خدا کے ساتھ کیا ہے پورا کروں گا اور اپنے حسب کی حمایت کروں گا۔ یہ کہہ کر ایک تلوار ولید کے دہنے شانے پر ماری کہ اس کے بغل کے نیچے سے نکل گئی، ولید نے جھک کر دست بریدہ کو بائیں ہاتھ سے اٹھایا اور اس زور سے حضرتؑ کے سر پر مارا کہ فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ گویا آسمان میرے سر پر ٹوٹ پڑا، ایک انگشتر طلائی اس کے ہاتھ میں تھی کہ ہاتھ کی حرکت کے ساتھ بجلی کی طرح چمکتی تھی، پس ولید نے ایک نعرہ مارا کہ اس کی ہیبت سے دونوں لشکروں میں زلزلہ پڑ گیا اور پشت کر کے اپنے باپ کی طرف بھاگا امیر المومنینؑ نے پیچھے سے پہنچ کر ایک تلوار اس کے اور لگائی کہ بُنِ ران پر بیٹھی اور اس کا کام تمام کیا۔ حمزہؓ و شیبہ میں تھوڑی دیر ردو بدل ہوتی رہی، ایک تلوار مارتا دوسرا اس کو ڈھال پر روکتا تھا، یہاں تک کہ تلواریں کند ہوگئیں اور ڈھالوں کے کٹ کٹ کر ٹکڑے ہوگئے، پس دونوں نے تلواریں پھینک دیں اور کشتی کرنے اور زور آزمانے لگے، دونوں لشکران کا تماشا دیکھ رہے تھے، امیر المومنینؑ ولید سے فارغ ہوئے تو مسلمانوں نے غل مچایا علیؑ اس کتے کی خبر لو کہ تمھارے چچا کو بری طرح چمٹا ہے حضرتؑ اس طرف متوجہ ہوئے اور امیر حمزہؓ کی پشت کی طرف آئے، چونکہ حمزہ کا قد شیبہ سے نکلتا ہوا تھا آپ نے فرمایا اے عمو ذرا اپنا سر جھکا لو، حمزہؓ نے اتنا سر نھوڑایا کہ شیبہ کی چھاتی میں لگا دیا، امیر المومنینؑ نے ایک تلوار لگائی کہ شیبہ کی کھوپڑی صاف اڑ گئی پھر عتبہ کے پاس آ کر، چونکہ اس میں ہنوز جان باقی تھی، اس کو بھی فی النار کیا اس طرح پر قریش کے تینوں نامی و دلیر، زورِ بازوئے حیدری سے پست ہوئے اور رعبِ اسلام عبدۂ (۱) اصنام پر چھا گیا۔ پس امیر المومنینؑ و حمزہؓ نے عبیدہ کو اٹھایا اور حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں لائے، حالانکہ مغزران کے ساق پا سے بہ رہا تھا۔ چنانچہ عبیدہ اسی صدمہ سے جنگ بدر سے لوٹتے وقت مقام روحا یا صفرا پر فوت ہوئے اور اسی جگہ دفن کیے گئے **رحمتہ اللہ علیہ** عتبہ وغیرہ کے مارے جانے کے بعد حنظلہ بن ابوسفیان لڑائی کے ارادہ سے باہر آیا امیر المومنینؑ نے ایک ضربِ تلوار اس کے سر پر لگائی کہ دونوں آنکھیں نکل کر اس کے منہ پر آرہیں اور وہ گرتے ہی ٹھنڈا ہوگیا۔ یہ حنظلہ معاویہ بن ابوسفیان کا بھائی اور ولید بن

---

(۱) عبدۂ اصنام پوجنے والے بتوں کے۔ ۱۲ منہ۔

عتبہ اس کا ماموں اور عتبہ بن ربیعہ پدر ہندہ اس کا نانا تھا اسی وجہ سے امیر المومنینؑ اپنے عہدِ خلافت میں اس سے کہتے تھے ۔

وَعِنْدِیَ السَّیْفُ الَّذِیْ اَعْضَضْتُہٗ

اَخَاکَ وَخَالَکَ وَجَدَّکَ یَوْمَ بَدْرٍ

یعنی اے معاویہ میرے پاس وہ تلوار جس سے تیرے بھائی اور تیرے ماموں اور نانا کو بروزِ بدر قتل کیا ہنوز موجود ہے اور نیز ان لوگوں سے جو تیغ قہرِ ید اللّٰہی سے اس روز قتل ہوئے ، ایک عاص بن سعید بن عاص ہے ، یہ شخص شجاعت و دلیری میں شہرۂ آفاق تھا اور قوت و جسامت کے لحاظ سے گاوٗ قریش کہلاتا تھا ، امیر المومنینؑ کے سامنے آیا تو حسب معمول ایک وار میں مقتول ہوا ۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے کہ ایک روز عمرؓ کے زمانہ میں عاص مذکور کا بیٹا سعید بن عاص بن سعید عثمانؓ بن عفان کے ساتھ بارگاہِ خلافت میں گیا ۔ عثمانؓ تو اپنے رسوخ کی وجہ سے خلافت پناہ کے نزدیک جا بیٹھے مگر سعید ایک گوشہ میں علیحدہ بیٹھ گیا ۔ عمرؓ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا ہم سے اس اعراض و کشیدگی کا کیا باعث ہے ، شاید تیرا گمان یہ ہوگا کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ۔ سو میں نے اس کو قتل نہیں کیا ۔ ہر چند میری دلی آرزو تھی کہ بروزِ بدر اس پر دسترس پاؤں ، مگر اس کو دیکھ کر رعب مجھ پر طاری ہوا اور جرأت نہ ہوئی ، لیکن ابوالحسنؑ نے حملہ کیا اور ہنوز میں اپنے مقام پر نہ پہنچا تھا کہ ان کے ہاتھ سے اس کا قضیہ فیصل ہو چکا تھا ۔ امیر المومنینؑ بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے فرمایا ۔ **یا عُمر مَحا الاسلام بما قبله لما ذا تهاج القلوب** اے عمر اسلام پہلی باتوں کو محو کر چکا تو کس لیے دلوں کو بھڑکاتا ہے ، سعید نے کہا قسم بخدا اس کو کفو کریم نے قتل کیا ہے میں دوست نہ رکھتا تھا کہ میرا باپ اولادِ عبد مناف کے سوا کسی اور کے ہاتھ سے مارا جاتا ۔

القصہ حضرت علیؑ مرتضیٰ اسی طرح جہادِ اعدا میں مصروف تھے جو آگے آتا پنجۂ موت اور چنگ اجل سے سلامت نہ جاتا حضرتؑ کو دیکھ کر اور مسلمانوں کی رگوں میں بھی خونِ شجاعت نے سرایت کی اور ہنگامۂ کارزار گرم ہو گیا ۔ اس وقت ابلیس لعین سراقہ بن مالک کی صورت میں قریش کے پاس آ کر بولا ، کہ علمِ لشکر مجھ کو دو کہ میں تمہاری طرف سے جنگ کروں گا اور بہت سے شیطانوں کو قبیلہ سراقہ کی صورت میں مشرکوں اور مسلمانوں کو دکھلا دیا ، اس سے قریش کے حوصلے بڑھ گئے اور آثار بیدلی و ہراس مسلمانوں کی چہروں سے ظاہر ہونے لگے ، حضرت رسولؐ خدا نے یہ دیکھا تو دستِ دعا بدرگاہِ کبریا بلند کیے اور عرض کی **اللھم انجز ما وعدتنی** پروردگارا اپنے وعدے کو جو فتح و نصرت کا تو نے میرے ساتھ کیا ہے وفا کر ۔

پھر کہا ان تهلك هذه العابة من الاسلام لاتعبد فی الارض ابدا یعنی خداوندا اگر یہ لوگ کہ تیرے دین کی نصرت کرتے ہیں، آج مارے گئے تو پھر روئے زمین پر کبھی کوئی تیری پرستش نہ کرے گا، یہ کہتے اور الحاح وزاری جناب باری میں کرتے تھے کہ ناگاہ غشی کہ علامت نزول وحی ہے، آپ پر طاری ہوئی ایک لحہ کے بعد وحی منجلی ہوئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے دعا اپنے پیغمبرؐ کی قبول فرمائی۔ یہ جبرئیل ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی امداد کو آئے ہیں اس وقت ایک کالی گھٹا جس میں بہت سی بجلیاں چمکتی تھیں مسلمانوں کے سر پر دکھائی دی اور ہتھیاروں کی آوازیں سنیں خلاصہ یہ کہ شیطان نے جبرئیل کو دیکھا تو علم ہاتھ سے پھینک کر بھاگا منبہ بن حجاج نے اس کا گریبان پکڑا، کہ اے سراقہ کہاں جاتا ہے چاہتا ہے کہ ہمارا کام درہم برہم ہو جائے، ابلیس نے ایک ہاتھ اس کے سینہ پر مارا کہ دور ہوئیں وہ باتیں دیکھتا ہوں جو تو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ کہہ کر فرار ہو گیا خاتمۂ جنگ کے بعد قریش نے مکہ میں شکایت کی کہ ہم کو سراقہ نے شکست دلائی سراقہ یہ سن کر ان کے پاس آیا اور بحلف کہا کہ مجھ کو تمھاری لڑائی کی خبر بھی نہیں نہ میں تمھارے ساتھ گیا تھا تم کو کس طرح شکست دلوا سکتا ہوں حیران تھے کہ یہ کیا کہتا ہے یہی تو اول بھاگا تھا۔ جب مسلمان ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا سراقہ کی صورت میں۔

الحاصل امیر المومنینؑ ویسے ہی دلیری دلاوری کے ساتھ میدان میں لڑ رہے تھے، بڑے بڑے نامی گرامی کفار آپ کے آگے آتے اور آب شمشیر کے گھاٹ سیدھے دوزخ کو چلے جاتے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ کو قریش کی جرأت و جہالت پر حیرت ہے کہ باوجودیکہ انھوں نے دیکھ لیا کہ ولید جیسا جوان مرد میرے ہاتھ سے بے جان ہوا حنظلہ کے سر میں چوٹ لگی تو دونوں آنکھیں اس کی نکل پڑیں پھر بھی اپنی حماقت سے وہ باز نہیں آتے اور میرے سامنے آتے ہیں۔

قتلِ ابوجہل: اسی گیر ودار میں ابوجہل بن ہشام کہ سرگروہ اہل عناد تھا۔ بعض انصار کے ہاتھ سے خاکِ ہلاک پر گرا اور بہ قولِ مخبر صادق کہ حق تعالیٰ اس کو میرے ضعیف ترین اصحاب کے ہاتھ سے قتل کرے گا۔ راست نکلا۔ عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں ابوجہل کے سر پر پہنچا، تو ہنوز اس کے بدن میں جان تھی۔ مجھ کو مکہ میں اس کے ہاتھ سے بہت ایذائیں پہنچی تھیں۔ جاتے ہی اس کی چھاتی پر سوار ہو گیا اور گردن پر پاؤں رکھ کر اس کی ٹھوڑی کے بال نوچنے لگا، اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھ کو ذلیل وخوار کیا ابوجہل نے کہا اے گڈریے بھیڑوں کے چرانے والے، تو مقام عالی پر سوار ہوا۔ مگر یہ تو بتلا کہ فتح کس کی ہے عبداللہؓ نے کہا اے دشمنِ خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے وہ ڈوبتے وقت تو ایمان لے آیا تھا تو مرتے وقت بھی اپنے کفر سے باز نہیں آتا آگاہ رہ کہ فتح خدا اور رسولؐ کے لیے ہے اب میں تجھ کو تیری

بدکرداری کی سزا دیتا ہوں اور تیرے سر کو بدن سے جدا کرتا ہوں ابوجہل نے کہا **لست باول عبد قتل مولاہ** یعنی یہ کہ آگے بھی بہت سے غلاموں نے اپنے آقاؤں کے سر قلم کیے ہیں تو مجھ کو قتل کرے گا تو کوئی انوکھی بات نہیں ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرا سر کاٹے تو شانوں سے ملا ہوا کاٹنا کہ اور سروں میں بلند دکھائی دے عبداللہؓ نے کہا میں زنخ سے ملا کر کاٹوں گا کہ نظروں میں پست وخوار معلوم ہو۔

القصہ ابن مسعودؓ نے سرِ بے مغز ابوجہل کا جدا کیا اور حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں لاکر قدموں پر ڈال دیا آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا کہ فرعونِ امت مارا گیا۔

قتلِ نوفل بن خویلد: ایک شیاطینِ قریش سے نوفل بن خویلد زبیر بن عوام کا چچا تھا کہ حضرت رسالت پناہ کے ساتھ کمال درجہ دشمنی وعداوت رکھتا تھا کہتے ہیں کہ ایک بار اس نے طلحہؓ وزبیرؓ بروایتے طلحہؓ وابوبکرؓ کو مسلمانی کے جرم میں ایک شبانہ روز رسی میں باندھ کر عذاب کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قریش اس کی بہت تعظیم کرتے اور اپنا پیشوا مانتے تھے۔ حضرت رسولؐ خدا کو اس کا آنا معلوم ہوا تو دعا کی **اللھم اکفنی نوفل بن خویلد** بارخدایا مجھ سے نوفل کی شرارت دفع کر۔ امیر المومنینؑ ایک حملے میں صفوفِ دشمن کو چیرتے پھاڑتے جارہے تھے کہ ناگاہ نوفل مذکور حضرتؑ کو نظر آیا ایک تلوار اس کے خود پر لگائی کہ دامن تک کاٹتی چلی گئی پھر دوسری ٹانگوں پر ماری جس سے دونوں پیر کٹ کر گر گئے۔ پس اس کا سر کاٹ کر حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں لے گئے اس وقت پہنچے جب کہ حضرتؐ کہہ رہے تھے، کون ہے جو نوفل کی خبر ہم کو پہنچا دے پس حضرت اس کا مارا جانا معلوم کر کے مسرور ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے دعا میری قبول کی۔ یہ خوش خبری آپ کو مژدۂ قتل ابوجہل سے پہلے پہنچی تھی۔

محمدؒ بن یعقوب کلینیؒ نے حضرت جعفرِ صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قریش اولادِ عبدالمطلب کو بہ جبر وکراہ اپنے ساتھ لائے تھے ہنگام جنگ جب کہ رجز خوانیاں ہونے لگیں تو طالبؓ بن ابی طالبؑ بھی ان کے ساتھ رجز پڑھتے تھے مگر وہ برخلاف سب کے اپنے لشکر کے لیے بدعا کرتے اور مسلمانوں کے واسطے فتح ونصرت کی دعا مانگتے تھے قریش کو مضمون رجز کا معلوم ہوا تو کہا یہ ہم کو شکست دلائے گا اور ان کو واپس مکہ بھیج دیا۔ حضرت صادقؑ کہتے ہیں کہ طالب دل میں مسلمان تھے۔ **روایت** ہے کہ عین ہنگامۂ کارزار میں امیر المومنینؑ نے ایک مٹھی کنکریوں کی بھر کر حضرت سولؐ خدا کو دی اور آپ نے باشارۂ جبرئیل کفار کی طرف پھینک کر فرمایا **شاھت الوجوہ** بگڑ جائیں یہ صورتیں پس جس جس کے وہ سنگریزے لگے سب کے سب قتل ہوئے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فلم تقتلو ھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی** یعنی تم نے ان کو قتل نہیں کیا، مگر خدا نے قتل کیا ہے اور تو نے

سنگریزے نہیں پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے پیشتر گزرا کہ اس لڑائی میں فرشتے مسلمانوں کی مدد کو آئے تھے، انھوں نے شیاطین ہی کو شکست نہیں دی، بلکہ مشرکوں کے قتل واسیر کرنے میں بھی موقع بموقع مسلمانوں کی مدد کرتے تھے، یہ ملائکہ ابلق گھوڑوں پر سوار، سرخ زرد عمامے نور کے سر پر باندھے تھے جن کے شملے آگے پیچھے چھوٹے تھے۔ جس کافر کے تلوار لگتی اور خون اس سے رواں نہ ہوتا، تو یہ علامت تھی کہ وہ ضرب فرشتے کے ہاتھ کی ہے، زوالِ آفتاب کے بعد کفار میں یارائے قرار نہ رہا، پیٹھ دکھا کر بھاگے اور فتح عظیم مسلمانوں کو حاصل ہوئی بقولِ صحیح، اس لڑائی میں ستر آدمی کفار کے مارے گئے، اور اسی قدر اسیر ہوئے، مقتولین میں سے چھتیس نفر بلا شرکت غیرے صرف تیغ یداللّٰہی سے بے جان ہوئے باقیوں میں تمام مسلمان اور ملائکہ اور نیز حضرت امیر المومنین علیہ السلام شریک تھے محمدؐ بن اسحاق کہ مورخینِ اہلِ سنت میں سے ہے، صاف کہتا ہے کہ جو لوگ کہ شمشیرِ علیؑ بن ابی طالب سے قتل ہوئے اس سے زیادہ ہیں کہ جو تمام مسلمانوں نے قتل کیے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ تفصیل اسما کشتگانِ امیر المومنینؑ اس طرح زیبِ رقم فرماتے ہیں ولید (۱) بن عتبہ، عاص (۲) بن سعید، طعیمہ (۳) بن عدی بن نوفل۔ نوفل (۴) بن خویلد، زمعہ (۵) بن اسود، حارث (۶) بن زمعہ، نضر بن (۷) حارث بن عبدالدار، عمیر (۸) بن عثمان بن کعب بن تیم چچا طلحہ کا، عثمان (۹) بن عبیداللہ، مالک (۱۰) بن عبیداللہ دو بھائی طلحہ کے، عیسیٰ (۱۱) بن عثمان، مسعود (۱۲) بن امیہ بن مغیرہ، قیس (۱۳) بن فاکہہ بن مغیرہ، حذیفہ (۱۴) بن ابی حذیفہ بن مغیرہ، ابوقیس (۱۵) بن ولید بن مغیرہ، حنظلہ (۱۶) بن ابوسفیان، عمرو (۱۷) بن مخزوم، ابو المنذر (۱۸) ابن ابی رفاعہ، منبہ (۱۹) بن حجاج سہمی، عاص (۲۰) بن منبہ، علقمہ (۲۱) بن کلدہ، ابوالعاص (۲۲) بن قیس بن عدی، معاویہ (۲۳) بن مغیرہ بن ابی العاص، لوذان (۲۴) بن ربیعہ، عبداللہ (۲۵) بن منذر بن ابی رفاعہ، مسعود (۲۶) بن امیہ بن مغیرہ، حاجب (۲۷) بن سائب بن عویمر، اوس (۲۸) بن مغیرہ بن لوذان، زید (۲۹) بن ملیص، عاصم (۳۰) بن ابی عوف، سعید (۳۱) بن دہب، معاویہ (۳۲) بن ابی عامر بن عبدالقیس، عبداللہ (۳۳) بن زہیر بن حارث بن اسد، سائب (۳۴) بن مالک، ابوالحکم (۳۵) بن اخنس، ہشام (۳۶) بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ مروی ہے کہ ایک روز قبل از جنگ بدر حضرت خضرؑ امیر المومنینؑ کو خواب میں نظر آئے اور کلمہ **یَا هُوَ یَامَنْ لَا هُوَ اِلَّا هُوَ** کہ درحقیقت ایک اسمِ اعظم ہے آپ کو تلقین کیا۔ امیر المومنینؑ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ طیبہ لڑائی میں میری وردِ زبان تھا۔ اسی کی برکت سے حق تعالیٰ مجھ کو دشمنوں پر مظفر و منصور کرتا تھا۔ منقول ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے کہہ دیا تھا کہ عباسؓ وعقیلؓ و حارثؓ بن عبدالمطلب اپنی خوشی سے لڑائی میں نہیں آئے مشرکین ان کو بہ جبر و اکراہ لائے ہیں جن کو وہ ملیں قتل نہ کرے بعد اختتام جنگ ابو بشیر یا ابو بصیر انصاری عباسؓ وعقیلؓ کو گرفتار کر کے حضرتؐ کے پاس لایا آپ نے پوچھا تو نے

ان دونوں کو اسیر کیا عرض کی ایک مردِ سفید لباس نے جس کو میں پہچانتا نہیں میری مدد کی فرمایا وہ فرشتہ تھا۔ بروایتے خود عباسؓ نے کہا مجھ کو ابو بصیر نے نہیں پکڑا بلکہ میرے برادر زادے (علیؑ) نے پکڑا ہے، حضرتؐ نے فرمایا درست ہے وہ ایک فرشتہ تھا بصورتِ علیؑ کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو میری مدد کے لیے علیؑ کی صورت میں بھیجا تا کہ رعب ان کا دشمنوں کے دل میں بیٹھ جائے۔

انجام کار ابولہب بن عبدالمطلب ابو رافع مولائے رسول اللہؐ کہ ابتدا میں عباسؓ بن عبدالمطلب کا غلام تھا، کہتا ہے کہ اسلام ہمارے (یعنی عباسؓ کے) گھر میں داخل ہو گیا تھا ام الفضل زوجۂ عباسؓ اور میں صریح مسلمان تھے، لیکن عباسؓ کا چونکہ بہت سا مال قریش کے پاس پھنسا ہوا تھا، اس لیے اظہارِ اسلام نہ کر سکتے تھے، دشمن خدا ابولہب بیماری کے سبب خود جنگ بدر میں نہ گیا، اپنی طرف سے عاص بن ہشام کو بھیج کر فتح کا انتظار کر رہا تھا کہ قریش کی شکست کی خبر مکہ میں پہنچی، بہت نادم و خجل ہوا، لیکن ہم لوگوں میں نئے سرے سے توانائی آ گئی۔ میں ایک روز حجرۂ زمزم میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا، اُم فضل میرے پاس بیٹھی تھیں کہ ابولہب وہاں آیا اور میری طرف سے پیٹھ موڑ کر بیٹھ گیا، اتنے میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بھی آ نکلا، ابولہب نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور بہت التفات سے پوچھنے لگا کہ برادر زادے تو ٹھیک ٹھیک حال اس لڑائی کا مجھ سے بیان کر ابوسفیان نے کہا، عمو کیا بیان کروں، ہم وہاں پہنچے دشمن سے مڈھ بھیڑ ہوئی، ہم نے شکست کھائی، بھاگے انھوں نے تعقب کیا اور قتل و قید، جو چاہا سو کیا، مگر میں اپنے لشکر کو ملامت نہیں کرتا کیوں کہ میں نے زمین و آسمان کے درمیان کچھ لوگ سفید پوش ابلق گھوڑوں پر ایسے سوار دیکھے کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ابو رافع کہتا ہے کہ میں نے کہا وہ فرشتے تھے، ابولہب نے ایک الٹا ہاتھ میرے مارا، دوسرا مارنا چاہتا تھا کہ ام الفضل ستونِ خیمہ اٹھا کر اس کی طرف دوڑیں اور اس زور سے اس کے سر پر مارا کہ سر پھٹ گیا اور کہا، اس کا آقا یہاں نہیں تو اس کو ضعیف و ذلیل جانتا ہوگا۔ ابولہب اپنا سا منہ لیے اٹھ کر گھر کو چلا گیا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد مرضِ عدسہ (۱) میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ چونکہ لوگ اس مرض سے بہت نفرت کرتے تھے، تین روز تک گھر میں مرا پڑا رہا کوئی اس کے پاس تک نہ جاتا تھا، آخر اس کے بیٹوں کو لوگوں نے ملامت کی کہ تمھارا باپ گھر میں سڑ رہا ہے اور تم دفن نہیں کرتے پس انھوں نے اس کی لاش کو کھینچ کر بیرونِ شہر ایک طرف ڈال دیا اور پتھروں میں چھپا دیا، راوی کہتا ہے کہ اب وہ مقام عمرہ کے راستے پر واقع ہے، جو اس راہ سے گذرتا ہے چند پتھر اس پر پھینک دیتا ہے، چنانچہ پتھروں کا انبار بڑھتے بڑھتے

(۱) عدسہ ایک پھنسی ہے کہ آدمی کے نکلتی ہے اور بیشتر اوقات اس کو مار ڈالتی ہے غالباً یہ وہی مرض ہے جو آج کل ہندوستان خصوصاً نواح بمبئی میں بہت زور شور پر ہے اور بنام طاعون موسوم ہے ۱۲ منہ۔

بجائے خود ایک پہاڑ بن گیا ہے۔

قتلِ عقبہ بن ابی مُحیط: بالجملہ قریش سے جیسا کہ لکھا گیا، ستر آدمی قتل اور اسی قدر قید ہوئے اور فتح پانے والے لشکر سے چودہ، گیارہ یا نو اشخاص نے باختلافِ اقوال شہادت پائی کہ اول ان میں سے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب پیغمبر کے چچازاد بھائی تھے، قریشی قیدیوں کو دست بستہ حضرت رسولؐ خدا کے سامنے حاضر کیا گیا، تو عقبہ بن ابی معیط ونضر بن الحارث ایک رسی میں بندھے تھے، آپ نے بہ نگاہِ تندان کی طرف دیکھا، نضر چلایا یا محمدؐ بحق قرابت کہ میرے اور تمھارے درمیان ہے، میرے ساتھ وہی کرو، جو اور قریش کے ساتھ کرو گے۔ فرمایا اسلام قاطع رحم وقرابت ہے، مسلم وکافر میں کوئی قرابت نہیں رہ سکتی۔ عرض کی آپ نے فرمایا ہے کہ قریش اسیر ہوں تو ان کو قتل نہ کرو، ارشاد ہوا تو قریش سے نہیں، ایک مجوسی آتش پرست ہے، اہلِ صفوریہ کا، تیرا باپ جس سے تجھ کو نسبت کرتے ہیں، عمر میں تجھ سے چھوٹا ہے، روایت ہے کہ نضر مذکور سخت متعصب تھا، قریش کو شکست ہوئی تو یہ بھی فراریوں میں شامل تھا، بھاگتا تھا اور کہتا تھا، خداوندا اگر دینِ اسلام حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر پتھر برسا کہ ہم اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتے، پس گرفتار ہوکر آیا اور علی علیہ السلام نے بحکمِ خیر الانام اس کو قتل کیا۔ نضر مارا گیا تو عقبہ سامنے آیا، یہ عقبہ نہایت بدذات خبیث تھا، مکہ میں امیہ بن خلف کے کہنے سے پیغمبرؐ پر تھوکتا تھا۔ حضرتؐ نے عہد کیا تھا کہ اگر اس پر قابو ہو تو قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ اس کو قتل کرو اور اپنے پیغمبرؐ کی نذر ادا کر، امیر المومنینؑ اسے قتل کرنے لگے تو بولا، اے محمدؐ میرے بعد میرے بچوں کا کون کفیل ہوگا، حضرتؐ نے فرمایا مسلمان نہ ہوں گے تو آتشِ جہنم ان کی کفالت کرے گی، اسی وجہ سے عقبہ صَبِیَۃُ النار کے نام سے مشہور رہا۔ یہ عقبہ آخری مرد ہے قتلائے بدر سے کہ امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے مارے گئے، ولید بن عقبہ فاسق جس کے بعض حالات آئندہ اس کتاب میں مذکور ہیں اس عقبہ کا بیٹا ہے۔

القصہ نضر وعقبہ مارے گئے تو اصحاب کو اندیشہ ہوا کہ مبادا حضرتؐ تمام اسیروں کے مارنے کا حکم دیں اور فائدہ کہ فدیہ لینے میں ہم کو مدنظر ہے فوت ہوجائے، کہنے لگے یارسول اللہؐ یہ لوگ آپ کے قوم وقبیلہ سے ہیں ان پر رحم کیجیے اور فدیہ لے کر آزاد فرمایئے، مگر حضرت خاموش تھے، سعد معاذؓ نے جانا کہ حضرت فدیہ لینے سے کراہت رکھتے ہیں، عرض کی یہ پہلی لڑائی ہے اگر ہم مشرکین کو قتل کریں تو اس سے بہتر ہوگا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیں، عمرؓ خطاب نے کہا یارسول اللہؐ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور وطن سے نکالا ان کا قتل ہی کرنا بہتر ہے، علیؑ کو حکم دیجیے کہ عقیل کو قتل کرے، میں فلاں کو قتل کرتا ہوں، مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ ثانی کی کوئی غرض اس صلاح سے نہ تھی، بجز اس کے کہ کسی طرح علیؑ کا بھائی مارا جائے ورنہ جب کہ حضرتؐ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ بنی ہاشم کو قتل نہ کرو کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں آئے، تو اب

اس کلام کا کون محل تھا اور حیرت ہے کہ یہ شجاعت کہ اسیروں کے قتل میں اب ظاہر کرتے تھے، لڑائی کے وقت کیوں ظاہر نہ ہوئی کہ ایک کافر بھی آپ کے ہاتھ سے مارا نہ گیا چنانچہ تاریخ فریقین اس کی شاہد ہے۔

الحاصل قرار پایا کہ فی نفر کچھ روپیہ حسب حیثیت لے کر قیدیوں کو رہا کیا جاوے۔ قریش اپنے اپنے واسطہ داروں کے لیے مکہ سے مال بھیجتے اور ان کو چھڑاتے تھے، ابوالعاص بن ربیع شوہر زینبؑ خدیجۃ الکبریٰ بھی بندی میں تھا، زینب نے اس کے فدیہ میں ایک گلوبند بھیجا کہ خدیجہؑ نے ان کو دیا تھا، حضرت رسولؐ خدا نے وہ گلوبند دیکھا تو دلگیر ہوئے، اصحاب نے یہ دیکھ کر فدیہ ابوالعاص کا معاف کر دیا اور وہ گلوبند زینبؑ کے پاس واپس بھیج دیا گیا، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس مقام پر ایک کلام اپنے استاد نقیب ابوجعفر سے نقل کیا ہے کہ قضیۂ فدک میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کیا جائے گا۔

غزوۂ احد: ہجرت سے تیسرے سال ماہ شوال میں جنگِ احد واقع ہوئی، یہ معرکہ تمام وکمال حضرت شیر ذوالجلال کی سعی بازو سے سر ہوا۔ کیوں کہ تمام اصحاب حضرت رسالت مآب کو نرغہ اعدا میں تن تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس نازک وقت میں جو حیرت بخش کام حیدری جرأت وجان بازی سے نکلا۔ اس کی نظیر صفحہ تاریخ پر نہیں ملتی۔ آپ نے بزور شمشیر ایک بار نہیں بار ہا کفار اشرار کے ہجوم کو پراگندہ کیا۔ اور ہزاروں تلواروں کے نیچے اس ذاتِ مقدس کی نگہبانی فرمائی۔ اس ہمت وجواں مردی کی ملاءاعلیٰ میں دھوم مچ گئی، فرشتوں نے مابین زمین وآسمان **لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیٌ لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار** کی منادی کی جبرئیلؑ نے اس جانفشانی کی رسول اللہؐ کے سامنے داد دی اور اس پر مبارک باد کہی۔ لکھا ہے کہ شکستِ بدر سے آسائش وآرام قریش پر حرام ہو گیا اور جہان ان کی نظر میں تیرہ وتاریک دکھائی دیتا تھا، انھوں نے اپنی عورتوں کو رونے اور نوحہ کرنے سے روک دیا تھا کہ مبادا جوشِ غضب شدتِ گریہ سے مدہم پڑ جائے اور آنسوؤں کا پانی آتش غیظ کو بجھا دے، اگلے سال بنی کنانہ وغیرہ نے اپنے ہم سوگند قبیلوں کو مدد کے لیے بلایا اور بہت سے سلاح وسامان کے ساتھ، تین ہزار سوار، دو ہزار پیادے، مردان کار لے کر کشتگانِ بدر کا بدلہ لینے کی نیت سے مدینہ پر چڑھ آئے اور اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لیتے آئے تا کہ دردناک الحان میں شکستِ بدر کا حال سناتی اور ان کے غصہ کی آگ کو بھڑکاتی رہیں چنانچہ ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان وعمرہ دختر علقمہ حارثیہ بھی لشکر میں شامل تھیں۔ ادھر سے حضرت رسولؐ خدا بھی سات سو مرد جنگی کے ساتھ، مخالفوں کے دفعیہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے۔ بیرونِ شہر کوہِ احد کے متصل دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا، حضرتؐ نے دامنِ کوہ میں پہاڑ کی طرف پیٹھ کر کے اس طرح پر کہ کوہِ عنین بائیں ہاتھ پر اور مدینہ پیش رو رہے، صفیں راست کیں اس کوہ عنین میں ایک شعب (گھاٹی) تھی جہاں سے دشمن کے گھات

لگانے اور اندر گھس آنے کا اندیشہ تھا، اس لیے آپ نے عبداللہ بن جبیر کو مع پچاس کمانداروں کے سرِ شعب پر کھڑا کیا کہ کسی کو اس طرف سے نہ آنے دے اور تاکید کی کہ لشکرِ اسلام کی فتح ہو یا شکست وہاں سے جنبش نہ کرے۔

علَم کبیر خاصہ رسولؐ خدا اس روز بھی مانند جنگِ بدر کے شیر خدا علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں تھا لیکن علم صغیر کہ اصطلاح اہلِ جنگ میں لوا کے نام سے موسوم ہے، مصعب بن عمیر کو عنایت ہوا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ علمداری قریش زمانۂ قدیم سے قصیٰ بن کلاب کے نام تھی، وہ ہر جنگ میں رایت ولوا دونوں کے حامل ہوتے تھے، بعد ازاں رایت کا اٹھانا، اولادِ عبدالمطلب میں اور لواء بنی عبداللہ میں قرار پایا، حضرت رسولؐ خدا مبعوث بہ نبوت و مامور بہ جہاد ہوئے تو جملہ تر وخشک آپ کے اختیار میں آیا، آپ نے منصبِ رایت بنی ہاشم پر برقرار رکھا اور امیر المومنینؑ کو علمدارِ مہاجرین بنایا، چنانچہ غزوۂ دواں سے کہ پہلا غزوہ ہے۔ آج تک وہی حضرت علمدار لشکر اں رہتے تھے لیکن لوا ابتدائے جنگ میں مصعب بن عمیر کو عنایت کیا تھا۔ مصعب نے شہادت پائی اور لوا اس کے ہاتھ سے گرا تو قبائلِ قریش بہت شوق سے اس کے آرزومند تھے۔ مگر حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ کو سب پر ترجیح دی۔ اس روز سے امیر المومنینؑ حاملِ رایت و حاملِ لوا ہر دو ہوئے، تب سے یہ منصبِ جلیل بنی ہاشم میں چلا آتا ہے۔ لیکن مشرکوں کی علم برداری بدستور بنی عبدالدار میں تھی۔ اس لڑائی میں بھی طلحہ بن ابی طلحہ عبدری علم دارِ لشکر تھا۔ دونوں لشکر میدان میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوئے، تو ابوسفیان بن حرب نے طلحہ کے پاس آ کر کہا کہ قریش کو جنگِ بدر میں علم داروں کی نامردی سے روزِ بد دیکھنا نصیب ہوا تھا، اگر تم لوگ اس منصب کی شرائط پوری نہیں کر سکتے، تو علم ہم کو دو طلحہ کو کہ سردارِ قومِ قریش تھا یہ کلام بہت ناگوار گزرا، کہا تو ہم کو یہ کہتا ہے، قسم بخدا کہ آج ہم ہیں اور موت یا فتح پائیں گے ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔ پس میدان میں آ کر پکارا اے اصحاب محمدؐ تم کہتے ہو کہ ہمارے کشتے دوزخ میں اور تمھارے بہشت میں جاتے ہیں۔ **قتلِ طلحہ بن ابی طلحہ:** پس جس کو تم میں سے آرزوئے بہشت ہو، میرے سامنے آئے میں اس کو ابھی بہشت میں بھیجتا ہوں چونکہ کسی میں طاقت اس کے مقابلہ کی نہ تھی سب خاموش تھے اس وقت مولائے مومنان مانندِ شیرِ غراں پرے سے نکلے۔ طلحہ نے پوچھا تو کون ہے، کہا علیؑ بن ابی طالب، طلحہ نے کہا میں جانتا تھا کہ بجز تیرے کوئی میرا مقابل نہ ہوگا۔ روایت ہے کہ کسی نے حضرتِ صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ امیر المومنینؑ نے طلحہ کے ساتھ جنگ کی تو اس نے یہ لفظ قصم کس لیے آنحضرتؐ کو خطاب کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا جس زمانے میں حضرت رسولؐ خدا مکہ میں تھے۔ کفارِ مکہ ابو طالب کے خوف سے خود آنحضرتؐ سے معترض نہ ہو سکتے تھے۔ اِلّا اپنے لڑکوں کو سکھلا دیتے تھے کہ راہ میں چلتے پھرتے آپ کو ایذا پہنچائیں۔ پس حضرت گھر سے باہر جاتے تو لڑکے پتھر،

ڈھیلے آنحضرتؐ پر پھینکتے، کوڑا کرکٹ ڈالتے۔ امیر المومنینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو عرض کی یا رسول اللہؐ جس وقت آپ باہر تشریف لے جائیں تو مجھ کو ہمراہ لے چلیں اس کے بعد حضرت ملازمت اشرف میں ہوتے اور اطفال ان کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت ان کو پکڑتے اور ان کے چہرے کو زخمی کرتے پس لڑکے اپنے گھروں کو جاتے اور کہتے قصمنا علیؑ کہ ہم کو علیؑ نے مجروح کیا ہے، اس وقت سے آپ کو قصیم کہنے لگے تھے۔ الغرض طلحہ نے ایک وار آنحضرتؐ پر کیا آپ نے سپر پر روکا اور ایک تلوار اس نابکار کے سر پر لگائی کہ سر کا بھیجا نکل پڑا، پھر دوسری چوٹ کی دونوں ٹانگیں کٹ کر زمین پر آرہیں اور طلحہ مع نشانِ کفر زمین پر گرا۔ امیر المومنینؑ نے چاہا کہ اس کا سر قلم کریں اس نے رحم وقرابت کا واسطہ دیا نیز اس کا ستر کھل گیا تھا۔ آپ لوٹ گئے مسلمانوں نے کہا یا علیؑ کس لیے اس کا کام تمام نہیں کرتے۔ فرمایا اس ضربت سے جان بر نہ ہوگا۔

حضرت رسولِؐ خدا نے قبل از جنگ خواب میں دیکھا تھا اس کے قتل ہونے پر آپ نے بہ آواز بلند تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی اس وقت فوجوں نے دریا کی موجوں کی طرح اپنی جگہ سے حرکت کی اور صفیں ٹوٹ پھوٹ کر مسلمین ومشرکین باہم دست وگریباں ہوگئے۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے ایک تلوار ابودجانہ انصاری کو دی جس کی ایک سمت یہ شعر تحریر تھا۔

فی الجُبُن عاروفی الاقبال مکرمة
والمرءُ بالجُبن لا ینجو مِنَ القَدَر

ترجمہ نامردی سے پشت کرنے میں عیب وعار ہے۔ اور مردانگی سے حملہ آوری میں قدر وعزت۔ حالانکہ آدمی نامردی سے موت کے ہاتھ سے نجات نہیں پاسکتا۔

ابودجانہ اس تلوار کو لے کر مردانہ وار فوج اعدا میں گھس گئے، جس گروہ پر جاتے اس کو پسپا وپامال کرتے تھے، تاانیکہ منتہائے لشکر پر جہاں عورتیں کھڑی دف بجاتی اور رجز کے راگ گاتی تھیں جا پہنچے ہند بنتِ عتبہ سامنے تھی چاہا کہ ایک وار میں اس کا کام تمام کریں مگر اس خیال سے کہ شمشیرِ رسولؐ خدا کو ایک بدکار عورت کے خون میں آلودہ کرنا زیبا نہیں اس ارادہ سے باز رہے۔ القصہ طلحہ قتل ہوا تو علمِ قریش اس کے بھائی ابوسعید بن ابی طلحہ نے لیا وہ بھی ہاتھ سے حیدر کرارؑ کے فی النار ہوا، پھر عثمانؓ بن ابی طلحہ نے اس کو سنبھالا، وہ بھی مارا گیا۔ پھر منافع بن ابی طلحہ پھر حارث بن ابی طلحہ نے باری باری نشان کفر برپا کیا مگر امیر المومنینؑ کی تلوار سے نہ وہ قائم رہ سکے نہ ان کا نشان۔ علیٰ ہذا جو علم لیتا مارا جاتا، تاانیکہ بروایتِ صحیح نوسردار علم دار قبیلۂ عبدالدار کے شیرِ خدا کے ہاتھ سے قتل ہوئے، جب کوئی شخص اس قبیلہ میں علم برداری کے

قابل نہ رہا تو ایک غلام سیاہ فام پرے سے نکلا، اس خطا کردار کا نام بمفا دغیظ وغضب سے آنکھیں لال کیے، کف منہ سے جاری، علم کو زمین سے اٹھا کر چلایا، میں اپنے آقاؤں کے بدلے محمدؐ کے سوا کسی کو نہ ماروں گا، جسمِ پلید اس کا بزرگی میں ایک گنبدِ خورد کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ اس کی لاف وگزاف سن کر سب ڈر گئے، اِلّا امیر المومنینؑ کہ خوف وہراس آپ کے واسطے خلق ہی نہ ہوا تھا، آگے بڑھے اور بہ یک ضربِ شمشیر اس کا بدن بیچ سے اس طرح پر کاٹ ڈالا کہ دونوں ٹانگیں زمین پر گر کر کھڑی رہ گئیں۔ مشرکین ومسلمین آپ کے ہاتھ کی صفائی پر حیران وانگشت بدنداں تھے۔ بروایتے ایک تلوار لگائی کہ دستِ راست اس کا قطع ہو گیا، غلام نے بائیں ہاتھ سے علم تھاما، دوسری ضرب میں وہ بھی ندارد تھا۔ تب تو اس نے علم کو سینے سے لگا کر دونوں بازوؤں سے دبایا اور کہا، اے بنی عبد الدار میں تمھاری یاری ومدد گاری کی شرطیں بجالایا، امیر المومنینؑ نے ایک ضربت اس کے سر پر لگائی اور قضیہ پاک کیا، پس کفار ہزیمت پا کر بھاگے اور فتح مند لشکر مال واسباب ان کا لوٹنے لگا، اس وقت ایک چشمِ زخم مسلمانوں کو ایسی پہنچی جس سے سارا بنا بنایا کام مٹی ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ، کوہ عنین میں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ایک گھاٹی تھی۔ جہاں سے غنیم کے پسِ پشت سے حملہ آور ہونے کا کھٹکا تھا۔ حضرت رسالت پناہ نے عبد اللہ ابن جبیر کو اس پر مقرر کیا اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہم قریش کو مارتے مارتے مکہ تک پہنچا دیں یا وہ ہم کو شکست دے کر مدینہ میں داخل کر دیں مگر تم اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا، قریش بھی اس کار آمد موقع سے ناواقف نہ تھے، خالد بن ولید ابو سفیان کے کہنے سے چند بار اثنا جنگ میں اس طرف آیا۔ مگر ابن جبیر کے اصحاب نے مارے تیروں کے اس کا منہ پھیر دیا، اس وقت جو قریش شکست کھا رہے تھے اور مسلمان لوٹ میں مصروف ہوئے تو درے والوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ ابنِ جبیر نے ہر چند نصیحت کی، سمجھایا، کہ خدا سے ڈرو رسول اللہؐ نے ہم کو کیا تاکید کی ہے۔ مگر انھوں نے ایک نہ سنا اور وہاں سے کھسک گئے۔ خالد فوج لیے گھات میں کھڑا ہی تھا فوراً اندر آ دھمکا، عبد اللہ چند آدمیوں سے جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے۔ مزاحم ہوا، مگر کیا پیش جا سکتی تھی، سب کے سب وہیں شہید ہوئے۔ ادھر عمرہ بنتِ حارث نے علمِ لشکر، کہ سرنگوں پڑا تھا اٹھا کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ قریش نے بھاگتے میں مڑ کر نشانِ لشکر کو کھڑا دیکھا تو واپس آئے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ پس جو حالت کہ ایک لحہ پہلے قریش کی تھی، وہی اس وقت مسلمانوں کی ہو گئی، کھلبلی پڑ گئی اور جس کو جدھر راستہ ملا بھاگ نکلا۔ حضرت رسولؐ خدا نے خود سرِ مبارک سے اٹھا کر بآواز بلند فرمایا لوگو ادھر آؤ، میں رسولؐ خدا ہوں، خدا اور رسولؐ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے، مگر کچھ اثر نہ تھا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے بروز بدر صبر وثابت قدمی پر ہم سے بیعت لی تھی اور کہہ دیا تھا معرکے سے بھاگنا ضلالت وگمراہی ہے اور جہاد میں مارا جانا، شہادت پانا اور شہیدوں کے لیے جنت خلد کے

ضامن ہوئے تھے، ہم میدان میں کھڑے تھے کہ ناگاہ سو مردِ بزرگان اور سرداران قریش بہت سی سپاہ کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے، ہم سے صبر نہ ہو سکا، بھاگے، اس وقت علیؑ مثلِ شیرِ نر کے بے دھڑک مشرکین میں گھس گئے، مگر جب ہم کو دیکھا کہ بھاگے جارہے ہیں۔ پکارے زشت ہوں اور بگڑ جائیں یہ صورتیں، کہاں جاتے ہو، کیا جہنم ہی کا ارادہ کرلیا ہے، جب دیکھا کہ نہیں لوٹتے تو ہم پر حملہ کیا، ایک عریض تلوار اس وقت ان کے ہاتھ میں تھی، کہ موت اس سے ٹپکتی تھی، کہا تم نے عہد کیا اور اس کو توڑ ڈالا، تم ان لوگوں سے زیادہ قتل کے لائق ہو۔ اس وقت دیکھا میں نے کہ، دو آنکھیں ان کی مانند دو مشعلوں کے یا دو پیالے خون سے بھرے لال تھیں خوف ہوا، کہ کہیں ایک حملے میں ہم سب کو نیست و نابود نہ کر ڈالیں، میں نے آگے بڑھ کر کہا اے ابوالحسن تم کو خدا کی قسم ہے کہ ہم سے ہاتھ اٹھاؤ عرب کا دستور ہے کبھی بھاگتے، کبھی حملہ کرتے ہیں، جب حملہ کرتے ہیں تو بھاگنے کی کسر نکال دیتے ہیں۔ گویا میرا لحاظ کیا اور منہ پھیر کر کافروں کی طرف پلٹ گئے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں اب بھی جب مجھ کو ان کی مہیب شکل یاد آجاتی ہے تو بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔

القصہ خالد نے حضرت رسولؐ خدا کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ دیکھا تو اپنے اصحاب پر چلایا، کہ یہ ہے جس کو تم طلب کرتے تھے، اب اسے جیتا نہ چھوڑو، ان بے حیاؤں نے تیر تلوار برچھیوں اور پتھروں کا مینہ برسا دیا۔ اصحاب کہ رکابِ سعادت میں تھے خوب جی کھول کر لڑے۔ بہتوں نے گلگونہ شہادت سے سرخ روئی حاصل کی۔ باقی بھاگ گئے، لیکن کفار برابر امڈے چلے آرہے تھے، پس حضرتؐ پر حالتِ غشی طاری ہوئی، شیطان نے آپ کے قتل کی خبر احد و مدینہ میں اڑا دی اس سے رہے سہے ہوش بھی مسلمانوں کے اڑ گئے۔

یاد رہے کہ یہ وہی خالد بن ولید ہے، جو بعدہ مسلمان ہو کر خلیفۂ اول کے زمانہ میں، ان کے پیش گاہ سے بہ لقب سیف اللہ ممتاز ہوا۔ یہ اس کے کفر کے دنوں کے کارنامے ہیں، آئندہ عہدِ مسلمانی کے حالات بھی کسی قدر اس کتاب میں ہم بیان کریں گے۔ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کہ اپنے عقیدے کے موافق خالدِ خام کار کو پکا مسلمان سمجھے ہوئے ہیں۔ اس کے حال پر بہت تعجب کرتے ہیں کہ اس کی آنکھوں پر کیسا پردہ پڑا ہوا تھا۔ مگر ہمارے نزدیک اس کے مسلمانی کے حالات کفر کی حالت سے کچھ مختلف نہیں تھے، بلکہ زیادہ تر ان کے ساتھ ملتے جلتے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب عبدالحق دہلوی خود کہتے ہیں کہ اس کا باپ ولید بن مغیرہ اشد کفار سے تھا۔ پس بیٹے کے ساتھ بھی کفر باقی رہے تو تعجب نہیں۔ الغرض حضرتؐ نے غش سے آنکھیں کھولیں تو امیر المومنینؑ کے سوا مسلمانوں میں سے کسی کو اپنے پاس نہ پایا، پوچھا یا علیؑ یہ لوگ کہاں گئے، عرض کی عہد کو توڑ کر بھاگ گئے، فرمایا تُو کفار کو مجھ سے دفع کر۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آٹھ شخصوں نے باہم عہد کیا تھا کہ مر جائیں گے، مگر خدمتِ بابرکت سے جدا نہ ہوں گے، نامِ نامی ان کے یہ ہیں۔ امیر المومنین، طلحہ، زبیرؓ، ابو دجانہ

انصاریؓ کہ نام ان کا سماک بن خرشہ تھا۔ حارث بن صمہ، حباب بن المنذر، عاصمؓ بن ثابت، سہلؓ بن حنیف۔ سب نے حضرت کے سامنے جہاد کر کے دادِ مردمی وشجاعت دی مگر آخرِ کار کثرت کفار سے فرار کیا، اِلّا علیؑ بن ابی طالب کہ بدستور اسی جگہ پر قائم تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا تو کس لیے اوروں کے ساتھ نہ بھاگا، آپ نے عرض کی یا رسول اللہؐ اَکْفُرَ بَعْدَ الْاِیْمَانِ اِنَّ لِیْ بِکَ اُسْوَۃٌ اے رسولؐ خدا کیا میں ایمان کے بعد کفر اختیار کرتا، بہ تحقیق کہ مجھ کو آپ سے اقتدا و پیروی ہے بقول صاحبِ مدارج یعنی مجھ کو صرف آپ سے کام ہے ان یار دوستوں سے جو مال کے پیچھے بھاگ گئے کچھ غرض نہیں رکھتا۔ یہ بنا بر مشہور ہے۔ لیکن بعض روایاتِ امامیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا کلام آنحضرتؐ نے ابو دجانہ سے فرمایا تھا، نہ امیر المومنینؑ سے اور یہ اقرب بصواب ہے۔

ذوالفقار کا حال: روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا، کہ جب کافر مسلمانوں پر غالب آئے، تو ایک بار پیغمبرؐ خدا میری نظر سے غائب ہو گئے میں نے اِدھر اُدھر حضرتؐ کو ڈھونڈا، لاشہائے مقتولین کے درمیان تلاش کیا، کہیں نہ پایا تو دل میں کہنے لگا کہ پیغمبرؐ ایسے نہیں کہ معرکۂ جنگ سے گریزاں ہوں اور قتل بھی نہیں ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید حق تعالیٰ نے ہماری حرکت سے غضب ناک ہو کر اپنے پیغمبرؐ کو آسمان پر اپنے پاس بلا لیا ہے۔ پس اس سے بہتر کچھ نہیں کہ ان ملاعین کے مقابلہ میں دادِ جہاد دوں تا اینکہ مارا جاؤں پس نیام تلوار کا توڑ کر پھینک دیا اور باتیغ برہنہ اس انبوہ میں گھس گیا یہاں تک کہ ان کو متفرق و پراگندہ کر ڈالا اس وقت دیکھا میں نے کہ حضرتؐ ان کے درمیان صحیح وسالم موجود ہیں جانا کہ حق تعالیٰ نے ملائکہ کرام سے ان کی نگہبانی کرائی ہے۔ القصہ حضرت امیرؑ کمرِ جانفشانی کو کسے ہوئے قلع وقمع اعدا میں مصروف تھے، غنیم بار بار حضرتِ رسالت پر چڑھ کر آتے۔ شیرِ خدا یکہ وتنہا ان کا مقابلہ کر کے منہ پھیر دیتے تھے، حتیٰ کہ لڑتے لڑتے تلوار آنحضرتؐ کی پارہ پارہ ہو گئی وہ تیغ شکستہ حضرت رسولؐ خدا کے پاس لائے اور ثابت تلوار کی درخواست کی حضرتؐ نے ذوالفقار مرحمت کی۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ذوالفقار جبرئیلؑ آسمان سے حضرتؐ کے لیے لائے تھے، اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور وہ ہنوز ہمارے پاس موجود ہے۔ ابنِ ابی الحدید اپنے قصیدۂ رائیہ میں اس کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے۔

حَیثُ الرمیضُ الشعشعانی فائض
مِنَ المصدر الاعلے تبارك مصدرا
فلیس سواع بعد ذا بمعظم
ولا الات مسجوداً لَهَا وَمُعَفرا

یعنی جب سے برقِ درخشندہ (ذوالفقار) مبارکِ اعلیٰ جائے صدور (آسمان) سے نازل ہوئی ہے۔ سواع ولات (نام دو بتوں کا) کی اس وقت سے کچھ عزت نہیں رہی، کوئی ان کو سجدہ نہیں کرتا اور جبین کو ان کے آگے خاک پر نہیں رگڑتا۔ بقولے یہ تلوار منبہ بن حجاج کی تھی حضرت امیرؑ نے بروزِ بدر، اس کو قتل کر کے رسولؐ خدا کی خدمت میں پیش گزرانی۔ اس وقت آنحضرتؐ نے آپ کو عنایت کی۔

بہر کیف حضرت امیر المومنینؑ ذوالفقار لے کر پھر مصروفِ جہاد ہوئے۔ رسولؐ خدا ذرا پیچھے سرک کر پہاڑ سے مل گئے تھے تا کہ لڑائی ایک سمت سے واقع ہو۔ کفارِ نابکار بار بار آپ پر حملے کرتے، امیر المومنینؑ تن تنہا ان کو پریشان کرتے، ایک مرتبہ ایک گروہ آیا آپ نے ہشام بن امیہ مخزومی کو ان کے درمیان سے ہلاک کیا۔ باقی فرار ہوئے۔ دوسرا دستہ متوجہ ہوا عمر بن عبداللہ جمجی انسی بدست حیدرِ کرارؑ فی النار رہوا باقیوں نے پیٹھ دکھائی۔ اور گروہ آیا بشر بن مالک عامری آپ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ پس مسلمان کچھ کچھ واپس آنے لگے۔ سب سے پہلے ابو دجانہ وسہل بن حنیف انصاری نے مراجعت کی وہ حضرتؐ کے پاس کھڑے ہوئے آپ کی نگاہ بانی کرتے تھے اور امیر المومنینؑ بزورِ شمشیر دہنے بائیں سے دشمنوں کو ہٹاتے اور دور کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بقول صاحبِ کشف الغمہ دس مرتبہ دس گروہوں نے آنحضرتؐ پر حملہ کیا اور دسوں دفعہ آپ نے ان کا وار رد فرمایا مثلِ شیرِ غضب ناک جہادِ اعدا میں مصروف تھے تا اینکہ نوے زخم سر و سینہ و شکم و دست و پا میں لگے۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ سولہ ضربات حضرتؑ کے لگے ہر ضربت میں زمین پر گرے اور ہر مرتبہ ایک مردِ خوش رو آتا اور بازو پکڑ کر آپ کو اٹھاتا اور کہتا۔ حملہ کران اشرار پر، بہ تحقیق کہ تو طاعتِ خدا اور رسولؐ میں ہے اور دونوں تجھ سے راضی وخوش ہیں بعد ختمِ جنگ یہ ماجرا رسولؐ خدا سے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا یا علیؑ اس مرد کو پہچانتا ہے۔ عرض کی نہیں اِلّا کلبی سے مشابہ تھا فرمایا تیری آنکھیں روشن ہوں کہ وہ جبرئیل تھا۔ الغرض امیر المومنینؑ سید المجاہدین نے اس قدر جنگ و جہاد کیا کہ کفار باوجود کثرت وشوکت کے آخر کار پسپا ہوئے اس وقت مابین زمین و آسمان ایک آواز سنائی دی کہ کوئی کہتا ہے۔

لافتیٰ الا علی لا سَیفَ الّا ذوالفقار

کہ کوئی مرد نہیں بجز علیؑ کے، اور کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے، حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ تو اپنی مدح سنتا ہے کہ رضوان فرشتہ تیرے اور تیری تلوار کے حق میں کیا کہہ رہا ہے حضرت امیر المومنینؑ فرطِ نشاط سے رونے لگے اور شکرِ حق تعالیٰ بجا لائے۔ بعض روایات میں ہے کہ جبرئیلؑ امین کرسی زریں پر درمیانِ آسمان و زمین **لافتیٰ الا علی لا**

سیف الا ذوالفقار کہتے ہوئے دکھائی دیئے ممکن ہے کہ رضوان و جبرئیلؑ دونوں نے یہ منادی کی ہو، پس جبرئیل رسولؐ خدا پر نازل ہوئے اور کہا علیؑ نے آج حقِ وفاداری و جاں نثاری ادا کیا حضرتؐ نے فرمایا کیوں کر نہ کرتا **اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ** بے شبہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے جبرئیلؑ نے کہا انا منکما یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔

صاحب روضۃ الاحباب نقل کے بعد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بڑے بڑے محدثوں اور مورخوں نے اس طریق سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ ندائی لافتیٰ سنی و شیعہ کے یہاں متواترات سے ہے ابن ابی الحدید وغیرہ مشاہیرِ علما اہلِ سنت نے کہا ہے کہ یہ حدیث احادیثِ مشہورہ سے ہے اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔

عبداللہ بن مسعود صحابی، زید بن وہب سے حالِ جنگِ احد بیان کر رہے تھے، زید نے پوچھا کیا واقعی علیؑ ابن ابی طالبؑ وسہلؓ بن حنیف وابودجانہؓ کے سوا تمام صحابہ رسولِ خدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، انھوں نے کہا سوائے علیؑ کے کوئی بھی آنحضرتؐ کے پاس نہ رہا تھا، عاصمؓ بن ثابت وابودجانہؓ وسہلؓ بن حنیف وہ لوگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی طرف مراجعت کی پھر طلحہؓ بن عبیداللہ آ کر شامل ہوئے۔ زید کہتا ہے میں نے کہا حضرت ابوبکرؓ اس وقت کہاں گئے تھے، کہا بھاگ گئے تھے پوچھا عثمانؓ کا کیا حال تھا، کہا وہ بھاگ کر اتنی دور نکل گئے تھے کہ تیسرے روز مدینہ میں واپس آئے رسول اللہؐ نے ان کو دیکھا تو کہا **ذَهَبْتَ فِيْهَا عَرِيْضَةً** کہ تو اس موقع پر لمبا بھاگنا بھاگا تھا۔ کہا اے عبداللہ تم اس وقت کہاں تھے، کہا میں بھی بھگوڑوں میں شامل تھا۔ کہا تو یہ حالات تم کو کیسے معلوم ہوئے، ابن مسعودؓ نے کہا عاصمؓ بن ثابت، وسہلؓ بن حنیف کی زبانی سنے کہا حیرت ہے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ ایسے دشوار موقع پر کس طرح ثابت قدم رہے کہا تجھ کو کیا فرشتوں کو بھی اس سے حیرت تھی کیا تو نے نہیں سنا کہ جبرئیلؑ زمین آسمان کے درمیان پکارتے پھرتے تھے۔ **لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی** زید نے کہا کیوں کر معلوم ہوا کہ یہ آواز جبرئیلؑ ہی کی ہے، عبداللہ مسعودؓ نے کہا مسلمانوں نے اس کو سنا، رسولؐ خدا سے پوچھا کہ کس کی آواز ہے، آپ نے بتایا کہ جبرئیل کی ہے۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے جسے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بطریقِ اہلِ سنت روایت کیا ہے دریافت ہوتا ہے کہ گو بھاگنے میں ابوبکر و عمر و عثمان تینوں صاحب متساوی الاقدام تھے۔ اِلّا تیسرے روز واپس آنے کی فضیلت مخصوص حضرت عثمان کے لیے ہے۔ لیکن روضۃ الصفا میں کہ روایت مذکور وہاں بطورِ اختصار نقل ہوئی ہے اس میں شک نہیں کہ آنحضرتؐ سے مطلق پایداری نہیں ہوسکی اور برخلاف امرِ حق تعالیٰ **جاھدوا فی سبیل اللہ حق جھاد** جہاد کرو راہِ خدا میں جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ معرکہ سے روگرداں ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کا بھاگنا اور تیسرے روز مدینہ

میں لوٹ کر آنا تو اہلِ سنت کے یہاں متواترات سے ہے اور شاید قریب باجماع پہنچا ہو، خلیفہ ثانی کے فرار ہونے میں بھی واقدی وغیرہ ان کے مورخین معتبرین شیعوں کے ساتھ متفق اللفظ ہیں اور نقل کرتے ہیں کہ ضرار بن خطاب نے نیزے کا سر حضرت عمرؓ کے لگا کر کہا کہ تجھ کو اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ آج میرے ہاتھ سے رہا ہو گیا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کے گریز کا صاف صاف اقرار کرتے ذرا ہچکچاتے ہیں۔ اور اس سے گریز کرتے ہیں حالانکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ انھوں نے تمام جنگ میں کسی کافر کے ایک زخم نہیں لگایا نہ آپ کوئی زخم کھایا۔ یہ نہایت عجیب بات ہے کہ ایک شخص ایسے معرکۂ ہوش ربا میں جس میں تمام صحابہ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگ جائیں اول سے آخر تک موجود رہے۔ اس پر نہ وہ کسی کا بال بیکا کرے نہ اس کا بال ذرا بیکا ہو، حالانکہ خود رسولؐ خدا بھی اس ہنگامے میں چوٹ چپھینٹ سے سلامت نہیں رہے یہاں پر مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ نسیبہ (۱) جراحہ ایک عورت تک بھی اس بلوۂ عام میں زخم کھائے بغیر نہ بچ سکی۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ سنیوں کے طریق پر عبداللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا علیؑ بن ابی طالبؑ کے لیے چار فضیلتیں ہیں کہ ان کے سوا کسی میں نہیں، اول وہ تمام عرب و عجم سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی دوم ہر لڑائی میں آپ کے علمدار ہوتے تھے۔ تیسرے بروزِ احد تمام صحابہ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگ نکلے مگر وہ ثابت قدم رہے اسی طرح دندنایا کیے۔ چوتھے انھوں نے رسولِ خدا کو قبر میں اتارا یعنی وہ آخر العہد ہیں آنحضرتؐ سے۔

فائدہ مولانا مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب میں جنگِ اُحد کے حالات میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ نادِ علیؑ جنگِ احد میں نہیں بلکہ جنگِ خیبر میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوہ میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ نادِ علیؑ اسی معاملہ و معرکہ میں اتری ہے۔ واللہ اعلم!

شہادت امیر حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ: وحشی قاتلِ حمزہؓ جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جبیر کا چچا طیمہ بن عدی بن الخیار جنگِ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ قریش جنگِ احد کے لیے چلے تو جبیر نے وحشی سے کہا اگر

---

(۱) نسیبہ بنت کعب مازینہ ایک بہادر عورت تھی حضرت رسولؐ خدا اس کو غازیوں کی خدمت اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے لڑائیوں میں ساتھ لیجایا کرتے تھے جنگِ احد میں وہ اپنے شوہر اور عمارہ و عبداللہ دو بیٹوں کے ساتھ آئی تھی بوقتِ جنگ مشکیں بھر بھر کر مسلمانوں کو پانی پلاتی تھی۔ جب لشکر اسلام کو ہزیمت ہوئی اور اصحاب حضرت رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگنے لگے تو اس شیر دل عورت نے سقائی چھوڑ کر حضرت رسولؐ خدا کی حفاظت و حمایت پر کمر باندھی حضرتؐ نے اس کو ایک ڈھال دلوادی تھی اس ڈھال کو اور اپنے بدن کو آنحضرتؐ پر سپر کرتی۔ اور کافروں کے حملوں کو روکتی اور جنگ کرتی تھی تا اینکہ ۱۳ زخم اس کے لگے کہ ایک زخم ان میں کا ایک سال میں اچھا ہوا تھا، حضرت رسولؐ خدا نے اس کے حق میں فرمایا تھا لمقام ام عمارہ خیر من مقامِ فلاں وفلاں ۱۲ خلاصہ روضۃ الصفا۔

میرے چچا کے قاتل (حمزہ) کو قتل کرے تو اس کے بدلے میں تجھ کو آزاد کردوں گا ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت در پے ہوئی راہ میں جہاں وحشی اس کو ملتا طمع دیتی اور سمجھاتی کہ حمزہ ہی نے میرے باپ عتبہ کو بھی قتل کیا ہے، جس طرح ہو اس کو قتل کر، اگر یہ کام تیرے ہاتھوں بن پڑا تو آزادی کے سوا تیرے تئیں بہت سا نفع ہوگا تجھے نہال کردوں گی۔ بروایتے ہند نے کہا اگر محمدؐ و حمزہؓ و علیؑ سے ایک کو بھی تو نے قتل کیا تو اس کے عوض ہم اس قدر مال تجھ کو بخشیں گے کہ راضی ہوجائے گا۔ وحشی نے کہا مجھ کو محمدؐ تک رسائی نہیں۔ حمزہ کو اگر سوتا پاؤں تو جگا نہیں سکتا ہاں اگر ممکن ہوا تو علیؑ پر حربہ چلاؤں گا کہتے ہیں کہ یہ وحشی حربہ چلانے میں بہت چالاک تھا۔ جس کی طرف ہتھیار پھینکتا خطا نہ ہوتا۔ لڑائی کے دن جب کہ ہنگامۂ کارزار گرم ہوا تو امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ فنونِ جنگ میں ماہر اور چار طرف سے باخبر ہیں ان سے قطع امید کی ناگاہ اس کی نظر حمزہؓ پر پڑی کہ مثل پیلِ دماں وشیرِ ژیاں لشکر میں گھس کر صفوں کو روندتے چلے آرہے ہیں۔ سباع بن عبد العزیٰ خزاعی حضرت کے مقابل ہوا اس کی ماں مکہ میں عورتوں کے ختنہ کیا کرتی تھی امیر حمزہ نے اس کے اس پیشہ پر سباع کو ملامت کی کہا اے پسر مقطعہ بظور (۱) تیرا یہ مقدر کہ خدا اور رسولؐ سے لڑنے آئے یہ کہتے ہی اس کو قتل کیا وحشی گھات میں تاک لگائے بیٹھا تھا۔ حمزہ اس طرف کو مڑے تو اس نے حربہ ان کی طرف پھینکا جو ٹھیک ناف کے نیچے بیٹھا اور دوسری طرف کو نکل گیا وحشی بھاگا اور حمزہ اس کے پیچھے چلے مگر زخم کاری لگا تھا طاقت نہ رہی زمین پر گرے کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور پکارا اے ابوعمارہ جواب نہ ملا جانا کہ کام تمام ہوا وحشی تھوڑی دور کھڑا یہ ماجرا دیکھ رہا تھا جب سب لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے تو قریب آیا اور اپنا حربہ کھینچ کر اسی سے شکمِ سید الشہدا چاک کیا اور جگر نکال کر ہند کے پاس لے گیا کہ لے یہ تیرے باپ کے قاتل کا جگر ہے، اس ملعونہ نے جگرِ عمِ پیغمبرؐ لے کر منہ میں رکھا اور دانتوں سے چبایا حضرت صادقؑ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ کوئی جزو آنحضرتؐ کے بدن کا جہنم میں جاوے پس وہ جگر مثلِ سنگ سخت ہو گیا چبا نہ سکی زمین پر ڈال دیا۔ ہوا مامور ہوئی اور اس جزو مقدس کو اس کے مقام پر پہنچا دیا پس ہند ملعونہ اس روز سے **آکلۃ الاکباد** (جگر خوارہ) کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر وحشی کے ساتھ جہاں حمزہ پڑے تھے آئی۔ اور ان کے کان، ناک، ہاتھ، خصیہ، عضو تناسل کاٹ کر ایک رسی میں پروئے اور شدت عداوت سے اس کو ہار کی طرح گلے میں پہنا یہ حضرت معاویہ کی ماں کی کیفیت تھی، وہ گھوڑے پر سوار لاشہ حمزہ پر تشریف لائے اور پاس کھڑے ہو کر نیزہ جو ہاتھ

---

(۱) بظور بسفر بظر بیائے موحدہ وظاء معجمہ گوشت آویختہ بالائے فرج زن کہ اس کو کاٹ کر عورت کے ختنہ کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

میں تھا اس جناب کے منہ پر مارتے اور کہتے تھے۔ اے عاق اپنے کیے کا ذائقہ چکھ، جلیسؓ بن علقمہ کو حمیتِ عرب دامنگیر ہوئی، بولا اے نبی کنانہ، اس مرد، کو کہ بزرگِ قریش ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، دیکھو کہ اپنے مردہ چچازاد بھائی کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے، بارے اس کے کہنے سے کچھ غیرت سی آئی، کہا سچ کہتا ہے، مجھ سے غلطی ہوئی، کہیں اور اس کا ذکر نہ کرنا۔ **مولف** کہتا ہے کہ یہ قصہ ہو بہو مشابہ ہے، ساتھ قصہ سرِ اقدس امام حسین علیہ السلام کے، جب کہ یزید کے سامنے لایا اور طشت زریں میں زیرِ تخت رکھا گیا تھا۔ یزید ابوسفیان کا پوتا تھا۔ تو امامِ عالی مقام بھی حمزہ سے قریباً وہی نسبت رکھتے تھے اگر حمزہ سید الشہدائے احد ہیں تو خامسِ آلِ عبا سید و سردار شہدائے عالم۔ وہاں ابوسفیان گھوڑے پر سوار کھڑا نوکِ سناں حمزہ کے لب و دندان پر مار رہا تھا۔ یہاں یزید ملعون تختِ سلطنت پر بیٹھا چوب خیزران (بید) اس مقدس مقام پر لگاتا تھا جس طرح ابوسفیان اپنی پاجیانہ حرکت کے درمیان **ذق ایّھا العاق** کہہ کر اپنے دل کا بخار نکالتا تھا۔ اسی طرح یزید بدبخت بھی نشۂ غرور میں چور اپنے بڑوں، بدر کے کشتوں کو بلاتا تھا کہ آکر دیکھو میں نے کس طرح تمہارے دشمنوں کی اولاد سے تمہارے بدلے لیے۔ اگر ابوسفیان کو جلیس بن علقمہ نے ملامت کی تو یہاں بھی ابو برزہؓ اسلمی صحابی سے یہ حال دیکھا نہ گیا۔ پکارا، وائے ہو تجھ پر اے یزید، حسینؑ کے دانتوں پر چھڑی لگاتا ہے۔ قسم بخدا کہ میں نے حضرت رسالت مآب کو بارہا اس لب و دندان کے بوسے لیتے دیکھا اور ان کو سید و سردارِ جوانانِ بہشت کہہ کر پکارتے سنا ہے۔ پس فی الحقیقۃ یہ دونوں قصے ایک دوسرے سے بہت سی مشابہت رکھتے ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ ابوسفیان ابن علقمہ کی سرزنش پر کچھ شرما گیا، مگر یزیدِ پلید بے حیائی و بدذاتی میں، اپنے دادا کا بھی دادا نکلا۔ اس نے بجائے اس کے کہ اس شفیقِ ناصح یعنی ابو برزہؓ اسلمی کی نصیحت مانتا اس کو بکمالِ ذلت و خواری مجلس سے نکلوا دیا۔

القصہ بعد اختتامِ جنگ حضرت رسولؐ خدا کو حمزہؓ کی فکر ہوئی امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ جا کر اپنے چچا کو تلاش کرو۔ حضرت امیرؑ ڈھونڈتے ڈھونڈتے لاشِ حمزہؓ پر پہنچے ان کو اس حال میں دیکھ کر نہ چاہا کہ یہ منحوس خبر حضرتؐ کے پاس لے جائیں تا اینکہ حضرت رسولؐ خدا خود وہاں تشریف فرما ہوئے، جب اپنے عمِ محترم کو اس حالت میں غلطاں بخاک و خون پایا، تو رقت اس جناب پر طاری ہوئی، فرمایا مجھ کو کبھی اس قدر غم و الم نہیں ہوا تھا جیسا کہ آج اس موقع پر ہوا۔ پس بردیمنی دوشِ مبارک سے اتار کر حمزہ پر ڈالی۔ چادر چھوٹی تھی، پیر کھلے رہے، ان کو اذخر گھاس سے ڈھانپا اور نماز پڑھ کر اس جناب کو زیرِ زمین دفن کیا۔ اور فرمایا اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ زنانِ بنی عبدالمطلب گریہ و بکا کریں گی اور غمگین ہوں گی، تو امر کرتا کہ لاشۂ حمزہ کو اسی طرح رہنے دیں تا کہ جانورانِ صحرا و مرغانِ ہوا ان کا گوشت کھائیں اور وہ قیامت کے دن ان کے شکم

سے محشور ہوں، بہ تحقیق کہ مصیبت جس قدر عظیم ہو اس کا ثواب بھی ویسا ہی عظیم ہوتا ہے۔ پھر حکم دیا کہ لاش ہائے شہدا کو جمع کریں کل ستر شخص اس لڑائی میں شہید ہوئے تھے بقدر اسیرانِ جنگ بدر کے جن کو پہلے سال فدیہ لے کر رہا کیا تھا، ارشادِ جناب باری تھا کہ جتنے اشخاص سے فدیہ لوگے، اتنے ہی تم سے آئندہ جنگ میں مقتول ہوں گے، مسلمان اس شرط پر راضی ہوگئے تھے کہ اس وقت مالِ دنیا سے متمتع ہوں، ثانی الحال عزتِ شہادت پر پہنچ کر درجاتِ آخرت پائیں، پس سب پر نماز پڑھی اور دو دو تین تین کو ایک ایک قبر میں مدفون کیا، الاحمزہؓ کہ علیحدہ قبر میں دفن ہوئے، بروایتے حمزہؓ کو بھی ان کے بھانجے عبداللہ بن جحش کے ساتھ کہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے بطن سے تھے ایک قبر میں رکھا۔ جنابِ سیدہ خبرِ قتل جنابِ رسالت مآب سُن کر مدینہ سے گریہ کناں احد میں چلی آئی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک ظرف پر آب تھا، حضرت رسولؐ خدا نے اس پانی سے روئے مبارک کو دھویا، پس امیر المومنینؑ تشریف لائے۔ حالانکہ دست ہائے مبارک شانوں تک خون میں رنگین تھے اور ذوالفقار سے لہو ٹپک رہا تھا۔ جنابِ سیدہؑ کو دی کہ اس کو لو۔ بہ تحقیق کہ آج اس نے مجھ سے بے وفائی نہیں کی، پھر چند اشعار اپنی شجاعت اور بہادری کے بطور رجز پڑھے جن میں کا آخری شعر یہ ہے:

امیطی دماء القوم عنه فانه

سقیٰ اٰل عبد الدار کاس حمیم

یعنے اے فاطمہ ان لوگوں کا خون اس تلوار سے دور کرو بہ تحقیق کہ اس نے اولادِ عبدالدار کو حمیمِ جہنم سے سیراب کیا ہے۔

بنا بر مشہور مقتولانِ قریش اس لڑائی میں اٹھائیس نفر ہیں، مورخینِ اہلِ سنت نے اعتراف کیا ہے کہ ان میں سے بیش تر حضرت امیرؑ کے ہاتھ سے مارے گئے، محمدؐ بن اسحاق کہ اس سے بڑھ کر کوئی معتبر مورخ ان کے یہاں نہیں، کہتا ہے کہ علم دارِ قریش طلحہ بن ابی طلحہ کو انھوں نے قتل کیا، نیز اس کے بیٹے ابوسعید بن طلحہ اور اس کے بھائی خالد بن ابی طلحہ وعبداللہ جمحی بن حمید وابوالحکیم بن اخنس وسعد بن ابی حذیفہ وامیہ بن حذیفہ وارطاۃ بن شرجیل وہشام بن امیہ وعمرو بن عبداللہ جمحی وبشیر بن مالک وصواب غلام بنی عبدالدار ان سب کو آنحضرتؐ نے واصلِ جہنم فرمایا۔ اور فتح آپ کے دستِ حق پرست پر واقع ہوئی۔ حق تعالیٰ نے تمام صحابہ کو بھاگنے پر رجز وعتاب کیا جب کہ امیر المومنینؑ کی مدح آسمان سے نازل ہوئی۔

ابنِ طاؤس علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ جنگِ اُحد سے واپس آئے تو اسّی زخم جسم شریف میں ایسے تھے کہ ان میں فتیلہ رکھا گیا حضرت رسولؐ خدا ان کی مزاج پرسی کو آئے تو دیکھا کہ ایک چمڑے کے فرش پر لیٹے ہیں۔ آپ یہ حال دیکھ کر گریاں ہوئے اور فرمایا جو کوئی راہِ خدا میں ایسی ایذائیں اٹھائے۔ اس کریم پر لازم ہے کہ جزائے جمیل و

اجرِ جزیل اس کو کرامت کرے امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ خدا کا شکر ہے کہ میں حضرت سے روگرداں نہیں ہوا اور عارِ فرار سے سلامت رہا۔ اِلّا افسوس ہے کہ کیوں سعادت شہادت پر فائز نہ ہوا حضرت نے فرمایا یا علیؑ تو اس سعادت پر فائز ہو گا۔ **غزوۂ بنی نضیر** بنی نضیر و بنی قریظہ دو قبیلے یہودیوں کے کہ اپنا سلسلۂ نسب ہارون برادرِ موسیٰ علیہما السلام تک پہنچاتے تھے۔ نواحِ مدینہ میں ساکن تھے۔ بنی نضیر میں قریباً ایک ہزار اور قریظہ میں سات سو مرد جنگی ہوں گے۔ یہ لوگ حضرت رسولؐ خدا کی امان میں تھے۔ معاہدہ ہو گیا تھا کہ صلح وسلوک سے رہیں گے اور دشمنانِ اسلام کو کسی طرح کی امداد نہ دیں گے لیکن ان کے درمیان قضیے جھگڑے چلے جاتے تھے۔ نضیر چوں کہ تعداد میں زیادہ اور عبداللہ بن ابی ؑ کے ساتھ ہم عہد وسوگند نہ ہونے کا فخر رکھتے تھے قریظہ کو خیال میں نہ لاتے اور ہر بات میں ان پر فضیلت وفوقیت چاہتے تھے اتفاق سے ان دنوں ایک تنازعہ ان میں پیدا ہوا۔ فریقین نے حضرت رسولِؐ خدا کو اس میں حکم ٹھہرایا آپ نے انصاف کے مطابق بلا رو رعایت فیصلہ کر دیا یہ فیصلہ بنی نضیر کے خلاف پڑا یعنی اس سے ان کی فوقیت کا دعویٰ جاتا رہا انھوں نے چاہا کہ اس حکم سے سرتابی کریں عبداللہ ابن ابی ؑ نے بہت زور لگایا مگر اسلام بھی اب زور پکڑ گیا تھا ایک پیش نہ چلی اور طرفین کو چار و نا چار پیغمبرِ خدا کا حکم ماننا پڑا۔ لیکن بنی نضیر ولمیں حضرت کے دشمن ہو گئے۔ **حال عبداللہ بن اُبی:** اور حال اس عبداللہ بن ابی کا یہ ہے کہ یہ شخص قبیلہ خزرج (انصار) میں ایک مقتدر شخص تھا یہاں تک کہ اسلام سے پہلے اہل مدینہ اس کے بادشاہ بنانے کی تجویزیں کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک تاج بھی انھوں نے اس کے لیے بنوالیا تھا کہ اتنے میں حضرت رسولؐ خدا وہاں تشریف لے آئے پس وہ تمام دفتر گاؤ خورد ہو گیا اور زمانے نے دوسرا پلٹا کھایا خود عبداللہ کو خواہی نخواہی اسلام قبول کرنا پڑا مگر باطن اس کا صاف نہ تھا۔ انھی دنوں میں حضرت رسولِؐ خدا کسی ضرورت میں بنی نضیر گئے تھے امیر المومنینؑ اور چند دیگر اصحاب ہمرکاب تھے۔ یہودیوں نے صلاح کی کہ ایک آدمی چپکے سے دیوار پر جس کے نیچے آپ بیٹھے تھے چڑھ جائے اور ایک بھاری پتھر حضرت پر گرا کر آپ کو قتل کرے عین موقع پر وحی ہوئی اور یہودیوں کی مکاری آپ پر کھل گئی لہٰذا حضرت بغیر اس کے کہ کچھ زبان سے کہیں وہاں سے اٹھ کر سیدھے مدینہ کو چلے آئے نیز اصحاب بھی یکے بعد دیگرے آپ سے راہ میں آملے یہ بنا ہے غزوہ بنی نضیر کی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت نے ان کو کہلا بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کی اور غُدر و بیوفائی تم سے ظاہر ہوئی اب کوئی حق تمھارا باقی نہ رہا فوراً ہمارے ملک سے اٹھ جاؤ اگر کوئی متنفس تمھارا اُس دن کے بعد یہاں نظر آیا تو قتل کیا جائے گا یہودیوں نے تعمیل حکم کے سوا چارہ نہ دیکھا مجبور سفر کی تیاری کرنے لگے۔ جہاں جہاں اونٹ چرائی پر بھیج رکھے تھے الٹے منگائے کچھ اونٹ کرایہ پر لیے کہ اسباب و

سامان ان پر بار کر کے کوچ کریں اتنے میں عبداللہ بن ابی منافق نے ان کو پیغام دیا کہ تم لوگ میرے ہم سوگند ہو نا حق اپنا وطن چھوڑتے ہو میں دو ہزار مرد سے تمھاری مدد کروں گا اور بنی قریظہ اور ان کے ہم سوگند بنی عطفان بھی ایسے وقت کمک سے دریغ نہیں کریں گے۔ پس اپنے قلعوں کو مضبوط کر کے جمے رہو۔ عبداللہ کے اتنے سہارے سے یہودیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور انھوں نے پیغمبرؐ خدا کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھروں کو نہ چھوڑیں گے جو کچھ تم سے ہو سکے کرو یہ پیام ان کا حضرت خیر الانام کو پہنچا تو بآواز بلند تکبیر کہی اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی اور اسی وقت علمِ جنگ امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دے کر آگے روانہ کیا پیچھے سے آپ بھی عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ کی نگہبانی سونپ کر سوار ہوئے اور ایسے جلدی گئے کہ نمازِ عصر قبیلہ بنی نضیر میں جا کر پڑھی۔ نضیریوں نے دروازے قلعوں کے بند کر کے مدافعت اور لڑائی کے لیے پاؤں جمائے نبی کا خیمہ بنی حطمہ کے پرلے سرے پر لگایا گیا۔ اور مسلمانوں نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا کئی روز گزر گئے نہ ابن ابی ہی ان کی مدد کو آیا نہ بنی قریضہ و بنی عطفان سے کوئی نکلا۔ **قتل غُرورا یہودی** آخر ایک شب غرورا نام ایک یہودی نے ایک تیر مسلمانوں کی طرف چلایا جو خیمہ رسالت کی چوٹی پر آ کر لگا آپ نے حکم کیا کہ خیمہ میدان سے اکھاڑ کر پہاڑ کی آڑ میں برپا کیا جائے۔ مہاجرین و انصار خیمہ کی حفاظت کے لیے کھڑے ہو گئے رات زیادہ گئی اور امیر المومنین علیہ السلام نظر نہ آئے تو مسلمانوں میں چرچا ہوا حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تمھارے ہی کار کی اصلاح و درستی کے لیے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے اور غرورا کا سرِ پُر غرور ہاتھ میں لیے تھے لا کر رسولؐ اللہ کے پاؤں میں ڈال دیا اور عرض کی یہ ہے جس نے آپ کے خیمہ پر تیر پھینکا تھا حضرت نے پوچھا یا علیؑ کس طرح تم نے اس کو قتل کیا۔ عرض کی یہ شخص از روئے جرأت و جسارت تمام قوم میں ممتاز تھا جب اس نے تیر پھینکا میں نے گمان کیا کہ اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں باہر بھی نکلے گا پس میں نے گھات لگائی کہ ناگاہ نو آدمیوں کے ساتھ شمشیر برہنہ لے کر قلعہ سے نکلا یہ جماعت میرے نزدیک پہنچی تو میں نے ان پر حملہ کیا اور اس کا سر کاٹ لیا ساتھی نکل گئے مگر ابھی دور نہیں گئے اگر کچھ آدمی میرے ساتھ چلیں تو ان کو بھی ابھی پکڑے لاتا ہوں رسولؐ خدا نے دس نفر آپ کے ساتھ کیے کہ سہل بن حنیف و ابو دجانہ انصاری ان کے درمیان تھے۔ امیر المومنینؑ نے قلعہ تک پہنچتے پہنچتے یہودیوں کو جا لیا اور ایک حملہ میں سب کو گھیر کر قتل کیا اور سر ان کے کاٹ کر حضرت کی خدمت میں لائے آپ نے امر کیا کہ ان سروں کو دروازہ ہائے بنی حطمہ پر آویزاں کریں اس واقعہ سے رعبِ اسلام یہودیوں پر چھا گیا اور وہ جلا وطن ہونے پر دوبارہ راضی ہو گئے حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا پیشتر انھوں نے انکار کیا اب جس قدر مال و اسباب ان کے اپنے اونٹ اٹھا سکیں لے جائیں باقی

کی اجازت نہ دی بروایتے ہر سہ کس کو ایک شتر اور ایک مشک دے کر نکال دیا یہ لوگ کچھ اذرعات (۱) شام کچھ خیبر میں جا کر آباد ہوئے اور ان کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ مع پچاس خود، پچاس ذرہ، تین سو چالیس تلواریں حضرت رسالتؐ پناہ کے ہاتھ آئیں۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یہ اول فے ہے جو آنحضرتؐ نے مہاجرین اولین کے درمیان تقسیم کیا۔ اس میں سے جو حضرت رسولؐ خدا کے پاس رہا سب امیر المومنینؑ کو بخش دیا۔ اس طرح پر کہ تادم حیات حضرت کے تصرف میں تھا بعد ازاں حضرت امیرؑ کے ہاتھ میں اور پھر آج تک اولادِ فاطمہؑ کے قبضہ میں ہے۔

غزوۂ بنی المصطلق سال پنجم ہجری میں غزوۂ بنی المصطلق (۲) کہ اسی کو غزوہ مریسیع (۳) بھی کہتے ہیں واقع ہوا صورت اس کی یہ ہوئی کہ حضرت رسولؐ خدا ﷺ نے سنا کہ رئیس بنی المصطلق حارث بنی ابی ضرار نے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے لشکر جمع کیا ہے اور ارادہ مدینہ پر فوج کشی کا رکھتا ہے۔ پس حضرت نے سپاہ نصرت پناہ کو تیاری کا حکم دیا اور علمِ مہاجرین امیر المومنینؑ اور علم انصار سعد بن عبادہ کو دے کر اس طرف روانہ ہوئے اثنا راہ میں ایک وادی کے قریب مقام تھا کہ ناگاہ جبرئیل امین نے نازل ہو کر عرض کیا کہ اے حبیب الہ العالمین اس صحرا میں ایک گروہ کفار اجنّہ کا تمھارے ہلاک کرنے کے لیے پنہاں ہوا ہے یہ سن کر حضرت نے جناب امیرؑ کو بلایا اور فرمایا اس صحرا میں جاؤ اور جنات کو کہ دشمنانِ خدا اور رسولؐ ہیں اپنی قوتِ خداداد سے دفع کرو اور اسما الٰہی کو کہ تم ان کے علم سے مخصوص ہو اپنا حصن حصین بناؤ اور سو مرد اصحاب سے آپ کے ہمراہ کیے جب وہ جناب قریب اس وادی کے پہنچے تو اصحاب کو وہاں چھوڑ کر آپ یک وتنہا کنار وادی تک تشریف لے گئے پس معوذتین اور اسما الٰہی کو پڑھا۔ اور ان کو آگے بلایا۔ اصحاب آگے آئے۔ حتیٰ کہ ایک تیر کے فاصلہ پر حضرت سے رہ گئے اس وقت ایک اندہیاؤ اس زور سے چلا کہ قریب تھا کہ یہ لوگ منہ کے بل گر پڑیں حضرت اسد اللہ الغالب نے بآواز بلند پکارا کہ میں ہوں علیؑ بن ابی طالب وصی رسولؐ خدا و پسر عم محمد مصطفیٰؐ اگر مردِ میدان ہو تو ٹھہر کر میرے ساتھ مقابلہ کرو ناگاہ کچھ لوگ زنگی سیاہ رنگ کے کہ شعلہ ہائے آتش ان کے ہاتھوں سے جھڑتے تھے نمودار ہوئے اور رفتہ رفتہ تمام صحرا ان سے بھر گیا۔ حضرتِ امیرؑ آیاتِ قرانی پڑھتے ہوئے ان

---

(۱) اذرعات بکسر رائے مہملہ ایک شہر ہے شام میں ۱۲۔

(۲) مصطلق جذیمہ بن سعد بن عمرو بن عمیر بن ربیعہ بن حارث کا لقب ہے اور وہ قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ ۱۲۔

(۳) مریسیع تصغیر مرسوع بنی خزاعہ کے ایک کوئیں کا نام ہے جس پر بنی المصطلق منزل گزیں تھے اور وہ مکہ و مدینہ کے درمیان نواح قدید میں واقع تھا۔ ۱۲ منہ۔

کے درمیان داخل ہوئے اور تلوار کھینچ کر چپ و راست سے ان پر وار کرتے تھے تھوڑی دیر میں وہ قوم جنات مثل دود سیاہ خستہ و تباہ ہوگئی حضرت نے تلوار میان کی اور جس راہ سے اندر گئے تھے باہر نکل آئے اصحاب نے پوچھا اے ابوالحسن آپ نے کیا کیا اور کیا دیکھا بہ تحقیق کہ ہم مارے خوف کے قریب تھا کہ ہلاک ہوجائیں حضرتؑ نے فرمایا جب وہ قوم مجھ پر ظاہر ہوئی تو میں نے اسمائے الٰہی کو ان پر پڑھا وہ سب پست و حقیر ہوگئے پس میں بے دھڑک ان میں گھس گیا اور بہت سوں کو قتل کیا اگر بحال خود باقی رہتے تو تمام کو نیست و نابود کرتا شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بلا سے نجات دی۔ اب جو ان سے باقی رہے وہ ہم سے پہلے حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہوگئے۔ پس حضرت امیر اصحاب کو ساتھ لے کر حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ان کو دیکھ کر شاد و خرم ہوئے اور دعائیں مانگنے لگے۔ پس لشکرِ اسلام مقام مریسیع میں پہنچا ادھر سے حارث بن ابی ضرار اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لیے صف آرا ہوا اور لڑائی شروع ہوگئی اثنا جنگ میں صفوان علم دار لشکرِ کفار ابوقتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور مالک اور اس کا بیٹا امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ کفار کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے تعاقب کر کے دس شخص اور ان میں سے فی النار کیے باقیوں کو گرفتار کر لیا اس کے علاوہ دو ہزار شتر پانچ ہزار بھیڑ بکری دو سو عورتیں غنیمت میں ہاتھ آئیں منجملہ قیدیوں کے برہ بنت حارث ابن ابی ضرار کو امیر المومنینؑ اسیر کر کے حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں لائے وہ مسلمان ہوئی اور اس کا قبیلہ بھی اسلام لایا۔ روایت ہے کہ برہ کے باپ حارث نے حضرتؐ کی خدمت میں عرض کی برہ زن کریمہ ہے آپ اس کو اسیر نہ بنائیں حضرتؐ نے فرمایا اس کو اختیار ہے یہاں رہے یا گھر کو لوٹ جائے۔ حارث نے بیٹی کو سمجھایا کہ مجھ کو قوم میں فضیحت و رسوا نہ کرا اور اپنے گھر کو واپس چل مگر اس نے خدا اور رسول کو اختیار کیا حضرت رسولؐ اللہ نے اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اور جویریہ نام رکھ کر داخلِ ازواج فرمایا۔ مسلمانوں نے یہ دیکھا تو مناسب نہ جانا کہ زوجۂ پیغمبر کے عزیز و اقارب اسیری میں رہیں۔ سب نے اپنے اپنے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس لیے جویریہ بی بی اپنی قوم و قبیلہ کے حق میں بہت مبارک و فرخندہ شمار ہوئی ہے۔ **غزوۂ خندق** اسی سال ۵ ہجری میں رسولِؐ خدا کو بہت بڑا مشہور غزوہ خندق کا پیش آیا اس غزوہ میں امیر المومنینؑ امام المتقین کے مبارک ہاتھوں سے وہ عظیم کام نکلا کہ جس سے بڑھ کر شاید اسلام میں دوسرا کام نہ ہوگا۔ اسی لیے اس کا ثواب بھی قیامت تک کے جن و بشر کی عبادت کے ثواب سے زیادہ قرار پایا تفصیل اس اجمال کی اس طرح پر ہے جیسا کہ پیشتر گزرا کہ یہود بنی نضیر جب مدینہ سے نکالے گئے تو بعض ان سے خیبر میں اور بعض شام چلے گئے مگر جلاوطن ہونے سے جو اشتعالِ طبع ان میں پیدا ہوگیا تھا اس نے کہیں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ لہٰذا حی بن اخطب۔ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن ربیع وغیرہ

قریب بیس اشخاص منتخب مکہ گئے اور ابوسفیان سے مل کر اپنا رونا اس کے روبرو رویا اور خواستگار ہوئے کہ قریش پیغمبرؐ خدا کی لڑائی میں ان کو مدد دیں قریش تو خدا سے ایسا چاہتے تھے۔ بہت آؤ بھگت سے پیش آئے اور وعدہ کیا کہ سب کام تمھارے حسبِ دلخواہ ہوگا۔ یہودیوں نے کہا پچاس شخص شرفاءِ قریش میں سے خانہ کعبہ کے اندر استوار عہد کریں تب ہم کو اطمینان ہوگا ابوسفیان نے ان کی مرضی کے موافق مرد روسا و اشرافِ قریش سے جمع کیے دونوں فریق نے دیوارِ کعبہ سے سینہ لگا لگا کر قسمیں کھائیں کہ تا دمِ زیست محمدؐ کے ساتھ لڑنے سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے۔ معاہدہ سے فراغت ہوئی تو قریش نے ان سے پوچھا اے معشر یہود تم اہل کتاب سب سے مقدم ہو اسی سبب سے تمھارا علم بھی تمام کے علم سے سابق ہے۔ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ ہمارا دین کہ ''خانہ کعبہ کی خدمت و مرمت کرتے ہیں جو لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں ان کے ساتھ خاطر تواضع سے پیش آتے ہیں اپنے باپ دادا کے دین کی روش پر بتوں کو بھی پوجتے ہیں'' بہتر ہے۔ یا محمدؐ کا دین کہ چند بدعتیں ایجاد کر کے نیا مذہب پھیلانا چاہتا ہے۔ بہتر ہے۔ یہودی مسلمانوں سے ایسے بیزار اور مشرکوں کے اس قدر گرویدہ ہو رہے تھے کہ انھوں نے باوجود اہل کتاب ہونے کے شرک و بت پرستی کو توحید پر ترجیح دی اور کہا تمھارا دین محمدؐ کے دین سے بہتر ہے قریش اس سے نہایت ہی خوش ہوئے اور پھول گئے۔ مکہ سے نبٹ کر دیگر قبائلِ عرب میں چکر لگایا۔ جابجا لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے پھرتے تھے انھوں نے بنی عطفان بن قیس بن غیلان کو نخلستانِ خیبر کی ایک سال کی تمام یا نصف پیداوار دینی کر کے گانٹھا کہ وہ اس لڑائی میں ان کا ساتھ دیں عطفان کے ساتھ بنی اسدان کے ہم سوگند بھی چلنے پر تیار ہوئے اور نیز حارث بن عوف مزنی بنی مرہ کے ساتھ اور نویرہ بن طریف بنی اشجع سے اور عامر بن طفیل قبیلہ ہوازن سے لڑائی کو آمادہ ہوئے۔ علیٰ ہذا قریش نے بنی سلیم اپنے حلفا و ہم عہدوں کو طلبِ معاونت میں نامہ لکھا۔ انھوں نے ابوالاعور سلمی کو سپاہ دے کر اس طرف روانہ کیا۔ المختصر قریش چار ہزار مردانِ کار کے ساتھ ابوسفیان بن حرب کی سرداری میں مکہ سے نکل کر یثرب کو روانہ ہوئے۔ ایک ہزار بقولے پندرہ سو شتر اور تین سو گھوڑے ان میں تھے راہ میں دیگر قبائلِ مشرکین و یہود، ان میں شامل ہوتے گئے یہاں تک کہ دس ہزار کی جمعیت ہوگئی۔ چوں کہ اکثر قبائل و احزابِ عرب اس لڑائی میں رسولؐ اللہ کے برخلاف جمع ہو گئے تھے اس سے اس جنگ کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں۔ ادھر رسولِ مختار کو کفار کی اس جتھ بندی کی خبریں پہنچیں تو اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کیا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ہمارے ملک میں دستور ہے کہ جب کبھی ایسا لشکر کسی شہر پر چڑھ آتا ہے کہ شہر والے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ایک خندق اس کے گرد کھود لیتے ہیں تا کہ ان کے شر سے محفوظ رہیں خدا اور رسولؐ کو یہ رائے پسند آئی اور رسولِ خدا نے تین ہزار مہاجر و انصار کے ساتھ مدینہ سے نکل کر کوہ سلع کے نزدیک خیمہ

لگایا۔ کچھ حصہ شہر کا عمارات اور دیوار احاطہ سے محفوظ تھا باقی مشرق کی طرف کا کشادہ میدان خندق کے لیے معین ہوا حضرتؐ نے خود خط لگا کر مہاجر و انصار کے علیحدہ علیحدہ حصے بانٹ دیے چنانچہ ہر دس نفر پر چالیس گز و بروایتے دس گز کھدائی کا پڑتہ پڑا۔ حضرت رسولؐ خدا و امیر المومنینؑ مہاجرین کی طرف کام کرتے تھے بڑے قوی کارکن اور خندق کھودنے کے فن میں مہارت رکھنے والے حضرت سلمان فارسی تھے کہ تن تنہا دس آدمیوں کی برابر کام کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ پانچ گز لمبی اور اسی قدر گہری خندق ایک دن میں کھود لیتے تھے۔ اس لیے ان کے بارے میں تکرار ہوا مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان ہم میں داخل ہیں۔ انصار ان کو اپنی طرف کھینچتے تھے رسولؐ خدا نے فرمایا **سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْت** نہ مہاجرین سے اور نہ انصار سے ہے سلمان ہم اہلبیت سے ہے۔ القصہ مسلمان خندق کھودنے میں لگے ہوئے تھے اور رسولؐ خدا بھی ترغیب و تحریص کی نظر سے بنفسِ نفیس ان کے شریک ہوتے تھے چھ روز کامل کھدائی ہوتی رہی اس عرصہ میں کئی معجزے آنحضرتؐ سے ظاہر ہوئے مثلاً مشہور معجزہ جابر کے ایک صاع طعام سے حضرتؐ کو دعوت کرنے اور بہ برکت آپ کے ایک ہزار آدمی کے اس سے سیر ہو جانے کے کہ تفصیل ان کی کتبِ مبسوط میں مذکور ہے۔ عمار یاسرؓ و عثمانؓ بن عفان کے درمیان اس موقع پر بھی مثل موقع تعمیر مسجدِ نبی کے ایک جھڑپ ہوگئی یہ کام خاک مٹی کا تھا وہ گرد و غبار سے کوسوں بھاگتے تھے عمار یاسر خندق کھود رہے تھے اور غبار بلند تھا کہ عثمانؓ وہاں سے گزرے اور انھوں نے چہرہ کو گرد سے بچانے کو آستین سے ڈھانپ لیا۔ عمارؓ نے یہ تن پروری دیکھی تو اعتراض کیا عثمانؓ کو اس مرتبہ نہایت ہی غصہ آیا بولے اے پسرِ زنِ سیاہ تو مجھ کو یہ کہتا ہے اور اس پر بھی بس نہ کر کے حضرت رسولؐ خدا کے خدمت میں جا کر عرض کیا کہ ہم اس لیے مسلمان نہیں ہوئے کہ لوگ ہم کو گالیاں دے لیا کریں۔ اس پر آیہ شریفہ نازل ہوئی **یَمُنُّونَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْقُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ یمن علیکم ان هدایکم للایمان ان کنتم صادقین ان الله یعلم غیب السموات والارض والله بَصِیْرٌ بما تعلمون۔** یعنی منت و احسان رکھتے ہیں تجھ پر اپنے اسلام لانے سے کہہ دے اے محمدؐ ان سے کہ منت مت رکھو مجھ پر اپنے اسلام لانے سے بلکہ اللہ کا احسان ہے تم پر کہ تم کو ایمان کی طرف ہدایت کی۔ اگر تم راست گو ہو بہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی غیب کی باتوں کو جانتا ہے اور وہ تمھارے افعال و اعمال کا دانا و بینا ہے۔ **عہد شکنی بنی قریظہ** بالجملہ کفار کے مدینہ پہنچنے میں تین روز باقی تھے کہ مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوگئے آٹھ دروازے اس کے رکھے اور ہر دروازے پر ایک ایک مرد مہاجر و انصار سے مع چند اشخاص کے مقرر ہوا کہ نگہبانی کریں اور کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ بنی قریظہ نے حضرت رسولؐ خدا سے عہد کر رکھا تھا کہ آپ کے دشمنوں کا ساتھ نہ دیں گے وہ اپنے اقرار پر

قائم اور اس وقت اپنے قلعوں میں آباد تھے مگر قریش اور یہود بنی نضیر ان سے غافل نہ تھے مدینہ پہنچتے ہی حی بن اخطب یہودی رات کے وقت ان کے مسکن پر گیا اور دروازہ قلعہ کا کھٹکایا کعب بن اسید رئیس قبیلہ کو حی کا آنا دریافت ہوا تو بولاما اَفعَلُ بد خول حی رَجُل مشوم هوالا ن يدعوني الی نقض العهد میں حی کو اندر نہ آنے دوں گا وہ ایک منحوس آدمی ہے اپنے قبیلہ (بنی نضیر) کو تو اس نے خراب کیا اب یہاں آیا ہے کہ ہم سے عہد شکنی کرائے۔ حی نے کہا اے کعب دروازہ کھول کہ عزت ابدی تمہارے لیے لایا ہوں اشرافِ قریش قبیلہ بنی کنانہ و غطفان وغیرہ کے ساتھ دس ہزار مرد لے کر آئے ہیں اب بلا اس کے کہ محمدؐ اور اس کے اصحاب کو تباہ و برباد نہ کرلیں یہ لوگ یہاں سے نہ جائیں گے کعب نے کہا وائے ہو تجھ پر تو ذلت ابدی ہمارے لیے لایا ہے ہم نے محمدؐ سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہم کو تیری حاجت نہیں جہاں سے آیا ہے لوٹ جا۔ مکار حی نے کہا اے کعب تو ڈرتا ہے کہ میں اندر آؤں گا تو تجھے ضیافت کرنی پڑے گی اور آ ہو برہ بریاں جو تنور میں رکھا ہوا ہے اس میں شریک ہوں گا اس لیے کواڑ نہیں کھولتا۔ کعب کو یہ سن کر طیش آیا اور کہا دروازہ کھول دو ابن اخطب اندر آیا تو لگا شیطان کی طرح یہودیوں کو پھسلانے اور راہ صلاح و فلاح سے بہکانے اس قدر چرب زبانی کی کہ ان کو اپنے ساتھ لے جانے پر راضی کرلیا۔ مزید احتیاط کے لیے عہد نامہ کہ حضرت رسولؐ خدا نے ان کو لکھ دیا تھا منگا کر پھاڑ ڈالا کہ جو ہونا تھا سو ہولیا اب سوائے جنگ کے تم کو چارہ نہیں حضرت رسولؐ خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو نہایت محزون ہوئے۔ اور خوف و ہراس مسلمانوں میں دم بدم ترقی پکڑنے لگا۔ آپ نے سعد معاذ و اسید بن حضیر انصاریوں کو کہ قبیلہ اوس سے تھے اور بنی قریظہ کے قدیمی ہم سوگند تھے ان کی طرف بھیجا کہ تحقیق خبر لائیں اور حتی الامکان ان کو نقض عہد سے باز رکھنے کی کوشش کریں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا یہودیوں نے ان کو اندر نہ آنے دیا اور کعب نے بالائے قلعہ سے ان کے سامنے ہو کر دونوں کو سب و شتم کیا اور شان میں حضرت سید الانس و الجان کے ناشائستہ کلمات کہے۔ سعدؓ نے کہا تو مثل روباہ کے سوراخ میں گھسا ہے۔ عنقریب قریش اپنے گھر کو لوٹ جائیں گے اس وقت رسولؐ خدا تیرے گھر در کا محاصرہ کرکے اس سوراخ سے تجھے نکالیں گے اور گردن ماریں گے یہ کہہ کر واپس ہوئے اور ماجرا حضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ شیخ طبرسی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ لشکرِ قریش بیس روز سے زیادہ بیرونِ خندق پڑا رہا بجز اس کے کہ دور سے تیر و پتھر ایک دوسرے پر پھینکتے تھے کوئی لڑائی فریقین میں نہ ہوتی تھی حضرت رسولؐ خدا نے مسلمانوں کی کمزوری اور منافقوں کا نفاق علانیہ دیکھا تو چاہا کہ عینیہ بن حصین و حارث بن عوف رؤساء غطفان سے ثلث میوہ مدینہ کا دینا کرکے صلح کرلیں تاکہ وہ قریش کی حمایت سے دست بردار ہوں۔ پس سعد بن عبادہ انصاری کو بلا کر مشورہ کیا۔ سعد نے کہا یا رسولؐ اللہ اگر یہ امر حکم خدا ہو جو آپ کو پہنچا ہے تو محلِ چون و چرا

نہیں سر تسلیم خم ہے جو چاہے سو کیجیے آپ نے فرمایا وحی اس بارے میں نہیں آئی اِلاّ میں نے دیکھا کہ تمام عرب تمھاری عداوت پر متفق ہو گیا ہے چاہتا ہوں کہ بطمع مال ان کی جمعیت کو متفرق کروں۔ سعد معاذ نے کہا جب ہم مشرک تھے خدا کو نہ پہچانتے تھے تو وہ ہمارے مال میں طمع نہ کر سکتے تھے اب کہ مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی خدمت کا امتیاز حاصل کیا تو کیوں کر اپنی پیداوار ان کو دیں اور یہ عار گوارا کریں۔ خدا کی قسم کہ ہمارے پاس بجز شمشیر ان کے لیے دوسری شے نہیں **حَتّٰی تَحۡکُمُ اللّٰہُ بَیۡنَنَا وَ ھُوَ اَحۡکَمُ الۡحَاکِمِیۡنَ** ترجمہ جب تک کہ حکم کرے خدا ہمارے درمیان اور وہ ہے زیادہ حکم کرنے والا حاکموں کا رسولؐ خدا نے فرمایا میرا بھی دِلی منشا یہی ہے اپنے عزم پر ثابت قدم رہو ہرگز حق تعالیٰ اپنے پیغمبر کو تنہا نہ چھوڑے گا اور ضرور اس دین کو بموجب اپنے وعدہ کے جملہ ادیان پر غالب کرے گا پس حضرت بقدم جدو جہد استادہ ہوئے اور اصحاب کو جہاد اہلِ عناد کی طرف دعوت کی اور وعدہ نصرت و یاروی جناب باری ان کو پہنچایا۔ کفار اشرار سے عمرو بن عبدود و عکرمہ بن ابی جہل و ہبیرہ بن ابی وہب و ضرار بن خطاب و مرداس فہری ہتھیار لگائے عربی گھوڑوں پر سوار لشکر سے نکلے بنی کنانہ کی منزل گاہ پر پہنچے تو ان کو بھی لڑائی کے لیے برانگیختہ کیا خندق کے قریب پہنچے تو کہا یہ ایک مکر ہے کہ عرب اس سے واقف نہ تھے یہ اس فارسی کا کام ہے جو اس کے (پیغمبرؐ) کے ساتھ ہے۔ پس ایک مقام تنگ دیکھ کر گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور خندق کو پھلانگ گئے۔ عمرو بن عبدود شجاعت و مردانگی میں شہرۂ آفاق اکیلا ہزار مرد کے برابر شمار ہوتا تھا۔ اس کو فارس یلیل (۱) کہتے تھے اس سبب سے کہ ایک مرتبہ قافلہ قریش کا کہ عمرو ان میں شامل تھا۔ تجارت کے لیے شام کو جا رہا تھا۔ راہ میں یلیل کے مقام پر ناگاہ ایک ہزار قزاق ان کے مقابل ہوئے اہل قافلہ تو ان کو دیکھتے ہی بھاگ گئے مگر عمرو بدستور اپنے مقام پر کھڑا رہا رہزن نزدیک آئے تو اس نے ایک شتر بچہ اٹھا لیا اور بطور سپر اس کو اپنے منہ کے سامنے کر کے باشمشیر برہنہ ان پر حملہ کیا اور اس قدر جنگ کی کہ قزاق ہزیمت پا کر بھاگے اور قافلہ صحیح سلامت نکل گیا تب سے اسے فارس یلیل کہتے تھے۔ پس اس نے میدان میں گھوڑے کو جولان دے کر مبارز طلب کیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ اہل اسلام عمرو کی جرأت و بہادری سے پہلے سے آگاہ تھے شدتِ خوف سے خون ان کے بدن کا خشک ہو گیا اور وہ خاموش بے حس و حرکت کھڑے تھے **کَانَ عَلٰی رُوسِھِمُ الطَّیۡرَ** گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے۔ یہ ایک ضرب المثل ہے عرب میں اونٹ کے سر میں جوئیں پڑ جاتی ہیں جب بڑی ہوتی اور ایذا دینے لگتی ہیں تو وہ سر جھکا کر بیٹھ جاتا ہے کوّا آتا ہے اور اس کے سر پر بیٹھ کر جوئیں اپنی چونچ سے چنتا ہے اونٹ اس خوف سے کہ مبادا کوا اڑ نہ جائے اور جوئیں سر میں رہ نہ جائیں سر نیوڑھائے چُپ چاپ بیٹھا رہتا ہے اور ذرا حرکت

(۱) یلیل بدو یائے تحتانی دو نقطوں والی مثل یلین ایک مقام کا نام ہے شام میں ۱۲۔

نہیں کرتا۔ اسی سے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ جب کوئی خاموش بیٹھتا ہے تو کہتے ہیں کہ گویا اس کے سر پر پرندہ ہے نیز روضۃ الصفا میں ہے کہ رسولِؐ خدا نے تامل وتساہل اصحاب کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد کیا کیا سبب ہے کس لیے اس کا مقابلہ نہیں کرتے حضرت عمرؓ بن خطاب نے سب کی طرف سے عذر خواہی کی اور قصہ عمرو کے ہزار نفر راہزن کے ساتھ تنہا جنگ کرنے اور ان کو شکست دینے کا جیسا اوپر ذکر ہوا مفصل بیان کیا یعنی جو خوف کہ خود حضرت عمرؓ کے دل میں راسخ تھا اوروں میں القا فرمایا۔ بالجملہ عمرو نے نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اسپ کو جولاں کرتا اور مبارز چاہتا تھا رسولؐ خدا نے بے ہودہ سرائی اس مردود کی ساعت کی تو فرمایا کوئی ایسا دوست نہیں جو شر اس دشمن کا ہم سے دفع کرے امیر المومنینؑ سید الشجعین اٹھے اور عرض کی **انا ابارزہ یارسول اللہ** میں اس سے لڑوں گا اور اس کی شرارت کو بحکم خدا آپ سے دفع کروں گا۔ حضرتؐ خاموش تھے دوبارہ عمرو نے آواز دی کہ کون ہے تم سے جو میرے ساتھ نبرد آزما ہو ایہا الناس تم کہتے ہو کہ تمہارے کشتے جنت میں اور ہمارے دوزخ میں جاتے ہیں۔ **فما یُحِبُّ اَحَدُکم ان یُقدِمُ عَلیٰ الجنتہ او یُقدمعدوّاَلَہُ اِلَی النار** پس کوئی نہیں چاہتا کہ جنت میں داخل ہو یا اپنے دشمن کو جہنم کو بھیجے یہ کہتا اور دائیں بائیں گھوڑا کوداتا کبھی نیزہ کبھی شمشیر کو ہلاتا پھرتا تھا اور رجز پڑھتا جاتا تھا جب کسی کو اس کے مقابلے کی جرأت نہ ہوئی تو امیرؑ کبیر دوبارہ اٹھے اور اجازت پیکار طلب کی پیغمبرؐ خدا نے فرمایا بیٹھ جا شاید کوئی دوسرا اٹھے یا علیؑ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ امیر المومنینؑ نے عرض کی یارسولؐ اللہ میں بھی علیؑ بن ابی طالب ہوں۔ اس دفعہ عمرو نے آگے بڑھ کر بآواز بلند کہا کہ میں مبارز طلب کرتے کرتے تھک گیا اور آواز میری کند ہوگئی مگر کوئی تم سے میرے سامنے نہ آیا امیر المومنینؑ یہ سن کر بے تاب ہوگئے اور باصرار والحاح اجازت چاہی پس حضرت رسولِؐ خدا نے آپ کو قریب بلایا اور عمامہ مبارک اپنا سحاب نام ان کے سر پر باندھا اور زرہ ذات الفصول بدنِ اقدس میں پہنائی اور تلوار ذوالفقار کو آپ کی کمر سے لٹکایا اور رخصت کیا اور فرمایا **اَللّٰھُمَّ عِنہُ عَلَیہِ** پروردگار انصرت کر علیؑ کی اس پر دست دعا بلند کیے اور عرض کی پروردگارا تو نے عبیدہ و بروز بدر مجھ سے لیا حمزہ کو بروز احد ماخوذ فرمایا یہ علیؑ میرا بھائی اور پسر عم ہے۔ **اَللّٰھُمَّ احفظہُ مِنۡ بَیۡنِ یَدَایَہِ وَمِنۡ خَلۡفِہٖ وَعَنۡ یَّمیتِہٖ وَشَمَالِہٖ وَمِنۡ فَوۡقِ رَاۡسِہٖ وَمِنۡ تَحۡتِ قَدَمَیۡہِ فَلَا تَزِرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّاَنۡتَ خَیۡرُالۡوَارِثِیۡنَ** ط یعنی خداوند آگے پیچھے داہنے بائیں بالائے سروزیر ہردو پا سے اس کی حفاظت کر اور مجھ کو تنہا و اکیلا مت چھوڑ اور تو خیر وارثین ہے۔ پس شاہِ مرداں شیرِ یزداں مثلِ پیلِ دماں وشیرِ ژیاں کے میدانِ جنگ میں تشریف لائے۔ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ اس وقت حضرت رسولِؐ خدا نے فرمایا **ذھب الایمان کُلُّہُ الی الکفر کُلِہ** کہ تمام ایمان کلِ شرک کے سامنے گیا ہے۔ پس

صدائے گریہ وبکا زنانِ مدینہ سے بلند ہوئی کیوں کہ عمرو کے برابر کسی کو نہ جانتے تھے اندیشہ تھا کہ امیر المومنینؑ کہیں اس کافر کے ہاتھ سے مارے نہ جائیں۔ القصہ حضرتؑ اس کے مقابل ہوئے تو اس نے نام ونشان آپ کا دریافت کیا فرمایا میں ہوں علیؑ بن ابی طالب پسرِ عم رسولؐ خدا و داماد آنحضرتؐ کا عمرو نے کہا ابو طالب ہمارا دوست وندیم تھا میں نہیں چاہتا کہ اس کا بیٹا میرے ہاتھ سے مارا جائے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے اپنے شیخ اور استاد کے سامنے یہ حدیث پڑھی تو اس نے کہا اس ملعون نے جھوٹ کہا۔ اصل یہ تھی کہ اس نے حضرت امیرؑ کبیر کو دیکھا اور آپ کے کارنامے جنگ بدر واحد کے یاد آئے تو خوف اس پر طاری ہوا چاہتا تھا کہ حیلہ کر کے شیرِ خدا کے پنجہ سے نجات پائے اس لیے باپ کی دوستی کا بہانہ کیا امیر المومنینؑ نے کہا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کروں کیوں کہ تو کفر وعناد پر مصر ہے یہ سن کر عمرو کو غیرت آئی اور حمیت وجاہلیت اس کی دامن گیر ہوئی۔ بروایتے امیر المومنینؑ نے کہا اے عمرو میں نے سنا ہے کہ تو پردہ ہائے خانہ کعبہ سے لپٹا ہوا کہہ رہا تھا کہ جو کوئی معرکہ جنگ میں تین امر مجھ پر عرض کرے البتہ میں ایک امر اس سے قبول کروں گا اب میں تین باتیں تیری روبرو پیش کرتا ہوں ایک ان سے قبول کر اول یہ کہ خدا اور رسولؐ پر ایمان لا اور کثافتِ کفر ونجاستِ شرک سے باہر نکل کہا یہ امید مجھ سے نہ رکھ ممکن نہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ فرمایا دوسرا امر یہ ہے کہ تو یہاں سے لوٹ جا اور لشکر کو بھی اپنے ساتھ لیتا جا جو کچھ حضرت رسولؐ خدا کہتے ہیں اگر وہ راست نکلا اور ان کا دعویٰ ثبوت کو پہنچ گیا تو تمھارے لیے فخر وشرف کا باعث ہے۔ اس لیے کہ تم آنحضرتؐ کے قوم وقبیلہ سے ہو ورنہ دروغ گوئی کی صورت میں درندگانِ عرب ان کو کفایت کریں گے۔ اس بد بخت نے کہا یہ بھی نہیں ہوسکتا اگر ایسا کروں تو زنانِ قریش گھروں میں تذکرہ کریں اور مرد اس مضمون کے شعر کہیں کہ میں لڑائی میں جی چرا گیا اور جن لوگوں نے مجھ کو اپنا رئیس ومقدم مانا تھا ان کی ذرا مدد نہ کرسکا۔ کہتے ہیں کہ عمرو مذکور کے جنگِ بدر میں سخت ضربت آئی تھی۔ جنگِ عمرو بن عبدود اسی وجہ سے وہ جنگِ احد میں شامل نہ ہوسکا وہ اب لڑائی کے لیے تلملا رہا تھا کہ مبادا جو نام مردانگی میں عرب میں اس کا نکلا ہوا ہے کہیں پست نہ ہو جائے الغرض اس نے دوسری بات بھی نہ مانی امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی بات تجھ کو منظور نہیں تو تیسرا امر یہ ہے کہ گھوڑے سے اتر کر میرے ساتھ جنگ کر اس لیے کہ میں بھی پیادہ ہوں عمرو یہ سنتے ہی گھوڑے سے کود پڑا اور اس کے پاؤں کاٹ ڈالے اور کہنے لگا کہ میرا گمان نہ تھا کہ عرب سے کوئی بھی میرے ساتھ لڑنے کی جرأت کرسکے یہ کہہ کر ایک ضربِ شمشیر حضرت پر لگائی آپ نے سپر پر روکی سپر کو کاٹ کر سر اقدس تک پہنچی اور خون اس سے رواں ہوا یہی مقام تھا کہ جہاں پینتیس سال بعد ابن ملجم ملعون نے زہر میں بجھی تلوار ماری اور حضرت نے اس کے صدمے سے شہادت پائی الغرض امیر المومنینؑ نے **اللّٰہ اکبر** کہہ کر ایک ضرب عمرو ملعون پر لگائی

جس سے سر نجس اس کا مثل گیند الگ جا پڑا صدائے تکبیر سے مسلمانوں کو آگہی ہوئی کہ حضرت اس خبیث پر غالب آئے بروایت دیگر چوں کہ خدعہ وفریب جنگ میں روا ہے امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنے تئیں فارس عرب کہتا ہے بس نہیں کرتا کہ میں تن تنہا تیرا مقابلہ کروں تو اپنے ہمراہ دوسرے شخص کو لایا ہے کہ تیری مدد کرے عمرو یہ سن کر مڑ کر پیچھے دیکھنے لگا حضرت نے ایک وار اس پر کیا کہ دونوں پاؤں اس کے کٹ گئے اور وہ زمین پر گرا ایک گرد بلند ہوئی کہ دیکھنے والوں کو نہ معلوم ہوا کہ کس نے کس کو قتل کیا منافقوں نے غل مچایا علیؑ مارے گئے تھوڑی دیر میں غبار فرد ہوا تو دیکھا کہ حضرت اس کے سینہ پر سوار اس کی ڈاڑھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے سر قلم کر رہے ہیں۔ **قتل عمرو بن عبدود:** پس سرِ پر غرور اس کا کاٹ کر حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں لائے حضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو آتے دیکھا تو استقبال کے لیے آگے بڑھے اور غبار چہرۂ مبارک سے صاف کرتے تھے اور فرماتے تھے شادرہ اے علیؑ کہ اگر تیرے اس عمل کو تمام امت کے اعمال کے ساتھ وزن کریں تو البتہ تیرا پلہ بھاری نکلے اس لیے کہ کوئی گھر مشرکوں کا ایسا نہیں کہ اس کے مارے جانے سے ضعف اس میں داخل نہ ہوا ہو اور کوئی گھر مسلمانوں کا نہیں جس نے اس سے قوت وعزت نہ پائی ہو اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا۔ **ضَرْبَتُه عَلِی یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَتِه اَفْضَلُ مِنْ عَبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ۔** یعنی ضرب علیؑ کی بروزِ خندق افضل ہے میری امت کی قیامت تک کی عبادت سے یا افضل ہے جن وانس کی عبادت سے۔ عبداللہ بن مسعود صحابی حاضر تھے انھوں نے کہا **کَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِیٍ وَکَانَ اللّٰه عزیزاً قَوِیاً** کہ کفایت کیا اللہ تعالیٰ نے جنگ کو مسلمانوں سے ساتھ علی علیہ السلام کے اور ہے اللہ عزت والا قوی۔ حضرت عمرؓ وابوبکرؓ نے اٹھ کر آنحضرتؐ کے سر وچشم کو بوسے دیے حضرت عمرؓ نے کہا یا علیؑ عمرو کی زرہ کیوں چھوڑ دی ایسی زرہ تو تمام عرب میں نہیں مل سکتی۔ حضرتؐ نے فرمایا مجھ کو شرم آئی کہ اپنے پسرِ عم کو بعد قتل عریاں کروں۔ ابوبکر بن عباس سے منقول ہے کہ کہتا تھا کہ علیؑ نے ایک ضربت لگائی کہ اسلام میں کوئی ضربت اس سے عزیر نہ تھی یعنی عمرو بن عبدود کے اور ایک ضربت خود کھائی کہ کوئی اس سے زیادہ منحوس نہیں یعنی ضربت ابن ملجم مرادی کی۔ **مؤلف کہتا ہے** کہ حدیث **ضربته علی یوم الخندق** الخ احادیث مشہورہ مستفیضہ سے ہے کہ سنی وشیعہ نے اپنی اپنی معتبر کتابوں میں اس کو روایت کیا ہے تعجب ہے کہ باوجود ایسی احادیث کے بھی عامتہ الناس ذرا نہیں سوچتے کہ جب ایک ضرب آپ کی اس امت کی قیامت تک کی تمام عبادات سے بہتر ہے تو اور ضربات ودیگر مجاہدات وباقی عبادات امیر المومنینؑ کے ثواب کہاں تک ہوں گے طرّہ یہ کہ خود آنحضرت پر تہمت لگائی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا **مَنْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِی بَکر وعُمرَ جَلَّدتُهٗ حَدُّ المفترِیْ** کہ جو کوئی مجھ کو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ پر

ترجیح دے گا اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ یعنی وہ سزا دوں گا جو شرع میں جھوٹے افترا پرواز کے لیے مقرر ہے کیا خوب یہاں صرف ہم اس قدر کافی سمجھتے ہیں کہ جناب عبداللہ مسعود کی روایت نذر قارئین کرنے پر اکتفا کریں۔ خود اہلِ سنت نے بروایت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **عَلِیٌّ خیر البشر فَمَنْ ابیٰ فَقَدْ کَفَرَ** کہ علیؑ بہترین بشر ہیں جو اس سے انکار کرے کافر ہے بعد ازاں خود خلیفہ اول بھی اپنے عہد خلافت میں سر منبر فرماتے رہے **اَقِیلُوْنِیْ اَقیلُوْنِیْ لَسْتَ بخیر کم و عَلِیٌّ فیکم** کہ مجھ کو خلافت سے نکالو میں تم سے بہتر نہیں جب کہ علیؑ تم میں داخل ہیں پس شبہ نہیں کہ یہ حدیث اور بہت سی احادیث مثل اس کے جن کا کہیں سر اور پیر نہیں ملتا۔ حکام وقت کے خوش کرنے کو خلفا بنی امیہ کے زمانہ میں گھڑی گئی ہیں کتاب مودۃ القربیٰ میں جس پر مولوی رشید الدین جیسے فاضل فخر کرتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ خطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ جب اصحاب پیغمبرؐ کا ذکر کرتے تو ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کا نام لیتے پھر خاموش ہو جاتے ایک شخص نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن علیؑ بھی تو اصحاب سے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا علیؑ اہلِ بیت سے ہیں وہ کسی کے برابر قیاس نہیں کیے جا سکتے کیوں کہ وہ رسولؐ اللہ کے ساتھ اور ان کے درجہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ** یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت ان کے ساتھ ایمان لائی تو ملحق و شامل کیا ہم نے ان کے ساتھ ان کی ذریت کو پس حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ فاطمہؑ رسولؐ اللہ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہیں اور علیؑ فاطمہؑ کے ساتھ ہیں۔

اور نیز انھوں نے نقل کیا ہے کہ ربیعہ اسدی حذیفہ بن الیمانؓ کے پاس گیا اور کہا ہم جب مناقب علیؑ نقل کرتے ہیں تو اہلِ بصرہ کہتے ہیں کہ تم علیؑ کے حق میں غلو کرتے ہو آیا کوئی حدیث تمھارے پاس اس بارے میں ہے تا کہ ان کی زبان بند کی جائے۔ حذیفہؓ نے کہا اے ربیعہ علیؑ کا کیا حال بیان ہو قسم بخدائے عزوجل کہ اگر امت محمدؐ کے اعمال روزِ بعثت آنحضرتؐ سے لے کر قیامت تک کے ایک پلے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا عمل دوسرے پلے میں تو البتہ آپ کا پلہ بھاری نکلے گا۔ ربیعہ نے کہا اس کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ حذیفہؓ کو غصہ آیا اور کہا کیوں کر تحمل نہیں ہو سکتا اے احمق کہاں تھے اصحاب رسولؐ اللہ اس روز جب کہ عمرو بن عبدود مبارز طلب کرتا تھا۔ اور سب اس کے مقابلے سے جی چراتے تھے اِلَّا علیؑ بن ابی طالبؑ کہ میدان میں گئے اور حق تعالیٰ نے اس کو ان کے ہاتھ پر قتل کیا قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی کہ حذیفہؓ کی جان اس کے قبضہ میں ہے کہ اجر و ثواب اس کا عظیم تر ہے اعمال امت محمدؐ سے تا بروز قیامت بالجملہ عمرو کی بہن اس کی لاش پر آئی تو دیکھا کہ لباس و سلاح اس کے بدن کے اتارے نہیں گئے سمجھی اس کا قاتل مردِ کریم تھا جس نے ان چیزوں کی پرواہ نہیں کی پوچھا کس نے اسے قتل کیا ہے کہا علیؑ بن ابی طالبؑ نے تو اس نے یہ دو شعر پڑھے۔

لَوْ كَانَ قَاتِلُ عِمْرٍ وَغَيْرِ قاتله
لَكُنْتُ ابكىٰ عليه اخر الابد
لَكِنَّ قَاتِلَهُ مَنْ لَا يُعَابُ بِهِ
مَنْ كان يُدعىٰ ابوه بيضته البَلَدِ

یعنی اگر قاتل عمرو کوئی اور شخص ہوتا تو میں ابدالآباد اس پر رویا کرتی۔ مگر اس کو ایسے شخص نے قتل کیا ہے جو کسی عیب سے منسوب نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا باپ بیضتہ البلد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بیضتہ البلد کے معنی مہتر و سردارِ شہر کے ہیں جس پر اہلِ شہر مجتمع ہوں اور اس کا حکم مانیں چوں کہ حضرت ابوطالب رئیسِ قریش و سردارِ مکہ تھے لہٰذا اس نام سے موسوم تھے قصہ کوتاہ عمرو کے ساتھ ضرار بن خطاب و ہبیرہ بن ابی وہب و نوفل بن عبداللہ و عکرمہ بن ابوجہل بھی خندق کو عبور کر آئے تھے۔ عمرو مارا گیا تو ضرار و ہبیرہ بہ قصدِ پیکار حضرت حیدرِ کرار کی طرف بڑھے آپ ضرار کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر ضرار کی نظر جوں ہی آنحضرت پر پڑی تو بے تحاشا بھاگا۔ اس سے سبب اس فرارِ فوری کا دریافت کیا گیا تو کہا میں نے موتِ مجسم کا علیؑ کے چہرے میں نظارہ کیا اس لیے قرار نہ ہوسکا۔ ضرار کو بھاگتا دیکھ کر حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے ضرار نے آپ کو دیکھا تو پلٹا بارے ضرار نے سرنیزہ کو ان کے سر سے چھوا کر کہہ دیا کہ اے عمرؓ یہ ایک نعمت مشکورہ ہے جو تم پر ثابت کرتا ہوں میرا یہ احسان کبھی فراموش نہ کرنا کہ تم کو زندہ چھوڑ دیا اگر عہد نہ کیا ہوتا کہ قریش سے کسی کو قتل نہ کروں گا تو تم کبھی میرے ہاتھ سے زندہ وسلامت نہ جاتے۔ **ابن ابی الحدید** معتزلی کہتا ہے کہ جنگِ احد میں بھی حضرت عمرؓ کو ضرار سے ایسی ہی ایذا پہنچی تھی۔ جنگِ خندق میں یہ دوسری باری تھی۔ **واقدی** نے دونوں حکایتوں کو اپنی کتاب مغازی میں نقل کیا ہے۔ ہبیرہ تھوڑی دیر حضرتِ امیرؑ کے مقابلہ میں کھڑا رہا یہ ہبیرہ شوہر ام ہانی خواہر امیر المومنینؑ تھا آخر تابِ ضربِ یداللّٰہی نہ لاکر پیٹھ دکھائی اور بھاگتے میں زرہ اپنے بدن سے اتار کر حضرت کے آگے پھینکتا گیا۔ ضرار و ہبیرہ بھاگے تو ان کے باقی رفیقوں عکرمہ وغیرہ کے بھی پاؤں اکھڑ گئے یہ سب اپنے اپنے مقام پر واپس پہنچ گئے الا نوفل بن عبداللہ کہ خندق کو پھلانگنے میں پشت زین سے جدا ہو کر خندق میں گرا مسلمان اوپر سے پتھر مارنے لگے تو اس نے کہا اس ترسانے سے تو بہتر ہے کہ ایک مرتبہ قتل ہی کردو۔ اس لیے امیر المومنینؑ نے خندق میں اتر کر اسے قتل کیا۔ ابوسفیان و خالد ولید کہ خندق کے باہر صفِ لشکر جمائے کھڑے تھے جب انھیں عمرو و نوفل کے مارے جانے اور باقی سرداروں کے خوف زدہ ہو کر پھر آنے کا حال معلوم ہوا تو خوف ان پر چھا گیا اور مع لشکر وہاں سے باگ موڑی بنی غطفان نے بھی ان کے ساتھ فرار کیا اور منزل عقیق تک ان سب نے کہیں دم نہیں لیا اور کسی آدمی کو روانہ کیا کہ عمرو و نوفل کی لاشوں کو خرید

لے آپ نے فرمایا کہ ہم کو ان کے پلید جسموں سے کوئی سروکار نہیں **لانا کُلُ ثمن المَوْتیٰ** ہم مُردوں کی قیمت نہیں کھاتے جہاں چاہیں ان کو لے جائیں۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ بعض اہلِ سنت نے نقل کیا ہے کہ لشکرِ قریش عمرو کے قتل کے بعد بے توقف مکہ کو لوٹ گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ پندرہ روز یا کچھ زیادہ میدانِ جنگ میں ٹھہر کر مسلمانوں کا محاصرہ کیے رہا اس عرصہ میں کثرتِ سرما اور راشن کی کمی سے طرح طرح کے مصائب مسلمانوں کو اٹھانے پڑے اور بہت سے معجزات بھی حضرت رسالت پناہؐ سے ظاہر ہوئے لیکن منافقوں کی زبانیں بند نہ ہوتی تھیں کہ لوٹ کا مال ہاتھ نہ آیا اور رسولؐ نے ہم کو دھوکا دیا وہ فتح کہاں گئی جس کا وعدہ تھا۔ بعض مسلمان اس بہانے سے کہ ہمارے گھر کنارِ شہر پر واقع ہیں مبادا یہودی ان پر چڑھ آئیں آہستہ آہستہ لشکر گاہ سے کھسکنے لگے۔ **مسجد امیر المومنینؑ:** کچھ لوگ کہتے تھے کہ بادیہ کی طرف چلنا اور اہلِ بادیہ (بدوؤں) سے امداد طلب کرنا چاہیے رسولِؐ خدا نے ایک جماعت کو اصحاب سے مقرر کیا کہ راتوں کو مدینہ کے گرد پھر کر پاسبانی کریں۔ امیر المومنینؑ تمام شب لشکر کے گرد گشت کرتے اور نگہبانی کی شرطیں بجالاتے۔ قریش سے کوئی شخص ذرا بھی اپنی جگہ سے حرکت کرتا تو حضرتؑ خندق کے پار جاتے اور اس کا مقابلہ کرتے اور ان کے لشکر میں پھرتے اور وہ آپ کو دیکھتے آپ مطلق اس کی پروانہ کرتے۔ اور راتوں کو تنہا مشغولِ عبادت بھی رہتے صبح ہوتی تو اپنے لشکر میں واپس آتے۔ جس مقام پر آپ ان ایام میں نماز پڑھتے۔ وہاں بعد کو مسجد بن گئی چنانچہ یہ مسجدِ امیر المومنینؑ کے نام سے مشہور ہے جو وہاں جاتا ہے اس میں نماز پڑھتا ہے۔ مسجدِ فتح سے بقدر ایک تیر پر بجانب عقیق واقع ہے جب حضرت رسولِؐ خدا نے دیکھا کہ اصحاب طولِ محاصرہ سے تنگ آ گئے اور گھبرا اٹھے ہیں تو مقامِ مسجدِ فتح پر تشریف لے گئے وہ ایک پہاڑ ہے جہاں بعد میں مسجد فتح بنا ہوئی اور دستِ دعا بگریہ وزاری حضرت باری میں دراز کیے اور ایفاء وعدۂ ایزدی کی اس طرح پر درخواست کی **یَا صَرِیخَ الْمَکْرُوبِینَ وَیَا مُجِیبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِینَ** اے کاشفِ کربِ عظیم تو ہمارا اور ہمارے آباء اولین کا ولی ہے ہمارے اس غم والم کو دور کر اور اپنی قدرت کاملہ سے اس قوم کی شدت وعنا کو ہمارے سروں سے اٹھالے پس جبرئیلِ امین نازل ہوئے اور مژدۂ قبول دعا حضرت کو پہنچایا اور ساتھ ہی طوفانِ عظیم بادِ صرصر کا آیا لشکرِ کفار میں کھل بلی پڑ گئی خیموں کی میخیں اکھڑ کر الگ جا پڑیں دیگیں جو چولھوں پر بار تھیں ہوا کے تھپیڑوں سے سرنگوں گریں زحمتِ بے حد جماعتِ مشرکین کے عائدِ حال ہو کر خائب و خاسر اپنے وطنوں کو انھوں نے فرار کیا اور مسلمانوں کو ضیقِ محاصرہ سے رہائی ملی۔ **حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ** روضۃ الصفا میں بروایتِ محمد بن اسحاق نقل کیا ہے کہ ایک جوان مسجدِ کوفہ میں حذیفہ یمانیؓ سے کہتا تھا خوشا حال تمھارا اے ابوعبداللہ کہ تم حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں پہنچے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اگر ہم کو شرفِ ملاقات

آنحضرت کا حاصل ہوتا تو اپنے تئیں خاکِ راہ بناتے کہ وہ قدمِ مبارک اپنے ہم پر رکھتے۔ حذیفہؓ کو سن کر غصہ آیا اور کہا تو جھوٹ کہتا ہے تجھ سے بہتر اصحاب آنحضرتؐ کی خدمت میں تھے انھوں نے ایسا نہیں کیا پس حدیثِ شب احزاب بیان کرنے لگے کہ قسم بخدا اس رات کو بھوک اور سردی نے ایسا ستایا تھا کہ خدا ہی جانتا ہے۔ کسی قدر رات گزرے حضرت رسولِ خدا خواب سے بیدار ہوئے اور چند رکعت نماز پڑھ کر فرمایا کہ کوئی مرد ہے کہ ہم کو اس قوم (کفار) کی خبر پہنچاوے۔ حق تعالیٰ اس عمل کی عوض اس کو بہشت میں میرا رفیق کرے گا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ بخدا مارے بھوک اور سردی کے کسی نے جواب تک آنحضرت کو نہ دیا آپ پھر مشغولِ نماز ہوئے فارغ ہوئے تھوڑی دیر میں پھر فرمایا کہ جو اس وقت ان لوگوں کی خبر ہم کو لا کر دے فردا قیامت بہشت میں ہمارا رفیق ہوگا اس مرتبہ بھی کوئی نہ بولا تا اینکہ تین چار بزرگان صحابہ کا نام لے کر خطاب کیا مگر کسی نے جانا قبول نہ کیا اور ان کا جواب یہ تھا کہ پناہ لے جاتے ہیں ہم طرف خدا اور رسولؐ کے اس آفت سے کہ ایسے وقت اپنی جگہ سے جنبش کریں آخر مجھ کو آواز دی اے حذیفہؓ میں نے عرض کی لَبَّیْكَ فرمایا کیا باعث ہے کہ میں نے تین چار مرتبہ آواز دی اور تو سنتا تھا اور نہ بولا عرض کی یا رسول اللہ بھوک اور سردی مجھ کو اس سے مانع آئی حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا میرے نزدیک آ۔ میں نزدیک گیا تو دست مبارک میرے سینہ پر پھیر کر فرمایا اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَتَحْتِهٖ خداوندا آگے پیچھے دہنے بائیں زیر و بالا سے حذیفہؓ کی حفاظت کر قسم بخدا کہ بھوک اور سرما کی زحمت مجھ سے زائل ہوگئی۔ مترجم کہتا ہے کہ واقعی صحابہ غیر معصوم جائز الخطا انسان تھے کبھی اطاعت و موافقت ان سے ظاہر ہوتی تھی کبھی عصیان و مخالفت عامتہ الناس کہ عموماً ان کی مدح و ستائش میں بلند پروازیاں کرتے ہیں یہ ان کا افراط و غلو ہے۔ دیکھو حذیفہؓ جیسے بزرگوار رازدارِ رسولؐ نے کیسے صاف صاف حال بیان کر دیا اور جوانِ نادان کو کہ زیادہ گوئی کرتا تھا کس طرح ڈانٹا بزرگان صحابہ سے بھی جن کا نام لے کر خطاب کیا گیا اور انھوں نے قبول نہ کیا نہ کہ سلمانؓ و بوذرؓ و عمارؓ وغیرہ۔ امیر المومنینؑ تو خود بقول حضرت عبداللہ بن عمر جماعتہ صحابہ سے ارفع داخلِ اہلِ بیتِ رسالت تھے۔ ان سے کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت رسولِ خدا کسی کام کو کہیں اور سردی یا فاقہ ان کو تعمیلِ ارشادِ نبویؐ سے مانع آئے۔ علاوہ بریں نہ معلوم اس وقت وہ لشکر کے کس کنارے پر حفاظت میں مشغول ہوں گے اگر شدتِ سرما و فاقہ کشی آنحضرتؐ میں بھی اثر کرتی تو پھر کارروائی کیوں کر ہوتی اور کشتیِ اسلام کس طرح کنارے پر پہنچتی۔ القصہ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا نے مجھے حکم دیا کہ لشکرِ کفار میں جا کر خبر لا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور تاکید فرمائی کہ کوئی حرکت وہاں تجھ سے صادر نہ ہو پس میں نے ہتھیار لگائے اور خندق سے عبور کیا برکت سے دعا آنحضرتؐ کی بھوک اور جاڑے کی شدت بالکل مجھ سے زائل

ہوگئی۔ اور ایسا گرم ہوگیا کہ گویا حمام میں جا رہا ہوں قریب پہنچا تو ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو کر ان کو تاکنے لگا اندھیا دو
نے طوفان برپا کر رکھا تھا۔ ابوسفیان کے تاپنے کے لیے یہ ہزار وقت تھوڑی سے آگ روشن کی تھی وہ کبھی اس پہلو کو اس
سے گرم کرتا تھا کبھی اس کو میں نے چاہا کہ اس موقع پر اس کے ایک تیر لگاؤں مگر قول رسولؐ اللہ کا یاد آیا اور باز رہا۔ علقمہ
بن سلاقہ پکار رہا تھا کہ اے آلِ عاص ہوا اور سردی مجھ کو مارے ڈالتی ہے۔ اس وقت لشکرِ خدا آ پہنچا اور بڑے بڑے
پتھر آسمان سے ان پر برسنے لگے جن کو وہ ڈھالوں پر روکتے تھے ہوا کے جھونکوں سے ان کے چراغِ امید گل ہوگئے اور
دلوں پر افسردگی کا ابر چھایا۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے قیام کو یہاں طول ہوا۔ اور دواب و مویشی ہلاک ہوئے۔ بنی قریظہ
نے مخالفت کا رویہ اختیار کیا سلاح و ہتھیار کند و بیکار ہوگئے۔ یہ باد تند رہا سہا ستیاناس کیے دیتی ہے۔ میں تو اب نہ
ٹھہروں گا۔ یہ کہہ کر اپنے اونٹ پر سوار ہوگیا۔ جلدی میں اس کے پاؤں کی رسّی بھی نہ کھولی۔ عکرمہ بن ابی جہل یہ دیکھ کر
چلایا اے ابوسفیان تو پیشوائے قوم ہے ان کو بلا میں چھوڑ کر کہاں بھاگا جا رہا ہے بارے اس کے کہنے سے کچھ شرم آئی
اونٹ سے اتر کر اس کا پاؤں کھولا اور مہار ہاتھ میں لیے چلا اور کہتا جاتا تھا کہ جلد بار کرو اس کے کہنے سے تمام قریش و
غطفان و کنانہ و فرارہ ایک بار روانہ ہوئے اور ایک مرد اُن سے باقی نہ رہا راوی کہتا ہے کہ وہ بار کرنے میں مصروف
ہوئے تو میں واپس ہوا۔ راستہ میں مجھ کو بیس سوار سفید عمامے سر پر باندھے ملے دو نے ان سے کہا کہ اپنے
صاحب (پیغمبرؐ خدا) سے کہہ کر اللہ نے شرِ دشمن کو ان سے دفع کیا اپنے مقام پر آیا تو پھر اسی طرح جاڑا معلوم ہونے لگا
حضرت رسولؐ خدا اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ دستِ مبارک سے اشارہ کیا کہ نزدیک آ۔ آپ کے پاس ایک چادر
طویل و عریض تھی اس کا ایک گوشہ مجھ پر ڈھانپ دیا میں اس کو اوڑھ کر گرم ہوا اور سو گیا صبح کو آپ نے نماز سے فارغ ہو
کر مجھ کو پکارا کہ **قُمْ یَا نَوْمَان** اے بہت سونے والے اٹھ صدائے روح افزا آنحضرتؐ سے بیدار ہو کر ماجرائے
شب من و عن آپ کے روبرو بیان کیا۔ روایت ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ اب وہ ہم سے لڑنے نہ آئیں گے۔ ہم ان
سے جنگ کو جائیں گے ایسا ہی ہوا کہ پھر کفار کو فرصت نہ ہوئی کہ لشکر مسلمانوں پر لائیں حتیٰ کہ حضرت ان پر گئے اور مکہ
معظّمہ کو فتح کیا۔ اس لڑائی میں چھ شخص مسلمانوں سے شہید ہوئے۔ ایک ان میں حضرت سعد معاذ انصاریؓ تھے۔ ایک تیر
آپ کے ہاتھ پر لگا اور رگ اکحل جس کو ہفت اندام و میزابِ (پرنالہ) بدن کہتے ہیں قطع ہو کر خون رواں ہوا جب ضعف
بڑھنے اور قوت گھٹنے لگی تو انھوں نے انگشت موضع زخم پر رکھ کر دعا کی پروردگارا اگر مسلمانوں کو قریش کے ساتھ ابھی لڑنا
باقی ہے تو مجھ کو زخم سے نجات دے۔ کیوں کہ کوئی عملِ خیر میرے نزدیک اس گروہ کی جنگ سے بہتر نہیں۔ نہیں تو مجھ کو
زندگی درکار نہیں نہ دل سے شہادت کا خواستگار ہوں صرف اس قدر مہلت دے کہ بنی قریظہ کا خاتمہ اپنی آنکھوں سے

دیکھ لوں۔ ان کی دعا مستجاب ہوئی اور خون بند ہو کر مقامِ زخم ورم کر آیا اور غزوہ بنی قریظہ کے بعد خود بخود کھل کر باعثِ شہادت ہوا چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے اور کفار سے تین شخص مارے گئے۔ عمرو بن عبدود عامری و نوفل بن عبداللہ مخزومی یہ تیغِ شرربارِ حیدرِ کرار سے فی النار ہوئے۔ ایک عثمان بن مینہ بنی عبدالدار سے اس کے ایک تیر لگا اور مکہ پہنچ کر اسی صدمہ سے مرگیا۔ **انجام کار بنی قریظہ وشہادتِ سعد معاذ رضی اللہ** پہلے گذرا کہ بنی قریظہ و بنی نضیر حضرت بشیر ونذیر کے ہم عہد اور آپ کے حفظ وحمایت میں داخل تھے۔ نضیر اپنی عہد شکنی کے سبب کیفر کردار کو پہنچے۔ یعنی بلائے جلا وطنی میں مبتلا ہو کر وطن آوارہ ہوئے۔ قریظہ کو چاہیے تھا کہ اپنے بھائیوں کے حال سے عبرت پکڑتے اور جنگِ خندق میں مسلمانوں کے ساتھ ہو کر دل وجان سے ان کی امداد کرتے، وہ برخلاف اس کے کفارِ قریش اور مفسدانِ بنی نضیر کے ساتھ شامل ہو گئے کہ اس سے کافروں کی قوت وشوکت بڑھ گئی اور مسلمانوں پر خوف وہراس نے غلبہ کیا چنانچہ بعض تواریخ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے عمرو بن عبدود وغیرہ کو قتل کیا اور کفارِ نابکار کو ہزیمت کر کے مقام عقیق تک پہنچایا اور وہ دوسرے روز با آہنگ جنگ پلٹے۔ تو بڑے سرگرم عداوت، اس وقت یہی بنی قریظہ تھے انھوں نے طلوعِ شمس سے غروبِ آفتاب تک لشکرِ اسلام کے ساتھ میدان کارزار گرم رکھا پس ایسی فتنہ جو مفسدہ پرواز قوم کا پہلو میں ہر دم لگا رہنا دشمنِ خانگی سے کم نہ تھا اور ان کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دینا اہلِ اسلام پر لازم آیا رسولِ خداؐ جنگِ خندق سے فارغ ہو کر داخل دولت سرا ہوئے اور جناب سیدہؑ نے پانی مہیا کیا کہ گرد وغبار سے بدنِ اقدس کو شست وشو دیں ہتھیار اتار دیے تھے۔ مگر کپڑے ہنوز اتارنے نہ پائے تھے نہ علمِ نصرت شیم اب تک کھولا گیا تھا کہ جبرئیل امین آئے اور کہا اے محمدؐ رحمتِ خدا ہو تم پر تم نے ہتھیار کھول دیے حالانکہ ملائکہ آسمان پر بدستور کمر بستہ ہیں۔ میں کفرۂ قریش کو مقامِ روحا یا حمر الاسد (باختلاف روایات) تک نکال کر واپس چلا آرہا ہوں حکمِ خالقِ ذوالمنن یہ ہے کہ آپ نمازِ عصر قبیلۂ بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں میں آگے چل کر بام و درکو اہلِ شر پر متزلزل کرتا ہوں جبرئیل تو یہ کہہ کر چل دیے اور رسولِ خداؐ نے امیر المومنینؑ کو بلا کر حکم دیا کہ منادی کر دیں کہ کوئی نمازِ عصر نہ پڑھے۔ الّا بنی قریظہ میں، پس اصحاب نے اپنے اپنے مقام سے جنبش کی اور شیرِ خدا علمِ کبیر لے کر آگے بڑھے۔ **امام محمد باقر** علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس روز رایت سیاہ امیر المومنینؑ کے پاس تھا جس کو عقاب کہتے تھے اور نیز لوائے سفید وہ حضرت رکھتے تھے۔ حضرت رسولِ خدا ان کے بعد سوار ہوئے جس گروہ سے گذرتے وہ کہتا کہ ایک سوار دحیہ کلبی کی صورت کا تحریص جنگ کرتا آگے جا رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ جبرئیلؑ ہے۔ الغرض امیر المومنینؑ نے وہاں پہنچ کر علم عین دیوارِ قلعہ کے نیچے گاڑ دیا۔ حضرت کو دیکھ کر قلعہ میں کھلبلی پڑ گئی اور چلائے **قَدْ اجَاءَ کُمْ قَاتِلَ عَمْرُو قَدْ اَقْبَلَ الیکم قَاتِلَ عَمْرُ** کہ قاتلِ عمرو بن

عبد ودتم پر چڑھ آیا۔ اور رعبِ عظیم ان کے دلوں پر چھا گیا آپ نے سنا کہ ایک شخص بطور رجز کے پڑھتا ہے۔

قَتَلَ عَلِیٌّ عَمْرواً

صَادَ عَلِیٌّ صقراً

قصم علیٌّ ظهراً

ابرم علیٌّ امراً

هتك عَلِیٌّ ستراً

یعنی قتل کیا علیؑ نے عمرو کو اور صید کیا شہباز نر کو۔ شکستہ کیا کمرِ کفر کو۔ اور مضبوط کیا امرِ اسلام کو اور ہتک ناموس شرک فرمایا۔ حضرت امیرؑ نے یہ سنا تو فرمایا اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَ الْاِ سلَامم وَ قَمَعَاالشِّرْكَ کہ شکر خدائے تعالیٰ کا کہ اس نے اسلام کی نصرت کی اور کفر کا قلع وقمع فرمایا۔ بروایت دیگر امیر المومنینؑ وہاں پہنچے تو یہودی مسلمانوں کو گالیاں دینے اور حضرت رسولؐ خدا کی نسبت ناسزا بکنے لگے۔ اتنے میں حضرت رسولؐ خدا خچر پر سوار وہاں تشریف لائے۔ امیر المومنینؑ نے آگے بڑھ کر عرض کی بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قلعہ کے پاس نہ آیئے حضرت سمجھ گئے کہ یہود نے گستاخانہ رویہ اختیار کیا ہے فرمایا یا علیؑ مجھ کو دیکھیں گے تو حق تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار کرے گا۔ کوئی ناشائستہ کلمہ زبان سے نہ نکال سکیں گے اور جس طرح حق تعالیٰ نے تجھ کو عمرو کے قتل پر قادر کیا ان کو بھی تو ہی قتل کرے گا۔ پھر نزدیک جا کر کہا اے برادرانِ میمون وخوک والے پرستندگانِ طاغوت تم مجھ کو دشنام دیتے تھے۔ اِنَّا اِذَا اَحلْنَا بِسَاحَتِهِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذِرِیْنَ بہ تحقیق جب کہ ہم کسی قوم کی ساحت میں بہ ارادۂ انتقام نزول کرتے ہیں۔ پس روز بد ہے ان کے لیئے۔ کعب بن اشرف نے بالائے قلعہ سے کہا یَا اَبَا الْقَاسِمْ مَاکُنْتَ جَهُوْلاً وَلَا سَبَّاباً قَطُّ اے ابوالقاسم تم ہرگز جاہل ودشنام دہندہ نہ تھے۔ حضرتِ صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضرتِ رسولؐ نے یہ کلمہ سنا تو شدتِ حیا سے عصا ہاتھ سے اور ردا دوشِ مبارک سے گر گئی اور آپ چند قدم پیچھے کو ہٹ گئے پس لشکرِ اسلام قلعہ ہائے یہود کے نزدیک خیمہ زن ہوا اور پندرہ بقولے پچیس روز ان کا محاصرہ کر کے سنگ وتیر اُن پر برساتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک روز امیر کبیرؑ سوار ہوئے اور یہ کہہ کر کہ آج قلعہائے کفر کو فتح کروں گا ورنہ حمزہ سید الشہداؑ کی طرح شہید ہو جاؤں گا۔ ایک حملۂ حیدری کیا۔ کفار کے آپ کی ہیبت ودہشت سے دل ٹھکانے نہ رہے۔ قاصد حضرت رسولؐ خدا کے پاس بھیج کر خواست گار ہوئے کہ سعد معاذ انصاریؓ جو کچھ ہمارے درمیان حکم کر دیں ہم کو قبول ومنظور ہے۔ سعدؓ کے جب سے جنگِ خندق میں تیر لگا تھا بکمالِ ضعف مدینہ میں صاحبِ فراش تھے اسی سبب سے

اس غزوہ میں بھی حاضر نہ تھے۔حسب الایما حضرتِ رسالت پناہ ان کو محافہ میں سوار کر کے لشکر گاہ میں لائے۔بنی اوس خویش و اقاربِ سعد نے محافہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا کہ اے ابوعمرا اپنے قدیمی ہم عہدوں اور مددگاروں پر رحم کر وان کی جانیں بچاؤ۔اس سعادت مند نے کہا کہ سعد راہِ خدا میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے خوف نہ کرے گا اور کہا اے معشر یہود تم میرے فیصلے پر راضی ہو؟ کہا راضی ہیں اور امید نیکی و احسان تم سے رکھتے ہیں پھر رسولِ خدا کی طرف مڑے اور بکمال ادب آپ سے اذن چاہا حضرتؐ نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی تو سعد نے کہا حکم یہ ہے کہ مردانِ یہود قتل کیے جائیں اور زنان و بچگان بردہ و اسیر اور مال و جائیداد ان کی مسلمانوں میں تقسیم ہو۔حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا اے سعد تم نے وہ حکم کیا جو حق تعالیٰ بالائے ہفت آسمان کر چکا تھا۔**قتل حیّ بن اخطب** پس یہودیوں کی مشکیں باندھ کر مدینہ میں لائے۔حیّ بن اخطب ملعون بھی ان کے درمیان تھا ان کو مسلمانوں پر تقسیم کیا کہ جنت البقیع میں لے جا کر قتل کریں۔حیّ کو حضرت امیرؑ نے اپنے دستِ مبارک سے قتل کیا لکھا ہے کہ جب اس کو دست بستہ حضرت کے سامنے کھڑا کیا تو بولا ایک شریف آدمی دوسرے شریف کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہے آپ نے فرمایا بہت سے نیک بدوں کے ہاتھ سے اور بدنیکوں کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں وائے برحال اس کے کہ نیکوکار شرفا اس کو قتل کریں اور خوشا حال اس کا کہ کفار اشرار کے ہاتھ سے مارا جائے **نیز** روایت ہے کہ نظرِ مبارک رسولؐ خدا حیّ مذکور پر پڑی تو فرمایا اے فاسق صنع خدا کو اپنے حق میں کیوں کر پاتا ہے کہا بخدا سوگند اے محمدؐ میں تمھاری عداوت میں اپنے تئیں ملامت نہیں کرتا جو کچھ مجھ سے ہوسکا کیا اور جس قدر جدوجہد امکان میں تھی بجالایا الا جس کی خدا مدد نہ کرے تنہا ذلیل و رسوا ہے۔پھر اپنی قوم سے خطاب کیا کہ ایہا الناس جو کچھ خدا نے چاہا ہے ضرور ہوگا یہ ایک قتل تھا کہ بنی اسرائیل پر لکھا جا چکا تھا۔اپنے دین و یقین پر ثابت رہو۔**قتل کعب بن اسد:** کعب بن اسد رئیس قبیلہ سامنے آیا تو حضرتؐ نے فرمایا اے کعب تجھ کو ابن حواش شامی اپنے عالمِ بزرگ کی پند سودمند نہ ہوئی جو کہتا تھا کہ نعماتِ شام کو چھوڑ کر فقر و فاقہ کی طرف آیا ہوں کہ پیغمبرِ مرسل کا دیدار کروں جس کا وطن مکہ اور ہجرت گاہ مدینہ ہے نانِ خشک و چند دانۂ خرما پر قناعت کرنے والا خچر کی برہنہ پشت پر سوار ہونے والا ہے۔اس کی آنکھوں میں سرخی اور اس کی پشت پر مہرِ نبوت لگی ہوئی ہے۔تلوار ہاتھ میں لے گا اور جو سامنے آئے گا اس پر جہاد کرے گا۔اس کی بادشاہی منتہائے زمین تک پہنچے گی کعب نے کہا یہ درست ہے اے محمدؐ اگر یہود نہ کہتے کہ بہ خوف جان ایمان لایا ہوں تو میں البتہ تم پر ایمان لے آتا مگر اب دینِ یہود پر مرتا ہوں۔پس حضرتؐ نے حکم دیا کہ اس کو بھی قتل کریں۔مروی ہے کہ **رحلت سعد بن معاذ انصاری:** سعد کا زخم کہ بحکمِ خدا اب تک بستہ تھا پھوٹ نکلا اور یہی باعث ان کی وفات کا ہوا۔حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ سعد کی وفات کی

خبر حضرت رسولؐ خدا کو پہنچی تو مع جماعتِ اصحاب ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور حاضر رہے جب تک کہ ان کے غسل وکفن وحنوط سے فارغ ہوئے پس جنازہ سعد کے پیچھے برہنہ پا بلا ردا بصورت مصیبت زدوں کے روانہ ہوئے راہ میں کبھی داہنی جانب جنازہ کو پکڑتے تھے کبھی بائیں جانب کو۔ قبر پر پہنچے تو خود بنفسِ نفیس قبر میں اترے اور اپنے دستِ مبارک سے ان کو لحد میں رکھا۔ بعد فراغت سبب ان امور کا دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ نعلین نہ پہنے کا باعث یہ تھا کہ ملائکہ پابرہنہ جنازہ کے ہمراہ تھے۔ میں نے ان کی تاسی کی اور بار بار کندھا بدلتا تھا۔ کیوں کہ جبرئیلؑ ان کی جانب چپ وراست کو اٹھاتے تھے میں بھی اسی طرف کو اٹھاتا تھا جس کو جبرئیل اٹھاتے تھے **نیز** منقول ہے کہ ستر ہزار ملائکہ نے جنازہ سعد پر نماز پڑھی کہ جبرئیل ان کے درمیان تھے۔ **فضیلت سورۂ قل ھو اللہ:** حضرت رسولؐ خدا نے پوچھا یا اخی جبرئیل کیا باعث تھا کہ تم نے اس قدر فرشتوں کے ساتھ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی کہا کہ وہ سورۂ قل ھو اللہ کا ورد رکھتے تھے کھڑے بیٹھے سوار پیادہ جاتے آتے اس کو پڑھتے رہتے تھے۔ نیز منقول ہے کہ سعد نے وفات پائی تو حضرت رسالت پناہ نے فرمایا رحمتِ خدا ہو تم پر اے سعد تم مثل ایک استخوان کے تھے گلوئے کافران میں اٹکے ہوئے اگر میرے بعد زندہ رہتے تو مدینہ میں گوسالہ پرستی نہ ہونے دیتے یعنی حق بحقدار پہنچتا **ذکر غزوۂ حدیبیہ اور بعض صحابہ کا آنحضرتؐ کی نبوت کے بارے میں شک کرنا:** صورت اس غزوہ کی یہ ہوئی کہ حضرت رسولؐ خدا نے خواب میں دیکھا کہ گویا مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے اور طوافِ خانۂ خدا اور باقی شرائط عمرہ بجالائے بنا بریں اصحاب کو حکم دیا کہ آمادۂ سفر ہوں اور ماہِ ذیقعد ۶ھ میں چودہ پندرہ سو آدمی ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے قربانی کے اونٹ آپ کے ہمراہ تھے مقام ذی الحلیفہ (۱) سے احرامِ عمرہ باندھا اور **لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ** کہتے ہوئے رہ گزائے منزلِ مقصود ہوئے۔ بعض اصحاب نے اس مقام سے اور بعض نے مسجدِ شجرہ سے احرام باندھے قربانی کے جانور سب کے ساتھ تھے مکہ میں قریش کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے مشورہ کیا۔ رائے ان کی اس بات پر متفق ہوئی کہ جس طرح ہو حضرتؐ کو زیارتِ خانہ کعبہ سے روکنا چاہیئے پس خالد ولید کو دو سو سوار دے کر آگے بھیجا کہ موقع پا کر لشکرِ اسلام پر چھاپا مارے لیکن فضل الٰہی شامل حال تھا۔ اس سے کسی کا بال تک بھی بیکا نہ ہوا تا اینکہ آپ چلتے چلتے مقامِ حدیبیہ پر کہ قریبِ حرم واقعہ ہے پہنچ کر فروکش ہوئے۔ قریش بکمالِ قہر وطیش شہر سے نکل کر وادی ذی طوی میں خیمہ زن ہوئے۔ حضرتؐ نے ان کو پیغام بھیجا کہ میرا ارادہ لڑائی کا نہیں اس لیے یہاں آیا ہوں کہ طوافِ خانہ معظّمہ بجالاؤں اور جانورانِ قربانی کو ذبح کر کے ان کا

---

(۱) ذو الحلیفہ بضم حاء حطی وفتح لام وہ مقام ہے جس کو رسولؐ خدا نے اہل مدینہ کا میقات یعنی احرام باندھنے کی جگہ مقرر فرمایا وہ مدینہ سے چھ میل بجانب مکہ واقع ہے ۱۲ منہ۔

گوشت تمھارے لیے چھوڑ جاؤں مگر مشرک راضی نہ ہوتے تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کس لیے مجھ کو بحالِ خود نہیں رہنے دیتے کہ اگر اپنے دعوے میں راست گو ہوں گا تو بادشاہی دنیا مع فخرِ نبوت تمھارے لیے ہے کیوں کہ تمھاری قوم اور خاندان سے ہوں ورنہ عرب کے لٹیرے مجھ کو کفایت کرتے ہیں تم کو حاجت زحمت اٹھانے کی نہیں پس اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے ایک درخت ببول کے تلے بیٹھ کر بیعت لی یہ بڑی مشہور بیعت موسوم بہ بیعتِ رضوان و بیعتِ تحت الشجرہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ بارے ان باتوں سے وہ سنگین دل کچھ نرم ہوئے اور کہا کہ اب تو تمھارا ادھر آنا اور ہمارا سدِّراہ ہونا عرب میں مشہور ہو گیا ہے اگر اس وقت داخل مکہ ہوئے تو ہماری اس میں سبکی ہوگی اوروں کو حوصلہ ہو جائے گا جس کا جی چاہے گا زبردستی چلا آیا کرے گا۔ ہاں سالِ آئندہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تین دن صرف تمھارے واسطے خانہ معظّمہ کو خالی کر دیں گے تم آ کر بفراغت عمرہ بجا لائیو کسی قسم کی مزاحمت نہ ہوگی۔ حضرت رسولؐ خدا اس پر راضی ہو گئے اور ٹھہر گیا کہ دس سال کے لیے فریقین میں مصالحہ ہو جائے کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرنے پائے۔ راہیں آمد رفت کی کھل جائیں اور کاروبارِ تجارت جاری ہو جنگ و جدال یک قلم برطرف مسلمان مکہ میں آسودہ حال فارغ البال زیست کریں کفر و شرک پر ان کو مجبور نہ کیا جائے۔ قریش نے کہا اس قدر اور بھی درخواست ہے کہ جو کوئی ہماری قوم و قبیلہ کا بھاگ کر تمھارے پاس چلا آئے آپ اس کو واپس بھیج دیں اور جو وہاں سے علیحدہ ہو کر اپنی قوم میں شامل ہونا چاہے اس کے درپے نہ ہوں حضرتؐ نے فرمایا جو اسلام سے مرتد ہو کر کفر و شرک اختیار کرے ہم تہ دل سے اس سے بےزار ہیں اور ہرگز اس کی حاجت نہیں رکھتے۔ اس پر بعض کوتاہ اندیش ضعیف الایمان مسلمان معترض ہوئے کہ ہمارے آدمی وہ واپس نہ دیں اور ہم ان کے لوٹا دیں یہ ٹھیک نہیں اور مصلحتِ رسولؐ کو انھوں نے نہ سمجھا زیادہ سرگرم اس بارے میں حضرت عمرؓ تھے انھوں نے کہا کہ اگر پیغمبرؐ برحق ہوتے تو ہرگز اس صلح پر راضی نہ ہوتے اور برملا حضرت رسولؐ خدا پر اعتراض کیا کہ کیا ہم حق پر اور قریش باطل پر نہیں فرمایا بلا شبہ وہ باطل پر اور تم حق پر ہو کہا پھر کس لیے اس خواری سے صلح کی جاوے آپ نے فرمایا اے عمرؓ حق تعالیٰ میرے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ کر چکا ہے وعدۂ ایزدی میں کبھی خلاف نہ ہوگا۔ **بروایت علیؑ ابن ابراہیم قمی** عمرؓ نے کہا اگر اس وقت چالیس مرد بھی میرے ساتھ ہوتے تو میں البتہ محمدؐ سے مخالفت کرتا۔ اور جب قاصدانِ قریش مجلس سے اٹھ گئے تو انھوں نے پھر کہا یا رسولؐ اللہ آپ نے نہیں کہا کہ ہم مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور طوافِ خانہ کعبہ کریں گے اور سر منڈائیں گے۔ فرمایا میں نے یہ کب کہا ہے کہ یہ ساری باتیں اسی سال میں ہوں گی۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھ سے فتح مکہ کا وعدہ کر چکا ہے ہم ضرور مکہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے اور حجامت کرائیں گے مگر حضرت عمرؓ کی اس سے تسلی نہ ہوئی اور وہ کہا کیے۔ **مَا شَكَكْتُ فِي نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ**

کَشکِیْ یَوْمُ الْحُدَیْبِیَۃِ یعنی نبوت محمدؐ میں مجھ کو شک تو بار ہا ہوئے ہیں۔ اِلَّا حدیبیہ کے دن کا شک ان سب سے بڑا ہوا ہے۔ القصہ جب اس قسم کے حضرات نے شور وشغب زیادہ کیا تو حضرتؐ نے فرمایا اگر صلح قبول نہیں کرتے تو تم کو اختیار ہے جاؤ اور ان کے ساتھ جنگ کرو مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں نقل کیا ہے کہ یہ لوگ گئے۔ قریش آمادہ جنگ و پیکار تھے ان پر حملہ آور ہوئے اور یہ تاب ان کے حملہ کی نہ لا کر باحالِ پریشان بھاگے کفار نے ان کا تعاقب کیا اس وقت آپ نے فرمایا یا علیؑ اٹھو اور بزور شمشیر کفار کو پس پا کرو حضرت امیرؑ تلوار کھینچ کر مقابل ہوئے تو انھوں نے کہا یا علیؑ کیا محمدؐ اس صلح سے پشیمان ہیں حضرتؐ نے فرمایا نہیں وہ اپنے عہد پر قائم ہیں پس اصحاب نادم و شرمندہ سامنے آئے۔ رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا میں تم کو خوب جانتا ہوں کہ بدر کی لڑائی میں ڈر گئے اور جنگ احد میں بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے نیز اور بہت سے مواقع ان کو یاد دلائے۔ کتابت صلح نامہ حدیبیہ: قریش حاضر ہوئے کہ صلح نامہ تحریر ہو امیر المومنینؑ وثیقہ لکھنے بیٹھے۔ اور لکھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سہیل بن عمر نے کہا ہم رحمان ورحیم کو نہیں جانتے۔ جیسا ہمیشہ سے لکھتے آئے ہیں۔ بِسْمِكَ اَللّٰھُمَّ۔ اس کے بعد لکھا ھٰذَا مَا قَضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہ یہ وہ ہے جو رسولؐ خدا نے فیصلہ کیا ہے۔ سہیل بولا اگر ہم آپ کو رسولؐ اللہ جانتے تو زیارتِ کعبہ سے کاہے کو مانع آتے لفظ رسولؐ اللہ کو محو کر کے بجائے اس کے ابن عبداللہ لکھ دو امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھ سے تو نہیں ہوسکتا کہ وصفِ رسالت آپ کے نام نامی سے محو کروں بروایت معارج سہیل نے کہا اے علیؑ لفظِ رسولؐ اللہ کو محو کرو ورنہ ہم اس صلح سے بے زار ہیں امیر المومنینؑ نے یہ سنا تو کاغذ ہاتھ سے رکھ دیا اور قبضۂ شمشیر دستِ حق پرست میں لیا اس وقت رسولؐ خدا نے کاغذ اٹھا کر اپنے دستِ مبارک سے خود لفظِ رسولؐ اللہ محو کیا، بعد ازاں امیر المومنینؑ نے بقولے، ابن عبداللہ لکھا غرض صلح نامہ لکھا گیا اور فریقین کی مہر و گواہی اس پر ہوگئی تو حضرت رسولِ خدا نے علیؑ مرتضٰی سے کہا یا علیؑ تم نے وصفِ رسالت کو میرے نام سے محو کرنا نہ چاہا قسم بخدا کہ تم کو بھی ایک زمانے میں ان کفار فجار کی اولاد سے ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا کہ یہ لوگ وصفِ امیر المومنینؑ کو تمھارے نام سے مٹانا چاہیں گے تم کو مجبوراً مٹانا پڑے گا۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فی الحقیقت امیر المومنینؑ کو بعد جنگِ صفین بوقت تحکیمِ حکمین یہ قضیہ پیش آیا اور معاویہ وعمرو عاص نے صلح نامہ میں لفظ امیر المومنینؑ نہ لکھنے دیا بالجملہ امرِ مصالحت اتمام کو پہنچا تو حضرت رسالت پناہ نے اصحاب کو حکم دیا کہ شترانِ قربانی کو نحر کریں اور اپنے سروں کو منڈا دیں مگر رسولؐ کے بعض ساتھیوں نے قبولِ حکم نبوی سے انکار کیا حضرت ملول وحزین خیمہ حرمِ محترم میں آکر لیٹ گئے حضرت ام سلمہؓ ام المومنین کو حال آپ کے ملال کا معلوم ہوا تو عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ اپنے اونٹوں کو نحر کریں اور موئے سر منڈائیں لوگ آپ کو

دیکھیں گے تو طوعاً وکرہاً پیروی کریں گے آپ نے اس نیک صلاح پر عمل کیا اور اصحاب نے چارونا چار اتباع کیا، کہتے ہیں کہ اس مصالحہ پر جس سے یہ حضرات اس قدر برہم تھے فوائدِ عظیم مترتب ہوئے۔ مسلمان کہ مکہ میں بحالت پریشاں خائف وترساں رہتے تھے اس کی بدولت ظاہر وآشکار ہوگئے۔ قرآن پڑھتے نماز روزہ وغیرہ ارکانِ دین بجالاتے کسی کو چون وچرا کی مجال نہ تھی نیز آیات قرآنی کفار پر تلاوت کرتے وہ ان پر ردو انکار کرتے اور یہ بحث ومناظرہ پیش آتے تھے اس سے بہت سے مکہ والے کفرو بت پرستی کو چھوڑ کر راہِ راست پر آنے لگے اور دینِ اسلام مکہ میں پھیل چلا چنانچہ دو ہی برس کے عرصے میں اتنے آدمی ان میں سے مسلمان ہوگئے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک نہ ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین کے نزدیک مرادِ فتحِ مبین سے آیہ شریفہ **اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحاً مُّبِیناً** میں یہی صلح حدیبیہ ہے کہ بہت سی فتوحاتِ اسلامیہ کا پیش خیمہ ہے۔ غرض مصلحتِ عظیم جو رسولؐ خداؐ کو اس صلح سے ملحوظ ومنظور تھی اس کے بعد بخوبی ظاہر وہویدا ہوگئی۔ **اس واقعے سے متعلق امیر المومنینؑ کے بعض فضائل:** طبرسی وراوندی وشیخ مفید علیہ الرحمہ نے علمائے شیعہ سے اور صاحبِ جامع الاصول وغیرہ اہلِ سنت نے روایت کی ہے کہ صلح حدیبیہ میں سہیل بن عمر نے مع چند مشرکین کے حضرتؐ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمارے بھائی بیٹوں اور غلاموں سے کچھ اشخاص کاروبار زراعت وخدمت سے رُوگرداں ہو کر تمھارے پاس چلے آئے ہیں وہ دین ایمان سے کچھ بہرہ نہیں رکھتے۔ ہم کو واپس دلوا دیجیے حضرتؐ نے فرمایا اے معشر قریش ان باتوں سے باز آؤ ورنہ ایسے شخص کو تم پر بھیجوں گا جس کے دل کا حق تعالیٰ امتحان کر چکا ہے وہ راہِ خدا میں تم کو قتل کرے گا صحابہ نے پوچھا وہ شخص کون ہے آیا ابوبکرؓ ہے فرمایا نہیں کہا عمرؓ ہے فرمایا نہیں وہ ہے جو اس وقت میری جوتی درست کرتا ہے لوگ دوڑے کہ دیکھیں کون ہے دیکھا تو امیر المومنینؑ سید الوصیین اس کام میں مشغول تھے نعلین مبارک رسولؐ خدا کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا اس کو سی رہے تھے۔ **بروایت** صاحب جامع الاصول خود شیخینؓ نے یہ سوال کر کے جواب مذکورہ بالا پایا تھا۔ **صاحب** ناسخ التاریخ لکھتے ہیں کہ شاید سہیل وہ لوگ حضرتؐ سے طلب کرتا ہو جو قبلِ وقوع صلح حضرتؐ کی خدمت میں آ گئے تھے ورنہ ایسا جواب تلخ نہ پاتا اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ اللہ کا جوتا ٹوٹ گیا تھا۔ حضرت امیرؑ کو دیا کہ اصلاح کریں پس اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ہے کہ تاویلِ قرآن پر جنگ کرے گا۔ جیسا کہ میں نے تنزیلِ قرآن پر جنگ کی ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا وہ شخص میں ہوں یا رسولؐ اللہ کہا نہیں حضرت عمرؓ نے کہا اے رسولؐ خدا میں ہوں فرمایا نہیں۔ پس سب خاموش ہوگئے اور ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے۔ اس وقت

حضرتؐ نے فرمایا وہ خاصف النعل (۱) ہے اور دستِ مبارک سے اشارہ کر کے امیر المومنینؑ کو بتایا کہ یہ ہے کہ تاویلِ قرآن پر جہاد کرے گا۔ **مولف** کہتا ہے کہ حدیث **اِنَّ مِنْکُمْ مَنْ یُّقَاتِلُ عَلیٰ تَاوِیْلِ الْقُرْآنَ کَمَا قَاتِلتُ عَلیٰ تَنزِیْلَهٗ** کہ تم سے ایک شخص ہے جو تاویلِ قرآن پر جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی ہے پھر بوصفِ خاصف النعل اس کو ذاتِ بابرکات امیر المومنینؑ میں منحصر فرمانا کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت میں مثل مسند احمد حنبل و مستدرک حاکم وغیرہ کے مروی ہے۔ بلکہ ابن حجر جیسے متعصب نے اپنے صواعقِ محرقہ میں اس کو بے چون و چرا نقل کیا ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پر کل دو طرح کی جنگ ہوئی ایک اس کی تنزیل پر کہ کفار اس کے منکر تھے اور کہتے تھے۔ **مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ عَلیٰ بَشَرٍ** کہ خدا نے کوئی شے انسان پر نازل نہیں کی پس رسولِ خدا نے ان پر جہاد کیا تا اینکہ وہ تنزیل پر ایمان لائے۔ دوسری لڑائی آنحضرتؐ کے بعد اس کی تاویل پر ہوئی کہ باغی و خارجی معنی قرآن میں تصرف کرتے تھے اور اس کے بنا پر دعوۂ دارِ خلافت تھے اس کو امیر المومنینؑ نے انجام دیا پس وہ حضرتؑ شامل و مشابہ رسول اللہؐ کے ہوئے۔ انھوں نے ظاہرِ قرآن پر جہاد کیا تو اُنھوں نے اس کے باطن پر جنگ کیا یعنی دو لڑائیاں راہِ دین میں ہوئیں پہلی حضرت خاتم النبین نے کی دوسری ان کے نائب و جانشین نے۔ اس سے زیادہ دلیلِ خلافت امیر المومنینؑ پر اور کیا ہوگی۔ ملا عبد الرحمٰن جامی کتاب شواہد النبوۃ کے چھٹے رکن میں عبد اللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا غزوۂ حدیبیہ کو جا رہے تھے تو اثنائے راہ میں مقام جحفہ میں پانی ختم ہو گیا اور تشنگی نے لشکر پر غلبہ پایا کہیں نشان پانی کا نہ تھا۔ **قصۂ بیر العلم:** حضرتؐ نے فرمایا کہ فلاں مقام پر کنواں ہے کچھ مسلمان مشکیں لے جائیں اور وہاں سے پانی بھر لائیں اور ضامن ہوئے اس کے لیے بہشت کے، ایک شخص اٹھا اور عرض کی میں جاتا ہوں حضرتؐ نے اس کے ساتھ چند آدمی اور کچھ سقے کر دیے سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب اس کنویں کے نزدیک پہنچے تو وہاں کچھ درخت تھے ہم نے درختوں کے درمیان سے آوازیں سنیں اور بہت سی حرکتیں دیکھیں اور آگ بکثرت نظر آئی کہ بغیر ایندھن جل رہی ہے خوف ہم پر چھا گیا اور قدم آگے نہ اٹھ سکا اور واپس آ کر رسولؐ کی خدمت میں حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ وہ جنات تھے کہ تم کو ڈراتے تھے اگر چلے جاتے تو کچھ اندیشہ نہ تھا پس ایک اور شخص اٹھا اور عرض کی یا رسول اللہؐ میں وہاں جاتا ہوں اور ان سقوں کو لے کر وہاں گیا ان کو بھی وہی صورت پیش آئی اور وہاں سے پلٹ آئے حضرتؐ نے ان کو بھی فرمایا کہ اگر جس طرح میں نے تم کو کہا تھا چلے

---

(۱) خصف النعل خصفا سیا جوتے کو سینا خاصف سینے والا نعل جوتا ۱۲۔

جاتے تو کوئی گزند تم کو نہ تھا۔ اس دوران رات ہوگئی اور پیاس اصحاب کی بڑھتی جاتی تھی۔ پس حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ کو بلایا اور کہا ان سقوں کو لے جاؤ اور اس کنوئیں سے پانی لے آؤ۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ ہم مشکیں کندھوں پر اور تلواریں ہاتھوں میں لیے باہر آئے امیر المومنینؑ علیؑ ہمارے آگے آگے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے حتیٰ کہ اس مقام پر پہنچے جہاں کہ وہ آوازیں اور حرکتیں پیدا ہوئیں اور دہشت ہم پر چھا گئی میں دل میں کہتا تھا کہ علیؑ بھی دیگر افراد کی طرح لوٹ آئیں گے مگر انھوں نے ہماری طرف نگاہ کر کے کہا کہ میرے قدم بہ قدم چلے آؤ اور ذرا نہ ڈرو کہ ان چیزوں سے کوئی نقصان تم کو نہ پہنچے گا درختوں کے درمیان پہنچے تو بہت سی آگ بغیر لکڑی ایندھن کے وہاں جلتی معلوم ہوئی۔ اور کٹے ہوئے سر نظر پڑے کہ ہولناک آوازیں ان سے نکلتی تھیں۔ امیر المومنینؑ علیؑ ان سروں پر پاؤں رکھتے تھے کہ میرے پیچھے چلے آؤ چپ وراست کو نہ دیکھو اصلاً خوف نہیں ہم بھی ان کے پیچھے چلے جاتے تھے تاانیکہ اس کنویں پر پہنچے ایک ڈول ہمارے پاس تھا براء ابن مالکؓ نے کنویں میں ڈالا ایک دو مرتبہ کھینچنے پایا تھا کہ رسی ٹوٹ کر ڈول اندر جا پڑا اور کنویں کے اندر سے ہنسی اور قہقہہ کی آوازیں آنے لگیں امیر المومنینؑ نے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جا کر لشکر سے ڈول لے آئے اصحاب نے کہا کس کو طاقت ہے کہ ان درختوں سے گزرے امیر المومنینؑ نے مصری لنگی کمر پر باندھی اور کنویں میں اترے قہقہہ کی آوازیں جو آرہی تھیں اور زیادہ ہوگئیں جب کنویں کے درمیان پہنچے پاؤں پھسلا اور گرے بہت شوروغل ہوا اور ایک آواز آئی جیسے کوئی گلا دباتا ہو اور خناق کی کیفیت طاری ہو۔ ناگاہ امیر المومنینؑ کی آواز سنی کہ **اللہ اکبر اللہ اکبر انا عبداللہ و اخو رسول اللہ** خدائے تعالیٰ بزرگ ہے اور میں بندۂ خدا و برادرِ رسولؐ اللہ ہوں پھر مشکیں طلب کیں اور سب کو پانی سے پر کیا اور ایک ایک کو باہر لائے پس آنحضرتؐ نے دو مشکیں اٹھائیں اور ہم سب نے ایک ایک جب ان درختوں میں پہنچے تو جو کچھ پہلے دیکھا اور سنا تھا کچھ واقع نہ ہوا۔ ابھی درختوں سے نکلنے نہ پائے تھے کہ ایک خوف ناک آواز آئی ایک ہاتف غیب نے نعتِ رسول اللہ و منقبتِ امیر المومنینؑ پڑھنی شروع کی۔ رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے تو حضرت امیرؑ نے تمام قصہ آنحضرتؐ کے خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا وہ ہاتف عبداللہ جن تھا۔ جس نے شیطان بتان مشعر کو کوہِ صفا پر قتل کیا۔ **مترجم کہتا ہے** کہ جناب امیر علیہ السلام کا قوم جنات پر جہاد کرنا مشہورات سے ہے اور اس مختصر میں بھی چند مقام پر اس کا ذکر آیا ہے از انجملہ ایک یہی قصۂ بیر العلم ہے جس کو ملا عبدالرحمٰن جامی جیسے مستند و معتبر شخص نے اور نیز مناقب میں فتوحاتِ القدس سے نقل کیا ہے کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا نے صحرا کا ارادہ کیا مجھ سے فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب آئیں تو ان سے کہو کہ ایک مشک پانی کی بھر کر درمیان دو پہاڑوں کے میرے پاس لے آئیں امیر المومنینؑ تشریف لائے تو میں نے یہ

پیغام پیغمبرؐ کا ان کو پہنچایا آپ نے مشک کو چک پانی سے بھری اور ذوالفقار ہاتھ میں لی اور روانہ ہوئے آگے امیر المومنینؑ
راویٔ حدیث فرماتے ہیں کہ میں درمیان دو کوہ پہنچا تو ایک بوڑھے سے کہ بکریاں چرا رہا تھا پوچھا کہ رسول اللہ کدھر سے
تشریف لے گئے ہیں اس نے کہا میں رسولؐ اور اللہ کو نہیں جانتا مجھے یہ سن کر غصہ آیا اور ایک پتھر اٹھا کر زور سے اس کے
سر میں مارا کہ پھٹ گیا۔ بوڑھے نے پتھر کھا کر فریاد کی نتیجے میں اس فریاد کے تمام صحرا سوار و پیادوں سے بھر گیا اور سب
مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ میں نے تلوار کھینچ لی اور بید ہڑک ان میں گھس گیا اور داہنے بائیں تلواریں مارتا تھا تا اینکہ ان کو
منتشر کیا آگے بڑھا تو ایک عورت سیاہ فام نظر آئی جس کی دونوں آنکھوں سے آگ کے شعلے اور ناک سے دھواں نکلتا
تھا اس نے مجھ کو دیکھ کر زمین پر ہاتھ مارا اور زمین اس جگہ کی شق ہوئی اور سات عفریتِ مست وہاں سے نکلے اور مجھ پر
حملہ کیا میں نے ایک کو ان میں سے تلوار سے دو ٹکڑے کیا۔ اس وقت عورت نے کمر پکڑ کر ایک آہ کی کہ کمر ٹوٹ گئی
میں نے دوسرے کو قتل کیا باقی بھاگے پس عورت میرے مقابل ہوئی اس کو بھی فضلِ خدا سے فی النار کیا۔ اس وقت ایک
غبار صحرا میں چھا گیا اور تاریکی ہوگئی میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا رفتہ رفتہ وہ سیاہی دفع ہوئی تو میں نے مشکِ آب رسولؐ
اللہ کی خدمت میں حاضر کی آپ پیاسے تھے پانی پیا اور میری دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر پوچھا یا اخی تم کو اتنی دیر
کہاں ہوئی میں نے تمام قصہ اس بوڑھے گڈریے کا بیان کیا فرمایا وہ ابلیس ملعون تھا کہ اپنے خیل وحشم کو جمع کیا اور زنِ
سیاہ فام یغوث بت تھا کہ اہلِ جاہلیت اس کی پرستش کرتے تھے اے علیؑ تمھارے اس کو قتل کرنے سے ملائکہ آسمان تعجب
میں رہے اور اہلِ بہشت نے شکرانہ ادا کیا کہ یہ عورت ولی خدا کے ہاتھ سے ماری گئی بہشت فخر کرتا ہے کہ میں علیؑ ابن
ابی طالب شیرِ خدا کا مسکن ہوں۔ پس حضرت رسولِؐ خدا نے دستِ مبارک دوشِ اطہر امیر المومنینؑ پر مار کر کہا اے علیؑ اگر
مجھ کو خوف نہ ہوتا کہ میری امت مثل امتِ عیسیٰ کے تمھارے حق میں زیادتی کرے گی تو میں وہ باتیں تمھارے لیے کہتا کہ
خاکِ راہ تمھاری اٹھاتے اور توتیائے چشم بناتے۔ منافقوں نے یہ حدیث سنی تو کہا کہ جس قدر فضائل اپنے ابنِ عم کے
ہمیشہ کہتے ہیں وہ کافی نہ تھے کہ اب ان کو عیسیٰ سے تشبیہ دیتے ہیں پس حق تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیہ شریفہ نازل
کی **وَلَمَّا ضُرِبَ بْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصُدُّوْنَ** یعنے جب کہ پسرِ مریم کی مثال لائی گئی تو اس
وقت تیری قوم اس سے انکار کرتی ہے۔ **شیخ مفید علیہ الرحمہ** اس قسم کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد ارشاد میں فرماتے
ہیں کہ یہ اخبار سنی و شیعہ نے برابر نقل کیے ہیں کسی کو ان سے انکار نہیں عناد رکھنے والے ہی امیر المومنینؑ کے جنوں سے
ملاقات کرنے اور ان کا شر مسلمانوں اور رسولؐ اللہ سے دفع کرنے کو بعید جانتے ہیں اور شیعوں کی بنائی ہوئی باتیں کہہ کر
ان پر مضحکہ کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ یہی اعتراض بعینہ زندیق و دشمنانِ اسلام، قرآن و حدیث پر کر سکتے

ہیں۔ جن میں جنوں کے موجود ہونے اور رسولؐ اللہ پر ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے چنانچہ یہ قصہ سورہ جن میں موجود ہے اور عبداللہ بن مسعود صحابی سے صحیح وثابت ہے کہ انہوں نے لیلۃ الجن میں جنات کو زطون (۱) کی شکل میں دیکھا پس ایسے ہی اعتراض کفار سورۂ جن اور حدیثِ ابن مسعود پر بلکہ دیگر معجزات وخوارق عاداتِ رسولؐ خدا پر مثل چاند کے دوٹکڑے کرنے اور انگشتان مبارک سے پانی جاری ہونے اور سنگریزوں کے آنحضرتؐ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے وغیرہ وغیرہ پر کرسکتے ہیں پس دشمنانِ امیر المومنینؑ کہ آنحضرتؐ کی اس فضیلت کا انکار کرتے ہیں درحقیقت اسلام کی بنیاد کھوکھلی کرتے ہیں گویا آنحضرتؐ کی مخالفت کے پردے میں ان کو اسلام کی دشمنی منظور ہے کہ ملحدین اور دہریوں کو اس پر اعتراض کی راہ بتاتے ہیں۔ حضرت رسولؐ خدا صلح حدیبیہ سے واپس آکر کوئی بیس روز ہی مدینہ میں ٹھہرے ہوں گے کہ شروع محرم ۶ھ میں آپ کو خیبر پر چڑھائی کرنی پڑی۔ **غزوۂ خیبر**: یہ لڑائی یہودیوں کے ساتھ تھی۔ اس کو غزوۂ بنی نضیر وبنی قریظہ کا نتیجہ وثمر سمجھنا چاہیے۔ مقامِ خیبر مسکنِ یہود مدینہ سے چار منزل کے فاصلہ پر تھا۔ اس میں سات قلعے محکم واستوار موسوم بہ ناعم (۱)، قموص (۲)، کتیبہ (۳)، شق (۴)، لظاط (۵)، نطیح (۶)۔ سلالم (۷) دس ہزار مردان کارزار واسباب وسامان بے شمار سے بھرے ہوئے تھے۔ علاوہ برایں بنی غطفان اہلِ خیبر کے ہم عہد وسوگند، ان سے دو فرسخ یعنی چھ کوس کے فاصلہ پر رہتے تھے۔ ان میں بھی چار ہزار مرد جنگ جو سے کم نہ ہوں گے۔ حضرت رسولِ خدا کل چودہ سو آدمیوں کے ساتھ اس انبوہ کثیر کے مقابلے کو چلے۔ مدینہ کے یہود مسلمانوں پر طنز کرتے تھے کہ محمدؐ نے خیبر کو بھی بنی نضیر وقریظہ سمجھا ہے وہاں جا کر دیکھیں گے کہ فتح خیبر کوئی آسان کام نہیں عبداللہ بن اُبی، منافق نے یہودیوں کو کہلا بھیجا کہ تمھارے پاس سپاہ واسباب وافر ہے خوب جی کھول کر لڑو محمد ہرگز تمھارے جوڑ کے نہیں۔ یہودی پہلے ہی سے اپنے سازوسامان پر نازاں تھے اس پیغام سے اور بھی پھول گئے اور انھوں نے قاصد بھیج کر غطفائیوں کو بھی اپنی مدد پر طلب کیا۔ مگر حق تعالیٰ کو اسلام کا بول بالا کرنا منظور تھا اور یہ فتح اس جل شانہ نے روز ازل سے حضرتؑ امیر خیبر گیر کے نام پر لکھ دی تھی۔ ان کا مال ورجال کچھ بھی کام نہ آئے اور جو خدا نے چاہا ہو کر رہا۔ چنانچہ روایت ہے کہ علمِ لشکر اس روز بھی حسبِ دستور امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت رسولِ خدا کو بہت خیال اس بات کا تھا کہ کسی طرح ایسی راہ سے جائیں کہ بنی غطفان اور خیبر کے بیچ میں حائل ہوں اور ان کو باہم ملنے نہ دیں لیکن بنی غطفان اپنے منزل ومکان سے نکلے تو ان کو پیچھے سے ایک آہٹ محسوس ہوئی گمان کیا کہ مسلمان ان کے گھروں کو تاخت وتاراج کرنے آئے ہیں

---

(۱) زط کالے رنگ کا آدمی زنجیار وغیرہ کا رہنے والا چوں کہ جن سیاہ بھوتوں کی شکل میں نظر آتے تھے اس لئے ان سے تشبیہ دی گئی اور قاموس میں ہے کہ لفظ زط معرب ومبدل جت یا جات کا ہے کہ ہندوستان کی ایک قوم کا نام ہے ۱۲ منہ۔

پس وہ ویسے ہی الٹے پھر گئے۔ بروایتے منادی غیب نے ان کے درمیان آواز دی کہ اے بنی غطفان اپنے مسکن کو واپس جاؤ بہ تحقیق کہ غنیم تمھارے اہل وعیال پر چڑھ آیا ہے وہاں جا کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا جانا کہ یہ آواز خدا کی طرف سے تھی ادھر رسولؐ خدا قریب پہنچ کر ایک مقام پر درمیان درختانِ خرما اتر کر خیمہ زن ہوئے اگلے روز بوقت ظہر حضرتؐ کے منادی نے آواز دی۔ لوگ جمع ہوئے تو دیکھا کہ ایک مرد آپ کے پاس بیٹھا ہے فرمایا کہ میں اس درخت کے نیچے سورہا تھا کہ یہ آ کر میری تلوار میان سے لے کر میرے سرہانے کھڑا ہوا میں بیدار ہوا تو بولا اے محمدؐ اس وقت کون تم کو میرے ہاتھ سے نجات دے سکتا ہے میں نے کہا میرا خدا پس تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور اسی طرح خاموش بے حس وحرکت بیٹھا ہے غرض حضرتؐ نے اس کا قصور معاف کیا اور بیس روز تک یہودیوں کا محاصرہ کیے رہے اس عرصہ میں امیر المومنینؑ کو دردِ چشم شدید عارض ہوا۔ مسلمان قلعہ کے پاس جاتے اور سنگ وتیر سے ان کے ساتھ جنگ کرتے یہودی اندر سے جواب دیتے۔ **معجزہ حضرت رسالت پناہ بروز خیبر:** روایت ہے کہ سب سے محکم ومضبوط قلعہ ان کا قموص تھا۔ اس کے گرد ایک خندق کھودی ہوئی تھی۔ مرحب یہودی کہ شجاعت وجواں مردی میں رستمِ وقت شمار ہوتا تھا۔ اور کثرتِ طاقت وثروت کی وجہ سے یہودیوں کا سردار گنا جاتا تھا ہر روز مع فوج قلعہ قموص سے باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا حضرت رسولؐ خدا بوجہ دردِ سران دنوں بنفسِ نفیس معرکۂ جہاد میں حاضر نہ ہوتے ایک سردار کو مہاجر وانصار سے فوج وعلم دے کر اس کے مقابلے کو بھیجتے چنانچہ پہلے دن سعد بن عبادہ انصاریؓ کو بھیجا سعد نے میدان میں جا کر خوب دادِ دلاوری دی تا اینکہ زخمی ہوئے مگر قلعہ فتح نہ کر سکے ناچار واپس آئے دوسرے روز حضرت ابوبکر گئے ناکام پھرے تیسرے دن عمرؓ خطاب آگے بڑھے لیکن تابِ مقابلہ نہ لا کر خائف وترساں روگرداں ہوئے۔ بروایت دیگر اول روز عمرؓ پھر ابوبکرؓ تیسرے روز پھر عمرؓ تشریف لے گئے مگر کوئی کار نہ کر سکے۔ ابن ابی الحدید کہ علما معتزلہ اہلِ سنت سے ہے چند اشعار میں اس واقع کا ذکر کرتا ہے۔ دو شعر ان سے یہ ہیں ۔

وَاِنَّ اَنسَ لَا انسَ الَّذِینَ تَقدَّما
وَفَرَّهُمَا وَالفَرَّقَدْ عَلِمَا حُوبٌ
وَلِلرَّایَتُ العُظمَیٰ وَقَدْ ذَهَبَا هَا
مَلَابِسُ ذلٍ فَوْقَهَا وَجَلَا بِیبُ

کہتا ہے کہ، اگر میں تمام باتیں بھلا دوں تو ان دو شخصوں کے بھاگنے کو تو نہ بھولوں گا جنھوں نے سبقت کی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ جہاد سے بھاگنا گناہِ کبیرہ ہے۔ **الحاصل** تیسرے روز جب کہ حضرت عمرؓ خطاب میدان جنگ سے واپس

آئے تو حضرت رسالت پناہ نے بآواز بلند فرمایا۔ **لا عطین الرّایته غداً رجلا کرارا غیر فرار یحب اللّٰہ ورسوله ویحب اللّٰہ ورسوله یفتح اللّٰہ علیٰ یدیه** ۔ یعنی کل میں علم لشکر اس مرد کو دوں گا کہ لڑنے والا ہے بھاگنے والا نہیں خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں حق تعالیٰ اس لڑائی کو اس کے ہاتھ پر فتح کرے گا۔ یہ حدیث جہاں تک دیکھا جاتا ہے کتبِ اہلِ سنت میں متواترات سے ہے تمام محدثوں اور جملہ مورخوں نے اس کو نقل و روایت کیا ہے ہاں بعض متعصبوں نے فقراتِ حدیث میں کاٹ چھانٹ کی ہے، سووہ جانیں، ہمارے نزدیک تو مفت کا وبال گردن پر لیا ہے۔ امیر المومنینؑ کا خدا اور رسولؐ کو اور خدا اور رسول کا ان کو دوست رکھنا اس کو انھوں نے بالاتفاق روایت کیا ہے اور کیوں کر نہ کرتے ایسی باتیں روایت نہ کرتے تو حجتِ خدا کیوں کر تمام ہوتی **وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ** القصہ حدیثِ مذکور زبانِ مبارک حضرتؐ رسالت سے سن کر ہر ایک کو اس کی آرزو ہوئی کہ علم لشکر مجھ کو ملے۔ چونکہ امیر المومنینؑ بوجہ آشوبِ چشم جہاد پر جانے کے قابل نہ تھے اس لیے بہت سوں کو امید کرنے کا موقع ملا بریدہ بن الحصیب کہتا ہے جو کوئی آنحضرتؐ سے ادنیٰ تقرب رکھتا تھا وہ بھی اس رات امیدوار تھا کہ علم مجھ کو ملے اور فتح میرے ہاتھ پر ہو۔ حضرت عمرؓ باوجودیکہ اپنے تئیں جانتے اور دوبار آزما چکے تھے مگر وہ بھی اس تمنا سے خالی نہ تھے چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو آرزوئے امارت نہیں ہوئی اِلّا اس رات امیر المومنینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو کہا **اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا معطِیَ لِمَا مَنَعْتَ** خداوندا جو چیز تو دینا چاہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو منع کرے کوئی اس کے دینے پر قادر نہیں۔ غرض صبح ہوئی تو آفتابِ نبوت نے افقِ خیمہ سے طلوع کیا اور علمِ سفید سامنے درِ خیمہ کے نصب ہوا۔ اس وقت ہر ایک اپنے آپ کو دکھلاتا اور آنحضرتؐ کی نظر میں لاتا تھا تاکہ آپ اس کی طرف التفات کریں۔ سعد وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں چند بار آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھا اور پھر اٹھا، تاکہ علم لشکر مجھ کو ملے۔ مگر حضرتؐ نے فرمایا علیؑ ابن ابی طالب کہاں ہے۔ صدائیں چار طرف سے بلند ہوئیں کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ اور شدتِ درد سے اپنی پشت پا تک نظر نہیں کر سکتے۔ فرمایا ان کو یہاں لاؤ حسب الحکم لوگ ہاتھ پکڑ کر سامنے لائے رسولِ خدا نے پوچھا یا علیؑ کیا حال ہے عرض کی یا رسولؐ اللہ آنکھیں نہیں کھلتی ہیں اور سر میں درد شدید ہے۔ آپ نے بکمالِ شفقتِ بزرگانہ سر مبارک امیر المومنینؑ کو اپنے زانو پر رکھا اور آبِ دہن اپنا ان کی آنکھوں پر ملا فی الفور آنکھیں کھل گئیں بلکہ پہلے سے زیادہ روشن ہو گئیں اور دردِ سر جاتا رہا پس حضرتؐ نے فرمایا۔ **اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ** بارالہا ضررِ سرما و گرما سے علیؑ کو نگاہ رکھ۔ مدارج النبوۃ میں ہے چونکہ غزوہ خیبر سخت گرمی کے موسم میں تھا اس لیے حدتِ حرارت سے بچنے کے لیے دعا کی بہرکیف اس کے بعد برکتِ دعا خاتم المرسلین

شیرِ خدا نے سردی و گرمی سے کبھی ایذا نہ پائی سخت سے سخت گرمی میں جامہ پنبہ دار پہن لیتے اور پروانہ کرتے کڑکتے جاڑے میں باریک کپڑے زیب تن فرماتے اور خبر تک نہ ہوتی۔ نیز لکھا ہے کہ بعدازاں مدت العمر آنحضرت کو دردِ سرو دردِ چشم عارض نہ ہوا۔ **القصہ** علمِ لشکر حضرت فاتح خیبر کو عنایت ہو کر اذنِ جہاد ملا۔ **محمدؒ ابن شہر آشوبؒ** نے کتابِ مناقب میں روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے اس روز اپنا ملبوس امیر المومنینؑ کو مرحمت کیا اور عمامۂ مبارک ان کے سر پر باندھا اور اپنے خچر پر سوار کر کے کہا یا علیؑ جاؤ جبرئیل تمھارے داہنے، میکائیل بائیں، عزرائیل آگے اور اسرافیل پیچھے چلیں گے اور میری دعا تمھارے ساتھ ساتھ ہوگی اور نیز فرمایا اے علیؑ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایلیا نام ایک شخص ان کو ہلاک کرے گا۔ پس تم اپنا نام علیؑ ان کو بتلانا کہ علیؑ و ایلیا ایک ہی لفظ ہے۔ اس کو سن کر انشاء اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا ہوں گے۔ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ **عَلٰی مَاذَا اُقَاتِلُ** کہ کس بات پر ان سے جنگ کروں فرمایا جنگ کر جب تک کہ شہادتِ دین وحدانیتِ خدا اور میری رسالت کی۔ جب یہ شہادت دیں تو ان کا خون و مال ہم پر حرام ہے۔ بروایتے فرمایا یا علیؑ پہلے ان پر اسلام کو عرض کر و قسم بخدا کہ اگر ایک نفس بھی تیرے ہاتھ پر ہدایت پائے تو بہتر ہے شترانِ سرخ سے کہ راہِ خدا میں ان کو خیرات کرے۔ **الغرض** امیر المومنینؑ علم لے کر روانہ ہوئے تا اینکہ زیرِ قلعہ قموص جا کر ایک بلند جگہ پر اس کو نصب کیا۔ معارج النبوۃ وغیرہ میں ہے کہ اس وقت ایک عالم نے علماء یہود سے بالائے قلعہ سے پکار کر کہا کہ تو کون ہے حضرتؑ نے فرمایا۔

اَنَا عَلِیٌّ وَابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبُ
مُهَذَّبٌ ذُوسَطْوَةٍ وَ ذُوغَضَبٍ

قتلِ حارث: یعنی میں علیؑ پسر عبد المطلب کا تہذیب یافتہ صاحبِ قہر وغضب ہوں یہودی نے نام علیؑ سنا تو چلایا **غَلَبْتُمْ وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُوسٰی۔** مغلوب ہوئے تم قسم ہے توریت کی جو موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور رعب آنحضرت کا یہودیوں پر چھا گیا۔ پس اول جس نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا وہ حارث برادرِ مرحب تھا فوجِ یہود کے ساتھ قلعہ سے نکل کر لشکرِ اسلام پر حملہ آور ہوا۔ اس حملہ میں مسلمانوں سے دو مرد شہید ہوئے امیر المومنینؑ یہ دیکھ کر مثلِ شہباز اس کافر کے سر پر آئے۔ **جنگِ مرحب:** اور یک ذوالفقار کھیرے ککڑی کی طرح اس کو دو ٹکڑے کیا مرحب بھائی کے مارے جانے پر شیرِ غضب ناک کی طرح قلعہ سے نکلا یہ مرحب قومِ یہود میں بے مثل دیکھائی دیتا تھا اس وقت دو زرہ بدن میں اور دو عمامے سر پر رکھتا تھا کہ ان کے اوپر خود اور خود پر ایک سنگِ کلاں سوراخ کر کے رکھا تھا صرف بھالا اس کے نیزے کا تین من وزن کا بیان کیا گیا ہے۔ غرض مرحب حیدر کرار کو دیکھ کر جوش وخروش کرنے اور یہ رجز پڑھنے لگا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اِنِّي مَرْحَبُ
شَاكِيَ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

یعنی یہودانِ خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں سلاح سے غرقِ آہن و پہلوانِ جنگ آزمودہ ہوں۔ امیر المومنینؑ نے اس کے جواب میں ایک رجز پڑھا اول شعر اس کا یہ ہے۔

اَنَا الَّذِيْ سَمَّيَتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ
ضُرْغَامِ اٰجَامٍ وَلَيْثٌ قَسْوَرَهْ

یعنی میں ہوں وہ شخص کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے، شیر آجام یعنی بنوں کا رہنے والا، اور شیر ببر ہوں۔ لکھا ہے کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شیر اس کو ہلاک کرتا ہے امیر المومنینؑ نے رجز میں اپنا نام، با عجاز، حیدر یعنی شیر بتلایا تو اس کو اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہوئی۔ بروایت شیخ ابو جعفر طوسیؒ اس کی ایک دایہ کاہنہ تھی کہ بوجہ جسامت و شجاعت کے مرحب کو بہت چاہتی تھی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ جس کے ساتھ چاہے جنگ کرنا کہ تو سب پر غالب آئے گا۔ الا جس کا نام حیدر ہو اس کے پاس نہ جانا کہ مارا جائے گا۔ اس وقت، نام حیدر کا امیر المومنینؑ سے سنا تو بہت گھبرایا اور بے تحاشا بھاگا راہ میں شیطان بصورت ایک عالم یہود کے اس کو ملا پوچھا کہاں جاتا ہے مرحب نے قصہ دایہ کا اس کے روبرو بیان کیا شیطان نے کہا **قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَكَ** زشت ہو تیری رو، تو ایک عورت کے کہنے سے معرکہ جنگ سے روگرداں ہوتا ہے۔ حالانکہ عورات کی باتیں اکثر غلط و خطا ہوتی ہیں بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو دنیا میں حیدر نام بہت سے اشخاص ہیں کیا ضرور ہے کہ یہ وہی حیدر ہو جس کے ہاتھ پر تجھے قتل ہونا ہو لوٹ جا کہ میں مردانِ یہود کو تحریص جنگ کر کے تیرے پیچھے بھیجتا ہوں نتیجتاً مرحب اپنی قتل گاہ کو پھرا، اور آتے ہی چاہا کہ حضرتِ امیرؑ پر وار کرے مگر آپ نے پیش دستی کر کے ذوالفقار اس پر چلائی کہ سنگ و خود اور دستار کو، مع اس کے سر کے کاٹ کر زین تک پہنچی اور اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ **کتاب** مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ امیرِ خیبر گیر نے مرحب کو قتل کیا، تو جبرئیلؑ تعجب کنان ، حضرتِ رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے باعثِ استعجاب دریافت کیا تو انھوں نے کہا اے محمدؐ ملائکہ مقام ملکوت میں اس وقت **لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ**۔ کا تکرار کر رہے ہیں۔ میرے تعجب کا یہ باعث ہے کہ مجھ کو حکم تھا کہ قومِ لوط کو ہلاک کروں پس ان کے سات شہروں کو طبقۂ ہفتم زمین سے اکھاڑا اور اپنے بازوؤں پر اٹھایا اور اس قدر بلند کیا کہ اہل آسمان آوازِ مرغان وصدائے گریۂ اطفال سنتے تھے، صبح تک بازوؤں پر لیے منتظر حکمِ ربانی کھڑا رہا ان کی سنگینی مجھ کو محسوس نہ ہوئی۔ الا آج کہ علیؑ نے اللہ اکبر کہہ کر از روئے غضب ضربتِ

حیدری مرحب پر لگائی تو مجھ کو حکم ہوا کہ زیادتی طاقت آنحضرتؐ کو اپنے بازوؤں پر روکوں کہ مبادا گاؤ زمین تک اس کا صدمہ پہنچے اس ضربت کی سنگینی ان شہروں کی سنگینی سے اپنے پروں پر زیادہ پاتا ہوں۔ حالانکہ میکائیل و اسرافیل بحکمِ ربِ جلیل پیچھے سے آنحضرت کے بازو کو تھامے ہوئے تھے۔ روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ اس روز سات مرد بہادرانِ وشجاعانِ یہود سے امیر المومنینؑ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیے بقیۃ السیف قلعہ کی طرف بھاگے حضرت نے ان کا تعاقب کیا اس وقت ایک یہودی نے مڑ کر ایک ضربت آپ کے ہاتھ پر لگائی کہ سپر دستِ حق پرست سے گر گئی دوسرے نے جرأت کی ڈھال اٹھا کر بھاگا۔ حضرت کو غیظ آیا اور ان پر ایک حملہ حیدری کیا یہود قلعہ میں گھس گئے اور پل خندق سے اٹھا کر، دروازہ کہ آہنی تھا بند کر لیا حضرت بیک جست درِ قلعہ پر پہنچے اور بزورِ یداللّٰہی اس درِ آہنی کو اکھاڑ کر بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور جہاد کرتے تھے۔ حتیٰ کہ صدائے الامان یہود سے بلند ہوئی اس وقت آپ نے کواڑ کو اپنی پشت کی طرف پھینکا چالیس ہاتھ پر جا کر گرا، سات جوانوں نے مسلمانوں میں سے چاہا کہ اس کو حرکت دیں ذرا نہ ہلا سکے۔ چالیس آدمی مل کر اس کو پلٹنا چاہتے تھے قادر نہ ہوئے۔ بروایت روضۃ الصفا ستر اشخاص نے اٹھانا چاہا نہ اٹھا سکے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ اصحابِ رسولؐ سے ستر آدمی گئے اور اس در کو جگہ سے نہ ہلا سکے۔ **علیٰ ہذا** اس کے وزن میں بھی اختلاف کیا ہے۔ صاحبِ معارج النبوۃ آٹھ سو من پختہ کا لکھتے ہیں۔ روضۃ الصفا میں تین ہزار من تک کی روایت نقل کی ہے۔ **معارج النبوۃ** میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت امیر المومنینؑ نے درِ خیبر کو اکھاڑنے کے لیے جنبش دی تو تمام قلعہ میں زلزلہ پڑ گیا حتیٰ کہ صفیہ بنت حی اخطب کہ اپنے تخت پر بیٹھی تھی سرنگوں زمین پر گری اور اس کے منہ میں چوٹ آئی کہ نشان اس کا باقی رہا۔ **جابرؓ** انصاری کہتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے درِ خیبر کو ہاتھ میں لے کر خندق کا پل بنا دیا کہ مسلمان اس پر سے گزر کر داخلِ قلعہ ہوئے۔ ابو عبداللہ جدلی کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے مجھ سے نقل کیا کہ میں نے درِ خیبر کو اکھاڑ کر ہاتھ میں لیا اور یہودیوں سے جنگ کرتا تھا تا اینکہ بفضل خدا ان کو شکست دی پھر اس کو خندق کے اوپر مثل پل کے ہاتھ میں لیے رہا حتیٰ کہ مسلمان اس پر سے گزر گئے۔ پس اس کو دور پھینک دیا کسی نے کہا یا امیر المومنینؑ بڑا بھاری بوجھ آپ نے اٹھایا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ مجھ کو اس ڈھال سے کہ میرے ہاتھ میں تھی زیادہ بھاری معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور نیز حضرت فرماتے تھے کہ میں نے درِ خیبر کو اکھاڑ کر دور پھینکا تو یہ امر قوتِ بدنی اور حرکتِ غذائی سے نہ تھا بلکہ میں مؤید تھا ساتھ قوتِ ملکوتی اور نفسِ نورانی کے کہ نورِ پروردگار سے منور تھا اور میں رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے بمنزلہ ایک چراغ کے ہوں کہ دوسرے چراغ سے روشن کریں۔ بخدا اگر تمام عرب میرے مقابلے پر تل جائے تو ذرا منہ نہ موڑوں اور موقع ملے تو تمام منافقوں کی گردنیں کاٹ ڈالوں بہ تحقیق کہ جو شخص مرنے سے نہیں ڈرتا

اور ہمیشہ آرزوئے مرگ میں رہتا ہے وہ لڑائی سے کیوں کر بھاگے گا۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ بعد نقلِ قصہ حیات القلوب کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کا لڑائی سے فرار کرنا اور حضرت رسولؐ خدا کا اس کے بعد یہ فرمانا کہ میں علم اس شخص کو دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھے اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھیں۔ متواترات سے ہے بخاری ومسلم وغیرہ محدثینِ اہلِ سنت نے اس کو اپنی اپنی کتابوں سے روایت کیا ہے اور نیز اکثر مناقب ومفاخر آنحضرتؐ کے کہ یہاں نقل ہوئے۔ ان کی معتبرہ کتب میں مذکور ہیں پس جس کو تھوڑی سی تمیز بھی ہو تو اس کے نزدیک یہی ایک واقعہ آنحضرت کے استحقاقِ خلافت کے لیے کافی ہے اس لیے کہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ جب حضرتؐ ان کے بھاگنے کے بعد فرمائیں کہ کل مین علم اس شخص کو دوں گا جس میں یہ صفات ہوں گے تو اس سے ظاہر ہے کہ مراد آنحضرتؐ کی یہ ہے کہ فرار ہونے والے ان صفات سے عاری ہیں پس جو شخص کہ خدا اور رسولؐ کو دوست نہ رکھے اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست نہ رکھیں تو وہ کیوں کر خلیفہ خدا و پیشوائے دین ودنیا ہو سکتا ہے۔ **القصہ** اہلِ قموص ودیگر اہلِ خیبر نے یہ امرِ غریب حضرت مظہر العجائب والغرائب سے مشاہدہ کیا تو باالحاح وزاری طالبِ امان ہوئے شاہِ ولایتؑ پناہ نے باجازتِ حضرتِ رسالت ان کو امان دی بدیں شرط کہ کوئی شخص بجز اسپ وقچی اپنے ساتھ دوسری چیز نہ لے جائے باقی تمام مال واسباب جملہ سلاح مسلمانوں کے لیے ہے اور فرمایا زنہار کہ کوئی شے اپنے پاس پوشیدہ نہ رکھیں کہ اگر بعد کو ظاہر ہوگی تو مالِ مسروق تصور ہو کر امان باطل ہو جائے گی اس فتح سے غنیمتِ عظیم مسلمانوں کے ہاتھ آئی کہ اس سے پہلے کبھی ہاتھ نہ آئی تھی صاحبِ مدارج کہتے ہیں کہ سوزرہ چار سو تلواریں ہزار نیزے پانچ سو کمانیں صرف قلعہ قموص سے کہ کنانہ ابن ابی الحقیق اس کا سردار تھا ملے دیگر مال واسباب کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے پھر باقی قلعوں کے غنائم کو دیکھنا چاہیے۔ حضرت رسولؐ خدا کو فتح خیبر کی خبر پہنچی تو خوشی خوشی خیمہ سے نکل کر متوجہ قلعہ ہوئے امیر المومنینؑ نے بیرونِ در تک آپ کا استقبال کیا نزدیک پہنچے تو حضرتؐ نے آغوشِ شفقت میں لیا اور پیشانی نورانی آنحضرت پر بوسے دیے پھر فرمایا **قَدْ بَلَغَنِیْ بِنَاءُ لَكَ الْمَشْكُوْرُ وَصَنِیْعِكَ الْذَكُوْرُ قَدْرَضِیَ اللّٰهُ عَنْكَ وَرَضِیْتُ اَنَا عَنْكَ** یعنی میں نے تیری سعی مشکور اور شجاعتِ مشہور کا حال سنا بہ تحقیق کہ اے علیؑ خدا تجھ سے خوشنود، اور میں راضی ہوں امیر المومنینؑ نے یہ کلمات زبان حقائق ترجمان آنحضرتؐ سے سنے تو رقت آپ پر طاری ہوئی رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا یا علیؑ تیرے اس وقت رونے کا کیا باعث ہے، عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ گریۂ شادی ہے کیوں کر شاد نہ ہوں میں، جب کہ آپ مجھ سے رضامند ہوں، رسولؐ خدا نے مکرر فرمایا یا علیؑ نہ تنہا میں تجھ سے راضی ہوں بلکہ حق تعالیٰ وجبرئیل ومیکائیل ودیگر ملائکہ جلیل تجھ سے راضی ہیں۔ لیکن بس ہے تیرے لیے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے اِلّا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں یا علیؑ تو میرے فرضوں کو ادا کرے گا اور میری

سنت پر جنگ کرے گا۔ آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک ہوگا اور فردائے قیامت میں میرا خلیفہ ہوگا، حوضِ کوثر پر اور تو ہی سب سے پیشتر کوثر پر وارد ہوگا، اور تمام امت سے پہلے بہشت میں جائے گا۔ تیرے شیعہ بہشت میں منبر ہائے نور پر چمکتے ہوں گے۔ **حقیر مترجم** کہتا ہے کہ اس حدیث کا جس کو سوائے اخطب خوارزم موفق بن احمد مکی کے دیگر مشاہیر علمائے اہلِ جماعت واحدی و نیشاپوری وغیرہ نے روایت کیا ہے ایک شمہ بھی متضمن بر فضائلِ عالیہ امیر المومنینؑ موجود ہے جس کو ہم نے بنظرِ اختصار اس مقام پر نقل نہیں کیا۔ لیکن امام احمد بن حنبل نے مقدار مذکورہ بالا میں بھی قطع برید کی ہے انھوں نے جس قدر اپنی مسند میں روایت کی ہے وہ یہ ہے **والذی نفسی بیده لولا ان یقول طوائف من امتی فیك ما قالت النصاریٰ فی ابن مریم لقلت الیوم فیك مقالة لا تمر بملاء من المسلمین الا اخذ التراب من تحت قدمیك للبرکت** مگر طالبِ حق کے لیے جو کچھ امام صاحب لکھ گئے ہیں وہ بھی کافی ووافی ہے۔ **کہتے ہیں** کہ کنانہ بن ابی الحقیق رئیس خیبر کو جڑاؤ سنہری زیورات اپنے باپ سے میراث میں پہنچے تھے جو ایک بکری کی کھال میں سماتے تھے بعد ازاں بڑھتے بڑھتے پوست گاؤ کی مقدار کو پہنچ گئے اس پر بھی ترقی ہوئی تو جلدِ شتر میں رکھے جانے لگے۔ چوں کہ اہلِ مکہ گاہ گاہ شادی بیاہ کے موقعوں پر ان زیورات کو کنانہ سے کرایہ پر منگایا کرتے تھے۔ اس لیے حضرت رسولِؐ خدا ان سے واقف تھے خیبر فتح ہوا تو آپ نے اس زروجواہر کا حال دریافت کیا یہودی لگے حیلے حوالے بتانے اور ٹالنے حضرتؐ نے فرمایا اگر مجھ کو معلوم ہوا کہ تم نے یہ مال مجھ سے چھپایا ہے تو امان تم سے اٹھ جائے گی یہ قول وقرار ہو گیا آخر وحی آسمانی نے یہودیوں کا کید کھول دیا اور وہ مال بجنسہ ایک خرابے سے زمین میں گڑا ہو ملا۔ اب حسبِ قرارداد امان ان سے برطرف ہوئی۔ خود کنانہ ایک مسلمان کے قصاص میں مارا گیا اور اس کی بیوی صفیہ بنت حی اخطب مع دیگر زنانِ یہود بندی میں آئی صفیہ چوں کہ زنِ صاحب جمال سترہ سالہ امیر کی بیوی، امیر کی بیٹی تھی اور سلسلہ نسب اس کا حضرتِ ہارون نبی تک پہنچتا تھا اس لیے مسلمانوں کی یہ صلاح ہوئی کہ وہ حضرتؐ رسالت پناہ کے لیے مخصوص ہو پس صفیہ خاتون داخلِ زوجاتِ عالیات ہوئیں اور ان کا مہر ان کی آزادی قرار پایا یہ صفیہ وہی بی بی ہیں کہ امیر المومنینؑ کی بابِ خیبر کو جنبش دینے کے وقت دہشت کھا کر اوندھے منہ زمین پر گریں اور ان کے چہرے پر خراش آئی بروزِ زفاف حضرت رسولِؐ خدا نے اس خراش کا سبب ان سے پوچھا تو انھوں نے تمام قصہ تخت سے گرنے اور چوٹ کھانے کا آپ کے روبرو بیان کیا حضرتؐ نے سن کر فرمایا اے صفیہ علیؑ کا مرتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک عظیم ہے۔ جب انھوں نے درِ خیبر کو پکڑ کر ہلایا تو زمین اور آسمان عرش اعلیٰ تک ان کے غصہ سے لرز گئے۔ **القصہ** حضرتؐ نے یہودیوں کی دوبارہ جان بخشی کی نہ صرف جان بخشی بلکہ تمام باغ اور کھیت اس

ملک کے ان کو دے دیے کہ نصف محاصل اس کا حضرتؐ کو دیا کریں باقی نصف بونے جوتنے کی اجرت میں وہ کھالیں اس طرح غزوۂ خیبر کا خاتمہ ہوا۔ **فتح فدک:** فدک کا علاقہ گو آبادی میں خیبر کے برابر نہ تھا مگر حاصل خیزی میں اس سے کم تر نہ تھا، خیبر کی یہ صورت ہوئی تو اہل فدک خوف کھا کر خود طالبِ صلح ہوئے۔ امیر المومنینؑ بنفسِ نفیس وہاں تشریف لے گئے اور ان کو امان بخشی، چوں کہ فدک بغیر فوج کشی اور جنگ وجدل کے ہاتھ آیا تھا۔ اس لیے بموجب نصِ قرآن، رسولؐ اللہ کا خالص مال ہوا پس جبرئیلِ امین نازل ہوئے۔ اور آیہ شریفہ **وَاٰتِ ذَاالْقُرْبیٰ حَقَّهٗ** لائے حضرت رسولؐ خدا نے پوچھا یا اخی جبرئیل میرے ذوالقربیٰ یعنے قرابت دار کون ہیں اور حق ان کا کیا ہے کہا کہ ذوالقربیٰ فاطمہ زہراؑ اور حق ان کا فدک ہے، وہ ان کو عطا کرو، بنا بریں حضرتؐ نے فدک فاطمہؑ کو مرحمت فرمایا۔ اور اس ضمن میں ایک وثیقہ لکھ دیا اس وقت سے وہ معصومہ فدک پر قابض ومتصرف تھیں حتیٰ کہ بعدِ وفاتِ حضرتِ رسالت پناہ خلیفۂ اول نے اس معصومہ سے واپس لے لیا، معارج النبوۃ میں کتاب مقصدِ اقصیٰ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فاطمہ کو فدک کا وثیقہ لکھ دیا تھا۔ فاطمہ اس کاغذ کو بعدِ رحلتِ رسولِؐ خدا ابوبکرؓ کے پاس لائیں اور کہا یہ کتبہ حضرتِ رسولؐ خدا کا ہے کہ میرے اور حسنین کے نام لکھا ہے یہ قصہ آگے اس کتاب میں اپنے مقام پر مفصل لکھا جائے گا۔ **آمدِ جنابِ جعفرِ طیّار برادرِ عالی وقار جنابِ حیدرِ کرارؑ از حبشہ اور اُن کی شہادت:** قبل از ہجرتِ مدینہ، چند اصحابِ حضرتِ رسالت مآب، قریش مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آ کر جعفر طیارؓ امیر المومنینؑ کے بڑے بھائی کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ اب کہ مدینہ منورہ ہجرت گاہِ خیرالانام قرار پایا اور اندھیر اکفر کا فروغِ اسلام کے سامنے دن بدن کافور ہونے لگا تو حضرت رسولِؐ خدا کو مہاجرینِ حبشہ کا فکر ہوا چنانچہ قبل روانگی غزوۂ خیبر ایک خط نجاشی بادشاہِ حبش کو لکھ کر اس کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اور اپنے اصحاب کو اس سے واپس مانگا نجاشی کو نامہ عنبر شمامہ حضرت کا ملا تو صدق دل سے ایمان لایا۔ اور اصحاب کو خلعت ہائے فاخرہ اور بہت سے تحائف دے کر روانۂ درگاہ کیا، یہ قافلہ فتح خیبر کے روز خدمتِ بابرکت میں پہنچا اپنے چچازاد بھائی جعفرِ طیارؓ کی آمد کی خبر سن کر حضرت رسولِؐ خدا شاد ہو گئے اور جوشِ سرور میں فرمایا۔ **لَا اَدْرِیْ بِاَ بِهِمَا اَسَرُّ بِفَتْحِ خَيْبَرَ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ** میں نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں کس سے زیادہ خوش ہوں خیبر کے فتح ہونے سے یا جعفرؓ کے آنے سے اور چند قدم آگے بڑھ کر جعفرؓ کا استقبال کیا اور ان کو گلے لگایا پھر تمام مہاجرینِ حبشہ کو خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ دیا اور جعفرِ طیارؓ کو اس کے علاوہ نمازِ تسبیحات تعلیم فرمائی کہ دنیوی انعام واکرام سے کہیں زیادہ تھی۔ یہ نماز شیعوں میں رائج ومسلمہ ہے۔ اور کتبِ شیعہ میں مذکور ومشہور، غرض جعفرؓ مدینہ میں حاضرِ خدمتِ رسولؐ اللہ تھے تا اینکہ اگلے سال جنگِ موتہ میں امیرِ لشکر ہو کر گئے اور وہیں اس جناب نے شہادت پائی۔ **فضائلِ جعفرِ**

طیار برادر امیر المومنینؑ: بروایت صاحب استیعاب عمر جعفرؓ کی اکتالیس سال کی ہوئی۔ ابن ابی الحدید نے امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا ﷺ نے فرمایا کہ آدمی مختلف شجروں سے پیدا ہوئے ہیں الاّ میں اور جعفرؓ کہ ہماری خلقت شجرۂ واحد سے ہے اور جعفرؓ کی طرف دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ **اَنْتَ اَشْبَهُ النَّاسِ بِخَلْقِيْ وَ خُلُقِيْ** کہ اے جعفرؓ تم از روئے خِلقت و خُلق سب سے زیادہ مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔ لکھا ہے کہ خبرِ شہادت جعفر طیارؓ مدینہ میں آئی تو حضرت رسولؐ خدا ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور عبداللہ و عون و محمدؑ پسرانِ جعفرؓ کو پاس بلا کر پیار کیا اور ان کی سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اسماء بنتِ عمیس زوجۂ جعفرؓ نے کہا، یارسولؐ اللہ آپ اس طرح ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں گویا یہ یتیم ہوگئے، فرمایا واقعی اے اسما میرے بھائی جعفرؓ نے وفات پائی۔ چوں کہ جہاد میں ان کے دونوں ہاتھ قطع ہوگئے تھے تو حق تعالیٰ نے ان کو پر، زمردِ سبز کے عنایت کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ **مروی ہے** کہ حق تعالیٰ نے وحی کی رسولؐ اللہ کی طرف کہ ہم کو چار خصلتیں جعفر رضی اللہ عنہ کی پسند ہیں حضرتؐ نے پوچھا اے اخی جعفرؓ وہ چار خصلتیں تم میں کیا کیا ہیں جو حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں عرض کی یارسولؐ اللہ ایک یہ کہ میں نے جاہلیت و اسلام میں کبھی شراب نہیں پی کیوں کہ جانتا تھا کہ وہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ دوسرے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لیے کہ مروت آدمی کی اس سے جاتی رہتی ہے۔ سوم کسی کی عورت کے ساتھ زنا نہیں کیا کہ مبادا کوئی میری عورت کے ساتھ اس کا ارادہ کرے۔ چوتھے بت پرستی نہیں کی کیوں کہ جانتا تھا کہ کوئی نفع و ضرر ان سے متصور نہیں۔ پس حضرت رسولؐ خدا نے دستِ مبارک اپنا ان کے شانے پر رکھ کر فرمایا سزاوار ہے کہ حق تعالیٰ تم کو دو پر عطا کرے کہ ان سے فرشتوں کے ساتھ پرواز کرو۔ **مولف کہتا ہے** کہ حدیث، جعفرؓ کے دو پر عطا ہونے کی، جن سے وہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں کتب سنی و شیعہ میں معروف و مشہور ہے اس میں حاجت طول کی نہیں چنانچہ اسی وجہ سے وہ جناب بلقبِ طیار و ذوالجناحین مشہور ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا جب پسر جعفرؓ کو سلام کرتے تو فرماتے **اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اِبْنَ ذِیْ الجناحین** ترجمہ (سلام ہو تجھ پر اے دو پروں والے کے بیٹے) امیر المومنینؑ علیہ السلام کا شعر ہے۔

وجعفره الذی یصبحی ویُمسٰی

یَطِیْرُ مَعَ المَلَا ئکة ابن امی

یعنی جعفر طیارؓ کہ صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں میرے بھائی ہیں۔ **جنگ ذات السلاسل:** غزوۂ خیبر سے لے کر فتح مکہ تک کوئی پونے دو سال کی مدت میں بہت سے چھوٹے چھوٹے غزوے و سریے واقع ہوئے۔ جن میں

حضرت امیر المومنینؑ امام الاشجعین کو قولاً وفعلاً بہت کچھ دخل تھا۔ مگر چوں کہ ہماری نظر اختصار پر ہے لہٰذا ان تمام سے یہاں صرف ایک سریہ ذات السلاسل نقل کرتے ہیں اور چوں کہ اکثر مورخینِ اہل تسنن نے اس جنگ کو پورا نقل نہیں کیا اور بزعم خود ایک فضیلت کو فضائل آنحضرتؐ سے کم کرنا چاہا ہے۔ اس لیے ضرور ہوا کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ قصہ لکھا جائے۔ **واضح** رہے کہ عمرو عاص جیسے لوگوں نے جب دیکھا کہ اسلام نہ صرف قریش میں پھیل رہا ہے بلکہ اس کا سکہ دن بدن تمام ملکِ عرب میں بیٹھتا چلا جاتا ہے ادھر نجاشی بادشاہِ حبش کو دیکھا کہ مسلمان ہوگیا تو ان کی کمرِ ہمت کہ بانی اسلام علیہ التحیہ والسلام کی مخالفت پر کسی تھی ٹوٹ گئی اب ان کو اپنا فائدہ اس میں دکھائی دیا کہ جس طرح ہو مدینہ چل کر مسلمانی اختیار کیجیے۔ ناگوار تو بہت تھا کہ کیا منہ لے کر جائیں مگر مرتا کیا نہ کرتا لاچار مدینہ کا ارادہ کر کے نکلے راہ میں خالد ولید بھی آ کر ان کے شامل ہو گئے۔ غرض دونوں نے بالاتفاق حضرت متمم مکارم اخلاق کی خدمت میں جا کر کلمہ پڑھ لیا **واقدی** کہتا ہے کہ عمرو نے کہا یا رسولؐ اللہ میں نے بناء اسلام کے گرانے میں بہت سی کوششیں کیں میں چاہتا ہوں کہ اس کی تائید میں بھی ویسے ہی آثار مجھ سے ظاہر ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہم تجھ کو انشاء اللہ تعالیٰ کسی مہم پر بھیجیں گے۔ انھیں دنوں حضرتؐ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ قبیلہ قضاعہ وغیرہ کے وادی الرمل میں جمع ہوئے ہیں کہ ناگاہ مدینہ پر شب خون ماریں۔ حضرتؐ نے عمرو عاص کو بلا کر کہا کہ اپنا ساز و سامان درست کر کہ ہم ایک لشکر کے ساتھ تجھے بھیجنے والے ہیں تاکہ مالِ غنیمت تیرے ہاتھ آئے۔ عمرو نے کہا یا رسولؐ اللہ میں مال کی خاطر تو مسلمان نہیں ہوا فرمایا کیا مضائقہ ہے مال اگر حلال طریقہ سے ہاتھ آئے تو کیا برا ہے۔ پس ایک علم سفید ترتیب دیا اور تین سو بقولے سات سو مرد کے ساتھ اس کو روانہ کیا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و ابو عبیدہؓ جراح وغیرہ بزرگانِ مہاجرین و انصار اس مہم میں اس کے ہم رکاب تھے۔ یہ روایت واقدی کی ہے۔ لیکن علما شیعہ نے اہل بیت علیہم السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرتؐ نے پہلے اس فوج کا سردار ابوبکرؓ کو کیا اور ان سے کہہ دیا کہ قبیلہ بنی سلیم پر جائیں مشرکوں نے پہاڑوں پر نگاہبان بٹھا رکھے تھے جوں ہی فوج کے آنے سے مطلع ہوئے تو اپنے گھروں میں کہ پہاڑوں میں درختوں کے درمیان مخفی تھے گھس گئے مسلمان درے میں داخل ہوئے تو بے خبر ان کے سر پر آ پڑے۔ چنانچہ بہت سوں نے ان میں سے شربتِ شہادت نوش کیا۔ مابقیوں کو حضرت ابوبکرؓ واپس لے آئے۔ ابوبکرؓ واپس آئے تو رسولِ خدا نے عمرؓ بن خطاب کو امیرِ لشکر کر کے اس طرف روانہ کیا مگر وہ بھی اسی معمولی راستہ سے گئے اور ویسے ہی نقصان اٹھا کر الٹے پھرے اس وقت عمرو عاص نے کہا یا رسولؐ اللہ مدارِ جنگ مکر و فریب پر ہے حضرتؐ مجھ کو اس مہم پر مقرر کریں شاید حیلہ کر کے کوئی کام نکال سکوں۔ غرض عمرو عاص مامور ہوا مگر وہ بھی راہِ متعارف مشہور سے گیا اور اس قومِ جنگ جو پر دستِ قدرت نہ پا سکا۔ بروایت سابق عمرو عاص وہاں پہنچا تو کسی کو وادی میں نہ پایا

کچھ مویشی اِدھر اُدھر چرتے دکھائی دیے ان کو اس کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور ذبح کر کے طعام طیار کیا۔ بس فقط یہی غنیمت اس غزوہ میں ہاتھ آئی مدینہ میں آئے تو لشکر نے رسولؐ اللہ سے امیر کی شکایت کی کہ اس نے ہم کو آگ روشن کرنے اور گرم ہونے سے روکا۔ اور نیز دشمن کے پیچھے نہ جانے دیا۔ عمرو نے کہا یا رسولؐ اللہ ہم آگ روشن کرتے تو وہ ہماری قلت سے واقف ہو کر ہم پر دلیر ہو جاتے اور جو تعاقب کرتے تو ممکن تھا کہ مددان کو ملے اور لوٹ کر ہم کو قتل کریں۔ بس یہی غنیمت ہے کہ ہم زندہ واپس آئے۔ یعنی جان بچی لاکھوں پائے۔ یہاں تک پہنچ کر عامہ (۱) مورخین خاموش ہو گئے ہیں کچھ نہیں بتاتے کہ آگے کیا ہوا۔ حضرت رسالت پناہ نے آیا اس مہم کو ناقص و ادھورا چھوڑ دیا یا کسی اور ذریعہ سے اس شریر قوم کی بیخ کنی کی تدبیر ہوئی لہٰذا ہم اپنے ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ اس کے بعد بھی وہی ہوا جو اس سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ اور جو ابھی عنقریب جنگ خیبر میں ہو چکا تھا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولِ خدا یہ کیفیت دیکھ کر بغایت ملول وحزیں ہوئے اور نفرین کی ان لوگوں کو جو اسلام کا نام ڈبوتے پھرتے تھے۔ بعد ازاں امیرِ خیبر گیر کو طلب کیا اور علمِ لشکر ان کو دے کر درگاہ باری میں عرض کی۔ پروردگارا میں اس شخص کو اس کام پر بھیجتا ہوں جو کرار غیر فرار ہے خداوندا حرمت اپنے نبی کو اس کے بارے میں رعایت کر اور اس کو دشمن پر یاوری و مددگاری بخش۔ روایت ہے کہ امیر المومنینؑ کے پاس ایک عصابہ یعنی سرپیچ تھا جب کسی اہم کام پر مامور ہوتے تو اس کو زیبِ سر فرماتے۔ پس حضرتؑ نے جناب فاطمہؑ سے وہ عصابہ طلب کیا۔ جناب معصومہ گھبرا گئیں کہ خیر ہے کہاں کا عزم کیا، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو رسولؐ اللہ نے وادی الرمل پر مقرر فرمایا ہے فاطمہؑ یہ سن کر رونے لگیں اتنے میں حضرت رسولِ خدا وہاں تشریف لائے اور کہا اے فاطمہؑ کیوں روتی ہو تمھارا شوہر اس سفر سے انشاء اللہ تعالیٰ صحیح و سالم واپس آئے گا کوئی گزند اسے نہ پہنچے گا۔ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ نہیں چاہتے کہ میں سعادتِ شہادت پر فائز ہوں۔ غرض حضرت روانہ ہوئے اور رسولِ خدا ﷺ نے مسجد احزاب تک آنحضرتؑ کی مشایعت فرمائی اس وقت حیدرِ کرار ایک اسپِ راہوار کمیت رنگ پر سوار تھے اور بردیمنی بدنِ اقدس میں اور نیزہ خطی دست مبارک میں رکھتے تھے پس حضرت رسولِ خدا نے دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔ ابوبکرؓ عمرؓ و عمرو عاص بھی حضرتؑ کے لشکر میں تھے، راہِ راست سے منحرف ہو کر آپ نے راہ عراق کی اختیار کی تو اصحاب نے خیال کیا کہ کہیں اور جانے کا ارادہ ہے۔ مگر آپ راہِ غیر متعارف سے جا رہے تھے۔ رات کو چلتے اور دن کو گھاٹیوں اور شگافِ کوہ میں پنہاں رہتے عمرو عاص نے دیکھا کہ

(۱) صرف معارج النبوہ و روضۃ الصفا میں بضمن وقائع ۹ھ بعض ان حالات سے جو ہم نے بروایت شیعہ آگے لکھی ہیں کشف الغمہ سے نقل کیے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ۔

جس طریق سے وہ حضرتؑ جا رہے ہیں ضرور کامیاب ِمراد ہوں گے۔ حسد اس پر غالب آیا اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ علیؑ ناواقف ہیں ان راہوں کو نہیں جانتے۔ ہم ان سے زیادہ آگاہ ہیں تم ان کو منع کرو۔ اس راستہ میں موذی جانور اور درندے بکثرت ہیں ان کا ضرر مسلمانوں کو دشمنوں کے ضرر سے زیادہ ہوگا انھوں نے حضرتؑ کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ نے فرمایا جس کو اطاعتِ خدا اور رسولؐ منظور ہے میرے ساتھ چلا آئے ورنہ اختیار ہے جدھر کو چاہے چلا جائے۔ پس شیرِ خدا چلے جاتے تھے۔ جانورانِ صحرا اور درندوں سے آپ کے لشکر کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا۔ نزدیک مقصد پہنچے تو حکم دیا کہ منہ چوپاؤں کے باندھ لیں کہ کوئی آواز ان سے نہ نکلنے پائے۔ پس صبح ہوتے ہوتے ان کو جالیا اور تیغِ تیز قومِ فتنہ انگیز میں رکھی بہت سے ان میں سے بروایتے ایک سو بیس آدمی مارے گئے باقی مع زن و فرزند دستگیر ہوئے چوں کہ ان کو زنجیروں اور رسیوں میں باندھا تھا اس لیے اس غزوے کو ذات السلاسل کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک سلاسل اس مقام کا نام تھا جہاں یہ فوج کشی ہوئی تھی اور قول بھی اس بارے میں اہل تاریخ و سیر کے ہیں مگر حقیر مولف کہتا ہے کہ چوں کہ سلسلے افواجِ مسلمین کے یکے بعد دیگرے اس مہم پر چڑھ کر گئے تھے۔ شاید اس وجہ سے اس کا نام ذات السلاسل رکھا گیا ہو واللہ اعلم۔ **مروی ہے** کہ یہ مقام مدینہ سے پانچ منزل کے فاصلہ پر تھا جس صبح کو یہ لڑائی واقع ہوئی۔ حضرت رسولؐ خدا دولت سرا سے برآمد ہوئے تو سورہ والعادیات کو تلاوت فرماتے تھے یہ سورۃ اس روز نازل ہوئی اور حق تعالیٰ نے اس جنگ کی کیفیت اس میں بیان کی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ **وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحاً** یعنی قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی جن کو دوڑتے دوڑتے دم چڑھ گیا۔ اور ہاپنے لگے **فَالْمُورِيَاتِ قَدْحاً**۔ اور ان کی جو اپنی سموں سے پتھروں سے آگ نکالیں چوں کہ وہ زمین سنگ لاخ تھی۔ اس لیے گھوڑوں کے نعل اس میں لگ کر شرار ہائے آتش نکلتے تھے۔ **فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحاً** اور ان کی قسم جو غارت لانے والے ہیں بوقت صبح **فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعاً**۔ پس انھوں نے غبار اس جگہ پر برانگیختہ کیا۔ **فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعاً**۔ اور جماعتِ کفار کے درمیان داخل ہو گئے حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اس سورہ میں حق تعالیٰ نے عمرو عاص کے علیؑ پر حسد کرنے کو اپنے پر حسد کرنا کہا ہے۔ کیوں کہ مراد کنود سے حاسد ہے اور حبِ خیر یعنی محبت زندگانی دنیا کو ان کی سخت و شدید بتلایا ہے کہ وہ خوفِ جان کرتے اور درندوں سے ڈرتے تھے **بروایت دیگر** امیر اس جماعت کا حارث بن مکید جس کو پانچ سو سوار کے برابر گنتے تھے حضرتِ امیرؑ پر حملہ آور ہوا آپ نے اسے قتل کیا۔ پھر اس کا چچازاد بھائی عمر بن فاک رجز پڑھتا ہوا آگے آیا صاحبِ ذوالفقار نے اسے بھی واصلِ جہنم کیا پھر ہر چند مبارز طلب کیا مگر کوئی اس قوم سے باہر نہ نکلا۔ شیرِ بیشۂ شجاعت نے ان پر حملہ کیا کہ بہت سے دلیر اُن کے خاکِ ہلاک پر پڑے، باقی زن و مرد گرفتار ہو کر آئے۔ مجاہدین مال اسباب پر

متصرف ہو کر مدینہ کو پلٹے۔ بموجب اس روایت کے **اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَکَنُوْدٌ** میں کنود یعنی ناسپاس سے مراد حارث بن مکید ہے۔ **القصہ** امیر المومنینؑ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت سید المرسلین مع جماعتِ انصار و مہاجرین ان کے استقبال کے لیے نکلے صحابہ دو طرف راہ کے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جس وقت نظر امیر المومنینؑ کی جمالِ باکمال حضرت رسولِ خدا پر پڑی گھوڑے سے اترے اور دوڑ کر رکابِ سعادت انتساب کو بوسہ دیا فرمایا یا علیؑ سوار ہو کہ خدا اور رسول تجھ سے راضی و خوشنود ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا بازو تجھ سے محکم کیا اور میری پیٹھ کو تجھ سے قوت بخشی یا علیؑ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ میرا بازو میرے بھائی ہارون سے قوی کر اور امرِ رسالت میں ان کو میرا شریک گردان میں نے بھی تیرے حق میں یہی سوال کیا اس جل شانہ نے اس کو قبول فرمایا۔ پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا مجھ کو علیؑ کی محبت میں ملامت نہ کرو کیوں کہ میں بحکمِ خدا اس کو دوست رکھتا ہوں بعد ازاں سب خوشی خوشی شہر میں آئے اور مالِ غنیمت لشکر پر تقسیم فرمایا۔ حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ کا حال لشکریوں سے پوچھا تو انھوں نے آپ کی مدح و ثنا کی الّا یہ کہا کہ ہر نماز میں جو ہم نے ان کے ساتھ پڑھی سورہ قل ہو اللہ احد پڑھتے رہے۔ **فضیلت سورہ قل ہو اللہ:** رسولؐ اللہ نے اس کا سبب حضرتؑ سے دریافت کیا آپ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں اس سورہ کو بہت دوست رکھتا ہوں فرمایا یا علیؑ خدا تجھ کو دوست رکھتا ہے جیسا تو سورۂ قل ہو اللہ کو دوست رکھتا ہے پھر فرمایا کہ اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ ایک گروہ اس امت کا تیرے پیچھے گمراہ ہو جائے گا جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے پیچھے گمراہ ہو گئے تو میں چند اوصاف تیرے بیان کرتا کہ جہاں کو گزرتا لوگ خاک تیرے قدموں کی برکت کے لیے اٹھا رکھتے۔ **روایت ہے** کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس غزوہ سلاسل میں کمبلی تھی جہاں بیٹھتے اس کا فرش کرتے اٹھتے تو تہ کر کے اپنے ساتھ لے لیتے اہل یمن نے ان کو اس کمبلی سے پہچان رکھا تھا۔ جب بعدِ وفاتِ سرورِ کائنات خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بیعت نہ کی اور کہا **نَحْنُ نُبَایِعُ ذَا الْعَبَایَةِ** ہم اس کمبلی والے سے بیعت کریں۔ نیز اس جنگ میں رافع بن رافع حضرتِ شیخ صاحب کے ساتھ تھا اثنائے راہ میں آپ نے اس کو چند نصیحتیں کیں پھر فرمایا اے رافع ہرگز دو مسلمانوں پر امیر نہ ہونا اور حکومتِ مسلمانان کی کبھی طمع نہ کرنا رافع کہتا ہے میں نے کہا سب باتیں تو میں نے تمھاری مانیں مگر یہ کہ طالبِ حکومت نہ ہوں یہ دشوار کام ہے میں دیکھتا ہوں کہ آج کل رسولؐ اللہ کی خدمت میں لوگ جاہ و رفعت کے طلب گار ہیں منصب و حکومت پاتے ہیں کوئی بھی اسے نہیں چھوڑتا۔ **نصیحتِ حضرت ابوبکرؓ:** میں کیوں مسلمانوں کی حکومت سے پرہیز کروں۔ ابوبکرؓ نے کہا سن حق تعالیٰ نے پیغمبر کو مبعوث کیا ہے کہ جس طرح پر ہو اسلام کو دنیا میں پھیلائیں پس وہ حضرت ہر ایک کو طوعاً و کرہاً مسلمان کرتے ہیں۔ پس جو شخص مسلمان ہوا خدا کی پناہ میں داخل ہوا اور اس کا ہمسایہ ہوا۔ پس اگر کوئی خدا کے ہمسائے

پر حاکم ہو کر کسی قسم کا تشدد کرے تو حق سبحانہ تعالیٰ ضرور اس پر غضب ناک ہوگا، جیسا کہ کسی کا ہمسایہ شفیق و مہربان ہو اور دوسرا اس پر ستم کرنا چاہے تو وہ شفیق ہمسایہ ضرور اس کی حمایت کرے گا۔ پس خبر دار حکومتِ مسلمانان کی کبھی خواہش نہ کرنا۔ رافع کہتا ہے کہ اس جنگ کے بعد میں حضرت رسولِ خداؐ سے اجازت لے کر اپنے وطن کو چلا گیا پھر جو واپس مدینہ میں آیا تو وہاں اور ہی زمانہ تھا۔ حضرتؐ رحلت کر گئے تھے اور ابو بکرؓ ان کی جگہ پر بیٹھ گئے تھے۔ مسلمانوں پر حکمرانی کررہے تھے۔ ایک مرتبہ تنہائی میں میں نے ان سے کہا کہ اے ابو بکرؓ تم مجھ کو تو مسلمانوں کی حکومت سے منع کرتے تھے آج خود تمام مسلمانوں پر خلیفہ بنے بیٹھے ہو، یہ کیا ماجرا ہے۔ ابو بکرؓ نے جواب میں کہا کہ یہ کام میری گردن پر رکھ دیا گیا ہے اب اگر اس کو اتار کر پھینکتا ہوں تو مسلمانوں میں تفرقہ و اختلاف پڑ جانے کا خوف ہے۔ **فتح مکہ مشرفہ:** فتح مکہ اسلام کے اعظم فتوحات سے ہے۔ اور آیہ شریفہ **اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا** میں اس کو فتحِ مبین کہا ہے۔ عرصہ دراز سے مسلمانوں کے ساتھ خدا کا وعدہ تھا کہ تم مسجد الحرام میں داخل ہوگے سر منڈاؤ گے بال کترواؤ گے اور ذرا خوف وخطر نہ ہوگا چنانچہ آیہ شریفہ **لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اٰمِنِيۡنَ مُحَلِّقِيۡنَ رُءُوۡسَكُمۡ وَ مُقَصِّرِيۡنَ لَا تَخَافُوۡنَ** اس کی خبر دیتی ہے۔ پس بموجب وعدۂ ایزدی سب کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں اور سینوں میں دل بیقرار تھے کہ یہ وعدہ کب پورے طور سے وفا ہوگا گو سالِ گذشتہ ایک مرتبہ بہ تقریب عمرۃ القضا زیارتِ خانہ کعبہ سے مشرف ہو بھی چکے تھے مگر اس سے جیسی تسلی چاہتے تھی نہیں ہوئی تھی، اور دلوں کے ولولے جوں کے توں باقی تھے۔ ظاہری اسباب میں اس کا سامان یہ ہوا کہ قبیلہ بکر بن کنانہ و قبیلہ خزاعہ کے درمیان مکہ میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی صلح حدیبیہ کے بعد خزاعہ رسولِ خداؐ کی امان میں داخل ہوئے اور بنی بکر قریش کی امان میں اور قرار پایا کہ طرفین سے کوئی ان کے باہمی تنازعات میں دخل نہ دے اور کسی قسم کی امداد ان کی نہ کرے اگر ایسا ہوا تو صلح دہ سالہ ٹوٹ جائے گی مگر قریش اس عہد پر قائم نہ رہے جلد ہی اس کو توڑ ڈالا۔ بات یہ ہوئی کہ ایک شخص قبیلہ بکر کا کچھ اشعار حضرت رسولِ خداؐ کی مذمت میں پڑھ رہا تھا ایک غلام خزاعی نے وہ ہذیانات سن کر اسے روکا مگر وہ مردود باز نہ آیا غلام کو غصہ آیا اور ایک طمانچہ اس مرد بکری کے کھینچ مارا پس مرد بکری نے اپنے قبیلہ سے امداد چاہی خزاعہ اپنے غلام کی مدد پر اٹھ کھڑے ہوئے اور باہم جنگ شروع ہوگئی۔ خزاعہ تعداد میں زیادہ تھے انھوں نے مارتے مارتے دشمن کو حرم تک پہنچا دیا۔ مگر قریش برخلاف معاہدہ بنی بکر کی امداد کو آمادہ ہوگئے انھوں نے نہ صرف چوپاؤں اور ہتھیاروں سے اپنے ہم سوگندوں کی مدد کی بلکہ چند آدمی ان کے شرفا سے مثل صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابو جہل و سہیل بن عمرو وغیرہ منہ چھپا کر لڑائی میں جا ان کے شریک ہوئے منہ اس لیے چھپایا تا کہ کسی کو ان کا شاملِ جنگ ہونا معلوم نہ ہونے پائے اور صلح حدیبیہ میں خلل نہ آئے۔ مگر یہ راز فوراً

طشت از بام ہوگیا اور مغلوب خزاعیوں سے ایک شخص مسمی عمر بن سالم نے مدینہ جاکر حضرت رسولؐ خدا کے سامنے ایسی دردانگیز نظم میں یہ حال سنایا کہ طبع مبارک پریشان ہوگئی۔ فرمایا **حَسْبُكَ يَا عُمَرُ** بس کر اے عمر پس حضرتؐ وہاں سے اٹھے اور شدتِ غضب سے دامنِ ردا زمین پر لٹکتا جاتا تھا۔ اور فرماتے تھے۔ **لَا نُصِرْتُ اِنْ لَمْ اَنْصُرْ بَنِیْ خُزَاعَةَ فِیْمَا اَنْصُرُ بِهٖ نَفْسِیْ** میں کبھی منصور نہ ہوں اگر اس موقع پر بنی خزاعہ کی اسی طرح نصرت نہ کروں جس طرح پر کہ اپنے نفس کی نصرت کرتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ حضرتؐ نے عزم بالجزم مکہ کے فتح کرنے کا کرلیا اور دعا کی پروردگار اس خبر کو قریش سے پنہاں رکھ کہ ہم ناگاہ ان کے سر پر پہنچ جائیں ادھر قریش اپنی حرکت پر سخت پشیمان تھے جانتے تھے کہ کام ہاتھ سے نکل گیا اب معاہدہ قائم رہنے والا نہیں پس انھوں نے ابوسفیان بن حرب کو مدینہ بھیجا کہ کچھ اصلاح کرے۔ ابوسفیان نے حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچ کر بدیں گمان کہ شاید اس وقت تک حضرتؐ کو اس قصہ کی خبر نہیں پہنچی صلح حدیبیہ کے دوبارہ تازہ کرنے کی درخواست کی اور کچھ زبانی زور اس میں لگایا مگر کچھ جواب نہ پایا، ناچار اہلِ بیتؑ واصحاب سے ملتجی ہوا۔ **مزاح امیر المومنینؑ:** وہاں بھی کشود کار نہ ہوا۔ کرر امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر الحاح کی تو حضرتؐ نے فرمایا اے ابوسفیان تو بزرگِ قریش ہے درِ مسجدِ رسولؐ اللہ پر کھڑا ہوکر کہہ دے کہ میں نے قریش کو امان دی اور اپنے گھر کو چلا جا۔ ابوسفیان نے کہا یا علیؑ اس سے کچھ فائدہ بھی ہوگا فرمایا یہ میں نہیں جانتا کہ کچھ فائدہ ہوگا یا نہ اِلّا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں دکھائی دیتا یہ امیر المومنینؑ کی طبعی کشادہ دلی وظرافت کا نتیجہ تھا جس میں کہ آپ اوروں سے ممتاز تھے۔ دشمنوں نے اس خصلتِ ستودہ کو عیب تصور کیا حاشا کہ اس میں کوئی عیب کی بات ہو رسولؐ اللہ خود مزاح کرتے تھے چنانچہ ارشاد ہے **اُمَازِحُ وَلَا اَکْذِبُ** میں خوش طبعی کرتا ہوں مگر جھوٹ نہیں بولتا۔ علی ہذا امیر المومنینؑ کی عادت میں خوش طبعی ولطیفہ گوئی تھی دروغ و باطل سے دونوں صاحبوں کو احتراز تھا۔ اسی قصہ کو دیکھ لو کہ بجز اس کے کہ ابوسفیان جیسے خرانٹ کو ایک لطافت کے ساتھ احمق بنا دیا۔ اور اس میں کیا عیب ہوا۔ آئندہ کسی اور مقام پر بھی کچھ لکھیں گے۔ غرض احمق ابوسفیان دروازہ مسجد پر کھڑا ہوکر پکارا کہ میں نے قریش کو امان دی اور ان کا پیمان تازہ کیا۔ امید نہیں کہ محمدؐ میرے کیے کو رد کریں۔ لوگ یہ سن کر ہنسنے لگے وہ مکہ کو چلدیا وہاں پہنچا تو قریش نے پوچھا کیا کر آیا ابوسفیان نے تمام ماجرا بیان کیا سب نے کہا علیؑ نے تیرے ساتھ مزاح کیا۔ تو امان طلب کرنے گیا تھا نہ کہ امان دینے ہندہ اس کی زوجہ کو اس کی حماقت پر غصہ آیا اور دو تین لاتیں اس کے سر و سینہ میں رسید کیں کہ برا سفیر تھا تو، قوم کی طرف سے، ان کے واسطے منحوس خبر لایا۔ نیز طولِ قیامِ مدینہ سے لوگوں کو خیال ہوگیا تھا کہ کہیں ابوسفیان نے دینِ اسلام تو قبول نہیں کرلیا۔ اس تہمت کے دفع کرنے کے لیے کہ ایک بکرا ذبح کرکے اس کا خون بتوں کے سر کو ملا اور

بکمالِ ادب دست بستہ ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ جب تک زندہ ہوں تمھارا بندہ رہوں گا تمھاری پرستش کو مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا۔ درحقیقت ایسا ہی ہوا۔ **القصہ** حضرت رسولِ خدا بہت سرگرم تھے کہ ہماری خبریں قریش پر پوشیدہ رہیں مگر خاطب ابن ابی بلتعہ صحابی بدریؓ نے کہ مہاجرینِ مکہ سے تھا اپنا فائدہ اس میں دیکھا کہ قریش کو حضرتؐ کے ارادے سے مطلع کردے۔ پس اس نے ایک خط اس مضمون کا لکھ کر زنِ سیاہ فام کو جس پر شبہ نہ ہو سکے دیا، لونڈی نے اس کو اپنی چوٹی کے بالوں میں گوندھ لیا اور روانہ ہوئی حضرت رسولِ خدا کو وحی سے حال معلوم ہوا آپ نے امیر المومنینؑ وزبیر بن العوام کو بھیجا کہ جا کر راہ میں اس عورت سے خط لے لیں یہ حضرات روضہ خاخ میں اس کے پاس پہنچے زبیر نے آگے بڑھ کر خط کی تفتیش کی عورت گریہ و بکا کرنے اور قسمیں کھانے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں زبیر نے کہا یا علیؑ اس کے پاس خط نہیں قسمیں کھاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں کر خط اس کے پاس نہیں رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے اور روح الامین خبر لائے ہیں نہ حضرت دروغ کہتے ہیں نہ جبرئیل جھوٹی خبر دے سکتے ہیں۔ پس تلوار میان سے نکال کر عورت پر آئے کہ جلد خط نکال ورنہ ابھی تیرا سر قلم کرتا ہوں تلوار کی چمک دیکھ کر زن حیلہ جو سیدھی ہوگئی اور جلد اوڑھنی سر سے سرکا گیسوؤں کو کھول کھال خط نکال دیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ ایک منقبت ہے مع دیگر مناقب و مفاخرِ امیر المومنینؑ کی کہ اس سے حضرت رسولؐ خدا کی حکمتِ عملی خبر کی پوشیدہ رہنے اور ناگہاں قریش پر جا پہنچنے کی کامل و تمام ہوئی۔ چوں کہ یہ نازک مقام رازداری کا تھا اور اغیار پر اس میں اعتماد و اعتبار نہ ہو سکتا تھا اس واسطے امیر المومنینؑ کو اس کام کے لیے انتخاب فرمایا۔ اور زبیرؓ کو چوں کہ اپنی ماں صفیہ کی طرف سے بنی ہاشم میں داخل اور شجاعت میں یگانہ و ممتاز تھا ان کا شریک گردانا، لیکن اس نے، اگر امیر المومنینؑ تدارک نہ فرماویں تو کام ہی خراب کر دیا تھا۔ پس زبیر کے لیے اس خصوص میں کوئی فخر و فضیلت نہیں الغرض حضرت رسولؐ خدا کو خاطب کا خط ملا تو منبر پر گئے اور کہا ایہا الناس میں نے خدا سے چاہا تھا کہ ہماری خبریں مشرکین پر مخفی رہیں۔ ایک شخص نے تم میں سے یہ خط مکہ کو لکھا پس چاہیے کہ کاتبِ نامہ اٹھ کھڑا ہو قبل اس کے کہ وحی اس کو رسوا کرے پس خاطب بید کی طرح تھرتھر کانپتا اٹھا۔ اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میں نے یہ خط لکھا ہے لیکن میں منافق نہیں ہوا نہ آپ کی رسالت میں مجھ کو شک عارض ہوا ہے، فرمایا پھر کس لیے تو نے ایسی حرکت کی، عرض کی یا رسولؐ اللہ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں کوئی یار و مددگار ان کا نہیں۔ میں نے چاہا کہ قریش پر احسان کروں تا کہ ان کو ضرر نہ پہنچائیں ورنہ مجھ کو اپنے دین و یقین میں اصلاً شک نہیں ہوا۔ پس عمرِ خطاب اٹھے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھ کو اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اتار لوں۔ فرمایا کہ اہلِ بدر سے ہے، جانے دے شاید توبہ کرے اور حق تعالیٰ گناہ بخش دے۔ مگر اس کو مسجد سے نکال دو پس لوگ اٹھے اور اس کو پشت کی طرف سے دھکیلتے تھے وہ

پیچھے مڑ کر رسولؐ اللہ کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ آخر حضرت رحمتہ اللعالمین کو رحم آیا اور اسے واپس بلوا کر اس کی توبہ قبول فرمائی اور دعائے مغفرت اس کے لیے کی۔ **القصہ** دوم رمضان بروز جمعہ حضرتؐ مدینہ سے برآمد ہوئے، دس ہزار مرد پرخاش جو کہ چار سو ان میں سے اسپ سوار تھے، ہمراہ رکابِ فیض انتساب ہوئے موضع کراع الغمیم پر پہنچ کر ارشاد کیا کہ بوجہ سفر سب روزہ افطار کرلیں اور خود بھی افطار فرمایا مگر بعض اصحاب نے تعمیلِ ارشاد سے پہلو تہی کی۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ منزلِ غسفان پر آپ نے ایک جامِ آب طلب کیا اور ہاتھ میں لے کر اس کو بلند کیا کہ وہ سب دیکھ لیں پھر نوش فرمایا من بعد علم میں آیا کہ بعض اصحاب افطار نہیں کرتے۔ دومرتبہ فرمایا **اُولٰئِكَ الْعُصَاة** یعنی وہ نافرمان ہیں۔ امام محمدؑ باقرؑ فرماتے ہیں کہ جنھوں نے افطارِ روزہ سے انکار کیا وہ بلاشبہ عاصی و نافرمان تھے ان کی اولاد، روزِ قیامت تک نافرمان رہے گی۔ اور نیز حضرتؐ نے فرمایا کہ ہم ان کو پہچانتے ہیں۔ **آمدن عباس بخدمت رسالت پناہ:** القصہ جب لشکر ثنیۃ العقاب پر پہنچا تو عباسؓ بن عبدالمطلب مع ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب و عبداللہ بن امیہ مخزومی مکہ سے حضرتؐ کی خیمہ گاہ میں آئے عباسؓ تو بے روک ٹوک خیمۂ رسالت میں داخل ہو گئے مگر ان دونوں کو حاجب نے منع کیا عباسؓ نے خدمت میں پہنچ کر عرض کی **جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا رَسُوْلَ الله** تمھارے چچا کا بیٹا ابوسفیان و پسر عمہ دروازے پر کھڑے ہیں۔ فرمایا مجھ کو ان کی حاجت نہیں یہ چچا کا بیٹا وہی نہیں کہ میری ہتکِ حرمت کرتا تھا اور پسر عمہ مکہ میں کہتا تھا کہ میں جب ایمان لاؤں کہ ان پہاڑوں میں پانی کے چشمے جاری کردو۔ **راوی** کہتا ہے کہ ابوسفیان بن حارث حضرتؐ کی مذمت میں اشعار لکھتا تھا اور آپ کو سخت آزردہ کرتا تھا۔ پس ام سلمہ ام المومنینؓ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسولؐ اللہ ابوسفیان آپ کے چچا کا بیٹا تائب ہو کر آیا ہے اس کو اپنے لطف و احسان سے محروم نہ رکھیے اور عبداللہ حضرتؐ کا پھوپی زاد بھائی میرا برادرِ حقیقی آپ سے قرابت رکھتا ہے بہر حال مستحقِ اکرام و افضال ہے ادھر ابوسفیان نے بیرون در سے پکار کر کہا یا رسولؐ اللہ ہمارے حق میں آپ ایسے ہو جیئے جیسے کہ یوسفؑ اپنے بھائیوں کے حق میں تھے پس حضرتؐ نے دونوں کا قصور معاف کیا اور دونوں مسلمان ہوئے۔ وہاں سے کوچ کر کے لشکرِ اسلام مقام مرالظہر ان میں مکہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر فروکش ہوا، رات ہوئی تو حکم ہوا کہ سردارانِ لشکر اپنے اپنے خیموں کے آگے آگ روشن کریں۔ اس وقت عباسؓ عمِ خیر الناس کو فکر ہوا کہ مبادا رسولِؐ خدا اس لشکرِ جرار کے ساتھ بلا امان داخلِ مکہ ہوں اور شہر تاخت و تاراج ہو۔ پس وہ اس تلاش میں ہوئے کہ کوئی آدمی اس نواح کا ملے تو اس کی زبانی رؤساء قریش کو کہلا بھیجیں کہ کل یہاں آکر بمنت و سماجت جس طرح ہو حضرتؐ سے امان حاصل

کریں اسی تلاش میں رفتہ رفتہ لشکر سے دور نکل گئے۔ ادھر ابوسفیان بن حرب پدر معاویہ وحکیم بن خرام و بدیل ورقا شہر سے نکل کر پشتہ مرالظہر ان پر کھڑے دیکھ رہے تھے کہ یہ آگ کیسی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ کی تو یہ آتش معلوم نہیں ہوتی ان میں یہ شکوہ و کثرت کہاں ہاں بنی تمیم یا قبیلہ ربیعہ ہوں تو ہوں اتنے میں عباسؓ نے آواز پہچان کر کہا ابوسفیان ہے۔ ابوسفیان نے بھی عباسؓ کو پہچان لیا بولا اے ابوالفضل یہ آگ کیسی اس صحرا میں روشن ہے عباسؓ نے کہا ارے بے وقوف حضرت رسولؐ خدا دس ہزار لشکر کے ساتھ آئے ہیں، ابوسفیان نے گھبرا کر کہا یا ابا الفضلؓ اب کیا کرنا چاہیے۔ عباسؓ بولے کہ جلد میرے پیچھے سوار ہو لے کہ چل کر آنحضرتؐ سے تجھ کو امان دلوا دوں۔ ابوسفیان فوراً عم رسولِ خدا کے پیچھے سوار ہو گیا اور عباسؓ اس کو لے کر لشکر گاہ میں تشریف لائے۔ عمرؓ خطاب نے ابوسفیان کو دیکھ کر پہچانا، کہا اے دشمنِ خدا خدا کا احسان ہے کہ ہم نے تجھ کو بے عہد و پیمان پایا یہ کہہ کر دوڑے ہوئے حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں جا کر کہا یا رسولؐ اللہ ابوسفیان بے اَمان و ایمان لشکر میں ہے مجھ کو اجازت دیجیے کہ اس کو قتل کروں اتنے میں عباسؓ پہنچ کر شفاعت خواہ ہوئے کہ میں نے اس کو امان دی ہے حضرتؐ بھی منظور کریں۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ شیخ دوم کی یہ عادت تھی کہ جب کسی گرفتار یا ایسے ہی نہتے لاچار کو دیکھتے تھے تو ان کی رگِ شجاعت حرکت کرتی تھی اس کے مارنے پر بہت دلاوری ظاہر کرتے تھے لیکن معرکہ جہاد میں کہ اظہارِ شجاعت کا اصلی موقع ہے وہاں کبھی کسی نے نہ سنا ہوگا کہ ایک کافر بھی لڑائی میں آپ کے ہاتھ سے مارا گیا ہو۔ الغرض ابوسفیان کی منت وسماجت وعباسؓ کی شفاعت سے اس کی جان بخشی ہوئی اور ابوسفیان نے بخوفِ جان نہ کہ برغبتِ ایمان کلمہ شہادتیں پڑھا۔ اگلے روز عباسؓ نے کہہ کر اتنی رعایت اور اُس کے ساتھ کرا دی کہ قریش سے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا، امان میں ہے۔ صبح کو جب قریب ہوا کہ لشکرِ نصرت اپنے مقام سے جنبش کرے تو عباسؓ نے بدیں خیال کہ ابوسفیان نے مسلمانوں کو پراگندہ ومتفرق دیکھا ہے اور شوکتِ اسلام کما حقہ ابھی اس کے ذہن نشین نہیں ہوئی ایسا نہ ہو کہ مکہ جا کر کچھ اور رنگ لائے اس کو لے جا کر ایک بلندی پر جس کے نیچے سے فوجیں گزرنے والی تھیں بٹھلا دیا۔ ابوسفیان فوج کے تزک واحتشام وکثرت و اژدہام کو دیکھ کر مدہوش ہو گیا اور بکمالِ حیرت عباسؓ سے کہنے لگا اے ابالفضلؓ تمھارے بھتیجے نے بڑی بادشاہی پائی ہے۔ عباسؓ نے کہا ارے احمق یہ بادشاہی نہیں نبوت وپیمبری ہے یہی باتیں تھیں کہ غولِ بزرگ لشکر کا جس میں مجمع مہاجر و انصار اور خود رسولؐ مختار تھے دیکھائی دیا۔ آگے آگے سعد عبادہ انصاری علم لیے تھے انھوں نے جوں ہی ابوسفیان کو دیکھا کہنے لگے۔

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَة
اَلْيَوْمَ يَسْتَحِلُّ
الْحُرْمَةُ
وَأَذَلَّ اللّٰهُ قُرَيْشاً

یعنی آج اے ابوسفیان روزِ کشت وخون ہے۔ آج حرمت اہل حرم کی حلال ہوگی اور قریش کی نخوت خاک میں ملے گی یہ سن کر ابوسفیان کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے۔ حضرت رسولؐ خدا کی سواری برابر آئی تو چلایا **جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** قربان ہوں آپ پر آپ نے سنا کہ سعد کیا کہتا ہے پھر سعد کا قول نقل کیا حضرتؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا پس اس نظر سے کہ مبادا سعد سے کوئی حرکت خلاف مصلحت سرزد نہ ہو جائے۔ امیر المومنینؑ علیہ السلام کو حکم دیا کہ علم لشکر سعد سے لے لیں۔ **شیخ** مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ چوں کہ حضرتؐ جانتے تھے کہ سعد کا معزول ہونا انصار کو نا گوار ہوگا اور کبھی راضی نہ ہوں گے کہ سوائے رسولِ خدا یا نفسِ رسولؐ کوئی ان سے علم لے اس لیے امیر المومنینؑ کو اس کار کے لیے اختیار کیا اور یہ فضیلت آپ کی ذات سے مخصوص فرمائی چنانچہ آنحضرتؐ نے آگے بڑھ کر علم سعد سے لے لیا اور بہت احتیاط سے سپاہ کو لے گئے کہ کوئی امر خلافِ مصلحت ظہور میں نہ آیا۔ مولف کہتا ہے کہ حضرت رسولِ خدا کو اس قدر احتیاط ملحوظ تھی مگر خالد ولید کہ کچھ فوج کے ساتھ دوسری راہ سے داخلِ شہر ہوا جوانی کے نشہ اور سرداری کی ترنگ میں ایسا چور تھا کہ اس نے باوجود ممانعتِ رسولؐ خدا تلوار کھینچ کر خدا جانے کب کب کے بدلے مکے والوں سے لئے کہ ایک دم کے دم میں ستر اشخاص ان کے مار ڈالے حضرتؐ رسالت پناہ یہ سن کر سخت برہم ہوئے مگر اب کیا ہوسکتا تھا جو ہونا تھا سو ہو لیا علما اہل سنت نے خالد کے اس ظلم وستم کی تاویل میں بہت کچھ باتیں بنائی ہیں۔ مگر بے فائدہ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ یہ فعل اس کا خلافِ حکمِ خدا اور رسولؐ کبائر معاصی سے تھا۔ **شیخ** عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں کہتے ہیں کہ ہم کو یاد ہے کہ جب مکہ میں قاضی علی بن جار اللہ سے کہ خالد ولید کی اولاد سے تھا ملاقات ہوئی اور خالد کے بے حکم رسولؐ اللہ اہل مکہ پر دست درازی کر بیٹھنے کا ذکر آیا تو قاضی مذکور شرمندہ ہوا اور رفع خجالت کے لیے کہنے لگا **واللّٰه كان فيه رضي اللّٰه عنه شوبا من الاستعجال والمبارزة الى القتال** قسم بخدا کہ خالد میں ایک گونہ جلد بازی اور مبادرت جنگ تھی انتہی الحاصل عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا کہ مکہ میں جا کر قریش سے کہہ کر اسلام قبول کریں تا کہ قتل وقید سے امان پائیں۔ ابوسفیان اُفتاں وخیزاں لشکر سے پیشتر داخلِ شہر ہوا اس کے پیچھے غبار لشکر آسمان تک بلند تھا لوگ اس کی طرف دوڑے کہ پوچھیں کیا حال ہے ابوسفیان نے کہا **اَسْلِمُوْا تَسْلِمُوْ** اسلام لاؤ تا کہ

نجات پاؤ قسم بخدا کہ ایسا لشکرِ عظیم آ رہا ہے کہ بادشاہوں کو بھی اس سے مقابلے کی تاب نہیں قریش نے برہم ہو کر کہا کہ یہ کیا منحوس خبر تو ہمارے لیے لایا۔ ہندہ زوجۂ ابوسفیان نے کہا اے آلِ غالب اس پیرِ احمق کو قتل کرو تا کہ پھر ایسی بیہودہ باتیں نہ کرے اور خود لپک کر اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور خوب زدوکوب کیا جیسا کہ اس سے پہلے مدینہ سے واپس آنے پر بھی ہوا تھا اور اسی دوموقعہ پر موقوف نہیں مادرِ امیر معاویہ اپنے شوہر کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح پیش آتی تھی اور ہمیشہ اس کو اپنی جوتی کے تلے رکھتی تھی۔ غرض افواجِ ظفر امواج مکہ میں داخل ہوئیں اور خیمہ رسالت کوہ حجون پر لگایا گیا منادی نے پکار دیا کہ کوئی اہلِ شہر لشکریوں سے معترض نہ ہو۔ **اِلَّا مَنْ اَلْقَی السَّلَاحَ فَھُوَ اٰمِنَ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَ دَارِہٖ فَھُوَ اٰمِنَ** یعنی جو ہتھیار ڈال دے یا گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امن میں ہے۔ الا چند اشخاص زن و مرد جنھوں نے ہنگامِ قیامِ مکہ آنحضرتﷺ کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دی تھیں ان کا خون ہدر (۱) فرمایا نقل ہے کہ امیر المومنینؑ علیہ السلام نے سنا کہ چند اشخاص بنی مخزوم سے کہ قیس بن سائب و حارث بن ہشام ان میں داخل ہیں خانہ اُمِ ہانی خواہرِ آنحضرتؐ میں پناہ گیر ہوئے ہیں پس حضرتؑ ویسے ہی ہتھیار لگائے اُمِ ہانی کے گھر پر آئے اور دروازہ پر آواز دی کہ باہر نکالو ان لوگوں کو جن کو تم نے پناہ دی ہے۔ نعرۂ حیدری سن کر اندر والے کانپ گئے اُمِ ہانی خود دروازہ پر آئیں اور چوں کہ خود میں سر و روئے حضرتؑ پوشیدہ تھے اس لیے آپ کو نہ پہچان سکی اور کہا اے بندۂ خدا میں اُم ہانی خواہرِ علیؑ مرتضیٰ بنت عم محمد مصطفیٰؐ ہوں یہاں سے چلا جا، حضرتؑ نے فرمایا جو لوگ تمھارے گھر میں پناہ گزیں ہیں انھیں نکالو اُم ہانی نے کہا قسم بخدا اے جوان میں تیری شکایت رسولؐ خدا سے کروں گی۔ اس وقت آپ نے خود سرِ مبارک سے اٹھا دیا۔ اُم ہانی نے اپنے برادرِ محترم کو پہچانا تو دوڑ کر ان سے لپٹ گئیں۔ حضرتؑ نے ان کو چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا اے بہن حضرت رسولؐ خدا نے ان لوگوں کا خون ہدر کیا ہے۔ مجھ کو انھیں قتل کیے بغیر چارہ نہیں، اُمِ ہانی نے کہا تم پر قربان ہوں میں نے قسم کھائی ہے کہ تمھاری شکایت رسولؐ اللہ سے کروں گی فرمایا وہ حضرت بالائے وادی پر خیمہ زن ہیں جاؤ اور اپنی قسم پوری کرو۔ پس اُمِ ہانی متوجہ خدمتِ رسولؐ اللہ ہوئیں۔ آپ اس وقت خیمہ میں مشغولِ غسل تھے۔ جناب سیدہ چادر پردہ پکڑے حاضرِ خدمتِ اقدس تھیں ام ہانی کی آواز سن کر آپ نے پہچانا فرمایا مرحبا ہو اے اُمِ ہانی اُم ہانی نے ماجرا بیان کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہم نے امان دی جن کو کہ تم نے امان دی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے کہا اے ام ہانی اپنے بھائی کی شکایت کرنے آئی ہو جنھوں نے دشمنانِ خدا اور رسولؐ کو دھمکایا۔ عرض کی تم پر فدا ہوں میری

(۱) ہدر بفتح اول وثانی حق خون کا باطل وضائع ہونا ۱۲ منہ۔

نجات پاؤ قسم بخدا کہ ایسا لشکرِ عظیم آ رہا ہے کہ بادشاہوں کو بھی اس سے مقابلے کی تاب نہیں قریش نے برہم ہو کر کہا کہ یہ کیا منحوس خبر تو ہمارے لیے لایا۔ ہندہ زوجۂ ابوسفیان نے کہا اے آلِ غالب اس پیرِ احمق کو قتل کر و تا کہ پھر ایسی بیہودہ باتیں نہ کرے اور خود لپک کر اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور خوب زدوکوب کیا جیسا کہ اس سے پہلے مدینہ سے واپس آنے پر بھی ہوا تھا اور اسی دو موقعہ پر موقوف نہیں مادرِ امیر معاویہ اپنے شوہر کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح پیش آتی تھی اور ہمیشہ اس کو اپنی جوتی کے تلے رکھتی تھی۔ غرض افواجِ ظفر امواج مکہ میں داخل ہوئیں اور خیمہ رسالت کوہ حجون پر لگایا گیا منادی نے پکار دیا کہ کوئی اہلِ شہر لشکریوں سے معترض نہ ہو۔ اِلَّا مَنْ اَلْقَی السَّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَ دَارِهٖ فَهُوَ اٰمِنٌ یعنی جو ہتھیار ڈال دے یا گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امن میں ہے۔ الا چند اشخاص زن و مرد جنھوں نے ہنگامِ قیامِ مکہ آنحضرت ﷺ کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دی تھیں ان کا خون ہدر (۱) فرمایا نقل ہے کہ امیر المومنینؑ علیہ السلام نے سنا کہ چند اشخاص بنی مخزوم سے کہ قیس بن سائب و حارث بن ہشام ان میں داخل ہیں خانہ اُمِ ہانی خواہرِ آنحضرتؑ میں پناہ گیر ہوئے ہیں پس حضرتؑ ویسے ہی ہتھیار لگائے اُمِ ہانی کے گھر پر آئے اور دروازہ پر آواز دی کہ باہر نکالو ان لوگوں کو جن کو تم نے پناہ دی ہے۔ نعرۂ حیدری سن کر اندر والے کانپ گئے اُمِ ہانی خود دروازہ پر آئیں اور چوں کہ خود میں سر و روئے حضرتؑ پوشیدہ تھے اس لیے آپ کو نہ پہچان سکی اور کہا اے بندۂ خدا میں اُمِ ہانی خواہرِ علیؑ مرتضیٰ بنت عم محمد مصطفیٰؐ ہوں یہاں سے چلا جا، حضرتؑ نے فرمایا جو لوگ تمھارے گھر میں پناہ گزیں ہیں انھیں نکالو اُمِ ہانی نے کہا قسم بخدا اے جوان میں تیری شکایت رسولؐ خدا سے کروں گی۔ اس وقت آپ نے خود سرِ مبارک سے اٹھا دیا۔ اُمِ ہانی نے اپنے برادرِ محترم کو پہچانا تو دوڑ کر ان سے لپٹ گئیں۔ حضرتؑ نے ان کو چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا اے بہن حضرت رسولؐ خدا نے ان لوگوں کا خون ہدر کیا ہے۔ مجھ کو انھیں قتل کیے بغیر چارہ نہیں، اُمِ ہانی نے کہا تم پر قربان ہوں میں نے قسم کھائی ہے کہ تمھاری شکایت رسولؐ اللہ سے کروں گی فرمایا وہ حضرت بالائے وادی پر خیمہ زن ہیں جاؤ اور اپنی قسم پوری کرو۔ پس اُمِ ہانی متوجہ خدمتِ رسولؐ اللہ ہوئیں۔ آپ اس وقت خیمہ میں مشغولِ غسل تھے۔ جناب سیدہ چادر پردہ پکڑے حاضرِ خدمتِ اقدس تھیں ام ہانی کی آواز سن کر آپ نے پہچانا فرمایا مرحبا ہو اے اُمِ ہانی اُمِ ہانی نے ماجرا بیان کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہم نے امان دی جن کو کہ تم نے امان دی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے کہا اے ام ہانی اپنے بھائی کی شکایت کرنے آئی ہو جنھوں نے دشمنانِ خدا اور رسولؐ کو دھمکایا۔ عرض کی تم پر فدا ہوں میری

(۱) ہدر بفتح اول وثانی حق خون کا باطل و ضائع ہونا ۱۲ منہ۔

درید بن الصمہ نصری نام اس لشکر میں تھا جس کی عمر بقولے ایک سو ساٹھ سال کو پہنچی تھی اور ضعف پیری سے اس کی بصارت جاتی رہی تھی اس کو یمن و برکت کی غرض سے نہ کہ جنگ و جرأت کے لیے ساتھ لیا تھا۔ جب اس کو زنان و اطفال و اسباب و اموال کے ساتھ لانے کا حال معلوم ہوا تو مالک کو نصیحت کی کہ ان کو لڑائی میں ساتھ لے جانا مناسب نہیں اور کہا کہ جس قوم کا ستارۂ اقبال عروج پر ہوتا ہے اس کا کوئی لڑنے والا جدو جہد میں اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کرتا۔ برعکس اس کے بختِ برگشتہ کو کوئی چیز فرار سے نہیں روک سکتی پھر پوچھا کہ قبیلہ بنی کعبؔ و بنی کلابؔ بھی ساتھ ہیں یا نہیں کہا نہیں درید نے کہا اگر تمھارا نصیب یاور ہوتا تو یہ دو نامور قبیلے کبھی تخلّف نہ کرتے میں دیکھتا ہوں کہ گویا تم نے میدانِ جنگ سے فرار کیا ہے اور تمھارا مال و اسباب، مواشی، عورات و اطفال تمام غنیم کے ہاتھ آئے مالک کو درید کی اس دریدہ دھنی پر بہت غصہ آیا۔ کہا اپنی زبان بند کر تو پیر فرتوت ہو گیا ہے اور ہوش و حواس تیرے بجا نہیں رہے بے سوچے سمجھے جو دل میں آتا ہے کہہ دیتا ہے غرض مالک نے درید کی نصیحت نہ سنی اور لشکرِ ضلالت نے وہاں سے کوچ کر کے مقامِ حنین میں نزول کیا۔ اُدھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس جتھ بندی کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اصحاب کو جہاد کی ترغیب دی اور حق تعالیٰ کی طرف سے وعدۂ فتح و نصرت ان کو سنایا کہ غلبہ پاؤ گے اور ان کے اموال و اولاد غنیمت میں تمھارے ہاتھ آئیں گے پس لوگ جنگ کو آمادہ ہوئے علاوہ ان دس ہزار مرد کے کہ پہلے سے آپ کے ساتھ تھے دو ہزار بروایتے چھ ہزار طلقاء مکہ سے مستعد ہو گئے۔ آپ نے سو زرہیں مع دیگر ساز و سامان کے صفوان بن امیہ سے عاریت لیں اور علمِ بزرگ حسبِ معمول امیر المومنینؑ کو عنایت کر کے کہا یا علیؑ اس کو لو کہ حق تعالیٰ نے یہ فتح بھی تمھارے نام پر لکھی ہے پس آپ آخر ماہ رمضان یا شروع شوال میں روانہ ہوئے امیر المومنینؑ لوائے نصرت لیے آگے آگے جاتے تھے۔ عبداللہ بن ابی حذرد اسلمی جس کو پیغمبرؐ خدا نے مشرکوں کا حال دریافت کرنے کے لیے مکہ سے اس طرف کو بھیجا تھا واپس ہو کر راہ میں حاضرِ خدمت ہوا اور مفصل کیفیت سپاہ و سامان کی اور بال بچوں اور چوپاؤں کے ساتھ لانے کی معروض رائے کی حضرتؐ یہ سن کر متبسم ہوئے اور فرمایا فضلِ خدا سے امید ہے کہ یہ تمام اشیا غنیمت مسلمانان ہوں حضرتِ عتیق نے ایسا شاندار لشکر کبھی پہلے کاہے کو دیکھا تھا کہنے لگے لَنْ نَغْلِبَ الْيَوْمَ مِنْ قِلَّةٍ کہ آج ہم کمی لشکر کے سبب سے شکست نہ پائیں گے بقول صاحبِ روضۃ الاحباب یہ کلمہ انھوں نے خود رسول اللہؐ سے کہا چوں کہ اس میں شائبہ عجب و غرور تھا کہ فتح و نصرت میں کثرتِ سپاہ پر بھروسا کیا تھا خدا اور رسول کو ناپسند ٹھہرا پس اول مرتبہ حنین میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تاکہ آئندہ کوئی کثرتِ سپاہ پر اعتماد نہ کرے اور فتح و نصرت کو صرف اس جل شانہ کی طرف سے جانے چنانچہ ارشاد ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَا

قَتْ عَلَیْکُمُ الاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُدْبِرِیْنَ ط یعنی حق تعالیٰ نے مقامات کثیرہ میں تمھاری نصرت کی اور بروزِ حنین نصرت کی جب کہ تم کثرتِ لشکر پر مغرور تھے مگر کچھ فائدہ اس کثرت نے نہ بخشا اور زمین باایں فراخی تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ دکھلا کر بھاگ گئے تعجب ہے صاحبِ مدارج النبوۃ پر، باوجودیکہ اس کتاب کی بنا روضۃ الاحباب پر رکھی اور زیادہ تر مضامین کو اس سے نقل کرتے ہیں مگر یہاں پر اس قول کو ذرا دھیان میں نہیں لاتے اور اس کے اور جملہ کتبِ تفسیر و حدیث کے خلاف اس کلمہ کا قائل بجائے ابوبکرؓ کے کسی اور شخص مجھول الاسم والجسم کو قرار دیتے ہیں اور خلیفہ اول کو اس الزام سے بچاتے ہیں۔ القصہ اِدھر سے ہوازن اور اُدھر سے مسلمان چلتے چلتے وادیٔ حنین کے نزدیک پہنچے۔ اس وادی کے ایک جانب میدان ہموار دوسری طرف درے اور پہاڑ تھے مالک بن عوف نے پہلے پہنچ کر میدان میں ڈیرے لگا دیے اور فوج کو تعین کیا کہ دروں اور گھاٹیوں کے سروں پر مسلمانوں کی گھات میں رہیں رسولؐ اللہ نے بعد نمازِ صبح لشکر کو ترتیب دے کر منہ اندھیرے آگے بڑھنے کا حکم دیا راستہ تنگ تھا تمام فوج ایک جگہ سے نہ گزر سکی لہٰذا دستہ دستہ متفرق ہو کر مختلف گھاٹیوں سے داخل ہوئے، کفار کہ گھات میں ان کے منتظر تھے حملہ آور ہوئے، مقدمہ لشکر پر خالد ولید مع قبیلہ بنی سلیم تھا ان کے صدمہ کی تاب نہ لاکر الٹے پاؤں پیچھے پھرا، کیا سیفِ خدا کا یہی کام ہے کہ معرکۂ زحف سے فرار کرے اور اوروں کے بھی فرار کا باعث ہو، روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد نے فرار کیا، اس کے پیچھے کفارِ قریش نے، کہ قریب العہد بجاہلیت تھے بعد ازاں باقی اصحاب مہاجر و انصار بھاگے، رسولؐ خدا اس روز خچر سفید رنگ پر جس کو فردہ جزامی نے حضرت کو ہدیہ میں بھیجا تھا سوار تھے اصحاب کو پکارتے تھے کہ اے انصارِ خدا اور رسولؐ میں بندۂ خدا اور اسکا رسولؐ ہوں کبھی کہتے تھے **اِلَی این ایھا النّاس** لوگو کہاں بھاگے جاتے ہو، مگر اصحاب اس طرح بھاگے جارہے تھے کہ ذرا پیچھے مڑ کر نہ دیکھتے تھے۔ قریش کہ تازہ مسلمان اور حسد و کینہ سے بھرے ہوئے تھے، ہنستے اور ان پر طعن کرتے تھے، کوئی کہتا تھا کہ اصحابِ محمدؐ ایسے بھاگے جاتے ہیں کہ سمندر کے کنارہ سے اِس طرف کہیں دم نہ لیں گے، دوسرا کہتا تھا کہ آج محمدؐ کا سحر باطل ہوا، ایک نے صفوان بن امیہ سے کہا تجھ کو بشارت ہو کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب بھاگ گئے، اس نے کہا یہ کیا خاک بشارت ہے قریش سے ایک شخص ہمارا بادشاہ ہو، وہ اچھا ہے یا ہوازن سے ہو وہ اچھا ہے، منقول ہے کہ نسیبہ بنت کعب بھگوڑوں کے منہ پر خاک ڈالتی اور کہتی کہ خدا اور رسولؐ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے، مگر مطلق اثر نہ تھا۔ یہ نسیبہ وہی شیر دل عورت ہے جس کا حال پیشتر جنگ احد سے کسی قدر ناظرین کو معلوم ہے، اس وقت حضرت عمرؓ خطاب نسیبہ کے سامنے سے گذرے تو اس نے للکارا، اے عمرؓ یہ کیا کام ہے، جو تم کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا خدا کا حکم یہی ہے۔ کیا خوب خدا کا حکم ہے کہ اس کے پیغمبر کو تیس ہزار تلوار کے

تلے چھوڑ کر معرکۂ جہاد سے بھاگ جاؤ، حضرت ابوبکرؓ جن کو کثرتِ سپاہ پر بہت گھمنڈ تھا پہلے ہی چل دیے تھے ابن ابی الحدید ان کی نسبت اپنے قصیدۂ رائیہ میں کہتا ہے۔

وَلَیسَ بِنُکرٍ فی حُنَینٍ فَرارُہ
ففی احد قد فر خوفاً وَ خَیبَراً

یعنی ابوبکرؓ کا جنگِ حنین میں فرار کرنا کوئی انوکھی بات نہیں، وہ اس سے پیشتر جنگِ احد و جنگِ خیبر میں بھی ڈر کر بھاگ چکے ہیں۔ علاوہ بر ایں بقول اہلِ سنت رسولِ خدا خود فرما گئے تھے کہ ہمارے بعد حق تعالیٰ اس کے فاسقوں فاجروں سے دین کی نصرت کرائے گا چنانچہ حدیث **ان اللّٰہ یؤ ید ھذا الدین بالرجل الفاجر** صحیح بخاری میں موجود ہے اس حدیث کے موافق ان حضرات کی مدح وستائش کی ذرا بھی گنجائش نہیں رہتی، بلکہ اور الرجل الفاجر کی مصداق ٹھہر جائیں تو تعجب نہیں، بالجملہ وعدۂ الٰہی تھا کہ کسریٰ و قیصر کے ملکوں پر اسلام کا قبضہ ہو جائے گا اور مدائن و قسطنطنیہ کی دیواروں پر اسکا پھریرا لہرائے گا، سو اس کے آثار حضرت رسالت پناہیؐ کے زمانہ میں بزورِ بازوئے یداللّٰہی دکھائی دینے لگے تھے کہ اکثر عرب مشرکوں کافروں سے پاک ہو گیا تھا۔ **القصہ** سولہ ہزار افراد میں سے اس بھاگ دوڑ میں صرف چار شخص حضرتؐ کی خدمت میں رہ گئے باقی تمام بھاگ نکلے۔ اول و افضل ان میں امیر المومنینؑ تھے کہ پیشِ روئے سید المرسلین تیغ زنی و سر افشانی کفارِ نابکار میں مشغول تھے اور حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی ٹھہرا آپ ہی کے ٹھہرنے سے ٹھہرا دوم عباسؓ بن عبدالمطلب عمِ محترم رسولِ خدا کہ آنحضرتؐ کے اونٹ کے آگے آگے تھے۔ سوم ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے دوسرے چچازاد بھائی کہ دہنی رکاب خچر کی تھامے ہوئے تھے۔ چہارم عبداللہ بن مسعودؓ صحابی کہ آپ کے بائیں طرف تھے۔ بروایتے دس اشخاص ثابت قدم رہے نو بنی ہاشم سے یعنی امیر المومنینؑ وعباس ۲ و فضل ۳ و قثم ۴ پسرانِ عباس و ابوسفیان و ربیعہ پسرانِ حارث بن عبدالمطلب وعبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب وعتبہ ۸ و معتب ۹ پسران ابولہب، دسویں ایمن پسرِ اُمِ ایمن انصاری، روایت ہے کہ مالک بن عوف سرِ لشکر کفار نے میدان خالی پا کر چاہا کہ آگے بڑھ کر حضرتؐ رسولِ خدا پر حملہ کرے تو اس وقت ایمن انصاری اُس کے سدِ راہ ہوئے مالک نے ایک ضربت تلوار کی ان کے لگائی جس سے اس سعادت مند نے شہادت پائی ایمن کے قتل کے بعد مالک نے اور آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کا گھوڑا باعجازِ رسالت پناہ رک گیا اور آگے نہ بڑھا پس حضرت رسولِ خدا نے تلوار میان سے کھینچ لی اور استر دُلدُل کو جس پر آپ سوار تھے مہمیز کیا اور بنفسِ نفیس کفار پر حملہ آور ہوئے اور اس عبارت کو بطورِ رجز پڑھتے تھے۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

ایسی پر آشوب حالت میں آپ کا زور زور سے رجز کو پڑھنا گویا ہجوم اعدا کو اپنی طرف بلانا تھا حالاں کہ اس وقت گھوڑے پر بھی نہیں آپ خچر پر سوار تھے جو اصلا کودنے پھاندنے دوڑنے بھاگنے کی صلاحیت نہیں رکھتا یہ امر آنحضرتؐ کے کمال شجاعت و دلاوری و اطمینانِ قلب و وثوق بہ وعدہٗ ایزدی پر دلالت کرتا ہے کہتے ہیں کہ اس لڑائی کے سوا رسولؐ اللہ کو کہیں بذاتِ خود لڑنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ **مروی** ہے کہ اس گیرودار میں عباسؓ نے امیر المومنینؑ کو نزدیک نہ دیکھا تو حیران ہوئے کہ ایسے نازک وقت میں کرّار غیر فرّار کہاں گئے ان کے بیٹے فضل نے دُور سے برقِ شمشیر ان کو دکھلا کر کہا کہ وہ ہیں کہ خرمنِ ہستی کو دشمنوں کے جلاتے اور مایۂ حیات کو ان کی خاک میں ملاتے ہیں عباسؓ نے غور سے دیکھ کر ضربتِ حیدری کو پہچانا تو کہا نیکو کار ہے پسر نیکو کار کا عم و خال، اس کے فدا ہوں اس پر، پھر فضل کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے چالیس کافر اس روز اپنے ہاتھ سے قتل کیے جس پر تلوار لگاتے دو برابر حصے ہو جاتے تھے حتیٰ کہ بینی و ذکر تک بھی برابر تقسیم ہوتے اور ضربت اس جناب کی ہمیشہ بکر ہوتی تھی یعنی پہلی ہی چوٹ میں دشمن کا کام تمام کر دیتے تھے دوسرے کی حاجت نہ رہتی تھی۔ نقل ہے کہ عباسؓ مردِ دراز قد بلند آواز تھے انھوں نے باشارہٗ ختمی مآب ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر پکارا اے اصحابِ سورۂ بقرہ و اے صاحبانِ بیعتِ شجرہ کہاں بھاگے جاتے ہو رسولِؐ خدا یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ پس حضرتؐ نے دستِ دعا بلند کیے اور عرض کی **اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ الْمُشْتَكىٰ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ** جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ اس وقت تم نے وہ دعا کی جس سے موسیٰؑ کے لیے دریا شگافتہ ہوا، اور بنی اسرائیل نے غرق سے نجات پائی۔ غرض انصارِ نصرت شعار نے صدائے عباسؓ سنی تو پلٹے اور لبیک لبیک کہتے ہوئے بکمالِ خجالت حضرت رسالتؐ پناہ کے پاس سے گزر کر علم امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے حتیٰ کہ قریب ایک سو نفر کے زیرِ علمِ نصرت شیم جمع ہو گئے اور حضرتؑ نے ان کو ساتھ لے کر کفار پر حملہ کیا اس وقت رسولؐ اللہ نے فرمایا **اَلَا نَ حَمِیَ الوطیس** یعنی اب تنور کارزار گرم ہوا۔ اتنے میں ابو جردل علم دارِ لشکرِ ہوازن علم ہاتھ میں لیے شترِ سرخ پر سوار حضرت امیرؑ کے سامنے نمودار ہوا۔ لکھا ہے کہ وہ مردود جس مسلمان کو قتل کرتا اس کی لاش کو اوپر اچھالتا تھا تاکہ اس کی قوم دیکھے اور اس کی جواں مردی کی داد دے۔ آپ کے نزدیک آیا تو یہ رجز پڑھا **قتلِ ابو جردل**۔

انا بو جرول لا براح

حتی نبیح القوم او بناح

یعنی میں ابو جردل ہوں بلا شک وشبہ جنگ کروں گا جب تک کہ ہم دشمنوں کو قتل کریں یا خود قتل ہو جائیں حضرت امیرؑ نے بڑھ کر اول اس کے شتر کی پشت پر پھر اس کے سر پر ایسی ضربت لگائی کہ دونوں گر کر سرد ہو گئے اور اس شعر کو پڑھا۔

قد علم القوم لدی الصباح

انی لدی الھیجاء ذو نصاح

یعنی قوم بوقت صبح یہ معلوم کر چکی ہے کہ میں بوقت جنگ صاحبِ نصاح (۱) ہوں۔ ابو جردل کے مارے جانے پر مشرکین میں تاب وتواں نہ رہی حضرت رسولؐ خدا نے دعا کی خداوندا تو نے ابتدا میں مسلمانوں کو تلخی عذاب چکھائی انتہا میں حلاوت عطا و بخشش سے ان کا منہ میٹھا کر اور ایک مشت سنگریزے اٹھا کر مشرکوں کے منہ پر مارے اور فرمایا **شاھت الوجوہ** جابر انصاری کہتے ہیں کہ ایسی آواز ان سنگریزوں کی ہوئی کہ گویا کسی نے ایک طشت ان کا الٹ دیا ہے۔ بروایت مشتِ خاک تھی جس سے سب کے منہ خاک سے بھر گئے ممکن ہے کہ دو بار مٹھی بھر کر پھینکی ہو ایک دفعہ کنکریوں کی، دوسری دفعہ مٹی کی، غرض نسیم فتح وظفر لطفِ خداوندا کبر سے چلی ملائکہ آسمان، نصرتِ پیغمبرؐ آخر الزماں کے لیے نازل ہوئے۔ یہاں تک کہ لوگ ان کی آوازیں سنتے تھے مگر دیکھ نہ سکتے تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **ثُمَّ اَنْزَلَ (۲) اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُوْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْداً لَمْ تَرَوْھَا وَ عَذَابَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْ وَ ذٰلِکَ جَزَاءُ الْکَافِرِیْنَ** ترجمہ پس نازل کیا اللہ نے سکینے ووقار اپنے کو اوپر رسولؐ کے اور اوپر مومنوں کے اور نازل کیا ایسے لشکروں کو جن کو تم دیکھتے نہ تھے اور عذاب کیا کافروں کو اور یہی ہے بدلا کافروں کا۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سکینہ ایک ہوائے خوش گوار خوشبو دار ہے جو بہشت سے چلتی ہے اور اس کی صورت بشکل آدمی ہوتی ہے وہ ہمیشہ پیغمبروں کے ساتھ رہتی ہے۔ غرض کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ خوار وزار میدانِ جنگ سے بھاگ گئے اور بال بچے مال وچوپائے سب مسلمانوں کے لیے چھوڑ گئے۔ شجرہ بن ربیعہ نضری نے اسیر ہو کر کہا کہ اب وہ ابلق سوار سفید لباس تم میں نظر نہیں آتے جنھوں نے ہم کو مغلوب کیا معلوم ہوا کہ وہ ملائکہ تھے۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبدری (۳) نے کہا۔ میرے عزیزوں اور رشتہ داروں سے آٹھ مرد جنھوں نے یکے بعد دیگرے علمِ قریش لیا جنگِ احد میں مارے گئے تھے لہٰذا محمدؐ کی طرف سے کینۂ عظیم میرے دل میں تھا ہمیشہ اسی گھات میں

---

(۱) نصاح وہ رسے یا رسن کہ شکاری کے پاس بوقت شکار ہوتے ہیں ۱۲۔

(۲) دیکھو یہاں جیسے پیغمبرِ خدا پر سکینہ نازل کیا ویسے ہی مومنین پر کیا ہے بخلاف آیۂ غار کے کہ وہاں انزالِ سکینہ صرف رسولؐ اللہ پر ہوا ہے۔

(۳) عبدری منسوب بہ قبیلہ عبدالدار ہے اس کا باپ اور کئی چچا بروز احد امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے چنانچہ جنگ احد میں اس کا بیان گذرا ۱۲ منہ۔

رہتا کہ قابو ملے تو ان سے اپنے کنبہ کا بدلا لوں اور دل میں کہتا تھا کہ اگر تمام جہان بھی مسلمان ہو جائے گا تو میں تب بھی نہ ہوں گا فتح مکہ کے بعد میری کچھ ہمت ٹوٹ گئی اور میں اپنی کامیابی سے مایوس ہونے کو تھا کہ اتنے میں غزوۂ حنین پیش آیا پس اسی خیال سے ساتھ ہو لیا کہ شاید اس میں کوئی موقع کینہ کشی کا ملے جس وقت مسلمان پسپا ہو کر بھاگے اور میدان خالی ہوا تو میں نے دیکھا کہ آگے کی طرف سے عباسؓ آنحضرتؐ کے چچا ان کی حفاظت کرتے ہیں اور دہنی بائیں جانب بھی خالی نہیں تو میں پشت کی جانب سے بڑھا اور تلوار میان سے نکال لی قریب پہنچا تو ایک آگ میرے اور آنحضرتؐ کے درمیان حائل ہو گئی کہ اگر ذرا وہاں ٹھہروں تو جلا کر مجھ کو خاکستر کر دے پس دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ کر پیچھے کو دوڑا حضرتؐ نے آواز دی کہ اے شیبہ نزدیک آ، پاس گیا تو دستِ مبارک میرے سینہ پر لگا کر فرمایا **اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْهُ الشَّیْطَانَ** خداوندا اس سے وسوسہ شیطان کو دور کر یا تو میری وہ حالت تھی یا بعد اس کے وہ حضرتؐ میرے نزدیک میرے دو گوش اور دونوں آنکھوں سے زیادہ عزیز ہو گئے فرمایا اے شیبہ جا اور کفار سے جنگ کر پس میں ان پر حملہ آور ہوا اور یہ جوش مجھ میں تھا کہ اگر اس وقت میرا باپ بھی میرے مقابل ہوتا تو اس کو بھی قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ اختتامِ جنگ کے بعد رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا اے شیبہ جو کچھ حق تعالیٰ نے تیرے لیے چاہا وہ اس سے بہتر ہے جو تو نے اپنے واسطے چاہا تھا پھر تمام باتیں جو میرے دل میں گزری تھی ایک ایک بیان کیں پس میں نے کلمہ پڑھا اور اسلام لایا اور عرض کی حضرتؐ میرے لیے دعائے مغفرت کریں آپ نے فرمایا **غفر اللّٰہ لک**۔ **حیات القلوب** میں ہے کہ جب آفتاب بلند ہوا تو حضرتؐ نے امر کیا کہ کشت و خون سے ہاتھ اٹھائیں۔ جس کے پاس کوئی بردہ ہو اس کو رہنے دے مارے نہیں ابن اکوع نام ایک شخص فتح مکہ کے روز بنی ہذیل کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی کے لیے آیا تھا اس جنگ میں اسیر ہو گیا حضرت عمرؓ خطاب نے اس کو گرفتار پا کر ایک مردِ انصاری کو اشارہ کیا کہ یہ دشمنِ خدا کفار کا جاسوس بنا تھا اسے زندہ نہ رکھنا چاہیے۔ غرض انصاری نے حضرت عمرؓ کے کہنے سے دھوکا کھا کر ابن اکوع کو مار ڈالا پیغمبرؐ خدا نے یہ سنا تو ناراض ہوئے کہ ہم نے منع کیا تھا کہ قیدیوں کو نہ مارو بعد ازاں ایک اور شخص جمیل بن معمر نام اسی طرح مارا گیا اس پر آپ نے غضبناک ہو کر انصاریوں سے جواب طلب کیا کہ باوجود ممانعت کے تم کس لیے قیدیوں کو قتل کیے جاتے ہو انھوں نے کہا ہم نے عمرؓ کے کہنے سے قتل کیا۔ پس آپ نے حضرت عمرؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اعراض فرمایا تا اینکہ چند روز بعد عمیر بن وہب نے عذر خواہی کر کے خطا معاف کرائی۔ روایت ہے کہ جنگِ حنین میں چار ہزار اسیر اور بارہ ہزار شتر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ بروایتے چھ ہزار بردے چوبیس ہزار اونٹ چالیس

ہزار سے زیادہ بھیڑ بکری اور بقدر چالیس ہزار اوقیہ(۱) کے چاندی غنیمت میں ملی حضرتؐ نے تمام غنائم بدیل بن ورقا خزاعی کے سپرد کیں کہ مقام جعرانہ میں لے جا کر نگہبانی کرے تا کہ بوقت فرصت مسلمانوں میں تقسیم کی جائیں اور خود تعاقبِ کفار کا عزم کیا نقل ہے کہ ایک سو کافر اس جنگ میں مارے گئے اور مسلمانوں سے کل چار شخصوں نے شہادت پائی۔ **غزوۂ طائف وغیرہ** منقول ہے جب حنین میں مشرکوں کو شکست ہوئی اور ان کی جماعت تفرقہ سے بدل گئی تو ان کے دو گروہ ہو گئے۔ بڑا گروہ ثقیف وغیرہ کا کہ مالک بن عوف ان میں شامل تھا طائف کو گیا جہاں ان کے احمال واثقال محفوظ تھے اور کہتے ہیں کہ ایک سال کا ذخیرہ مہیا کر کے اس کی فصیلوں کو مضبوط کیا تھا کہ ضرورت کے وقت اس میں پناہ گزیں ہوں۔ باقی اعراب بادیہ نشین نے مع اپنے تابعین کے اوطاس کی راہ لی حضرت رسولِ خداؐ نے ابو عامر اشعری کو کچھ فوج دے کر ان کے پیچھے بھیجا۔ سلمہ بن اکوع و زبیر عوام و ابو موسیٰ اشعری اس کے لشکر میں تھے یہ لوگ اوطاس میں پہنچے تو مخالف بجنگ وجدل پیش آئے اثنا جنگ میں درید بن الصمہ پیر کہن سال جس کا کچھ حال پہلے مذکور ہوا اور اس وقت وہ اس گروہ کا سردار تھا مارا گیا **شہادت ابو عامر** ادھر ابو عامر سردارِ مسلمین نے بھی اس کشش و کوشش میں جام شہادت نوش کیا مگر فتح و نصرت مسلمانوں کے شامل حال ہوئی۔ اور مظفر و فاتح حاضرِ خدمت ہوئے رسولِ خداؐ نے ابو عامر کے لیے دعا خیر فرمائی بعد ازاں حضرتؐ خود بدولت و اقبال عازم تسخیرِ طائف ہو کر اس طرف کو روانہ ہوئے۔ علمداریٔ لشکر اس غزوے میں بھی بدستور امیر المومنینؑ سے متعلق تھی۔ کفار حصارِ طائف میں متحصن ہو کر مدافعہ و مقابلے کے لیے تیار تھے رسولِ خداؐ نے حکم دیا کہ قلعہ کا محاصرہ کر لیں مشرکین دیوار قلعہ سے تیر مارتے تھے جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے تاہم ایک ماہ محاصرہ کیئے رہے اس عرصہ میں حبیبِ خدا نے شیرِ خدا علیؑ مرتضیٰ کو کچھ سپاہ کے ساتھ تعین کیا کہ اطرافِ طائف میں گشت کر کے جہاں بت خانہ پائیں خاک میں ملائیں جو جنگ پیش آئے اس کو قتل فرمائیں امیرِ خیبر گیر حسب الایما متوجۂ خدمت ہوئے راہ میں ایک لشکرِ عظیم قبیلہ خثعم سے آپ کا سامنا ہوا ایک پہلوان شہاب نام ان کا پیش رو تھا ہنگامِ سحر کہ ہنوز تاریکیٔ شب دُور نہ ہوئی تھی دونوں لشکروں کی باہم ملاقات ہوئی شہاب نے میدان میں آ کر مبارز طلب کیا امیر المومنینؑ نے چاہا کہ کوئی مسلمان اس کے مقابلے کو نکلے مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی جب معلوم ہوا کہ کوئی اس سے لڑنے کی جرأت نہ کرے گا تو بالضرور خود مہیائے پیکار ہوئے اس وقت ابو العاص بن ربیع شوہرِ زینبؑ خاتون نے عرض کی یا امیر المومنینؑ آپ تکلیف نہ کریں میں اس کی شرارت کو آپ سے دفع کرتا ہوں چوں کہ تیار ہو گئے تھے قبول نہ کیا اور فرمایا اگر میں یہاں کام آیا تو امیر اس لشکر کا تو ہے الغرض یہ شہاب اللہ ثاقب اس شہابِ

(۱) اوقیہ کی مقدار چالیس درہم شرعی ہے کہ ہر درم چھ دانگ ہر دانگ دو قیراط ہر قیراط دو طسوج ہر طسوج دو جو میانہ کا ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

خاسر و خائب کے مقابل ہوا اور بیک ضربِ ذوالفقار اس کو واصلِ جہنم فرمایا۔ سردار کے مارے جانے سے لشکر میں تابِ قرار نہ رہی بھاگ گئے حضرتؑ نے گردونواح میں پھر کر جہاں کوئی بت یا بت خانہ پایا نیست و نابود کر دیا اور فائز المرام مراجعت فرمائی رسولِؐ خدا ابھی محاصرۂ طائف ہی میں تھے کہ آپ حاضر خدمت ہو گئے۔ حضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو دیکھا تو تکبیر کہی اور دستِ مبارک اس جناب کا پکڑ کر گوشۂ خلوت میں لے گئے اور عرصہ دراز تک آپ کے ساتھ تنہائی میں راز کہتے رہے کوئی پاس نہ تھا۔ **راز گوئی رسول اللہ با شیر خدا:** کیا معلوم کہ نبی و وصی میں کیا باتیں ہوئیں مگر حاسد کی آنکھ میں یہ مجلس خار گزری اور برملا رسول اللہ پر اعتراض کیا۔ چنانچہ سنی و شیعہ نے بطریق بسیار جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جب سید انبیا اشرفِ اوصیا کے ساتھ خلوت میں راز کہہ رہے تھے تو حضرت عمرؓ خطاب نے آگے جا کر کہا ان کے ساتھ تنہائی میں باتیں کرتے ہو اور ہم کو پاس نہیں آنے دیتے۔ حضرتؐ نے فرمایا **ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہُ** میں نے ان سے راز نہیں کہا بلکہ حق تعالیٰ نے راز کہا۔ مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں بجائے حضرت عمرؓ کے لفظ **قائل** " لکھا ہے یعنی ایک کہنے والے نے کہا مگر اوروں نے یہ ستر پوشی روا نہیں رکھی صاف صاف حضرت عمرؓ کا نام لے دیا۔ **معارج النبوۃ** میں ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسولِؐ خدا کے اس جوابِ باصواب سے بجائے اس کے کہ خلیفۂ ثانی اپنی جرأت پر پشیمان ہوتے یہ کہنے لگے کہ یہ بھی وہی بات ہوئی کہ بروزِ حدیبیہ ہم کو کہہ دیا تھا کہ مسجد الحرام میں داخل ہوں گے حالاں کہ نہ داخل ہوئے۔ یعنی جیسے اس روز وہ (معاذ اللہ) جھوٹ بول دیا تھا۔ ایسے ہی آج یہ جھوٹ کہتے ہیں کہ خدا اُن سے مناجات کرتا ہے ہم نہیں کرتے حضرتؐ نے یہ سن کر فرمایا میں نے کب کہا تھا کہ تم اسی سال داخل ہو گے پھر آخر داخل ہوئے یا نہیں۔ روایت ہے کہ ایام محاصرہ میں ایک روز نافع بن غیلان قبیلۂ ثقیف کے کچھ آدمی ساتھ لے کر قلعہ سے نکلا رسولِؐ خدا نے امیر المومنینؑ کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا وادیِ وج میں تلاقی کفر و ایمان واقع ہوئی اور نافع امیر المومنینؑ کی تیغِ صاعقہ بار سے مارا گیا اور اس کے اصحاب بھاگ گئے اس سے رعبِ عظیم اہلِ قلعہ پر چھا گیا بعض ان میں سے قلعہ سے نکل کر فوراً مسلمان ہو گئے باقی نے کہلا بھیجا کہ آپ محاصرہ اٹھا لیں تو ہمارے قاصد آن کر کچھ شرائط پیش کریں چنانچہ رسول مکہ میں آئے تو ان لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں بشرطیکہ نماز روزہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ رہیں حضرتؐ نے فرمایا **لَا خَيْرَ فِيْ دِيْنٍ لَا رُكُوْعَ فِيْهِ وَلَا سُجُوْدَ**۔ یعنی جس دین میں رکوع و سجدہ نہیں کوئی بھلائی اس میں نہیں ہو سکتی پھر فرمایا قسم بخدائے عزوجل کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ تم نماز پڑھو' زکوٰۃ نکالو' نہیں تو تم پر ایسے شخص کو بھیجوں گا جو بمنزلہ میرے نفس و جان کے ہے وہ تم کو قتل اور تمھارے زن و فرزند کو اسیر کرے گا پھر امیر المومنینؑ کا ہاتھ

پکڑ کر بلند کیا کہ یہ ہے وہ شخص قاصدوں نے واپس جا کر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس قوم سے بیان کیا تمام اہلِ طائف بلا چون و چرا مسلمان ہوگئے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی اس امت سے میری نافرمانی کرے گا میں سہم اللہ (۱) یعنی شیرِ خدا کو اس پر بھیجوں گا اصحاب نے پوچھا سہم اللہ کون ہے فرمایا علیؑ بن ابی طالب ہیں کہ جہاں ان کو بھیجتا ہوں جبرئیل و میکائیل ان کے راست و چپ ہوتے ہیں اور ایک اور فرشتہ آگے اور ابرِ رحمت ان پر سایہ افگن، واپس نہیں ہوتے جب تک کہ حق تعالیٰ اس مہم کو ان کے دستِ حق پرست پر فتح نہیں کرتا۔ ابن اثیر نے کامل میں روایت کی ہے کہ جب محاصرہ طائف کو طول ہوگیا تو حضرت رسولِ خدا نے نوفل بن معاویہ دئلی سے اس بارے میں مشورہ کیا اس نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ لوگ مثل ایک روباہ کے سوراخ میں گھسے ہوئے ہیں اگر آپ نے یہاں قیام کیا تو ضرور ہے کہ نکلیں اور گرفتار ہوں اور جو ان کو چھوڑ دیں گے تو کچھ ضرر آپ کو نہیں پہنچا سکتے پس حضرتؐ نے اِذن کوچ دیا۔ **عطایا رسول الثقلینؐ بوقتِ تقسیم غنائمِ حنین** روضۃ الصفا میں ہے کہ رسولؐ خدا محاصرہ طائف سے اٹھ کر جعرانہ (۲) میں جہاں کہ حنین کی غنیمتیں محفوظ تھیں تشریف لائے اور دستِ سخا و کرم دراز کر کے قریش کو کہ تازہ مسلمان مولفۃ القلوب تھے انعام و بخشش سے مالا مال کر دیا کہتے ہیں کہ جس وقت اموالِ غنیمت نقد و جنس آپ کے سامنے انبار تھے۔ ابوسفیان بن حرب کہ خست و امساک میں شہرہ آفاق تھا خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسولؐ اللہ آج آپ تمام قریش سے زیادہ مال دار ہیں آپ متبسم ہوئے تو ابوسفیان نے سلسلہ طمع کھول کر کہا مجھ کو بھی اس مال سے کچھ عنایت کیجیے آپ نے فرمایا کہ بقدر چالیس اوقیہ سیم اور سو شتر اس کو دے دیں لالچی ابوسفیان نے گردنِ طمع دراز تر کی اور اپنے بیٹوں یزید و معاویہ کا حصہ مانگا حضرتؐ نے اتنا ہی اتنا ان کو بھی مرحمت کیا ابوسفیان یہ جود و سخا اس کانِ عطا کی دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں قسم بخدا کہ تم بوقتِ جنگ و صلح دونوں کریم ہو انتہائے کرم و بخشش ہے جو اس وقت آپ نے بذل کیا حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے پس حکیم بن حزام کو سو اونٹ عنایت کیے اس نے زیادہ کی خواہش کی تو اسی قدر اور بخشے علیٰ ہذا سہیل بن عمر و صفوان بن امیہ و حویطب بن عبد العزیٰ و اسید بن حارثہ ثقفی و حارث بن ہشام برادرِ ابوجہل و قیس بن عدی و اقرع بن حابس تمیمی و عُئیہ بن حصن فرازی وغیرہم کو سو سو اونٹ دیے ان کے سوا ہشام بن عمر عامری و مخرمہ بن نوفل و سعید بن یربوع وغیرہ کو کہ دوسرے درجے کے لوگ تھے پچاس پچاس شتر مرحمت فرمائے۔ **مولفِ** روضۃ الصفا کہتے ہیں کہ اختلاف ہے اس بارے میں، کہ آیا یہ عطیاتِ خاص خمس سے تھیں یا مجموعِ غنائم سے بعض علما نے قولِ اول اختیار کیا

---

(۱) سہم اللہ و سیف اللہ دراصل امیر المومنینؑ کے لقب ہیں۔

(۲) ۱۲ منہ جعرانہ بکسر جیم و سکون عین مہملہ ۱۲ منہ۔

ہے بعض نے دوسرا بہرحال کل اصحاب قریب بارہ ہزار کے تھے جماعت مولفتہ القلوب کے سوا تمام کو چار چار شتر ملے سواروں کا حصہ اس سے زیادہ تھا حالاں کہ زیادہ سے زیادہ روایت اونٹوں کی چوبیس ہزار تک کی ہے یہ بھی معجزاتِ حضرت ختمی مآب سے ہے کہ منتہی چوبیس ہزار اونٹ بارہ ہزار پر تقسیم ہوں اور چار چار سے کم کسی کو نہ ملے اور بعض سو سو تک بھی پا جائیں لکھا ہے کہ عباس بن مرداس شاعر کو رؤساء قریش سے تھا اس کو چار شتر ملے تو بہت غصہ ہوا اور چند اشعار اس میں لکھے کہ دو شعر ان سے یہ ہیں۔

اتجعل نهبي العبيد

بين عُيَيْنَةَ والا قرع

فما كان حِصنٌ ولاَ حَابِسٌ

يفوقان مرداس في المجمع

یعنی میرے اور عبید کے درمیان تقسیم کرتے ہو۔ حالاں کہ حصن عینیۃ کا باپ اور حابس اقرع کا باپ میرے باپ مرداس سے فائق نہ تھے۔ حضرتؐ نے یہ اشعار سنے تو غضب ناک ہو کر امیر المومنینؑ سے فرمایا **اَقطَعْ لِسانَهُ** کہ اس کی زبان کاٹ لو حضرتؑ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے عباس کہتا ہے کہ سخت تشویش واضطراب مجھ کو لاحق ہوا میں نے کہا یا علیؑ واقعی تم میری زبان کاٹو گے فرمایا جو کچھ پیغمبرِ خداؐ نے فرمایا ہے۔ اس کی تعمیل کروں گا تھوڑی دور جا کر پھر میں نے کہا یا علیؑ ضرور ہی میری زبان قطع کرو گے۔ حضرتؑ نے پھر وہی جواب دیا تا اینکہ مجھ کو ایک احاطہ میں جہاں شتر بکثرت تھے لے گئے اور فرمایا چار سے لے کر سو شتر تک جتنے چاہے اپنے لیے اختیار کر میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں تم پر کس قدر رحم کریم حلیم اور صاحب علم وحلم وکرم ہو کہ بجائے سزا کے سو اونٹ بخشے اور علم یہ کہ کس طرح امیر المومنینؑ رسولؐ خدا کی مراد کو پا گئے حالاں کہ اس شاعر کو اس کا شعور نہ ہوا۔ امیر المومنینؑ نے کہا اے عباس رسولؐ اللہ نے تجھ کو چار شتر دیے تا کہ مولفتہ القلوب سے ممتاز اور مہاجر وانصار میں شامل ہو مگر حرص تجھ پر غالب ہے عباس نے کہا یا ابا الحسن میں تم سے صلاح پوچھتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے آپ نے فرمایا کہ تقسیم خدا اور رسولؐ پر راضی ہو پس عباس نے بطوع رغبت چار اونٹ لیے اور زیادہ کی خواہش نہ کی نیز اس تقسیم پر بعض انصار بھی برہم ہوئے کہ لڑنے بھڑنے کے وقت تو ہم جب تقسیمِ اموال کا وقت آیا تو قریش کا گھر بھرا گیا بعض نے کہا آج اپنے رشتہ داروں اور عموزاد بھائیوں کو دیکھ کر ہم کو بھول گئے۔ غرض حضرتؐ نے ان کو مکدر پایا تو امر کیا کہ سب ایک خیمہ میں جمع ہوں اور سوائے انصار کے کوئی وہاں نہ جائے پس امیر المومنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر اس خیمہ میں داخل ہوئے اور ان کے درمیان بیٹھ کر فرمایا اے معشر انصار یہ کیا باتیں ہیں کہ

تقصیر معاف کرو رسولِ خدا نے فرمایا خدا جزائے خیر دے علیؑ کو کہ راہِ خدا میں کسی کی رعایت نہیں کرتے اور مکرر فرمایا کہ میں نے امان دی جس کو اُم ہانی نے امان دی بوجہ قرابت علیؑ کے القصہ غسل سے فارغ ہو کر حضرت فخرِ کائناتؐ نے زرہ پہنی خود سر پر رکھا اور سوار ہو کر طواف کے ارادے سے بیت اللہ روانہ ہوئے اس وقت سورۂ انا فتحنا آپ تلاوت کرتے جاتے تھے۔ پس بلا احرام مسجد الحرام میں داخل ہو کر نیزہ سے استلام (۱) حجر اسود فرمایا اور تکبیر کہی اصحاب باوفا نے بھی آپ کے ہمراہ تکبیر کہی صدائے تکبیر سے مکہ و کوہستانِ مکہ گونج اٹھے۔ مشرکین کہ پہاڑوں پر کھڑے اس شانِ کبریائی کو بہ نگاہِ عبرت دیکھ رہے تھے غلغلہ تکبیر سنکر کانپنے لگے۔ حضرتؐ رسالت پناہ سوارہ طواف بیت الحرام کا بجالائے اصحاب پیادہ پا آپ کے ہمراہ تھے۔ بعد ازاں بتوں کے توڑنے کی طرف متوجہ ہوئے۔

مسجد الحرام میں کعبہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے کہ ان کے پیر لوہے سیسے اور چونے گچ سے زمین میں محکم تھے۔ حضرت خاتم الرسل سنانِ نیزہ ان کی آنکھوں میں مارتے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ مطابق اس کے بت بقدرتِ خدا و اعجازِ رسولِ خدا اپنی جگہ سے اکھڑ کر اوندھے منہ زمین پر گر جاتے تھے۔ کفار یہ صورت دیکھ کر کہتے کہ محمد بڑا جادوگر ہے۔ حتیٰ کہ تمام بتوں کو اسی طرح اکھاڑ پھینکا الا چند بت ان میں سے کہ دیواروں پر اونچی جگہ رکھے ہوئے تھے بنابریں امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ میرے شانوں پر چڑھ کر ان کو گرائیے۔ فرمایا یا علیؑ تم کو طاقت بارِ نبوت اٹھانے کی نہیں اس لیے تم میرے کاندھے پر سوار ہو تاکہ یہ کارِ عظیم تمھارے ہاتھ سے انجام پائے بروایتے فرمایا اے علیؑ تم نے ابتدا سے تائید اسلام میں مشقتیں جھیلیں مصائب اٹھائے تاانیکہ نشان دین وایمان تمھارے زورِ بازو سے قائم ہوا پس سزاوار ہے کہ آج تمھارا رتبۂ عالی و شانِ رفیع دوست و دشمن پر ظاہر ہو پس تم میرے شانے پر سوار ہو کر ان بتوں کو گراؤ۔ پس سید المرسلین خم ہوئے۔ اور امیر المومنینؑ نے دوشِ نبی پر چڑھ کر رتبہ معراج حاصل کیا کتاب وقطب شاہیہ میں کہ ۱۰۵۸ ہجری میں سلطان ابو المظفر عبد اللہ قطب شاہ والی دکن کے نام پر لکھی گئی اور الحق ایک نفیس ولطیف کتاب ہے بعض محققین عرفا سے نقل کیا ہے کہ شبِ معراج جب کہ محبّ ومحبوب میں ملاقاتِ معنوی ہوئی اور خلوت خانۂ خاص یعنی منزل قاب قوسین او ادنیٰ میں ہم کلامی و راز و نیاز کی خصوصیت حاصل کی۔ اشرف انبیاؐ کو بباعثِ کمال ہیبت و دہشت ایک حرارت بدنِ اقدس میں محسوس ہونے لگی کہ اگر الطافِ الٰہی اس کا تدارک نہ کرے تو طاقتِ بشریٰ اس تپ محرق کی تاب لانے میں عاجز تھی مگر رحمتِ کاملۂ خداوندی فوراً شاملِ حال ہو کر یدِ قدرت

---

(۱) استلام حجر اسود کا چھونا یا بوسہ لینا لبوں سے یا ہاتھوں سے یا کسی اور شے سے ۱۲ منہ۔

تمھارے درمیان سنی جاتی ہیں آیا تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے انھوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مشائخ و بزرگان انصار کے منہ سے کوئی کلمہ خلاف نہیں نکلا ہاں جوان نوعمروں نے ایسا کہا ہے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں تمھارے درمیان آیا تو تم غار ہائے آتش کے کنارے تھے حق تعالیٰ نے میری بدولت تم کو دوزخ سے نجات دی انھوں نے کہا **بلی ولله ولرسوله المنُّ والطولُ** یعنی ہاں درست ہے اور خدا اور رسولؐ کے لیے ہے فضل و احسان پھر فرمایا اور تم با یک دیگر دشمنی اور پھوٹ رکھتے تھے میری وجہ سے الفت و محبت پیدا ہوئی۔ نیز قلیل و ذلیل تھے کثرت و آبرو حاصل کی۔ اسی طرح آپ اپنے احسانات شمار فرماتے اور انصار حضرت کی تصدیق کرتے جاتے تھے تا اینکہ فرمایا کہ جواب دو مجھ کو کس لیے جواب نہیں دیتے انصار نے کہا ہمارے ماں باپ تم پر فدا ہوں کیا جواب دیں آپ کے احسان ہم پر اور تمام عالم پر بکثرت ہیں فرمایا نہیں تم کہہ سکتے ہو کہ تو ہمارے پاس آیا حالاں کہ تیری قوم نے تجھ کو جھٹلایا تھا ہم نے تصدیق کی انھوں نے گھر سے نکالا تھا ہم نے پناہ دی۔ کوئی ناصر و مددگار نہ رکھتا تھا ہم نے نصرت و یاوری کی خائف و ترساں تھا ہم نے ایمنی بخشی اس وقت صدائے گریہ انصار سے بلند ہوئی۔ اور بزرگان و شرفاء قبیلہ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر پائے مبارک پر گر پڑے اور دست و پائے اقدس کو چومتے تھے اور کہتے تھے یا رسولؐ اللہ ہمارے اپنے مال حاضر ہیں آپ چاہیں تو ان کو بھی ان لوگوں پر تقسیم فرمادیں آپ نے فرمایا اے گروہِ انصار تم اتنی سی بات پر خفا ہوگئے کہ میں نے کچھ مال دُنیا تازہ مسلمانوں کو دیا تاکہ ان کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کروں اور تم کو تمھارے اعتقادِ واثق و ایمانِ کامل پر چھوڑ دیا آیا تم راضی نہیں کہ اور لوگ شتر و گوسفند لے کر گھر کو جائیں اور تم اپنے حصہ میں رسولؐ اللہ کو لے جاؤ سب نے کہا ہم راضی ہیں ہم راضی ہیں اور جس کی زبان سے کوئی کلمہ نکلا وہ براہِ عداوت و رنج نہ تھا بلکہ اس گمان سے کہ شاید آپ ان سے ناراض ہیں یا وہ آپ کے نزدیک قصوروار ہیں حضرتؐ ان کے لیے دعاء مغفرت کریں آپ نے فرمایا۔ **اَللّٰهُمَّ اغفر للانصار ولا بناء الانصار ولا بناء ابناء الانصار** حق تعالیٰ تو انصار اور ان کے بیٹے پوتوں تک کے گناہ معاف کر۔ پھر فرمایا **الانصار کرشی و عیبتی** کہ انصار میرے مخصوصان و صندوق راز دان ہیں اگر تمام آدمی ایک راستہ کو جائیں اور انصار دوسرے کو تو میں انصار کے ساتھ جاؤں گا **اَللّٰهُمَّ اَغْفِر للانصار** نیز اس تقسیم میں ذوالخویصرہ تمیمی معروف بہ ذی الثدیہ ملعون نے حضرت رسولؐ اللہ پر اعتراض کیا جیسا کہ مشہور ہے مگر تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے **حدیث ذوالخویصرہ تمیمی**: کہ یہ اعتراض اس مردود نے اس وقت کیا تھا جب کہ امیر المومنینؑ نے یمن سے مال بھیجا تھا اور رسولِؐ خدا اس کو تقسیم فرما رہے تھے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ دو مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے یہاں کا قصہ اس جگہ لکھا جاتا ہے دوسرا اپنے موقع پر آگے آئے گا۔ شیخ طبری علیہ الرحمہ نے

ابوسعید حذری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا غنائمِ حنین بانٹ رہے تھے تو ایک مرد قبیلہ بنی تمیم کا جس کو ذوالجویصرہ کہتے تھے حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہؐ تقسیمِ اموال میں عدل وانصاف کیجیے حضرتؐ نے غضب ناک ہوکر فرمایا **ویلك اذالم یکن العدل عندی فعند من یکون** وائے ہو تجھ پر میں ہی عدل نہ کروں گا تو پھر اور کون عدل کرے گا کیا تیری نگاہ میں اور کوئی ہے۔ حضرت عمرؓ خطاب حاضر تھے بولے یا حضرتؐ مجھ کو حکم دیجیے کہ اس کو قتل کروں فرمایا جانے دو کہ اس کے کچھ اصحاب ہوں گے کہ تمھارے نماز روزے ان کے نماز روزوں کے سامنے کم اور حقیر ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے الاقرآن ان کی حلقوم سے نہ گزرے گا یعنی مطلب ومعانی سے سروکار نہ ہوگا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کہ تیر کمان سے ان کی علامت ایک مردِ سیاہ ہوگا جس کے ایک بازو پر گوشت کا ٹکڑا مثل پستانِ عورت کے لٹکتا ہوگا پس وہ بہترین گروہ پر خروج کریں گے ابوسعید کہتے ہیں کہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ کلام رسولِ انامؐ کی زبانِ مبارک سے سنا نیز گواہی دیتا ہوں کہ جنگِ خوارج میں امیر المومنینؑ علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ تھا جب کہ بموجب حکم اس جناب کے کشتگان میں اس مرد کی تلاش کی اور انھیں علامات سے کہ رسولؐ اللہ نے بیان کی تھیں اس کو پالیا مولف کہتا ہے کہ قصہ ذوالجویصرہ ملعون کے قتل ہونے کا اس کتاب میں اپنے موقع پر مفصل مذکور ہے۔ **نیز شیخ** طبریؒ نے روایت کی ہے کہ غنائمِ حنین تقسیم ہو چکے تو حضرتؐ سوار ہوئے لوگ آپ کے پیچھے دوڑتے تھے کہ یارسولؐ اللہ ہم کو بھی کچھ دیجیے تا انیکہ ایک مقام پر آپ کو گھیر لیا اور رداد وشِ مبارک سے کھینچ لی آپ نے فرمایا لوگو میری ردا مجھ کو دو قسم بخدا کہ اگر میرے پاس بہ عدد گیاہِ زمین بھی شتر وگاؤ وگوسفند ہوں تو سب کو تم پر بانٹ دوں اور اصلا بخل نکروں وہراسِ فلاکت دل میں نہ لاؤں پس حضرتؐ نے چند بال کوہانِ شتر سے اکھاڑ کر دکھائے کہ بخدا سوگند کہ میں نے تمھارے غنیمت سے اس قدر بھی نہیں لیا الاخمس اور وہ بھی تم کو دے دیا۔ القصہ بارھویں ذیقعد کو حضرتؐ نے جعرانہ سے احرامِ عمرہ باندھا اور مناسکِ عمرہ ادا کیے پھر عتاب اسید کو حکومتِ مکہ دے کر اور معاذ بن جبل کو تعلیمِ مسائل کے لیے اس کا مددگار مقرر کر کے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ یہ ہیں مشہور غزوات ومجاہدات امیر المومنینؑ کے، حضرت سید المرسلین کی خدمت میں کہ سنی وشیعہ کی معتبر کتابوں سے بہت اختصار کے ساتھ یہاں نقل ہوئے چوں کہ مقصودِ اصلی اس کتاب سے امیر المومنینؑ کے حالات کا تحریر کرنا ہے اس لئے تاریخِ اسلام سے بہت سی باتیں عمداً قلم انداز کی گئیں بلکہ کمتر کوئی بات لکھی ہے جس کو کسی نہ کسی طرح کا علاقہ آنحضرتؐ سے نہ ہو۔ طالبِ حق منصف مزاج اس کو دیکھ کر جان سکتا ہے کہ اصحابِ جنابِ رسالت مآب میں سے کیوں کر کوئی آنحضرتؐ کا ہمسر ہوسکتا ہے چہ جائے کہ کسی کی برتری کا سودائے خام پکایا جائے اور جب کہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تمام

کدو کاوش وسعی وکوشش آنجنابؑ نے اعلائے کلمۃ اللہ محض رضائے خدا اور رسولؐ خدا کے لیے کی ہیں اغراضِ نفسانی اور بشری خواہشوں کو ان میں مطلقاً دخل نہیں تو ان کارناموں کی قیمت ہزار گنا بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ اگر اوروں سے شمہ بھی اس جرأت کا کہیں ظاہر ہوا ہے تو بہت سی ذاتی، قومی ملکی غرضیں اس میں شامل پائی گئی ہیں۔ مثلاً خالد ولید کے کشت و خون بیشتر اسی قسم کے نکلے ہیں۔ ابن اثیر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مہم بنی جذیمہ کے بعد ایک روز عبدالرحمٰن بن عوف و خالد ولید میں تکرار ہوئی عبدالرحمٰن نے کہا تو نے براہ حمیّت جاہلیت ناحق مسلمانوں کا خون کیا خالد نے کہا تو یہ کہتا ہے حالاں کہ میں نے جو کچھ کیا تیری خاطر سے کیا تیرے باپ عوف کا بدلا لیا عبدالرحمٰن نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے میں اپنے باپ کا عوض آپ لے چکا تھا تو نے اپنے چچا فاکہہ بن المغیرہ کی عوض ان کو قتل کیا ہے پس ان حضرات کے جہادِ راہِ خدا کی یہ کیفیت تھی اسی طرح اس خالد نے خلیفہ اول کے زمانے میں جو مسلمانوں کو بہ تہمتِ ارتداد قتل کیا اس کا زیادہ تر تعلق ایک عورت صاحبِ جمال کے عشق سے تھا نہ کہ دردِ دین سے جس میں وہ ایسا از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ اس عورت کے شوہر کو قتل کر کے اسی رات اس کے ساتھ ہم بستر ہوا اور ظاہری رعایت بھی شرع مقدس کی عدہ وغیرہ کے بارے میں نہ کی پہلا قصہ اس کتاب میں گذر گیا دوسرا آگے خلافتِ خلیفہ اول کے بیان میں بیان کیا جائے گا۔ پس ان نجس و ناپاک حرکات کو حملاتِ جنابِ مرتضوی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے وہ نفسانی خواہشوں اور شہوانی آلودگیوں سے بالکل پاک و صاف خالص خدا اور رسولؐ کے لیے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ معرکۂ جنگ میں آپ ایک کافر پر حملہ آور ہوئے اور تلوار کھینچ کر چاہتے تھے کہ اسے قتل کریں کہ اس نے حضرتؑ کے منہ پر تھوک دیا آپ نے ایسا ہونے پر اپنی تلوار ہاتھ سے ڈال دی اور اس کو رہا کیا مبادا شائبہ غرض شامل ہو کر اخلاصِ عمل میں فرق آئے چنانچہ مولوی روم نے اس قصہ کو اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے

از علیؑ آموز اخلاصِ عمل — شیرِ حق را داں منزہ از دغل
درغزا بر پہلوانے دست یافت — زود شمشیرے بر آورد و شتافت
تا جدا گرداندش سر از بدن — اُو زِ غُصّہ زد برو آبِ دہن
چوں خوانداخت بر روئے علیؑ — افتخارِ ہر نبیؑ و ہر ولی
ذوالفقار انداخت از دست و نشست — ترکِ قتلش کرد وشد از ذوق مست
گشت حیراں آں مبارز زیں عمل — از نمودن عفو و رحمت بے محل
گفت بر من تیغِ تیز افراشتی — از چہ افگندی چرا نگذاشتی

گفت من تیغ از پئے حق می زنم ‏ ‏ ‏ ‏ بندۂ حقم نہ ماموریِ تنم
شیر حقم نیستم شیرِ ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ فعلِ من بر دینِ من باشد گوا

جنگ و جہاد کے علاوہ حضرت علیؑ کی زندگی سے اہم واقعات: مشہور غزواتِ امیر المومنینؑ لکھنے کے بعد ہم دوبارہ اس جناب کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں اور جو ضروری باتیں درمیان میں لکھنے سے رہ گئی ہیں ان کو یہاں پر درج کرتے ہیں پس واضح رہے کہ پیشتر معلوم ہوا کہ زفاف شیرِ خدا کا سیدۃ النسا کے ساتھ موافق مشہور شروع ماہِ ذی الحجہ ۲ھ میں واقع ہوا۔ اس مواصلتِ سراپا یُمن و برکت کو ابھی پورے نو مہینے نہ گزرنے پائے تھے کہ نہالِ آرزو بارور ہوا اور نخلِ تمنا میں پھل لگا یعنی پندرہ رمضان ۲ھ کو سروِ بوستانِ امامت و غنچۂ چمنِ رسالت شکمِ اطہر جنابِ سیدہؑ سے متولد ہوئے رسولؐ خدا نے اس مولودِ مسعود کا نام ہارون پیغمبرؑ کے بیٹے کے نام پر حسن رکھا یعنی کہ ان کا نام شبّر بزبانِ عبرانی تھا آپ نے اس کا عربی ترجمہ حسنؑ مقرر کیا یعنی تشبیہ انتَ منّی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کی تکمیل فرمائی اور ساتویں روز اس تولد کے اس جناب کا عقیقہ کیا۔ زیادہ حالات اس ولادتِ کثیر السعادت کے آنحضرت کی تاریخ میں دیکھنے چاہیں اس کے دوسرے سال یعنی ۳ رمضان ۳ ہجری کو شاہِ گلگوں قبا خامسِ آلِ عبا سبطِ اصغر حضرت سید الشہدا وجود میں آئے ان کا نام شبیر پسر دوم ہارون کے نام کا ترجمہ حسینؑ حسبِ وحی خدا رکھا گیا مدارج النبوۃ میں ہے کہ جنابِ سیدہ امامِ حسنؑ کے پیدا ہونے کے پچاس روز بعد امامِ حسینؑ سے حاملہ ہوئیں حالاں کہ ان کو اور عورتوں کی طرح حیض و نفاس نہ آتا تھا چنانچہ اسی لئے آپ کا نام حورِ جنت رکھا گیا مروی ہے کہ امامِ حسینؑ کل چھ مہینے شکمِ مادرِ گرامی میں رہے یہ آپ کے خصائص سے ہے ابتدائے عالم سے آج تک کوئی بچہ سوائے آنحضرت کے اور یحییٰ بن زکریا کے اتنی تھوڑی مدت حمل میں رہ کر زندہ نہیں رہا **معارج النبوۃ** میں ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے ایک روز نمازِ صبح سے فارغ ہو کر امیر المومنینؑ کو مژدۂ غیبی سے افتخار بخشا پس ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے حجرۂ جنابِ سیدہؑ کی طرف آئے اور آپ کو درِ حجرہ پر بٹھلا کر فرمایا کہ کسی کو اندر نہ آنے دیں مراد یہ کہ امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں اور ملائکہ کرام آپ کے پاس اس خوشی کی مبارک باد کو آئے ہیں کوئی اور اندر نہ آنے پائے یہ کہہ کر خود حجرۂ مقدسہ میں داخل ہوئے اور امیر المومنینؑ نے درِ حجرہ پر قیام کیا تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکرؓ وہاں تشریف لائے اور حضرت امیرؑ سے حال رسولِ خداؐ کا پوچھنے لگے آپ نے فرمایا فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے فرشتے آپ کی زیارت کرنے اور مبارک باد دینے کے لیے آرہے ہیں اس لیے فرصت نہیں چنانچہ اس وقت تک چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے آچکے ہیں اور بھی آئیں گے۔ ابوبکرؓ یہ تعداد سن کر حیران رہ گئے اتنے میں حضرت عمرؓ خطاب و عثمانؓ بن عفان و دیگر صحابۂ اکرام بھی وہاں آگئے اور منتظر تھے کہ کب رسول اللہؐ اس شغل

سے فارغ ہوں تھوڑی دیر بعد آپ باہر تشریف لائے اور دوستوں کو اپنے ساتھ اندر لے گئے اس وقت ابوبکرؓ نے قول امیر المومنینؑ کا آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا، فرمایا یا علیؑ تم کو تعدادِ فرشتگان پر کس طرح اطلاع ہوئی عرض کی میں فرشتوں کے آنے سے مطلع ہوتا تھا جو گروہ ان کا یہاں سے گزرتا تھا اپنی تعداد ایک خاص زبان میں تقریر کرتا تھا میں نے اس کو سمجھا اور یاد رکھا اور باہم جوڑ لیا یہاں تک کہ اس کا مجموعہ اس قدر ہوا آپ نے فرمایا **زادك الله علما و عقلا یا علی** اے علیؑ حق تعالیٰ تمھارے علم و عقل کو زیادہ کرے۔ **وفات جناب فاطمہ بنت اسد مادرِ امیر المومنینؑ** نیز ۴ ہجری میں جنابِ فاطمہؑ بنتِ اسد مادرِ امیر المومنینؑ نے دنیا سے رحلت کی اس موقع پر حضرت رسولؐ خدا کا اپنے لباس خاص سے ان کو کفن دینا اور چالیس تکبیروں کے ساتھ ان پر نماز پڑھنا اور قبلِ دفن ان کی قبر میں لیٹنا اور عقائد حقہ کا ان کو تلقین فرمانا مع دیگر مناقب و مراتب اس جناب کے پیشتر نقل ہو چکا، اب حاجتِ اعادہ نہیں، یہاں پر مزید حالات کتبِ معتبرہ اہلِ سنت سے نقل ہوئے ہیں کتاب نور الابصار فی مناقبِ اہلِ بیت النبی المختار تصنیفِ شیخ مومن شبلنجی مصری مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ رسولؐ اللہ نے اسامہ بن زیدؓ و ابو ایوبؓ انصاری و عمرؓ خطاب اور ایک غلامِ سیاہ، ان چار شخصوں کو حکم دیا کہ اس معظمہؑ کی قبر کھودیں، انھوں نے جنت البقیع میں قبر کھودنی شروع کی جب لحد تک پہنچے تو حضرت رسولؐ خدا نے خود اس کو کھودا اور مٹی بنفسِ نفیس اس کی نکالتے تھے۔ قبر کھد کر تیار ہو گئی تو حضرتؐ اس قبر میں لیٹے اور دعا کی پروردگارا میری ماں فاطمہؑ بنت اسد کو بخش دے اور حجت اس کو تلقین فرما اور قبر کو وسیع کر اس کے لیے بحق اپنے نبی محمدؐ اور دیگر انبیاء سابقین کے بہ تحقیق کہ تو ارحم الراحمین ہے مدارج میں ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا کہ فشارِ قبر سے سوائے فاطمہؑ بنتِ اسد کے کوئی بے خوف نہیں ہو سکتا اصحاب نے عرض کی یا رسولؐ اللہ کیا آپ کے فرزند قاسم کو بھی یہ عذاب ہو گا فرمایا بلکہ ابراہیمؑ کو بھی کہ جس نے اس سے بھی چھوٹے سن میں انتقال کیا۔ ظاہرا قبرِ منور اس جناب کی جنت البقیع میں متصل بائمہ اربعہ علیہم السلام ہے جہاں پردہ پڑا رہتا ہے اور لوگ غلطی سے اسے قبرِ فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ سمجھ کر اس معصومہ کی زیارت بجالاتے ہیں چنانچہ مولوی محمد علی بن محمد باقر اصفہانی رسالہ فارسیہ انتخاب الزاد میں بضمن تحقیقِ مرقدِ مطہر جنابِ سیدہؑ ایک عبارت لکھتے ہیں کہ خلاصہ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ایک جماعت قائل ہے کہ جنت البقیع میں ہے برایں تقدیر ظاہر ہے کہ بیت الاحزان میں ہو گی جیسا بعض محققینِ اہلِ سنت نے تصریح کی ہے اور قول سنیوں کا موضوعات احکام میں بالاتفاق مقبول ہے مگر جب کہ معارض اقوے رکھتا ہو اور ظاہرا قبہ ائمہ بقیع میں جہاں کہ پردہ پڑا رہتا ہے اور عوام اس کو قبر فاطمہؑ کہتے ہیں وہ قبر فاطمہؑ بنتِ اسد مادرِ امیر المومنین علیہ السلام کی ہے جیسا کہ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ اور جو قبہ اس زمانے میں مادرِ امیر المومنینؑ سے منسوب ہے ظاہرا بے اصل ہے کہ

برعایت قبرِ عثمان بنایا گیا ہے۔ چنانچہ بعض کُتبِ اہلِ سنت میں الفاظ مشعر اس کے پائے جاتے ہیں **حقیر مترجم** کہتا ہے کہ میں نے بھی اس قبہ منسوبہ بفاطمہؑ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو ۱۲۹۸ہجری میں جب کہ زیارتِ مدینۂ منورہ سے مشرف ہوا دیکھا کہ منتہائے بقیع پر قبرِ عثمان سے بھی دور جانبِ شمال واقع ہے۔ اس کو دیکھ کر ایک صاحبِ عقل جان سکتا ہے کہ یہ چالاکی صرف حضرت قتیل دار کی پردہ پوشی اور ان کی قبر کو زبردستی مسلمانوں کی قبروں میں شامل کرنے کی غرض سے کی گئی ہے۔ کیوں کہ جب مسلمانوں نے اتفاق کر کے حضرت باحیا کو قتل کیا تو مقابرِ مسلمین میں ان کے دفن سے بھی مانع آئے اس سبب سے مجبوراً ان کو قبرستانِ یہود بیرونِ بقیع میں دفن کرنا پڑا امیر معاویہ نے اپنے عہدِ حکومت میں دیوارِ بقیع کو توڑ کر اس کو داخلِ بقیع کیا اور مسلمانوں کو مجبور کیا کہ اپنے اپنے مردے اس کے گرد و پیش دفن کریں چنانچہ اس کا تذکرہ آگے قتلِ عثمانؓ کے ذکر میں آئے گا پس اسی وقت بڑی ہوشیاری کے ساتھ حضرت فاطمہ بنتِ اسد سلام اللہ علیہا کی فرضی قبر بھی عثمانؓ کی قبر سے کچھ آگے بڑھ کر بنا دی گئی ہے نہیں تو باوجود اس محبت وفرطِ رافت کے جو حضرتِ رسالت پناہ اس معظّمہ کی نسبت رکھتے تھے کیا ضرورت تھی کہ شروعِ ہجرت وصدرِ اسلام میں ان کے جنازہ کو اتنی دور لے جاتے اور قبرستانِ مسلمین قریب تر کو چھوڑ کر یہودیوں کے مقبرے کے بھی پرلے سرے پر جا کر ان کو دفن کرتے یہی وجہ ہے کہ محققینِ اہلِ سنت نے بھی اس چالاکی کو قبول نہیں کیا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں سید سمہودی سے نقل کرتے ہیں ''پس انچہ آلان اعتقادِ مردم است وقبہ مشہور بہ قُبۂ فاطمہ بنتِ اسد کہ شمالی قبۂ امیر المومنین عثمان ست صحیح بنا شد اگرچہ بعض مورخین نیز موافق آں ذکر کردہ اند''۔ پھر وجہ اس کے صحیح نہ ہونے کی ان ہی سید مذکور سے اس طرح نقل کی ہے میگوید چگونہ روا باشد کہ سرورِ انبیا باوجود آں ہمہ محبت وعنایت کہ دربارۂ وے داشتہ اور اور موضع بعید از بقیع دفن کند بانیکہ در وقتِ وفات عثمان بن مظعون فرمود ادفن الیہ من مات من اھلی (ترجمہ جو کوئی میری اہل سے مرے گا میں اس کو ابن مظعون کے پاس دفن کروں گا) وچوں مشہد عثمان رضی اللہ عنہ بہ حقیقت داخلِ بقیع نیست و ایں قبہ منسوب بفاطمہ بنتِ اسد خود دور تر ست از وے پس دفنِ وے رضی اللہ عنہا در آں نہایت بعید است انتہی۔

سورج کا پلٹ آنا برائے امیر المومنین علیہ السلام حدیث میں وارد ہے کہ جو جو باتیں پہلی امتوں میں واقع ہوئیں وہ سب اس امت میں بھی واقع ہوں گی **طابق النعل بالنعل** پس ردِ شمس کہ علامت کہ بزرگ و رفیع الشان خرقِ عادت ہے برگزیدگانِ سابق کے لیے مثل یوشع بن نون وغیرہ کے ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا اس امت میں بھی اس کا واقع ہونا ضروریات سے تھا، چوں کہ سوائے امیر المومنینؑ نفسِ رسولؐ رب العالمین کے دوسرا محل مناسب اس آیۃ الکبریٰ کا نہ تھا یہ دولت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی اور وہی حضرتؑ اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوئے **ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ**

یُؤتِیهِ مَن یَّشَآءُ واضح رہے کہ رجوعِ آفتاب امیر المومنینؑ کے لیے دو مرتبہ ہوا، ایک دفعہ جناب رسالت مآب کی زندگی میں دوسری بار آپ کی وفات کے بعد، عہدِ خلافتِ ظاہری امیر المومنینؑ میں، عہدِ خلافت کا واقعہ اپنی جگہ مذکور ہے یہاں پیغمبرِ خدا کے زمانے کا واقعہ بیان ہوتا ہے خاصہ و عامہ نے ام سلمہؓ و اسما بنت عمیسؓ و ابو سعید خدریؓ و جابر بن عبداللہ انصاریؓ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسولؐ خدا ﷺ جنگِ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ کی طرف متوجہ تھے تو ایک روز منزلِ صہبا میں سرِ مبارک اس جناب کا امیر المومنینؑ کی گود میں تھا کہ ناگاہ اثرِ نزولِ وحی آپ پر ظاہر ہوا، اور زمانِ وحی نے طول کھینچا حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا جب وحی اختتام پذیر ہوئی تو آپ نے پوچھا یا علیؑ تم نے نمازِ عصر پڑھ لی تھی عرض کی نہیں یا رسولؐ اللہ شواہد النبوۃ وغیرہ میں ہے کہ جب وقت تنگ ہونے لگا تو آنحضرتؐ نے نمازِ عصر باشارہ ادا کی اور بعد اتمام وحی آنحضرتؐ کو اس کی خبر دی بہر حال جب رسولِ خدا کو معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ کی نماز فوت ہو گئی یا نماز کامل بارکوع و سجود نہیں ہو سکی تو دستِ دعا بجانب آسمان بلند کیے اور عرض کی پروردگارا اگر علیؑ تیری اور تیرے نبیؐ کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو اس کے لیے واپس لا، تا کہ نمازِ عصر کو فضیلت کے وقت میں بجالائے۔ بروایتِ شواہد حضرتؐ نے خود دعا نہیں فرمائی امیر المومنینؑ سے کہا یا اخی دعا کرو کہ حق تعالیٰ تمھاری دعا کی برکت سے آفتاب کو پھیر لائے تا کہ نماز کو بوقتِ فضیلت ادا کرو پس امیر المومنینؑ اٹھے اور دعا کی پس آفتاب غروب شدہ جانبِ مغرب سے بلند ہوا، تا اینکہ اس مقام پر آ گیا جہاں کہ نمازِ عصر کے وقت ہوتا ہے اور آپ نے نمازِ عصر بہ نیت ادا پڑھی۔ پھر جلد غروب ہو گیا۔ اسما کہتی ہیں کہ بوقتِ غروب اس میں سے ایک آواز سنائی دی۔ جیسے کہ آرہ سے بوقت گزرنے لکڑی کے سنائی دیتی ہے۔ احمد بن صالح کہ اکابرِ اہلِ سنت سے ہے کہتا ہے کہ اربابِ علم کو شایاں نہیں کہ اس حدیث کی حفظ میں تغافل کریں کیوں کہ یہ علاماتِ نبوت سے ہے۔ شیخ ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ میں کہتا ہے کہ حدیثِ ردِ شمس کو طحاوی حنفی نے اپنی کتاب شرحِ آثار میں اور قاضی عیاض مالکی نے شفا میں تصحیح کیا ہے یعنی اس کے راوی ان کے نزدیک سب ثقہ ہیں اور شیخ الاسلام ابو زرعہ رازی اور ایک اور جماعت نے اس کی تحسین کی ہے اور ان لوگوں کی ردکی ہے جو اس کو موضوع کہتے ہیں اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ شیخ سعید گارزونی شافعی نے بھی اپنی کتاب منتفی میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کوئی اعتراض اس پر نہیں کیا الاّ ذہبی میزانِ الاعتدال میں اس کو ضعیف کہتا ہے اس لیے کہ بعض محدثوں نے عمار بن مطر راوی کو کہ اس کے راویوں میں سے ایک شخص ہے ضعیف جانا ہے اور نیز اس لئے کہ ابو ہریرہ نے رسولِ خدا سے روایت کی

---

(۱) شواہد النبوۃ میں حدیثِ ردِ شمس کو دو طریق سے دو مقام پر نقل کیا ہے ایک رکن چہارم میں دربیان شواہد و دلائل کے کہ رسولؐ خدا کے عہد میں واقع ہوئیں دوم رکنِ ششم میں بضمن بیانِ خرق عادات امیر المومنینؑ ۱۲ منہ۔

ہے لَمْ ترد الشمس الا لیوشعِ بن نون یعنی آفتاب کبھی ردنہیں ہوا الا یوشع علیہ السلام کے لیے
مصنف روضۃ الاحباب کہتا ہے کہ اس عمار بن مطر کو بعض اہلِ حدیث نے ثقہ کہا ہے اور بعضوں نے بوصفِ حفظ یاد
کیا ہے چنانچہ یہ بات کلام ذہبی سے بھی معلوم ہوتی ہے پس عمار کی حدیث مطلقاً رد نہیں ہوسکتی۔ حالاں کہ حدیث رد
شمس کو ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے رہی حدیث ابو ہریرہ سو محتمل ہے کہ مراد آنحضرتؐ کی یہ ہو کہ انبیاء سابقین سے کسی کے
لیے سوائے یوشع کے رجعتِ آفتاب نہیں ہوئی یا یہ حدیث آنحضرتؐ سے قبلِ وقوعِ ردِ شمس برائے امیر المومنینؑ صادر
ہوئی ہو۔ **مولفِ** اوراق کہتا ہے کہ بعض کتبِ اہلِ سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ رجعتِ آفتاب سلیمان بن داؤد علیہما السلام
کے لیے بھی ہوئی ہے۔ پس حدیث ابو ہریرہ سرے سے وضعی و باطل ہوگی، مخفی نہ رہے کہ جو مہارت حدیث بنانے میں
ابو ہریرہ کو تھی سُنّی بھی اس سے ناواقف نہیں ہیں رسولؐ اللہ پر اس کی افترا پردازی اس درجہ کو پہنچی تھی کہ خود خلیفہؓ ثانی کو
بھی تنگ آ کر یہ کہنا پڑا التترکنَ الحدیث عن رسول اللّٰہ والا لا لحقنك بارضِ دوس
یعنی کنزالاعمال وغیرہ کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو کثرتِ روایت ابو ہریرہ کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس
کو کہا تو حدیثِ رسولِ خدا کو ترک کر ورنہ تجھ کو تیرے مسکنِ زمین دوس کی طرف نکلوا دوں گا۔ مگر ذہبی کو عداوت امیر
المومنینؑ نے ایسا مضطر و مجبور کیا کہ اس نے ایسے جھوٹے کذاب کی حدیث کو تو بے چون و چرا سر پر رکھا اور اصلاً اس کی
تاویل کی طرف بھی مثل صاحبِ روضۃ الاحباب کے متوجہ نہ ہوا اور ابن مطر کی جسے محدثوں نے ثقہ کہا اور بصفت حفظ یاد
کیا ہے اور خود ذہبی کے کلام سے بھی بقول صاحبِ روضہ یہ اوصاف اس میں پائے جاتے ہیں حرج فرمائی اور اس بنا
فاسد پر حدیثِ ردشمس کو ضعیف کہہ دیا۔ الغرض پھر شیخ ابن حجر کہتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ جب آفتاب غروب ہوگیا تو اس کے
ساتھ ہی وقت نماز جاتا رہا اس کے دوبارہ لوٹ کر آنے سے کیا فائدہ ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جیسا رجعت آفتاب
آپ کی خصوصیات و کرامات سے ہے ویسا ہی نماز کا اس وقت بہ نیت ادا پڑھنا دوسری خصوصیت و کرامت ہوگی۔ سوائے
اس کے اگر آفتاب دوبارہ آسمان پر لوٹ آئے تو وقت نماز بھی اس کے ساتھ لوٹ آئے گا یا نہیں یہ مسئلہ خود محل نظر
ہے۔ ہم نے اس کا بیان اور اس میں قول راجح بحجت و برہان اپنی کتاب شرح عباب شروع کتاب الصلوٰۃ میں لکھ دیا ہے
بعد ازاں ابن حجر حکایت مشہور واعظ مداح اہل بیت کی جس کے لیے بھی آفتاب چھپ کر نکل آیا تھا سبط بن الجوزی
سے نقل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابوالمنصور مظفر بن اردشیر ایک روز بعد عصر منبر پر مدح و ثنائے اہل بیت اطہار میں مشغول
تھا اور حدیث ردشمس درمیان تھی کہ ناگاہ آفتاب پر ابر آ گیا بحدیکہ اہلِ مجلس نے جانا کہ دن چھپ کر رات ہوگئی
ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اہلِ سنت نے اس حکایت کو اسی طرح روایت کیا ہے جیسا کہ ابن حجر کہتا ہے چنانچہ سید علی خاں

مدنی نے بھی ربیع الابرار میں مثل صواعقِ محرقہ کے یہی لکھا ہے لیکن علامہ علی علیہ الرحمہ نے کشف الیقین میں نقل کیا ہے کہ ایک واعظ زاہد ذکرِ فضائل جناب امیر علیہ السلام کرتا تھا کہ آفتاب قریب بغروب پہنچا اور افق میں تیرگی چھا گئی بہر کیف واعظ مذکور منبر پر کھڑا ہو گیا اور آفتاب کی طرف خطاب کر کے یہ اشعار پڑھنے لگا

لاتغربی یا شمسُ حتی تنقضی　　مدحی لصنو المصطفی ولنجله

واثنی عنانك اذ عزمت ثنائوه　　انسیت یومك اذردرت لاجله

الکان للمولی وقوفك فلیکن　　هذا لوقوف لخیله ولرجله

یعنی اے آفتاب مت غروب ہو جب تک کہ مدح ابن عم رسولؐ و زوجِ بتول تمام نہ ہو جائے چوں کہ میں نے آنحضرتؐ کی مدح کا عزم کیا ہے تو اپنی باگ موڑ لے کیا تو اس دن کو بھول گیا ہے جب کہ ان کی خاطر پلٹ کر آیا تھا اگر تیرا توقف مولیٰ اور آقا کے لیے تھا تو اب ان کے نوکروں چاکروں کے لیے بھی توقف چاہیے پس آفتاب اس وقت نکل آیا اور افق روشن ہو گئی تا اینکہ مدح جناب امیرؑ تمام ہوئی علامہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں، چوں کہ مجلس سامعین سے پر تھی لہٰذا خاص و عام نے اس قصہ کو نقل کیا تا اینکہ متواترات سے ہو گیا۔ لیکن سید علیؒ مدنی نے لکھا ہے **فطلعت الشمس من تحت الغیم عند انتها الابیات ولا یدری مارمی علیه من الاموال والثیاب یومئذٍ** یعنی جوں ہی یہ اشعار تمام ہوئے آفتاب بادل کے نیچے سے نکل آیا اس وقت نہ معلوم کہ کس قدر روپیہ پیسہ اور پارچے اس واعظ پر ڈالے گئے۔

امیر المومنینؑ علی المرتضیٰ کے جود و سخا کا کچھ بیان اور سورۂ ہل اتی کا حضرتؑ کی شان میں نازل ہونا: کسی نے حضرتِ امیرؑ کے سامنے حالِ سخاوت حاتم طائی بیان کیا کہ اس نے ایک مکان چالیس دروازوں کا بنایا تھا ہر دروازے سے سائل کو دیتا تھا حتیٰ کہ اگر کوئی چالیسوں دروازہ سے بھی آ کر مانگتا تو ہر دفعہ اس کو عطا کرتا حضرتؑ نے فرمایا پہلے ہی دروازہ پر اس قدر کیوں نہیں دے دیتا تھا کہ پھر حاجت مانگنے کی نہ رہتی۔ الحق آپ کی سخاوت ایسی ہی تھی۔ بھوکے نے روٹی مانگی آپ نے قطار اونٹوں کی اس کو بخش دی عین موقعۂ جنگ میں ایک مشرک نے تلوار کا سوال کیا رد نہ فرمایا شمشیر دیے ڈالی پس شاعر کا کیا مقدور ہے کہ آپ کی سخاوت کا بیان کماحقہ کر سکے لیکن یہاں حسبِ حیثیت اس رسالہ کے تھوڑا سا لازمہ وقائع نگاری جان کر لکھا جاتا ہے۔ **حدیث قطیفہ مُطلّا؛ حیات القلوب** میں ہے کہ جب جعفرِ طیارؓ حبشہ سے لوٹ کر آئے تو رسولؐ خدا خیبر میں تشریف رکھتے تھے جعفرؓ بہت سے تحف و ہدایا از قسم پارچہ و خوشبو وغیرہ کے آپ کے واسطے اپنے ساتھ لائے تھے۔ جب یہ تحفے نظرِ انور سے گزرے تو آپ نے ایک قطیفہ بیش قیمت ان میں سے اٹھا لیا اور

فرمایا یہ اس کو دوں گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھے اور خدا اور رسولؐ اسے دوست رکھیں پس صحابہ نے گردنیں طمع کی بلند کیں آپ نے فرمایا علیؑ کہاں ہیں عمار دوڑے گئے اور امیر المومنینؑ کو بلا کر لائے حضرتؐ نے وہ قطیفہ ان کو مرحمت کیا جناب امیرؑ نے وہ قطیفہ لے لیا مدینہ میں آئے تو اس کو لے کر بقیع کی طرف کہ ان دنوں بازارِ مدینہ ادھر لگتا تھا تشریف لے گئے اور اس قطیفہ کو کہ طلاباف تھا سنار کو دیا کہ سونا اس کا جدا کرے بقدر ایک ہزار دینار سونا اس میں سے برآمد ہوا حضرتؑ نے تمام فقرا مہاجرین وانصار پر تقسیم کر دیا ایک حبہ تک اپنے لئے نہ رکھا اور خالی ہاتھ گھر واپس آئے اگلے روز حضرت رسولِ خداؐ مع عمارؓ یاسر وحذیفہؓ بن الیمان وغیرہ آپ سے ملے اور فرمایا یا علیؑ کل ایک ہزار دینار تمھارے ہاتھ آئے ہیں آج ہم مع ان صحابیوں کے دن کا کھانا تمھارے گھر کھائیں گے حضرتؑ کے یہاں اس روز قلیل وکثیر کچھ موجود نہ تھا کہ مہمانی کریں انکار کرتے بھی شرم آئی مجبوراً عرض کی چلئے یارسول اللہؐ اور جس کو چاہے اپنے ساتھ لے چلیے پس رسولِ خداؐ مع رفقا داخلِ خانۂ حضرتِ امیرؑ ہوئے حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں اور عمار وسلمان وابوذر ومقداد کل پانچ شخص آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرتِ امیرؑ سبقت کر کے حضرتِ فاطمہؑ کی طرف چلے تا کہ ان کے پاس کچھ ہو تو لے کر مہمانوں کو کھلائیں گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صحن خانہ میں ایک کاسہ بزرگ پُر از ثرید گرما گرم رکھا ہے جس کے اوپر بہت سا گوشت ہے اور بوئے مشک اس سے آرہی ہے پس وہ کاسہ اٹھا کر حضرت رسولِ خداؐ کے روبرو رکھ دیا ہم سب نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے مگر کھانا بدستور تھا کچھ اس میں سے کم نہ ہوا تھا۔ حضرت رسولِ خداؐ اٹھ کر فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا اے فاطمہؑ یہ طعام تمھارے پاس کہاں سے آیا فاطمہؑ نے اس طرح پر کہ ہم نے بھی سنا فرمایا خدا کے پاس سے بہ تحقیق کہ وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے، پس حضرتؐ اشک بار باہر تشریف لائے اور فرماتے تھے خدا کا شکر ہے کہ میں نے رحلت نہ کی تا اینکہ اپنی دختر میں وہ امر دیکھ لیا جو زکریا نے مریم بنتِ عمران میں دیکھا تھا جب زکریا محراب میں ان کے پاس جاتے تو پوچھتے اے مریم تمھارے پاس یہ رزق کہاں سے آیا وہ کہتی خدا کے پاس سے **انہُ یرزق من یشاءُ بغیر حساب** اور آیہ شریفہ **ویوثرون علی انفسھم ولو کَانَ بِھِمْ خَصَاصَہ** یعنی اختیار کرتے ہیں اپنے اوپر اوروں کو اگر چہ خود بھی محتاج ہیں یعنی گو آپ بھوکے ہوں مگر اپنا کھانا اوروں کو کھلا دیتے ہیں امیر المومنینؑ کی شان میں اتری چنانچہ کنز میں شیخ شرف الدین نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھوک سے شکایت کی حضرت نے ازواج کو کہلا بھیجا کہ ایک شخص بھوکا ہے اگر کسی کے پاس کچھ ہو تو اس کو دے دے سب نے جواب دیا کہ ہمارے پاس سوائے پانی اور کچھ نہیں ہے حضرتؐ نے یہ جواب سن کر فرمایا آج کی شب کون اس کا کفیل ہوتا ہے امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کی میں

نامتناہی شانۂ حضرتِ رسالت پناہی سے مس ہوا کہ وہ حرارت اسی دم مبدل بہ برودت ہوگئی۔ **رسولؐ خدا اور علیؑ مرتضٰی کا کعبہ کے بتوں کو توڑنا:** بروزِ فتح مکہ بتوں کے توڑنے کے وقت امیر المومنینؑ نے جو پائے مبارک شانہ اطہر پیغمبرؐ پر رکھا اتفاق سے اسی مقام پر پہنچا جہاں کہ دستِ رحمتِ ایزدی مس ہوا تھا اور فضیلت بالائے فضیلت حضرت مرتضوی کو حاصل ہوئی۔ الغرض رسولِؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ تم پہنچے جہاں کہ چاہتے تھے، عرض کی ہاں۔ یا رسولؐ اللہ قسم بخدا کہ اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اگر چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا دوں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پوچھا یا علیؑ تم اپنے تئیں کیسا پاتے ہو عرض کی یا حضرتؐ میں دیکھتا ہوں کہ تمام پردے میری آنکھوں کے سامنے سے اٹھ گئے ہیں اور گویا سر میرا ساقِ عرش تک پہنچا ہے جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاؤں میرے ہاتھ میں آجائے آپ نے فرمایا کہ خوشا حال تمھارا کہ کارِ حق کرتے ہو اور خوشا حال میرا کہ بارِ حق اٹھائے ہوں خلاصہ یہ کہ امیر المومنینؑ نے تمام بت جو اوپر رکھے تھے نیچے گرا دیے اور بتِ کلاں بنی خزاعہ کا جس کا نام ہبل تھا اسے اس زور سے زمین پر پٹکا کہ گر گر کر چکنا چور ہو گیا۔ پھر وہ جناب میزاب کے قریب سے کود پڑے اور کود کر ہنسنے لگے رسولؐ خدا نے پوچھا، یا علیؑ تم کیوں ہنسے، عرض کی اس لیے ہنسا کہ اتنے اونچے سے گرا اور کسی طرح کا الم مجھے نہ پہنچا۔ فرمایا کیوں کر تم کو الم پہنچتا کہ محمدؐ نے تمھیں اٹھایا اور جبرئیل نے اتارا۔ **روایت** ہے کہ بت ہبل ٹوٹ گیا تو زبیر بن العوام نے ابوسفیان بن حرب سے کہا دیکھا تو نے یہ بت جس پر بروز احد تو ناز کرتا تھا اور کہتا تھا **اعلی اهبل** آج ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گیا۔ ابوسفیان نے کہا اے زبیر مجھ کو ملامت نہ کر بہ تحقیق کہ اگر خدائے محمدؐ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو صورت دگرگوں ہوتی اور رسولِؐ خدا و علیؑ مرتضٰی کی طرف اشارہ کر کے کہا بجز ان دو کے کہ انھوں نے تو بتوں کی پرستش نہیں کی اور ہم تم سب ان کے آگے سجدہ کرتے اور معبود جانتے تھے صرف آگے پیچھے کا فرق ہے کوئی چار دن پہلے اسلام لے آیا کوئی بعد میں۔ عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ علیؑ کے لیے چار فضیلتیں ایسی ہیں کہ اگر تمام عالم کے لوگوں میں تقسیم کی جائیں تو سب کے لیے وسعت رکھ سکتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے کبھی بت کی عبادت نہیں کی اور کبھی بھی شراب نہیں پی۔ دوسری فضیلت یہ کہ جبرئیل حق تعالٰی کی طرف سے وحی لے کر نازل ہوتے تھے تو وہ ان کے پروں کی آواز محسوس کرتے تھے۔ ہم میں کسی اور کو محسوس نہ ہوتی تھی۔ تیسری جب حق تعالٰی نے ارادہ کیا کہ فاطمہ صلوات علیہا کو ان کے ساتھ تزویج کرے تو حور العین کو حکم کیا کہ زینت کر کے ایک جگہ جمع ہوں اور طوبیٰ کو حکم کیا کہ دُر و یاقوت نثار کرے پس اس نے اس قدر جواہرات تصدق کیے کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کے برابر انبار لگ گئے ان جواہرات کو حوروں نے اٹھایا اور باہم ہدیہ بھیجتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ ہدیہ ہے علیؑ و فاطمہؑ کا۔ چوتھی فضیلت یہ کہ جب رسولِؐ خدا نے مکہ فتح کیا تو علیؑ کو اپنے دوشِ مبارک پر سوار فرمایا اور بتوں کو

اس کو مہمان کروں گا۔ پس حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور اس ماجرے سے ان کو آگاہ کیا جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ میرے پاس بجز قوتِ اطفال اور کچھ موجود نہیں مگر مہمان کو اپنے فرزندوں پر فوقیت دیتی ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا بچوں کو بھوکا سلا دو اور اس مرد کا پیٹ بھر دو جناب سیدہؑ نے ایسا ہی کیا صبح کو جب جناب امیر حاضر خدمتِ رسولؐ خدا ہوئے تو حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل کی **وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَة** یعنی باوجود اپنی محتاجگی کے اوروں کو اپنے اوپر اختیار کرتے ہیں اور بطریقِ شیعہ امام بحق ناطق جعفرؑ بن محمد صادق علیہما السلام سے نقل ہے کہ ایک روز کاشانہ ملائک آشیانہ جنابِ امیرؑ میں کچھ کھانے کو نہ تھا حضرت رسالتؐ پناہ نے ایک دینار دیا اور فرمایا اے علیؑ جاؤ اور اپنے عیال کے لیے کچھ شے خریدو۔ پس وہ جناب دینار لے کر رخصت ہوئے راہ میں مقداد بن اسود کندی ان سے ملے اور حاجت مندی آنحضرتؑ سے بیان کی آپ نے وہ دینار مقداد کو دے دیا اور خود مسجد میں آکر سو رہے رسولِ خدا نے آپ کا بہت انتظار کیا جب دیر ہوئی تو آپ بھی مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ علیؑ خوابِ استراحت میں ہیں ان کو بیدار کر کے پوچھا یا علیؑ تم نے آج کیا کارِ خیر کیا عرض کی جب میں آپ سے رخصت ہوا تو مجھے مقداد راستے میں ملے اور اپنی احتیاج ظاہر کی میں نے وہ دینار ان کو دے دیا حضرتؐ نے ارشاد کیا کہ مجھے جبرئیل نے اس کی خبر دی ہے اور آیہ **وَيُؤْثِرُونَ** تمھاری شان میں لائے ہیں ارشاد القلوب و مناقب وغیرہ کتبِ شیعہ وسنی میں لکھا ہے کہ ایک بار حیدرِ کرار مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے ایک اعرابی کو دیکھا کہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے خداوندِ عالم سے چار ہزار درہم طلب کرتا ہے حضرتؑ نے اس اعرابی سے پوچھا کہ تو اس قدر دراہم لے کر کیا کرے گا اس نے کہا تم کون ہو اور کیوں پوچھتے ہو آپ نے فرمایا کہ میں علیؑ بن ابی طالب ہوں یہ سن کر اس نے کہا **أَنتَ وَاللّٰهِ حَاجَتِي** قسم بخدا کہ تم ہی میری حاجت ہو یا حضرت مہر میری زوجہ کا میرے ذمہ ہے، ایک ہزار درہم تو اس کو دوں گا، ایک ہزار مجھ پر قرض کے ہیں وہ ادا کروں گا، ایک ہزار میں اپنے رہنے کا مکان بناؤں گا، باقی ایک ہزار میں اپنی باقی زندگی بسر کروں گا حضرتؑ نے یہ سن کر فرمایا **أَنصَفْتَ يَا أَعْرَابِي** یعنی انصاف کیا تو نے اے اعرابی اور زیادہ طلبی نہیں کی جب تو مکہ سے مراجعت کرے تو مدینہ رسولؐ میں آکر میرا گھر پوچھ لینا الحاصل اعرابی ایک ہفتہ مکہ میں ٹھہرا پھر مدینہ میں آیا اور بازار میں کھڑا ہو کر پکارا کہ کوئی شخص ایسا ہے کہ مجھے علیؑ بن ابی طالب کا گھر بتا دے اتفاق سے حسنین علیہما السلام اس راہ سے تشریف لاتے تھے اعرابی کی آواز سن کر ارشاد کیا کہ ہمارے ساتھ آ کہ ہم تجھے اس جناب کے گھر پہنچا دیں اعرابی نے پوچھا تم کون ہو کہا ہم نواسے رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں اس امیرؑ کے جن کا تو گھر پوچھتا ہے۔ غرض حسنینؑ اعرابی کو گھر پر لائے اور حضرتؑ کی خدمت میں حاضر کیا آپ نے سلمانِ فارسی سے ارشاد کیا کہ باغ جسے

رسولِ خدا نے میرے لیے لگایا ہے بیچ ڈالو سلمان نے حسب فرمان شہر میں پھر کر وہ باغ بارہ ہزار درہم پر فروخت کیا، اور روپیہ نقد حضرت کی خدمت میں لائے آپ نے چار ہزار درم اعرابی کو وعدہ کے، اور چالیس درم اپنی طرف سے زادِ راہ کے عنایت کیے باقی فقرا و مساکینِ مدینہ پر کہ باغ کی فروخت کی خبر سن کر آنحضرتؐ کے گرد جمع ہو گئے تھے تقسیم کر دیے اور کچھ اپنے لیے باقی نہ رکھا، بعدِ تقسیم جب دولت سرا میں تشریف لائے تو جنابِ سیدہؑ نے پوچھا یا ابن عم میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنے باغ کو بیچا ہے فرمایا ہاں بیچا ہے، پوچھا قیمت کہاں ہے فرمایا محتاجین و مستحقین پر تقسیم کر دی جنابِ معصومہؑ نے کہا میں اور دونوں فرزند میرے بھوکے ہیں اور شک نہیں کہ تمھارا بھی یہی حال ہے یہ سن کر وہ جناب گھر سے باہر تشریف لائے تا کہ کسی سے کچھ قرض لے کر سب کی فاقہ شکنی کرائیں اس اثنا میں جنابِ رسالت مآب داخلِ خانہ ہوئے اور جنابِ سیدہؑ سے پوچھا کہ میرے ابن عم کہاں ہیں، عرض کی باہر تشریف لے گئے ہیں، آپ نے سات درہم اس جناب کو دیے کہ میرے ابن عم کو دو کہ وہ تمھارے واسطے طعام خرید کریں یہ کہہ کر واپس تشریف لے گئے امیر المومنینؑ گھر میں تشریف لائے تو کہا شاید میرے ابنِ عم رسولِ خدا ﷺ یہاں تشریف لائے تھے کہ بوئے خوش میرے مشام میں آتی ہے جنابِ معصومہؑ نے کہا ہاں اور وہ سات درہم ان کو دیے اور پیغام رسولؐ خدا پہنچایا جناب امیر علیہ السلام امام حسنؑ کو ساتھ لے کر بازار میں تشریف لائے وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ کہتا ہے **من یقرض الوفی الملی** یعنی کون شخص ہے کہ قرض دے وفا کنندہ کو جس کا خزانہ مال و نعمت سے پُر ہے۔ یعنی جو مجھے قرض دے گا بمنزلہ قرض دینے خدا کے ہے وہ سبحانہ تعالیٰ اس کا عوض اس کو دے گا جنابِ امیرؑ نے یہ سن کر امامِ حسن علیہ السلام سے پوچھا **یَا بُنَیَّ نُعطِیهُ الدَّرَاهِمَ** اے فرزند یہ درہم اس کو دے دیں، امامِ حسنؑ نے عرض کی بہتر ہے اے پدر بزرگوار۔ پس حضرتؑ نے وہ درہم اس کو دے دیے اور ارادہ کیا کہ ایک شخص کے پاس جا کر کچھ قرض لیں **حکایت جبرئیل سے اونٹ خریدنے کی** راہ میں ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی اس کے پاس ایک ناقہ تھا کہا یا حضرت آپ اس ناقہ کو خرید کرتے ہیں فرمایا **لیس معی ثمنها** یعنی میرے پاس اس کی قیمت نہیں اس نے کہا آپ قرض لے لیں جب آپ کے پاس ہو دے دیجیے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کتنے کو دے گا عرض کی سو درہم کو فرمایا اے حسنؑ اس ناقہ کو لے لو۔ جب آگے بڑھے تو ایک اور اعرابی ملا اس نے عرض کی یا علیؑ اس کو بیچتے ہو فرمایا ہاں مگر تو اس کو لے کر کیا کرے گا۔ عرض کی اس پر سوار ہو کر تمھارے بھائی رسولِ خدا کے ساتھ کفار سے جہاد کروں گا۔ فرمایا تو قبول کرے تو میں تجھے مفت ہی دے دوں عرض کی ایک سو ستر درم اس کی قیمت کے دیتا ہوں فرمایا اے حسنؑ درم اس سے لے کر ناقہ دے دو اور چلو کہ اس اعرابی کو ڈھونڈ کر اس کی قیمت دیویں پس اس کی تلاش میں چلے جنابِ رسولِ خدا کو ایک جگہ کھڑے دیکھا کہ پیشتر اس سے اس جگہ نہ

دیکھا تھا۔ حضرت آپ کو دیکھ کر متبسم ہوئے اور کہا اے ابوالحسن اس اعرابی کو ڈھونڈتے ہو کہ جس نے تمھارے ہاتھ ناقہ بیچا تھا۔ عرض کی ہاں یا رسولؐ اللہ حضرتؐ نے فرمایا اے ابوالحسن وہ آدمی نہ تھا بلکہ جبرئیل تھا جس نے تمھارے ہاتھ ناقہ فروخت کیا اور میکائیل نے تم سے خریدا اور وہ ناقہ ناقہائے بہشت سے تھا اور وہ درہم خداوند عالم کی طرف سے تھے کہ وہ ملّی وفی ہے یہ اشارہ ہے ان الفاظ کی طرف جو سائل نے کہے تھے یعنی **من یقرض الوفی الملّی** مصنفِ مناقبِ مرتضوی بعد نقل اس قصہ کے کہتا ہے کہ روایت بیع وشرا ناقہ کتبِ سلف میں کئی طریق سے وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ زہرۃ الریاض میں ہے کہ ایک بار امیر المومنینؑ کے گھر میں تین روز کا فاقہ تھا جنابِ سیدہؑ نے اپنی چادر دی کہ فروخت کر کے اس سے کھانا خریدیں امیر المومنینؑ نے وہ چادر چھ درہم کو بیچ کر درہم خیرات کر دیے پس ایک شخص مہارِ ناقہ ہاتھ میں لیے حضرتؑ کے پاس آیا اور آپ کو وہ ناقہ سو درہم کو ادھار دے گیا اس کو لیے جاتے تھے کہ دوسرا شخص ملا اور ایک سو ساٹھ درہم نقد دے کر اس نے آپ سے ناقہ خرید لیا پس حضرتؑ نے سو درہم اس سے بائع کو دیے اور باقی ساٹھ گھر میں لاکر جناب سیدہؑ کے حوالے کیے اور قصہ ان کے روبرو بیان کیا رسولؐ خدا نے یہ حال سنا تو فرمایا اونٹ بیچنے والا جبرئیلؑ تھا اور خریدار میکائیل اور وہ ناقہ ناقہائے بہشت سے تھا جس پر فاطمہؑ بروزِ قیامت سوار ہوں گی۔ اور اربعین جاواللہ سے نقل کیا ہے کہ جنابِ سیدہؑ نے چھ درہم جناب امیرؑ کو دیئے کہ اس سے خوردنی عیال کے لیے خرید کریں حضرت طعام خریدنے کے لیے بازار میں جارہے تھے کہ راہ میں ایک شخص نے کہا **من یقرض المولی الوفی** آپ نے وہ درہم اس کو دے دیئے اور گھر آ کر حضرت فاطمہؑ سے قصہ بیان کیا معصومہؑ پاک نے کہا وہ وفی ہے البتہ وفا کرے گا پس امیر المومنینؑ خدمتِ ختم المرسلین کو روانہ ہوئے راہ میں ایک اعرابی ناقہ لیے سامنے آیا اور عرض کی اے ابوالحسن ناقہ خریدتے ہو آپ نے کہا میرے پاس دام نہیں کہا کیا مضائقہ ہے قیمت قرض رہی جب تمھارے پاس ہوگی دے دینا۔ غرض حضرتؑ نے سو درہم کو خرید لیا تھوڑی دیر بعد ایک اور اعرابی ملا اور اس نے وہ ناقہ تین سو درہم پر آپ سے لے لیا۔ امیر المومنینؑ نے گھر آ کر پہلے حضرت فاطمہؑ سے پھر حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں یہ کیفیت عرض کی آپ نے فرمایا **بخ بخ یا اباالحسن اعطیت ستۃ درھم عطاك اللہ ثلث مائۃ درھم** یعنی مبارک ہو تم کو اے حسنؑ کے باپ کہ تم نے چھ درہم راہِ خدا میں دیئے تھے حق تعالیٰ نے تم کو تین سو درہم عطا فرمائے بائع ناقہ جبرئیل تھا اور مشتری میکائیل و بروایتے اسرافیل تھے مسلمان غور کر کے بتلائیں کہ دیگر اصحاب کے ساتھ بھی جبرئیل و میکائیل نے کبھی بہشتی ناقہ کی خرید و فروخت کا معاملہ کیا ہے، نہیں کیا، تو جان لیں کہ اصحابِ رسولؐ میں سب برابر درجہ نہیں رکھتے اور نفسِ رسولؐ کے لیے جو درجہ خدا اور رسولؐ کی طرف سے مقرر ہے بس وہ اسی کا ہے جیسے اعمالِ حسنۂ امیر

المومنینؑ کے مِنی بر کمالِ حسن نیت واخلاص ہوتے تھے ویسے ہی خدا اور رسولؐ کی طرف سے ان کی قدر دانی بھی اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھی ایک اسی مقام کو دیکھ لو کہ آپ نے چھ درہم دیئے جبرئیل ومیکائیل ناقہ بہشت لائے اور تین سو درہم دے گئے۔ ایک مرتبہ چار درہم آپ نے راہِ خدا میں خیرات کیے۔ آیہ شریفہ **الذین ینفقون اموالهم باليل والنهار سرًّا وّعلانية** الخ قرآن میں نازل ہوئی جس کو اہلِ دنیا قیامت تک تلاوت کرتے رہیں گے۔ صواعقِ محرقہ وغیرہ میں ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس چار درہم تھے ایک کو دن میں دیا ایک رات کو ایک پوشیدہ خیرات کیا ایک ظاہر وعلانیہ حق تعالیٰ نے یہ آیہ شریفہ آپ کی شان میں نازل کی معنے آیہ کے یہ ہیں کہ جو لوگ اپنے اموال کو رات اور دن ظاہر و پوشیدہ راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں ان کا اجر وثواب خدا کے نزدیک ہے اور خوف اور غم ان کے لیے نہیں پس یہ فضیلت بھی مخصوص حضرت علیؑ کے لیے ہے جیسا کہ آیہ نجویٰ پر عمل کرنا خاص آپ کا حصہ تھا کوئی دوسرا اس میں آپ کا شریک نہیں **قصہ آیہ نجویٰ:** مفسرینِ معتبرینِ فریقین نے لکھا ہے کہ اغنیا و مال دار لوگ دیر تک حضرت رسولؐ اللہ کی خدمت میں بیٹھتے اور بہت باتیں کرتے حتیٰ کہ فقرا کو جگہ نہ ملتی اور وہ بات تک نہ کرنے پاتے تھے یہ بات حضرتؐ کو بہت ناگوار ہوئی پس آیہ شریفہ **يَآ اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡاِذَانَا جَيۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقَاتٍ** الخ نازل ہوئی یعنی اے ایمان لانے والو جب تم رسولؐ اللہ سے باتیں کرنی چاہو تو اپنی راز داری سے پیشتر صدقہ اور خیرات کیا کرو کہ یہ تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے جب یہ آیہ نازل ہوئی تو فقرا بوجہ تہیدستی اور امرا بُخل وخست کی وجہ سے حضرتؐ کی ہم کلامی سے باز رہے لیکن امیر المومنینؑ کے پاس ایک دینار تھا اس کو دس درم کو فروخت کیا اور دس مرتبہ خیرات دے کر دس ہی دفعہ آپ سے گفتگو فرمائی تفسیرِ ثعلبی وجمع بین الصحاح الستہ وغیرہ سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ کتابِ خدا میں ایک آیہ ہے کہ کسی نے اس پر مجھ سے پہلے عمل نہیں کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل کرے گا وہ آیہ نجویٰ ہے جب نازل ہوئی تو ایک دینار میرے پاس تھا اس کو دس درم کو بیچ دیا جب ایک بات رسولؐ سے کرنا چاہتا تو ایک درم تصدیق کرتا تا اینکہ دراہم تمام ہوئے بعد ازاں وہ آیہ منسوخ ہو گئی اور میری وجہ سے امت نے اس آیہ پر عمل کرنے سے رہائی پائی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ کے پاس بیٹھنے والوں کی نسبت جو کہا جاتا ہے کہ وہ حضرات راہِ خدا میں بہت سا مال صرف کرتے تھے یہ قول ان کا کس قدر صحیح ہے جو لوگ ایک درم کے لالچ سے رسولِ خدا کے ساتھ بات کرنا چھوڑ دیں اور آپ کی ہم کلامی ان کے نزدیک ایک درہم کے برابر بھی قدر و قیمت نہ رکھے تو ظاہر ہے کہ وہ راہِ خدا میں کیا مال صرف کرتے ہوں گے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وقت تنگ تھا یعنی آیہ نازل ہوئی پھر جلدی ہی منسوخ ہوگئی عمل کس وقت کر لیتے یہ قول ان کا درست نہیں اس لیے آیہ مذکور بنا بر تصریح

بعض مفسرین دس دن کے بعد منسوخ ہوئی ہے امیر المومنینؑ نے بھی تو اس پر عمل کیا ان کو تنگی وقت نے عمل کرنے سے نہ روکا۔ نیز جناب امیر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی نماز پڑھتے میں سائل کو عطا کی حق تعالیٰ نے اس کے لیے یہ آیہ شریفہ اِنَّما وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ الخ نازل فرمائی جس میں نہ صرف آپ کی اس خیرات پر مدح سرائی کی ہے بلکہ اس جناب کی خلافت بلافصل پر بھی نصِ صریح فرمائی ہے تفصیل اس اجمال کی بموجب مفسرین و محدثینِ اہل سنت مثل زمخشری ونیشاپوری وثعلبی وحافظ ابونعیم ومسند احمد بن حنبل ومناقب ابن مغازلی وصحیح نسائی وغیرہ کے یہ ہے کہ ایک روز رسولِ خدا مع جماعتِ اصحاب نمازِ ظہر پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے بہ ہیئت فقرا مسجد میں آ کر سوال کیا صفوں کے گرد پھرتا تھا اور طلب کرتا تھا جب کسی نے اس کی حاجت روائی نہ کی تو اس نے حق سبحانہ کی طرف خطاب کر کے کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا اور کسی نے مجھ کو نہ دیا جب امیر المومنینؑ نے یہ کلام سنا تو حالاں کہ آپ اس وقت رکوع میں تھے انگشت مبارک کو جس میں انگوٹھی پہنے ہوئے تھے اس کی طرف کر کے حرکت دی گدا آپ کا مقصود پا گیا اور جلد انگلی سے انگشتری نکال لی اور شکر کرتا ہوا وہاں سے روانہ ہوا **نزولِ آیہ انما ولیکم اللہ**: رسولِ خدا ﷺ اثنائے نماز میں اس سے واقف ہوئے بعد فراغتِ نماز سرِ مبارک اپنا طرف آسمان بلند کیا اور عرض کی پروردگارا موسیٰ پیغمبرؑ نے تجھ سے سوال کیا کہ کارِ نبوت میں میری اعانت فرما، تاکہ یہ کام حسب مرام انجام کو پہنچے اور میرے بھائی ہارون کو کہ میری اہل سے ہے میرا وزیر مقرر کر تاکہ میرا دین اس سے قوت پکڑے اور اسے اس کام میں میرا شریک کر پس خداوندا تو نے دعا موسیٰ کی قبول کی اور ارشاد کیا سَنَشُدُّ عَضُدَكَ وَنَجعَلُ لَكُمَا سُلطَانًا کہ ہم عنقریب تیرے بازو کو اس سے قوی کریں گے۔ اور تم دونوں کو سلطنت عنایت کریں گے پروردگارا میں بھی تیرا نبیؐ اور تیرا برگزیدہ ہوں اَللّٰهُمَّ فَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاجْعَلْ لِیْ وَزِیْراً مِنْ اَهْلِیْ عَلِیًّا ن اشْدُدْ بِهٖ ظَهْرِیْ خداوندا میرے سینہ کو کشادہ کر اور میرے کام کو آسان فرما اور میرے اہل سے علیؑ کو میرا وزیر بنا کہ میری پشت اس سے مضبوط ہو راوی کہتا ہے کہ یہ دعا ہنوز تمام نہ ہوئی تھی کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ آیہ شریفہ لائے۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَ هُمْ رَاکِعُوْنَ یعنی تمہارا ولی کوئی نہیں بجز اللہ کے اور اس کے رسولؐ کے اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے نماز کو برپا رکھتے ہیں اور زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں درانحالیکہ رکوع میں ہوتے ہیں مراد یہ کہ تمہارے دین کا نگہبان اور حامی اور تمہارے کاروبار کا اولی بتصرف صرف خدا ہے اور رسولؐ اور وہ مومن جو ان صفات سے موصوف ہیں چونکہ یہ آیہ باتفاق مفسرین امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی اس لیے کاروبار خلائق میں تصرف کرنے والے اور اس

میں دخل دینے والے یعنی ولی صرف تین شخص ہوئے خدا اور رسولؐ وامیر المومنینؑ اور یہی معنی امام کے ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ امالی میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خطاب نے کہا میں نے چالیس انگوٹھیاں حالتِ رکوع میں خیرات کیں کہ کاش میرے حق میں بھی کوئی آیہ نازل ہووے جیسے کہ علیؑ کے حق میں نازل ہوئی۔ مگر کچھ نہ ہوا، اختلاف کیا ہے اس میں کہ شخصِ واحد یعنی امیر المومنینؑ کے لیے صیغہ جمع کیوں استعمال کیا گیا اس کی کیا وجہ تھی بعضوں نے کہا ہے کہ اس میں اس جناب کی تعظیم مقصود ہے چنانچہ اکثر عظمت و بزرگی کے مقام پر واحد کی جگہ جمع کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور صاحبِ کشاف نے لکھا ہے کہ جمع کا صیغہ یہاں اس لیے استعمال ہوا تاکہ اور لوگ بھی اس نیک کام کی طرف رغبت کریں اور فقرا و مساکین پر انفاق کرنے میں کوتاہی روا نہ رکھیں کہ ان کو بھی ایسا ہی ثواب اور مرتبہ جلیل ملے جیسا کہ آنحضرت کو مرحمت ہوا اور بعض علما امامیہ نے کہا ہے کہ حضرات ائمہ معصومین یعنی امیر المومنینؑ سے لے کر حضرت صاحب الامرؑ تک سب نے حالتِ رکوع میں نماز کے وقت صدقہ دیا ہے۔ پس اس صیغۂ جمع سے ان تمام حضرات کی طرف اشارہ ہے۔ بہرکیف امام غزالی حجت الاسلام اہلِ سنت نے اپنی کتاب سرالعالمین میں روایت کی ہے کہ وہ انگشتری جو امیر المومنینؑ نے حالتِ نماز میں سائل کو دی انگشتری سلیمان علیہ السلام تھی کہ بعد آنحضرت کے قومِ جنات کو کہ مقرب آنحضرتؐ کے تھے ہاتھ آئی تھی اور انہوں نے بطور پیش کش رسولؐ اللہ کی خدمت میں ہدیہ کی آپ نے شاہِ ولایت کو مرحمت فرمائی چنانچہ جن وانس نے اس عطیۂ خیر الوریٰ کا مشاہدہ کیا جب وقت نمازِ ظہر کا آیا اور صفوفِ جماعت آراستہ ہو کر سب لوگ متوجہ نماز ہوئے تو حق تعالیٰ نے جبرئیل کو بصورت درویش مسجدِ رسولؐ میں بھیجا کہ اصحاب سے سوال کرے جب کسی نے کچھ نہ دیا تو امیر المومنینؑ نے اس کو اس عطیہ سے خوشنود فرمایا۔

انگوٹھی دی جو سائل کو علیؑ نے غل ہوا ہر سو

گدا کو مرتبہ حیدر نے بخشا ہے سلیماںؑ کا

نزولِ ہل اتیٰ درشانِ امیر المومنینؑ و دیگر اہلِ بیت اطہار جب کہ ان حضرات نے تین روز متواتر روزے پر روزہ رکھا اور اپنا کھانا مسکین و یتیم و اسیر کو بخش دیا۔ فرید الدین عطار کہتا ہے۔

بہ مسکیں نانے از بہر خداداد

خداوندِ جہانش ہل اتیٰ داد

دیگر

آں شنیدی کہ حیدرِ کرار
کافراں کشت و قلعہا بکشاد
تا نہ داد دسہ قرص نانِ جویں
ہفدہ آیت خداش نفر ستاد

مفسرین شیعہ وسنی نے تفسیر آیہ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ آالخ میں روایت کی ہے کہ ایک بار حسنین علیہما السلام زمانۂ طفولیت میں بیمار ہوئے حضرت رسولِ خدا نے جناب امیر سے کہا یا ابا الحسن کوئی شے نذر کرو کہ خداوندِ عالم ان کو جلد شفا عنایت کرے بنابریں جناب امیرؑ اور جناب سیدہ حتیٰ کہ حسنین اور فضہ خادمۂ آنحضرات نے بھی تین تین روزے نذر کیے۔ جب حسنینؑ شفایاب ہوئے اور ان بزرگواروں نے ادائے نذر شروع کیا تو اس وقت بیت الرسالت میں کچھ کھانے کو موجود نہ تھا مجبوراً حضرت امیر المومنینؑ شمعون یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور کسی قدر صوف طلب کیا کہ دخترِ رسولؐ خدا فخرِ مریم وحوا فاطمہ زہراؑ اس کو کاتے، اور تین صاع جو اجرت کے اس سے لیے، اور جنابِ معصومہ کو لا کر دیئے۔ آپ نے ایک حصہ صوف کا کاتا اور ایک صاع جو پیس کر پانچ قرص نان پکائے بعدِ افطار جس وقت سب صاحب کھانا کھانے بیٹھے تو ایک مسکین نے دروازے پر آ کر آواز دی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ بَیْتِ مُحَمَّداً میں مسکین ہوں مجھ کو کھانا دو خدائے تعالیٰ تم کو نعماتِ بہشت عطا کرے گا جنابِ امیرؑ نے یہ سن کر لقمہ ہاتھ سے رکھ دیا آپ کے اتباع میں جنابِ فاطمہؑ اور حسنینؑ وفضہ نے بھی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور سب نے اپنی اپنی روٹی فقیر کو اٹھا دی۔ اور تنہا پانی پر قناعت کر کے سب کے سب بھوکے سو رہے دوسرے دن پھر روزہ تھا جنابِ معصومہؑ نے پھر ایک صاع جو پیس کر پانچ روٹیاں تیار کیں افطار کے بعد اپنی اپنی روٹی لے کر کھانے بیٹھے تھے کہ ایک اور آواز دروازے سے آئی کہ میں یتیم وبیکس ہوں کچھ کھانے کو اپنے پاس نہیں رکھتا امیر المومنینؑ نے اپنا حصہ اس کو اٹھا کر دیا اور آپ کے ساتھ گھر بھر نے اپنا اپنا حصہ اس کو عطا کیا اور خود بھوکے صبر کر کے سو رہے۔ **تیسرے** دن پھر حسبِ معمول روٹیاں پکیں اور بعدِ افطار پانچوں بزرگوار کھانے کو بیٹھے کہ ایک اسیر نے آ کر پکارا، سلام ہو میرا تم پر اے اہلِ بیتِ رسالت ہم کو قید کرتے ہو اور کھانے کو نہیں دیتے بروایتے تینوں دن حق تعالیٰ نے جبرئیل یا کسی اور ایسے ہی فرشتے کو بھیجا تھا اس نے بنام مسکین ویتیم واسیر سوال کیا۔ غرض جناب امیرؑ نے جو آواز اس اسیر کی سنی تو لقمہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا اے فاطمہؑ اے دخترِ رسول آخر الزماںؐ یہ اسیر تمہارے پاس آیا ہے کہ کہیں نہیں جا سکتا اور شکایت کرتا ہے بھوک اور فاقہ کی، ذرا

شک نہیں کہ جو آج اس کو کھانا دے گا حق تعالیٰ اس کو بروزِ قیامت نعماتِ بہشت سے نوازے گا جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ میرے ہاتھ چکی پیستے پیستے مجروح ہو گئے یہی ایک صاع اس میں باقی تھا میرے بچے بہت ہی بھوکے ہیں خداوندا تو ان کو ضائع نہ کر کہ ان کا باپ سیر چشم وفراخ دست ہے یہ کہہ کر تمام کھانا سائل کو اٹھا دیا۔اور سوائے گھونٹ پانی کے اس روز بھی کسی نے کچھ نہ چکھا، چوں کہ اب روزے نذر کے تمام ہو گئے تھے اگلے روز بہ نیت افطار سب بیدار ہوئے۔امیر المومنینؑ حسنینؑ کو رسولِؐ خدا کی خدمت میں لے گئے اس حالت میں کہ وہ بھوک کی شدت سے کانپ رہے تھے۔حضرتؐ نے جب اپنے جگر پاروں کا یہ حال دیکھا تو فرمایا اے ابوالحسن بہت ناگوار ہے مجھ کو کہ تم کو اس حال میں دیکھوں چلو فاطمہؑ کے پاس چلیں وہاں جا کر دیکھا کہ جناب معصومہؑ محرابِ عبادت میں کھڑی ہیں اور شکمِ مبارک ان کا بھوک کی شدت سے پشت کو جا لگا ہے، اور آنکھیں نیچے اتر گئیں ہیں آپ نے اپنی جگر گوشہ کو سینہ سے لگایا اور فرمایا پناہ طلب کرتا ہوں طرف خدا کے اس حال سے اس وقت جبرئیل حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ لو جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے تمھارے لیے مہیا کیا ہے پس سورۂ ہل اتیٰ کو **اِنَّ هٰذَا کَانَ لَکُمْ جَزَاءً وَّکَانَ سَعْیُکُمْ مَشْکُوْرًا** آپ کے سامنے تلاوت کیا رسولِؐ خدا شکر یہ اس عطیہ عظمیٰ کا بجا لائے صاحبِ کشف الغمہ اس حکایت کی نقل کے بعد فرماتے ہیں **وَهٰذِهِ السُّوْرَةُ نزلت فی هذه القصه باجماع الأُمَّته لَا اَعْرِفُ اَحَدٌ خالِفَ فِیْهَا** یعنی یہ سورۃ باتفاق تمام مسلمانوں کے اس قصہ میں نازل ہوئی ہے مجھ کو معلوم نہیں کہ کسی نے بھی اس میں اختلاف کیا ہو۔اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسولِؐ خدا فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے اور ان کا یہ حال دیکھا تو گریاں ہوئے اور کہا تم تین روز سے گرسنہ ہو اور یہ حالت تمہاری ہوگئی اور مجھ کو خبر نہیں اتنے میں جبرئیل یہ آیات لے کر نازل ہوئے **اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا عَیْنًا یَشْرَبُ بِهَا عِبَادُاللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا** ط یعنی بے شک ابرار و نیکو کار پئیں گے پیالوں سے کہ ہوگا مزاج ان کا مثل کافور کے وہ سرچشمہ کہ اس سے پئیں گے بندگانِ خدا جاری کریں گے اس کو جاری کرنا۔راوی کہتا ہے کہ وہ چشمہ رسولِؐ خدا کے گھر میں ہوگا اور اس سے اور چشمے جدا کر کے انبیاء و مومنوں کے گھروں میں جاری کریں گے **یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ** پورا کرتے ہیں نذر کو مراد ان سے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ **وَیخافون یوماً کان شرّہ مستطیرا** اور ڈرتے ہیں اس روز سے کہ شر اس کا عظیم ہے **وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا** اور دیتے ہیں کھانا اس کی محبت پر مسکین و یتیم و اسیر کو **انما نطعمکم لوجه اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَاءً وَّلَا شُکُوْرًا** اور کہتے ہیں کہ ہم صرف خدا کے لیے تم کو کھانا دیتے ہیں اور نہیں

چاہتے تم سے بدلا و شکر **اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِنَا یَوْماً عَبُوْساً قَمْطَرِیراً** بہ تحقیق کہ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے جس دن کہ ہوگا ترش رو و سخت۔ معصومؑ فرماتے ہیں کہ یہ بات انھوں نے زبان سے نہیں کہی تھی اور دل میں رکھتے تھے خدائے تعالیٰ نے ان کے دل کی بات کی خبر دی کہ یہ اس ارادے سے دیتے ہیں۔ **فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَقّٰھُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْراً** پس نگاہ رکھا حق تعالیٰ نے ان کو اس دن کے شر سے اور عنایت کی ان کو تازگی و سرور۔ اور جزا دی بسبب ان کے صبر کے کہ بہشت میں رہیں اور حریر بہشت کو لباس بنائیں اور بیٹھیں اس میں تکیہ لگا کر اوپر تختوں کے اور نہ دیکھیں اس میں حرارتِ آفتاب، نہ برودتِ زمہریر ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بہشت میں ایک روشنی مثل روشنی آفتاب کے دکھائی دے گی بہشتی کہیں گے خداوندا تو نے فرمایا تھا **لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْساً** کہ نہیں دیکھیں گے اس میں آفتاب کو پس یہ روشنی کیسی ہے اس وقت جبرئیل ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ یہ نور آفتاب کا نہیں بلکہ فاطمہ زہراؑ و علیؑ مرتضیٰ کے تبسم کرنے کا نور ہے کہ یہ حضرات اس وقت باہم متبسم ہوتے ہیں۔ **نعماتِ بہشت کا نزول** ہر چند کہ خوان پُر از نعماتِ بہشت حضراتِ اہلِ بیت اطہار کے لیے بارہا نازل ہوا ہے چنانچہ ایک قصہ اس کے نازل ہونے کا ابھی اس کتاب میں گذرا الاطعام مسکین و یتیم و اسیر کے بعد نزولِ خوانِ بہشت از بس مشہورات سے ہے علما فریقین نے اس کو اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے یہاں چند روایتیں متعلق اس قصہ کے نقل ہوتی ہیں۔ **از انجملہ** سید ابنِ طاؤس علیہ الرحمہ نے ثعلبی سے کہ مفسرین اہلِ سنت سے ہے اور اس نے محمدؐ بن علیؑ معازلی سنی سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنی کتاب موسوم بہ بلغہ میں لکھتا ہے کہ اہل بیت رسالت کی اس سخاوت کے بعد اور نیز سورہ ہل اتی کے نازل ہونے کے بعد خداوند نے ایک خوان پر از نعمت ہائے جنتی ان کے لیے بھیجا کہ ایک ہفتہ تک شب و روز اس میں سے کھاتے تھے بعد ازاں وہ خوان غائب ہوگیا اور محمدؐ بن یوسف شافعی نے کفایت الطالب میں قصۂ نزول ہل اتی کے ضمن میں اس طرح لکھا ہے کہ چوتھے روز امیر المومنینؑ حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر رسولؐ اللہ کی خدمت میں لائے حضرتؐ نے ان کو دیکھا اور ان کے بھوکے رہنے کا حال آپ کو معلوم ہوا تو ایک کو گود میں دوسرے کو شانے پر لے لیا اور حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے فاطمہؑ اپنے باپ کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگیں اور عرض کی بطورِ حکایت کہتی ہوں نہ بطرز شکایت کہ آج چار روز سے میں نے اور علیؑ اور حسنینؑ نے طعام دنیا سے ذرا سا نہیں چکھا اور آپ سے حال چھپاتی رہی حضرت رسولؐ خدا نے دستِ مبارک اپنے دعا کے لیے بلند کیے اور عرض کی **اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ مَآئِدَةً کَمَا اَنْزَلْتَ عَلٰی مَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ** خدا آلِ محمدؐ کے لیے بھی مائدہ بہشت بھیج جیسا کہ تو نے اس سے پہلے مریم بنتِ عمران کے لیے بھیجا تھا پس حضرت فاطمہؑ و امیر المومنینؑ و حسنؑ و حسینؑ کو حجرہ کے اندر لے گئے وہاں ایک

پیالہ دیکھا مرصع بجواہر کہ خوشبو مشک اس سے آتی تھی ثرید سے بھرا ہوا یعنی شوربے میں ٹکڑے روٹی کے تر کیے ہوئے اور بوٹیاں اس کے اوپر رکھی ہوئیں سب نے اس میں سے کھایا اور سات دن اس سے کھاتے رہے مگر کھانا کم نہ ہوتا تھا۔ آٹھویں دن صبح کو ایک یہودیہ ہمسائی نے ایک ہڈی امام حسینؑ کے ہاتھ میں دیکھ کر پوچھا یا ابن رسولؐ اللہ یہ ہڈی تمھارے پاس کہاں سے آئی امام علیہ السلام نے کہا یہ عالم غیب سے ہے یہودیہ نے چاہا کہ آنحضرتؐ کے ہاتھ سے لے لے وہ ہڈی فوراً غائب ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی خوان بھی اپنے مقام کو واپس چلا گیا۔ حضرت رسالت پناہ نے یہ حال سن کر فرمایا کہ اگر اس کا اظہار نہ ہوتا تو یہ خوان روز قیامت تک خانہ ہائے اہل بیت میں موجود رہتا اور فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے قصہ نزولِ ہل اتی نقل کیا ہے اس میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ جنابِ امیر علیہ السلام تین دن کے بعد ابوجبلہ انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایک دینار قرض لیا اور بازار کو خرید طعام کے لیے متوجہ ہوئے اثنا راہ میں مقدادؓ بن اسود کندی سے ملاقات ہوئی وہ غمگین وحزین ایک مقام پر بیٹھے تھے۔ امیر المومنینؑ نے باعث ان کے حزن وملال کا دریافت کیا انہوں نے کہا میں کہتا ہوں جو کچھ بندۂ صالح موسے بن عمران نے کہا تھا رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ یعنی اے پروردگار میرے میں اس خیرات ونیکی کا جو تو نے میری طرف نازل کی محتاج ہوں جناب امیرؑ نے پوچھا تم کو کے روز کا فاقہ ہے عرض کی چار دن کا حضرتؐ نے فرمایا اللہ اکبر آل محمدؐ تو تین روز سے فاقہ سے ہیں اور تو چار روز سے ہے پس تو ہم سے زیادہ اس دینار کا سزاوار ہے یہ کہہ کر آپ نے وہ دینار مقدادؓ کو دے دیا اور خود رسولؐ اللہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ مسجد میں مشغولِ عبادت تھے بعد فراغت دستِ مبارک اپنا شانۂ آنحضرت پر رکھ کر ارشاد کیا کہ یا علیؑ میں تمہارے گھر چلتا ہوں تا کہ کچھ کھانا کھاؤں اس واسطے کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے ابوجبلہ سے ایک دینار قرض لیا ہے پس حضرتؐ رواں ہوئے اور امیر المومنینؑ دل میں کہتے تھے کہ دینار تو مقدادؓ کو دے دیا اور آپ یہ فرماتے ہیں اور رسولؐ اللہ نے بھوک کی شدت سے پتھر شکمِ مبارک پر باندھ رکھا تھا حضرتِ فاطمہؑ نے جو آثار گرسنگی اپنے باپ کے چہرہ پر نمایاں دیکھے بولیں واسوتاہ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اے ابوالحسن تم جانتے ہو کہ تین روز سے ہم نے خود کھانا نہیں کھایا پھر حجرۂ طاہرہ میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی اے رب العباد محمد پیغمبرؐ وبرگزیدہ تیرا ہے اور فاطمہؑ اس کی دختر تیری لونڈی اور علیؑ اس کا ابن عم اور داماد اور حسنینؑ اس کے نواسے ہیں بارِ الٰہی تو نے بنی اسرائیل پر مائدہ نازل کیا انہوں نے کفرانِ نعمت کیا خداوندا آل محمدؐ کفران نعمت نہ کریں گے انکے لیے مائدہ نازل کر پس سلام پھیرا تو دیکھا ایک طبق پر از طعام

آنحضرتؐ کے ہاتھ سے تڑوایا بعض علما شیعہ نے آفادہ فرمایا ہے کہ دشمنانِ جناب امیرؑ چاہتے ہیں کہ اتنی بڑی فضیلت کو آنحضرتؐ کی مٹادیں چنانچہ اس کی تاویل میں کہتے ہیں کہ اگر رسولؐ خدا نے آنحضرتؐ کو اپنے دوشِ مبارک پر چڑھایا تو کیا ہوا، ہر شخص اپنے بچوں کو کاندھے پر چڑھاتا ہے۔ فضیلت تو ابوبکرؓ کے لیے ہے۔ جنھوں نے بروز غارِ رسولؐ اللہ کو اپنی پشت پر سوار کیا۔ مگر یہ قول ان کا، براہ عداوت وعناد ہے، اگر یہ امر باعثِ فضیلتِ جنابِ ولایت مآب نہ ہوتا تو بزرگان محدثین ومفسرینِ اہل سنت مثل احمد بن حنبل وابو لعلی الموصلی وخطیب خوارزم وغیرہ اس کو مقام فضیلت میں نہ لکھتے حالاں کہ انھوں نے اس سے آپ کی فضیلت ثابت کی ہے اور شعرا نے اس بارے میں شعر کہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ دوشِ مبارکِ رسولؐ پر سوار ہونا ایک منزلتِ شریف ومرتبہ عظیم ہے۔ جس کا مثل نہیں اس لیے کہ دوشِ نبی اشرف ہے عرش وکرسی سے جیسے کہ نبیؐ اشرف ہیں عالم علوی وسفلی سے۔ پس سوار ہونے والا ایسی شریف جگہ پر کیوں کر افضل نہ ہوگا۔ اس کے سوا یہ قصہ اور چند فضیلتوں پر مشتمل ہے۔ پہلی شرکت جنابِ امیر کی رسولِ خدا کے ساتھ بتوں کے توڑنے میں ظاہر ہے کہ تمام افعالِ رسولؐ خدا نیک ہیں خاص کر بت شکنی کہ افضلِ اعمال ہے۔ پس شرکت رسولؐ اللہ کی افضلِ اعمال میں کس قدر فضیلت رکھتی ہے دوسرے معین ومددگار ہونا اس جنابؑ کا پس کیوں کر وہ حضرتؑ ان سے افضل نہ ہوں گے جو رسولؐ اللہ کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں۔ تیسرے وہ جناب باذن واجازتِ رسولؐ اللہ سطح کعبہ پر کہ افضل اماکن ہے پر چڑھے واسطے توڑنے بتوں کے، غرض جیسے معراج باعثِ فضیلتِ رسولِ خدا ہے ویسے ہی یہ امر باعثِ فضیلتِ علیؑ مرتضیٰ ہے۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات صرف اتنی بات سے کہ حضرت ابوبکرؓ رسولِ خدا کے ساتھ غار میں رہے بڑی بھاری فضیلت حضرت ابوبکرؓ کی ثابت کرتے ہیں اور ایسی بڑی فضیلتِ جناب امیرؑ کا اقرار نہیں کرتے۔ چوتھی فضیلت یہ ہے کہ بتوں کو توڑا، یہ امر صریح باعثِ اعزازِ دین، وذلت ونکبت مشرکین ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی بت توڑے تھے۔ مگر چھپ کر، نہ کہ علانیہ اور کہا تھا کہ تمھارے بڑے بت نے یہ کام کیا ہے، پوچھو اس سے، اگر بولتا ہو مگر رسولِ خدا و شیر اللہ نے علانیہ کفار کے سامنے بتوں کو توڑا تو یہ فعل ان کا افضل ہے۔ فعلِ خلیل اللہ سے اور یہ کہنا ہمارے بھائیوں کا، کہ لڑکوں کو سب اپنے کاندھے پر چڑھاتے ہیں سراسر تعصب وعناد سے ہے۔ اس لیے کہ سب کو معلوم ہے امیر المومنینؑ اس وقت طفلِ صغیر نہ تھے بلکہ سنِ مبارک اس جناب کا فتح مکہ میں تیس اکتیس سال کا تھا اتنی عمر کا آدمی ہرگز لڑکا نہیں ہوتا۔ القصہ مسجد الحرام کو بتوں کی نجاست سے پاک وصاف کر کے اندر داخل ہوئے اور نمازِ نافلہ وہاں بجالائے۔ پھر درِ کعبہ کے بازوؤں کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کو بلا کر کہا تم مجھ کو جھٹلاتے اور میرے خواب کو دروغ بتلاتے تھے اور وعدۂ ایزدی پر ایمان نہ لاتے تھے۔ میرے خواب کی یہ تعبیر ہے جو آج دیکھتے

آ گے رکھا ہے اس کو اٹھا کر رسولؐ اللہ کی خدمت میں لائیں پس پنجتن نے بیٹھ کر کھانا تناول کیا پیغمبرؐ خدا کھاتے تھے اور رخِ انور امیر المومنینؑ پر نگاہ کرتے اور مسکراتے جاتے تھے اور جنابِ امیرؑ جنابِ فاطمہؑ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ کھانا کھاؤ اور فاطمہؑ سے کچھ نہ پوچھو شکر کرتا ہوں باری تعالیٰ کا کہ تم اور فاطمہؑ زکریاؑ و مریمؑ کی مثل ہو گئے کہ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً ط قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ترجمہ جب زکریا محراب عبادت میں مریمؑ کے پاس آتے ان کے پاس اچھی روزی مہیا پاتے پوچھتے اے مریمؑ تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آیا وہ کہتی۔ یہ خدا کے پاس سے آیا بہ تحقیق کو وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب بخشتا ہے۔ پس حضرتِ رسولؐ خدا نے فرمایا اے علیؑ یہ منزلت تمہاری بباعث اس دینار کے ہے کہ تم نے مقدادؓ کو دیا تھا تنبیہ اس مقام پر بعض کوتاہ بینوں نے کہا ہے کیا یہ جائز ہے کسی کے لیے کہ خیرات میں اس قدر مبالغہ کرے کہ اپنے نفس کو اور اپنی اہل کو قریب بہ ہلاکت پہنچائے حالاں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ويسئلونك مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ یعنی سوال کرتے ہیں تجھ سے اے پیغمبر کہ کس طور پر صدقہ دیں پس کہہ دے ان سے کہ جو کچھ نفقہ عیال سے باقی رہے وہ صدقہ کرو اور حدیث میں بھی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ نفقہ عیال کے بعد دیا جائے جواب اس کلام کا بعض اعلام نے یہ دیا ہے کہ لفظِ عفو جیسا کہ بمعنی مذکورہ بالا آیا ہے ویسا ہی بمعنی افضل و اطیب بھی آیا ہے۔ پس معنی آیہ یہ ہوں گے کہ جو کچھ کہ بہتر و خوب تر ہو خیرات کرو اور موید اس کی ہے آیہ شریفہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی ہرگز خیرو خوبی کو نہ پہنچو گے جب تک کہ صدقہ دو اور خیرات کرو اس شے کو جس کو تم دوست رکھتے ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ عمدہ خیرات وہ ہے کہ سائل کو غنی کر دے کہ اس کے بعد محتاجِ سوال نہ رہے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ ان ایام میں اپنا حصہ سائل کو دیتے تھے اوروں پر جبر نہ کرتے جنابِ فاطمہؑ و حسنینؑ و فضہ ثواب آخرت کے لیے بخوشی خاطر حضرتؐ کی تاسی فرماتے تھے۔ **مولف کہتا ہے** کہ اگر امیر المومنینؑ نے اپنے نفس اور اپنے کنبے پر جبر کیا ہوتا اور یہ جبر ناپسند جنابِ کبریا ہوتا تو قرآن میں آپ کی مدح ہرگز نہ آتی بلکہ (العیاذ باللہ) اگر مذمت نازل ہوتی تعجب نہ تھا اب جب کہ سورہ کا سورہ اس جناب کی مدح اور اس کارِ خیر کی خوبی میں نازل ہو گیا تو کسی معاند کا اس میں چون و چرا کرنا فضول ہے جو فعل کہ مقبول درگاہِ الٰہی ہو چکا حتیٰ کہ اس کی صفت وثنا میں آیاتِ قرآنی نے نزول اجلال پایا تو اس پر اعتراض کرنے والا ہرگز مومن مسلمان نہیں ہو سکتا چنانچہ شاعر عربی کہتا ہے۔

قوم اتی فی مدحھم ھل اتیٰ
ماشك فِیْ ذٰلك الا ملحدا

یعنی جن لوگوں کی مدح میں ہل اتی نازل ہوا ان کے بارے میں سوائے ملحد بے دین کے کوئی شک نہ کرے گا تعجب ہے کہ حضراتِ معترضین امیر المومنینؑ پر اعتراض کرنے میں تو اس قدر دلیر ہیں اور اپنے پیروں، مرشدوں، صوفیوں کی لغو حرکات کو کہ عقل بھی ان کو قبول نہیں کرتی سر پر رکھ لیتے ہیں مثل اس کے کہ کہتے ہیں کہ بایزید بسطامی نے ایک سال تک پانی نہیں پیا فلاں صوفی نے چند چلے کھینچے ہر ایک چلے میں ایک دن میں ایک گھونٹ دودھ یا ایک دانہ بادام پر بسر کرتا تھا حالاں کہ یہ ریاضات نفس کے لیے ضرر رساں ہیں اور دوسرے کو کچھ نفع نہیں پہنچاتے بخلاف اس جناب کے تین روز کی فاقہ کشی کے کہ اس میں ہر چند مشقت تھی الا مسکین ویتیم واسیر کا شکم سیر کیا گیا اور باعث اس کا ہوا کہ اتنی آیتیں آنحضراتؑ کی شان میں نازل ہوئیں لیکن وہ ناہنجار باتیں چوں کہ صوفیوں سے ہیں ممدوح وقابلِ اقتدا ہیں اور یہ امر امیر المومنینؑ واہلِ بیتِ طاہرین سے واقع ہوا اس لیے معیوب ہے **غزوۂ تبوک سے متعلق بعض حالات** غزوۂ تبوک حضرتِ رسالت پناہ کا آخری غزوہ ہے اس کے بعد آنحضرت کو بنفسِ نفیس کسی لڑائی میں شریک ہونے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس غزوے کے سبب میں مورخوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک قافلہ سوداگروں کا شام سے آیا اور یہ خبر لایا کہ بادشاہِ روم بہت سے لشکر کے ساتھ مدینہ پر آرہا ہے۔ قبیلہ لخم وجذام وعاملہ وغسان اس کے ساتھ مل گئے ہیں بروایتے خبر آئی کہ ہرقل والی روم نے قباد نامی ایک سردار کو چالیس ہزار سوار دے کر اس طرف بھیجا ہے۔ بقولے یہودِ مدینہ نے کہا اے ابوالقاسم اگر تم پیمبرؐ ہو تو زمینِ شام کو کہ محل حشر وملکِ انبیا ہے کیوں تصرف میں نہیں لاتے لیکن بعض روایاتِ معتبرہ میں ہے کہ اکیدر بادشاہِ دومتہ الجندل نے جس کا علاقہ شام تک پھیلا تھا بہت سا لشکر جمع کیا تھا اور کہتا تھا کہ محمدؐ پر چڑھائی کر کے ان کو اور ان کے اصحاب کو قتل کروں گا اور ان کا ملک تاخت وتاراج کر ڈالوں گا بنا بریں خوفِ عظیم اصحاب پر چھایا تھا، بحدیکہ کوئی آواز سنتے تو یہی کہتے کہ مقدمۂ لشکر اکیدر ہے کہ مدینہ پر آیا ہے۔ بہر کیف حضرتؐ نے عزم بالجزم جہاد کیا چوں کہ بذریعہ وحی معلوم ہوگیا تھا کہ اس دفعہ ضرورتِ جدال وقتال نہ پڑے گی اور تمام کاروبار بفضلِ کردگار یوں ہی درست ہو جائیں گے۔ لہٰذا امیر المومنینؑ کا ساتھ لے جانا مناسب نہ جانا، دیگر یہ کہ کفار ومنافقین چاہتے تھے کہ حضرتِ رسولؐ کے اس طولانی سفر سے فائدہ اٹھائیں، آپ کے پیچھے مدینہ میں لوٹ مار مچائیں۔ پس کوئی شخص کہ آپ کے غیبت میں اس کی نگہبانی کما حقہ کر سکے نہ تھا، الا امیر المومنینؑ اس لیے بھی آپ کا یہاں رہنا ضروری معلوم ہوا اور حق یہ ہے کہ قربِ زمانِ رحلت میں امیر المومنینؑ کا آپ کی طرف سے دار ہجرت اور

بیضۂ اسلام میں حاکم خلق و نائب رسولؐ ہو کر رہنا اشد ضروریات سے تھا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بعد حضرتِ رسالتؐ مسند و امارت آپ کے لیے ہے اور حجتِ خدا اور رسولؐ خلائق پر تمام ہو پس ان وجوہ سے مصلحتِ الٰہی یہ ہوئی کہ رسولِ خدا سفر کریں اور حضرت علیؑ مدینہ میں رہیں۔ چنانچہ فرمایا یا علیؑ حکمِ خدا یہ ہے کہ تم میرے پیچھے نگہبانِ مدینہ رہو حضرت امیرؑ نے عرض کی کہ حکمِ خدا اور رسول بجان و دل قبول ہے ہر چند آپ کی خدمت سے جدائی مجھ پر نہایت شاق ہے۔ فرمایا یا علیؑ راضی نہیں کہ تیری نسبت میرے سے تمام امور میں سوائے نبوت کے ہارون کی نسبت ہو موسیٰؑ سے بہ تحقیق کہ تیرے یہاں رہنے کا ثواب ساتھ چلنے کے ثواب سے زیادہ ہوگا اور یا علیؑ چوں کہ تو چاہتا ہے کہ تمام طور و اطوار نشست، برخاست میرے اور میرے اصحاب نیک کردار کے معائنہ کرتا رہے۔ پس حق تعالیٰ تیری خاطر سے زمین کو جس پر کہ تو ہے اور جس پر کہ ہم ہوں گے بلند کرے گا اور تیری بینائی کو قوت دے گا کہ تو تمام کیفیت ہماری مشاہدہ کرے گا۔ اور وہ موانست کہ تجھ کو ہمارے ساتھ ہے تجھ سے فوت نہ ہونے پائے گی۔ امام زین العابدین علیہ السلام یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص اہل مجلس سے اٹھا اور کہا کیوں کر ہوسکتا ہے کہ علیؑ کے لیے وہ امر واقع ہو جو سوائے انبیا کے کسی کو میسر نہیں ہوسکتا امامِ عالی مقام نے فرمایا کہ یہ بھی معجزۂ رسولؐ اللہ تھا کہ حق تعالیٰ نے ان کی دعا سے درمیان کی زمین کو پست کیا اور دیدۂ حق بین امیر المومنینؑ کو طاقت بخشی کہ آپ نے وہ کیفیت مشاہدہ کی امام محمدؑ باقرؑ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ کس قدر ناانصافی کرتے ہیں یہ لوگ علیؑ کے بارے میں کہ جو باتیں دیگر صحابہ کی نسبت قبول کرتے ہیں آنحضرتؐ کی نسبت ان سے انکار کرتے ہیں حالاں کہ زبان سے کہتے ہیں کہ وہ حضرت افضلِ صحابہ ہیں۔ بعض حاضرین نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ یہ کیوں کر فرمایا تم لوگ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ کے دوستوں کو دوست رکھتے ہو اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کرتے اور بیزاری ڈھونڈتے ہو۔ مگر جب علیؑ تک پہنچے ہو تو کہتے ہو کہ ان کے دوستوں کے دوست ہیں الّا ان کے دشمنوں سے بیزاری نہیں کرتے حالاں کہ چاہتے ہو اور قائل ہو کہ رسولؐ خدا نے فرمایا اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَلَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْمَنْ نَصَرَہٗ وَخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ یعنی خداوندا دوست رکھ علیؑ کے دوست کو اور دشمن جان اس کے دشمن کو اور نصرت کر اس کی جو علیؑ کی نصرت کرے اور ترکِ نصرت و یاری کر جو اس کی ترکِ نصرت و یاری کرے۔ دیگر یہ کہ جب کسی کرامت کا بہ دعائے رسولؐ اللہ آنحضرتؐ کے لیے واقع ہونے کا ذکر ہوتا ہے تو انکار کرتے ہو حالاں کہ ویسی ہی کرامت ان لوگوں کے لیے روایت کرتے ہو اور بجان و دل اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے ہو مثلاً کہتے ہو کہ عمر خطابؓ مدینہ میں خطبہ کہہ رہے تھے اثنا خطبہ میں کہنے لگے کہ دور ہو اے پہاڑ جب حاضرین نے اس بے جوڑ کلام کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں نے سعد

وقاص کے ساتھ نہاوند پر لشکر بھیجا ہے اور اس وقت کفار کے ساتھ مشغول جہاد تھے۔ بعض کفار چاہتے تھے کہ پشتِ کوہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں میں نے اس کلام سے پہاڑ کو تنبیہ کی کہ ان کو نہ آنے دے چنانچہ وہ نہ آ سکے۔ اور مسلمانوں نے فتح پائی، لوگوں نے یہ قصہ بقیدِ وقت و تاریخ یاد رکھا، جب لشکر وہاں سے واپس آیا تو اس کی تصدیق ہوئی۔ حالاں کہ نہاوند مدینہ سے پچاس منزل کے فاصلہ پر تھا پس حضرتؐ نے فرمایا کہ ان امور کا مکمل ابن خطابؓ سے سرزد ہونا بلا چون و چرا مان لیتے ہو اور امیر المومنینؑ سے کہ مخزنِ اسرار آسمان و زمین و مظہر عجائب و غرائب میں باور نہیں کرتے۔ القصہ حضرت رسالت پناہؐ امیر المومنینؑ کو حکومتِ مدینہ پر تعین کر کے اور محمد بن مسلمہ، بقولے سباع بن عرفطہ کو آپ کی خدمت میں چھوڑ کر پچیس ہزار بروایتے تیس ہزار مردِ جرار کے ساتھ جن میں دس ہزار گھوڑے وبارہ ہزار اونٹ تھے روانہ طرفِ منزلِ مقصود ہوئے اس وقت پہلی شرارت جو کفّار و منافقین نے مدینہ میں کی یہ تھی کہ شہرت دے دی کہ رسولؐ اللہ علی علیہ السلام کی طرف سے سینہ صاف نہ تھے اور ان کی ہمراہی آپ پر گراں تھی اس لیے ان کو ساتھ نہ لے گئے۔ امیر المومنینؑ کو یہ باتیں سن کر کمال قلق ہوا اور ہتھیار زیبِ تن کر کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مقام جرف میں حضرتؐ کی خدمت میں پہنچ کر ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا **ارجع یا اخی فان المدینة لا تصلح الابی اوبك** یعنی اے بھائی لوٹ جاؤ کہ سزاوار نہیں کہ مدینہ بے میرے یا تمہارے رہے **فانت خلیفتی فی اهل بیتی و دار هجرتی و قومی اماترضی ان تکون منّی بمنزلة هارون من مُوسیٰ الاّ انهٗ لا نبی بَعْدِی** بہ تحقیق کہ تو میرا خلیفہ ہے میرے اہلِ بیت پر اور میری دار ہجرت پر اور میری قوم پر آیا راضی نہیں ہے تو کہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے الّا یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں یہ حدیث نصِ صریح ہے خلافتِ بلافصلِ امیر المومنینؑ پر اس لیے کہ اس میں آنحضرتؐ نے تمام مدارجِ ہارونی سوائے نبوت کے آپ کے لیے ثابت فرمائے اور شک نہیں کہ منجملہ ان مدارج کے خلافت و وصایتِ موسیٰؑ بھی ہارون کے لیے تھی۔ پس امیر المومنینؑ کے لئے بھی خلافت و وصایت رسولؐ اللہ ثابت ہوئی حیرت ہے کہ اہلِ سُنت اس حدیث متواتر کے بھی قائل ہیں اور پھر اوروں کو امیر المومنینؑ سے مقدم جانتے ہیں۔ **حدیث معارج النبوة** میں ہے کہ جب موسیٰؑ مع بنی اسرائیل دریائے نیل سے گزرے تو آگے موسیٰؑ تھے اور پیچھے ہارون اور ان کے درمیان تمام قومِ بنی اسرائیل پس اول و آخر کی برکت سے دریا کو مجال نہ ہوئی کہ ایک بال کسی کے بدن کا تر کر سکے اسی طرح اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بروزِ قیامت حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا کہ اے محمدؐ تم نے کہا تھا **یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ** رسولِؐ خدا عرض کریں گے، ہاں اے پروردگار میرے، ارشاد ہوگا کہ چوں کہ

اب تمھاری امت کو دریائے آتش سے گزرنا ہوگا لہٰذا تم کو چاہیے کہ تم اور علیؑ دونوں میں سے ایک آگے ہو اور ایک پیچھے اور بیچ میں اپنی امت کو رکھو کہ آگ کو مجال نہ ہو کہ ایک بال تمہاری امت کا جلا سکے۔ اس وقت یہ تشبیہ پوری ہوگی۔ **منافقین کی امیر المومنینؑ کو جان سے مار ڈالنے کی سازش:** دوسری حرکت قومِ نفاق پیشہ نے یہ کی کہ جب امیر المومنینؑ رسولِ خدا کے پاس ان کی شکایت کو گئے تو انہوں نے راہ میں ایک گڑھا کھود کر اس کو خس پوش کیا تا کہ جب حضرتؑ واپس تشریف لائیں تو اس میں گر پڑیں اور اوپر سے یہ ملاعین پتھر مار کر آپ کا کام تمام کریں روایت ہے کہ گڑھا جو انہوں نے کھودا تھا پچاس ہاتھ لمبا تھا۔ اور بہت گہرا تھا جب امیر المومنینؑ مراجعت کر کے قریب اس گڑھے کے آئے تو اسپ سواریِ آنحضرتؑ نے باعجاز آپ کے سر بلند کر کے عرض کی یا امیر المومنینؑ میری اور آپ کی ہلاکت کی تدبیر کی گئی ہے اور حال روپوش گڑھے کا بیان کیا آپ نے اس کو دعائے خیر دے کر امر کیا کہ چلا چلے پس گھوڑا حسبِ حکم رواں ہوا حق تعالیٰ نے گیاہِ ضعیف کو کہ گڑھے پر بچھا کر تھوڑی تھوڑی خاک اس پر ڈال دی تھی محکم فرمایا گھوڑا بے تکلف اس پر سے گزر گیا دوسری سمت پہنچ کر حضرتؑ نے حکم کیا کہ گھاس کو سرِ غار سے ہٹائیں اور کید' منافقین کا کھل گیا اور وہ بھرے مجمع میں خوار و ذلیل ہوئے بعض علما نے کہا ہے کہ آیہ شریفہ **كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا** یعنی اسلام کے بعد انہوں نے کفر اختیار کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جس کو نہ پاسکے اس واقع میں نازل ہوئی۔ اس وقت گھوڑے نے پھر کلام کیا کہ یا امیر المومنینؑ چوبیس اشخاص ہیں جنہوں نے آپ کے اور آپ کے بھائی رسول اللہ کے قتل کی صلاح کی ہے بارہ ان میں سے یہاں ہیں اور بارہ ہمراہ رکاب اس جناب کے گئے ہیں وہ راستے میں آنحضرت کے ساتھ کچھ مکر کریں گے۔ مومنین کہ حاضر تھے یہ سن کر کہنے لگے یا امیر المومنینؑ یہ تمام ماجرا لکھ کر کسی تیز رو قاصد کو دیجیے کہ آنحضرتؐ کے پاس لے جائے تا کہ رسولِ خدا کیدِ منافقین سے محفوظ رہیں آپ نے فرمایا کہ پیکِ خدا سب سے زیادہ تیز رو ہے وہ سبحانہ تعالیٰ خود آپ کو خبر کردے گا۔ فی الحقیقت جیسا کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ حضرت رسولؐ خدا کو وحی ہوئی اور تمام حال یہاں کا آپ پر کھل گیا۔ پس آپ نے اصحاب کو جمع کیا اور کہا روح الامین مجھ کو خبر دیتے ہیں کہ جماعتِ منافقین نے حوالی مدینہ میں علیؑ بن ابی طالب کے قتل کی تدبیر کی تھی حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے اُن کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ مومنین اس خبر کو سن کر خوش ہوئے مگر منافقوں کو یقین نہ آیا اور باہم کہنے لگے کہ اصل حال اس لیے چھپاتے ہیں کہ لوگ ان کے قتل پر دلیر نہ ہو جائیں ورنہ ممکن نہیں کہ علیؑ اس تدبیر سے جاں بر ہوئے ہوں۔ ہم کو چاہیے کہ ان کی باتوں پر نہ جائیں اور اپنے کام میں سعی کریں تا کہ ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ سے نجات ملے پس کوشش کرو کہ محمدؐ اس سفر سے سلامت نہ جائیں۔ راوی کہتا ہے کہ راہِ تبوک میں

ایک عقبہ مسمی بہ عقبہ ذی فتق تھا۔ منافقوں نے مشورہ کیا کہ ہنگامِ مراجعت اس پر جمع ہوں اور آپ کی سواری کے شتر کو بھڑ کائیں۔ تاکہ آپ اس کی پشت سے شگافِ کوہ میں گریں۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ بوقتِ مراجعت ایک رات عقبہ پیش آیا حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ کوئی شخص اس عقبہ پر نہ جائے جب تک کہ رسولِؐ خدا نہ گزر جائیں۔ پس حضرت شتر سوار اس پر تشریف لے گئے حذیفہؓ بن یمان مہار شتر کی پکڑے ہوئے تھے اور عمار یاسر پیچھے سے اس کو ہنکاتے تھے۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے کہ بارہ یا چودہ سوار حضرتؐ کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے آپ کو آگاہ کیا آپ نے ان کو ڈانٹا وہ بھاگے بروایتے عمارؓ نے آگے بڑھ کر ان کے اونٹوں کے منہ پر مارا حضرتؐ نے پوچھا تم نے پہچانا کہ یہ کون تھے کہا نہیں یا رسولؐ اللہ ان کے منہ پوشیدہ تھے فرمایا یہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہیں گے جانتے ہو کہ ان کا کیا ارادہ تھا چاہتے تھے کہ میرے اونٹ کو بھڑ کائیں اور مجھ کو گرا کر ہلاک کریں۔ حذیفہ نے کہا یا رسولؐ اللہ کیوں آپ حکم نہیں دیتے کہ ان کا سر کاٹ لیں فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ محمدؐ نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کی۔ غالب ہوئے تو اب ان کو قتل کرتے ہیں۔ خداوندا تو ان کو دبیلہ میں گرفتار کر، عرض کی دبیلہ کیا، فرمایا ایک شعلہ آتش ہے کہ ان کے دل میں پیدا ہو کر باعث ہلاکت ہو گا بعد ازاں ان کے اور ان کے باپوں کے نام حذیفہؓ و عمارؓ کو بتلائے اور فرمایا پوشیدہ رکھو اور ان کو رسوا نہ کرو۔ نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ مسلم نے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میرے اصحاب سے بارہ شخص منافق ہیں کہ روئے بہشت نہ دیکھیں گے اور اس کی بو کو نہ سونگھیں گے **حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ** جب تک کہ شتر سوئی کے ناکے سے نہ نکل جائے۔ یعنی ان کا بہشت میں جانا ناممکن ہے۔ اور آٹھ شخص ان سے زحمت دبیلہ میں گرفتار ہوں گے کہ ایک شعلہ آتش ان کے شانوں سے اٹھ کر سینوں سے نکل جائے گا۔ اسی وجہ سے حذیفہؓ صاحب السر الذی لایعلمہ وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں یعنی وہ ایسے اسرار جانتے ہیں کہ ان کے سوا کوئی دوسرا ان کو نہیں جانتا۔ اور محمدؒ بن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسندِ معتبر حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ اصحاب عقبہ چودہ نفر تھے بدیں تفصیل ابوبکر، عمر، معاویہ، ابوسفیان، پدر معاویہ، طلحہ، سعد وقاص، ابوعبیدہ جراح، ابوالاعور، مغیرہ بن شعبہ، سالم مولائے ابوحذیفہ، خالد ولید، عمرو عاص، ابوموسیٰ اشعری، عبدالرحمن بن عوف حق تعالیٰ اپنی رحمت کو ان سے دور رکھے ان کے حق میں آیہ شریفہ **هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا** نازل ہوئی نیز منقول ہے کہ رسولؐ اللہ نے سات موقعہ پر ابوسفیان کو لعنت کی از انجملہ ایک موقعہ عقبہ ہے کل بارہ اشخاص وہاں تھے۔ سات بنی امیہ سے باقی دیگر اقوام سے پس حضرتؐ نے لعنت کی تمام حاضرین عقبہ پر سوائے اپنے اور اپنے شتر کے اور اس کے کھینچنے والے اور ہنکانے والے کے۔ **معارج النبوۃ** میں ہے کہ امیر المومنین عمر کچھ

عرصہ تک حذیفہؓ کے پاس جاتے اور قسمیں دے دے کر اس سے پوچھتے رہے کہ مجھ کو تو رسولؐ اللہ نے گروہ منافقین میں شامل نہیں کیا۔ حذیفہؓ کہتے تھے نہیں نہیں انتہیٰ۔ اس روایت کا پچھلا حصہ یعنی یہ کہ حذیفہؓ کہتے تھے نہیں نہیں وضعی یعنی راوی کا اپنے دل کا بنایا ہوا ہے۔ حذیفہؓ ایسا کیوں کر سکتے تھے۔ کتابِ سواد و بیاض سے کہ کتب اہل سنت سے طبقات مشائخ کے بیان میں لکھی گئی ہے نقل ہوا ہے کہ چونکہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا۔ **اعرفکم بشان المنافقین حذیفة** کہ سب سے زیادہ منافقوں کے حال سے خبردار حذیفہؓ ہے۔ اس لیے امیر المومنین عمرؓ نے دو مرتبہ ان کے پاس جا کر اور دو مرتبہ ان کو اپنے نزدیک بلا کر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے بتلا کہ میں بھی ان میں شامل ہوں یا نہ حذیفہؓ ہر بار یہی کہتے تھے **فشوّا سِرّ رسول اللّٰه** کہ میں رسولؐ اللہ کا راز ظاہر نہ کروں گا۔ یعنی اگر میں کہہ دوں کہ تم بھی ان میں شامل ہو تو اس میں خوفِ افشائے رازِ رسولؐ اللہ ہے یہاں حذیفہؓ نے ہر چند صاف تو نہ کہا مگر اس عبارت میں وہ کنایۃً حضرت عمر کو منافقوں میں شامل کر گئے اس لیے کہ اگر بہ تقدیر عدم شمول حضرت عمر یہ کہتے کہ تم ان میں داخل نہیں ہو تو اس میں ہرگز کوئی افشائے راز نہ تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ ابلغ طریقہ سے انہوں نے وفات عمرؓ کے بعد اس کی تصریح کی ہے چنانچہ صحیح (۱) بخاری میں تفسیر آیہ شریفہ **اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَ سْفَلِ مِنَ النَّارِ** کے ذیل میں سورۂ نسا سے اسود سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں ایک روز مسجدِ مدینہ میں حلقۂ درس عبداللہ بن عمرؓ میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ حذیفہؓ داخل ہوئے اور عبداللہ کے نزدیک پہنچ کر سلام کیا مگر اس نے حذیفہؓ کی کچھ تعظیم نہ کی اس لیے حذیفہؓ نے عبداللہ کی طرف خطاب کر کے کہا **قد اکثر النفاق فی قوم کانوا خَیْراً مِنْکُمْ** یعنی نفاق ان لوگوں میں بکثرت تھا جو کہ تم سے بہتر تھے اگر تم میں ہو تو محلِ تعجب نہیں اسود کہتا ہے کہ میں نے اس وقت آیہ شریفہ **اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** کو تلاوت کیا (ترجمہ) بے شک منافق طبقۂ زیرین جہنم میں ہیں اس وقت ابن عمرؓ ہنسنے لگے حذیفہؓ ان سے اعراض کر کے مسجد کے اور جانب میں بیٹھ گئے۔ جب ابن عمرؓ وہاں سے اٹھ گئے اور ان کا مجمع متفرق ہو گیا تو حذیفہؓ نے سنگریزہ میری طرف پھینک کر مجھ کو اپنے پاس بلایا اور کہا مجھے عبداللہ کے اس موقعہ پر ہنسنے سے تعجب آتا ہے باوجودیکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ میرا اس کلام سے کیا مدعا تھا۔ ظاہر ہے کہ حذیفہؓ کا مدعا اس کلام سے یہ تھا کہ عبداللہ اور ان کے باپ پسر خطاب اور ویسے ہی اور اشخاص جنہیں لوگ عبداللہ سے بہتر جانتے تھے ان میں نفاق بکثرت پھیلا ہوا تھا۔ اس پر عبداللہ کو رونا چاہیے تھا نہ کہ ہنسنا۔ قاضی نور اللہ شستری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں، کہ اگر حذیفہؓ عبداللہ کی طرف نفاق کی نسبت کرنے میں راست گو تھے، تو کفر عبداللہ وغیرہ کا

(۱) اس حدیث کو عبدالرحیم ملتانی نے بھی رسالہ ارشاد الحنفا میں صحیح بخاری سے نقل کیا ہے ۱۲۔ منہ۔

لازم آتا ہے، اور جو دروغ زن تھے تو فسق حذیفہؓ کا بہر تقدیر اہلِ سنت کہ دعویٰ تمام صحابہ کی عدالت کا کرتے ہیں صحیح نہ ہوگا۔ مفضلِ بن عمرؓ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ منافقینِ عقبہ تبوک میں کامیاب مُراد نہ ہوئے تو نادم ہو کر عمارؓ و حذیفہؓ سے دلی دشمنی رکھنے لگے۔ حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو عمرؓ نے حذیفہؓ سے مواخذہ کر کے چاہا کہ حمایتِ رسولؐ اللہ کا اس سے بدلا لے۔ لیکن حضرت ابوبکر نے ان کو اس سے منع کیا کہ اس کے بارے میں سکوت ہی مناسب ہے خود حضرت عمر خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے پھر اس کا ارادہ کیا کہ جس طرح ہو اس سے انتقام لیجیے چنانچہ اس کو طلب کر کے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایک جماعت کو اصحابِ پیغمبرؐ سے منافق بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جہنم کے دربان ہوں گے یہ کہہ کر اپنا درہ بلند کیا کہ حذیفہؓ کے مارے حذیفہؓ نے کہا اے عمرؓ ساکن ہو کہ تو بھی جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے کہ منافقوں کو اس میں داخل ہونے سے منع کرے گا حضرت عمر نے اس وقت سختی کرنے میں مصلحت نہ دیکھی اور متبسم ہو کر حذیفہؓ کی خوشامد کرنے اور حاضرین کے سامنے اس کی مدح وستائش کرنے لگے مگر آخر کار عثمانؓ نے سب کے بدلے لے لیے اور روحِ منافقین کو اپنے سے شاد کیا۔ **اہلِ نفاق** کے قضیے میں کلام کو طول ہو گیا اب ہم پھر اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ناظرین کو کسی قدر حال غزوۂ تبوک کا سناتے ہیں غرض حضرت رسولؐ خدا چلتے چلتے مقام تبوک میں پہنچے وہ ایک موضع تھا نواحی شام میں مگر بعض مورخ ایک قلعہ کا نام بتلاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ اس نام کا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اول چشمہ ہو پھر اس پر آبادی ہو کر اس آبادی کے گرد دیوار بطور فصیل بنادی گئی ہو اور آبادی اور حصار کا نام چشمہ ہی کے نام پر تبوک مشہور ہو گیا ہو بہر کیف حضرت کو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شاہِ روم کی اس طرف متوجہ ہونے کی خبر غلط تھی رسولؐ اللہ نے قریب دو مہینے کے وہاں قیام کیا کوئی مقابلہ پر نہ آیا بلکہ آپ نے سرداروں کو اطراف و جوانب میں بھیج کر بہت سا ملک تسخیر کر لیا بحدیکہ رعبِ اسلام نواحِ شام میں قائم ہو گیا۔ **روایت** ہے کہ رسولِ خدا نے زبیر عوام و سماک بن خراشہ کو بیس سواروں کے ساتھ تعین کیا کہ اکیدر نصرانی والی دومتہ الجندل کو پکڑ لائیں۔ انہوں نے کہا یا رسولؐ اللہ اس کے پاس ساز و سامان بسیار اور لشکر بہت ہے اور قلعہ استوار و حصین میں جاگزین ہے ہم بیس بائیس آدمی کیوں کر اس کو گرفتار کر سکتے ہیں فرمایا حیلہ و تدبیر سے دستگیر کرو عرض کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے یہاں سے اس کے قلعہ تک میدان مُسطح و ہموار ہے اور چاندنی راتیں ہیں وہ ہم کو دور سے دیکھ اور پہچان سکتے ہیں فرمایا اگر چاہتے ہو کہ ان کی نظر سے پوشیدہ رہو اور نور تمہارا مثل نورِ ماہتاب کے درخشاں ہو کہ وہ تمیز نہ کر سکیں تو درود بھیجو محمدؐ و آل محمدؐ پر اور اعتقاد کرو کہ بہترین آلِ محمدؐ علیؑ ابن ابی طالب ہیں علی الخصوص تو اے زبیر اعتقاد کر کہ علیؑ جس گروہ میں ہوں ان میں سزاوارِ حکومت و ریاست وہ ہیں ان کے ہوتے دوسرے کو برتری نہیں پہنچتی

پس جب ایسا کروگے تو ان کی نظر سے پنہاں ہو جاؤ گے حتیٰ کہ ان کے قصر کے نیچے پہنچ جاؤ پس اس وقت حق تعالیٰ چند گاؤ صحرائی کو بھیجے گا کہ اپنے سینگوں کو دیوار قلعہ پر ماریں گی اکیدر یہ آواز سن کر شکار کے شوق میں نیچے اتر آئے گا اس وقت اس کو پکڑ لینا پس یہ لوگ حسبِ ارشاد روانہ ہوئے اور بہ برکت اس عمل کے زیرِ قلعہ جا پہنچے وہاں جس طرح حضرتؐ نے خبر دی تھی جنگلی گائیں آئیں۔ اور سینگوں سے دیوار قلعہ کو ٹھکرانے لگیں۔ اکیدر کہ شیفتۂ شکار تھا ان کی آواز سن کر بے قرار ہو گیا اس کی عورت نے کہا زنہار تو اس وقت نیچے اترنے کا ارادہ نہ کیجیو کہ محمدؐ مع اصحاب یہاں سے نزدیک پڑے ہوئے ہیں مبادا کہ ان کے آدمی تجھ کو پکڑ لے جائیں اس نے کہا کس کو طاقت ہے کہ اس شبِ روشن میں لشکر سے جدا ہووے اور یہاں آئے حالاں کہ ان کو معلوم ہے کہ ہمارے جاسوس ونگہبان گھات میں لگے ہوئے ہیں اور اگر اس وقت کوئی ہمارے قصر کے پاس ہوتا تو یہ وحشی جانور کس طرح یہاں آتے غرض اکیدر نے عورت کا کہنا نہ مانا اور قصر سے اتر کر سوار ہوا جنگلی گائیں اس کو دیکھ کر بھاگیں اور اس نے ان کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ جب قلعہ سے دور نکل گیا تو اصحابِ رسولؐ اللہ نے اس کو گرفتار کرلیا اکیدر نے التجا کی کہ میرے بیش قیمت کپڑے اتار لو صرف ایک پیراہن رہنے دو اور نیز پٹکا اور شمشیر کمر سے کھول لو کہ شاید محمدؐ اس حال میں دیکھ کر مجھ پر رحم کریں اور میری جان بخشی ہو جائے اصحاب نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کو حاضر خدمت رسولؐ اللہ کیا۔ فقرائے مسلمین نے جو اس کے گراں بہا لباس کو دیکھا اور اس کے زیورات پر نظر کی، تو کہنے لگے کہ کیا یہ چیزیں بہشت سے آئی ہیں، حضرتؐ نے فرمایا یہ اکیدر کا لباس ہے بہشت کا ایک رومال کہ زبیر وسماک کو ملے گا اس تمام لباس وزیورات سے بہتر ہوگا بشرطیکہ (۱) وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں جب تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ القصہ اکیدر کو رسولؐ خدا کے حضور میں پیش کیا تو وہ رونے اور گریہ وبکا کرنے لگا کہ یا حضرتؐ مجھ کو چھوڑ دیجیے کہ میں اپنے ملک کے آگے سے آپ کے دشمنوں کو دفع کروں گا۔ حضرتؐ نے فرمایا اگر تو عہد کو وفا نہ کرے کہا اگر عہد پورا نہ کروں تو اگر تم نبی برگزیدۂ خدا ہو تو پھر خدا تم کو مجھ پر مظفر کرے گا۔ یعنی جس نے تمہارے اصحاب کا سایہ زمین پر نہ گرنے دیا اور جانورانِ صحرائی کو بھیجا کر مجھ کو اپنی جائے پناہ سے نکالا، اور تمہارے ہاتھ میں قید کیا۔ اگر میں عہد شکنی کروں گا تو پھر وہی قادرِ مطلق تم کو مجھ پر فتح یاب کرے گا۔ پس حضرتؐ نے اس کے ساتھ صلح کی کہ وہ رہا ہوا بشرطیکہ ہر سال دو مرتبہ ایک ماہِ رجب میں دوسرے صفر میں ایک ایک ہزار اوقیہ طلا اور دو دو سو حلے مدینہ میں بھیجے، اور جو لشکر مسلمانوں کا اس کے ملک سے گزرے اس کو تین روز تک مہمان رکھے، اور اگلی منزل کے واسطے زادِ راہ اس کے ہمراہ کرے اگر ان باتوں کے خلاف کرے گا تو امانِ خدا اور رسولؐ اس سے اٹھ

(۱) یہ شرط ناظرین کو ملحوظ خاطر رہے کہ جنگ جمل کے بیان میں کام آئے گی ۱۲ منہ۔

جائے گی۔ **احکاماتِ وحی کے مطابق سورۂ برات کا حضرت ابوبکر سے واپس لے کر حضرت علیؑ کو تفویض ہونا:** چوں کہ بسم اللہ آیہ وعلامت رحمتِ خدا ہے اور سورۂ برات مشرکوں کی سرکوبی وتہدید کے لیے نازل ہوئی۔ لہٰذا اس کے ساتھ بسم اللہ نہیں آئی۔ اس سورہ کے شروع کی چند آیتیں جن کا مضمون یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ کفار کے عہد و پیمان کے ذمہ وار نہیں جس سے مدتِ معین کا معاہدہ ہے اس مدت کو پورا کرے ورنہ چار مہینے کی مہلت ہے اگر اس عرصہ میں ایمان لائے تو بہتر ورنہ جہاں پاؤ، ان کو قتل کرو اور خانۂ خدا کو رجس ونجاستِ کفر وشرک سے پاک کرو۔ نازل ہوئیں تو رسولؐ اللہ نے حضرت ابوبکر کو دیں کہ موسمِ حج میں مکہ جا کر مشرکوں کو سنائیں۔ **روایت** ہے کہ کفار کا قاعدہ تھا کہ جن کپڑوں میں طوافِ خانہ کعبہ بجالاتے ان کو خیرات کر دیتے اور اگر وہ کپڑے مانگے کے یا کرایہ کے ہوتے تو ان کے مالکوں کو واپس دے دیتے۔ غرض جن کپڑوں میں طواف کرتے ان کو پھر اپنے استعمال میں لانا ان کی شرع میں مذموم تھا پس جس کو بہ کرایہ یا بعاریت لباس میسر نہ آتا اور اپنے لباس کے دے ڈالنے کا بھی مقدور نہ رکھتا تو ننگا مادرزاد ہو کر طواف بجالاتا اور نیز ننگ دھڑنگ طواف کرنے کو وہ بہت اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے جس نے برہنہ طواف کیا وہ طفلِ معصوم کی طرح گناہوں سے نکل گیا جس قوم کی عبادات کا یہ حال ہو اس کی دیگر عادات کا کیا ٹھکانا ہے۔ اتفاقاً ان ایام میں ایک زن صاحبِ جمال باہر سے مکہ میں طواف کو آئی تھی چوں کہ اس کے پاس بدن کے کپڑوں کے سوا دوسرا جامہ پہننے کو نہ تھا اس لیے طواف کے واسطے کرایہ پر یا بعاریت لباس لینا چاہا، دستیاب نہ ہوا، تو ناچار اس تنِ نازنین غیرتِ ماہ کامل کو عریاں کیا دونوں ہاتھ آگے پیچھے عورتین پر رکھ کر مشغولِ طواف ہوئی وہ طواف کرتی تھی اور اہلِ مکہ چار طرف کھڑے اس کے حسن وجمال کو بے پردہ دیکھ دیکھ کر غش ہو رہے تھے۔ فارغ ہوئی تو بہت سوں نے اس کو شادی کا پیام دیا عورت نے کہا یہ خیال دل سے دور رکھو، کیوں کہ میں آزاد نہیں پائے بند یعنی شوہر دار ہوں حضرت رسولِ خداؐ غزوۂ تبوک سے مراجعت کر کے آخر ذی القعدہ میں ارادہ حج بیت اللہ کا رکھتے تھے کہ یہ اخبار گوش زد ہوئے طبیعت نے کراہت کی اور نہ چاہا کہ کفار کے ساتھ ان پلید رسموں میں شریک ہوں۔ پس حضرت ابوبکر کو آیاتِ مذکورہ دے کر پہلی ذی الحجہ ۹ ہجری کو اس طرف بھیجا وہ مسجد ذی الحلیفہ سے احرام باندھ کر آگے بڑھے ہی تھے کہ حضرتؐ کو وحی ہوئی اور جبرئیل نے آ کر بعد سلام یہ پیغام پہنچایا **لَا یُرَدُّوْنَهَا عَنْكَ اِلَّا اَنْتَ اَوْرَجُلٌ مِّنْكَ** یعنی ان آیات کو یا تم خود پہنچاؤ یا وہ شخص جو تم سے ہو کہ قرب وقرابت اور شرف وفضیلت میں مثل تمہارے ہو، بروایتے جبرئیل نازل ہوئے اور کہا **یُبَلِّغُ عَنْكَ اِلَّا عَلِیٌّ** کہ کوئی بجز علی علیہ السلام کے ان کو نہ پہنچائے۔ پس حضرت نے جناب امیرؑ کو بلایا اور جابر بن عبداللہ انصاری وغیرہ چند اشخاص آپ کے ہمراہ کیے اور ناقہ عضباء خاص اپنی سواری کا شتر آنحضرتؐ کو دیا کہ جا کر

ہو۔ پھر فرمایا **لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْـزَابَ وَحْـدَہٗ** یعنی خدائے وحدہ لاشریک نے اپنا وعدہ وفا فرمایا اور اپنے بندہ کی نصرت کی اس وقت شرفاء قریش جنھوں نے آپ کو انواع واقسام کی ایذادی تھیں مسجد میں خائف وترساں منتظر تھے کہ حضرتؐ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے معشرِ قریش تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو میری طرف سے عرض کی **نَقُوْلُ خَیْـراً وَّنَظُنُّ خَیْراً** ہم اچھا کہتے اور نیک گمان کرتے ہیں، آپ برادرِ کریم و پسر برادرِ کریم ہیں کہ ہم پر سب طرح کی قدرت رکھتے ہیں چوں کہ اس کلام میں انھوں نے قصہ حضرت یوسفؑ و برادرانِ یوسفؑ کی طرف اشارہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے بوقتِ قدرت اپنے بھائیوں سے کہا تھا **لَا تَثْرِیْـبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ** کہ تم پر آج کوئی گرفت نہیں خدا تمھارا گناہ بخشے اور وہ ہے زیادہ رحم کرنے والا رحم کرنے والوں کا، بعدازاں فرمایا **فَاذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ** جاؤ تم غلامانِ آزاد کردہ ہو۔ چنانچہ اہلِ مکہ کہ بروزِ فتح یا اس کے بعد مسلمان ہوئے اسی روز سے طلقاؤ آزاد کردہ کہلاتے ہیں **فائدہ** معاویہ بن ابوسفیان طلیق پسرِ طلیق ہیں بلاشک وشبہ ابن حجر ہیثمی مکی نے ایک رسالہ مسمّی بتطہیر ''الجنان واللسان عن الخطور والتقوہ بثلب سیدنا معاویۃ بن ابی سفیان'' حمایت معاویہ میں لکھ کر بہت کچھ اس کی مدح گستری کی ہے اس کے قبول اسلام کی نسبت بھی لکھا ہے کہ معاویہ بروز حدیبیہ یا بعد اس کے ۷ ہجری میں اسلام لائے مگر بخوف اپنے ماں باپ کے کہ کہیں نفقہ نہ بند کرلیں اس کو چھپاتے اور ہجرت سے کنیاتے رہے تا انیکہ بروزِ فتح مکہ اسلام کا اظہار کیا۔ **ہمارے** نزدیک اس توجیہہ میں شیخ ابن حجر سے ایک یہ فروگذاشت ہوگئی کہ انھوں نے بضمن مدح حضرتِ معاویہ ان کے والدین کی تنقیص فرمائی حالاں کہ اس کتاب میں انھوں نے ان کی مداحی میں بھی تقصیر نہیں کی چنانچہ یہاں سے تھوڑے ہی آگے بڑھ کر ابوسفیان کی نسبت افادہ فرماتے ہیں **فَحُسْنِ اِسْلَامُ تَزَایَدَ صَلَاحَہٗ حَتّٰی صَارَمِنْ اَفَاضِلِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَکَابِرِ الصَّادِقِیْنَ** یعنی ابوسفیان کا اسلام خوب ہوا اور اس کی صلاح وتقویٰ نے زیادتی پکڑی حتیٰ کہ وہ (ابنِ حجر جیسے) مومنین وصادقین سے اکبر وافضل ہوگیا۔ اور والدہ خال المومنین ہند بنت عتبہ کی نسبت لکھتے ہیں **فَاطْمَئَنَّتْ اِلَی سِلَامٍ** کہ اس کو صحابہ نے مسجد الحرام میں مشغولِ عبادت دیکھا تو اس کے اسلام پر اطمینانِ کامل حاصل ہوگیا۔ پھر ذرا آگے چل کر کہتے ہیں وہ بہت بیدار مغز وہوشیار تھی بجرد بیعت گھر پر جاکر اس بت کو جو گھر میں رکھ چھوڑا تھا پیروں میں کچل کر ریزہ ریزہ کردیا کہ ہم تجھ سے دھوکہ میں رہے۔ پس ایسے عقلاء کاملین وافاضلِ صادقین کے لیے تھوڑے ہی عرصہ پیشتر ایسا پکا کفر ثابت کرنا کہ معاویہ ان کے خوف سے اظہارِ اسلام نہ کرسکے بلاشبہ ان

ان آیات کو ابو بکرؓ سے لے لو اور حج کے دنوں میں خود لوگوں کے سامنے ان کو قرآت کرو حضرت ابو بکرؓ کو اختیار ہے خواہ تمہارے ساتھ حج کرے یا واپس مدینہ آجائے اور یہ چار کلمے ارشاد کیے کہ مشرکوں کو پہنچائیں اول یہ کہ کوئی خانہ خدا میں داخل نہ ہو جب تک کہ ایمان نہ لائے۔ دوم کوئی برہنہ طوافِ خانہ کعبہ نہ کرے۔ تیسرے اس سال کے بعد کسی کو اجازت نہیں کہ حجِ خانۂ کعبہ بجالائے چوتھے جو خدا اور رسولؐ کی طرف سے عہد معین رکھتے ہیں اس پر قائم رہیں جن کے پاس عہد نہیں یا عہدِ موقت نہیں رکھتے تو چار ماہ یعنی دہم ذی الحجہ سے دہم ربیع الثانی تک امان میں ہیں اس کے بعد اگر مسلمان نہ ہوں گے تو ان کا خون و مال حلال ہوگا پس امیر المومنینؑ سوار ہوئے اور منزلِ روحا یا جحفہ پر حضرت ابو بکرؓ کو جالیا۔ حضرت شیخ صاحب نے اس آنے کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو رسولؐ اللہ نے بحکم خدا بھیجا ہے کہ آیات تم سے لے لوں اور خود ان کو قرأت کروں تم چاہو میرے ساتھ مکہ چلو حج بجالاؤ ورنہ مدینہ پلٹ جاؤ حضرت ابو بکر آیات کو حوالہ امیر المومنینؑ کر کے آپ مدینہ آئے اور حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں عرض کی یا رسولؐ اللہ

أهلتنى لامر طالت الاعناق الىّ فلمّا صرتُ ببعضِ الطّريقِ عزلتنى عنهُ آپ نے مجھ کو ایک کام کے لائق جانا، جس کے سبب سے بہت سی گردنیں میری طرف دراز ہوئیں، پس ابھی تھوڑی دور گیا تھا کہ معزول فرمایا، حضرتؐ نے فرمایا تجھ کو خدائے تعالیٰ نے معزول کیا ہے، حضرت ابو بکر کو زیادہ اندیشہ ہوا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میرے حق میں کچھ نازل ہوا ہے فرمایا نہیں مگر جبرئیل میرے پاس آئے۔ اور کہا تم خود ان کو پہنچاؤ یا کوئی اور جو تم سے ہو پہنچائے اس لیے میں نے علیؑ ابن ابی طالب کو بھیجا۔ **مولف** کہتا ہے کہ یہ ہے قصہ ابو بکرؓ کی رسالت برأت سے معزول ہونے اور امیر المومنینؑ کے اس پر مقرر فرمائے جانے کا اس کو جس طور سے علمائے شیعہ نے نقل کیا ہے ویسے ہی اکابر مدثین و مفسرینِ اہلِ سنت نے کیا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی درمنثور میں و ابو عبدالرحمٰن نسائی، خصائص میں گارزونے اپنی تاریخ میں، عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں، کواشی اپنی تفسیر مسمی بہ تلخیص میں، مرزا محمدؒ بدخشانی نزل الابرار میں، ثعلبی تفسیر میں، سبط بن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں محب الدین طبری ریاض النظرۃ میں، اور دیگر اشخاص اپنی اپنی کتابوں میں اس کو اسی طرح نقل و روایت کرتے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا یعنی تمام نے حضرت ابو بکر کا آیات کو حوالہ امیر المومنینؑ کر کے اثناراہ سے لوٹنا اور حضرت رسولِ خدا کے آگے اپنی آزردہ دلی اور ملامت کا اظہار کرنا بتصریح لکھا ہے کہ صریح ان کے معزول ہونے پر دال ہے۔ مگر شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ میں باوجود اس کے کہتے ہیں کہ اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ امارتِ حج پر مامور ہوئے تھے نہ کہ رسالتِ سورہ برات پر سورہ برات ان کے جانے کے بعد نازل ہوئی اور علی علیہ السلام کو دی گئی پس معزول ہونا متحقق نہ ہوگا صاحب تشید المطاعن اس کے

جواب میں کہتے ہیں کہ اس عزل و نصب کو نو صحابیوں نے یعنی خود امیر المومنینؑ نے حضرت ابوبکر نے، عبداللہ بن عباس، ابو سعید حذری عبداللہ عمر، ابو ہریرہ، سعد وقاص، ابو رافع اور انس بن مالک نے روایت کیا ہے۔ پس شاہ صاحب کو لازم تھا کہ ثابت کرتے کہ ان سب نے اس کو ویسے ہی روایت کیا ہے جیسے شاہ صاحب کہتے ہیں ورنہ ان بے سروپا باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اور جب کہ یہ معزولیت نو صحابیوں کے روایت سے ثابت و متحقق ہے تو وہ متواترات سے سمجھی جائے گی کیوں کہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں پیشمازی حضرت ابوبکر کو آٹھ صحابیوں کی روایت کے دعوے سے متواتر کہا ہے چنانچہ لکھتے ہیں **اعلم ان هذا الحدیث متواتر لانه ورد من حدیث عائشة وابن مسعود وابن عباس وابن عمر و عبداللّٰه بن زمعه وابی سعید و علیؑ بن ابی طالب وحفصه انتهی**۔ یعنی جان تو کہ یہ حدیث متواتر ہے کیوں کہ اس کو عائشہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن ربیعہ وابو سعید حذری وعلی بن ابی طالب وحفصہ نے روایت کیا ہے پس جب آٹھ صحابیوں کی روایت متواتر ہے تو نو کی بطریقِ اولیٰ متواتر ہوگی۔ اگر شاہ صاحب اپنے یہاں کی کسی روایت ضعیف میں اپنا فائدہ دیکھ کر شیعوں کے مقابلے میں اس کو ترجیح دیں اور روایتِ متواتر مشہور کو چھوڑ دیں تو ان کا قول کیوں کر مقبول و مسموع ہو سکتا ہے ایسا ہو تو بابِ احتجاج و استدلال طرفین سے بند ہو جائے بالجملہ حضرتِ عتیق کا ادائے سورۂ برات سے بحکمِ رب العزت معزول ہونا اور اثنائے راہ سے مراجعت کر کے رسولِؐ خدا کی خدمت میں جزع و فزع بلکہ گریہ و بکا کرنا کتبِ معتبرہ اہلِ سنت میں جیسا ہم اوپر لکھ آئے مشہوراتِ مستفیضہ سے ہے ان کے بڑے بڑے محدثوں اور مفسروں نے اس کو روایت کیا ہے شاہ صاحب اور مریدانِ شاہ صاحب کی قدرت سے باہر ہے کہ اس واقعہ کو تمام کتابوں سے نکال ڈالیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ خدا اور رسولؐ کا ان کو اس کام پر مقرر کرنا پھر بلا پہنچے منزلِ مقصود کے ادھر سے واپس بلوا لینا۔ یعنی یہ کس لیے ایسا کیا گیا اس سے تو بہتر تھا کہ پہلے ہی سے امیر المومنینؑ کو آیات حوالے کر دیتے اور ان سے معترض ہی نہ ہوتے تا کہ ایک بیچارے بوڑھے آدمی کی یوں مٹی خراب نہ ہوتی جن سے کہ وہ زار و قطار روتے تھے۔ چوں کہ افعالِ ایزدی میں شائبہ جہالت اور عبث ہونے کا نہیں ہو سکتا وہ ہمیشہ مبنی بر مصلحت و حکمت ہوا کرتے ہیں اس لیے ضرور ہے کہ اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہو پس واضح رہے کہ مصلحت و حکمت اس عزل و نصب کی یہ تھی کہ تمام خلقت کو اور خود شیخ صاحب کو معلوم ہو جائے کہ وہ خدا اور رسولؐ کے نزدیک ایک سورۂ قرآنیہ کے پہنچانے کی قابلیت نہیں رکھتے چہ جائیکہ خلافتِ عامہ مسلمانان کی پس ثانی الحال جب کہ وہ خلافت کا ارادہ کریں تو سب کو یہ واقعہ یاد رہے اور تمام پر حجتِ خدا تمام ہوا گر اول ہی امیر المومنینؑ کو اس مہم پر مقرر فرما دیتے تو یہ نکتہ صاف طور سے سمجھ میں نہ

آتا اور خیال رہتا کہ سوائے آنحضرتؐ کے اور اشخاص بھی اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کا اس معزولیت پر گریہ و بکا کرنا ہر چند روایاتِ کثیرہ اہلِ سنت میں وارد ہے مگر یہاں بہ نظر اختصار صرف ایک روایت نقل ہوتی ہے۔ کتاب کنز العمال میں تفسیرِ سورۂ توبہ کے ذیل میں ابوبکرؓ سے روایت کی ہے **ان النبی بعثه ببراءة الی اهل مکة فسار بها ثلثا ثم قال لعلی الحقه فرد علیؑ ابا بکر ففعل فلما قدم ابوبکر بکی فقال یا رسول الله حدث فی شی فقال ماحدث فیك الاخیر الکن امرت ان لا یبلغه الا انا ورجل منی، حم، وابن حزیمه و ابو عوانه**۔ یعنی رسولؐ اللہ نے ابوبکرؓ کو سورۂ برات دے کر مکہ بھیجا تین دن کے بعد علیؑ کو کہا کہ تم جا کر ابوبکرؓ کو واپس بھیج دو اور تم اس کو پہنچاؤ پس وہ گئے اور ابوبکرؓ رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے تو رونے لگے اور کہا یا رسولؐ اللہ کیا مجھ میں کوئی نئی بات حادث ہوئی فرمایا بجز خیر و خوبی کے کچھ تجھ میں حادث نہیں ہوا الاّ مجھ کو حکم ہوا کہ اس کو یا میں خود پہنچاؤں یا کوئی اور جو میری اہل سے ہو روایت کیا ہے اس کو احمد حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن خزیمہ ابو عوانہ اور دار قطنی نے۔ القصہ حضرت ابوبکر تو روتے دھوتے مدینہ تشریف لے آئے اور امیر المومنینؑ طے منازل کر کے داخلِ مکہ ہوئے اور روزِ عرفہ عرفات میں اور شبِ عید مشعر الحرام میں اور دہم ذی الحجہ روزِ عید کو جمرات کے نزدیک اور ایامِ تشریق میں منیٰ میں بآواز بلند اس سورہ کو مشرکوں کے سامنے قرأت کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ **لا یدخل البیت کافر و ولا یحج مشرا ره ولا یطوف بالبیت عریان** بروایتے روزِ عید کو کوہِ شعب پر تشریف لے گئے اور شمشیر میان سے نکال لی اور بآوازِ بلند ان کلمات کو کہتے ہیں۔ اس وقت حراشؔ و شعبہ پسرانِ عبدِ ود برادرانِ عمر بن عبدِ ود نے جس کو امیر المومنینؑ نے بروز احزاب قتل کیا تھا کہا کہ تو ہم کو چار مہینے کی مہلت دیتا ہے بہ تحقیق کہ ہم تجھ سے اور تیرے ابنِ عم سے بے زار ہیں اور تم دونوں کے لیے ہمارے پاس بجز نیزہ و شمشیر دوسری چیز نہیں حضرتؐ نے فرمایا اگر چاہو تو میری شمشیر کو دوبارہ آزمالو بروایتے کسی نے کہا اگر معاہدہ جو ہمارے اور تمہارے ابن عم کے درمیان ہے اس کے ٹوٹ جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم ابتدا تم سے کرتے یعنی پہلے تم ہی کو قتل کرتے حضرتؑ نے فرمایا اگر رسولؐ اللہ نے منع نہ کیا ہوتا کہ کوئی امر اپنی طرف سے حادث نہ کروں تو میں تجھ کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ **نیز** جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے مجھ کو مکہ بھیجا میں قریش کی عداوت کا حال بخوبی جانتا تھا کہ اگر ان سے ہو سکے تو میرا ہر عضو کاٹ کر ایک ایک پہاڑ پر رکھ آئیں اور راضی تھے کہ اگر میرے قتل میں ان کا جان و مال و زن فرزند کام آئیں تو اس سے بھی دریغ نہ کریں میں نے رسولِؐ خدا کا پیغام ان کو پہنچایا تو ان کے چہرے دفعتہً غیظ و غضب سے اندوختہ ہوگئے اور لگا ہر ایک اظہارِ کراہت و

عداوت کرنے حتیٰ کہ زن و مرد کے چہروں سے بغض وعناد کے آثار عیاں تھے مگر میں نے کچھ پروانہ کی اور تعمیلِ ارشادِ نبوی میں سرگرم رہا تا اینکہ سب کو آپ کا حکم سنا دیا۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ تاریخِ طبری میں کہ کتبِ اہلِ سنت سے ہے لکھا ہے کہ سال ششم ہجرت عمرہ حدیبیہ میں حضرت رسولِ خدا نے عمرؓ بن الخطاب کو مکہ بھیجنا چاہا تو وہ ڈر گئے اور بدیں عذر کہ مجھ کو ان سے خوف ہے تعمیلِ حکم سے پہلو تہی کی۔ علیٰ ہذا سال نہم ہجرت میں فتح مکہ کے بعد آنحضرتؐ نے پھر عمرؓ کو کہا کہ اشرافِ قریش کے پاس پیغام لے جائیں انہوں نے اس وقت بھی خوف کا اظہار کیا باوجودیکہ کسی کا بال تک بھی ان کے ہاتھ سے بیکا نہ ہوا تھا بلکہ باطن میں ہمیشہ ان کے موافق رہتے تھے امیر المومنینؑ حال آنکہ کوئی شخص مکہ میں نہ تھا کہ جس کو ان کے ہاتھ سے صدمہ نہ پہنچا ہو ان کے نوکِ سناں و شمشیر جان ستان ہر ایک کے جگر میں گھبی تھی اس پر بھی آنحضرتؐ نے کچھ پروانہ کی اور تنہا ایک لاکھ مشرکین کے مجمع میں چلے گئے اور ان کے پیمان و امان کو توڑ ڈالا اور ان کے دین و آئین کو باطل فرمایا:

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

الغرض حضرتؑ اس مہم سے فارغ ہو کر حسب المرام مدینہ سکینہ کی طرف واپس ہوئے بآرام و آہستگی طے مسافت کرتے تھے ادھر حضرت رسولِ خدا کے پاس کوئی خبر آسمانی اس مقدمہ میں نہ پہنچی تو آپ دلگیر ہوئے اور تشویش و نگرانی دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ آثارِ حزن و ملال چہرۂ اقدس سے نمایاں ہونے لگے شدتِ غم سے اپنی ازواج کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ صحابہ صورت دیکھتے تھے مگر کسی کی جرأت نہ تھی کہ باعث اس تغیر کا دریافت کر سکے آخر ابوذرِ غفاریؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ کے غم واندوہ کو دیکھ کر اصحاب گمان کرتے ہیں کہ آپ کی وفات کی خبر آپ کو دی گئی ہے یا کوئی خبرِ بد امت کے حق میں ملی ہے یا کوئی مرض آپ کے دشمنوں کو عارض ہوا ہے فرمایا ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں لیکن یہ رنج والم علیؑ ابن ابی طالب کی طرف سے ہے مجھ کو کچھ معلوم نہیں ہوا کہ کیا صورت ان کو پیش آئی نہ کوئی وحی اس بارے میں پہنچی بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے علیؑ کے مقدمے میں مجھ کو نو خصلتیں عطا کیں تین دنیا میں تین آخرت میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بے خوف ہوں اور ایک جس سے ڈرتا ہوں لیکن تین خصلتیں دنیا کی پس وہ میرے ستر کو چھپائیں گے اور میرے امور کو انجام دیں گے اور وصی ہوں گے میری امت پر اور تین آخرت کی ایک یہ کہ لوائے حمد مجھ کو دیں گے تو میں ان کے حوالہ کروں گا کہ میرے لیے اس کو برپا رکھیں دوم شفاعت کے مقام میں ان پر اعتماد کروں گا سوم وہ میرے معین و مددگار ہوں گے بہشت کی کنجیاں اٹھانے میں۔ اور دو باتیں کہ ان سے اپنے بعد مطمئن ہوں یہ ہیں کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے اور اسلام پر کفر کو اختیار نہ کریں گے۔ ایک جس سے ڈرتا ہوں وہ مکرِ قریش ہے ان کے ساتھ۔ القصہ رسولؐ

خدا کا معمول تھا کہ صبح کو نماز پڑھ کر طلوع آفتاب تک قبلہ رو مشغول تعقیب و ذکر الٰہی رہتے تھے امیر المومنینؑ حاضرین کی طرف منہ پھیرتے اور لوگ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر اپنے کاروبار کو جاتے پیغمبرِ خداؐ نے ان کو اس کام پر مقرر کیا تھا جب آپ مکہ گئے تو حضرتؑ نے کسی کو اس خدمت پر مامور نہ کیا خود روئے مبارک صحابہ کی طرف کرتے اور اجازت فرماتے ایک روز ابوذرؓ نے اجازت باہر جانے کی چاہی حضرتؑ نے اجازت دی تو وہ شہر سے نکل کر شوقِ لقائے امیر المومنینؑ میں مدینہ کی راہ ہو لئے۔ آخر جذبِ محبت نے اثر دکھلایا اور کشش دلی اپنا رنگ لائی امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار اس طرف کو آ رہے ہیں دوڑ کر آنحضرتؐ سے لپٹ گئے اور چھاتی سے لگا لیا اور روئے انور پر بوسے دیتے تھے پھر عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم آہستہ آہستہ آؤ میں آگے چل کر تمہارے آنے کی خوش خبری رسولؐ اللہ کو پہنچاتا ہوں کیوں کہ وہ حضرت تمہاری مفارقت میں نہایت بے چین ہیں پھر جلد آ کر یہ مژدۂ فرحت افزا رسولِؐ خدا کو پہنچایا آپ نے فرمایا اے اباذر میں اس کی عوض تم کو بشارتِ بہشت دیتا ہوں پس سوار ہوئے اور صحابہ بھی آپ کے ساتھ سوار ہوئے بیرونِ شہر، قرانِ سعدین واقع ہوا بھائی نے بھائی کو دیکھا آنکھوں میں ٹھنڈک تن میں توانائی آئی امیر المومنینؑ کی نظر روئے انور خاتم المرسلین پر پڑی تو ناقہ سے اتر لئے حضرت بھی پیادہ پا ہو گئے اور دونوں ہاتھ حضرتِ امیرؑ کے گلے میں ڈال دیئے اور روئے منور دوش اطہر امیرؑ پر رکھ کر جوشِ مسرت میں خوب گریہ کیا امیر المومنینؑ بھی بہت روئے پھر فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں بیان کر کہ کیا کر آیا بہ تحقیق کہ مجھ کو ترے مقدمے میں وحی بہ دیر پہنچی۔ امیر المومنینؑ نے تمام قصہ مفصل عرض کیا یہ سن کر فرمایا کہ حق تعالیٰ زیادہ دانا ہے اس جل شانہ نے تجھ کو اس کار کے لیے اختیار کیا تھا۔

قومِ نصاریٰ سے مباہلہ، آلِ عبا علیہم التحیۃ والثنا اور امیر المومنین علیؑ المرتضیٰ کے لیے ظہورِ فضیلتِ خاص: منقول ہے کہ رسول خداﷺ نے مکہ کو فتح کیا اور تمام عرب آپ کا مطیع ہو گیا تو امرا، و روٴسا، وسلاطینِ روئے زمین کو خطوط لکھ کر اسلام کی طرف دعوت دی از انجملہ ایک خط نصاریٰ نجران کو لکھا کہ اسلام قبول کرو اور شہادت دو، وحدانیتِ خدا اور رسالتِ محمد مصطفیٰؐ کی، ورنہ جزیہ دینا ہوگا۔ اس طرح پر کہ بذلت و خواری اس کو اپنے ہاتھ سے ادا کرو گے، اگر اس سے بھی انکار ہے تو جنگ کے لیے آمادہ رہو، یہ خط نصرانیوں کو پہنچا تو ان کے عظما، وعلما و، زہاد، و رہبان ایک کنیسہ بزرگ میں جمع ہوئے اور چند روز ان کے درمیان اس امر میں مباحثہ و مناظرہ ہوتا رہا کہ آیا یہ محمدؐ وہی ہیں، جن کی مسیح علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام نے خبر دی ہے یا کوئی اور، بعض متعصب کہتے تھے کہ عیسیٰؑ کے بعد قیامت تک دو پیغمبر ہوں گے، ایک کا نام محمدؐ دوسرے کا احمدؐ ہے۔ موسیٰؑ کو اول کی خبر دی گئی ہے، اور عیسیٰؑ کو دوسرے کی، یہ قریشی صرف اپنی قوم پر مبعوث ہوا ہے وہ پیمبرؐ جس کی بادشاہی روئے زمین پر پھیل جائے گی، اور دینِ کامل کا خاتمہ

اس پر ہوگا، اس کے بعد آئے گا، دلیل اس کی یہ ہے کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اس کے فرزند نہیں، بخلاف اس پیغمبرِ موعود کے کہ اس کی نسل جاری و رواں ہوگی، اور ایک فرزند اس کا ہوگا کہ تمام عالم پر حکومت کرے گا، ساتھ دینِ حنیف کے، دوسرا فریق کہتا تھا کہ محمدؐ واحمد ایک ہی شخص کے نام ہیں، اور موسیٰؑ وعیسیٰؑ دونوں کو اسی ایک شخص کی بشارت دی گئی ہے۔ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ایک قوم پر مبعوث ہوں اور دعویٰ کریں بعثت کا تمام پر، ایسا کذاب و دروغ زن قابلِ نبوت نہیں ہوسکتا۔ آگاہ رہو کہ اس کی نسل دختر پاکیزہ ومطہرہ سے ہے اور وہ بادشاہِ صالح کہ مالکِ شرق وغربِ زمین ہوگا اس کی ذریت سے ہوگا، وہ ہے خاتم النبین وخیر المرسلین، غرض اس سوال و جواب میں طول ہوگیا اور ہر چند منکرینِ نبوت پر آنحضرتؐ کی حقانیت کھل گئی اور ان کے دل اس کو مان گئے تھے اِلّا بظاہر اقرار کرنے میں ڈرتے تھے کہ وہ جاہ ومنزلت کہ ان کو قوم میں حاصل ہے اور مال و دولت کہ وہ اس ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں ان سے جاتی رہے۔ لہٰذا باطل حجتیں نکالتے تھے آخر یہ صلاح ٹھہری کہ کتاب جامع بزرگ کہ جامع کتب وصحائفِ انبیا ہے مجمع میں لائی جائے اور اس کی عبارتیں سب کے سامنے پڑھی جائیں تاکہ ہر ایک اس میں غور وخوض کرسکے اہلِ انکار کہ ذی اقتدار لوگ تھے اس کے بھی خلاف ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ حق الامر ظاہر ہوجائے مگر حاضرین کے اصرار سے چار ناچار اس کتاب کو لانا پڑا ایک شخص اس کو اپنے سر پر اٹھا کر لایا۔ کتاب اس قدر گراں تھی کہ حامل بمشکل چل سکتا تھا اس کو لاکر مجمع میں رکھا اور صحفِ آدمؑ وشیثؑ وابراہیمؑ وتوریت موسیٰؑ وانجیل عیسیٰؑ سے مقامات نکال کر پڑھے اور سنائے گئے حق مثلِ نورِ صبح ظاہر وآشکار تھا۔ اول صحیفہ آدمؑ وشیثؑ کی عبارات پڑھیں پس رفتہ رفتہ صندوقِ ابراہیم علیہ السلام پر آئے اس میں لکھا تھا کہ حق تعالیٰ نے فضیلت وبزرگی دی ابراہیمؑ کو اور برگزیدہ کیا اس کو اپنی خُلّت کے ساتھ اور صلوات وبرکات بھیجی اس پر اور نبوت وامامت کو اس کی پشت میں قرار دیا اور تابوتِ آدم کہ علم وحکمت سے پر ہے اس کو عنایت کیا پس نظر کی ابراہیمؑ نے طرف اس تابوت کے اور دیکھا کہ اس میں بعد انبیاء اولوالعزم، ان کے اوصیا کے خانے بنے ہیں۔ پس حضرت ہر خانے کو دیکھتے اور معائنہ کرتے تھے تاانیکہ خانۂ محمدؐ آخر الزماں تک پہنچے اس کے دہنے جانب خانۂ علیؑ بن ابی طالب کو دیکھا اس میں لکھا تھا کہ یہ شبیہ ونظیر ووصی آنحضرتؐ کا ہے کہ موید بہ نصرتِ الٰہی ہوگا، عرض کی ابراہیمؑ نے خداوندا یہ دو مخلوق بزرگوار کون ہیں وحی ہوئی کہ اے ابراہیمؑ یہ بندہ وبرگزیدہ میرا محمدؐ خاتم پیغمبراں ہے اور دوسرا اس کا وصی ووارث علیؑ بن ابی طالب ہے بہ تحقیق کہ محمدؐ فاتح وخاتم ہے کہ تمام خلائق سے پیشتر جب کہ آدم پانی اور مٹی ہی کے درمیان تھا ہم نے اس کو نبوت دی ہے اور آخر زمانے میں مبعوث ہوگا اس کا دین کامل اور نبوت اس پر تمام ہوگی اور علیؑ اس کا بھائی صدیقِ اکبر ہے صلوات وبرکات ہوان دونوں برگزیدہ ومعصوم ومطہر پر۔ پس حضرتِ ابراہیمؑ نے بارہ نورِ درخشاں دیکھے

چاہا کہ ان کے اسماء گرامی سے مطلع ہوں ارشاد ہوا کہ ایک نور میری کنیز فاطمہ زہراؑ دختر محمد مصطفےٰ کا ہے اور باقی حسنؑ و حسینؑ وائمہ اولاد حسینؑ کے حضرتِ قائم آل محمدؑ تک پس حضرت ابراہیمؑ نے درود وصلوات بھیجے ان انوار برگزیدہ پر اور کہا رَبِّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ پس وحی کی حق تعالیٰ نے ان کی طرف کہ گوارا ہو تجھ کو اے ابراہیمؑ فضیلت وکرامت اپنے پروردگار کی بہ تحقیق کہ محمدؐ اور اس کی آلِ معصوم ومطہر تیری نسل اور تیرے فرزند اسمٰعیلؑ کی پشت سے ہوں گے اور منسلک کروں گا تیری صلوات وبرکات کے ساتھ جو کہ ان پر بھیجوں گا۔ بعد ازاں توریت وانجیل کی بشارتیں پڑھیں اور مجلس ختم ہوئی اہم جس کا لقب سید تھا مع عبدالمسیح عاقب کے کہ بزرگانِ ملت ومنکرِ نبوت تھے ملزم و مبہوت ہو کر اپنے معابد کو چلے گئے۔ **مترجم** کہتا ہے کہ نصرانیوں کے باہم گرم مباحثے کی روایت بہت طولانی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے سید بن طاؤسؒ سے اور انہوں نے کتاب مفضل شیبانی سے اس کو نقل کیا ہے اس میں باہمی سوال وجواب بہت بسط وتفصیل سے مذکور ہیں اور بشارات کتب وصحفِ انبیا کو مفصل نقل کیا ہے۔ یہاں پر ہم نے تھوڑا سا اس سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے جس کو تمام حال دیکھنا منظور ہو بحار الانوار ناسخ التاریخ وغیرہ میں دیکھے۔ **القصہ** سید وعاقب و ابوالحارثہ مع قیس بن حصین ویزید بن عبدمدان قیسن حضرموت کے اور کرز بن علقمہ برادر ابوالحارثہ کہ اسی وقت سفر سے آیا تھا ودیگر اہل علم ومعرفت شرف فضیلت کے آمادۂ سفر ہوئے کہ مدینہ جا کر حضرت رسولؐ خدا سے ملاقات کریں اور آپ کے اوضاع واطوار کو دیکھیں سید وعاقب نے اپنے اپنے بیٹے کہ ایک کا نام صبغۃ المحسن دوسرے کا عبدالمنعم تھا اور اپنی ازواج سارہ ومریم کو ساتھ لیا۔ راوی کہتا ہے کہ راہ میں ایک مقام پر کرز کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا اس نے غصہ ہو کر کہا **تعس الابعد** یعنی ہلاک ہو وہ شخص کہ جس کے پاس ہم جاتے ہیں اس سے اشارہ اس کا رسولؐ اللہ کی طرف تھا ابوالحارث نے یہ سن کر کہا **بَلْ تَعَسْتَ اَنْتَ** کہ تو ہلاک ہو، اور سر کے بل گرے کرز نے کہا اے برادر یہ کیا بات تو کہتا ہے اس نے کہا قسم بخدا کہ محمدؐ رسول وفرستادۂ خدا وہ پیغمبرؐ آخر الزماں ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے کرز بولا اگر ایسا ہے تو پھر کس لیے اس پر ایمان نہیں لاتا، کہا تمام قوم کے خلاف کام کرنا آسان نہیں، ایسا کریں تو جو کچھ انہوں نے ہم کو دے رکھا ہے سب چھین لیں۔ بروایتے یہ گفتگو کرز اور عاقب کے درمیان ہوئی اور عاقب نے اس کو مصباح چہارم انجیل سے بشارتِ بعثت محمد مصطفےٰؐ اور دیگر آثار وعلامات آنحضرتؐ کے سنائے کرز نے کہا اگر یہ شخص وہی ہے تو کس لئے ہم کو اس کے معارضے کے لئے لے جاتا ہے۔ کہا ہم اس لئے جاتے ہیں کہ اُن کی باتیں سنیں اور ان کے طور واطوار مشاہدہ کریں۔ اگر وہی ہیں جن کے اوصاف کتابوں میں پڑھے تو اس کے ساتھ صلح کر لیں تا کہ ضرر سے بچے رہیں اور دروغ گو ہے تو خلقت سے اس کی شرارت کو دفع کریں کرز نے کہا اگر اس کی حقیقت ہم کو ثابت ہو جائے تو پھر صلح کیسی

کس لئے ان پر ایمان نہ لے آئیں کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ نصاریٰ نے عزت وحرمت و مال و دولت ہم کو دیا ہے ہماری اطاعت کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ ہوکر دشمن سے جہاد کرتے ہیں بڑے بڑے گرجے ہمارے لئے تعمیر کرائے ہیں یہ باتیں مسلمانی میں کہاں وہاں وضیع وشریف ادنیٰ اعلیٰ سب برابر ہیں۔ کرز کے دل میں ان باتوں سے محبتِ اسلام پیدا ہوگئی اور یہی باتیں انجام کار اس کے اسلام کا سبب ہوئیں غرض قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو ایک مقام پر اتر کر سب نے غسل کیا اور لباس ہائے فاخرہ وزیورات سے اپنے تئیں زینت کیا اور بکمالِ تزک واحتشام داخلِ شہر ہوئے صحابہ ان کو دیکھ کر کہتے تھے کہ وفودِ عرب سے کوئی اس شان کا اب تک مدینہ میں نہیں آیا پس یہ لوگ دامن کشاں داخلِ مسجد ہوئے اور سلام کیا آنحضرتؐ پر آپ نے جواب سلام کا نہ دیا اور روئے مبارک ان کی طرف سے پھیر لیا۔ اتنے میں ان کی نماز کا وقت آیا تو روبمشرق ہوکر نماز پڑھنے لگے بعض صحابہ نے چاہا کہ ان کو منع کریں حضرتؐ نے فرمایا جو چاہیں کریں ان سے تعرض نہ کرو نماز سے فارغ ہوکر پھر حاضرِ خدمت ہوئے ہر چند گفتگو کرنا چاہتے تھے مگر جواب نہ ملا ناچار مسجد سے نکل کر عثمانؓ بن عفان وعبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہ سابقہ آشنائی ان سے رکھتے تھے ملاقات کی اور کہا تمہارے پیغمبرؐ نے ہم کو خط لکھ کر اسلام کی طرف دعوت دی یہاں آئے تو ہمارے سلام کا جواب نہیں دیتے اور ہمارے ساتھ بات نہیں کرتے انہوں نے کہا یہ عقدہ علیؑ بن ابی طالب سے حل ہوگا پس ان کو امیر المومنینؑ کی خدمت میں لائے اور کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا یہ لباس وزیورات اتار دیں اور سفر کے میلے کچیلے کپڑے یا پارچہ صوف پہنیں نصاریٰ حسب الایما بالوں کے کپڑے پہن کر حاضرِ خدمت ہوئے اور سلام کیا آپ نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا قسم بخدا کہ پہلی مرتبہ جو میرے پاس آئے تو شیطان ان کے ساتھ تھا۔ اس لئے میں نے ان کو جواب نہ دیا۔ پس کئی دن حضرتؐ سے سوال پوچھتے اور آپ کے ساتھ مناظرہ کرتے رہے پھر کہا اے ابوالقاسم ہم نے تمہاری صفات کتبِ انبیا میں مطالعہ کیں سب تم پر مطابق ہیں' اِلّا ایک امر' کہ انجیل میں لکھا ہے کہ جو پیغمبر مسیح کے بعد آئے گا مسیحؑ کی تصدیق کرے گا حالاں کہ تم اس کی تکذیب کرتے ہو' وہ خداوند ہے تم بندہ بتلاتے ہو آپ نے فرمایا میں ان کی پیغمبری کی تصدیق کرتا ہوں مگر ان کو بندہ جانتا ہوں، کہا بندہ کیوں کر ایسے کام کرسکتا ہے۔ جیسے مسیح نے کئے۔ وہ مُردوں کو زندہ کرتا' کور مادرزاد کو بینا فرماتا' مبروص کو شفا دیتا' دلوں کے پوشیدہ راز بتلاتا تھا سوائے خدا کے کوئی بشر ان امور پر قدرت نہیں رکھتا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ ساری باتیں جو عیسیٰؑ کے ہاتھ پر ہوتی تھیں بحکمِ خدا ہوتی تھیں وہ بندۂ برگزیدۂ خدا تھے' بندگی سے عار نہ رکھتے تھے' کیا تم نہیں جانتے کہ وہ گوشت' پوست' خون' موئے رگ وپے رکھتے تھے کھاتے پیتے اور بیت الخلا جاتے تھے۔ سب یہ صفات مخلوق کی ہیں خداوندِ عالم ان سے پاک ومنزہ ہے، کہا کوئی ان کے سوا ایسا ہے کہ بدون باپ کے پیدا ہوا ہو، حضرتؐ نے فرمایا حق

تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اس کے نزدیک کسی کو بغیر باپ کے پیدا کرنا کچھ مشکل کام نہیں حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے آدم علیہ السلام بدون ماں اور باپ دونوں کے پیدا ہوئے پس اس آیہ شریفہ کو ان پر تلاوت کیا اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْن بے شک مثل عیسیٰ علیہ السلام کی مثل آدمؑ کے ہے کہ اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو کہا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔ نصرانی یہ حجت واضح و دلیل روشن سن کر بھی قائل نہ ہوئے اور ہٹ دھرمی سے یہی کہے گئے کہ عیسیٰؑ خداوند پسرِ خدا ہے پس حق تعالیٰ نے آیہ مباہلہ بھیجی وہ یہ ہے فَمَنْ حَآجَّكَ فِیهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَی الْكٰذِبِیْنَ یعنی جو کوئی مجادلہ کرے تجھ سے اے محمدؐ 'بعد اس کے' کہ آیا تیری طرف' جو کچھ کہ حق علم ہے پس کہہ تو ان سے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو' اور تم اپنے بیٹوں کو' اور ہم اپنی عورتوں کو' اور تم اپنی کو' اور ہم اپنے ان لوگوں کو کہ بمنزلہ ہمارے نفس کے ہیں' اور تم اپنوں کو' پس نفرین کریں اور گردانیں لعنتِ خدا دروغ گویوں پر پس حضرتؐ نے یہ آیہ ان کے سامنے پڑھی اور کہا میں تمہارے ساتھ مباہلہ کروں گا کہ تم حق کو قبول نہیں کرتے پس وہ مباہلہ پر راضی ہو گئے اور قرار پایا کہ کل فلاں مقام پر مباہلہ کریں یہ کہہ کر اپنی قیام گاہ کو چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے' کہ محمدؐ نے تم پر حجت تمام کی' اور امر اس کا ظاہر ہو گیا' اب دیکھنا چاہیے کہ کن لوگوں کے ساتھ تم سے مباہلہ کرتے ہیں۔ اگر دنیوی احتشام کے ساتھ' لاؤ لشکر لے کر آئے تو جاننا کہ یہ روش بادشاہوں اور جباروں کی ہے کچھ خوف کا مقام نہیں اور جو چند فقرائے صلحا عزیز ترین خلق اللہ کے ساتھ آئے تو یہ طریقہ پیغمبروں اور سچے لوگوں کا ہے اس وقت ان کے ساتھ مباہلہ و ملاعنہ سے پرہیز کرنا چاہئے پس حضرت رسولِ خدا نے امر کیا کہ زمین زیرِ درخت کو جاروب کریں' اور اگلے روز حسب الحکم ایک عبائے سیاہ رنگ، لا کر اس درخت پر پھیلا دی اور سید و عاقب اپنے کنبے والوں کے ساتھ نکلے اور نصارائے نجران و سوارانِ بنی حارث بن کعب ان کے ساتھ بڑے کروفر کے ساتھ برآمد ہوئے ادھر سے مہاجر و انصار و دیگر اہلِ مدینہ اپنے اپنے نشان لئے تجمل و شان سے شہر سے باہر آئے کہ دیکھیں کیا انجام ہوتا ہے حضرت رسولِؐ خدا ہنوز حجرۂ مبارک میں تشریف رکھتے تھے جب دن چڑھا' اور آفتاب بلند ہوا' تو آپ بھی برآمد ہوئے۔ اس طرح پر امیر المومنینؑ کا کہ بمنزلہ آپ کے نفس کے تھے، ہاتھ آپ کے ہاتھ میں اور حسنینؑ آگے آگے اور جناب سیدہؑ آپ کے پیچھے تھیں بروایت روضۃ الاحباب امام حسینؑ کو گود میں لئے تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور علیؑ اور فاطمہؑ دونوں آپ کے پیچھے آ رہے تھے اور حضرتؐ ان سے کہتے جاتے تھے کہ جس وقت میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نجرانیوں نے پنجتنِ پاک کو اس طرح آتے دیکھا اور دعا

وآمین کی گفتگو سنی، تو خوف ان پر غالب ہوا ابوالحارثہ کہ ان کا دانش مند شخص تھا بولا یارو میں چند صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے تو حق تعالیٰ ان کی خاطر سے پہاڑ کو جگہ سے سرکا دے گا خبردار ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا نہیں تو روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ بروایتِ اول حضرت رسالت مع اہلِ بیت عصمت وطہارت خراماں خراماں زیرِ درخت جس کے اوپر عبا ڈال رکھی تھی تشریف لائے اور عبا کے سایہ میں دوزانو مثلِ نشستِ انبیا بیٹھ گئے۔ پس سید و عاقب کو بلوا کر کہا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرو انہوں نے کہا اے ابوالقاسم اس جوان اور دو لڑکوں اور ایک عورت کے ساتھ مباہلہ کرتے ہو اور بڑے بڑے شان دار آدمی جو تم پر ایمان لائے ہیں ان کو حاضر نہیں کرتے فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں کہ ان کو لے کر مباہلہ کروں بہ تحقیق کہ یہ لوگ اس جل شانہ کے نزدیک بہترین اہلِ ارض ہیں، اور نزدیک ترین ہیں مجھ سے، از روئے قرابت کے، یہ سن کر ان کے چہروں کے رنگ زرد ہو گئے اور مشورے کے لئے اپنے اصحاب کی طرف پلٹے اس وقت ایک شخص ان کے علما سے، بروایتے کرز بن علقمہ اٹھا اور کہا وائے ہو تم پر ہرگز محمدؐ کے ساتھ مباہلہ نہ کرو، یاد کرو ان اوصاف کو، کہ تم نے کتابِ جامعہ میں پڑھے ہیں قسم بخدا کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ راست گو ہیں اگر تم نے ان کے ساتھ مباہلہ کیا تو دیر نہ ہوگی کہ تم بندر و سور کی شکل میں مسخ ہو جاؤ گے، پس خدا سے ڈرو اور ناحق دنیا کو تہ و بالا نہ کرو بہ تحقیق کہ جس قوم نے اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ مباہلہ کیا، وہ ایک چشمِ زدن میں نیست و نابود ہوگئی ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ آفتاب کس طرح زرد پڑ گیا ہے اور درختوں نے سر نہوڑا لئے اور طیور آشیانوں سے گر پڑے اور پروں کو زمین پر بچھا دیا ہے اور جو کچھ انکے معدے میں تھا خوفِ عذاب سے گداختہ ہو گیا ہے۔ حالاں کہ کوئی گناہ ان کا نہیں لیکن وہ آثارِ نزولِ عذاب دیکھ رہے اور خوف کھا رہے ہیں اور پہاڑوں کو دیکھو کہ لرز رہے ہیں اور عالم دھواں دھار ہو گیا ہے اور پارہ ہائے ابرِ سیاہ، باوجودیکہ موسمِ گرما بارش کا نہیں، کیوں کر آسمان پر جمع ہوتے جاتے ہیں۔ اور نظر کرو محمدؐ اور ان کے اہلِ بیت کی طرف کہ ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے منتظر اس کے ہیں کہ تم نفرین قبول کرو، پس آگاہ رہو، کہ اگر ایک کلمہ لعن کا ان کے منہ سے نکلا تو ہم سب تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ایک متنفس ہم میں سے سلامت نہ جائے گا۔ پس سید و عاقب نے آثارِ غضبِ الٰہی کو دیکھا تو جانا کہ اگر ہم نے مباہلہ کیا تو ضرور قہرِ خدا ہم پر نازل ہوگا اور ان کا بدن دہشت سے کانپنے لگا اور نزدیک تھا کہ ہوش و حواس باطل ہو جائیں کرز نے کہا اگر اسلام لاؤ تو عذابِ دنیا و عقبیٰ سے نجات ملے اور جو دینوی اعتبارات سے دست بردار نہیں ہوتے تو جلد جاؤ اور محمدؐ سے صلح کرو انہوں نے کہا اے کرز تو ہماری طرف سے ان کے پاس جا، جس طرح تو صلح کرے گا ہم اس پر راضی ہیں بہتر ہے کہ ان کے ابنِ عم علیؑ بن ابی طالب کے واسطے سے امرِ مصالحتہ کو انجام دے، پس کرز روانہ ہوا

کے رتبہ کو گھٹانا اور شان کو کم کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ صرف روٹی کپڑا بند ہو جانے کے خوف سے معاویہ جیسے ہٹے کٹے جوان آدمی کا جو ہر طرح محنت و مزدوری کر کے پیٹ پال سکتا تھا دو سال، غایت سال بھر تک بتوں کے آگے سر رگڑتے رہنا اور اظہارِ اسلام سے جی چرانا ثبوتِ تقیہ کی ایسی روشن مثال ہے کہ اس کی نظیر شیعوں کے ہاں بھی نہ ملے گی تعجب ہے کہ یہ حضرات ان لوگوں کی حمایت میں ایسے از خود رفتہ ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنے مسائلِ مسلمہ کی بھی خبر نہیں رہتی۔ معاویہ کو طلقا و مولفۃ القلوب سے نکالنے میں یہ اہتمام کہ دنیا بھر کے مورخوں کے خلاف فتح مکہ سے سال بھر پہلے اس کا اسلام فرض کر کے صندوقِ تقیہ میں بند کیا جائے۔ اور حضرتِ ابوطالب حامی و سرپرستِ رسولؐ اللہ کا اسلام کہ صرف اسلام و صاحبِ اسلام کے فائدہ کی نظر سے اس کا اعلان نہ ہوا سرے ہی سے قبول نہ ہو گو ان کے اشعارِ آبدار بصدائے بلند اس کی گواہی دیں اور گو اجماعِ اہلِ بیت اس پر منعقد ہو اور ہر چند عباسؓ بن عبد المطلب مرتے وقت ان کی زبان سے کلمہ شہادتیں سماعت فرمائیں چنانچہ یہ امور پیشتر تاریخِ ابوالفدا وغیرہ سے نقل ہوئے الحاصل معاویہ کا طلیق ہونا مثل روزِ روشن ہے۔ امیر المومنینؑ ایک خط میں اس کو لکھتے ہیں۔ **واما قولك انا بنو عبد مناف فكذالك نحن ولكن ليس أُمَيّة كهاشم ولا حرب لعبدالمطلب ولا ابوسفيان كابي طالب ولا المهاجر كا تطليق ولا الصَّريحُ كا للصيق ولا المحِقُّ كاالمبطل ولا المومن كالمُدْ غل** یعنی تیرا یہ کہنا کہ ہم اولادِ عبد مناف ہیں درست (۱) ہے مگر امیہ ہاشم کی مثل نہیں نہ حرب عبد المطلب کے برابر نہ ابوسفیان ابوطالب کے مقابل علیٰ ہذا راہِ خدا میں ہجرت کرنے والا، غلام آزاد کردہ کی مانند نہیں ہے اور نہ صریح النسب الحاقی والصاقی کی مثل ہو سکتا ہے ایسا ہی اہلِ حق و باطل میں فرق ہے، اور مومن و دغا باز میں امتیاز، اس کلام میں آنحضرتؑ نے اپنے تئیں مہاجر صریح محق و مومن سے تعبیر فرمایا اور معاویہ کو اس کے خلاف طلیق نصیق مبطل و مدغل کہا۔ بس یہی ایک ارشاد شیعوں کے لیے کافی ہے اور قولِ ابن حجر مثل گوزِ شتر اُن کے نزدیک ذرا وقعت نہیں رکھتا۔ القصہ حضرت رسولِؐ خدا نے مواعظِ شافیہ و احکامِ دین مسلمانوں کو تلقین کیے پھر فرمایا ایہا الناس مکہ ابتدائے خلقتِ عالم سے حرمِ محترم خدا ہے اور روزِ قیامت تک حرم رہے گا اس میں انسان کا قتل کرنا جانور کا شکار کھیلنا بلکہ درخت و گیاہ حرم تک کاٹنا کسی کو جائز نہیں ہمارے لیے صرف ایک ساعت کو خونریزی جائز ہوئی پھر حرمت بحال خود عود کر آئی، لکھا ہے کہ چند اشخاص اراذل و اوباشِ مکہ سے باشارۂ اشراف آپ کے اصحاب سے بجنگ پیش آئے تھے مجبوراً آپ نے بھی اجازتِ جنگ دی مگر تھوڑی ہی دیر میں جب کہ معروض رائے ہوا کہ قریش ہلاک ہوئے

(۱) یہ بنا بر مشہور کہا ورنہ بروایت شیعہ امیہ عبد مناف کا بیٹا نہ تھا غلام تھا۔ ۱۲ منہ۔

اور حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی السلام علیک یا رسولؐ اللہ شہادت دیتا ہوں کہ خدا واحد و یکتا ہے اور آپ اور عیسیٰؑ دونوں بندۂ خدا اور رسولؐ و فرستادہ اس کے ہیں یہ کہہ کر ان کا پیغام پہنچایا رسولؐ خدا نے ان کی درخواست قبول کی اور امیر المومنینؑ کو امر کیا کہ جا کر امر صلح طے کریں پس حضرت تشریف لے گئے اور دو ہزار حلہ نفیس اور ایک ہزار مثقال طلا سالانہ پر کہ نصف اس کا محرم میں اور نصف رجب میں ادا کریں صلح کی' اور سید و عاقب دونوں کو خدمت میں حاضر کیا' کہ انہوں نے بخواری وزاری حضرتؐ کے سامنے اس قرار داد کا اقرار کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی قبول کیا قسم بخدا کہ اگر آج تم میرے اور ان لوگوں کے ساتھ جو زیرِ عبا ہیں مباہلہ کرتے تو حق تعالیٰ اس وادی کو تم پر آتشِ روشن کر دیتا کہ یہ آگ ایک ساعت میں تم کو اور تمہارے تمام اہلِ ملت کو جہاں جہاں ہوتے جلا کر خاک سیاہ کر دیتی بعد ازاں وہاں سے اٹھے اور مظفر و منصور شہر میں تشریف لائے مسجد میں داخل ہوئے تو جبرئیل امیں نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے موسیٰؑ و ہارون نے اپنے دشمن قارون کے ساتھ مباہلہ کیا تھا۔ میں نے قارون کو مع اس کے اصحاب کے کہ اس کی اعانت کرتے تھے زمین میں اتار دیا اے احمد قسم ہے مجھ کو اپنی عزت و بزرگواری کی کہ اگر تو اپنے اہلِ بیت کے ساتھ تمام اہلِ زمین کے ساتھ مباہلہ کرے تو آسمان ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ بنیں اور زمین نیچے دھنس جائے پس رسولؐ اللہ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اپنا منہ زمین پر رکھا۔ پھر ہاتھوں کو بلند کیا تا انیکہ سفیدیٔ زیر بغل نمایاں ہوئی۔ اور تین مرتبہ کہا **شُکْراً لِلْمُنْعِمِ** حاضرین نے اس شکریہ کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے شکر کیا اس انعام و افضال کا کہ حق تعالیٰ نے میرے اہلِ بیت کو عطا کیا پھر ماجرا جبرئیل کے آنے کا بیان فرمایا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین میں روایتِ مباہلہ کو تفسیر ثعلبی و کشافِ زمخشری سے نقل کیا ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدائے عز و جل کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ مرگ و ہلاکت اہلِ نجران پر آویختہ تھی اگر مباہلہ کرتے تو تمام خوک و بندر بن جاتے اور یہ صحران کے لئے آگ بن جاتا کہ سب کے سب حتیٰ کہ مرغ درختوں پر اس عذاب سے نجات نہ پاتے اور ایک سال نہ گزرتا کہ نصاریٰ روئے زمین سے نیست و نابود ہو جاتے۔ بعد ازاں صاحبِ کشاف نے روایت عائشہ نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرتؐ نے اپنے اہل بیت کو داخلِ عبا کیا اور یہ آیہ شریفہ تلاوت کی۔ **اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا** نیز حق الیقین میں ہے کہ قصۂ مباہلہ سنی و شیعہ کے درمیان متواترات سے ہے تمام محدثوں مفسروں اور مورخوں نے اس کو نقل کیا ہے اور گو اس کے بعد خصوصیات میں اختلاف ہے لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ مباہلہ صرف آلِ عبا کے ساتھ تھا' اور ان حضرات کے سوا کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں

ہوا پس اس سے ظاہر ہے کہ امیر المومنینؑ و فاطمہ زہراؑ و حسنین علیہم السلام افضل و اشرفِ خلق ہیں، خدا کے نزدیک چنانچہ تمام مخالفین معاندین نے مثل زمحشریؔ و بیضاویؔ و فخر رازیؔ وغیرہ کے اس کا اقرار کیا ہے از انجملہ زمحشری کہ سب سے زیادہ متعصب ہے۔ کشاف میں کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دشمن کو مباہلہ کے لئے بلانے سے مدعا یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ کاذب تھے یا وہ حضرتؐ سچے تھے۔ پس یہ امر آپ سے اور آپ کے دشمن سے مخصوص تھا زنان و اطفال اس میں شامل کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ان لوگوں کا اس میں شامل کرنا دلالت کرتا ہے کہ ان کے ساتھ مباہلہ کرنے میں آپ کو زیادہ وثوق و اعتماد تھا بہ نسبت اس کے کہ تنہا مباہلہ کرتے، اس لئے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور سب سے زیادہ عزیزوں اور محبوں کو مقامِ ہلاکت و نفرین میں لائے اور صرف اپنے اوپر کفایت نہ کی، اور خاص زن و فرزند کو دیگر اعزہ و اقارب کے درمیان سے اس لئے اختیار کیا کہ یہ سب میں زیادہ عزیز و محبوبِ قلوب ہوتے ہیں، بسا اوقات آدمی اپنے تئیں معرضِ ہلاکت میں ڈالتا ہے تاکہ ان کو صدمہ نہ پہنچے اسی وجہ سے عورات و اولاد کو لڑائیوں میں لے جاتے ہیں کہ ان کی خاطر سے بھاگنے نہ پائیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اس آیہ شریفہ میں خود مباہلہ کرنے والوں کے نفسوں اور جانوں پر مقدم ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ جان سے زیادہ عزیز ہیں اس کے بعد زمحشری کہتا ہے کہ یہ ایک دلیل ہے فضیلتِ آلِ عبا پر کہ اس سے زیادہ قوی دلیل کوئی ہو نہیں سکتی **مؤلف** کہتا ہے کہ اہلِ سنت آیہ مباہلہ میں لفظ **انفسا وانفسکم** سے مباہلہ کرنے والوں کے نفس اور ذات مراد لیتے ہیں نہ وہ اشخاص کہ بمنزلہ ان کے نفس و ذات کے ہوں اس لئے امیر المومنینؑ کو وہ **اَبنَا ئَنَا** میں داخل جانتے ہیں نہ **اَنفُسَنَا** میں چنانچہ عبارت مذکورہ بالا کشاف کی اس پر دلالت کرتی ہے اور شاہ عبد العزیز دہلوی نے تحفہ میں حسبِ عادت خود اس مضمون کو ذرا وسعت سے لکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں شاہ صاحب نے ناحق اس میں خامہ فرسائی فرمائی ان کو کوئی فائدہ زائدہ اس سے حاصل نہیں ہوا۔ **اَبنَا ئَنا** میں داخل ہوں یا **اَنفُسَنَا** میں امیر المومنینؑ ہی ہوں گے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تو داخل ہونے سے رہے۔ جب یہ نہیں تو **اَبنَا ئَنَا** میں آنحضرتؐ کا داخل ہونا اور بھی اچھا ہے اس لئے کہ وہ بقول صاحبِ کشاف خود شخص کے نفس و ذات سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں چنانچہ یہی وجہ انہوں نے کلام الٰہی میں **اَبنَا ئَنَا وَنِسَاءَنَا** کے **اَنفُسَنا** سے پہلے ذکر ہونے کے بیان کی ہے اس صورت میں وہ حضرتؐ نفسِ رسولؐ ہونے سے بھی شرف و فضیلت میں ایک نمبر بڑھے رہے چنانچہ اسی وجہ سے صاحبِ کشاف کو اقرار کرنا پڑا کہ یہ ایک ایسی دلیل فضیلت اہلِ بیت کی ہے کہ اس سے زیادہ قوی کوئی دلیل ہو نہیں سکتی لیکن ہم نے الزاماً ایسا کہا ہے تحقیق مقام یہی ہے کہ امیر المومنینؑ صرف **انفسنا** کے مصداق ہیں نہ کہ **اَبنَا ئَنَا** کے ورنہ کلام خدا حشو و زیادتی پر شامل ہوگا۔ اس لئے کہ مقصود اس مقام

پر علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کا صاحبِ مباہلہ کے ساتھ شامل کرنا تھا سو وہ اس تقدیر پر **اَبنا ئنا وَنِسائَنا** سے حاصل ہو گیا **اَبنَاءَ نا** میں امیر المومنینؑ و حسنینؑ **وَنِسَاءَ نا** میں جناب فاطمہؑ آگئیں پھر لفظ **انفسنا** کے بڑھانے اور آپ اپنے تئیں بلانے سے فائدہ ؟ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ **نَدعُ اَنفُسَنَا** (بلائیں ہم اپنے نفسوں کو) سے مراد **نحضر انفسنا** (حاضر کریں ہم اپنے نفسوں کو) ہے تو کیا جب وہ حضرت فعل **ندع نبتھل ونجعل لعنة اللّٰهِ** صیغہائے متکلم مع الغیر کے فاعل۔ یعنی اپنے اہل بیت اطہار کو اس کام میں شریک کرنے والے اور مباہلہ کرنے والے اور جھوٹوں پر لعنت کرنے والے ہوئے تو خود حاضر نہ ہوں گے۔ اور کیا بغیر لفظ **انفسنا** کے زیادہ کرنے کے کسی کو آپ کی شرکت میں شک وشبہ رہتا' پس ضرور ہے کہ **اَنفُسَنَا** سے اشخاص بمنزلہ نفس مراد ہوں کہ کلام الٰہی لغو وحشو سے پاک رہے پس شاہ صاحب کی یہ دراز نفسی' یعنی آپ اپنے تئیں بلانا خلافِ محاورہ نہیں یہاں کچھ مفید مطلب نہیں ہو سکتے۔ ہم نے تسلیم کیا کہ **اَنفُسَنَا** سے اشخاص بمنزلہ نفس مراد لینا بھی ایک مجاز ہے لیکن یہ مجاز محاورۂ عرب وعجم بلکہ تمام عالم کے روز مرہ میں شائع وذائع ہے' ہر زبان میں اپنے محبوب اور دوست کو جان و دل بولتے اور لکھتے ہیں۔ خاص کر امیر المومنینؑ کے مقدمے میں یہ مجاز بہت ہی ظاہر ہے آپ کا نفس و جانِ رسولؐ اللہ ہونا اسلام میں سوائے معاند متعصب کے کسی پر پوشیدہ نہیں صحاح اہلِ سنت میں مروی ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا **علی منی وانا منه** کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے' خصائصِ نسائی میں ہے کہ آپ نے فرمایا **علیٌ کنفسی** کہ علیؑ مثل میرے نفس کے ہے' اور فردوس الاخبار وغیرہ میں روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے بمنزلہ سر کے ہے' بدن سے' بروایت دیگر بمنزلہ روح کے ہے' میرے بدن سے' اور ایک گروہ مخالفین کو آپ نے خطاب کر کے کہا کہ نماز پڑھو زکوٰۃ ادا کرو ورنہ اس شخص کو تم پر بھیجوں گا کہ بمنزلہ میرے نفس کے ہے یعنی علی علیہ السلام کو غرض ایسی روایتیں بکثرت ہیں اور اس کتاب میں بھی جابجا نقل ہوئی ہیں یہ سب قرینۂ واضحہ ہیں اس مجاز کے۔ **دفع ایراد صاحب تحفہ** اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر **اَنفُسَنَا** کا مصداق امیر المومنینؑ کو ٹھہرائیں تو کفار کی طرف سے کون **اَنفُسَکُم** کا مصداق ہوگا چنانچہ لکھتے ہیں ''ونیز از جانبِ پیغمبرؐ حضرت امیرؑ را مصداقِ **اَنفُسَنَا** قرار دادیم از جانبِ کفار در **اَنفُسَکُم** کدام کس را مصداق انفس کفار قرار خواہیم داد''۔ یہ عجیب وغریب ایراد ہے جو شاہ صاحب نے اس مقام پر وارد کیا ہے واقعی جب انسان کسی امر میں عاجز آ جاتا ہے تو ایسی ہی بے تکی باتیں بنانے لگتا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا ایک ایک تنکے کا سہارا لیتا ہے کہ شاید اسی کی مدد سے غرق ہونے سے بچ نکلے یہی مثل بعینہٖ اس مقام پر شاہ صاحب کی ہے۔ خصم آپ کے اس منطق کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ کیا ضرور ہے کہ اگر کفار کی طرف **اَنفُسَکُم** کا مصداق غیر معین رہے تو حضرت

رسالت پناہ کی جانب **اَنْفُسَنَا** کے مصداق خود وہی حضرت ہوں دوسرا کوئی اس کا مصداق نہ ہونے پائے ان دونوں باتوں میں کون سی قدرِ مشترک ہے۔ کیا شاہ صاحب ان کی طرف **ابناء کم ونساء کم** کے مصداق معین کر چکے جو **اَنْفُسَکُمْ** کا مصداق چاہتے ہیں اور کیا ان دو گروہوں کے اُدھر غیر معین رہنے سے وہ **ابناء نا ونسائنا** کا مصداق بھی خود حضرت رسالت پناہ ہی کو قرار دیں گے یہ نہیں تو پھر کس لئے **اَنْفُسَکُمْ** ہی کے مصداق پر زور دیا جاتا ہے جب کہ مباہلہ واقع ہی نہیں ہوا' اور وہ لوگ پنجتن پاک کی شکل ہی دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے مقابلہ کرنا تو درکنار' پھر تو کوئی کیا جانے کہ ان کی طرف کون اصل مباہلہ کرنے والا' اور کون اس کے زن وفرزند' اور کون بمنزلہ نفس کے ہوتا' ادھر سے تو حضرت رسولِ خدا بموجب حکمِ خدا ان چار بزرگواروں کو ہمراہ لے کر میدان میں تشریف لائے ان کی تشخیص و تعین ہوگئی اُدھر بغیر اس کے ان کی معین کرنے کی کیا سبیل ہے' اس پر گزارش ہے کہ مورخین نے لکھا ہے کہ امیر و فرمانروائے نصارائے بخران' عبدالمسیح' ملقب بعاقب تھا۔ پس اگر مباہلہ واقع ہوتا تو ضرور مدِ مقابل و صاحبِ مباہلہ کفار کی طرف سے یہی شخص ہوتا۔ دوم صاحبِ رجال و مجمع ان کا یعنی سردارِ لشکرا یہم ملقب بہ سید۔ سوم عالم اس جماعت کا صاحبِ مدارس و معابد ابوالحارث بن علقمہ۔ چہارم کرز بن علقمہ برادرِ ابوالحارث کا یہ چار اشخاص ان کے رؤسا و سربر آوردہ بتلائے گئے ہیں۔ از انجملہ ابوالحارث پر حقانیتِ اسلام مثل روزِ روشن ظاہر ہو چکی تھی وہ رسالتِ رسولِ خدا کا بہ دل قائل تھا بلکہ جب راہ میں اس کے شتر کے ٹھوکر لگی اور اس پر اس کے بھائی کرز نے ایک کلمہ ناشائستہ حضرتِ رسالت پناہ کی نسبت منہ سے نکالا تو اس نے اس کو ڈانٹا پھر اعتقادِ رسالت' اس جناب کا' کہ خود رکھتا تھا اس کو تلقین کیا چنانچہ اس وجہ سے کرز مذکور مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گیا پس ان دونوں بھائیوں سے تو امید نہیں ہو سکتی کہ وہ اس کام میں کھڑے ہوتے یا اہلِ مباہلہ کے معین و مددگار بھی بنتے۔ عاقب خود رئیس و سردار' اصل مباہلہ کرنے والا تھا' رہ گیا ایک سید سو ہو نہ ہو مصداق **انفسکم** کا ہوتا۔ یقین نہیں تو احتمال تو اس کی نسبت ضرور ہے۔ **و اذا جاء الاحتمال بطل لا ستد لال** جب سید کا مصداق **انفسکم** ہونا محتمل ہوا تو شاہ صاحب کا ارشاد کہ اس طرف **انفسکم** کا مصداق کون ہوگا اور اس سے امیر المومنینؑ کے نفسِ رسولؐ نہ ہونے پر استدلال لانا باطل ہو گیا۔ لیجئے یہ مرحلہ بھی طے ہوا اب تو شاہ صاحب کے مقلد اس آیہ شریفہ سے حضرت امیرؑ کا نفسِ رسولؐ ہونا مان لیں گے اور اس میں چون و چرا نہ کریں گے۔ **فخر الدین** رازی امامِ اہلِ سنت بعض علما شیعہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیرؑ بموجب آیہ مباہلہ نفسِ رسولؐ ہیں پس تمام کمالات رسولِ خدا میں سوائے پیغمبری کے آپ کے شریک ہوں گے اور چوں کہ آپ کے کمالات سے ایک کمال جمیع انبیا و صحابہ سے افضل ہونا بھی ہے تو حضرت امیرؑ بھی جملہ پیغمبروں اور تمام صحابہ سے افضل و اشرف

ہوں گے امام صاحب اس دلیل کو شیعوں کی طرف سے بہ تفصیل نقل کر کے جواب میں کہتے ہیں کہ جیسا اجماع منعقد ہے اس پر کہ محمدؐ علیؑ سے افضل ہیں ویسا ہی اجماع ہے کہ تمام انبیا غیر انبیا سے افضل ہوتے ہیں۔ پس علی علیہ السلام کی افضلیت انبیا پر ثابت نہ ہوگی۔ انبیا کے بارے میں تو امام صاحب نے یہ فرمایا مگر صحابہ کے بارے میں جب کوئی بات نہ سوجھی تو خاموش ہو رہے شیعہ آپ کی اس حجت کے جواب میں کہ انبیا غیر انبیا سے ہمیشہ افضل ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ اجماع سنیوں کے اپنے گھر کا اجماع ہے ہم اس اجماع کے قائل نہیں اور بغیر سنی وشیعہ کے اتفاق کے کوئی اجماع اجماع نہیں ہوسکتا سنیوں نے اہلِ بیتِ اطہار کے مراتب گھٹانے کو اور بھی چند اجماع کیے ہیں جو شیعوں کے نزدیک ذرہ بھر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ پس حضرت امیرؑ کا جملہ انبیاء سے افضل ہونا بموجب اس آیہ شریفہ کے بحالِ خود ثابت رہے گا۔ **حقیر** مولف کہتا ہے کہ امام صاحب کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو امیر المومنینؑ کے نفسِ رسولؐ اللہ ہونے سے انکار نہیں اس سے انکار ہوتا تو مسئلہ فضیلت انبیا میں وہ اجماع کی پوچ وناقص دلیل سے کس لئے متمسک ہوتے کیوں شاہ عبدالعزیز کی طرح سرے ہی سے یہ نہ کہہ دیتے کہ حضرت امیرؑ **اَبْنَائَنَا** کے مصداق ہیں **اَنْفُسَنَا** کے نہیں۔

امیر المومنینؑ کا بحکمِ رسولؐ خدا ملکِ یمن کی طرف متوجہ ہونا: منقول ہے کہ ہجرت سے دسویں سال حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنحضرت کو ملکِ یمن کو روانہ کیا تا کہ ان لوگوں کو پند ونصیحت کر کے دینِ اسلام کی طرف مائل کریں اور ان میں اصلاح فرمائیں اور جو جنگ پیش آئے اس پر جہاد فرمائیں' تین سو آدمی آپ کے ساتھ کئے اور حکم دیا کہ موضع قبا میں توقف کریں تا ایک سپاہ متعینہ آپ کے پاس جمع ہو جائے پس ایک علم آنحضرتؐ کے لئے ترتیب دیا اور عمامہ سرِ مبارک پر اپنے ہاتھ سے باندھا جس کے دو سرے آگے پیچھے کی طرف چھوٹ رہے تھے' پیچھے کا سرا بالشت بھر کا' اور اگلا کوئی ہاتھ بھر کا لمبا ہوگا' بعد ازاں فرمایا یا علیؑ میں تجھ کو بھیجتا ہوں ہر چند کہ تیری جدائی مجھ پر بہت شاق ہے۔ تم ان کو کلمہٗ شہادتین' اور روزے نماز کی طرف ترغیب دو' قبول کریں تو ان کی زکوٰۃ لے کر اُن کے درمیان تقسیم کرو اور زیادہ معترض نہ ہو **وَاللّٰہِ لَاَنْ یَھْدِیَ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْکَ رَجُلًا وَاحِدًا اَخَیْرٌ لَکَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ وَ غَرَبَتْ** قسم بخدا اگر حق تعالیٰ ایک مردِ واحد کو تیرے ہاتھ پر ہدایت بخشے تو یہ تیرے لئے تمام ان اشیا سے بہتر ہے جن پر کہ آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہے۔ بروایت شیخ طبرسیؒ آپ کو بھیجا' تا کہ ان کو اسلام کی طرف دعوت کریں' اور ان کے خزائن سے خمس لیں اور احکام الٰہی یعنی حلال وحرام سے آگاہ کریں اور اہلِ نجران سے زکوٰۃ وجزیہ وصول فرمائیں۔ بہر کیف تاریخ الخلفا وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ مجھ کو اہلِ کتاب کے ملک میں بھیجتے ہیں حالاں کہ میں ہنوز جوان ہوں حضرتؐ نے دستِ مبارک اپنا سینۂ جنابِ امیرؑ پر رکھ کر فرمایا **اَللّٰھُمَّ**

ثَبِّتْ لِسَانَهٗ وَهْدِ قَلْبَهٗ بارِخدایا تو اس کی زبان کو ثابت رکھ اور دل کو ہدایت فرما' بروایت روضۃ الاحباب' فرمایا حق تعالیٰ تجھ کو کامل ہدایت کرے گا اور تیری زبان کو راستی پر ثابت گردانے گا۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھ کو کبھی کسی قضیہ میں شک عارض نہیں ہوا۔ صاحبِ روضہ کہتے ہیں کہ بہ برکت دعائے رسالت پناہ آپ کی مہارت علمِ قضا میں اس درجہ کو پہنچی تھی کہ زبانِ گوہر بارِ رسولِ مختار سے خطاب اقضاکم علیؑ کا سماعت فرمایا۔ نیز حضرت رسولِ خدا نے فرمایا یا علیؑ جب کہ عقبہ افیق پر پہنچو تو وہاں کے شجر و حجر و زمین کو میری طرف سے سلام پہنچاؤ پس حضرت روانہ ہوئے چلتے چلتے جب حوالیٔ یمن میں عقبہ افیق پر پہنچے تو دیکھا کہ اہلِ یمن سلاح وسلب سے آراستہ ہو کر مقابلے کو آمادہ ہیں حضرتؑ نے آواز بلند فرمایا یَا شَجَرُ وَ یَا مَدَرُوَیَا ثَرٰی مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَقْرَؤُکُمُ السَّلَامَ اے درختو اور پتھرو اور اے قطعاتِ زمین محمدؐ رسولِ خدا تم کو سلام پہنچاتے ہیں۔ پس کوئی سنگ و درخت اور ڈھیلا نہ رہا اِلّا یہ کہ اس آواز کو سن کر کانپنے لگا اور کہا' محمدؐ رسولِ خدا اور تم پر ہمارا سلام ہو' اہلِ یمن نے جو یہ حال مشاہدہ کیا تو خوف سے ان کے دل سینوں میں دہل گئے اور حربے ہاتھوں سے گر پڑے۔ **معجزہ** حضرتؑ نے قریب پہنچ کر صفِ جنگ راست کی پھر فرمانِ رسولِ خدا' ان کے سامنے قرأت کیا۔ قبیلہ ہمدان کلامِ اعجاز نشان حضرتِ امیرؑ مومناں سن کر تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا حضرت امیرؑ نے یہ حال رسولِ خدا کی خدمت میں لکھا آپ بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر حق سبحانہ تعالیٰ ادا کیا پھر فرمایا اَلسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ اَلسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ کہ سلام ہو میرا ہمدان پر **مؤلف** کہتا ہے کہ قبیلہ ہمدان اس کے بعد ہمیشہ شیعہ مخلص وہوا خواہِ حیدرِ کرار رہا ہے خاص کر جنگِ صفین میں بہ حمایتِ امیر المومنینؑ ان سے کارِ نمایاں ظاہر ہوئے اور وفاداری و جان نثاری کو انتہا درجہ پر پہنچایا چنانچہ حضرتؑ نے خوشنود ہو کر چند اشعار ان کی مدح وستائش میں پڑھے آخری شعر کا ترجمہ یہ ہے: یعنی جب کہ میں دروازہ جنت پر صاحبِ اختیار ہوں گا' تو ہمدان کو کہوں گا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ چنانچہ تفصیل ان کوائف کی اپنے مقام میں مذکور ہے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے خالد ولید کو یمن بھیجا تھا بعد ازاں امیر المومنینؑ کو روانہ کیا کہ خمس وغنائم اس سے لے لیں بریدہ بن حصیب اس لشکر میں تھا کہتا ہے کہ میں پہلے سے علیؑ کو دشمن رکھتا تھا۔ جس وقت اموالِ خمس علیحدہ ہوئے تو انہوں نے ان میں سے ایک لونڈی کہ تمام کنیزوں میں خوبصورت تھی چھانٹ لی اور اس کے ساتھ صحبت کی صبح کو غسل کیا تو اثرِ رطوبت موئے سر میں ظاہر تھا' میں نے خالد سے کہا' تو نے دیکھا کہ یہ مرد کیا کرتا ہے اور ان سے کہا کہ اے ابوالحسن یہ کیا معاملہ ہے کہا تجھ کو معلوم نہیں کہ یہ لونڈی خمس میں آلِ محمدؐ کے حصہ میں آئی پس آلِ علیؑ کا سہم ہوئی میں نے اس کے ساتھ مقاربت کی' بریدہ کہتا ہے کہ سریہ سے واپس آ کر میں نے یہ ماجرا رسول اللہؐ کی خدمت

میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا اے بریدہ کیا تو علیؑ کو دشمن رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں فرمایا ان کو دشمن مت رکھ بلکہ دوستی کو زیادہ کر بہ تحقیق کہ علیؑ کا حصہ خمس میں اُس لونڈی سے زیادہ تھا۔ بروایتے بریدہ نے کہا میں نے جو یہ شکایت کی تو رنگ رخسارۂ مبارک رسولؐ اللہ کا سرخ ہوگیا اور فرمایا علیؑ کی شان میں بدگمان نہ ہو کیوں کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے، اور وہ ولیِ امور تمہارا ہے میرے بعد، پس جس کا میں ولی ہوں علیؑ اس کا ولی ہے۔ حضراتِ اہلِ سنت حدیث **من کنت مولاہ** الخ میں لفظ مولیٰ کے معنوں میں تکرار کرتے اور کہا کرتے ہیں کہ یہ صریح وصاف خلافت پر دلالت نہیں کرتا۔ اگر خلافت ہی مقصود تھی تو صاف صاف کیوں نہ کہا کہ علیؑ ولی الامر بعدی، لیجیے اس حدیث روضۃ الاحباب میں اور نیز حدیث مسند احمد بن حنبل میں جو آگے نقل ہوتی ہے۔ لفظ ولی الامر بعدی بھی موجود ہے بڑی خوبی تو مذہبِ حقہ کی یہی ہے کہ کوئی بات اس کی مفید مطلب نہ ہو کہ مخالفین کے یہاں موجود نہ ہو اور کوئی حجت ایسی نہ ہو کہ ان پر تمام نہ ہوئی ہو۔ روضۃ الصفا میں مطابق روایتِ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ **قصہ عمرو بن معدی کرب زبیدی:** حضرت ختمِ الرسل غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو عمرو بن معدی کرب زبیدی حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سخنان ہدایت نشان در بارۂ قیامت واحوالِ قیامت زبانِ مبارک آنحضرتؐ سے سن کر مسلمان ہوگیا الّا بعد چندے کسی بات پر ناراض ہوکر مرتد ہوا اور اپنے وطن مالوف کو لوٹا اور راہ میں ایک گروہ کو بنی حارث بن کعب سے تاراج کرتا گیا سرور کائنات کو یہ حال معلوم ہوا تو امیر المومنینؑ کو ایک جماعتِ مہاجر وانصار ہمراہ کر کے بنی زبید اس کے قبیلے پر مقرر کیا اور خالد ولید کو کچھ اعراب دے کر قبیلہ جعفی پر جدا تعین فرمایا۔ لیکن اس کو کہہ دیا کہ جہاں دونوں لشکر ملیں، امیر و فرمانروا امیر المومنینؑ ہیں چاہیے کہ آنحضرت کے حکم سے اصلاً تجاوز نہ کرے۔ پس دونوں لشکر اپنے اپنے مقصد کو روانہ ہوئے قبیلہ جعفی نے جب یہ سنا کہ ان پر لشکر تعینات ہوا ہے تو ان کے دو گروہ ہوگئے ایک یمن کو چلا گیا، دوسرا قبیلہ بنی زبید سے جاملا۔ امیر المومنینؑ نے یہ سن کر خالد کو لکھا کہ جس جگہ ہے توقف کرے جب تک کہ ہم وہاں نہ پہنچیں مگر اس بے سعادت نے تعمیلِ ارشاد سے انکار کیا حضرتؐ نے خالد بن سعید عاص کو مع سپاہ مقدمۃ الجیش بھیجا کہ جا کر اس کو بزورِ شمشیر روک لے چنانچہ خالد سعید نے آگے جا کر خالد ولید کو روک رکھا تا اینکہ امیر المومنینؑ نے وہاں پہنچ کر اس کو اس نافرمانی پر بہت زجر وملامت کیا پھر بالاتفاق آگے بڑھے قبیلہ زبید کو حضرت کے آنے کی اطلاع ہوئی تو عمرو سے کہنے لگے اے ابوثور کیا حال ہوگا تیرا جب کہ یہ جوانِ قریشی تجھ سے ملاقات کر کے، خراج طلب کرے گا۔ عمرو نے کہا تم بھی دیکھو کہ میں کس طرح پر اس کو خراج دیتا ہوں اور اپنی شجاعت اور جواں مردی کا اظہار کرتا تھا۔ القصہ صفوفِ جنگ دونوں طرف سے آراستہ ہوئیں اور عمرو بن معدی کرب نے میدان میں نکل کر مبارز طلب کیا۔ حضرتِ امیرؑ اس کے

مقابلے کو آمادہ ہوئے خالد بن سعید نے کہا یَا بِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ مجھے اجازت دیجئے کہ اس کے ساتھ جنگ آزما ہوں۔ فرمایا اگر میری اطاعت لازم جانتا ہے تو یہیں ٹھہر اور خود آگے جا کر ایک نعرۂ حیدری اس زور سے کیا کہ اس کی ہیبت سے عمرو بغیر اس کے کہ ذرا ہتھیار کرے بھاگا اور اس کے ساتھ ہی اس کے اصحاب نے بھی فرار کیا۔ مگر حضرت نے اس کے ایک بھائی اور ایک بھتیجے کو پھر بھی زیرِ تیغ کھینچا۔ اس کی عورت رکانہ بنت سلامہ مع دیگر زنانِ قبیلہ کے بندی میں گرفتار ہوئی۔ اور بہت سا مالِ غنیمت اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا آپ نے خالد سعید کو امر کیا کہ قبیلہ میں ٹھہر کر زکوٰۃ جمع کرے اور جو کوئی واپس ہو کر مسلمان ہو اور امان چاہے اس کو امان دے۔ پس عمرو معدی کرب آ کر دوبارہ خالد کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اس نے اپنے زن و فرزند کو واپس لیا یہ عمرو معدی کرب یکہ تازانِ عرب سے شمار ہوتا تھا اور عمرؓ خطاب کے زمانے میں جنگِ روم و عجم میں بڑے بڑے نمایاں کام اس کے ہاتھ سے نکلے ہیں۔ الغرض حضرتؑ نے اس غنیمت سے ایک کنیز اپنے لئے اختیار کی تھی خالد ولید نے بہ تقاضائے عداوت بریدہ اسلمی کو خط دے کر حضرت رسولِؐ خدا کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو اس قصہ سے آگاہ کرے۔ ارشاد میں ہے کہ بریدہ مدینہ پہنچا تو عمرؓ خطاب اس سے ملے اور حال پوچھا جب معلوم ہوا کہ علیؑ کی شکایت لے کر آیا ہے تو بہت خوش ہوئے اور کہا ضرور یہ حال رسولؐ اللہ سے کہنا چاہیے کنیز کا قصہ سنیں گے تو غالباً اپنی بیٹی کی وجہ سے ناراض ہوں گے۔ پھر روضۃ الصفا میں ہے کہ بریدہ نے مجلس اقدس میں جا کر خالد کا خط آپ کو دیا چوں کہ اس مردود نے حضرت شیرِ خدا کو منسوب بہ خیانت کیا تھا جوں جوں حضرتؐ خط کو پڑھتے تھے رنگ روئے مبارک کا متغیر ہوتا تھا اور آثارِ غضب جبینِ مبین سے ظاہر ہوتے جاتے تھے بریدہ نے کہا یا رسولؐ اللہ اگر آپ لوگوں کو مالِ غنیمت میں اس طرح تصرف کی اجازت دیں گے تو محنت مسلمانوں کی ضائع ہو جائے گی رسولِؐ خدا نے کہا وائے ہو تجھ پر اے بریدہ آیا تو منافق ہو گیا۔ بہ تحقیق کہ علیؑ کو غنیمت سے حلال ہے جو کچھ کہ مجھ کو حلال ہے۔ اِنَّ عَلِیَّ بْنِ اَبِیْ طَالِبُ خَیرُ الناس لك ولقومك و خير مَنْ اُخْلِفُ بَعْدِی لکافۃ اُمَّتِیْ علیؑ بن ابی طالب تیرے اور تیری قوم کے لئے تمام آدمیوں سے بہتر ہیں۔ اور بہتر ہیں میری تمام امت کے لئے ان سب سے جن کو میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں۔ اے بریدہ پرہیز کر علیؑ کی دشمنی سے اگر ان کو دشمن رکھے گا تو خدا تجھ کو دشمن رکھے گا۔ بریدہ کہتا ہے کہ میں شدتِ انفعال سے اس وقت چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے تو اس میں سما جاؤں پس کہا میں نے پناہ مانگتا ہوں' طرف خدا کے' غضبِ خدا اور رسولِؐ خدا سے' یا رسولؐ اللہ میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے پس حضرتؐ نے میرے لئے دعائے مغفرت کی اس کے بعد علیؑ میرے نزدیک محبوب ترین خلائق تھے افسوس ہے کہ اہلِ سنت ایسی صریح و صاف روایتیں افضلیت امیر المومنینؑ کے باب میں نقل کرتے ہیں اور پھر

دوسروں کو آنحضرتؐ پر ترجیح دیتے ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ مؤلف اعلام الوریٰ نے کہا کہ اس روایت کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ حقیر مولفِ کتاب ہذا مقدار ضروری روایت مسند احمد حنبل سے بھی اس مقام میں نقل کرتا ہے اور انصاف اس کا اہلِ انصاف پر چھوڑتا ہے۔ **وهي هذا قال بريدة و كنتُ بعثني خالد بن الوليد الى رسول الله يخبره بذلك فلما اتيت النبي رَفَعتُ الكتابَ فقُرِئ عليه فرايتُ الغضَبَ في وجه رسول الله فقلت يا رسول الله هذا مكان العائذِ بك بعثتني مع رجل وامر تني ان اطيعه فقد بَلَّغتُ ما اُرسِلتُ به فقال رسول الله لا تقع في علي فانه مني وانا منه وهو وليكم بعدي۔** یعنی بریدہ کہتا ہے کہ مجھ کو خالد ولید نے رسولؐ اللہ کے پاس بھیجا کہ ان کو اس امر کی یعنی امیر المومنینؑ کی لونڈی پر تصرف کرنے کی خبر دوں۔ پس میں حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور اس کا خط آپ کو دیا پس دیکھا میں نے کہ آثارِ غضب روئے مبارک رسولؐ اللہ پر ظاہر ہونے لگے۔ پس کہا میں نے رسولؐ اللہ یہ مقام آپ سے پناہ چاہنے کا ہے' آپ نے مجھ کو ایک مرد کے ساتھ بھیجا' اور اس کی اطاعت کا حکم دیا' پس میں نے اس کا خط پہنچا دیا۔ حضرتؐ نے فرمایا علیؑ کے ساتھ دشمنی نہ کر بہ تحقیق کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے' اور وہ میرے بعد تمہارا اولی امور ہے۔ القصہ حضرت امیرؑ یمن میں لوگوں کو احکام و آدابِ شریعت تعلیم کرتے اور ان کے باہمی تنازعات کو فیصل فرماتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی کا گھوڑا چھوٹ گیا۔ اور اس نے لاتوں سے ایک آدمی کو مار ڈالا' وارثانِ مقتول مالکِ اسپ کو پکڑ کر حضرتؑ کے پاس لائے اور دعویٰ دار خون بہا کے ہوئے' مالک نے گواہ گزارنے کہ گھوڑے کے چھوٹنے میں اس کا کوئی قصور نہ تھا۔ حضرتؑ نے خون بہا اس پر لازم نہ کیا مدعی ناراض ہو کر شکایت رسولؐ خدا کے پاس مدینہ لے گئے کہ ہم پر علی علیہ السلام نے ظلم کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا علیؑ ظالم نہیں وہ ظلم کے لئے خلق نہیں ہوئے۔ **ان الولاية من بعدي لعلي والحكم حكمه والقول قوله لايرد حكمه وقوله وولايته الاكافرو لايرضىٰ بحكمه وولايته الامؤمنُ** کہ ولایت و حکومت میرے بعد علیؑ کی ہے۔ پس حکم وہ ہے جو وہ حکم کریں اور قول ان کا قول ہے۔ ان کے حکم و حکومت کو رد نہیں کرتا مگر کافر' اور ان کی حکومت و ولایت پر راضی نہیں ہوتا مگر مومن' جب اہل یمن نے یہ باتیں زبانِ مبارک سے سنیں تو بولے ہم حضرت امیرؑ کے حکم پر راضی ہیں' رسولِ خدا نے فرمایا جو بات تم نے کی اس کی توبہ اسی طرح ہو سکتی ہے۔ **کعب الاحبار یہودی کا قبول اسلام** ہنگامِ قیامِ یمن میں کعب الاحبار یہودی کہ ثانی الحال خلیفہ ثانی پھر خلیفہ ثالث کا مقرب بنا حضرتؑ کے دستِ حق پرست پر اسلام لایا۔ یہ شخص علما و دانش مندانِ یہود سے تھا اس کے

مسلمان ہونے کا قصہ روضۃ الصفا میں اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ اس نے سنا تو اپنا جامہ پہنا اور شتر پر سوار ہوا اس کے ساتھ ایک اور مرد علمائے یہود سے ہولیا یہ دونوں مجلسِ اقدس میں پہنچے تو اس وقت آپ مصروفِ وعظ و پند تھے اور یہ کلام زبان پر تھا۔ **من الناس من یبصر باللیل ولا یبصر بالنھار و منھم من لا یبصر باللیل ولا یبصر بالنھار**۔ یعنی بعض آدمی ہیں کہ رات کو دیکھتے ہیں اور دن کو نہیں دیکھتے اور بعض ایسے ہیں کہ نہ رات کو دیکھتے ہیں نہ دن کو دیکھتے ہیں کعب نے کہا راست کہا انہوں نے بعد ازاں آپ نے فرمایا **من یعط بالید القصیرۃ یعط بالید الطّویلۃ**۔ یعنی جو کوتاہ ہاتھ سے دیتا ہے دراز ہاتھ سے دیا جاتا ہے کعب نے اس کی بھی تصدیق کی۔ اس عالم نے جو کہ اس کے ساتھ تھا کہا کیوں کر ایسی بات کی تصدیق کرتا ہے جو ہنوز مشتبہ ہے کعب نے کہا اس کلام کا صدق پوشیدہ نہیں جو رات کو دیکھتا ہے دن کو نہیں وہ ہے جو اول کتاب پر ایمان لایا آخر میں اس سے منحرف ہوا اور جو نہ رات کو دیکھتا ہے نہ دن کو وہ ہے جو کبھی اس پر ایمان نہیں لایا۔ تیسری بات بھی ظاہر ہے جو راہِ خدا میں خیرات کرتا ہے جتنا وہ دیتا ہے حق تعالیٰ اس سے زیادہ اس کو عطا کرتا ہے اس وقت ایک سائل نے کعب سے سوال کیا اس نے اپنا حُلہ اتار کر اس کو دے دیا عالم یہود اس کی اس حرکت سے ناراض ہو کر وہاں سے چل دیا اس کے جانے کے بعد ایک عورت کعب کے پاس آئی اور کہا میرا اشتر تو لے لے اور اپنا مجھ کو دے دے۔ اس نے کہا بشرطیکہ اس کے علاوہ ایک حلہ بھی مجھ کو دے۔ عورت نے اپنا حلہ اتار کر دے دیا کعب وہ حلہ پہن کر اور اس اونٹ پر سوار ہو کر اس عالم کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور اس کے پاس پہنچ کر کہا دیکھا تو نے صدق اس مقولہ کا **مَن یُعطِ بالید القیصرۃ یعط بالید الطویلۃ** پھر حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں آکر ملتجی ہوا کہ شکل و شمائل و عادات و خصائل حضرت رسولِ خدا کے کسی قدر اس کے لئے بیان کریں آپ نے جو کچھ حال فرخندہ مآل آپ کا بیان کیا۔ کعب ہنسنے لگا' سببِ خندہ دریافت کیا گیا تو عرض کیا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا موبمو اس کی تطبیق کُتبِ سابقہ میں پاتا ہوں۔ غرض کعب نے مسلمانؐ ہو کر بقدرِ امکان احکامِ اسلام و مسائلِ دین بابِ مدینہ علمِ نبیؐ سے اخذ کئے اور یمن میں ٹھہر کر جو سیکھا تھا لوگوں کو سکھانے اور تعلیم دینے لگا تاانیکہ خلیفہؓ ثانی کے عہد میں مدینہ آیا اور رسولِؐ خدا کی زیارت سے محروم رہ جانے پر افسوس کیا کرتا تھا۔ (تمام ہوئی عبارت روضۃ الصفا کی)۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ ملکِ یمن میں مقیم تھے تو آپ نے کسی قدر زرِ غیر خالص کہ خاکِ معدن سے ہنوز پاک نہ ہوا تھا۔ حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں بھیجا آپ نے وہ سونا چار شخصوں یعنی عیینہ بن حصن فرازی، و اقرع بن حابس و زید بن الخیل مہلہل و علقمہ بن علاثہ کو بانٹ دیا اس پر ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو اتری ہوئی اور ہڈیاں رخسار و

جاتے ہیں ممانعت فرمائی اِلّا خزاعہ کہ ان کو عصر تک بنی بکر کو قتل کرنے کی اجازت ہوئی تھی۔ **حکایت** چند نفر بزرگان قریش سے ایک جگہ اکٹھے بیٹھے تھے کہ اتنے میں ظہر کا وقت آیا اور بلال بن ریاح نے حسبُ الحکم بامِ کعبہ پر جا کر اذان دی۔ عکرمہ بن ابوجہل نے کہا کیسا برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بامِ کعبہ پر مثل گدھے کے چیختا ہے۔ خالد بن اسید بولا خدا کا شکر ہے کہ آج ابوعتاب (پدر خالد مذکور) زندہ نہیں کہ اس حبشی زادہ کو سقفِ خانہ پر دیکھتا اور اس کی مکروہ آواز کو سنتا سہیل بن عمر نے کہا بھائیو یہ خانۂ خدا ہے اگر منظورِ خدا نہ ہوگا تو وہ ان حالات کو بدل دے گا۔ ابوسفیان بن حرب بھی شامل جلسہ تھا کہنے لگا لیکن میں تو اس بارے میں کچھ نہیں کہتا کیوں کہ جانتا ہوں کہ یہ دیواریں بھی محمدؐ کو ماجرے کی خبر دیں گی۔ حضرت رسولؐ خدا کو وحی کے ذریعہ ان چار یاروں کی باتیں معلوم ہوئیں تو آپ نے ان کو بلوا کر ہر ایک کا کلام اس سے نقل کیا عتاب بن اسید برادرِ خالد نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ہم نے واقعی یہ باتیں کی ہیں لیکن اب استغفار کرتے ہیں ابوسفیان نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں کچھ نہیں بولا حضرت متبسم ہوئے اور اس کی تصدیق فرمائی۔ **خالد بن ولید کا مسلمانانِ بنی جذیمہ کو قتل کرنا**۔ قوم جذیمہ پسر عامر مقام یلملم وغمیصا پر مکہ سے دو منزل دور رہتی تھی۔ یہ لوگ رسولؐ اللہ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ اور نامہ امان آنحضرتؐ سے لے کر اپنے وطن میں مساجد تعمیر کر کے مسلمانی قاعدے سے زندگی بسر کرتے تھے اس وقت کہ حضرت رسولِ خدا مکۂ مشرفہ میں وارد ہوئے چاہا کہ ان کے حال سے آگاہ ہوں کہ آیا اپنے عہد و اقرار پر قائم ہیں یا نہیں مجبوراً خالد ولید کو ساڑھے تین سو سوار کہ بعض ان سے مہاجر و انصار اکثر بنی سلیم خالد کے ہم قوم تھے دے کر اس طرف روانہ کیا کہ خبر لائے چوں کہ مقصود محض ان کے حال کا دریافت کرنا تھا جنگ و پیکار کی اجازت نہ تھی۔ لیکن خالد نے چاہا کہ جس طرح ہو اس قوم کو تباہ و برباد کیا جائے اور پرانی دشمنی کا بدلہ لیا جائے نقل ہے کہ خالد کا چچا فاکہہ بن المغیرہ اور عبدالرحمٰن بن عوف کا باپ عوف بن عوف کسی زمانے میں اس قبیلہ میں مارے گئے تھے دونوں یمن کی تجارت سے مال لے کر واپس آ رہے تھے اثنا راہ میں اس قبیلہ میں فروکش ہوئے انھوں نے بطمع مال ان کو قتل کر کے مال لے لیا تھا یہ کینہ خالد کے دل میں تھا حالاں کہ ان کے قاتلوں میں سے اس وقت کوئی زندہ نہ تھا اور اسلام جاہلیت کے قضیوں جھگڑوں کو بہت تشدد سے بھلا چکا تھا۔ مگر یہاں ان باتوں کی کیا پروا تھی بکمالِ جوش و خروش اس سرزمین میں پہنچے ان کو کیا خبر تھی کہ مسلمان ہمارا حال دریافت کرنے کو آ رہے ہیں یا ہماری جان لینے کو لشکر لائے ہیں ہمسایہ قبیلوں سے آئے دن جنگ و جدال رہتے تھے جانا کہ اب بھی کوئی ان میں سے چڑھ آیا ہے مجبوراً مسلح ہو کر انکے دفعیہ کو نکلے **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ خالد نے ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو کہا مسلمان پانچوں وقت کی نماز پڑھنے والے اور دینِ نبی کی تصدیق کرنے والے ہیں اپنے درمیان مسجدیں بنائی ہیں ان

پیشانی کی باہر کو ابھری ہوئی تھی، گھنی ڈاڑھی، سر منڈا، ازار پہنے، دامن چڑھائے تھا اٹھا اور حضرتؐ کی تقسیم پر معترض ہوا کہ اے محمدؐ تم نے اس تقسیم میں خوفِ خدا ملحوظ نہ رکھا آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر مجھ سے زیادہ اور کون خوفِ خدا کا لحاظ کرے گا جب وہ شخص وہاں سے چلا تو حضرتؐ نے اس کی پشت کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اس کی نسل سے ایک قوم ہوگی کہ قرآن کو عمدگی سے پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نہ اترے گا یعنی ان کے دل اس سے آگاہ نہ ہوں گے۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکار سے خطا ہو کر تیر نکل جاتا ہے۔ اگر میں اس قوم کو پاؤں تو ان کو قتل کروں اور کسی کو زندہ نہ چھوڑوں مراد اس سے قومِ خوارج ہے کہ حضرت امیرؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ اسی قسم کی ایک روایت پہلے تقسیم غنائم حنین میں گزری القصہ حضرتؑ یمن میں تشریف رکھتے تھے تا آنکہ حضرت رسولِؐ خدا حجۃ الوداع کو تشریف لے گئے تو امیر المومنینؑ اس طرف سے متوجہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں قرانِ سعدین واقع ہوا جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آتا ہے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ان ایام میں آپ دو مرتبہ تشریف فرمائے ملکِ یمن ہوئے ہیں۔ شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے امامِ رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ یمن سے واپس تشریف لائے تو چار گھوڑے حضرت رسولؐ خدا کے لیے ہدیہ میں لائے۔ آپ نے پوچھا کہ کوئی گھوڑا ان میں ایسا ہے کہ سفیدی رکھتا ہو عرض کی ایک گھوڑا ہے فرمایا اس کو میرے لئے رکھو۔ عرض کی دو گھوڑے کمیت رنگ کے ہیں کہ ان کے بھی سفید نشان ہیں فرمایا ان کو حسنینؑ کو دو حضرت امیرؑ نے عرض کی چوتھا سیاہ رنگ ہے فرمایا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے اہل و عیال کے خرچ میں لاؤ **وانما یمن الخیل فی ذوات الاوضاح** ۔ بہ تحقیق کہ یمن و برکت گھوڑے کی سفید پیشانی و سفید دست و پا میں ہوتی ہے۔ **ذکرِ حجۃ الوداع:** حضرت رسولِؐ خدا بعد ہجرت دس سال مدینہ سکینہ میں رہے دسویں سال حج پر مامور ہوئے اور یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ **وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ** ۔ یعنی آواز دے آدمیوں کے درمیان، ساتھ حج کے، اور بلا ان کو اس طرف، تا کہ آئیں تیرے پاس، درحالیکہ پیادہ ہوں یا شترانِ لاغر پر سوار ہوں۔ ہر درۂ عمیق سے، یا راہِ دور سے، تا کہ شاہد و حاضر ہوں وہ اپنے منافع آخرت و دنیا کے پس حضرتؐ نے منادی کرائی کہ رسولؐ اللہ عازمِ حج ہیں تا کہ مسلمانوں کو مناسکِ حج تعلیم کریں، جو کوئی چاہے آپ کے ساتھ حج کو چلے، نیز قبائلِ عرب میں بھی کہلا بھیجا پس مسلمان یہ سنکر جوق جوق حاضرِ درگاہ ہونے لگے اور حضرت ۲۵ ذی القعد کو ایک جمعیت عظیم کے ساتھ مدینہ سے برآمد ہوئے، راہ میں اطراف و جوانب سے آدمی شامل ہوتے گئے، حتیٰ کہ سوا لاکھ کے قریب مجمع ہو گیا۔ ازواج رسولؐ اللہ و جناب فاطمہ زہراؑ علیحدہ علیحدہ ہودجوں میں سوار تھیں۔ نیز قربانی کے اونٹ آپ نے مدینہ سے ہمراہ لئے تھے۔ مسجد ذوالحلیفہ پر پہنچ

کر احرام باندھا اور صدائے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ الخ بلند کی اصحاب نے بھی ساتھ یہ صدا بلند کی، شور تلبیہ سے زمین و زمان گونج اٹھے، اور جنگل و پہاڑ میں غلغلہ پڑ گیا، امیر المومنینؑ ان ایام میں یمن میں تشریف رکھتے تھے، رسولؐ خدا نے مدینہ سے ان کو لکھا کہ مکہ آ کر شریک حجتہ الاسلام ہوں، بنا بریں وہ حضرت مع اصحاب متوجہ مکہ معظمہ ہوئے، اور میقاتِ اہلِ یمن، مقامِ یلملم سے احرام حج باندھا اور ہدیٰ (۱) اپنے ساتھ لیتے آئے قریب پہنچے تو لشکر کو ایک مقام پر چھوڑا اور ایک مرد کو ان پر امیر و خلیفہ مقرر کر کے خود تنہا عازمِ خدمتِ بابرکت ہوئے، حضرت رسالت پناہ مکہ میں داخل ہونے کو تھے کہ آپ نے پہنچ کر سلام کیا بکمالِ مسرت جوابِ سلام فرمایا پھر پوچھا یا علیؑ تم نے کیا نیت کی، عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا تھا۔ میں نے اپنی نیت کو آپ کی نیت پر منعقد کیا اور کہا اَللّٰھُمَّ اِھلَالًا کَاِھلَالِ نَبِیِّکَ پروردگار امیری وہی نیت ہے جو تیرے نبیؐ کی نیت ہے نیز چونتیس ۳۴ شتر قربانی کے ساتھ لایا ہوں فرمایا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہمارے ساتھ چھیاسٹھ شتر ہدیٰ ہیں۔ یا علیؑ تو حج و مناسکِ حج و ہدیٰ میں میرا شریک ہے اپنے احرام پر قائم رہ، یہ امر مناقبِ مخصوصہ امیر المومنینؑ سے ہے کہ اکثر اوقات آپ اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ پس حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ واپس جا کر لشکر کو لوا لاؤ تا کہ مکہ میں سب جمع ہو جائیں۔ پس حضرت واپس ہوئے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ لشکر اثناء راہ میں آپ کو آتا ہوا ملا۔ حالاں کہ تمام حُلّے کہ نصارائے نجران سے آپ نے وصول کئے تھے انہوں نے پہن رکھے تھے۔ آپ تو ملاقاتِ رسولؐ اللہ کے لئے آگے گئے اور انہوں نے فرصت کو غنیمت جان کر تمام حلے بستوں میں سے کھول کر پہن لئے۔ حضرت کو یہ صورت دیکھ کر غصہ آیا اور اس شخص کو جسے خلیفہ مقرر کیا تھا بہ عتاب خطاب کیا کہ تو نے کیوں ان کو پہننے دیا۔ ہنوز نظرِ انور رسولؐ خدا سے نہ گزرنے پائے تھے کہ ان پر تصرف ہو گیا اس نے کہا انہوں نے التجا کی کہ ان سے زینت کریں اور احرام بجالائیں من بعد واپس کر دیں گے۔ فرمایا لَا وَاللّٰہِ تمام حلے ان سے اتروا لئے اور بدستور بقچوں میں باندھ کر اونٹوں پر بار کئے یہ لوگ اس سبب سے حضرت کے دشمن ہو گئے اور مکہ پہنچ کر دفتر شکایت کھولا جب ان خائنوں کی شکایت زیادہ ہوئی تو رسولؐ اللہ نے منادی کو حکم دیا کہ ندا کرے **ایھا الناس ارفعو السنتکم عن علی بن ابی طالب فانہ خشن فی ذات اللہ عزوجل غیر مداھن فی دینہ**۔ لوگو لبِ شکایتِ علیؑ بن ابی طالب کو بند کرو، کیوں کہ وہ براہِ خدا میں خشن و درشت ہیں اور امورِ دین میں کسی کی رعایت کرنے والے نہیں۔ تب یہ لوگ خاموش

---

(۱) ہدیٰ: قربانی کا جانور

ہوئے' اور قرب و منزلت امیر المومنینؑ کی رسولِ خدا کے نزدیک ان کو معلوم ہوئی۔ القصہ حضرت بتاسی رسولؐ اللہ اپنے احرام پر قائم تھے لیکن بہت سے مسلمان ایسے تھے کہ ہدیٰ اپنے ساتھ نہ رکھتے تھے ان کے لئے آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ **اَاَتِمُّو الحَجَّ وَالعُمْرَۃَ لِلّٰہِ** یعنی حج و عمرہ کو خدا کے لئے تمام کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر مجھ کو پیشتر معلوم ہوتا کہ حق تعالیٰ تمام عمرہ کا امر کرے گا تو ہدیٰ ساتھ نہ لاتا جن لوگوں نے سیاق ہدیٰ نہیں کیا چاہئے کہ نیت حج سے عمرہ کی طرف عدول کریں' اور محل ہو جائیں' سراقہ بن مالک نے عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ حکم خاص اس سال کے لئے ہے یا کہ ہمیشہ کے واسطے حضرت نے انگشتہائے مبارک ایک ہاتھ کی دوسرے کی انگلیوں میں داخل کر کے فرمایا کہ عمرہ داخل حج ہوا اس طرح پر اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ پس بعض آدمیوں نے اطاعت کی' اور محل ہوئے اور باقی احرام پر رہے۔ حتیٰ کہ جناب سیدہ صلوٰت اللہ علیہا بھی چوں کہ ہدی ساتھ نہ رکھتی تھیں محل ہو گئیں روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے کہ تازہ یمن سے آئے تھے جب کہ فاطمہؑ کو محل دیکھا اور بوئے خوش آنحضرت کی سونگھی اور جامہ رنگین جسم اطہر پر مشاہدہ کئے تو کہا اے فاطمہؑ تم کس لئے قبل از وقت محل ہوئیں آپ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے ایسا ارشاد فرمایا غرض اہل اطاعت محل ہوئے' اور نافرمانوں نے مخالفت پر اصرار کیا اور ظاہر یہ کیا کہ رسولؐ اللہ احرام میں گرد آلود و ژولیدہ مو ہیں ہم کو کیا زیبا ہے کہ نہا دھو کر خوشبو لگائیں اور عورات کے ساتھ ہم بستر ہوں۔ حضرت تعمیلِ ارشاد میں یہ حیلے حوالے سن کر بہت ناخوش ہوئے اور مکرر فرمایا اگر میں سیاقِ ہدیٰ نہ کرتا تو البتہ حج سے عمرہ کی طرف عدول کر کے محل ہو جاتا' جو کوئی قربانی نہیں رکھتا چاہیئے کہ محل ہو جائے مگر اہلِ خلاف میں ذرا اثر نہ ہوا۔ سر گروہ اہلِ عصیان حضرت عمرؓ بن الخطاب تھے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسولِ خدا نے سر منڈانے یا بال کتروانے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے قبول نہ کیا تھا اسی طرح اب بھی مخالفت پر تلے ہوئے تھے حضرت نے ان کو بلا کر پوچھا اے عمرؓ تو کس لئے محل نہیں ہوا کیا تو نے سیاق ہدیٰ کیا ہے۔ کہا نہیں فرمایا تو پھر کس لئے محل نہیں ہوتا حالاں کہ میں نے مکرر امر کیا ہے کہ جس نے سیاق ہدیٰ نہیں کیا محل ہو جائے کہا میں محل نہ ہوں گا تاوقتیکہ آپ احرام میں ہیں' فرمایا تو حجِ تمتع پر مرتے دم تک ایمان نہ لائے گا۔ **مولف کہتا ہے** کہ حجِ تمتع یہ ہے کہ میقات سے نیتِ عمرہ تمتع کریں اور مکہ پہنچ کر طواف و سعی وغیرہ کے بعد محل ہو جائیں' بعد ازاں ۸ ذی الحجہ کو احرام حج باندھیں چوں کہ اس میں حج و عمرہ بایک دگر مرتبط و متصل ہیں اور ایک احلال موجب انتفاع والتذاذ درمیان حائل ہے اس لئے اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں آگے صرف حج قرآن و حج افراد تھے۔ یعنے جو لوگ سیاق ہدیٰ کرتے تھے وہ حج قرآن کرتے تھے ورنہ حج افراد حجۃ الوداع میں حضرت رسولؐ خدا نے بموجب آیہ وافی ہدایہ **وَاَتِمُّو الحَجَّ وَالعُمْرَۃَ لِلّٰہِ** قربانی ہمراہ نہ لانے والوں کو امر کیا' کہ حج افراد سے عمرہ کی نیت کی طرف

عدول کریں اور حجِ تمتع بجالائیں خلیفہ ثانی نے مع دیگر متمرِ دین کے اس کے قبول سے انکار کیا' اور نہ صرف اس وقت 'بلکہ جیسا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا' وہ عمر بھر کبھی حجِ تمتع پر ایمان نہ لائے۔ اور ہمیشہ اس انکار پر اصرار رکھتے تھے جیسا کہ متعہ عورات کے بھی منکر رہے' تا اینکہ اپنے عہدِ خلافت میں برخلاف خدا اور رسولؐ 'دونوں قسم کے متعہ سے بدیں عبارت ممانعت فرمائی **متعتان کانتا فی عهد رسولؐ الله انا اُحرمهما و اعاقب علیهما متعة النساء ومتعة الحج** دو متعہ زمانہ رسولؐ اللہ میں تھے میں دونوں کو حرام کرتا ہوں اور ان پر عذاب کرتا ہوں۔ ایک متعہ زنان دوسرا متعہ حج یہ عبارت ہے کہ قریب قریب تمام کتبِ معتبرہ سنی وشیعہ میں آپ سے نقل ہوئی ہے اور گویا متواترات اسلامیہ سے ہے۔ اب ذرا اس سینہ زوری کو ملاحظہ کیجیے کہ دو متعہ زمانہ رسولؐ اللہ میں تھے میں دونوں کو حرام کرتا ہوں بھلا آپ کو حرام ہی کرنا تھا تو عہدِ رسولؐ اللہ کے حوالے کی کون ضرورت تھی یہ تو صریح مشاقہ ومعاندہ با خدا اور رسولؐ ہوا اور اہلِ مشاقہ پر جو وعیدِ شدید قرآن میں ہے اس کو کون نہیں جانتا **ومن یشاقق الرسول** الخ ترجمہ اور جو کوئی خلاف کرے پیغمبر کے بعد اس کے کہ راہِ ہدایت اس کے لئے ظاہر ہو جائے اور مومنوں کے مخالف راستے کی پیروی کرے۔ چھوڑ دیں گے ہم' اس کو' اس پر' جس کو کہ اختیار کیا' اس نے اور ڈالیں گے اس کو جہنم میں اور بُری بازگشت ہے (وہ جہنم) یہ تو حال متعہ کی حرمت کا ہے' کہ خود اس کے حرام کرنے والے بھی عہدِ رسولؐ میں اسے مروج بتلاتے ہیں۔ اس پر یہ حضراتِ شیعہ سے الجھتے ہیں اور متعہ النسا کو زنا بتلاتے ہیں، اور اتنا خیال نہیں کرتے کہ متعہ سدِ بابِ زنا ہے نہ کہ العیاذ باللہ خود زنا **قَالَ اِمَامُ الْبَرَرَهْ لَوْ لَا مَا نَهیٰ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةَ مَا زَنیٰ اِلَّا شَقِیْ** امامِ ابرار حیدرؑ کرار فرماتے ہیں کہ اگر عمرؓ متعہ سے لوگوں کو منع نہ کرتے تو مسلمانوں میں کوئی شقی ہی زنا کرتا تو کرتا بالجملہ متعہ اُن حضرات کے نہ ماننے سے اسلام سے نہ معدوم ہوئے اور نہ آئندہ معدوم ہوں گے۔ شیعہ علی العموم ان کے قائل اور کاربند ہیں سینوں سے بھی فرقہ مالکیہ متعہ النسا کو حلال جانتا ہے تو ایک چوتھائی ان سے بھی نکل گئے اب متعہ الحج کی سنئے' بخاری ومسلم میں مروان بن حکم سے روایت کی ہے کہ مقامِ عسفان میں علیؑ وعثمانؓ کے درمیان نزاع ہوئی' عثمانؓ لوگوں کو حجِ تمتع سے منع کرتے تھے۔ حضرت امیرؑ نے یہ سن کر صدائے لبیک بعمرہ تمتع بلند کی اور فرمایا **لَبَّیْکَ بعمرةٍ وحجة** عثمانؓ نے کہا میں حجِ تمتع سے منع کرتا ہوں اور تم صریح میری مخالفت کرتے ہو آپ نے فرمایا میں کسی کے کہنے سے سنت رسولؐ اللہ کو نہ چھوڑوں گا اور صحیح مسلم میں مطرف سے روایت کرتے ہیں کہ عمران بن حصین نے مجھ سے کہا کہ میں آج ایک حدیث تجھ سے نقل کرتا ہوں' شاید کہ حق تعالیٰ تجھ کو اس سے نفع بخشے' تو جان کہ رسولؐ اللہ نے اپنے اہل سے ایک گروہ کو عشرہ ذی الحجہ میں عمرہ بجالانے کا حکم دیا پھر کوئی آیہ نازل نہیں ہوئی کہ اس کو منسوخ کرے اور

آنحضرت نے منع نہ کیا جب تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے اس کے بعد ایک مرد نے اپنی رائے سے جو چاہا سو کہہ دیا۔ **القصہ** آٹھویں ذی الحجہ کو بوقتِ زوالِ آفتاب آپ نے حکم دیا کہ سب لوگ احرامِ حج باندھیں اور تلبیہ کہنے والے مکہ سے برآمد ہو کر منیٰ میں داخل ہوئے چنانچہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء صبح کی نمازیں منیٰ میں پڑھیں صبح روزِ نہم ذی الحجہ متوجہ عرفات ہوئے اور مشعر الحرام سے گزر کر عرفات میں پہنچے۔ نمرہ میں درختانِ اراک (۱) کے نزدیک خیمہ رُسالت برپا ہوا' اور تا غروبِ آفتاب وہاں وقوف فرمایا' کہ نمازِ ظہر و عصر اس جگہ ادا ہوئی بعد غروب وہاں سے سوار ہو کر مشعر الحرام میں تشریف فرما ہوئے اور مغرب و عشاء کو ادا کیا' اور وہیں شب باش ہوئے' علی الصباح روز عید مشعر سے کوچ کر کے منیٰ میں آئے اور رومی جمرہ عقبہ کے بعد قربانی کی' امیر المومنینؑ نے بھی آپ کے ساتھ قربانی کی' حضرت رسولِ خدا نے امر کیا کہ تمام شترانِ قربانی سے ایک ایک ٹکڑا گوشت کا لے کر ایک دیگچہ میں پکائیں' جب یہ سو بوٹیوں کی ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی تو نبی و وصی نے باہم بیٹھ کر اس میں سے تناول کیا' اس طرح پر گویا تمام قربانی سے کھانا کھایا' بعد ازاں موئے سر منڈوائے اور مکہ میں آ کر طوافِ خانہ کعبہ و سعی مابین صفا و مروہ بجالائے' اور اسی روز منیٰ کو واپس تشریف لے گئے جہاں کہ گیارہویں بارہویں تیرہویں تین روز ایام تشریق کے قیام کیا تیرہویں کو جمرات سہ گانہ کو رَمی کر کے مکہ تشریف لائے اور مناسکِ حج تمام ہوئے روایت ہے کہ دوسرے روز ایام تشریق سے سورۂ **اذا جاء نصر اللہ** ان حضرت پر نازل ہوئی' چوں کہ اس میں فتح و نصرتِ الٰہی اور لوگوں کے فوج فوج دینِ اسلام میں داخل ہونے کی خبر دی گئی تھی معلوم ہوا کہ یہ اشارہ ہے کہ آپ دینِ خدا کو جس قدر مقصود و ایزدی تھا رواج دے چکے' اب زمانِ ناگزیر در پیش ہے تسبیح و استغفار کرنا چاہئے' حضرت اپنے ناقہ موسومہ غضبا پر سوار ہوئے اور خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ادا کیا کہ بہت سے احکامِ حلال و حرام اس میں بیان کئے بعد ازاں فرمایا ایہا الناس میں دو شئے عظیم تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں ایک کتابِ خدا' دوسرے میرے اہل بیت ان کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو اور تمسک کرو ان سے تاکہ گمراہی سے بچو۔ پھر فرمایا کہ حاضرین کو چاہئے کہ یہ باتیں غائبوں کو پہنچائیں۔ **غدیر خُم کے مقام پر حضرت علیؑ کے جملہ مسلمین کا مولیٰ قرار دیئے جانے کا اہم اعلان۔** حضرت رسولِ خدا ﷺ نے بحکمِ خدا جس اصرار کے ساتھ خلافتِ جنابِ امیرؑ کا اعلان فرمایا اور جیسے بار بار اس پر ایمان لانے اور کاربند ہونے کی امت کو تاکید فرمائی ایسی کسی امرِ شرعی کے رواج دینے میں سعی نہیں کی' اور کیوں کرتے' ایسا امر اہم و ضروری بھی تو کوئی دوسرا نہ تھا' جیسے آپ کی نبوت کا اقرار اصلِ ایمان ہے ویسے

---

(۱) اراک درخت پیلو جس کی لکڑی سے مسواک کرتے ہیں۔

میں بہ بانگِ بلند اذان کہتے اور شعارِ دین کو برپا رکھتے ہیں خالد نے کہا پھر ہتھیار کس لیے لگائے ہیں کہا ہماری بعض اعراب سے عداوت ہے تم کو دور سے آتے دیکھ کر سمجھے کہ کہیں وہ نہ چڑھ کر آئے ہوں مگر خالد نے ان کا عذر قبول نہ کیا اور کہا اگر مسلمان ہو تو ہتھیار ڈال دو انھوں نے بے تامل ہتھیار ڈال دیے تب اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ان کی مشکیں باندھ لو اور ہر ایک اسیر کو اپنے اصحاب میں سے ایک ایک کے سپرد کیا پس مردانِ قبیلہ اس کے لشکر میں قید تھے اور اطفال وزنان خیموں میں مصروفِ آہ وفغاں تا انیکہ ایک رات اس سفاک نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کرے بنی سلیم نے حسب الامر اپنے اسیروں کو مار ڈالا اِلاَّ مہاجر وانصار نے بے گناہ مسلمانوں کے خون پر ہاتھ نہ اٹھایا بلکہ ان کو رہا کر دیا کہ بعض نے ان سے رسولؐ اللہ کی خدمت میں جا کر ماجرا بیان کیا۔ حضرتؐ کو یہ حال سن کر بے حد غصہ آیا اور اس جماعتِ کثیر مسلمانوں کی ناحق خونریزی جتنی آپ پر ناگوار گزری اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حاضرین سے فرمایا کہ خالد ولید نے مسلمانوں کو مسجد میں جب کہ وہ مشغولِ جمعہ و جماعت تھے پکڑ کر قتل کیا پھر رو بقبلہ کھڑے ہو کر دستِ دعا بلند کیے اور تین مرتبہ بدیں عبارت خالد پر تبرا کیا **اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَبْرَءُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ** خداوندا میں خالد کے فعل سے بے زاری ڈھونڈتا ہوں تیری طرف اس قوم کی بیکسانہ مظلومیت کو یاد کر کے رقت آپ پر طاری ہوئی اور گریاں ہوئے یہ روایت روضۃ الاحباب ومعارج النبوۃ وغیرہ کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت کی ہے اور نیز **روضۃ الاحباب** میں عبداللہ بن ابی حدود اسلمی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں سریہ خالد میں شامل تھا اسیروں میں ایک جوان کہ اس کے ہاتھ گردن میں بندھے تھے میری رسی میں تھا۔ **قصہ جوانِ مظلوم:** اس نے کہا اے شخص ہوسکتا ہے کہ مجھ کو ذرا کی ذرا اس سامنے کے خیمہ میں ان عورات کے پاس لے چلے کہ ان سے کچھ حاجت رکھتا ہوں پھر جو چاہنا میرے ساتھ کرنا میں نے کہا کام بہت آسان ہے غرض میں اس کو وہاں لے گیا وہ ان میں سے ایک عورت سے ملا اور باہم کچھ باتیں کیں اور چند اشعار پڑھے پھر میں واپس لے آیا جس وقت اس کو قتل کیا تو وہ عورت آئی اور بیتابانہ اس کی لاش پر گر پڑی اور دو تین نعرہ مار کر جاں بحق تسلیم ہوگئی اہل سریہ نے واپس آ کر جب یہ قصہ حضرت رسولؐ اللہ کی خدمت میں نقل کیا تو آپ نے فرمایا **اَمَا كَانَ فِیْكُمْ رَجُلٌ رَحِیْمٌ** کیا تم میں ایک مرد بھی ایسا نہ تھا کہ اس کو رحم آتا۔ القصہ اُن دنوں مالِ عظیم زر وسیم وغیرہ غنیمت میں رسولؐ اللہ کے پاس آیا تھا وہ سب امیر المومنینؑ کو دے کر کہا کہ جا کر ان لوگوں کو رضامند کریں امیر کبیر تشریف لے گئے اور تمام مال اس قوم میں تقسیم کیا واپس آئے تو آپ نے پوچھا یا علیؑ کیا کر آئے عرض کی یا رسولؐ اللہ اول جو لوگ ان سے قتل ہوئے تھے ان کا خون بہا دیا اور جو حمل ان کے ضائع ہوئے تھے۔ اس کے بدلے لونڈی غلام ان کو بخشے پس مالِ کثیر میرے پاس باقی رہا تو جو مال واسباب ان کا غارت ہوا تھا حتیٰ

کہ مشکوں اور برتنوں اور گڈریوں کی رسنوں تک کا معاوضہ ان کو بھر دیا تب بھی باقی رہا تو معلوم و نا معلوم کا موں کا بدلا دیا پھر بھی کسی قدر بچ رہا تو اس لیے ان کو دے دیا کہ یا رسولؐ اللہ وہ لوگ آپ سے راضی ہو جائیں فرمایا یا علیؑ تو نے اس لیے ان کو مال دیا کہ مجھ سے راضی ہو جائیں خدا تجھ سے راضی ہو **یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انهٗ لا نبی بعدی** بروایتے فرمایا یا علیؑ تو نے مجھ کو راضی کیا خدا تجھے راضی کرے اے علیؑ تو میری امت کا ہدایت کرنے والا ہے سعید ہے وہ جو تجھے دوست رکھے اور تیری پیروی کرے وشقی و بدبخت ہے وہ جو کہ تجھ سے رد گرداں ہوتا ہے **شیخ** مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں ارشاد کرتے ہیں کہ جو طریقہ کفر و عدوان کا براہ حمیت جاہلیت خالد نے اختیار کیا تھا اس سے قریب تھا کہ اسلام نظروں میں معیوب ہو جائے اور بجائے رغبت کے لوگ اس طرف سے نفرت کرنے لگیں پس نزدیک تھا کہ نظامِ دین اور اشاعتِ شرع میں خلل واقع ہو کر معاملہ درہم برہم ہو جائے اگر امیر المومنینؑ تشریف فرما ہو کر جلد زخمی دلوں کی چارہ جوئی نہ کریں اور اس قومِ ستم دیدہ کو دوبارہ رسولؐ اللہ سے راضی نہ فرمائیں آپ نے کمال سیر چشمی سے ان شکستہ دلوں کی تسلی کی اور موادِ فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ظاہر ہے کہ اس مجمع میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کام کو حسبِ دل خواہ جنابِ رسالتؐ پناہ انجام دیتا اسی لیے حضرت کو کسی دوسرے پر اعتبار و اعتماد نہ ہوا، پس یہ ایک فضیلت ہے کہ اوروں کے تمام حق و باطل فضائل سے اعلیٰ و افضل ہے اور کوئی دوسرا اس میں آنحضرتؐ کا شریک و سہیم نہیں۔ **غزوۂ حُنین**: غزوۂ حنین حضرت رسولِ خدا ﷺ کا آخری غزوہ ہے اس کے بعد کفار کو سر اٹھانے کی مجال نہ رہی اور تقریباً تمام ملکِ عرب پر مسلمانوں کا قبضہ و تصرف ہو گیا۔ اس غزوہ میں بھی شکست کے بعد اسلام کی فتح ہوئی۔ یہاں بھی، بجز چند اشخاص کے حضرتؐ کی خدمت میں کوئی نہ ٹھہرا بڑے بڑے جان نثاری کے دعویدار آپ کو نرغۂ کفار میں چھوڑ کر فرار ہو گئے جیسا کہ آگے واضح ہو گا۔ اس لڑائی کا سبب یہ ہوا کہ جب فتح مکہ کی خبر اطراف و جوانب میں منتشر ہوئی تو قبیلہ ہوازن و ثقیف نے کہ بڑے قبائل سے تھے باہم مشورہ کیا کہ محمدؐ کا اقتدار دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ اس روز افزوں ترقی سے اندیشہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ اس طرف کا بھی عزم کریں، پس ہم کو چاہیے کہ سبقت کریں اور کل کے کام کے لیے آج تیار ہو جائیں ورنہ ملک و ملت دونوں ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ آس پاس کے قبیلے مثل خثعم و نصر و سعدہ بنی ہلال وغیرہ کے بھی ان کی امداد کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ الّا قبیلہ کعب و کلاب کہ یہ دو جدا رہے غرض کہ تیس ہزار مرد جرار جمع ہو گئے اور ان سب نے مالک بن عوف نصری کو اپنا سردار، اور ابو جردل کو علم دار بنایا مالک بن عوف ہر چند پہلوان زور مند لیکن نا آزمودہ کار تھا اس نے لشکر کو حکم دیا اپنے عیال و اطفال و مویشی و اموال سب ساتھ لے چلیں تا کہ مال و ناموس کے لیے سپاہی جی توڑ کر لڑیں اور کوئی میدان جنگ سے بھاگنے نہ پائے ایک شخص

ہی ولایت و امامتِ امیر المومنینؑ کا اذعان دینِ اسلام کی جان' مگر افسوس کہ بہت بڑا گروہ اس امت کا اس اصلِ اصیل کا منکر ہی رہا۔ سچ یہ ہے کہ شیطان لعین کا وار چل گیا اور اس نے خلقت کو گمراہ کر ڈالا' اور اس طرح مسلمانوں کی مجموعی طاقت و شکوہ و شوکت کا خون ہوگیا' اگر سنی و شیعہ کا یہ خلافت کا اختلاف نہ ہوتا' تو آج دنیا بھر کے مسلمان باہم شیر و شکر ہوتے' ہندوستان میں بھی جہاں سرکارِ انگریزی کے سائے میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں ان سب اختلافات کا اصل اصول یہی خلافت کا تنازعہ ہے' دوسری بات نہیں۔ حضرت رسولِ خدا کو ابتدا سے اس میں اہتمامِ تام تھا کہ جیسا یہ امر ضروری و شاندار ہے ویسا ہی اس کی اشاعت بھی بوجہ اکمل بہ تکرار ہونی چاہیے چنانچہ سب سے پہلے حضرت نے خلافتِ مرتضویہ کا بنیادی پتھر اس وقت رکھا جب کہ آیہ شریفہ **وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ** نازل ہوئی ہے پہلے طعامِ قلیل سے جماعتِ کثیر کو سیر کر کے معجزۂ باہرہ دکھلایا پھر خلافت و امامتِ حضرت امیرؑ کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ کفار براہِ طنز حضرت ابو طالبؑ کو کہتے تھے۔ **ليهنك اليوم ان دخلت في دين بن اخيك فقد جعل ابنك اميراً عليك** تم کو آج کا دن مبارک ہو کہ اپنے بھتیجے کے دین میں داخل ہوئے اور اس نے تمہارے بیٹے کو تم پر امیرؑ مقرر کیا۔ بعد ازاں تھوڑے عرصہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی' تو آنحضرت کو اپنا وصی و خلیفہ کر کے' اپنی جگہ بلکہ اپنے بستر پر اپنی چادر کے نیچے عین تلواروں کے سائے میں چھوڑ گئے' تا کہ آپ کی کامل شجاعت اور خالص محبت اور سچی اطاعت ہر ایک کو معلوم ہو۔ اور حجتِ خدا تمام ہو جائے اور لوگوں کی امانتیں ان کو پہنچ جائیں۔ پھر نزولِ آیہ وافی ہدایہ **اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ** الخ سے جس خوبی و صفائی کے ساتھ خدا اور رسولؐ کی طرف سے اس امر کا اظہار ہوا محتاجِ بیان نہیں۔ پھر غزوۂ تبوک پر رسولؐ اللہ نے دور کے سفر کا ارادہ کیا تو علیؑ کو مدینہ میں اپنا وصی و جانشین کر کے کہا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ ہارون موسیٰؑ سے تھا فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا' پھر ابلاغ سورۂ برات میں تنہا خلافتِ حضرت مرتضوی ہی کا اظہار نہیں ہوا بلکہ اوروں سے اس کی نفی کا بڑے زور شور سے اشتہار دیا گیا۔ مگر واہ رے امت کے اس نے بھی اپنی مرضی کر کے چھوڑی گو خدا اور رسولؐ نے چند آیتیں دے کر ان سے واپس لے لیں' اور پکار کر کہہ دیا کہ یہ ان کے پہنچانے کے لائق ہی نہیں' مگر وہ کب مانتے تھے۔ شاباش۔ مذکورۂ بالا قصص، کہ ہم ان کو پیشتر اس کتاب میں کسی قدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں، اعلان خلافت کے مشہور اور معرکہ کے مقامات ہیں ورنہ کتبِ اہلِ سنت میں تلاش کیا جائے تو صد ہا ہزار ہا مواقع پر اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ ہم نے بھی موقعہ بموقعہ ایسی روایات نقل کی ہیں' ابھی حضرت امیرؑ کے یمن کو تشریف لے جانے کے بیان میں خالد ولید کی شرارت اور اپنی امنگ سے بریدہ اسلمی نے آنحضرتؐ کی شکایت کر کے پیش گاہِ پیغمبر سے جو انعام پایا ناظرین کو بھولا نہ ہوگا اس موقعہ پر بھی حضرت نے ڈنکے کی

چوٹ کہہ دیا کہ میں اور علیؑ دو قالب اور ایک جان ہیں، وہی میرے بعد امت کے ولی وصاحبِ اختیار ہوں گے۔ کوئی ان کی نافرمانی نہ کرے **یَا بُرَیْدَةَ لَا تَعْصَیَنَّ عَلِیًّا فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ الْاَمْرِ بَعْدِیْ** متواترات سے ہے اب ہم اس قصہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں جس کے سامنے مذکورہ بالا تنبیہیں اور تاکیدیں پاسنگ کے برابر بھی نہیں کیوں کہ یہ استخلاف سو دوسو ہزار دو ہزار غایت درجہ پانچ سات ہزار آدمیوں کے سامنے واقع ہوتے تھے خطبۂ غدیرِ خم جس کا حال ہم اس جگہ بیان کرنے والے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے سامنے پڑھا گیا۔ اور تمام سے آپ کی امامت ووصایت کا اقرار لیا گیا۔ **پس واضح** رہے کہ سفرِ مکہ وجمعیتِ مسلمانان سے اس موقع پر خدا اور رسول کو دو امر ملحوظ ومقصود تھے ایک مناسکِ حج واحکامِ حلال وحرام کا لوگوں کو تعلیم کرنا دوسرا امامت وخلافتِ امیر المومنینؑ کا عام طور سے اعلان فرمانا۔ پہلا امر بطریقِ اجمال پیشتر گزارش ہوا دوسرے کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب سے بار بار تاکید ہوتی تھی مگر رسولِ خدا بخوف اصحاب منافقین دشمنانِ اہلِ بیتِ طاہرین اس کے اظہار میں تامل فرماتے تھے تاانیکہ حضرت عرفات میں تشریف رکھتے تھے کہ اس بارے میں مفصل وحی جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے اور بعد تحفۂ سلام یہ پیغام پہنچایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اے محمدؐ اجل تمہارے نزدیک پہنچی، اور عمر آخر ہوئی، پس وصی وجانشین کرو اپنا علیؑ بن ابی طالبؑ کو، اور علومِ گذشتہ وآئندہ کہ تمہارے پاس ودیعت ہیں۔ اور سلاحِ انبیا وتابوتِ سکینہ وغیرہ علامات ومعجزاتِ پیغمبران کہ تم رکھتے ہو سب آنحضرت کو تسلیم کرو اور علم ونشان قرار دو ان کے تئیں درمیان امت کے، کہ لوگ ان سے ہدایت پائیں، اور تازہ کرو اپنے عہد وپیمان کو کہ ان کے مقدمے میں تم نے خلقت کے ساتھ کیے ہیں۔ اور یاد دلاؤ ان کی ولایت وامامت کو کہ ہم پیشتر تمہارے پاس بھیج چکے ہیں بہ تحقیق کہ میں نے کسی پیغمبر کی روح کو قبض نہیں کیا، الا یہ اس کے دین کو کامل اور نعمت کو تمام گردانا، اپنے دوستوں کی ولایت اور دشمنوں کی دشمنی کے ساتھ، اس لئے کہ میں زمین کو کبھی امام وپیشوائے خلائق سے خالی نہیں چھوڑتا، تاکہ حجت میری خلق پر تمام ہو۔ پس کامل کیا میں نے اس دین کو، اور تمام کیا اپنی نعمت کو، ساتھ ولایتِ ولی اپنے علیؑ بن ابی طالبؑ کے، کہ وہ مولا ہر مومن ومومنہ کا ہے، اور وصی وجانشین ہے میرے پیغمبر کا، اور خلیفہ اس کا ہے، اس کی امت پر، بعد اس کے، اور حجت کاملۂ خدا ہے اس کی اطاعت، بعینہ مثل محمدؐ کی اطاعت کے ہے اور محمدؐ کی اطاعت مثل طاعت خدا سب پر فرض ہے پس جس نے اس کو پہچانا مومن ہوا، اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔ حضرت رسولِ خدا کو اندیشہ تھا کہ مبادا اہلِ شقاق ونفاق پراگندہ ہو جائیں اور کفر جاہلیت کی طرف رجوع کریں۔ کیوں کہ امیر المومنینؑ کے ساتھ ان کی عداوت آپ کو بخوبی معلوم تھی اور جو کینے آنحضرت کی طرف سے سینوں میں بھرے ہوئے تھے اس جناب پر روشن تھے، مجبوراً تبلیغِ رسالت میں تاخیر فرماتے تھے تاانیکہ مسجدِ حنیف میں

پھر وحی ہوئی کہ ولایت و امامت آنحضرتؐ کو ان لوگوں تک پہنچایا اور سب کے مواجہہ میں آپ کو قائم مقام بنانا چاہا مگر وعدہ حفاظت از شر اہل عداوت اس کے ساتھ نہ تھا اس لئے آپ متامل تھے' حقیقت یہ ہے کہ ان احکام میں تعیین وقت نہ تھا اگر وقت تبلیغ معین ہو جاتا تو اس سے تجاوز ممکن نہ تھا۔ پس حضرت موقعہ مناسب' کہ شرارت اعدا سے حفاظت رہے ڈھونڈتے تھے حتیٰ کہ مناسک حج سے فراغت پا کر متوجہ مدینہ منورہ ہوئے تو موضع کراع الغمیم پر پھر اس کی تاکید ہوئی آپ نے فرمایا اے برادر جبرئیل یہ لوگ قریب العہد بکفر اور علیؑ کے ہاتھ سے صدمہ اٹھائے ہوئے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ میری تکذیب کریں اور میرا کہنا ان کے مقدمے میں قبول نہ کریں پس اٹھارہویں ذی الحجہ کو جب کہ مرکب ہمایوں نواحی غدیر خم سے گزر رہا تھا عین تمازت آفتاب کے وقت' یکا یک خطاب با عتاب مع وعدہ عصمت و حفاظت جانب رب العزت سے صادر ہوا یعنی اس آیہ شریفہ نے شرف نزول پایا **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ** اے رسولؐ ہمارے' پہنچاؤ ان لوگوں کو' جو کچھ کہ نازل ہوا ہے تم پر' تمہارے پروردگار کی جانب سے' درباره ولایت و امامت علیؑ بن ابی طالبؑ کے' **فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ** اور جو نہ پہنچایا تم نے اس کو' تو چوں کہ یہ امر جزو اعظم دین و ضروری اسلام ہے تم نے رسالت اپنے پروردگار کی ادا ہی نہیں کی **وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** اور دلجمعی رکھو شر اشرار سے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے گا تفسیر نیشاپوری تفسیر ثعلبی و تفسیر درمنثور سیوطی و تفسیر اسباب نزول وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت سے ظاہر ہے' کہ یہ آیہ بروز غدیر جناب امیرؑ کے باب میں نازل ہوئی اور مناقب ابن مردویہ وغیرہ میں عبداللہ مسعود سے روایت ہے کہ عہد کرامت میں حضرت رسالت اس کو اس طرح پر پڑھتے تھے **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ** یعنی نام آنحضرت کا اور ولایت آپ کی جمیع مومنین پر جس کا ابلاغ منظور تھا بتصریح آیہ شریفہ میں موجود تھی بعد زمانہ رسولؐ خدا درد دین کے دل سوزوں نے لفظ **إِنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ** کو اس میں سے نکال ڈالا۔ الغرض سواری رسالت پناہ کی عین غدیر خم کے محاذ میں تھی اور اگلا حصہ لشکر کا مقام جحفہ تک کوئی تین میل آگے بڑھ گیا تھا' دن کے گیارہ بجے کے وقت یہ تہدیدی خطاب پہنچا' دوپہر کا وقت گرمی کا موسم عرب کا ملک میدان کی دھوپ مگر حکم حاکم حضرت نے فوراً شتر کی باگ روک لی اور منادیوں کو حکم دیا کہ جو لوگ آگے نکل گئے ہیں ان کو واپس بلائیں اور پیچھے آنے والوں کو روکیں کہ آگے جانے نہ پائیں پس باشارہ جبرئیل راستے سے قدرے دہنے ہاتھ کو میل کر کے مقام خم غدیر میں جہاں پر کہ اب مسجد نبی ہوئی ہے تشریف لائے اور سواری سے اترے اصحاب بھی آپ کے ساتھ اترے اس جگہ کوئی سامان مسافروں کے آسائش و آرام کا نہ تھا اس لئے یہاں منزل کرنا اصلاً معمول نہ

تھا پس اس صحرائے خالی میں ایسی تیز دھوپ کے وقت راہ گیروں کے ٹھہرانے سے مصلحت یہ تھی کہ اس امرِ جلیل القدر کی عظمت سب کو معلوم ہو' اور اس کے ضروری ہونے کو جان جائیں' اور نیز یہاں سے راستے قبائل کے جدا ہوتے تھے آگے بڑھنے میں اندیشہ تھا کہ جمعیت متفرق ہو جائے گی لہٰذا پس ماندے روک لئے گئے اور آگے والے حکماً لوٹائے گئے۔ اور آپ نے حکم دیا کہ درختوں کے نیچے کی جگہ خس و خار سے صاف کریں اور پالانِ شتران سے ایک جائے بلند مثل منبر کے آراستہ ہو **روضۃ الصفا** میں اعلام الوریٰ اور ربیع الابرار سے نقل کیا ہے پس ''حضرت فرمود تا زیر درختان آنموضع را صفا دادند و پالا نہائے شتراں را جمع کردہ بزیر یکید گر نہادند باشارت آنحضرت انگاہ بلال موذن ندا کرد **وَالصَّلوٰۃ جامعۃٌ** بروایتے ندا کرد **وحیَّ علیٰ خیرِ العَمَل** خلق مجتمع گشتہ رسولؐ اللہ بر بالائے آں پالانہا بر آمد و علیؑ نیز بامر آں سرور بآں موضع بر آمدہ در پہلوئے راست او بایستاد''۔ اس وقت بھی عجیب عالم و طرفہ سماں تھا لاکھ سوا لاکھ آدمیوں کا ایک جگہ جمگھٹ آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ اپنی پوری تمازت اور تیزی سے سر پر کھڑا آنکھیں دکھا رہا ہے نیچے عرب کی پتھریلی جھلجھلاتی زمین پاؤں میں آبلے ڈالے دیتی ہے ہر طرف جہاں تک دیکھئے ایک دشتِ پر خار، سایہ کا نام نہیں کیا ہوا جو دو چار پیڑ گرمی کے مارے لوؤں سے کملائے ایک طرف کو دکھائی دیتے ہیں' ان سے کیا ہو سکتا ہے مثل مشہور ہے ایک انار سو بیمار، وہ کس کس پر سایہ کرتے پھریں۔ مجبوراً بہتوں نے چادریں سروں پر تان لیں کہ بھیجا نہ پک جائے بعضوں نے کپڑے تہ کر کے پاؤں کے نیچے دے لئے کہ جتنا جلتی ریت سے بچیں اتنا ہی غنیمت ہے ایک اونچی جگہ پر رسولؐ خدا ان کے دہنے ہاتھ کو علیؑ مرتضیٰ اس طرح پاس پاس کھڑے ہیں گویا چاند سورج نے ایک برج سے سر نکالا ہے، مومنین کی آنکھیں حضرت خاتم المرسلینؐ کی طرف لگی ہیں کہ کیا زبانِ مبارک سے ارشاد ہوتا ہے جو کچھ حضرت فرمائیں گے یہ ضرور اس پر امنا و صدقنا کا شور مچائیں گے ادھر یار لوگ بھی تاڑ گئے ہیں کہ کوئی انوکھی بات نہیں وہی اساطیر الاولین ہے جس کو سنتے سنتے کان بہرے ہو گئے جو ہمیشہ کھڑے بیٹھے۔ صاف صاف اور اشارے کنایہ سے فرمایا کئے ہیں آج اس کی تاکید مزید ہوگی، بھائی کو بلا کر برابر کھڑا کرنا پکار کر یہی کہہ رہا ہے کہ ان کی خلافت کا ذکر ہے۔ خیر سر دست تو اس کا کیا تدارک ہو سکتا ہے اب تو بجز اس کے کچھ چارہ نہیں کہ جیسا کچھ کہیں دم بخود سن لو، بلکہ اظہار رضا مندی میں ایک قدم اوروں سے آگے ہی بڑھا رہے تو بہتر ہے تا کہ کسی کو بدگمانی کی گنجائش نہ ملے۔ جو کچھ پخت و پز، ان سے کرتے بنے کر لینے دو، بروقت ہم بھی دیکھ لیں گے کہ یہ بیل کیسی منڈھے چڑھتی ہے۔ ادھر سے بھی اس کے جواب میں وہ تدبیر ہو کہ انشاء اللہ تسمہ لگا نہ رہے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو جلسہ کے ختم ہوتے ہی سب سے پہلے **بخٍ بخٍ لکَ یا ابنَ ابی طالبَ** الخ

پکارے تھے اور پھر جلدی ہی صحیفہ مشومہ کی تیاری میں سرگرم ہو گئے۔ چنانچہ ابھی اس کا بیان آتا ہے۔ القصہ یہاں تو پیٹ میں یہ کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ اور وہاں حضرت افصح عرب وعجم نے زبانِ گوہر بار کو کھولا اور ایک خطبہ مشتمل بر حمد وثنائے جنابِ احدیت وپند ونصیحتِ امت اس طلاقت وذلاقت سے ادا کیا کہ بڑے بڑے فصحا و بلغا محوِ سماعت تھے۔ یہ خطبہ تمام کتبِ مبسوط میں منقول ہے۔ یہاں بنظرِ اختصار بہت سا اس سے چھوڑ دیا گیا۔ پس حضرتؐ نے اپنی رحلت کی خبر دی فرمایا۔ اِنِّی قَدْ دُعِیْتُ وَیُوْشِکُ اَنْ اُجِیْبَ وَقَدْ حَانَ مِنِّیْ حُقُوْقٌ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِکُمْ اَیُّہا الناس مجھ کو مرگ کی طرف بلایا ہے عنقریب اجابت کرنے والا ہوں بہ تحقیق کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان سے غائب وپوشیدہ ہو جاؤں اِنِّیْ مُخَلِّفٌ فِیْکُمْ مَا اَنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا مِنْ بَعْدِیْ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ میں تمہارے درمیان دو شے چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان سے تمسک کرو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے وہ شے کتاب خدا اور میری عترت ہے۔ اِنَّ اللَّطِیْفَ الْخَبِیْرَ اَخْبَرَنِیْ بِاَنَّهُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ بہ تحقیق کہ خدائے لطیف وخبیر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں پس فرمایا اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ پروردگارا آیا میں نے تیری رسالت پہنچائی پھر اور مناقب ومفاخر امیر المومنینؑ بیان کئے اور ہر فصل کے بعد کہتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ تا اینکہ آخر میں بآواز بلند فرمایا اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ آیا تمہارے لئے تم سے میں اولیٰ بتصرف نہیں ہوں۔ بروایتے کہا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے نفسوں سے تمہارے لئے اولیٰ بتصرف ہوں بروایت مشکوٰۃ دو مرتبہ اس عبارت کو کہا اور صواعق محرقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ فرمایا۔ سب نے کہا بے شک آپ ایسے ہی ہیں یعنی ہم سے زیادہ ہم پر اختیار رکھنے والے ہیں۔ جب سب سے یہ اقرار لے لیا اس وقت امیر المومنینؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بلند کیا بحدیکہ سفیدیٔ بغل دونوں کی دکھائی دی۔ بروایت روضۃ الصفا ''دست علیؑ را گرفتہ از بالا نہائے شتر برداشت چناں کہ قدمِ امیرؑ برزانوئے پیغمبر رسید''۔ یہ بڑی طاقت کا کام تھا سو آپ کی طاقت میں شک ہی کسے ہے' پس فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهٗ جس کا میں مولا وآقا ہوں یہ علیؑ اس کا مولا وآقا ہے بارالٰہی دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے' اور دشمن رکھ اس کو جو اسے دشمن رکھے' اور نصرت ویاری کر اس کی جو علیؑ کی نصرت ویاری

کرے اور ترکِ نصرت کر اور مخذول فرما اس کے تئیں جو علیؑ کو مخذول کرے۔ **خطبۂ روزِ غدیر:** اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ فرمود **اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالْمُومِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ** یعنی آیا "نیستم من اولیٰ بمومنان از نفسہائے ایشاں وروایتے آنکہ فرمود گویا مرا بعالم بقا خوانند ومن اجابت نمودم بدانید کہ من درمیان شما دو امرِ عظیم میگزارم' یکے از دیگرے بزرگتر است' قرآن واہل البیت من پہ سپید واحتیاط کنید بعداز من کہ باآں دوامر چگونہ سلوک خواہید نمود ورعایت حقوق آنہا نچہ کیفیت خواہید کرد وآں دوامر از یکدگر ہرگز جدا نخواہند شدتا برلب حوض کوثر بمن رسند آنگاہ فرمود۔ بدرستیکہ خدائے تعالیٰ مولائے من است' ومن مولائے جمیع مومنانم بعد ازاں دست علیؑ رابگرفت وفرمود"۔ **مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ۔** یعنی دعائے مذکورہ بالا کے سوا اس قدر اور دعا کی' کہ خداوندا گردش دے حق کو جس طرف کہ علیؑ گردش کرے۔ الغرض بعد اتمامِ خطبہ آپ نے پھر فرمایا **اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلَيْهِمْ** خداوندا تو ان پر شاہد رہیو پس منبر سے اترے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس وقت زوال آفتاب ہوگیا تھا موذن نے اذان ظہر کی کہی اور آپ نے نمازِ ظہر بجماعت ادا کی۔ **واضح رہے** کہ یہ حدیث مشہور ومتواتر ہے فریقین سے کوئی اس کی صحت وتواتر میں کلام نہیں کرسکتا۔ شیخ ابن حجر مکّی صواعقِ محرقہ میں کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے بلا شک وشبہ اور بزرگان محدثین نے مثل ترمذی ونسائی واحمد بن حنبل کے اس کو روایت کیا ہے اور طرق اس کے بہت زیادہ کثرت سے ہیں۔ چنانچہ سولہ صحابیوں نے اس کو پیغمبرِ خداؐ سے روایت کیا ہے حالاں کہ اس سے پیشتر یہی ابنِ حجر روایتِ پشیمازی ابوبکر کو آٹھ صحابیوں کی روایت کے دعوہ سے متواتر کہہ چکا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ بروایت احمد بن حنبل تیس صحابی نے حدیثِ غدیر کو رسولِ خدا سے سنا اور عہدِ خلافتِ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب میں جب اس پر نزاع ہوئی تو اس کی شہادت دی اور نیز ابن حجر مذکور اکثر اسناد اس کی صحیح وحسن بتاتا ہے اور رد کرتا ہے قول اس کا' جس نے فقرہ **اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ** الخ کو وضعی کہا ہے۔ یہ حال اس کتاب کا ہے جو خالص ابطالِ مذہب شیعہ کے لئے لکھی گئی ہے اور جس کا نام بکمالِ سوز وگداز صواعقِ محرقہ (برقہائے سوزندہ) فی الرد علیٰ اہل البدع والزندقہ رکھا ہے ورنہ راوی اس حدیث شریف کے بقولِ دیگر اہلِ سنت سینکڑوں ہیں ابن مغازلی شافعی کتابِ مناقب میں کہتا ہے کہ اس کو تقریباً سو صحابیوں نے نقل کیا ہے کہ عشرہ مبشرہ ان میں داخل ہیں یہ حدیث ثابت وواقع ہے' مجھ کو معلوم نہیں کہ علیؑ کس لئے اس فضیلت سے مخصوص ہوئے' اور کس لئے کوئی دوسرا ان کا شریک نہ ہوا۔ اور ابوالعباس ہمدانی مشہور بہ ابن عقدہ نے ایک کتاب مسمّٰی بولایت خاص اس باب میں لکھی ہے اور اس میں اس حدیث کو ایک سو پانچ طریق سے

روایت کیا ہے اور شیخ عماد الدین ابن کثیر شامی شافعی اپنی تاریخِ کبیر میں محمد بن جریر طبری کے حال میں لکھتا ہے کہ اس نے ایک کتاب ضخیم دو جلدوں میں لکھی ہے۔ جس میں روایاتِ حدیثِ غدیر خم کو جمع کیا ہے۔ اور ابوالمعالی جوینی معروف بہ امام الحرمین سے نقل کیا ہے کہ وہ تعجب کرتا تھا کہ میں نے بغداد میں ایک کتاب ایک صحاف کے پاس دیکھی کہ اس کی پشت پر یہ عبارت تحریر تھی۔ **المجلد الثامن والعشرون من طُرق حدیث مَن کُنتُ مَولاہُ فھذا علیٌّ مَولاہُ** کہ یہ اٹھائیسویں جلد ہے بیانِ طریقِ حدیثِ غدیر سے۔ **الحاصل** اس حدیث کی صحت و تواتر میں کلام کرنے والا تو بریلی کے پاگل خانے کے لائق ہے، نہ کہ اربابِ الوالالباب کے جواب و خطاب کے قابل، اس لئے جب اکثر اہلِ سنت نے دیکھا کہ اس کی سند میں تو کسی طرح گفتگو کی مجال نہیں اور اس کو اس کے اصلی معنوں پر رہنے دینے میں بھی قباحتِ عظیم کا سامنا ہے کہ سارا کھیل ہی بگڑ جاتا ہے، یعنی خلافت خلفا ثلٰثہ ہی درہم برہم ہوئی جاتی ہے، تو وہ اس کی تاویل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے لفظ مولیٰ بمعنی اولے بتصرف، یعنی ولی وامام لغت میں نہیں آیا، مراد یہاں دوست یا ناصر ہے۔ یعنی حضرت نے فرمایا ہے کہ جس کا میں دوست ہوں علیؑ اس کا دوست ہے۔ ہم ابوعبیدہ وغیرہ مستند لوگوں کے کلام سے کہ اہلِ لغت کے دارومدار ہیں اور انہوں نے مولیٰ کو اولیٰ بتصرف سے، تفسیر و تعبیر کیا ہے اس مقام پر قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ مراد اولیٰ بتصرف سے مالکِ امور و صاحبِ اختیار یعنی سید و سردار ہے گو لفظ مولیٰ ان معنوں میں زبانِ عرب میں شائع ہے ہر قبیلہ میں اپنے بزرگوں اور سرگروہوں کو بلفظ مولائی یعنی سید مطاع و اولیٰ بتصرف خطاب کرتے ہیں بلکہ ان معنوں میں کثرتِ استعمال کی وجہ سے مولیٰ لفظِ عبد کا مقابل قرار پا گیا ہے چنانچہ کہتے ہیں **اھانۃ العبد اھانۃ المولی** کہ غلام کی تحقیر بعینہٖ اس کے آقا کی تحقیر ہے۔ ابن اثیر نہایہ میں کہتا ہے **وقد تکرر المولی فی الحدیث وھو اسم یقع علی جماعۃ کثیرۃ فھو الرب والمالکُ وَالسَّیّد** الخ کہ لفظ مولیٰ کا ذکر احادیث میں بکثرت آیا ہے وہ ایک اسم ہے کہ جماعتِ کثیر پر مثل رب و مالک و سید وغیرہ کے بولا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ مالک و سردار متولیٔ امور سب معنوں میں بولا جاتا ہے۔ خود ابنِ حجر نے صواعقِ محرقہ میں اقرار کیا ہے کہ مولیٰ چند معنوں میں مشترک ہے اور منجملہ ان کے متصرف فی الامر کو شمار کیا ہے پس یہی متصرف فی الامر ہونا یہاں کافی ہے اس لئے کہ جب رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جس کا میں متصرف فی الامر ہوں، علیؑ اس کا متصرف فی الامر ہے تو پھر امامت و خلافت میں کیا باقی رہ گیا، جس طرح کا تصرف مسلمانوں کے کاروبار میں رسولؐ مختار کو حاصل تھا وہ تمام حیدرؑ کرار کے لئے ثابت ہو گیا۔ علاوہ برایں سیاقِ کلامِ بلاغت نظام حضرت خیر الانام خود کہہ رہا ہے کہ یہاں بجز امامت دوسرے معنی مراد نہیں ہو سکتے کیوں کہ **من کنت مولاہ** کوئی جملہ

جداگانہ نہیں وہ فقرہ **الست اولیٰ بکم من انفسکم** کے بعد اور اس پر متفرع ہے یعنی پہلے آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ بتصرف ہوں یا نہ، جب سب نے اس کا اقرار کیا، تو آپ نے فوراً فرمایا **من کنت مولاہ فھذا علیٌّ مولاہ** اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولیٰ سے بھی آپ نے وہی **اولی بکم من انفسکم** معنی مراد لئے ہیں ورنہ سیاقِ کلام بگڑ جائے گا، دیگر یہ کہ الفاظِ مشترکہ سے ہمیشہ کوئی خاص معنی بلحاظِ قرینہ وموقعہ کے سمجھے جایا کرتے ہیں، تو اب دیکھنا چاہیے کہ یہاں لفظِ مولیٰ سے کن معنوں کے سمجھنے کا موقعہ ہے، ولی امور و اولیٰ بتصرف کا۔ یا جیسا دوسرے حضرات کہتے ہیں، دوست اور ناصر کا۔ سو تمام قرائنِ حالیہ ومقالیہ بآواز بلند پکار رہے ہیں، کہ اس جگہ سوائے اولیٰ بتصرف یعنے امام وخلیفہ کے کوئی اور معنی ٹھیک ہی نہیں بیٹھتے۔ اول تو حق تعالیٰ کی طرف سے اس غضب کی تاکید، کہ اے نبی ہمارے پہنچا تو اس رسالت، کو نہیں پہنچائے گا۔ تو تو نے کوئی رسالت ہماری پہنچائی ہی نہیں۔ کیوں کہ اکثر محدثین ومفسرین اہل سنت ثعلبی وسیوطی ونیشاپوری وغیرہ نے جیسا کہ پیشتر گزرا اس کا اقرار کیا ہے کہ آیہ **یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ** الخ بروز غدیر امر ولایت امیر المومنینؑ میں نازل ہوئی۔ پھر رسولؐ اللہ کا ایسے ناوقت جلتی دھوپ میں ہزاران ہزار خلق اللہ کو ایک چٹیل میدان میں اتارنا اور آگے گئے ہوؤں کو تین تین کوس سے گھیر کر پیچھے ہٹانا، پھر منبر پر جا کر اپنی رحلت کی خبر دینا، اور اس کے ساتھ ہی فضائل ومناقبِ حضرت امیرؑ کو بیان کرنا کیا یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ جتلایا جائے کہ علیؑ محب یا ناصر مسلمانان ہیں کیا وہ حضرت پہلے ان کے دشمن تھے جو اب دوست ہوئے کیا آیہ **اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ** سے یہ عقدہ حل نہیں ہوا تھا، اور کیا آپ کا ناصرِ اسلام ومسلمین ہونا کسی فردِ بشر پر مخفی تھا کیا نصرتِ اسلام میں جو عظیم مہمات آپ کے مبارک ہاتھوں سے سر ہوئی تھیں، جمادات تک اس کے شاہد نہ تھے۔ پھر ایسے صریح وصاف امر کے اظہار کے لئے کیوں خدا کو ایسا اصرار تھا اور کاھے کو پیغمبرؐ نے اتنی سی بات کے واسطے خلقت کو تہ و بالا کر دیا کس لئے پہاڑ کھود کر ایک گھاس کا تنکا نکالا گیا۔ تعصب بھی کیا بری بلا ہے۔ کیسے بڑے معرکہ کے معاملے کو مٹایا جاتا ہے، اور کس طرح چاند پر خاک ڈالی جاتی ہے طرّہ یہ کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر مولیٰ کے معنی اولیٰ بتصرف بھی ہوں تب بھی اتنا ہی ثابت ہوگا کہ وہ حضرت فی وقت من الاوقات خلیفہ تھے، خلافتِ بلافصل تو اس وقت بھی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے گی۔ سو اس کو تو سب ہی مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ چوتھے درجہ پر خلیفہ تھے۔ اس حقیر نے پہلے پہل یہ تاویلِ علیل تحفہ عزیزیہ میں دیکھی تھی، اور جانا تھا کہ شاہ صاحب کی جیسی عادت ہے کہ الزام دہی خصم کے شوق میں ہر رطب ویابس لکھ دیا کرتے ہیں ایسے ہی یہ لچر بات بھی ان کے قلم سے نکل گئی ہے مگر جب کتابیں دیکھتے دیکھتے معلوم ہوا کہ اصل اس کی ملا سعد الدین تفتازانی سے ہے انہوں نے شرحِ مقاصد

میں اس توجیہ کو لکھا ہے نہ صرف لکھا ہے بلکہ اس پر فخر وناز کیا ہے کہ یہ ہمارا ہی حصہ ہے کسی کو پہلے سے نہ سوجھی تھی۔ اس وقت بلا مبالغہ عرض ہے کہ مجھ کو سخت تعجب ہوا کہ' ہیں اتنا بڑا عالم اور ایسی موٹی سمجھ' کسی کے قیاس میں آ سکتا ہے کہ ایسے بڑے اہتمام سے تو خدا اور رسولؐ خلیفہ و امام مقرر کریں مگر چوتھے درجہ کا کریں اور پہلے تین درجوں کا ذکر کبھی بھول کر بھی زبان پر نہ لائیں اتنی بات اس فاضل کے ذہن میں نہ آئی کہ اگر کوئی مرشد مطاع اپنے کسی خاص الخاص مرید کو یا مثلاً کوئی بادشاہ عالیجاہ اپنے قریبی رشتہ دار کو اپنا قائم مقام و جانشین کرے اور اپنے مریدوں اور رعایا کو کہے کہ یہ میرا خلیفہ اور تم سب کا سید و سردار ہے تو کیا اس کاروائی سے ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ شخص اس مرشد یا بادشاہ کے مرنے کے بعد چوتھے درجہ پر اس کا خلیفہ ہوگا اور پہلے تین درجوں میں اس کے دیگر مریدوں و ملازموں کو کہ وہ بھی اس کے ماتحت ہو چکے تھے اس کا خلیفہ بننا چاہئے۔ اب ہم باقی واقعات متعلقہ اس قصہ کے لکھتے ہیں کہ ان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ مراد اس تبلیغ سے تبلیغ امامت و خلافتِ امیر المومنینؑ ہے اور معنی مولیٰ کے صرف اولیٰ بہ تصرف ہیں اور کچھ نہیں اور زیادہ تر انہیں کی کتابوں سے لکھتے ہیں۔ روضۃ الصفا میں روایت سابقہ منقولہ از اعلام الوریٰ در بیع الابرار کے ضمن میں ہے۔ ''پس فرود آمد و در خیمہ خاص بہ نشست و فرمود کہ امیر المومنین علیؑ در خیمہ دیگر بہ نشنید بعد از اں طبقات خلائق را امر کرد کہ بخیمہ علیؑ رفتند و زبان بہ تہنیت آنحضرت کشادند و چوں مردم ازیں امر فارغ شدند امہات بفرمودۂ خواجہ کائنات نزد علیؑ رفتہ و اورا تہنیت گفتند از جملہ اصحاب عمرؓ بن الخطاب گفت خوشا حال تو اے علیؑ کہ صباح کردی مولائے جمیع مومنین و مومنات'' انتہی۔ **حضرت خلیفہ ثانی کا (وبروایت صواعق محرقہ عمرؓ و ابوبکرؓ دونوں کا) اس منصب عظیم پر آنحضرت کو مبارک باد دینا** قریب قریب تمام کتبِ اہلِ سنت میں جن میں حدیثِ غدیر کو نقل کیا ہے لکھا ہوا ہے اور یہ عبارت ان سے روایت ہوئی ہے **بخٍ بخٍ لکَ ھنیئا لک یا ابن طالب اصبحت مولای و مولا کُلِّ مُؤمِنٍ وَمُؤمِنَۃِ** کہ خوشا حال تمہارا یا مبارک و گوارا ہو تم کو اے پسر ابوطالب کے کہ تم میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا و سردار ہو گئے ہو۔ روضۃ الاحباب میں ہے ''ومردیست کہ قدوۂ اصحاب عمرؓ بن الخطاب گفت کہ اے علیؑ بامداد کردی مولائے من و مولائے ہر مومن و مومنہ''۔ تمام ہوئی عبارت روضۃ الاحباب کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مبارکباد اس امر پر دی گئی ہے جو ان کے گمان میں پہلے نہیں تھا اب حادث ہوا ہے۔ پس وہ امرِ خلافت و امامت ہی ہو سکتا ہے نہ کہ نصرت و محبتِ مومنین و مومنات کہ یہ ہمیشہ آپ کے لئے ثابت ہے۔ کتبِ شیعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت نے غدیر میں تین روز قیام کیا اس عرصہ میں لوگ حسب الامر غول کے غول خیمۂ امیر المومنینؑ میں جاتے اور بلفظ السلام علیک یا امیر المومنینؑ آپ کو سلام کرتے اور مبارکباد دیتے تھے اس منصب جلیل کے پہلے ابوبکرؓ عمرؓ وغیرہ مہاجرین نے

آپ سے بیعت کی، پھر انصار نے، پھر قبائل عرب درجہ بدرجہ اس سے مشرف ہوئے، ہر ایک گروہ کہ بیعت کرتا تھا حضرت رسالت پناہ فرماتے تھے۔ **الحمد لِلّٰہِ الَّذِی فَضَّلَنَا عَلیٰ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ** خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو تمام عالم کے لوگوں پر فضیلت بخشی، مرد فارغ ہوئے تو ازواج رسولؐ اللہ نے مع دیگر عوراتِ مسلمین تہنیت و مبارکباد کہی، مودۃ القربیٰ وغیرہ میں حضرت عمرؓ خطاب سے منقول ہے کہ بروز غدیر ایک جوانِ خوبرو بہ لباس ہائے مشک بو میرے برابر کھڑا تھا جب رسولؐ اللہ نے خطبہ تمام کیا اور لوگ آنحضرت سے اور علیؑ بن ابی طالب سے مصافحہ کرنے لگے تو اس نے کہا، قسم بخدا میں نے کسی کام میں ایسی تاکید وتشدید نہیں دیکھی تھی، جیسی کہ آج رسولؐ اللہ نے اپنے بھائی اور ابنِ عم کے لئے عقدِ خلافت کو مستحکم کیا ہے، کوئی اس عقد کو نہ کھولے گا، اِلّا یہ کہ خدا اور رسولؐ سے کافر ہو جائے گا بہ تحقیق کہ ویل وعذاب ہے اس کے لئے جو اس کے کھولنے کا ارادہ کرے، بروایتے اس جوان نے خلیفہ صاحب کے مونڈھے پکڑ کر ہلائے کہ اے عمرؓ تو اس عقد کو نہ کھولیو ہیبت مانع ہوئی کہ آپ اس سے نام ونشان اس کا دریافت کریں مجبوراً رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے اور قصہ اس جوان رعنا کا نقل کیا آپ نے فرمایا **اے عمرؓ وہ جوان جبرئیل تھا اور تجھ کو تنبیہ کرتا تھا زنہار کہ اس عقد کو نہ کھولیو۔** کیوں کہ ایسا کرے گا تو خدا اور رسولؐ اور تمام مومنین تجھ سے بے زار ہوں گے۔ اور نیز سنی وشیعہ نے روایت کی ہے کہ اس وقت حسان بن ثابت انصاری شاعرِ نبیؐ نے اجازت چاہی کہ اس مبارک موقعہ کی یادگار میں کچھ اشعار کہے رسولؐ اللہ نے کہا **قل یا حسّان علی اِسْمُ اللّٰہ** کہا اے حسان بنامِ خدا، تو اس نے ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر چند اشعار آبدار پڑھے جن سے جناب امیرؑ کا خلیفہ بلافصل ہونا بخوبی ظاہر ہے اول اس کا یہ ہے۔

یُنَادِیْھِم یَوْمَ الْغَدِیْرِ نَبِیُّھُمْ
بخم واسمع بالنبی منادیا

یعنی رسولؐ خدا بروز غدیر خم کے مقام میں ان کو پکارتے تھے اور لوگ بکثرت ان کی آواز کو سن رہے تھے پھر دو شعروں کے بعد کہا۔

فقال لہ قُمْ یَا علیُّ فانَّنِی
رضیتُکَ مِنْ بعدِی اماماً وَّھادیاً

ترجمہ: رسولؐ اللہ نے ان کو کہا اے علیؑ اٹھ بہ تحقیق کہ میں راضی ہوا کہ تو میرے بعد امام وہادیٔ انام ہو۔ یہ اشعار تذکرہ خواص الامتہ سبط ابن جوزی وکفایۃ الطالب یوسف گنجی شافعی ومناقبِ خوارزمی وغیرہ کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت میں نقل

ہوئے ہیں اب فرمایئے' اس سے بڑھ کر اور کون سی ایسی بات ہوگی جو خلافتِ علی علیہ السلام پر دلالت کرے گی' اشعار تمام کرنے کے بعد پیغمبرِ خدا نے حسّان کو دعائے خیر دی کہ **لَا نَزَالُ یا حسّان مؤیدا بروح القدس ما نصرتنا بلسانك** اے حسّان تو روح القدس سے موید رہے' جب تک کہ اپنی زبان سے ہماری نصرت کرے۔ چوں کہ آپ جانتے تھے کہ حسان کا انجام کار اچھا نہیں اور وہ ایک نہ ایک دن حضرت امیر المومنینؑ کی مخالفت کرے گا' بنا برایں اس کی دعا کو مشروط فرمایا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فضیلتِ ازواجِ رسولؐ کو چوں کہ جانتا تھا کہ ان سے بعض کا انجام بخیر نہ ہوگا کہ وہ امامتِ حقہ سے انکار کریں گی مشروط فرمایا چنانچہ ارشاد کیا **یَا نساء النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِنَ النِسَاءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ** اے ازواجِ پیغمبرؐ تم مثل دیگر عورات کے نہیں اگر تقویٰ و پرہیز گاری کرو' اور اہل بیت کی خوبی و آغاز و انجام سے واقف تر تھا تو ان کے فضائل مطلق بلا کسی قسم کی قید کے ارشاد کئے چنانچہ ایک سورۂ ہل اتیٰ ہی کو دیکھ لو کہ کوئی قید اس میں نہیں **وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْ جَنَّةً وَّحَرِیْراً** یعنی بدلا دیا ان کو حق تعالیٰ نے بوجہ ان کے صبر کرنے کے جنت و حریر کو۔ **نیز** ایک بہت بڑی حجت اس کی کہ بروزِ غدیر خلافتِ جنابِ امیرؑ پر نص قطعی ہوئی یہ ہے کہ آیۂ اکمالِ دین و اتمامِ نعمہ اس روز نازل ہوئی۔ اخطب خطبائی خوارزم و ابن مغازلی شافعی و ابن مردویہ و ابونعیم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ابھی لوگ اس مقدس مجلس سے متفرق نہ ہوئے تھے کہ جبرئیل یہ آیہ لائے **نزول آیہ اکملت لکم دینکم بروزِ غدیر اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُم نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیْناً** کہ آج کامل کیا میں نے تمہارے دین کو' اور تمام کی نعمت اپنی' اور راضی ہوا میں تمہارے لئے دین اسلام سے' پس حضرت رسالت پناہ نے فرمایا **اللّٰہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمۃ و رضی الرب برسالتی والولایۃ لعلی بن ابی طالب**۔ یعنی اللہ بزرگ و برتر ہے اس نے ہمارے دین کو کامل کیا اور ہمارے لئے اتمامِ نعمت فرمایا اور راضی ہوا میری رسالت پر' اور ولایتِ علیؑ ابن ابی طالب پر' اس سے معلوم ہوا کہ یہ تبلیغ ایک جلیل القدر امر تھا جس سے دینِ خدا کامل اور نعمت تمام ہوئی' پس وہ خلافت و امامت جیسے بڑے مہم کام کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت نے فقرہ **وَالولایۃ لِعلِی بن ابی طالب** میں اس کی اور بھی توضیح فرمادی' اب اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ لفظ مولیٰ سے مراد محبّ و ناصر ہی ہے تب بھی ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا اس لئے کہ ایسی محبت و نصرت کہ جس کے اعلان میں یہ بلا کا اہتمام خدائے کریم کو ہو، کہ اگر پیغمبر بھی اس کو امت کو نہ پہنچائیں تو پیغمبری سے ہاتھ دھوئیں۔ تمام مسلمانوں زن و مرد سے فرداً فرداً اس کا اقرار لیا جائے۔ شیخین جیسے بزرگوار بڑے تپاک سے اس پر مبارکباد کہیں' حسان سا شاعر اس کے لئے اشعار نظم کرے۔ اس کی تبلیغ پر دینِ خدا کامل اور نعمتِ

خدا تمام ہو ورنہ بغیر اس کے دین کے ادھورا اور نعمت کے ناقص رہ جانے کا اندیشہ ہوا' ایسی نصرت ومحبت ہر گز خلافت و امامت سے کم درجہ کی کوئی شئے نہیں ہوسکتی۔ ثعلبی وغیرہ نے علماء تفسیر آیہ شریفہ **سَئَلَ سَائِلٌ بعذاب** الخ میں روایت کی ہے کہ جب رسولؐ خدا نے بروزِ غدیر لوگوں کو جمع کیا اور علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا **مَن کُنتُ مولاہ فعلی مولاہ** تو یہ خبر بسبب منتشر ہونے آدمیوں کے تمام شہروں میں پھیل گئی اور شائع ہوئی **حکایت حارث بنِ نعمان فہری:** ایک شخص مسمی حارث بن نعمان فہری نے اس کو سنا تو اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور مدینہ آیا شتر کو بیرونِ مسجد باندھ کر خود اندر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس نے آ کر کہا یا محمدؐ تم نے ہم کو امر کیا کہ کلمہ پڑھو اور شہادت دو وحدانیتِ خدا اور میری رسالت کی' ہم نے اس کو قبول کیا۔ پھر حکم دیا کہ نماز پنجگانہ بجالاؤ اس کو بھی سر پر رکھا پھر کہا کہ زکوٰۃ دو وہ بھی مانا۔ روزہ ہائے ماہِ رمضان کو فرمایا اس کو بھی منظور کیا حجِ خانہ کعبہ کے لئے کہا وہ بھی بجالائے مگر تم ان سب باتوں پر راضی نہ ہوئے تا اینکہ اپنے بھائی کے بازوؤں کو پکڑ کر اٹھایا اور ہم سب پر اس کو فضیلت دی اور خلیفہ بنایا اور کہا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولیٰ ہے۔ اب یہ فرمایئے کہ یہ بات آپ نے اپنی طرف سے کہی ہے یا خدا کی طرف سے حضرت نے فرمایا قسم ہے خدائے وحدہٗ لاشریک کی کہ یہ بات میں نے خدا کی جانب سے کہی یہ سن کر حارث اپنی سواری کی طرف چلا۔ اور کہتا تھا **اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مَا قَالَ محمد حقافا مطر علینا حجارۃً مِنَ السَّمَآءِ اَوِئتِنَا بِعَذَابِ اَلِیم** بارخدایا اگر جو کچھ کہ محمدؐ کہتے ہیں راست ہے تو ہم میں تاب اس کی نہیں' آسمان سے ہم پر پتھر برسا، یا کوئی اور عذاب دردناک ہم پر نازل کر راوی کہتا ہے کہ ہنوز اپنی سواری تک نہ پہنچا تھا کہ ایک پتھر خدا کی طرف سے اس کے سر پر گرا اور اس کے نیچے سے نکل گیا اور وہ واصل جہنم ہوا اس وقت حق تعالیٰ نے یہ آیہ شریفہ نازل کی **سَئَالَ سَائِلٌ بعذاب واقع للکافرینَ لیس لہ دافع** کہ سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا جو کافروں کے واسطے ہے اور کوئی اس کو دفع نہیں کرسکتا۔ **عبارت غزالی:** انصاف کیا ہے اس مقام پر محمد غزالی امام اہل سنت نے اپنی کتاب سرّ العالمین وکشف مافی الدارین میں جیسا کہ ابنِ جوزی نے اس سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا **اَسفَرَتِ الحجَّۃَ وَ اَجمَعَتِ الجماھیر علی متن الحدیث فی یوم غدیر خم باتفاق الجمع وھو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لک یا ابالحسن اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ** یعنی صاف اور روشن ہوئی حجت' اور جمع ہوئی جمہور امت' او پر متن حدیثِ غدیر کے' اور اتفاق کیا انہوں نے کہ فرمایا پیغمبرؐ خدا نے **مَنْ کُنتُ**

مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مولاہ پس کہی عمرؓ نے یہ عبارت بخٍ بخٍ الخ اس کے بعد امام غزالی کہتے ہیں فھذا تسلیم و رضاءٌ وتحکیم ثم بعد ذالك غلب اھوی لحب الریاسة وحمل عمود الخلافةِ وعقود البزد و خفقان الھواء فی قعقة الرایات و اشتباك از دھام الخیول وفتح الامصار وسقا ھم کاس الھوی فحملھم علی الخلافة فعاد والی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظھور ھم واشترو ابه ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون۔ یعنی یہ کہنا عمرؓ کا خلافتِ علیؑ کو مان لینا ہے اور اس پر راضی ہونا اور آنحضرت کو حاکم سمجھنا مگر بعد اس کے ہوائے نفسانی نے، واسطے حاصل کرنے ریاست وحکومتِ فانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست بزرگ کا ہاتھ آنا، اور جھنڈا خلافت کا ملکوں میں گڑ جانا، اور علم کے پھر یرو نکا ہوا میں اڑنا، اور ہوا کا بیرقوں سے لپٹنا اور گھوڑوں کا دوطرفہ جلوس میں چلنا اور گھوڑوں کے پیروں کی کثرت سے مثل جال کے معلوم ہونا، اور ملکوں اور شہروں کو فتح کرنا، ان باتوں نے ان کو جامِ خواہش پلا کر بےخود کر دیا، اور یہی بےخودی خلافت کا باعث ہوئی، اور اپنی حالتِ سابق کی طرف انہوں نے عود کیا اور اس عہد کو اپنی پس پشت ڈالا، اور ایک ادنیٰ شے کو، یعنی حکومتِ دنیا کو خرید کیا، پس کیا بری شے ہے جو انہوں نے خرید کی۔ اب ہم قصہ غدیرِ خم کو ختم کرتے ہیں مگر اس قدر اور کہتے ہیں کہ ہر چند فضائل اس روزِ مبارک یعنی ۱۸۔ ذی الحجہ کی کتب شیعہ میں بکثرت منقول ہیں اِلا کتبِ اہلِ سنت بھی اس سے خالی نہیں۔ مودۃ القربیٰ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جو شخص ۱۸۔ ذی الحجہ کو روزہ رکھے ایسا ہے جیسا کہ اس نے ساٹھ مہینے برابر روزے رکھے ہوں کیوں کہ وہ ایک روز ہے جس میں کہ رسولؐ اللہ نے غدیرِ خم میں علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ پہلے گزرا کہ غزوۂ تبوک سے مراجعت کے وقت کچھ منافقین نے شترِ سواریٔ رسولؐ اللہ کو بھڑکانا چاہا تھا کہ آپ اس کی پشت سے گر کر جاں بحق ہوں، اسی طرح ان لوگوں نے اس وقت بھی حجۃ الوداع سے واپس آنے میں اس کا ارادہ کیا تفصیل اس اجمال کی بروایت حذیفہؓ بن الیمان یہ ہے کہ جب مکہ میں آنحضرت کو وحی ہوئی کہ امیر المومنینؑ کو اپنا وصی و جانشین مقرر کریں اور علومِ گزشتہ وآئندہ، کہ آپ کے پاس ودیعت ہیں ان کو پہنچائیں، تو آپ نے ایک شب و روز حضرتِ امیرؑ کے ساتھ خلوت کر کے تمام علوم وحِکَم آنحضرت کو تفویض کیے، اتفاقاً وہ روز جناب عائشہ کی باری کا تھا وہ اس کی تاک جھانک میں رہیں۔ چوں کہ بیوی گھر کی رہنے والی، شوہر کی خوبو سے واقف تھیں پا گئیں کہ کیا معاملہ ہے، مگر حضرت رسولؐ خدا بہ نظرِ مصلحت مذکورہ بالا، نہیں چاہتے تھے کہ ابھی یہ راز افشا ہو بنابریں آپ نے فرمایا اے عائشہؓ میں چاہتا ہوں کہ ایک عام مجلس کر کے علیؑ کو خدا کے حکم کے بموجب امام و پیشوائے خلق اور اپنا خلیفہ مقرر کروں تمام

عقبہ ہرشی سے گرا کے رسول مقبول کی ہلاکت کی سازش

خلائق پر اس کو ظاہر کر کے سب سے اس کا اقرار لوں گا مگر تجھ کو چاہئے کہ جب تک میں نہ کہوں اس راز کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھے اگر اس کی حفاظت کرے گی تو حق تعالیٰ تجھ سے راضی وخوشنود ہوگا اور دنیا وعقبیٰ میں تیری حفاظت کرے گا ورنہ تمام اعمالِ خیر تمہارے حبط اور ضائع ہو جائیں گے اور خدا اور رسولؐ کی نافرمان ٹھہرو گی لیکن ان بیوی صاحب میں اتنی تاب کہاں تھی' خاص کر ایسے ضروری معاملے میں، کہ چپ رہتیں، اس وقت تو حضرت کے سامنے سب کچھ قول و قرار کر لئے مگر تھوڑی ہی دیر میں اپنے باپ ابوبکرؓ سے اس کو لے بیٹھیں ابوبکرؓ سے عمرؓ کو اور ان سے ابوعبیدہ وجراح و عبدالرحمٰن عوف وغیرہ تمام دوستوں اور ہواخواہوں کے پاس تار برقی کی طرح یہ خبر پھیل گئی اور لگے یہ حضرات مشورے کرنے اور تدبیریں سوچنے آخر قرار پایا کہ قبل اس کے کہ یہ ارادہ وقوع میں آئے حضرت رسالتؐ پناہ کے مار ڈالنے کی تدبیر کرنی چاہئے فکر کرتے کرتے مشاورت غزوۂ تبوک والی صورت پر آ کر ٹھہری اور عقبہ ہرشی کہ جحفہ سے کچھ آگے بڑھ کر ہے اس کام کے لئے تعین ہوا، ادھر مصلحت الٰہی بفحوائے **مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ** ۔ اس کی مقتضی ہوئی کہ جس قدر جلد ہو یہ مرحلہ طے ہونا چاہئے۔ پس مقامِ غدیر میں دربارِ عام ہو کر یہ مہم باحسن الوجوہ انصرام کو پہنچی چنانچہ مفصل حال اس کا پیچھے بیان ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر ان حضرات کے حوصلے ذرا پست نہ ہوئے بلکہ اس سے زیادہ تر ان کے عزم میں پختگی اور سختی ہوگئی پس حضرت نے وہاں سے کوچ کیا۔ اور باقی دن اور رات کو چلتے رہے تا انیکہ عقبہ ہرشی پر پہنچے یہ لوگ پہلے سے آگے جا کر پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوگئے تھے اور ڈھیلے پتھر وغیرہ اونٹ کے بھڑکانے کے سامان وہ اپنے ساتھ لیتے گئے تھے۔ حذیفہ بن یمانؓ راوی حدیث کہتے ہیں کہ رسولِ خداؐ قریب عقبہ کے پہنچے تو مجھ کو اور عمار یاسر کو بلایا اور عمارؓ کو امر کیا آگے سے مہار ناقہ کی پکڑے اور مجھ کو حکم دیا کہ اس کے پیچھے رہوں تا انیکہ عقبہ پر پہنچے منافقوں نے پتھر ناقہ کے پیروں میں لڑکائے ناقہ جھجکا اور قریب تھا کہ بھڑک کر حضرت کو پشت سے گرا دے، آپ نے اس کو آواز دی کہ ساکن ہو کہ تجھ کو کچھ خوف نہیں پس ناقہ بزبان فصیح گویا ہوا، یا رسولؐ اللہ میں ہرگز ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں گا جب تک کہ آپ مجھ پر سوار ہیں منافق لوگ آگے بڑھے تا کہ اس کو ہاتھوں سے نیچے دھکیل دیں اس وقت میں نے اور عمار یاسر نے تلواریں سونت لیں اور ان کی طرف دوڑے رات نہایت تاریک تھی وہ اپنی تدبیر سے مایوس ہو کر پیچھے کو لوٹ گئے۔ اس وقت میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ کون لوگ تھے کہ آپ کی نسبت ایسا ارادہ رکھتے تھے فرمایا اے حذیفہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا وآخرت میں منافق رہیں گے، میں نے کہا کس لئے آپ ان کو مروا نہیں ڈالتے' فرمایا میں حق تعالیٰ کی طرف سے اس پر مامور نہیں' ایسا کروں تو لوگ کہیں کہ محمدؐ جن لوگوں کی امداد سے اپنے دشمنوں پر غالب آئے انہیں کو قتل کرتے ہیں حق تعالیٰ ان کو عذابِ آخرت میں مبتلا کرے گا۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ

لوگ مہاجرین سے ہیں یا انصار سے تو آپ نے سب کے نام مجھ سے ارشاد کئے لیکن ان میں بعض ایسے تھے کہ جن کو میں نہ چاہتا تھا کہ اس مجمع میں شریک ہوں اس لئے ان کے نام سن کر خاموش رہ گیا۔ آپ نے فرمایا اے حذیفہ گویا تجھ کو اس میں شک عارض ہوا۔ شک ہے تو سر بلند کر میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو تمام قطار باندھے درے کے سرے پر کھڑے تھے اتنے میں بجلی چمکی اور میں نے اس کی روشنی میں ہر ایک کو شناخت کیا سب وہی تھے جن کے حضرت نے نام لئے تھے حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ چودہ اشخاص تھے بدیں تفصیل ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ جراح، معاویہ بن ابی سفیان، عمر عاص، یہ نو شخص قریش سے۔ اور ابوموسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ ثقفی، اوس بن حدثان بصری، ابو ہریرہ، ابوطلحہ انصاری پانچ دیگر قبائل سے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم عقبہ سے نیچے اترے تو صبح ہوگئی تھی حضرت رسولِ خدا نے ناقہ سے اتر کر نماز کا تہیہ کیا مسلمان پیچھے سے آ کر شامل جماعت ہوتے تھے اس وقت دیکھا میں نے کہ یہ لوگ بھی آ کر اوروں کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے نماز پڑھ چکے تو رسولؐ اللہ نے دیکھا کہ ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ تینوں باہم سرگوشی کر رہے ہیں آپ نے حکم دیا کہ منادی ندا کر دے کہ کوئی تین آدمی باہم سرگوشی نہ کریں۔ وہاں سے کوچ ہو کر اگلی منزل پر ٹھہرے تو سالم مولائے ابی حذیفہ نے دیکھا کہ وہی تین اشخاص پھر ایک جگہ بیٹھے چپکے چپکے کچھ راز کی باتیں کر رہے ہیں سالم چلتا چلتا کھڑا ہو گیا اور بولا مجھ کو بھی بتاؤ کہ تم کیا صلاح کر رہے ہو نہیں تو میں جا کر رسولؐ اللہ سے اس کی خبر کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے سالم اگر تو عہد کرے کہ ہمارا راز کسی پر افشا نہ کرے گا بلکہ اس امر میں ہمارا معین و مددگار ہوگا تو ہم تجھ کو بھی شریک کئے لیتے ہیں اس نے عہد کیا تو کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ علیؑ کی خلافت کے مقدمے میں محمدؐ کی اطاعت نہ کریں سالم نے کہا اس امر میں میں تم سے زیادہ آمادہ ہوں قسم بخدا کہ مجھ کو کسی خاندان سے اس قدر عداوت نہیں جتنی کہ بنی ہاشم سے ہے اور بنی ہاشم میں کسی کو اتنا دشمن نہیں رکھتا جتنا علیؑ بن ابی طالبؑ کو میں اس کام میں تمہارا بدل و جان مددگار ہوں۔ پس سب نے عہد و پیمان کئے اور قسمیں کھائیں کہ اس معاہدے کو توڑا چاہیے، یہ پختت و پُز کر کے متفرق ہو گئے حضرت رسولِ خدا کوچ کرنے کو تھے کہ یہ حضرات ان کے سامنے آئے آپ نے فرمایا آج تم سب اکٹھے بیٹھے کیا پوشیدہ باتیں کر رہے تھے حالاں کہ میں نے منع کیا تھا کہ کوئی پوشیدہ باتیں نہ کرے انہوں نے کہا یا رسولؐ اللہ اس وقت کے سوا ہم نے تو آج ایک دوسرے کی شکل بھی نہیں دیکھی حضرت تھوڑی دیر تک بہ نگاہِ تعجب ان کی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا تم سچ کہتے ہو یا خدائے تعالیٰ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ تمہارے ارادوں سے غافل نہیں پس حضرت سوار ہوئے تا اینکہ مدینہ منورہ پہنچے۔ اس وقت یہ لوگ مدینہ میں پھر ابوبکرؓ کے گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے اس معاملے میں ایک صحیفہ تحریر کیا تا کہ زبانی قول و قرار قیدِ کتابت میں آ جائے اور عہد کیا کہ پیمانِ خلافت

امیر المومنینؑ قطعی توڑا جائے اور یہ امر صرف ابوبکرؓ ابوعبیدہ جراح سالم مولائے حذیفہ کے لئے تعین ہو' دوسرا کوئی اس میں داخل نہیں۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی جو مرتے وقت حسبِ تصریحِ تاریخ الخلفا وغیرہ' ابوعبیدہ جراح وسالم مولائے حذیفہ کو بار بار یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ **لَوْ اَدْرَکَنِیْ اَحَدُ رَجُلَیْنِ ثُمَّ جعلتُ ھذا الامر الیہ لو ثقت** یعنی اگر ان دونوں میں ایک بھی اس وقت زندہ ہوتا اور میں اس کو خلیفہ بناتا تو مجھے اس پر بھروسا تھا اور کبھی کہتے تھے ابوعبیدہ امین اس امت کا تھا اگر میں اس کو پاتا تو اپنے بعد خلیفہ بناتا پھر اگر خدا مجھ سے استفسار کرتا تو کہتا پروردگارا تیرے نبیؐ سے سنا تھا کہ ابوعبیدہ امین ہے، یہاں سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ کس لئے وہ ان دو ہی کو اس قدر یاد کرتے تھے اور کیوں تمام موجودین پر ان کو ترجیح دیتے تھے بلکہ اس حساب سے تو ابوبکرؓ کا خود عمرؓ کو خلیفہ بنانا ایک نوع کی زبردستی اور دھینگا دھانگی تھی مگر ان کا بھی عذر واضح ہے۔ حضرت عمرؓ کی سقیفہ کے دن کی کوششیں ایسی نہ تھیں کہ ابوبکرؓ ان کو نظر انداز کر دیتے۔ ہاں حضرت عمرؓ کی حالت اور تھی وہ خلافت پانے میں موجودین سے کسی کے محتاج نہ تھے۔ پس وہ ابوعبیدہ وسالم کو جتنا یاد کریں تھوڑا ہے۔ الغرض صحیفہ مشومہ لکھا گیا اور اس میں چونتیس اشخاص کے نام درج ہوئے۔ چودہ اصحابِ عقبہ اور باقی دیگر اشخاص اور وہ ابوعبیدہ کے سپرد ہوا یعنی ابوعبیدہ اس کا امین بنایا گیا۔ یہ تمام حدیث حذیفہؓ نے ایک جوان انصاری سے اپنی وفات کے وقت نقل کی جب کہ اس نے مدائن میں ان کے پاس حاضر ہو کر حال غاصبانِ خلافت ومتغلبانِ امت کا دریافت کیا غرض انصاری نے پوچھا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، ابوعبیدہ قریش سے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح خلافتِ امیر المومنینؑ سے باز رکھیں لیکن انہوں نے سالم کو کیوں اپنے ساتھ شامل کیا وہ نہ مہاجرین سے تھا نہ انصار سے' ایک زنِ انصاریہ کا غلام آزاد کردہ تھا حذیفہ نے کہا یہ لوگ امیر المومنینؑ سے اس سبب سے عداوت رکھتے تھے کہ ان کے عزیز واقربا ان کے ہاتھ سے مارے گئے تھے پس شیرِ خدا کی ضربات سے ان کے سینوں میں زخم کھل رہے تھے اور ان کے فضل وکمال پر حسد کرتے اور ان کے مدارج پر جلتے تھے۔ سالم کو بھی اس حسد و عداوت میں اپنی مثل پایا تو اس کو بھی اپنا شریک کر لیا مردِ انصاری نے کہا اے حذیفہ میں چاہتا ہوں کہ تم مضمون اس نامہ کا مجھ سے بیان کرو' حذیفہ نے کہا ہاں اسما بنتِ عمیس خشعمیہ نے جو اس وقت ابوبکرؓ کے نکاح میں تھی اور تمام ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھتی اور کانوں سے سنتی تھی مجھ سے روایت کی ہے کہ جب قیل وقال کے بعد رائے فاسد، ان کی تحریر صحیفہ پر ٹھہری تو انہوں نے سعید بن عاص اموی کو امر کیا' اس نے لکھنا شروع کیا۔ **مضمون صحیفہ مشومہ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم**۔ یہ وہ امر ہے کہ اتفاق کیا ہے اس پر بزرگان وشرفاء امتِ محمدیہ نے مہاجر وانصار سے جن کی حق تعالیٰ قرآن میں اپنے رسولؐ کی زبان پر صفت وثنا کرتا ہے۔ سب نے صلاح ومشورہ کر کے مسلمانوں کی بھلائی وبہبودی کے لئے اس

صحیفہ کو لکھا ہے تا کہ روزِ قیامت تک اس کی پیروی کریں۔ **اما بعد** بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محمدِ مصطفیٰؐ کو رسالتِ خلق پر مبعوث کیا، ساتھ دین مرضی و پسندیدہ کے، پس انہوں نے ادائے رسالت فرمایا' اور جو کچھ خدا نے حکم دیا اس کے بندوں کو پہنچایا' اور واجب کیا ہم پر کہ اس کی تمام باتوں پر قائم ہوں' حتیٰ کہ کامل کیا ہمارے لئے اس دین کو' واجب کیا اس کے فرائض کو اور محکم کیا اس کی سنتوں کو' پس حق تعالیٰ نے دارِ آخرت کو ان کے لئے دنیا پر اختیار کیا' اور ان کی روح کو قبض فرمایا درآں حالیکہ عزیز و گرامی تھے وہ خدا کے نزدیک اور متنعم کیا ان کو ساتھ نعمات ابدی اپنی کے' بغیر اس کے کہ وہ کسی کو اپنا وصی و جانشین مقرر کریں' تا کہ امت جس کی رائے و خیر خواہی پر اعتماد کرے اس کو اپنے لئے اختیار کریں پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ رسول اللہ کی نیک پیروی کریں جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** بہ تحقیق کہ تمہارے لئے ہے رسول اللہ میں تاسی نیک اور پیغمبرِ خدا نے کسی کو خلیفہ اس لئے نہیں بنایا کہ مبادا خلافت ایک گھر میں رہے کہ ان کی میراث ہو جائے اور باقی مسلمان اس سے محروم رہیں اور اس لئے بھی کہ تونگر اس کو اپنے درمیان دست بدست نہ پھیرائیں' اور نیز اس لئے کہ کوئی دعویدارِ خلافت نہ کہے کہ یہ امر ہمیشہ کو میری اولاد میں رہے گا تا بروزِ قیامت' پس جب کہ کوئی خلیفہ مرے تو لازم ہے کہ تمام اہل الرائے مسلمانوں سے جمع ہو کر مشورہ کریں اور جس کو مستحقِ خلافت و امامت دیکھیں اس سے بیعت کریں پس اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو رسول اللہ نے خلیفہ مقرر کیا ہے اور نص کی ہے میری خلافت پر' تو وہ دروغ کہتا ہے اور خبر لایا ہے برخلاف اس کے کہ اصحابِ رسول اللہ کو پیغمبروں کی نسبت معلوم ہے اور مخالف ہے تمام مسلمانوں کے' علیٰ ہذا جو کوئی دعویٰ کرے کہ خلافتِ رسولؐ میراث سے ملتی ہے یا کوئی آنحضرت کا وارث بننا چاہے' تو اس نے محال بات کہی' کیوں کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم گروہِ انبیا کی میراث نہیں ہوتی جو کچھ ہم سے باقی رہتا ہے صدقۂ راہِ خدا ہے اور جو مدعی ہو کہ میں بوجہ قرابتِ رسولؐ مستحقِ خلافت ہوں اور یہ امر مجھ میں اور میری اولاد میں منحصر ہے تا روزِ قیامت کہ بیٹا اس کو اپنے باپ سے میراث میں پاتا رہے گا اور ہمارے سوا دوسرے کو نہیں پہنچتی' پس نہیں ہے خلافت اس مدعی کے لئے' اور نہ اس کی اولاد کے واسطے گو ان کا نسب پیغمبرؐ سے کیسا ہی نزدیک ہو کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ** کہ کریم و بزرگ ترین تم میں سے خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا **ان ذمة المسلمین واحدة یسعیٰ بها ادناهم وکلهم یدٌ علی من سواهم** یعنی امان مسلمانوں کے لئے ایک ہی چاہئے' کہ ادنیٰ و اعلیٰ اس کے لئے کوشش کریں اور سب مل کر اپنے دشمنوں کو دفع کریں' پس جو شخص کتاب اللہ پر ایمان لایا اور سنت رسول اللہ کا اس نے اقرار کیا راہِ حق پر مستقیم ہوا اور طریقۂ صحیح کو

اخذ کیا' اور جس نے اس سے کراہت کی اور مسلمانوں کے خلیفہ مقرر کرنے کا دستور اس کو پسند نہ آیا وہ حق کا مخالف اور جماعتِ مسلمانان میں نفاق ڈالنے والا ہوا پس ایسے شخص کو قتل کرنا چاہئے کیوں کہ اس کے قتل میں امت کی اصلاح ہے اور رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص امت کی جمعیت میں تفرقہ ڈالے اس کو قتل کرو اور تنہا کو مارو' کوئی کیوں نہ ہو کیوں کہ جمع ہونا علامتِ رحمت ہے اور جدا رہنا نشانِ عذاب اور نیز فرمایا رسولؐ اللہ نے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور مسلمان غیروں پر مثل دستِ واحد کے ہیں کوئی ان کی جماعت سے جدا نہیں ہوتا الا وہ کہ ان کا دشمن' اور ان کے دشمنوں کا دوست ہوتا ہے۔ پس خدا اور رسولؐ نے اس کا خون حلال فرمایا ہے۔ لکھا اس نامہ کو سعید بن العاص نے باتفاق ان لوگوں کے جن کی گواہی اس میں ثبت ہے ماہ محرم ۱۰ ہجری میں بروایت حذیفہؓ گواہوں کے نام اس تفصیل سے ہیں۔ ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، سعید بن العاص، خالد بن ولید، عیاش بن ربیعہ، بشر بن سعد، سہیل بن عمر، حکیم بن خرام سہیب بن سنان، ابواعور اسلمی، مطیع بن اسود بدری اور لوگ جن کے نام حذیفہؓ کو یاد نہیں رہے اور نیز بموجب روایت حذیفہ ابوعبیدہ امین نے اس صحیفہ کو لے کر مکہ بھیج دیا وہاں خانہ کعبہ میں دفن کر دیا گیا چنانچہ عہدِ خلافت عمرؓ بن خطاب تک اسی طرح مدفون تھا انہوں نے اپنے زمانہ میں اس کو نکلوایا یہ وہی صحیفہ ہے جس کی نسبت امیر المومنینؑ نے عمرؓ کے جنازے پر فرمایا۔ **اَحب الیّ ان القی اللہ بصحیفة ھذا السبجی** کہ میں بہت دوست رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کروں اس مرد کے صحیفہ کے ساتھ کہ کفن میں لپٹا ہوا پڑا ہے۔ مراد یہ کہ جو صحیفہ اس نے اور اس کے رفیقوں نے لکھا ہے اسے لے کر حق تعالیٰ کے آگے پیش کروں۔ اور اس سے دادخواہی چاہوں۔ ناسخ التاریخ میں ہے کہ ابوجعفر طبری کہ بزرگان اہل سنت سے ہے، بسندِ خود ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے کہ جب شرفا قریش نے علیؑ کے قتل کے لئے یہ صحیفہ لکھ کر ابوعبیدہ جراح امینِ قریش کے سپرد کیا کہ اس کو پوشیدہ رکھے پیغمبرؐ خدا نے اس آیۂ شریفہ کو قرأت کیا **انَّ اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض وما یکون من نجوی ثلثة** الخ یعنی حق تعالیٰ جو کچھ کہ مابین زمینوں اور آسمانوں کے ہے اس کو جانتا ہے جہاں کہیں تین شخص راز کہتے ہیں وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ اور جہاں پانچ کہتے ہیں وہ چھٹا ہوتا ہے وہ ہر کم وزیاد میں ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ ہوں پھر بروزِ قیامت ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا بہ تحقیق کہ اللہ ہر شے کا علیم و دانا ہے۔ پس ابوعبیدہ کو طلب کر کے وہ صحیفہ اس سے طلب کیا اس نے آنحضرت کو دیا حضرت نے فرمایا کہ تم اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے انہوں نے حلف کر کے کہا ہم نے اس سے کوئی بدارادہ نہ کیا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا **یحلفون باللہ ماقالوا ولقد قالوا کلمة الکفر و کفر و بعد اسلامھم و ھموا بِمَالَمْ یَنَالُوا** یعنی قسم کھاتے ہیں خدا

کی کہ ہم نے نہیں کہا حالاں کہ انہوں نے کلمۂ کفر کو کہا اور بعد اسلام کے کافر ہو گئے اور ارادہ کیا اس کا جس کو نہ پایا،
صاحب ناسخ التاریخ کہتے ہیں کہ ابوجعفر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ اللہ نے وہ صحیفہ ان سے لے لیا لیکن اور مورخ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کتابت صحیفہ کے بعد ابوبکرؓ کے گھر سے نکل کر پراگندہ ہو گئے اگلے روز صبح کو رسولؐ اللہ نے نماز ادا کی پھر مصروفِ تعقیب رہے تا انیکہ آفتاب طلوع ہوا اس وقت ابوعبیدہ سے کہا، کیا خوب اے ابوعبیدہ تو امین امت ہوا، پھر اس آیۂ شریفہ کو اس پر قرأت کیا۔ **فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ لیشتروا بہٖ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون۔** یعنی ویل وعذاب ہے ان لوگوں کے لئے کہ نامہ کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے تا کہ تھوڑی سی قیمت پر اس کو فروخت کریں۔ پس عذاب ہے ان پر' باعث اس کے کہ ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے اور عذاب ہے اس سے کہ انہوں نے اس کو کسب کیا ہے' پس رسولؐ اللہ نے فرمایا یہ جماعت ان لوگوں سے مشابہ ہے' کہ آدمیوں سے استغفار کرتے ہیں اور خدا سے مغفرت نہیں چاہتے۔ حالاں کہ خدا ان کے ساتھ ہے جب وہ ایسی باتوں میں رات بسر کرتے ہیں جن کو خدا دوست نہیں رکھتا' اور خدا ان کے کردار کا عالم ودانا ہے' پس فرمایا کہ ایک گروہ نے اس امت سے بطریقِ جاہلیت ایک عہد نامہ لکھا ہے اور اس کو خانہ کعبہ پر لٹکایا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو مہلت دی ہے' امتحان کے لئے' تاکہ جو لوگ ان کے بعد آئیں حق و باطل میں تمیز کر سکیں اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو امر نہ کرتا' کہ ان لوگوں سے تعرض نہ کروں' تو البتہ میں حکم دیتا کہ ان کا سر کاٹ لیا جائے' یہ سن کر منافقین تھرا گئے اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں' بحد یکہ ان کی خیانت جملہ حاضرین پر آشکار ہو گئی' اور سب نے جان لیا کہ تمام تعریفیں جو رسولؐ اللہ کرتے تھے' اور تمام آیات کہ وہ حضرت پڑھتے تھے' ان کے حق میں تھیں۔ پس حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے اس سفر سے واپس ہو کر' ام سلمہؓ کے گھر میں نزول کیا' اور ایک مہینے تک کسی بی بی کے گھر نہ گئے جیسا کہ پیشتر جایا کرتے تھے ۔ پس عائشہؓ وحفصہؓ نے اس کی شکایت اپنے اپنے باپ سے کی شیخین نے کہا ہم کو اس کا سبب معلوم ہے کہ کس لئے وہ ایسا کرتے ہیں' تم جا کر بملاطفت ومدارا پیش آؤ' اور محبت ودوستی جتاؤ' وہ صاحبِ حیا وکرم ہیں رضامند ہو جائیں گے اور مثلِ سابق مہربانی کرنے لگیں گے۔ پس عائشہ تنہا حضرت کی خدمت میں آئی' جب کہ آپ ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے' اور امیر المومنینؑ حاضر درگاہ تھے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کس لئے آئی ہے اے حمیرا' عائشہ نے کہا آپ کا میرے گھر پر قدم رنجہ نہ فرمانا مجھ پر نہایت شاق ہے' اور پناہ لے جاتی ہوں طرف خدا کے غضبِ رسولِ خدا سے' فرمایا اگر یہ باتیں راست ہوتیں تو ہرگز میرا راز افشانہ کرتی' جو کہ میں نے تیرے سپرد کیا تھا' اور تاکید کی تھی کہ اس کو ظاہر نہ

کرنا' بہ تحقیق کہ اس کے اظہار سے تو آپ ہلاک ہوئی' اور اوروں کو ہلاک کیا' پس حضرت نے کنیز ام سلمہؓ سے ارشاد کیا کہ میری تمام ازواج کو بلا لاوہ گئی اور بلا لائی' جب سب جمع ہوگئیں تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ سنو جو کچھ کہ میں کہتا ہوں اور علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا بھائی و وصی و وارث ہے' میرے بعد' تمہارے اور تمام امت کے اوپر میرا خلیفہ ہے' پس اس کی ہر امر میں اطاعت کرو' اور کسی بات میں نافرمانی نہ کرو۔ بہ تحقیق کہ اس کی نافرمانی میں ہلاکت و نقصان ہے۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ ان عورتوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں' ان کی نگہبانی کرو اور ان کے خرچ کے کفیل ہو' جب تک کہ تمہاری فرماں برداری کریں پس امر و نہی کرو ان کے تئیں نہ مانیں تو ان کو رہا کرو' اور طلاق دو' امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ سستی و ضعفِ رائے عورتوں کی سرشت میں داخل ہے' فرمایا نرمی و مدارا کرو ان کے ساتھ جہاں تک کہ مصلحت جانو' پھر بھی عصیان کریں تو ان کو طلاق دو' تمام ازواج خاموش تھیں اور کچھ نہ بولیں' الا عائشہ کہ اس نے کہا یا رسولؐ اللہ کب ہوسکتا ہے کہ آپ کسی امر کے لئے ہم کو ارشاد کریں اور ہم اس کے خلاف کریں' فرمایا ایسا نہیں اے حمیرا' تو نے میری مخالفت کی بدترین مخالفت کرنا' اور بخدا سوگند کہ تو اس بات کی بھی مخالفت کرے گی' جو کہ تجھ سے اب کہتا ہوں' تجھ سے میرے بعد علیؑ کی نافرمانی صادر ہوگی' اور جس گھر میں تجھ کو چھوڑتا ہوں علانیہ اس سے نکلے گی' اور ہزار ہا آدمی تیرے گرداگرد ہوں گے۔ پس اس وقت تو اپنے پروردگار کی عاصی و نافرمان ہوگی' اور علامت اس کی یہ ہوگی کہ سگان حواب تیری راہ میں تجھ پر فریاد کریں گے' یہ ایک امر ہے کہ البتہ ہونے والا ہے۔ پس حضرت نے سب کو اجازت دی کہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ رسولؐ اللہ کا امیر المومنینؑ کو اپنی ازواج کی طلاق کا اختیار دینا کتبِ معتبرۂ اہل سنت سے مثل روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ کے ثابت ہے اور قصہ عائشہ کے امیر المومنینؑ پر خروج کرنے اور سگان حواب کے اس پر بھونکنے کا، اس کتاب میں اپنے مقام پر مفصل لکھا گیا ہے۔ **رسولِ اکرمؐ کے ترتیب دیئے ہوئے لشکرِ اُسامہ سے یارانِ نبی کا تخلف:** رسولؐ خدا حجۃ الوداع سے واپس آ کر کوئی سوا دو مہینے مدینہ میں زندہ رہے اس عرصہ میں عہد و پیمانِ خلافتِ امیر المومنینؑ کو تازہ کرنے اور اس بنا کو مضبوط و محکم بنانے میں برابر سرگرم تھے' بار بار خطبے کہتے اور امت کو تقویٰ و پرہیز گاری خدا اور پابندی شرع کی تقید کرتے اور وصیت کرتے کہ سنت و طریقہ آنحضرت کو قائم رکھیں اور بدعت سے باز رہیں' اور متمسک ہوں ساتھ دو ثقلِ عظیم و گراں کے' کہ عترتِ پیغمبرؐ و کتاب خدا ہے' اور متابعت و پیروی ان دونوں کی بجالائیں' بیشتر فرماتے ایہا الناس میں تم سے آگے جاتا ہوں تم حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہو گئے' اس وقت تم سے پوچھوں گا کہ ان دو شے بزرگ کی کہ تمہارے درمیان چھوڑ آیا تھا کس طرح رعایت کی' اور کیسے ان کے ساتھ پیش آئے' پس دیکھوں گا کہ ان سے کیا سلوک

کرتے ہوئے بہ تحقیق کہ علیؑ بن ابی طالب میرا بھائی و پسرِ عم و وصی و خلیفہ ہے قتال کرے گا تاویلِ قرآن پر جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر قتال کی ہے۔ مرض الموت سے چند روز پہلے آپ نے چاہا' کہ مدینہ اربابِ نفاق و شقاق سے پاک ہو جائے' تا کہ بوقتِ وفات کوئی خرخشہ امرِ خلافت میں نہ رہے۔ پس آپ نے ارادہ کیا کہ ایک لشکرِ گراں پانچ ہزار کی جمعیت کا روم کی طرف بھیجا جائے کہ اب سے دو سال پہلے جنگِ موتہ میں آپ کے کئی سردار کام آئے تھے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ پس تمام اصحاب کو جن کی طرف سے فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا اس سپاہ میں بھرتی کیا اور سرداری اس کی اپنے غلام آزاد کردہ کے بیٹے اسامہ بن زید کو عنایت کی جیسا کہ اکثر اوقات ان لوگوں کو ایسے اشخاص کے ماتحت کیا کرتے تھے تا کہ ان کا رتبہ اسلام میں ہر کس و ناکس کو معلوم رہے چنانچہ جنگِ سلاسل میں ان کو عمرو عاص کے ماتحت مقرر کیا تھا سریہ خبط میں ابو عبیدہ جراح کے و قس علیٰ ہذا سنی حضرات رسولؐ خدا کی اس حکمتِ عملی کی تردید میں کہتے ہیں کہ کسی شخص کے امیرِ لشکر ہونے سے مامورین پر اس کی فضیلت و فوقیت لازم نہیں آتی۔ اور ایک روایت اپنی من گھڑت اس مقدمہ میں پیش کرتے ہیں کہ غزوۂ سلاسل سے واپس آ کر عمرو عاص کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل ہوں کیوں کہ ان پر امیر رہا اور وہ میرے تابع رہ چکے ہیں بارے اس نے چاہا کہ اس کی تصدیق رسولؐ اللہ سے بھی کرائے پس حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ دوست و محبوب کون ہے فرمایا عائشہ' عرض کی اور مردوں سے فرمایا اس کا باپ' پوچھا اس کے بعد کہا عمرؓ۔ علیٰ ہذا چند اشخاص کے نام یکے بعد دیگرے لئے اور عمرو عاص کا ذکر نہ کیا تو وہ خاموش ہو گیا ایسی روایتیں گھر ہی گھر میں تسلی کا باعث ہوں تو ہوں خصم کے مدّ مقابل ان کی ذرا وقعت نہیں ہو سکتی بھلا شیعہ کیوں کر پادر ہوا روایتوں سے ایک عقلی قاعدے پر تفضیل مفضول کے مباحث سے دست بردار ہونے لگے ہیں۔ قطع نظر اس کے اسامہ کو خود رسولؐ مقبول نے بقول علمائے اہلِ سنت جملہ مامورین پر ترجیح و تفضیل دی اور برملا فرمایا کہ وہ میرے نزدیک محبوب ترین اشخاص سے ہے اور اس کا باپ سب سے زیادہ مجھ کو عزیز تھا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اشرافِ مہاجرین و انصار مثل ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ و عثمانؓ ذی النورین و سعد وقاص و ابو عبیدہ جراح وغیرہ لشکر اسامہ میں مامور ہوئے تو یہ صورت بعض لوگوں پر ناگوار گزری اور انہوں نے طعن سے کہا کہ پیغمبر نے اس غلام کو مہاجرین اولین پر امیر مقرر کیا' حضرت کو یہ کلام ان کا پہنچا تو غضب ناک ہوئے اور باوجود شدتِ بخار و دردِ سر، عصابہ سرِ مبارک سے باندھ کر برآمد ہوئے اور منبر پر جا کر فرمایا ایہا الناس یہ کیا باتیں ہیں جو اسامہ کی امارت میں میں تم سے سنتا ہوں تم نے آج ہی اعتراض نہیں کیا اس سے پہلے اس کے باپ زید کے امیر کرنے پر بھی تم اسی طرح معترض ہوئے تھے قسم بخدا کہ وہ لائق امارت تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا سزاوارِ ریاست و سرداری ہے۔ زید

میرے نزدیک تمام آدمیوں سے زیادہ دوست تھا' اس کا بیٹا اسامہ بھی محبوب ترین مردم سے ہے یہ دونوں مجسمہ اچھائی و نیکی ہیں میری وصیت کو ان کے مقدمے میں قبول کرو اور نیکی کرو اس کے ساتھ کیوں کہ وہ تمہارا خیر خواہ و دانش مند ہے' تمام ہوئی عبارت روضۃ الاحباب کی' معلوم نہیں کہ جب حضرات شیخین ایسے ایسے لوگوں سے بھی رتبہ میں کم تھے تو اہل سنت امیر کبیر کے مقابلے میں کیوں کر ان کی افضلیت کا حرف زبان پر لا سکتے ہیں۔ کیا کبھی وہ حضرت بھی اسامہ کے ماتحت ہوئے ہیں اور ان پر بھی اس طرح برملا (العیاذ باللہ) ان باپ بیٹے کو ترجیح دی گئی ہے۔ اسامہ تو اسامہ یہ حضرات اپنی ہی کتابوں سے کسی شخص کا سوائے رسولؐ اللہ کے ایک ساعت کو آنحضرت پر امیر ہونا ثابت کر دیں۔ الغرض حضرت رسولِ خداؐ نے حکم دیا کہ لشکر جلد مہیائے سفر ہو مگر یہ لوگ بھی ہوا کے رخ کو پہچاننے والے تھے انہوں نے تعمیلِ ارشاد میں لیت و لعل شروع کیا زیادہ تاکید ہوئی تو ظاہر کیا کہ ہم ابھی سفر حجتہ الوداع سے آئے ہیں سامان تیار نہیں رکھتے اس کی تیاری کر رہے ہیں مہیا ہو جائے گا تو جائیں گے۔ یہی کیفیت تھی کہ حضرت بہ بیماری موت بیمار ہو گئے پس جوں جوں مرض آپ کا شدید ہوتا جاتا تھا اسی قدر اس کی تاکید کرتے اور فرماتے تھے۔ **جهزوا جيش اسامة لعن الله من تخلف عنها** لشکرِ اسامہ کے لئے جلد تیار ہو خدا لعنت کرے اس کو جو اس سے تخلف کرے' پس اسامہ کو امر کیا کہ شہر سے ایک فرسخ کے فاصلے پر باہر جا کر توقف کرے۔ تاوقتیکہ لشکرِ متعینہ اس سے ملحق ہو جائے اس وقت ان کو ساتھ لے کر مہم پر روانہ ہو' پس اسامہ نشانِ لشکر' جس کو کہتے ہیں کہ باوجود ضعفِ مرض آپ نے اپنے دستِ مبارک سے ترتیب دیا تھا باہر لے گیا' لیکن یہ لوگ حضرت کی بیماری دیکھ کر بے طرح مچلتے اور پاؤں ملتے تھے۔ لہٰذا آپ نے قیس بن سعد عبادہ' وحباب بن المنذر انصاریوں کو کہ آپ کے لشکروں کے رائندہ تھے۔ تعین کیا کہ جماعتِ مذکورہ کو بجبر و اکراہ شہر سے نکالیں' انہوں نے دیگر انصار کی مدد سے ان کو شہر سے لے جا کر لشکر گاہِ اسامہ میں پہنچایا اور اسامہ سے کہا کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ اب ذرا توقف نہ ہو' اسی وقت کوچ کرو' اسامہ نے کوچ کیا اور ان لوگوں نے واپس آ کر ان کے چلے جانے کی خبر پہنچائی' رسولِ خدا نے فرمایا وہ ہرگز نہ جائیں گے' ایسا ہی ہوا' تھوڑی دور جا کر ابوبکرؓ عمرؓ ابوعبیدہ وغیرہ نے اسامہ سے کہا کہ مدینہ خالی چھوڑ کر اس وقت کہاں جاتا ہے' ہم کو بھی یہاں ٹھہرنے کے لئے حاجت نہ تھی جیسے کہ اس وقت ہے' رسولؐ اللہ بیمار پڑے ہیں اگر ان کی حالت دگرگوں ہوئی تو وہ امور پیش آئیں گے جن کا تدارک امکان سے باہر ہوگا' پس انجام کار انتظار کرنا اور یہاں توقف کرنا چاہئے' غرض کہہ سن کر اس کو پہلے لشکر گاہ پر پھر لائے' اور بی بی عائشہ کے پاس ایک قاصد کو خفیہ بھیج کر حضرت کا حال دریافت کرایا' انہوں نے کہلا بھیجا کہ آپ کی بیماری سخت ہے۔ تم کو جس مقام پر کہ ہو

ایک قدم وہاں سے آگے نہ جانا چاہئے‘ میں وقت وقت کی خبر بھیجتی رہوں گی‘ جب مرض میں اور شدت ہوئی تو عائشہ نے صہیب کو شیخین کے پاس بھیج کر پیام دیا کہ رسولؐ اللہ کا مرض بڑھ گیا ہے اور امیدِ زیست بالکل منقطع ہے‘ تم جس جس کو مناسب جانو ساتھ لے کر مدینہ میں چلے آؤ۔ صہیب لشکر گاہ میں پہنچا تو وہ اس کو اسامہ کے پاس لے گئے کہ دیکھو یہ کیا کہتا ہے‘ ہم آنحضرت کو اس حال میں چھوڑ کر کیسے آگے جاسکتے ہیں‘ اور اجازت چاہی اس سے شہر میں آنے کی‘ اسامہ نے کہا بہتر ہے مگر چھپ کر جاؤ کہ کوئی تم کو نہ دیکھے پھر اگر حضرت کو افاقہ ہو تو جلد لشکر گاہ میں لوٹ کر آؤ‘ ورنہ ہم کو بھی خبر کرو کہ سب وہاں چلے آئیں گے‘ رات کا وقت تھا کہ یہ لوگ داخلِ شہر ہوئے اور حضرت رسولؐ اللہ نے اس وقت غشی سے آنکھیں کھولیں اور فرمایا **قد طرق لیلتنا هٰذِهِ الْمَدِيْنَةَ شَرٌّ عَظِيْمٌ**۔ کہ آج رات اس شہر میں ایک شرِ عظیم داخل ہوا ہے حاضرین نے دریافت کیا‘ کہ وہ کیا ہے فرمایا کچھ لوگ لشکرِ اسامہ سے میرے حکم کے خلاف فتنہ وفساد کی نیت سے شہر میں لوٹ آئے ہیں۔ آگاہ رہو کہ میں ان سے بے زار ہوں‘ پس فرمایا روانہ کرو لشکر اسامہ کو **لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا** اور اس کو آخر تک کہتے رہے حتیٰ کہ چند بار کہا۔ مخفی نہ رہے کہ جماعتِ متخلفین از لشکر اسامہ پر پیغمبرؐ خدا کا لعنت کرنا کتبِ معتبرہ اہلِ سنت میں ویسا ہی تفصیل سے درج ہے جیسا کہ حضراتِ شیخین اور ان کے ہم چشموں کا اس لشکر میں متعین ہونا‘ اور پھر اس سے اختلاف کر کے شہر میں چلے آنا‘ پھر ان کے ہاں صراحت ہے کہ محمدؐ شہرستانی اشعری نے مِلل ونِحل میں فقرہ **لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا** کو روایت کیا ہے اور اس اختلاف کرنے کو ان اختلافات سے جو بوقتِ وفاتِ پیغمبرؐ حادث ہوئے دوسرا اختلاف قرار دیا ہے یعنی قضیہ قرطاس کو‘ جس کا بیان آگے آتا ہے‘ پہلا اختلاف اور تخلف از لشکرِ اسامہ کو دوسرا مقرر کیا ہے‘ اور ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر جوہری سے یہ تمام قصہ نقل کیا ہے اس میں ہے۔ **فَاَمَّا اَفَاقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَئَلَ عَنْ اُسَامَةَ والبعث فَاَخْبَرَ اَنَّهُمْ تَتَجَهَّذُون فَجَعَلَ یقول انفذو ابعث اسامة لعن اللّٰه من تخلف عَنْهُ** یعنی جب رسولِؐ خدا کو غش سے افاقہ ہوا‘ تو لشکرِ اسامہ کی نسبت استفسار کیا‘ آپ کو خبر دی گئی کہ وہ لوگ تیاری میں مصروف ہیں‘ پس فرمایا روانہ کرو لشکرِ اسامہ کو خدا لعنت کرے اس کو جو کہ اس سے اختلاف کرے۔ بالجملہ ان لوگوں نے باوجود اس تاکید شدید پیغمبرؐ کے لشکر سے تخلف کیا اور لعنِ پیغمبرؐ کو اپنے اوپر لے کر لشکر گاہ سے مدینہ چلے آئے تو ان کی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کیا‘ حتیٰ کہ آخر میں خود اسامہ علم سمیت مدینہ میں چلا آیا‘ اور لشکر کا جانا حیاتِ رسولؐ اللہ میں قطعی ملتوی رہا۔ پس درود لعن سے کوئی ان میں سے بچ نہیں سکتا‘ ہاں فرق اس قدر ہے کہ اور لوگ تو وفاتِ آنحضرت کے بعد اس مہم پر چلے گئے الّا حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ اس وقت بھی اس شرکت سے محروم

رہے۔ یعنی باوجود غصب حکومت و امارت بھی انہوں نے مدینہ چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔ حضرات اہلِ سنت ان بزرگواروں کو اس لعنِ صریح رسالت پناہ کی زد سے بچانے کو کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ کو رسولؐ اللہ نے امامتِ نماز پر مقرر فرمایا لہٰذا وہ حکمِ سابق منسوخ ہوگیا۔ اور عمرؓ کو ابوبکرؓ نے خلیفہ ہو کر اسامہ سے اجازت لے کر اپنی اعانت و امداد کے لئے ٹھہرالیا تھا۔ امامتِ نماز پر جیسا کچھ پیغمبرؐ نے ابوبکرؓ کو مقرر کیا تھا اس کا بیان ابھی آگے آتا ہے۔ لیکن عمرؓ کے مدینہ میں چھوڑ دینے کا اختیار اسامہ کو معلوم نہیں کہ کس نے دیا تھا وہ ایک خاص جماعت پر صرف اس لئے امیر ہوا تھا کہ ان کو لڑنے کو لے جائے اور اس کے متعلق کاروبار میں حکمرانی کرے نہ یہ کہ جس کو چاہے چھوڑ جائے اور جس کو چاہے لے جائے حضرت عمر رسولِ خدا کے مقرر کیے ہوئے تعیناتیوں سے تھے' ان کے چھوڑنے کا اسامہ ہرگز مجاز نہ تھا علاوہ براں حضرت ابوبکر بقولِ اہلِ سنت خود اس وقت خلیفہ واجب الطاعت تھے تو ان کا اسامہ سے اجازت لینا اور اس التجا کے لئے اس کے گھر پر جانا جیسا کہ یہ حضرات فخریہ کہتے ہیں یعنی خود مختار نہ تھے تو اپنے لئے بھی اجازت لینا چاہئے تھا۔ صرف حضرت عمر کے لئے اجازت چاہنے پر کیوں اکتفا کیا گیا مجلسی علیہ الرحمہ مورخین و محدثینِ عامہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اسامہ کو تمام عمر امیر کہتے رہے۔ اور یہ کہ جب حضرت ابوبکر نے اپنے خلیفہ بن جانے کی خبر اسامہ کو بھیجی تو اس نے کہا میں نے اور لشکر نے کہ میرے ساتھ ہے تجھ کو خلیفہ نہیں کیا' رسولؐ اللہ نے مجھ کو تمہارے اوپر امیر مقرر کیا اور اس سے معزول نہیں فرمایا حتیٰ کہ دنیا سے رحلت کی' تم میری اجازت بغیر مدینہ میں ٹھہر گئے وہ حضرت اعلم و دانا تھے مجھ کو اور تم کو خوب پہچانتے تھے مجھ کو تم پر امارت بخشی مجھ کو تمہارے زیرِ فرماں نہ کیا تو کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہے ابوبکرؓ یہ باتیں سن کر چاہتے تھے کہ اپنے تئیں خلافت سے الگ کرلیں لیکن حضرت عمر ان کو مانع آئے' اسامہ سفر سے واپس آیا تو دروازہ مسجد پر کھڑا ہو کر چلایا کہ مجھ کو تعجب ہے اس مرد سے کہ رسولؐ اللہ نے مجھے اس پر امیر کیا اور وہ معزول کر کے اپنی امارت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجلسیؒ کہتے ہیں کہ جب کہ شیخین مامور بہ اطاعتِ اسامہ اور اس کی رعایا سے تھے اور وہ بالاتفاق خلیفہ نہ تھا بلکہ جو خلیفہ ہوتا اس کی اطاعت اس پر لازم تھی تو وہ اس کے باوجود کیوں کر خلیفہ ہو سکتے ہیں۔ **کیفیت پیش نمازی حضرت ابوبکرؓ:** حدیثِ حذیفہؓ میں ہے کہ جب سے رسولِ خدا بیمار ہوئے تھے آپ کا دستور تھا کہ جس وقت مسجد میں اذان ہوتی حتی المقدور خود باہر تشریف لاتے اور گو سخت زحمت اٹھاتے مگر نماز سب کے ساتھ ہی بجالاتے اور جو کسی وقت تکلیف بہت زیادہ ہوتی اور آپ نہ آسکتے تو امیر المومنینؑ کو حکم دیتے وہ حضرت آپ کی نیابت سے نماز پڑھاتے حضرت امیرؑ اور فضل بن عباسؓ آپ کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے تھے اور جدا نہ ہوتے جس رات کو یہ لوگ لشکرِ اسامہ سے جدا ہو کر شہر میں آئے اس کی صبح کو بلال نے اذان کہی پھر در دولت پر آکر آواز دی تاکہ حضرت کو نمازیوں کے جمع ہو جانے کی اطلاع

دے مگر مرض اس وقت شدت پر تھا کسی نے اس کی آواز نہ سنی اندر آنا چاہا تو بی بی عائشہ نے اس کو روک دیا اور صہیب کو ابوبکرؓ کے پاس بھیجا کہ رسولؐ اللہ بیماری کی زیادتی سے نماز نہیں پڑھا سکتے علیؑ بن ابی طالب ان کی تیمارداری میں لگے ہوئے ہیں بہت اچھا موقعہ ہے جلد آؤ اور نماز پڑھاؤ یہ پیش نمازی آئندہ حالات میں تمہارے بہت کام آئے گی۔ ادھر لوگ مسجد میں انتظار کر رہے تھے کہ رسولؐ اللہ تشریف لاتے ہیں یا امیر المومنینؑ کو بھیجتے ہیں کہ یک ناگاہ حضرت ابوبکر داخل ہوئے اور کہا کہ مرض کی زیادتی سے رسولؐ خدا اس وقت نماز کو نہیں آسکتے مجھ کو امر کیا ہے کہ نماز پڑھاؤں اصحاب سے ایک صاحب نے کہا کہ تم لشکرِ اسامہ میں تھے۔ تم کو یہ حکم رسولؐ خدا کا کیوں کر پہنچا بخدا سوگند کہ میں گمان نہیں کرتا کہ آنحضرت نے تم کو بلایا یا نماز پڑھانے کو فرمایا ہو بلال نے کہا ذرا صبر کرو میں جا کر حضرت سے دریافت کئے لیتا ہوں۔ پس بلال دوبارہ دروازے پر گئے اور اس مرتبہ زور سے کنڈی کھٹکائی رسولؐ اللہ نے آنکھیں کھولیں کہ دیکھو کون ہے کیا کہتا ہے۔ فضل دروازے پر آئے بلال نے ان سے کہا کہ ابوبکر رسولؐ خدا کے مقام پر کھڑے کہتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرتؐ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ فضل حیران ہوئے کہ کیا ابوبکر لشکرِ اسامہ میں نہیں قسم بخدا کہ یہ وہی شرِ بزرگ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ آج رات اس شہر میں داخل ہوا ہے۔ اور بلال کو ساتھ اندر لے جا کر ماجرا بیان کیا حضرت رسالت پناہ یہ سن کر نہایت آزردہ و سراسیمہ ہوئے فرمایا مجھ کو اٹھاؤ اور مسجد میں لے چلو قسم بخدائے عزوجل کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ بلائے عظیم اسلام پر نازل ہوئی۔ پس عصابہ سر مبارک سے باندھ کر اور ایک ہاتھ دوشِ مبارک امیر المومنینؑ پر اور دوسرا شانہ فضل بن عباسؓ پر رکھ کر پائے کشاں باہر تشریف لائے اور بکمالِ تعب مسجد میں داخل ہوئے یہاں جماعت شروع ہوگئی تھی۔ حضرت ابوبکر امام، عمر و ابوعبیدہ سالم و صہیب وغیرہ مقتدی تھے مگر اکثر اشخاص نے اقتدا نہیں کی تھی۔ اور بلال کی واپسی کا انتظار کھینچ رہے تھے۔ سرورِ عالم کا اس حال سے تشریف لانا ان کو عظیم معلوم ہوا پس حضرت نے محراب میں پہنچ کر حضرت ابوبکر کو ہاتھ سے گھسیٹ کر علیحدہ کیا اور خود مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نماز شروع کی پس یہ لوگ پیچھے ہٹے اور صفوں میں مل جل کر غائب ہوگئے۔ حضرت نے سب کے ساتھ نماز ادا کی ضعف کے سبب سے اچھی طرح آواز نہ نکلتی تھی لہٰذا بلال تکبیرات کو بلند کہتے تھے کہ سب کو انتقالاتِ قیام وقعود سے آگاہی ہو نماز سے فارغ ہو کر پیچھے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ایہا الناس تم ابن ابوقحافہ اور اس کے اصحاب سے تعجب نہیں کرتے میں نے ان کو لشکرِ اسامہ کے ساتھ بھیجا تھا وہ اس کے برخلاف آمادۂ فساد ہو کر مدینہ میں چلے آئے گویا حق تعالیٰ نے ان کو ان کے پہلے کفر و بدکاری کی طرف پھرا دیا پس فرمایا کہ مجھ کو منبر پر بٹھلاؤ حاضرین نے دستِ مبارک پکڑ کر منبر پر بٹھایا، پایہ منبر پر بیٹھ کر اول حمد و ثنائے الٰہی ادا کی بعد ازاں فرمایا اے گروہ مسلمین مجھ کو ہنگامِ ناگزیر (مرگ) درپیش ہے

لیکن تم کو راہِ روشن وطریق واضح پر چھوڑتا ہوں دارلخالیکہ راہِ دین کو تمہارے لئے صاف اور آشکار کردیا ہے۔تم کو چاہیئے کہ میرے بعد اختلاف نہ کرو جیسا کہ بنی اسرائیل نے اختلاف کیا تھا بندگانِ خدا میں تم پر حلال کرتا ہوں ان امور کو جن کو قرآن نے حلال کیا اور چھوڑتا ہوں تمہارے درمیان دو شے بزرگ جب تک ان سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے، وہ کتاب خدا اور میری عترت اہل بیت ہیں، یہ دونوں میرے خلیفہ ہیں تم پر اور کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، جب تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس وارد ہوں، پس اس وقت میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے ان دونوں کی کس طرح رعایت کی بہ تحقیق کہ اس روز چند اشخاص کو میرے اصحاب سے حوض سے ہٹائیں گے اور دور کریں گے۔جس طرح پانی پلانے کے وقت شتران اجنبی وغریب کو دور کرتے ہیں پس وہ کہیں گے کہ میں فلاں ہوں اور میں فلاں، میں ان کو کہوں گا کہ میں تمہارے نام جانتا ہوں، اِلّا تم میرے بعد مرتد ہو گئے اور دین سے نکل گئے، پس اس لئے رحمتِ خدا سے دور ہو اور عذابِ ابدی کے نزدیک، مترجم کہتا ہے کہ حدیثِ حوض صحاح اہل سنت میں بطرق متعددہ کثرت سے وارد ہوئی ہے ازانجملہ سہل بن سعد سے نقل کیا ہے اور متفق علیہ ہے کہ اس نے کہا میں نے رسولؐ اللہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا **انا افرطکم علی الحوض من ورد شرب لم یظمأ ابداً ولیردن عَلیَّ اقوام فهم ویعرفونی ثم یحال بینی و بینهم فاقول انهم من امتی فیقال انك لا تدری ماحد ثوابعدك فاقول سُحقاً لمن تبدل بعدی** یعنی میں تم سے پہلے حوضِ کوثر پر وارد ہوں گا اور جو اس پر وارد ہوگا پانی پیئے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے کہ میں ان کو اور وہ مجھ کو پہچانتے ہوں گے، پس میرے اور ان کے درمیان کوئی حائل اور روک واقع ہو جائے گی، پس میں کہوں گا کہ یہ میری امت سے ہے۔جواب ملے گا کہ تم کو معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا، اور کیسی کیسی بدعتیں دین میں شامل کیں پس میں کہوں گا کہ رحمتِ خدا سے دور ہو۔جس نے میرے بعد میرے دین میں تغیر وتبدل کیا اور انس بن مالک سے روایت کی ہے اور یہ بھی متفق علیہ ہے کہ **لیردن علی الحوض ممن صاحبنی حتی اذا رایتهم ورفعوا الی رئوسهم احتجبو افلا قولنّ ای ربی اصحابی فلیقالن لی انك لا تدری ما احد ثوابعدك** ایک جماعت میرے اصحاب کی حوضِ کوثر پر میرے پاس وارد ہوگی تاانیکہ جب میں ان کو دیکھوں گا اور وہ میری طرف دیکھنے کو سر بلند کریں گے تو میری نظر سے چھپ جائیں گے پس میں کہوں گا اے پروردگار میرے، یہ میرے اصحاب تھے۔پس مجھ سے کہیں گے کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا احداث کئے اس قسم کی روایتیں صحاح ستہ میں بکثرت ہیں۔غرض حضرت منبر سے اتر کر اپنے حجرۂ

طاہرہ کوتشریف لے گئے۔ اور ارباب نفاق مدینہ میں پوشیدہ تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے رحلت فرمائی۔ پس غصب خلافت ومنع حقوق خاندان رسالت سے کیا جو کچھ کہ کیا۔ اس کے بعد حذیفہؓ راوی حدیث نے مردِ انصاری سے کہا کہ ایک خلیفہٗ رسول کے ساتھ ان کے یہ سلوک تھے۔ دوسرے خلیفہ نے قرآن کوتحریف کیا اور جس طرح چاہا اس میں تغیر وتبدل کر ڈالا اے انصاری یہ امر عظیم کہ میں نے تجھ سے نقل کیا طالب ہدایت کے لئے محل عبرت ہے سعادت مند انصاری نے یہ تمام باتیں سنیں تو کہا بخدا سوگند کہ تو نے مجھ کو ہدایت کی میں ہمیشہ ان لوگوں سے بیزاری طلب کروں گا اور دشمن ان کا ہوں گا اور خدمتِ امیر المومنینؑ علیؑ کو مایہ سعادت جان کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہوں گا۔ حتیٰ کہ سعادتِ شہادت نصیب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پس حذیفہؓ کو وداع کر کے متوجہ ملازمت شاہِ ولایت ہوا اور اس وقت خدمتِ بابرکت میں پہنچا جب کہ حضرت مدینہ سے عراق کی طرف طلحہ وزبیر کے فتنے کے دفع کرنے کو تشریف لاتے تھے۔ راہ میں باریاب خدمت ہو کر ملازم رکاب ہوا پس سب سے اول جو جنگِ جمل میں شہید ہوا وہ تھا۔ یہ وہ جوان ہے جسے حضرت نے قرآن شریف دے کر ناکثین کے پاس بھیجا اور ان بے رحموں نے اس کو بےقصور مار ڈالا تھا۔ جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل مذکور ہے۔ یہ ہے کیفیت پیش نمازی ابوبکرؓ کی موافق روایت شیعہ کے اور سنیوں سے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں اپنے استاد شیخ ابو یوسف یعقوب بن اسمٰعیل لمعانی سے درباب عداوتِ عائشہؓ با اہل بیت امجاد ایک کلامِ طویل نقل کیا ہے۔ اس میں ہے کہ امیر المومنینؑ ابوبکرؓ کی پیش نمازی جناب عائشہ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ انہوں نے بلال مؤذن اپنے باپ کے آزاد کردہ سے کہلا دیا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائے رسولؐ اللہ نے کسی کو اس کام کے لئے متعین نہیں کیا تھا صرف اس قدر فرمایا تھا کہ کوئی نماز پڑھا دے نماز، نمازِ صبح تھی۔ رسولؐ اللہ باوجود کمالِ ضعف علیؑ وعباسؑ (۱) کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی ابوبکرؓ نے اس امامت کو اپنے لئے دلیلِ خلافت گردانا اور کہا کون تم میں سے راضی ہے کہ ان قدموں پر سبقت کرے جن کو رسولؐ اللہ نے مقدم کیا ہے اور پیغمبرؐ خدا کے اس برآمد ہونے کو انہوں نے اس پر محمول نہیں کیا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کو ہٹانے آئے تھے بلکہ اس کو حتی المقدور آنحضرت کی نمازِ جماعت کی پابندی پر گمان کرتے ہیں پھر شیخ لمعانی کہتا ہے کہ یہ ایک نکتہ تھا۔ جس نے حضرت ابوبکر کو خلافت

---

(۱) یہ بات بھی اس مقام پر قابلِ لحاظ ہے کہ ام المومنین عائشہ امیر المومنینؑ سے اس قدر عداوت رکھتی تھیں کہ صحیح بخاری میں جہاں کہ یہ حدیث ان کے ہاں سے نقل ہوئی ہے اس میں آپ کا نام نہیں بجائے ان کے لفظ رَجُلٌ ' (کوئی مرد) مذکور ہے عبداللہ بن عباسؓ نے راوی حدیث کو آگاہ کیا کہ مراد، رجل سے امیر المومنینؑ ہیں۔ اور ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے صاف صاف لکھ دیا کہ عائشہ خوش نہ تھی کہ نامِ مبارک امیر المومنینؑ کا لے یا بسبب شدتِ عداوت وہ یہ نام لے نہیں سکتی تھی ۱۲ منہ عفی عنہ۔

دلوا دی اور علیؑ کے نزدیک وہ صرف جنابِ عائشہ کی کار پردازی تھی وہ بارہا خلوت میں اپنے اصحاب سے اس کو کہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ پیغمبرؐ خدا نے ناراض ہوکر عائشہ و حفصہ کے حق میں کہا تھا **انکن صُوَ یحبَابُ یُوسف** کہ تم وہی عورتیں ہو جنہوں نے یوسف کو گمراہ کرنا چاہا تھا۔ یہ دونوں اپنے اپنے باپ کے واسطے کوشش کرتی تھیں اور پیغمبرؐ خدا اس کے تدارک کو نکلے تھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کو محراب سے دور کر دیا' اور صحیح بخاری میں عروہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے اپنے آپ میں بہتری پائی تو باہر تشریف لائے اور محراب میں نماز پڑھی۔ پس ابوبکرؓ آنحضرت کی نماز سے نماز پڑھتے تھے اور خلقت ابوبکرؓ کی نماز سے یعنی اور لوگ ابوبکرؓ کی تکبیروں سے اقوال و افعال آنحضرت پر اطلاع پاتے تھے۔ **مولف** کہتا ہے کہ نظر بحالاتِ سابق خصوص اس مبالغہ و اہتمام سے کہ آنحضرت کو ان لوگوں کے مدینہ سے نکالنے میں مرکوز خاطر تھا کہ تخلفِ جیشِ اسامہ پر لعن تک سے بھی دریغ نہ فرمایا' ناممکن ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے جنابِ ابوبکر کو امامِ نماز مقرر کیا ہو' یہ صرف بی بی عائشہ ان کی دخترِ نیک اختر کی چالاکی تھی' گو رسولؐ اللہ نے عین موقعہ پر اس کا خاطر خواہ تدارک فرما دیا' مگر پھر بھی یار لوگ ان کو رسولؐ اللہ کا مقرر کردہ پیش نماز کہے گئے' اور اس فرضی پیش نمازی کو نہ صرف ان کے فضائل سے شمار کیا بلکہ خلافت و امامتِ عامہ کی دلیل گردانا۔ مگر قدرت خدا دیکھئے کہ کس طرح یہ شبہ صاف ہوا ہے خود انہی کے منہ سے کہلا دیا گیا کہ امامتِ نماز کوئی چیز ہی نہیں چنانچہ یہ حضرات رسولؐ خدا سے روایت کرتے اور اس کو صحیح جانتے ہیں کہ نماز ہر ایک کے پیچھے جائز ہے خواہ نیک بخت ہو یا بدکردار (۱) پس جب کہ امامتِ نماز عدالت کی بھی علامت نہیں تو امامتِ عامہ یعنی خلافت کی کیوں کر دلیل ہوسکتی ہے اور اس سے ان کو کیا فائدہ ہوا۔ **رسولِ خدا کے کاغذ و قلم طلب کرنے کو ہذیان سے تعبیر کرنے کا واقعہ:** دردانگیز و مصیبت خیز واقعات میں سے ایک واقعہ طلبِ قرطاس ہے مجمل بیان اس کا حسبِ روایاتِ فریقین یہ ہے کہ سرورِ کائنات نے تاکیدِ مزید و تشئیدِ امرِ خلافت کے لئے دورانِ مرض میں فرمایا کہ قلم دوات اور کاغذ سفید میرے پاس حاضر کرو تمہارے لئے ایک کتبہ لکھوں جس سے ہمیشہ ہمیشہ کو گمراہی سے نجات پاؤ حضرت عمر خطاب مع اپنے مددگاروں کے اس مجلس میں موجود

---

(۱) سنن ابوداؤد اور مشکوٰۃ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم پر جہاد واجب ہے ہر امیر کے ساتھ نیک ہو یا فاجر اور مرتکب کبائر کا ہوتا ہو اور نماز واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے نیکوکار ہو یا بدکردار اور ہر چند گناہان کبیرہ عمل میں لائے اور نماز واجب ہے ہر مسلمان پر نیک ہو یا فاسق اگرچہ گناہان کبیرہ کرتا ہو۔ اور نیز آنحضرتؐ کے نزدیک غلام کی امامت بلا کراہت جائز ہے اور کہتے ہیں کہ عائشہ کا ایک غلام ابوعمر نام تھا جس کے پیچھے وہ نماز پڑھا کرتی تھیں اور طفل نابالغ کے پیچھے نماز جائز ہے اور دلیل لاتے ہیں کہ عمرو بن سلمہ سات سال کا لڑکا حضرت رسولؐ خدا کے زمانے میں اپنی قوم کی امامت کیا کرتا تھا ۱۲ بحار۔

تھے اس سے مانع آئے اور کاغذ نہ آنے دیا یا کاغذ حاضر ہوا تو انہوں نے اس کو پھاڑ ڈالا کہ اس شخص یعنی رسولِ خدا کے حواس ٹھکانے نہیں ہذیان بکتے ہیں ہم کو کتاب خدا کافی ہے۔ بعض حاضرین نے کہا کاغذ قلم و دوات ضرور لانا چاہئے کہ پیغمبرؐ خدا وصیت قلم بند کریں حضرت عمر کے ساتھیوں نے کہا کچھ ضرور نہیں **القول ماقال عمر حسبنا کتابُ اللّٰہ** بات وہی ٹھیک ہے جو حضرت عمر نے کہی ہم کو قرآن کفایت کرتا ہے پس نزاع و اختلاف کو اس مقدمے میں طول ہوا اور طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں حضرت نے یہ صورت دیکھی تو نہایت دلگیر ہوئے اور بکمالِ غیظ فرمایا **قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع** میرے پاس سے چلے جاؤ یہاں جھگڑنا و نزاع کرنا زیبا نہیں، یہ قصہ مشہورات و متواترات سے ہے صحاح ستہ اہلِ سنت اور ان کی دیگر کتابوں میں موجود ہے اور شہرت اس کی اس درجہ کو ہے کہ صرف بخاری نے باوجود سخت تعصب کے اس کو سات موقعوں پر نقل کیا ہے اور مسلم میں تین طریق سے روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے از انجملہ صحیح بخاری وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ اس روز کو یاد کرتے تھے کہ **یوم الخمیس مایوم الخمیس** پنجشنبہ کا دن بھی عجب پنجشنبہ کا دن ہے یہ کہہ کر اس قدر روئے کہ سنگریزے مسجد کے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ ان سے پوچھا اے ابن عباسؓ کون سا امر عظیم پنجشنبہ کو واقع ہوا کہ تم اس کو اتنا یاد کرتے ہو کہا اس روز دردوجع رسولؐ اللہ کا شدید ہوا اور انہوں نے چاہا کہ ایک نامہ لکھیں کہ ان کے بعد امت میں اختلاف نہ رہے پس فرمایا **ھلمّوا اکتُبُ لکم کتا بالن تضِلّوا** آؤ تم کو ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے کبھی گمراہ نہ ہو۔ بروایتے فرمایا **ایتونی بدواۃٍ وبقرطاس** کہ لاؤ دوات اور کاغذ اور بعض میں ہے **ایتونی بکتفٍ** لاؤ میرے پاس شانۂ گوسفند یا شتر **عمران النبی قد غلب علیه الوجع و عند کم القران حسبنا کتاب اللّٰہ** یعنی حضرت عمر نے کہا رسولؐ اللہ پر درد غالب ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ کہ کتابِ خدا کافی ہے بروایتے عمر نے کہا **دعوالرجل انه لیھجرو حسبنا کتاب اللّٰہ** اس مرد کو چھوڑو بہ تحقیق کہ وہ ہذیان بکتا ہے۔ بعض روایات میں خود ہذیان کا لفظ موجود ہے یعنی **دعوالرجل انه لیھذوا** بہر حال راوی کہتا ہے **فاختلف اھلُ البیت فاختصمو امنھم من یقول قربو الیکتب لکم النبی کتا بالن تضِلّوا بعْدہ ومنھم من یقول من قال عمر** یعنی جو لوگ اس وقت مکان میں تھے ان میں اختلاف و خصومت واقع ہوئی بعض کہتے تھے کہ قلم و دوات لے آؤ تا کہ نبی یہ نوشتہ لکھ دیں جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو اور بعض وہ تھے جو عمر کا کہا کہتے تھے **فلما اکثر اللغط والا ختلاف عند النبی قال رسولُ اللّٰہ قوموا عنی لاینبغی عندنبی تنازعٌ** جب بک بک اور اختلاف پیغمبرؐ کے

سامنے زیادہ ہوا تو آنحضرت نے فرمایا اٹھ کھڑے ہو اور جاؤ کہ نبی کے پاس بیٹھ کر یہ جھگڑے کرنے سزاوار نہیں' ابنِ عباسؓ کہتے ہیں۔ **فتنازعو ولا ینبغی عندنبی تنازُعٌ** 'کہ انہوں نے نزاع اور جھگڑا کیا حالاں کہ پیغمبرؐ خدا کے پاس جھگڑا کرنا سزاوار نہ تھا۔ اور نیز ابن عباسؓ کہتے تھے **ان الرزیة کل الرزیة فیما حال بین رسولؐ اللّٰہ وبین ان یکتب لھم ذلك الکتب لاختلافھم و لعظم** مصیبت سی مصیبت سخت مصیبت ہے یہ کہ رسولِ اللہ کو نوشتہ نہ لکھنے دیا اور اس میں اور رسولِ خدا میں حائل ہوئے۔ بسبب اختلاف اور شور وغل کرنے کے' واقعی اس سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہوگی کہ پیغمبرِ خدا آخر وقت میں وصیت لکھنا چاہیں اور وصیت بھی وہ کہ امت کو ابدالآباد ضلالت وگمراہی سے بچائے اور یہ لوگ اس سے مانع آئیں نہ صرف منع کریں بلکہ آپ کو رُو در رُو حواس باختہ و ہذیان بکنے والا (معاذ اللہ منہ) بتلائیں اور اس قدر آزردہ و ناراض کریں کہ رحمت اللعالمین جن کے خُلقِ عظیم کی حق تعالیٰ قرآن میں صفت وثنا کرتا ہے ان کے پاس بیٹھنے کے بھی روادار نہ رہیں' اور بکمال غیظ وغضب اپنے مکان سے اٹھوادیں' ادنیٰ شخص بھی مرنے کے وقت وصیت کرنا چاہتا ہے تو اس کی بات کو سنتے اور مانتے ہیں' بلکہ نہایت دلجوئی کرتے ہیں تا کہ جو کچھ اس کے دل میں ہو کہہ گزرے رسولؐ خدا کہ باعثِ ایجادِ عالم وفخرِ بنی آدم تھے اور ہر ایک کلمہ آپ کا' وحی منزل من اللہ' ہلاکت سے بچانے والا ہادی وراہ نما تھا ان کی وصیت کرنے پر یہ لوگ یہ رنگ لائے' کفار کہا کرتے تھے **انّہٗ لمجنون** ' حضرت عمر نے کہا **انہ لیھجر** خدا تو **یا ایھا الرسول یا ایھا النبی** ان القاب کے ساتھ آپ کو خطاب کرے اور جناب پسر خطاب **اِنَّ الرَّجُلَ** (یہ مرد) کہیں۔ کیسی بے ادبی کی بات اور کس قدر شوخ چشمی اور گستاخی یہ تھی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے **اطیعو اللّٰہ واطیعو الرَّسول** اطاعت کرو خدا اور رسولؐ کی' اور نیز کہتا ہے **انا کُمُ الرَّسُوْلُ مخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا** کہ جو رسولِ خدا تم کو حکم کریں اس کو قبول کرو جس سے منع کریں باز رہو یہ بجائے اطاعت کے ایسی زبان درازیاں کریں کیا یہی اطاعتِ رسولؐ تھی اور یہی آنحضرت کے امر ونہی کی پیروی' جو انہوں نے آخر وقت میں رسولؐ اللہ کے سامنے ظاہر کی۔ بات صرف یہ ہے کہ وہ خوب جانتے تھے' کہ جو بات ہمیشہ کہتے ہیں' اور جو بھی برسر منبر کہی' اور جس کو غدیرخم میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مجمع میں تقریر کیا' یعنی خلافتِ علیؑ مرتضیٰ اسی کو حضرتؐ اس وقت لکھوائیں گے' پس انہوں نے سوچا کہ زبانی باتوں کا علاج ہوسکتا ہے کچھ بندوبست کرلیں گے مگر نوشتہ تو مثل نوشتہ تقدیر کسی کے مٹائے نہ مٹے گا۔ بے شک وہ بات پیدا کی کہ اگر وہ کاغذ لکھا بھی جاتا تو کچھ فائدہ نہ تھا۔ پس شرم وحیا بلکہ دین وایمان کو بالائے طاق رکھ کر کہہ دیا **ان الرَّجل لیھجُرُ** یہ شخص بدحواس اور بے ہوش ہے اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں اور حضرت عمر

کا یہ کہنا کہ حَسبُنَا کِتَابُ اللّٰه کہ ہم کو کتابِ خدا یعنی قرآن کافی ہے عجیب منطق ہے۔ حضرت رسولؐ اللہ تو کہیں کہ قرآن و اہل بیت دونوں ساتھ ہیں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے اور بار بار دونوں سے تمسک کرنے کا حکم دیں اور یہ حضرات کہیں کہ ہم کو قرآن کافی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیمار کہے کہ میرے پاس طب کی کتابیں موجود ہیں اس لئے طبیب کی حاجت نہیں رکھتا' پھر بیمار بھی وہ کہ ایک حرف ان کتابوں کا خود نہ پڑھ سکے' یہی حال بعینہ خلیفہ صاحب کا اس مقام پر ہے' کہ آپ کے علم و معرفت کی تو یہ کیفیت تھی کہ خود انہیں کے قول کے موافق' زنانِ پردہ نشین بھی ان سے افقہ تھیں اور جہاں کوئی مشکل پیش آجاتی تھی تو اہلِ بیت کا دامن پکڑتے اور حضرت حلالِ مشکلات کی خدمت میں التجا کرتے تھے لیکن زبان سے کہنے کو حسبنا کتاب اللّٰه کہہ گئے۔ جب کہ آیات متعلقہ احکام حسب تصریح علما کل پانچ سو ہیں تو ظاہر ہے کہ ان سے تمام مسائل شرعی استخراج نہیں ہو سکتے۔ علاوہ بریں قرآن میں محکم متشابہ ناسخ منسوخ مجمل مول ہر طرح کا کلام ہے تو کیوں کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم کو قرآن کافی ہے حق تعالیٰ خود فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کہ اس کی تاویل سوائے اللہ کے اور ان لوگوں کے جو علم میں راسخ ہیں کوئی نہیں جانتا۔ سو ظاہر ہے کہ راسخون فی العلم رسولِ خدا ہیں یا ان کے اہل بیت ہدیٰ جن کے گھر میں قرآن اترا ہے نہ کہ حضرت پسرِ خطاب جن کی زبان لولا علی لھلك عمر کہتے خشک ہوتی تھی۔ تعجب ہے کہ حضرت امیرؑ کی خلافت لکھنے پر تو حضرت عمر نے رسولؐ خدا ﷺ پر بدحواسی کی تہمت لگائی اپنی خلافت کا کاغذ لکھتے وقت حضرت ابوبکر کو سڑی خبطی ہذیان بکنے والا نہ بتایا۔ انہوں نے بھی تو اپنے مرضِ موت ہی میں یہ نوشتہ لکھوایا تھا۔ بلکہ وہ تو اثنائے تحریر میں سچ مچ بے ہوش ہو جاتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر کا نام بھی عثمان کاتب وثیقہ نے ان کی بے ہوشی میں اپنی ہوشیاری سے لکھ دیا۔ جس کو ہوش میں آکر خلیفہ اول نے بہت پسند کیا چنانچہ اس کا ذکر آئندہ زیادہ تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں آئے گا مگر وہاں اپنا فائدہ تھا حضرت ابوبکر کی بے ہوشی بھی ہوشیاری ہو گئی یہاں امیر المومنینؑ کا معاملہ درمیان تھا کہ حضرت اعقل ناس بھی بدحواس سمجھے گئے نعوذ باللّٰه من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس شاعر عربی کہتا ہے۔

اوصی النبی فقال قائلهم   قد ضلَّ یھجر سید البشر
وراوا ابابکر اصاب فلم   یھجر و قد اوصیٰ الی عمر

یعنی پیغمبرؐ نے وصیت کی تو ان کے کہنے والے نے کہا کہ سید و سردار آدم ہذیان بکتے ہیں اور حضرت ابوبکر نے عمرؓ کے واسطے وصیت کی تو ان کے نزدیک وہ راہِ صواب پر تھے اور ہذیان نہیں بکتے تھے' شاہ عبدالعزیز تحفہ میں کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ

اس قضیہ کے بعد تین چار روز زندہ رہے اس وقت عمرؓ نے منع کر دیا تھا دوسرے وقت کیوں نہ کسی اور نے آنحضرت سے اس کاغذ کو لکھوالیا اس کا جواب یہ ہے کہ بعد میں لکھوانے سے کیا فائدہ تھا جن لوگوں کے واسطے یہ نوشتہ تھا اور جن کو اس سے ہدایت کرنا اور آگاہ کرنا منظور تھا وہ تو روبروہی اختلالِ حواس و ہذیان تجویز کر چکے تھے پھر اگر اس جلسہ کے بعد یہ نوشتہ لکھا بھی جاتا تو کیا اثر ہوتا وہ کیوں اس کو قبول کرنے لگے تھے تب تو اتنی ہی بات اس کو کافی تھی کہ پیغمبرؐ نے کوئی کتبہ نہیں لکھا ان لوگوں نے آپ کاغذ لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دیا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس قضیہ کے بعد خود رسولؐ اللہ ہی نے اس کے لکھنے کا خیال ترک کر دیا تھا۔ حدیث میں وارد ہے کہ اس کے بعد بعض اصحاب نے عرض کیا کہ ہم اب کاغذ قلم دوات حاضر کریں تو حضرت نے فرمایا **ابعدُ ما سمعتُ** یعنی تم نے یہ حال ان لوگوں کا دیکھا اور گستاخی اور دریدہ دہنی ان کی مشاہدہ کی پھر مجھ سے اس کے لکھنے کو کہتے ہو اب اس سے کیا فائدہ ہوگا اب تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری اہلِ بیت کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کو ایذا نہ دینا یہ کلام حسرت انجام آنحضرت کا سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ قطع نظر اس کے تین چار روز تک اس کے بعد آپ کا زندہ رہنا بھی بعید از قیاس نہیں بعض کتبِ اہلِ سنت سے پایا جاتا ہے کہ اسی روز بلکہ اسی وقت اس جلسہ کے برخاست ہوتے ہی جان بحق ہو گئے ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے **فمَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ** یعنی جس روز کہ قضیۂ قرطاس وقوع پذیر ہوا اسی روز آنحضرت نے رحلت کی اور واقدی نے لکھا ہے کہ جب ان کے درمیان یہ شور وغل ہوا اور حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور وہ لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی وقت روحِ پرفتوح نے جسمِ اطہر سے انتقال کیا۔ طرہ یہ ہے کہ اہلِ سنت کہتے ہیں کہ اس کاغذ میں حضرت رسالت پناہ خلافتِ امیر المومنینؑ کی تصریح کیا چاہتے تھے مگر حضرت عمر نے براہ دلسوزی و دردِ دین کہ یہ خلیفہ ہوں گے تو عرب ان پر اتفاق نہیں کرے گا' ان کو اس سے باز رکھا' نووی شارح مسلم اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے **قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی هم الذی بہ فقیل ارادان بیض علی الخلا فة فی انسان معین لئلا یقع نزاع وفتن** یعنی علما نے اختلاف کیا ہے اس کتبہ میں کہ پیغمبرِؐ خدا اس کے لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نے چاہا تھا کہ ایک شخصِ خاص کے واسطے خلافت لکھ جائیں تاکہ باہم نزاع وفساد نہ ہونے پائے' درحقیقت جس قدر نزاع و فساد اس کاغذ کے نہ لکھے جانے کے سبب سے ہوئے' اتنے کسی سبب سے نہیں ہوئے' بلکہ سچ پوچھو تو بنیاد تمام لڑائی جھگڑوں مسلمانوں کی اور جملہ اختلافات کی یہی مسئلہ خلافت ہے۔ **روایتِ ابن ابی الحدید:** ابن ابی الحدید نے تاریخِ بغداد سے ایک روایت نقل کی ہے ماحصل اس کا یہ ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ابتدائے خلافتِ عمرؓ میں ان کے

پاس داخل ہوا تو دیکھا میں نے کہ بقدر ایک صاع (ہندوستان کے وزن سے تین سوا تین سیر کا ہوتا ہے) کے خرما ان کے آگے چٹائی پر پڑے ہیں اور ایک گھڑا پانی کا پاس رکھا ہے مجھ کو دیکھ کر میری بھی تواضع کی کہ کھاؤ میں نے ایک دانہ اس سے اٹھا کر کھالیا۔ لیکن خلیفہ صاحب نے جو کھانا شروع کیا تو تمام کھا گئے' پھر گھڑا منہ سے لگا کر پانی پیا اور اپنے بچھونے پر لیٹ کر بار بار خدا کا شکر کرتے تھے' بعد ازاں مجھ سے بولے **من این جئت یا عبداللہ** اے عبداللہ تم اس وقت کہاں سے آتے ہو' میں نے کہا مسجد سے' پوچھا اپنے چچیرے بھائی کو کس حال پر چھوڑا' عبداللہ کہتے ہیں کہ میں سمجھا کہ شاید عبداللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں۔ میں نے کہا اپنے ہم سنوں کے ساتھ کھیل رہے تھے عمر نے کہا میں ان کو نہیں پوچھتا۔ **انما عَنَیتُ عظیمکم اَھلَ البَیت** میرا سوال تم اہلِ بیت کے بزرگ کی نسبت ہے' میں نے کہا وہ ایک شخص کے باغ میں پانی سینچ رہے تھے' اور تلاوت قرآن کرتے جاتے تھے عمرؓ نے کہا اے عبداللہ تم کو قسم دیتا ہوں' تم پر قربانی شتران لازم ہوا گر تم چھپاؤ آیا ان کے دل میں اب بھی کچھ خیال خلافت کا باقی ہے میں نے کہا ہاں کیوں نہیں عمرؓ نے کہا شاید ان کا گمان یہ ہے کہ رسولؐ اللہ اُن کو خلیفہ کر گئے ہیں۔ میں نے کہا البتہ' اس کے علاوہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا تھا کہ علیؑ جو دعویٰ خلافت کا کرتے ہیں آیا وہ درست ہے' انہوں نے کہا ہاں درست ہے' عمرؓ نے کہا رسولؐ اللہ کی باتیں اس بارے میں کچھ ایسی پریشان اور مبہم ہوتی تھیں کہ ان سے کسی حجت کا اثبات اور کوئی عذر قطع نہیں ہو سکتا۔ یعنی صاف صاف نہیں تھیں اور پیغمبرؐ بسا اوقات علیؑ کی محبت کے سبب سے طریقِ حق سے لغزش کر جاتے تھے اور انہوں نے مرض الموت میں چاہا کہ ان کے نام کی تصریح کر جائیں' میں نے بسبب محبت و شفقت مسلمانوں کے ان کو روک دیا' اور نہ لکھنے دیا قسم بخدائے کعبہ کہ اگر علیؑ خلیفہ ہوتے تو قریش ان کو نہ مانتے' اور عرب چاروں طرف سے اٹھ کھڑے ہوتے' رسولِ خدا کو بھی میرے دل کی بات معلوم ہو گئی تھی لہٰذا چپکے ہو رہے اور جو خدا کو منظور تھا وہی ہو کر رہا۔ تمام ہوئی روایت ابن ابی الحدید کی **حقیر مولف** کہتا ہے کہ رسولؐ اللہ چپکے کہاں ہو رہے بلکہ **قُومُوا عَنِّی** کہہ کر بکمالِ ذلت و خواری آپ کو حجرۂ مقدس سے نکلوا دیا اور علیؑ کے حق میں تو ضرور وہ حضرت طریقِ حق سے گذر جاتے تھے لیکن حق پر جب رہتے جب کہ آپ کی یا آپ کے برادرِ کلاں حضرت ابوبکر کی مدح فرماتے یا آپ کی خلافت کا پٹہ لکھ جاتے۔ ہمارے نزدیک آپ کو بارگاہِ خداوندی میں دخل تو تھا ہی' حتیٰ کہ وحی آپ کی رائے کے موافق نازل ہوتی تھی لیکن یہ برا کیا کہ پیغمبرؐ خدا کو پیغمبری سے' یہ کہہ کر' لگتے ہاتھ آپ نے نہ روک دیا' کہ وہ پیغمبرؐ ہوں گے تو قریش ان کو نہ مانیں گے اور عرب مخالفت پر اٹھ کھڑا ہو گا کہ سرے ہی سے چھٹی ہو جاتی' وحی آپ کی رائے کے موافق تو آتی ہی تھی' آپ ہی کے پاس آ جایا کرتی' پھر دیکھئے کہ آپ کی حسن تدبیر سے خلافت کو کیا رونق ہوئی ہے' جو

نبوت کو ہوتی ادھر خدا کو یہ آسانی ہو جاتی کہ ہر بات میں آپ کی رائے معلوم کر کے وحی بھیجنے کی تکلیف سے چھوٹ جاتا سب کام آپ کی رائے زرین کے حوالے ہو جاتے آپ خود ہی سب ٹھیک ٹھاک کر لیتے **بھلا صاحب** یہ غیب کی بات کہاں سے جانی، کوئی الہام ہوا یا جبرئیل آپ سے کہہ گئے کہ امیر المومنینؑ خلیفہ ہوتے تو عرب ان پر اتفاق نہ کرتا۔ جو کوئی آپ کا خیر خواہ یہ کہے کہ زمانۂ خلافتِ علی علیہ السلام سے ظاہر ہوا کہ جنگِ جمل و صفین و نہروان میں لوگ ان سے لڑتے رہے، تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی حضرت خلیفہ صاحب ہی کی عنایت تھی، نہ وہ غصبِ خلافت کر کے سنت ہائے رسولؐ کو یوں ملیامیٹ کرتے نہ آنحضرتؐ کو یہ قصے جھگڑے پیش آتے، دیکھئے سب سے پہلا قضیہ اس عہد کا طلحہ و زبیر کا فتنہ ہے، جو صرف اس سبب سے پیدا ہوا، کہ امیر المومنینؑ ان کو سنتِ رسولؐ اللہ کے موافق برابر حصہ دیتے تھے مگر ان کو تو خلیفوں کے وقت کی بُردوں کی چاٹ لگی ہوئی تھی کیوں راضی ہوتے، بگڑ بیٹھے اور ایسے بگڑے کہ ظالموں نے جمل کا بکھیڑا کھڑا کر دیا، ان کی دیکھا دیکھی معاویہ کو بھی حوصلہ ہوا، اور اس نے بہ بہانہ طلبِ خونِ عثمان دوسری جنگِ صفین پیش کی، نہروان کی لڑائی ظاہر ہی ہے کہ جنگِ صفین کے بعد اور جھگڑے اس سے پیدا ہوئے، چلئے خاتمہ ہوا اب فرمائیے کہ یہ تمام جنگ و جدل کس کی طرف سے واقع ہوئے اور خلیفہ صاحب کا یہ ارشاد **اَبَی اللّٰہُ اِلَّا مِضَاءَ مَا حَتَمَ** کہ وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا، جبریوں اور قدریوں کے قول کے بہت ہی مشابہ ہے اگر یہی راستہ کھولا جائے تو اہلِ فسق و فجور کفر و زور کو اچھا خاصہ عذر ہاتھ آتا ہے وہ کہہ دیں گے کہ ہم کیا کریں خدا کو یہی منظور تھا جو ہم سے صادر ہوا، پس ابولولو نے جو آپ کے شکم میں خنجر لگایا اس کی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے کہ خدا کو یہی منظور تھا، اس بے چارے کا کیا قصور تھا نیز شیعہ جو کوئی کلمہ آپ کے حق میں کہہ بیٹھتے ہیں خدا ان کے منہ سے کہلوا دیتا ہے، ان کا کیا گناہ ہے جو آپ کے معتقد اسے سن کر جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دوسرے موقعہ پر اس عذرِ بدتر از گناہ کو خلافت پناہ نے اور بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ ابن ابی الحدید ان کے سفر شام کی حکایت بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اور عبداللہ بن عباسؓ اپنے اپنے اونٹوں پر سوار سب سے علیحدہ چلے جا رہے تھے اس وقت عمرؓ نے کہا اے پسرِ عباسؓ میں تمہارے ابنِ عم علی علیہ السلام کی شکایت کرنے والا تھا میں نے ہر چند چاہا کہ اس سفر میں وہ ہمارے ساتھ آئیں نہ آئے اور میں ان کو اپنے سے ہمیشہ خفا پاتا ہوں، اس غیظ و غضب کا سبب کچھ تمہاری بھی سمجھ میں آتا ہے، ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اس کا سبب تم کو خود معلوم ہے عمرؓ نے کہا شاید ان کا یہ غصہ خلافت کے نہ ملنے پر ہے میں نے کہا ہاں یہی وجہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ خلافت ان کے لئے چاہتے تھے، عمرؓ نے کہا جب کہ خدا نے نہ چاہا کہ خلافت ان کو ملے تو رسولؐ خدا کے چاہنے سے کیا ہو سکتا تھا، رسولِؐ خدا نے یہ چاہا خدا نے اس کے برخلاف چاہا۔ کیا ہمیشہ وہی ہوتا تھا جو رسولِؐ خدا چاہتے تھے، رسولِؐ خدا تو

بہت چاہتے رہے کہ ان کے چچا ابو طالب مسلمان ہو جائیں مگر خدا نے نہ چاہا' نہ ہوئے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ حضرت ابو طالب تو خدا کے فضل سے مسلمان اور مسلمانوں کے سرتاج ہیں ان کی نسبت تو یہ ناحق کی بڑ بڑ ہے مگر ہاں ابولہب ابو جہل وغیرہ کفار قریش و دیگر کفرہ فجرہ کو بہت اچھا پروانہ خلافت مآب نے عطا کر دیا ہے' وہ ضرور قیامت کے روز اس سند کے حوالے سے خدا کے سامنے کہہ سکتے ہیں کہ تو نے ہی تو نہ چاہا کہ ہم مسلمان ہوں تو پھر کیا ہم کوئی تجھ سے زبردست تھے' کہ خلاف تیری مرضی کے مسلمان ہو جاتے۔ **اب ہم** حضرت عمر کی پیغمبرؐ خدا کے ساتھ چند مخالفتیں نقل کرتے ہیں اور اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ **از انجملہ** ایک عظیم مخالفت یہی قصۂ قرطاس کی ہے کہ رسولؐ اللہ تو وصیت نامہ لکھنے کو کاغذ مانگیں' اور وہ کہیں ہذیان بکتے ہیں' ہم کو کتاب خدا کافی ہے اور اس سرکشی کا نام عقل و دور بینی اور مسلمانوں کی خیر خواہی رکھیں اور اس کو فخریہ لوگوں کے سامنے نقل کریں۔ پہلے گذرا کہ ابن عباسؓ اس مصیبت کو یاد کر کے زار و قطار مثل ابر نوبہار رویا کرتے تھے۔ اور فاضل شہرستانی نے ملل و نحل میں اس کو مسلمانوں کا پہلا نزاع و فساد کہا ہے اور لکھا ہے کہ کسی مسئلہ شرعیہ پر اس قدر تلوار نہیں چلی جس قدر کہ مسئلہ امامت پر چلی۔ ایک ان میں سے روز حدیبیہ کی مخالفت ہے کہ حضرتؐ نے نظر بمصالح کفار کے ساتھ صلح فرمائی تو حضرت خلیفہ ثانی بگڑ بیٹھے اور لگے حضرت کی نبوت میں شک کرنے اور اتنا شک کیا کہ خود اپنے قول کے موافق یہ شک عمر بھر کے شکوک سے جو انہوں نے حضرت کی رسالت میں کیے تھے بڑھ چڑھ کر تھا۔ ایک اور مخالفت حجۃ الوداع کے دن کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ جو لوگ ہدیٰ ساتھ نہیں لائے عمرہ تمتع کی نیت بدل کر محل ہو جائیں پس پیغمبرؐ کے حکم کی مخالفت کی اور احرام پر جمے رہے اور نہ اس وقت بلکہ تا بزیست حج تمتع پر ایمان نہ لائے۔ اور بھی عہد خلافت میں اس مخالفتِ پیغمبر کا بڑے زور سے اعلان فرمایا کہ دو متعہ پیغمبرؐ خدا نے حلال کیے تھے میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں وہ متعۃ النسا و متعہ الحج ہیں۔ چنانچہ پیشتر کسی قدر تفصیل سے ان کا بیان گذرا۔ ایک اور نمایاں مخالفتِ پیغمبرؐ کی ابو ہریرہ والی حکایت ہے مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس کو نقل کیا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ میں ایک روز حضرت رسولؐ اللہ کی طلب میں چلا آپ کو ایک مرد انصاری کے باغ میں پایا پس مجھ کو نعلین مبارک اپنے دیئے اور کہا ان کو لے جا اور جو تجھے ملے ان کو دکھلا کر کہنا کہ پیغمبرؐ خدا نے کہا ہے کہ جو بصدق دل **لا الہ الا اللہ** کی شہادت دے بشارتِ بہشت اس کے لئے ہے ابو ہریرہ نے کہا کہ سب سے پہلے جس سے میری ملاقات ہوئی وہ حضرت عمر خطاب تھے انہوں نے پوچھا یہ جوتیاں کیسے لئے پھرتا ہے میں نے کہا کہ پیغمبرؐ خدا نے دی ہیں کہ جو وحدانیت خدا کی گواہی دے اس کو بشارتِ بہشت دوں یہ سن کر حضرت عمر نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک مکا ابو ہریرہ کے سینہ میں اس زور سے رسید کیا کہ وہ بیچارا پشت کے بل زمین پر

جا پڑا، اور کہا جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا۔ پس ابو ہریرہ گرتا پڑتا بھاگا اور روتا جاتا تھا باغ میں پہنچا، تو رسولؐ خدا نے پوچھا اے ابو ہریرہ تجھ کو کیا ہوا، اس نے ماجرائے گذشتہ بیان کیا اتنے میں حضرت عمرؓ بھی وہاں آ گئے۔ پیغمبرؐ نے پوچھا کس لئے تو نے اس کو مارا، کہا یا رسولؐ اللہ آپ نے اس کو بھیجا تھا کہ یہ بشارت دے، فرمایا ہاں، کہا ایسا نہ کریں نہیں تو لوگ اس پر بھروسہ کر کے اعمالِ خیر کو بالکل چھوڑ دیں گے، دیکھئے جتنا دردِ دین حضرت عمر کو تھا پیغمبر کو نہ تھا اور جس قدر وہ اس کے نیک و بد کو جانتے تھے حضرتؐ نہ جانتے تھے اسی لئے تو ہم نے کہا تھا کہ ان کو خدا کی کچہری میں اپنے لئے پیغمبری کی درخواست دینی چاہئے تھی، اب ذرا راوی حدیث کی شرارت کو بھی خیال کیجئے کہ پیغمبرؐ نے یہ نصیحت حضرت عمرؓ کی سنی تو فرمایا اچھا رہنے دو کہ لوگ اعمالِ خیر بجالائیں یعنی پہلے سے حضرت کو اس کی خبر نہ تھی عمرؓ کے کہنے سے برے نتیجہ کی خبر اس کو جانا **لا حول ولا قوة الا باللہ** ایک اور سنئے عبداللہ بن ابی منافق مرا تو اس کا بیٹا عبیداللہ بن عبداللہ کہ مومنِ خالص تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ پیراہنِ مبارک اپنے بدن کا اس کے کفن کو عنایت کریں آپ نے اپنا کرتا اتار دیا پھر ملتجی ہوا کہ نمازِ جنازہ بھی پڑھائیں آپ کو اس کی دلداری منظور تھی نماز کے واسطے بھی کھڑے ہو گئے حضرت عمرؓ کا تو جوشِ دین داری رسولؐ خدا کی نسبت زیادہ تھا ہی بے تاب ہو گئے، اور بروایت صحیح بخاری و مسلم آپ کا کپڑا پکڑ کر گھسیٹا کہ آپ اس منافق کی نماز پڑھتے ہیں حالاں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کیا ہے رسولِ خدا نے فرمایا دور ہوا ے عمرؓ مجھ سے اور نماز پڑھنے دے، زیادہ مبالغہ کیا تو فرمایا حق تعالیٰ نے مجھ کو اختیار دیا ہے **اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ ، وَلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ** کہ طلب آمرزش کر ان کے لئے یا نہ کر **ان تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مرة** اگر استغفار کرے ان کے لئے ستر مرتبہ۔ پس حضرت نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے میں حق تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو زیادہ استغفار کرتا غرض حضرت نے اس پر نماز پڑھی بعد ازاں آیہ نہی صلوٰۃ نازل ہوئی۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت پر اس قدر جرأت کرنے سے تعجب ہوتا ہے یہ روایت صحیحین کی ہے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عمرؓ کی اس جرأت (گستاخی) پر اور لوگ بھی تعجب کرتے تھے اور بطریق شیعہ حضرت صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ حضرت رسولؐ خدا ﷺ عبیداللہ پسر عبداللہ کے تالیف قلب کے لئے اس کے جنازہ پر حاضر ہوئے حضرت عمر نے کہا آیا خدا نے تم کو اس کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہیں کیا، حضرت نے کچھ جواب نہ دیا تو اس نے پھر تکرار کیا، فرمایا وائے ہو تجھ پر تو کیا جانے کہ میں نے اس پر کیا کہا، میں نے یہ کہا کہ خداوندا اس کی قبر آتش سے پر کر اور اس کے بدن کو آتش جہنم میں جلا حضرت صادقؑ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے مصلحتِ رسول کو بگاڑ دیا اور وہ امر حضرت سے ظاہر کرایا جس کو آپ اس کے بیٹے کی دل شکنی کے خیال سے ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے واضح رہے کہ یہ عبیداللہ پسر عبداللہ وہ شخص ہے کہ

جب عبداللہ مذکور نے ایک سفر میں کہا کہ اب کے یہاں سے لوٹ کر مدینہ جائیں تو عزیز تر ہمارا (یعنی خود) ذلیل تر کو یعنی پیغمبرؐ کو وہاں سے نکال دے گا تو یہ عبیداللہ تاک میں رہا جب سواری مدینہ کے قریب پہنچی تو اس نے آگے جا کر اپنے باپ کی سواری کے اونٹ کو روکا اور کہا قسم بخدا کہ تجھ کو مدینہ جانا نہیں ملے گا جب تک حضرت رسولِ خدا اجازت نہ دیں تاکہ تو بھی جان لے کہ عزیز تر کون ہے اور ذلیل تر کون؟ وہ اس کو روکے کھڑا تھا اور لوگ ان کا تماشا دیکھتے جاتے تھے اور عبداللہ کہتا تھا **انا ذل من الصبیان انا اذل من النساء** میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں میں عورتوں سے بھی بے قدر ہوں اور وہ مومن اس کو نہ چھوڑتا تھا حتیٰ کہ رسولِ خدا نے پہنچ کر باپ کو بیٹے کے ہاتھ سے خلاصی دلوائی۔ اور نیز اسی عبیداللہ نے کہیں سے یہ سنا کہ رسولِ خدا عبداللہ بن اُبی کو مروانا چاہتے ہیں تو حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ اگر آپ کو میرے باپ کا قتل منظور ہے تو مجھ کو حکم دیجئے کہ قبل اس کے کہ آپ اس مقام سے حرکت کریں میں اس کا سر آپ کے لئے کاٹ لاتا ہوں باوجودیکہ قبیلہ خزرج میں اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں اور عرصے سے وہ بجز میرے اور کسی کے ہاتھ کی کوئی شے نہیں کھاتا لیکن مجھ کو خوف ہے کہ اگر کوئی اور شخص اس کی گردن مارے تو مبادا مجھ سے صبر نہ ہو سکے اور اس سے بدلا لوں اور اس سبب سے جہنم میں ڈالا جاؤں۔ حضرت نے فرمایا اے عبیداللہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا بلکہ جب تک ہمارے درمیان رہے گا اس کے ساتھ نیکی کریں گے۔ افسوس کہ حضرت عمرؓ نے مصلحت پیغمبرؐ کو اس مومن پاک کے حق میں برہم کیا اور اس کا دل دکھایا یعنی وہ کلمہ آپ سے کہلوایا جس کو آپ کہنا نہیں چاہتے تھے **روضۃ الاحباب** میں ہے۔ "یہ ثبوت پیوستہ کہ بعد ازانکہ ابن ابی را دفن کردہ بودند حضرت بر سر قبر وے برفت وفرمودٗ تا آن را بیرون آوردند سر وے بر کنار مبارک خود نہادند و آبِ دہنِ مبارک خود در دہانِ وے انداخت" انتہی۔ ہر چند یہ بےہودہ روایت ہمارے نزدیک معتبر نہیں لیکن چوں کہ روضۃ الاحباب کی ہے اس لئے الزاماً گذارش ہے کہ رسولؐ اللہ کو تو ابن اُبی کی اس قدر خاطر منظور تھی کہ اس کی لاش کو قبر سے نکلوا کر آبِ دہن اس کے منہ میں ڈالا اور حضرت عمرؓ کو اس پر نماز پڑھنا بھی گوارا نہ تھا یہ صریح مخالفت و معاندت ہے رسولِ خدا کے ساتھ **ذکر علالتِ خیر الانام اور اُن ایامِ مصیبت انجام کا کچھ احوال:** مرض الموت جس میں کہ آپ نے رحمتِ خدائے ذوالجلال کی طرف انتقال فرمایا کوئی بارہ تیرہ روز رہا چوں کہ تاریخ وفات بنا بر مشہور میانِ علمائے امامیہ ۲۸ صفر ۱۱ھ ہجری ہے اس سبب سے غالباً ۱۶ یا ۱۷ صفر سے مرض شروع ہوا۔ مدارج النبوۃ میں ہے چوں کہ وہ حضرت شدتِ مرض سے بار بار بےہوش ہوتے اور ہوش میں آتے تھے چلنا چاہتے تو اچھی طرح چل پھر نہیں سکتے تھے اس لئے لوگ آپ کی بیماری کو ذات الجنب تجویز کرتے تھے مگر آپ نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ ذات

العجب شیطان سے ہے حق تعالیٰ اس کو مجھ پر مسلط نہیں کرسکتا۔ منقول ہے کہ ابتدائے مرض میں رسولِؐ خدا مامور ہوئے کہ اہلِ گورستانِ بقیع کے لئے دعائے مغفرت کریں پس دستِ مبارک امیر المومنینؑ کا پکڑ کر اس طرف کو روانہ ہوئے صحابہ حضرت کے پیچھے پیچھے جاتے تھے جنۃ البقیع میں پہنچے تو فرمایا **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ** گوارا و مبارک ہو تم کو یہ حالت جس میں کہ ہو کیوں کہ تم فتنوں سے پناہ میں ہو' جو خلقت کو پیش آنے والے ہیں بہ تحقیق کہ فتنہ ہائے بسیار مثل پارہ ہائے شبِ تار لوگوں کی طرف متوجہ ہیں۔ پس دیر تک کھڑے ہوئے ان کے لئے طلب آمرزش کرتے رہے پھر امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ جبرئیل ہر سال قرآن کو ایک مرتبہ مجھ پر عرض کرتے تھے الا امسال کہ دو مرتبہ عرض کیا لہٰذا میرا گمان یہ ہے کہ اجل میری نزدیک پہنچی' یا علیؑ حق تعالیٰ نے مجھ کو اختیار دیا کہ چاہوں تو دنیا میں رہوں اور خزانہائے روئے زمین میرے قبض و تصرف میں ہوں' ورنہ بہشتِ بریں کو جاؤں اور ملاقات پروردگار پر فائز ہوں۔ پس میں نے ملاقات اپنے پروردگار کی اختیار کی جس وقت کہ میں جاں بحق ہوں تو غسل دینا اور میری ستر پوشی کرنا کیوں کہ جو کوئی میرے عورتیں پر نگاہ کرے گا نابینا ہو جائے گا پس مراجعت فرمائے بیت الشرف ہوئے مرض آنحضرت کا سخت و شدید ہوتا جاتا تھا تین روز بعد عصابہ سر مبارک پر باندھ کر امیر المومنینؑ و فضل بن عباسؓ کے سہارے سے برآمد ہوئے اور منبر پر جا کر کہا لوگوں میں تمہارے درمیان سے جاتا ہوں جس کے ساتھ میرا کوئی وعدہ ہو یا جس کا میرے ذمہ کچھ قرضہ ہو وہ آئے اور مجھ کو آگاہ کرے ایہا الناس کوئی شے بجز اعمالِ خیر کے بندگانِ خدا کو عذاب سے نہیں بچا سکتی پس اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ بغیر عمل خیر کے رستگار ہو جاؤں یا آرزو کرے کہ بے طاعتِ خدا اس کی رضا حاصل کرسکوں محض باطل ہے قسم بخدائے عزوجل کہ سوائے نیک اعمال کے کوئی چیز عذابِ خدا سے نجات دینے والی نہیں حتیٰ کہ اگر میں بھی معصیت خدا کروں تو جہنم میں بھیج دیا جاؤں گا۔ پس فرمایا پروردگارا میں نے تیری رسالت ادا کی پس منبر سے اترے اور نماز خفیف و سبک بجماعت ادا کر کے حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں داخل ہوئے ایک روز یا دو روز وہاں رہ کر حجرۂ عائشہ میں تشریف لائے مرض آنحضرتؐ کا دن بدن زیادہ ہوتا جاتا تھا ایک روز بوقتِ صبح بلال نے آواز دی آپ اس وقت متوجہ عالم قدس تھے مطلع نہ ہوئے عائشہؓ نے کہا ابوبکرؓ کو کہو نماز پڑھائے حفصہ نے کہا عمرؓ کو کہو یہ آوازیں گوشِ مبارک میں پہنچیں اور غرضِ فاسد ان کی معلوم ہوئی تو فرمایا خاموش رہو تم ان عورتوں کے مشابہ ہو جو یوسف کو گمراہ کرنا چاہتی تھیں۔ آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو اس سے پہلے لشکرِ اسامہ میں تعین کیا تھا اس وقت ان کی بیٹیوں کی باتوں سے معلوم کیا کہ وہ مدینہ میں فتنہ و فساد کو موجود ہیں نہایت دل گیر ہوئے اور بدیں خیال کہ مبادا ان کی نماز دلوں میں اشتباہ پیدا کرے اسی شدت مرض میں امیر المومنینؑ اور فضل کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیر زمین پر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں

تشریف لائے محراب میں پہنچے تو دیکھا کہ ابوبکرؓ نے سبقت کی ہے' دستِ مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹو اور خود محراب میں بیٹھ کر نماز شروع کی' بعد فراغت دولت خانہ کو مراجعت فرمائی اور ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ کو بلا کر فرمایا میں نے تم کو امر نہیں کیا کہ لشکرِ اسامہ کے ساتھ جاؤ ابوبکرؓ نے کہا میں گیا تھا اِلا واپس آیا کہ ایک بار پھر آپ کو دیکھ لوں عمرؓ نے کہا میں نے نہ چاہا کہ آپ کی بیماری کی خبر اوروں سے سنوں اس لئے نہیں گیا حضرت نے فرمایا جاؤ لشکرِ اسامہ کو لے جاؤ پھر تین مرتبہ فرمایا **لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ جیش الاسامة** جنابِ امیرؑ کہتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ نے لشکرِ اسامہ کے ساتھ ان لوگوں کو بھیجا تھا جو مجھ سے بغض و عناد رکھتے تھے اور میں نے راہِ خدا میں ان کے عزیز و اقارب کو قتل کیا تھا اور جو لوگ کہ میرے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ان کے سینے میری طرف سے صاف تھے ان کو اپنے پاس مدینہ میں ٹھہرا لیا تھا تا کہ کوئی مفسد میرے خلاف فتنہ پردازی نہ کرنے پائے لیکن یہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے اور میری بیعت کو جو خدا اور رسولؐ نے ان کی گردنوں میں ڈالی تھی توڑ ڈالا۔ اور جس کے ساتھ چاہا بیعت کر لی حالاں کہ میں آنحضرت کی تجہیز و تکفین میں کہ امر اہم تھا مصروف رہا اور انہوں نے اپنا کام محکم کیا۔ غرض مسجد میں جانے کی تکان اور اس غم و اندوہ کے سبب سے رسولؐ اللہ کو غش آ گیا مسلمان رونے لگے اور صدائے آہ و بُکا اہلِ خانہ ملائک اس جناب سے بلند ہوئی۔ پس چشم مبارک کھولی اور فرمایا میرے پاس دوات و قلم و شانہ گوسفند حاضر کرو کہ ایک نامہ لکھوں تا کہ گمراہ نہ ہو' پس ایک شخص اٹھا کہ قلم دوات لائے عمرؓ نے کہا بیٹھ جا' یہ ہذیان بکتے ہیں' اور بیماری نے ان پر غلبہ کیا ہے' ہم کو کتابِ خدا کافی ہے پس حاضرین میں اختلاف ہوا بعض کہتے تھے کہ عمرؓ درست کہتے ہیں ہم کو کتاب اللہ کافی ہے باقیوں نے کہا اس وقت پیغمبرِ خداؐ کے خلاف نہ کرو جو مانگتے ہیں حاضر کرنا چاہئے پس اس میں نزاع ہوئی دوبارہ دریافت کیا کہ جو کچھ آپ طلب کرتے ہیں حاضر کریں فرمایا مجھ کو یہ باتیں تم سے سن کر حاجت نہیں کہ وہ کاغذ لکھوں اِلا تم کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہلِ بیت کے ساتھ نیک سلوک کرنا یہ کہہ کر روئے مبارک ان کی طرف سے پھیر لیا اور یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں خدمتِ جناب رسولؐ خدا میں حاضر ہوا وہ جناب ایک چادر اوڑھے تھے اور اس قدر حرارت تپ کی تھی کہ اس کے اوپر سے بدن شریف پر ہاتھ نہ رکھا جاتا تھا مجھ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا حضرت نے فرمایا انبیا کی بلاؤں کی برابر کسی کی بلا سخت نہیں ہوتی جیسے ان کی بلائیں سخت ہیں ویسے ہی ان کے اجر بھی زیادہ ہیں کہتے ہیں کہ یہ شدتِ حرارت اثر اس زہر کا تھا جو خیبر میں زنِ یہودیہ نے آپ کو کھلایا تھا چنانچہ ہر سال آپ اس کی وجہ سے فصد کراتے تھے اس مرتبہ اس کا زور زیادہ ہوا اور آپ نے وفات پائی اور حکمت اس میں یہ تھی کہ پیغمبرؐ کو سعادتِ شہادت بھی حاصل ہو شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب مجمع اصحاب اس جناب کے پاس سے متفرق

ہو گیا۔ اور فقط امیر المومنینؑ اور عباس اور خاص اہل بیت آپ کے باقی رہ گئے تو عباس نے کہا یا رسولؐ اللہ اگر آپ کے بعد امرِ خلافت ہمارے درمیان رہنے والا ہے تو ہم کو اس کی بشارت دیں اور جو علم نبوت سے آپ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ اس پر غالب آئیں گے تو ہمارے لئے ان کو وصیت کر جائیں حضرت نے فرمایا تم کو میرے بعد ضعیف کریں گے اور غلبہ پائیں گے یہ سن کر تمام اہل بیت گریاں ہوئے اور اس جناب کی زندگی سے قطع امید کی اور سنی وشیعہ نے نقل کیا ہے حضرت رسولؐ خدا نے عباس سے فرمایا اے عم تم میری وصیت قبول کرتے ہو کہ میرا قرض ادا اور میرے وعدے وفا کرو اور مجھ کو بری الذمہ فرماؤ اور میرے وصی ہو میرے اہل بیت پر عباس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میں مردِ پیر وعیالدار ہوں اور آپ سخاوت وبخشش میں مثل بادِ بہار و آبرِ اذار میرا مال کفایت نہیں کرتا کہ آپ کے وعدوں کو وفا اور آپ کی بخششوں کو پورا کروں پس امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا **یا اخی انت تقبل وصیتی وتنجز عدتی و تقضی دینی وتقوم بامراھلی من بعدی** اے برادر تم میری وصیت قبول کرتے ہو کہ میرے وعدوں کو وفا اور میرے قرض کو ادا کرو اور میرے بعد میرے اہل وعیال کے خبر گیراں رہو۔ اس وقت گریہ امیر المومنینؑ پر غالب ہوا بحدیکہ شدتِ گریہ سے بولا نہ جاتا تھا بکمالِ دشواری اپنے تئیں ضبط کر کے کہا ہاں یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' ارشاد کیا اے علیؑ تم میرے بھائی ہو دنیا وآخرت میں اور وصی وخلیفہ ہو میرے بعد میرے اہل اور میری امت پر' پس فرمایا اے بلال میرا خود ذوالجنین اور زرہ ذات الفصول اور علم عقاب اور شمشیر ذوالفقار حاضر کر اور عمامہ سحاب اور دوسرا عمامہ طمیحہ اور چادر اور ابرقہ اور عصائے خورد اور عصائے کلان ممشوق نام یہ تمام اشیالے آ' عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ ابرقہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا جب اس کو لا کر رکھا تو نزدیک تھا کہ اس کے نور سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں پس حضرت نے فرمایا یا علیؑ یہ ابرقہ جبرئیل میرے لئے لائے اور کہا اس کو حلقہ ہائے زرہ کے اندر مثل پٹکہ کے کمر پر باندھو' پس دو جوڑے نعلینِ عربی کے منگائے ایک میں پیوند لگا تھا دوسرا ثابت تھا اور پیراہن جو کہ شبِ معراج زیب بدن کیا تھا اور ایک اور کرتا کہ بروزِ احد پہنا تھا اور تین کلاہ منگائیں ایک جو سفر میں پہنتے تھے۔ دوسری روز ہائے عید کو زینتِ سر فرماتے۔ تیسری وہ تھی کہ اس کو پہن کر اصحاب کے درمیان بیٹھتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا اے بلال میرے دو استر (خچر) ایک شہباز دوسرا دلدل حاضر کر اور دو ناقے غضبا وصہبا لا اور دو گھوڑے جناح وخیروم لے آ۔ راوی کہتا ہے کہ جناح وہ اسپ تھا کہ جس کو مسجدِ رسولؐ اللہ پر کھڑا رکھتے تھے۔ جب حضرت کسی کو ضروری کام کو بھیجتے تھے تو وہ اس پر سوار ہوتا تھا اور خیردم ایک اسپ تھا کہ بروز احد رسولؐ خدا اس پر سوار تھے اور جبرئیل امین آسمان وزمین سے اس کو کہتے تھے **قَدِمْ یَا خَیرُ دُم**۔ آگے بڑھ ہوائے خیردم۔ اور اپنا حمار یعفور

نام منگایا پس امیر المومنینؑ کو فرمایا یا علیؑ اٹھو اور اشیا پر میری حیات میں سب کے سامنے تمام کی شہادت سے قبضہ کر دو تاکہ کوئی میرے بعد تم سے اس میں نزاع نہ کر سکے امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور شدتِ الم سے میرے پاؤں میں طاقتِ رفتار نہ تھی لڑکھڑاتا گیا اور ان تمام اشیا کو اپنے گھر لوالیگیا۔ **نامۂ آسمانی کہ برائے آنحضرت آمدہ:** واپس آیا تو حضرت نے انگشترِ مبارک اپنی انگلی سے نکال کر میری انگلی میں پہنائی اس وقت بنی ہاشم و دیگر مسلمان حجرۂ ہمایوں میں بھرے ہوئے تھے اور شدتِ ضعف سے سرِ مبارک راست و چپ کو ہل رہا تھا ایک جگہ قائم نہ تھا۔ پس بآواز بلند کہ سب نے سنا فرمایا اے مسلمانوں علیؑ میرا بھائی اور وصی و خلیفہ ہے میرے اہل بیت اور میری امت پر وہ میرے قرضوں کو ادا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا اے گروہ حاضرین علیؑ کو دشمن نہ رکھو اور اس کے حکم کے خلاف نہ کرو کہ گمراہ ہو جاؤ گے اور حسد و رشک اس پر نہ کرو اور اسے چھوڑ کر دوسری طرف مائل نہ ہو کہ کفر تم پر عائد ہوگا اور بسندِ معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام و منقول ہے کہ جب وقتِ وفات حضرت رسولِ خدا کا قریب پہنچا تو جبرئیل جانب رب جلیل سے ایک نامہ لائے اور ملائکہ مقرب ان کے ساتھ تھے پس فرمایا یا محمدؐ جو لوگ تمہارے پاس ہیں ان کو کہو کہ باہر جائیں اِلا وصی تمہارے علیؑ بن ابی طالب ٹھہرے رہیں تاکہ اس نامہ آسمانی کو ہم سے لیں پس تمام حاضرین اٹھ گئے صرف امیر المومنینؑ رہے اور جنابِ سیدہ دروازہ پر تھیں پس جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ یہ وہ عہد ہے کہ شبِ معراج تمہارے ساتھ قرار پایا تھا اور ملائکہ کو اس پر گواہ کیا تھا۔ ہر چند میں کافی ہوں شہادت کے لئے حضرت رسولؐ خدا نے یہ کلام جبرئیل سے سنا تو ہیبت سے اس کلام کے بند بند بدنِ اقدس کا کانپنے لگا اور فرمایا اے جبرئیل پروردگار میرا سالم ہے تمام نقصوں اور عیبوں سے اور اسی کی طرف سے ہیں تمام سلامتیں اور اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں تمام تحیہ و سلام راست فرمایا پروردگار عالم نے اور اپنے وعدہ کو وفا کیا پس وہ نامہ جبرئیل سے لے کر امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیا کہ اس کو کھول کر پڑھیں پس آنحضرت نے اول سے آخر تک اس کو قرأت کیا رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ یہ عہدِ خدا ہے میرے ساتھ اور شرط ہے جو اس جل شانہ نے مجھ سے کی ہے پس آیا میں نے ادائے رسالت کیا اور شرطِ خیر خواہی بجالایا امیر المومنینؑ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسولؐ اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے تبلیغِ رسالت بوجہ احسن فرمائی اور حق خیر خواہی امت بجالائے گواہی دیتے ہیں اس پر چشم و گوش میرے اور خون و گوشت میرا پس جبرئیل نے کہا **انا لکما علیٰ ذٰلک من الشاھدین** میں تم دونوں کا ان باتوں پر گواہ ہوں پس حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ عہدِ خدا کو جو اس میں ہے وفا کرنا اور خدا و رسولؐ اور ان کے دوستوں کے دوست رہنا اور ان کے دشمنوں کے دشمن۔ اور صبر کرنا ان مصائب پر جو تم پر وارد ہوں بہ تحقیق کہ تمہارا حق غصب

کریں گے اور خمس تم کو نہ دیں گے اور حرمت تمہاری کہ حرمتِ خدا و رسولؐ ہے ضائع کریں گے پس تم غصہ کو اپنے ضبط کرنا پس جبرئیل نے کہا یا رسولؐ اللہ ان کو کہہ دیجئے کہ ان کی ہتک حرمت کریں گے اور ان کی ریش کو ان کے سر کے خون سے رنگین کریں گے حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر مدہوش ہوتا تھا پس عرض کی میں نے کہ قبول کیا میں نے یا رسولؐ اللہ اور راضی ہوں اس پر ہر چند کہ میری حرمت کو ضائع کریں اور سنت ہائے رسولؐ کو معطل کریں اور کتابِ خدا کو پھاڑ ڈالیں اور کعبہ خدا کو گرا دیں اور میری ڈاڑھی کو میرے خون سے خضاب کریں میں ان سب باتوں پر صبر کروں گا اور امیدِ اجر و ثواب درگاہِ خدا سے رکھوں گا پس رسولِؐ خدا نے حضرتِ فاطمہؑ زہرا اور حسنین علیہم السلام کو بلایا۔ اور جو جو مصائب ان کو پیش آنے والے تھے ان سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بھی قبول کیا اور وعدہً صبر فرمایا پس وصیت نامہ کو طلائے بہشت سے جسے آگ کی آنچ نہ لگی تھی مہر کیا اور امیر المومنینؑ کے سپرد کیا۔ راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نامہ میں تمام سنن و احکامِ خدا اور رسولؐ مندرج تھے اور تمام حالات جو آنحضرت کو پیش آنے والے تھے غصبِ خلافت وغیرہ سے یک بیک مصرح تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنَاہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْن** یعنی بہ تحقیق کہ ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو کچھ وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار اور ان تمام اشیا کو جن کو احصا و احاطہ کیا ہم نے امامِ مبین میں یعنی لوحِ محفوظ یا امیر المومنینؑ میں۔ نیز حدیث میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے بلال کو فرمایا کہ مسجد میں لوگوں کو جمع کر پس عمامہ سر انور پر باندھا اور باہر تشریف لائے اور آنحالیکہ کمان پر تکیہ کئے تھے۔ پس منبر پر رونق افروز ہوئے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا اے گروہِ اصحاب کیسا پیغمبرؐ تھا میں تمہارے لئے آیا میں نے تمہارے ساتھ ہو کر راہ خدا میں جہاد نہیں کیا' کیا جہاد میں میرے دانت نہیں ٹوٹے' میری پیشانی خاک آلود نہیں ہوئی' اور میرے منہ پر خون نہیں بہا' اور کیا میری ریش خون سے رنگین نہیں ہوئی' آیا میں نے سنگِ گرسنگی شکم پر نہیں باندھا تمام حاضرین نے عرض کی یا رسولؐ اللہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں حق و صدق ہے حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت نے فرمایا خدا تم کو بھی جزا خیر دے پھر ارشاد کیا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی ظالم کا ظلم اس سے نہیں گذرے گا اور قسم یاد کی ہے کہ وہ ہر ایک سے اس کا انتقام لے گا پس میں تم کو قسم دیتا ہوں خدائے عز و جل کی کہ جس کو مجھ سے کچھ ایذا پہنچی ہو اٹھے اور مجھ سے قصاص لے کیوں کہ میرے نزدیک قصاص آخرت سے کہ انبیا و ملائکہ کے سامنے ہوگا دنیا کا قصاص بہتر ہے پس ایک شخص کہ نام اس کا سوادہ بن قیس تھا اٹھا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایک روز آپ طائف سے تشریف لا رہے تھے اور میں حضرت کے استقبال کو گیا تھا آپ نے عصا اٹھایا کہ اپنے ناقہ کو ماریں وہ عصا میرے شکم پر لگا معلوم

نہیں کہ عمداً مجھ کو مارا یا سہواً حضرت نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں جان کر تجھ کو مارتا اور بلال سے فرمایا کہ وہ عصا فاطمہؑ کے گھر سے لے آ بلال نے مسجد سے نکل کر مدینہ کے بازاروں میں پکار دیا ایہا الناس وہ کون ہے کہ قبلِ قیامت اپنے نفس پر قصاص چاہے رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ قبل روز جزا اپنے تئیں معرضِ قصاص میں لائے ہیں پھر درِ دولت جناب سیدہؑ پر جا کر وہ عصا طلب کیا جناب معصومہؑ نے کہا رسولؐ اللہ کا یہ وقت عصا کے کار فرمائی کا نہیں عصا کیا ہوگا بلال نے عرض کی کہ آپ کو خبر نہیں کہ حضرت مسجد میں تشریف لائے ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں وداع کا نام سن کر حضرت فاطمہؑ رونے لگیں اور بلال عصا لے کر مسجد میں آئے حضرت نے فرمایا وہ مرد پیر کہاں گیا اس نے عرض کی میرے باپ آپ پر فدا ہوں حاضر ہوں فرمایا نزدیک آ اور مجھ سے قصاص لے تا کہ تو راضی ہو اس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ اپنا شکم مبارک کھولیں حضرت نے شکم محترم کھولا تو اس نے عرض کی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے شکم کا بوسہ لوں اجازت ملی تو اس نے بوسہ شکم لے کر کہا کہ پناہ چاہتا ہوں روزِ قیامت کی آتش جہنم سے ساتھ موضع قصاص شکم حضرت رسولؐ خدا کے حضرت نے فرمایا اے سوادہ قصاص لیتا ہے یا عفو کرتا ہے عرض کی یا رسولؐ اللہ میں نے عفو کیا پس حضرت منبر سے اتر کر خانہ ام سلمہ میں داخل ہوئے اور دعا کرتے تھے خداوندا تو اس امت کو آتش جہنم سے بچائیو روزِ حساب روزِ جزا ان پر آسان کیجیو پھر فرمایا اے ام سلمہؓ جبرئیلؑ خبر مرگ میرے لئے لائے ہیں پس تم پر سلام ہو کہ اس کے بعد تم محمدؐ کی آواز نہ سنو گی حضرت ام سلمہؓ نے جو یہ خبر مصیبت اثر حضرت سے سنی بے تاب ہو کر رونے اور اشک بہانے لگیں کہ یہ کیسی مصیبت ہم پر آئی جس کا کچھ تدارک نہیں ہوسکتا۔ نقل ہے کہ دورانِ مرض میں ایک روز امیر المومنینؑ کسی کار ضروری کو باہر تشریف لے گئے تھے حضرت رسولِ خدا نے اس جناب کو نہ پایا تو فرمایا **اُدْعُوْا اِلَیَّ اَخِیْ وَ حَبِیْبِیْ وَصَاحِبِیْ** کہ میرے بھائی اور میرے دوست اور صاحب کو میرے لئے طلب کرو عائشہؓ نے ابو بکرؓ کو اور حفصہ نے عمرؓ کو بلوایا، جب یہ دونوں صاحب سامنے گئے تو روئے مبارک کو ان کی طرف سے پھیر لیا تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی ارشاد کیا کہ میرے حبیب و خلیل اور میرے بھائی کو بلاؤ شیخین پھر اپنی بیٹیوں کے اشارہ سے حاضرِ پیش گاہ ہوئے پھر حضرت نے اعراض فرمایا۔ اس وقت ام سلمہؓ نے کہا کہ علی علیہ السلام کو بلاؤ وہ ان کے سوا کسی کو نہیں چاہتے پس آدمی گیا اور حضرت امیرؑ کو بلا لایا۔ **رسولِ اکرمؐ کا حضرت علیؑ کو علم کے ہزار باب تعلیم فرمانا:** حضرت رسولِ خداؐ نے آپ کو دیکھا تو آغوش میں لے لیا اور دہنِ مبارک اپنا آنحضرت کے کان پر رکھ کر بہت دیر تک چادر کے اندر آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اصحاب بیرونِ در کھڑے تھے جب فارغ ہوئے تو کہا یا علیؑ رسولؐ اللہ تم سے راز کہتے تھے فرمایا ہاں ایک ہزار باب علم کے مجھ کو تعلیم کئے کہ ان سے ہزار باب اور مجھ پر منکشف ہوئے بروایت دیگر فرمایا کہ ہزار باب حلال و

حرام وعلوم گذشتہ وآئندہ سے تا روزِ قیامت مجھ کوتلقین کئے کہ ہر ایک باب سے ایک ہزار باب اور مجھ پر کشادہ ہوئے 'چنانچہ میں لوگوں کے مرنے اوران کے تمام مصائب سے اطلاع رکھتا ہوں' اوران کے درمیان بحکم خدا فیصلہ کرنے پر قادر ہوں۔ **رسولؐ خدا کا اہلِ بیت اطہار کوالوداع کہنا:** نیز منقول ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے امیر المومنینؑ کو سینہ سے لگا کر کہا اے برادر جب کہ دنیا سے مفارقت کروں تو یہ لوگ میرے غسل کفن کی طرف متوجہ نہ ہوں گے' اور میری لاش کو چھوڑ کر غصبِ خلافت میں مصروف ہو جائیں گے' لیکن یا علیؑ تو اپنے حق کے طلب کے لئے ان کے پیچھے نجائیو' اور مجھ سے جدا نہ ہونا' بہ تحقیق کہ تیری مثال اس امت میں خانہ کعبہ کی مانند ہے' کہ اپنی جگہ پر قائم ہے' لوگ ہر چہار طرف سے اس کے طواف کو آتے ہیں' اے علیؑ تو علم ہدایت اور نورِ دین وروشنیٔ آسمان وزمین ہے' قسم بخدائے عز وجل کہ میں نے تیری ولایت وامامت ووجوبِ اطاعت کوسب پر ظاہر کر دیا اور تمام سے اقرار تیری بیعت کا لیا' گوانہوں نے بحسبِ ظاہر اس کو قبول کیا لیکن میں جانتا ہوں کہ وفا نہ کریں گے' پس تجھ کو چاہئے کہ میرے مرنے کے بعد مجھ کو غسل وکفن دے' پھر نماز پڑھ کر دفن کرے بعد ازاں اپنے گھر میں بیٹھ کر قرآن کو بموجب ترتیبِ نزول جمع کرے' اور کسی کی پروانہ کر' اور جورِ امت کو صبر وسکون سے برداشت کر' جب تک مجھ سے ملحق ہو پھر حضرت فاطمہؑ وحسنین علیہم السلام کو بلایا اور ایک ہاتھ سے فاطمہؑ اور دوسرے سے امیر المومنینؑ کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں پکڑ کر بہ نگاہِ حسرت ان کی طرف دیکھتے رہے' اور قطراتِ اشک دیدۂ حق بیں سے جاری تھے بات کرنی چاہتے تھے لیکن شدت گریہ مانع تھی۔ پس اہلِ بیتِ رسالت میں غلغلہ پڑ گیا اور شور فریاد بلند ہوا حضرتِ فاطمہؑ روتی تھیں اور بیتابانہ عرض کرتی تھیں اے پدر بزرگوار میرے آپ کے گریہ سے سینۂ فاطمہؑ چاک چاک ہوا جاتا ہے اور آتشِ حسرت روشن ہو کر میرے جگر کو جلائے دیتی ہے اے سید و سردارِ پیمبران' واے بہترین آیندگان وگذشتگان' وامینِ خداوندِ رحمان' وحبیبِ ملکِ منّان بعد تمہارے کون میرے بچوں کی حمایت کرے گا' اور جو ذلتیں کہ امت سے ہم کو پہنچنے والی ہیں ان میں کون ہمارا مددگار ہوگا' اور تمہارے بھائی علی بن ابی طالب کی کہ تمہارے دین کے ناصر و مددگار ہیں کون نصرت ویاری کرے گا' تمہارے بعد وحی خدا منقطع ہو جائے گی' اور احکامِ آسمانی نازل نہ ہوں گے' پس سینۂ مبارک آنحضرت سے لپٹ گئیں اور روئے انور کے بوسے لیتی تھیں' اور دریائے اشک آنکھوں سے جاری تھے' پس حضرت نے فاطمہؑ کا ہاتھ امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا یا علیؑ یہ امانتِ خدا ہے تمہارے پاس حرمت خدا اور میری حرمت کو اس کے مقدمے میں رعایت کرو اور مجھ کو یقین ہے کہ تم رعایت کرو گے اے علیؑ فاطمہؑ بہترین زنانِ بہشت ہے' اور اس کا رتبہ خدا کے نزدیک مریم بنت عمران کے مرتبہ سے زیادہ ہے' جس سے فاطمہؑ راضی ہے میں اس سے راضی ہوں اور حق جل وعلا وملائکہ ارض وسما اس سے راضی ہیں' وائے

ہے اس پر جو اس کو ستائے اور اس کا حق غصب کرے' اور ویل وعذاب ہے اس کے لئے جو اس کی ہتکِ حرمت کرے' اور برا حال ہے اس کا جو اس کے گھر کا دروازہ جلائے اور عذابِ الیم ہے اس پر جو اس کو ایذا و اہانت پہنچائے اور درجۂ زیرین جہنم ہے اس کے واسطے جو اس سے نزاع کرے' حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اس قسم کی روایت نقل کرنے کے بعد گریاں ہوئے اور فرمایا' اے مادرِ گرامی افسوس کہ تمہاری حرمت کو ضائع کیا اور تمہارے درِ عزو شرف کو توڑا اور حرمتِ خدا کو تمہارے حق میں رعایت نہ کیا۔ پس رسولؐ خدا نے جناب فاطمہؑ کی تسلی کی' اور صبر وسکون کی ان کو وصیت فرمائی' پھر فرمایا اے فاطمہؑ حق تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور چن لیا تمام خلق سے تیرے باپ کو' اور اس کو پیغمبری بخشی' پھر اختیار کیا تیرے شوہر علیؑ بن ابی طالب کو اور مجھ کو امر کیا کہ تجھ کو اس کے ساتھ تزویج کروں پس میں نے بحکمِ پروردگار اس کو وصی و جانشین اپنا کیا' اے فاطمہؑ علیؑ کا حق تمام مسلمانوں پر سب سے زیادہ ہے اور اس کا اسلام تمام سے قدیم ہے اور اس کا علم وحلم سب سے بیشتر اور قدر ومنزلت کا پلہ سب سے گراں تر ہے' اے فاطمہؑ علیؑ میرا بھائی اور میرا برگزیدہ ہے اور باپ ہے میرے فرزندوں کا' بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اس کو وہ نیک خصلتیں بخشی ہیں کہ اس سے پہلے کسی کو نہیں بخشی اور نہ اس کے بعد کسی کو بخشے گا' جنابِ فاطمہؑ یہ سن کر شاد ہوگئیں' پھر حضرت نے فرمایا اے فاطمہؑ صبر کر اور آگاہ رہ کہ تیرا باپ جلد تجھ سے جدا ہو کر اپنے پروردگار کے پاس جانے والا ہے' فاطمہؑ نے عرض کی اے پدر اول مجھ کو مسرور کیا۔ اور آخر میں محزون فرمایا۔ ارشاد کیا اے دخترِ دنیا کے کام ایسے ہی ہیں' یہاں کی شادی وغم باہم توام ہیں' اور اس کی صفائی کدورت کے ساتھ آمیختہ ہے' آیا اور بیان کروں تمہارے لئے اے بیٹی میری' جناب سیدہؑ نے عرض کی بہت بہتر کچھ اور ارشاد فرمایئے رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے خلائق کو پیدا کیا اور ان کی دو قسمیں' کیں مجھ کو اور علیؑ کو قسم افضل و اعلیٰ میں رکھا' پھر ان دو قسموں کے قبیلے قرار دیئے تو ہم کو بہتر قبیلہ میں تعبیر کیا' پس ان قبیلوں کے خاندان بنائے اور ہم کو عمدہ خاندان میں مقرر کیا اور اس میں سے مجھ کو اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور تم کو اے فاطمہؑ انتخاب کیا' چنانچہ فرمایا ہے۔ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت** الخ پس میں بہترین اولادِ آدم ہوں' اور علیؑ بہتر ہے ملک عرب کا' اور تو بہتر ہے زنانِ عالم کی' اور حسنؑ و حسینؑ سید وسردارِ جوانانِ بہشت ہیں' اور تمہاری نسل سے ہی مہدیؑ آلِ محمدؐ ہے کہ حق تعالیٰ اس کی برکت سے زمین کو عدل سے معمور کرے گا' جب کہ ظلم وجور سے بھر گئی ہو گی۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں روایت کی ہے کہ حضرت نے ام سلمہؓ سے فرمایا اے ام سلمہؓ میری نورِ چشم فاطمہ زہراؑ کو بلاؤ یہ کہہ کر بے ہوش ہوگئے جناب سیدہ نے آکر سید انبیا کو غش میں دیکھا تو رو رو کر کہنے لگیں اے پدر بزرگوار میرے 'میری جان آپ کی جان پر فدا ہو اور میری شکل آپ کی صورت پر قربان' میں آپ پر آثارِ مرگ دیکھتی ہوں آیا اپنی بیٹی

سے بات نہیں کرتے اور اس کو تسلی نہیں دیتے' آواز فاطمہؑ کی گوشِ مبارک میں پہنچی تو آنکھیں کھول دیں اور فرمایا اے دختر میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور تم کو وداع کرتا ہوں' پس سلام ہو تم پر میرا' جناب سیدہؑ نے پر درد دل سے ایک آہِ سرد کھینچ کر کہا اے بابا جان میں بروزِ قیامت آپ کو کہاں پاؤں گی' **مقاماتِ ملاقات جناب سیدہ با رسولؐ خدا بروز قیامت:** فرمایا جہاں کہ خلقت کا حساب لیں گے عرض کی اگر وہاں نہ ملیں تو کہاں ڈھونڈوں حضرت نے فرمایا مقامِ محمود میں۔ میں وہاں گناہ گارانِ امت کی شفاعت کرتا ہوں گا۔ عرض کی اگر وہاں بھی نہ پاؤں حضرت نے فرمایا تو پلِ صراط پر تلاش کرنا کہ اس روز میری امت صراط پر سے گذرے گی اور میں وہاں کھڑا ہوں گا' اور میرے دہنی طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل اور باقی ملائکہ آگے پیچھے کھڑے ہوں گے' اور وہ سب اس امت گنہگار کے لئے دعا کرتے ہوں گے کہ خداوندا امت محمدؐ کو سلامتی کے ساتھ پلِ صراط سے پار کر اور حساب کو ان پر آسان فرما پھر جنابِ فاطمہؑ نے پوچھا کہ میری ماں خدیجہ کبریٰؑ کس جگہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک قصر میں ہیں کہ چار قصرِ بہشت کے دروازے اس میں کھلتے ہیں یہ فرما کر حضرت بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو فرمایا کہ مجھ کو فاطمہؑ کے گھر لے چلو جب وہاں تشریف لائے تو سرِ مبارک اپنا جنابِ سیدہ کی گود میں رکھا امام حسنؑ اور امام حسینؑ حالِ زار اپنے جدِ بزرگوار کا دیکھ کر رونے اور گھبرانے لگے' حضرت نے ان کو اپنے پاس بلالیا اور دونوں جگر گوشوں کو گلے سے لگایا۔ امام حسنؑ زیادہ روتے تھے فرمایا اے حسنؑ گریہ نہ کر تیرا رونا مجھ پر دشوار ہے' اور میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے' بروایتِ دیگر دونوں شاہزادوں کو اپنے سینہ سے لگایا اور ان دو گلِ بوستانِ رسالت کو سونگھتے تھے' امیر المومنینؑ کہتے ہیں کہ مجھ کو خوف ہوا کہ مبادا حضرت کی زحمت اور زیادتی کلفت کا باعث ہوں' پس میں نے چاہا کہ ان کو آپ کے سینہ سے جدا کروں' فرمایا یا علیؑ رہنے دو کہ میں ان کو سونگھوں اور یہ مجھ کو استشمام کریں' یہ میری ملاقات سے توشہ حاصل کریں' اور میں انکے دیدار سے ٹھنڈک پاؤں بہ تحقیق کہ میرے بعد مصائبِ عظیم اور بلائیں سخت ان کو پیش آنے والی ہیں' خدا لعنت کرے اس پر جو ان کو ستائے، اور جور و ستم ان پر روا رکھے، خداوندا میں حسنینؑ کو تیرے سپرد کرتا ہوں' یا صالح المومنینؑ کے' یعنی حضرت امیرؑ کے پس ازواجِ مکرمات کو وداع کیا اور وصیت فرمائی ان کو گھروں میں بیٹھنے اور اعمالِ خیر بجالانے کی' خصوصاً عائشہ و حفصہ کو بہت تاکید کی کہ فتنہ و فساد سے محترز رہیں۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ عائشہ نے التماسِ نصیحت کیا تو حضرت نے فرمایا اے عائشہ تم کو لازم ہے کہ اپنے گھر کے گوشہ میں قرار پکڑو اور صبر و صیانت پر کاربند ہو، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى** کہ اے زنانِ پیغمبرؐ اپنے گھروں میں توقف کرو اور پہلی جاہلیت کی طرح اپنے تئیں دکھاتی نہ پھرو یہ سن کر عائشہ اس قدر روئی کہ حضرت رسالت پناہ کی آنکھوں سے بھی اشکِ حسرت نکل

پڑے۔ **کیفیت وقوع حادثہ کبریٰ رحلتِ حضرت رسولؐ خدا الفردوس اعلیٰ:** حدیث میں وارد ہے کہ عمار یاسرؓ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ جب آپ دارِ دنیا سے دار البقا کو رحلت فرمائیں تو کون آپ کو غسل دے گا؟ فرمایا میرے غسل دینے والے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں جس عضو کو دھونا چاہیں گے ملائکہ ان کی مدد کریں گے پھر عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کون آپ پر نماز پڑھے گا۔ حضرت رسولِؐ خدا امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے پسر ابوطالب جب تم دیکھو کہ روح میرے بدن سے نکل گئی تو مجھ کو اچھی طرح سے غسل دینا اور ان دو کپڑوں میں جو میرے بدن پر ہیں یا چادرِ مصری سفید یا بردِ یمانی میں مجھ کو کفن کرنا لیکن میرا کفن بہت گراں قیمت نہ ہو بعد ازاں میرا جنازہ اٹھا کر میری قبر کے پاس رکھ دینا پس سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھے گا خداوندِ جبار ہوگا کہ اپنی عظمت و جلال سے مجھ پر درود و صلوٰۃ بھیجے گا۔ اس کے بعد جبرئیل و اسرافیل و میکائیل معہ ملائکہ آسمان و زمین کہ سوائے رب العالمین کوئی ان کا شمار و حساب نہیں جانتا نماز پڑھیں گے، بعد ازاں میرے اہل بیت و ازواج مجھ پر نماز پڑھیں، مجھ پر سلام بھیجیں، لیکن صدائے نالہ و فغاں بلند نہ کریں اور مجھ کو آزار نہ پہنچائیں۔ **روایت** ہے کہ جبرئیل رسولِؐ خدا کے پاس بقدر چالیس درہم کافور بہشت لائے تھے۔ پس حضرت نے اس کے تین حصے کیے ایک اپنے لئے رکھا دوسرا جناب امیرؑ کو تیسرا جناب فاطمہؑ کو مرحمت کیا۔ منقول ہے کہ جب وقتِ وفات سرورِ کائنات و خلاصۂ موجودات نزدیک پہنچا تو امیر المومنینؑ کو امر کیا یا علیؑ حکم خدا آ گیا تم میرا سر اپنے دامن میں رکھو جب جان میرے بدن سے نکل جائے تو میرا کفِ دہن ہاتھ میں لو اور اپنے منہ پر ملو اور جب تک کہ قبر میں دفن نہ کر لو میرے پاس سے جدا نہ ہو اور مجھ کو قبلہ رو کر دینا اور پھر میری تجہیز و تکفین کرنا پس مجھ پر نماز پڑھنا اور میرے پاس سے جدا نہ ہونا جب تک کہ مجھ کو قبر میں دفن نہ کر دو یہ کہہ کر حضرت بے ہوش ہو گئے اس اثنا میں کسی نے دروازہ پر دستک دی جنابِ سیدہ نے پوچھا کون ہے کہا مرد مسافر ہوں چاہتا ہوں کہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں فرمایا اے بندۂ خدا یہ وقت ملاقاتِ رسولؐ اللہ کا نہیں وہ حضرت اپنے مرض میں مشغول ہیں بروایتے ملک الموت بشکل ایک اعرابی دروازہ پر آئے اور کہا **السلام علیکم یا اهل بیت النبوة و معدن الرسالة و مختلف الملائكه** اجازت دو کہ میں اندر آؤں رحمتِ خدا ہو تم پر جناب سیدہ بالین پیغمبرؐ پر حاضر تھیں بولیں آنحضرت کو طاقتِ ملاقات نہیں دوبارہ اجازت چاہی وہی جواب پایا تیسری مرتبہ بصدائے مہیب کہ تمام اہل خانہ اس کو سن کر کانپ گئے خواستگار اجازت ہوئے اس مرتبہ حضرت رسولِؐ خدا نے غش سے آنکھیں کھول دیں کہا اے فاطمہؑ جانتی ہو کہ یہ کون شخص ہے، یہ توڑنے والا لذتوں کا اور پراگندہ کرنے والا جماعتوں کا ہے، بچوں کو یتیم بناتا اور عورتوں کو بیوہ کرتا ہے، یہ فرشتۂ موت ہے، یہ احسان الٰہی ہے کہ تمہارے دروازہ پر طالبِ اجازت ہے اور بلا

اجازت اندر نہیں آتا۔ ورنہ جب اندر آتا ہے تو کوئی اس کو منع نہیں کر سکتا باہر جاتا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا، اس کو اجازت دو کہ اندر آئے پس ملک الموت اندر آئے اور کہا السلام علیک یا رسولؐ اللہ فرمایا وعلیک السلام اے ملک الموت تم سے میری ایک حاجت ہے کہ تم میری روح قبض نہ کرنا جب تک کہ جبرئیل میری پاس نہ آئیں اور میں ان سے ملاقات نہ کرلوں پس ملک الموت باہر گئے اتنے میں جبریل امین آسمان سے نازل ہوئے اور ملک الموت سے کہا کہ روح محمد مصطفےٰؐ کو قبض کرو مگر نہیں دیکھتے تم کہ دروازے آسمانوں کے کھلے ہیں اور حوران خلد بریں نے زینت کی ہے پس جبرئیل معہ ملک الموت اندر آئے اور کہا سلام ہو تم پر میرا اے ابوالقاسم بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ مشتاق تمہاری ملاقات کا ہے پس جبرئیل دستِ راست آنحضرت پر کھڑے ہوئے اور میکائیل دستِ چپ پر اور ملک الموت پیش رو سے مصروف قبض روح ہوا اس وقت رسولؐ خدا نے اپنی ازواج معظّمہ اور اپنے فرزندوں کو وداع کیا اور حضرت فاطمہؑ کو نزدیک بلا کر ان کے کان میں کچھ ارشاد کیا، کہ وہ جناب گریاں ہوئیں دوبارہ ایک بات کہی تو مسکرانے لگیں، حاضرین نے سبب اس گریہ وخندہ کا دریافت کیا آنحضرت سے فرمایا اول بار مجھ کو اپنی رحلت کی خبر دی یہ باعث گریہ تھا پھر فرمایا کہ تو دنیا میں بہت دنوں زندہ نہ رہے گی اور میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے میرے پاس آئے گی، اس سبب سے شاد وخنداں ہوئی الغرض دم واپسیں رسولؐ اللہ نے ہاتھ بڑھا کر سر مبارک امیر المومنینؑ کو اپنے لحاف میں لے لیا اور دہن مبارک ان کے کان پر رکھ کر اسرار الٰہی وعلوم نامتناہی کہتے تھے کہ اسی حالت میں مرغِ روحِ اقدس نے آشیانہ عرش کی طرف پرواز کیا امیر المومنینؑ نے سر لحاف سے نکال کر فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو ماتمِ پیغمبرؐ میں اجرِ عظیم دے بہ تحقیق کہ آنحضرت نے رحمتِ خدائے لایزال کی طرف انتقال فرمایا پس بیت رسالت سے شورِ نالہ وبکا بلند ہوا جو مومن خالص الاعتقاد تھے اور غصبِ خلافت میں شریک نہ ہوئے تھے وہ شریکِ ماتم وتعزیت رہے باقیوں نے اپنی راہ لی ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ رسولؐ خدا نے لحاف کے اندر تم سے کیا راز کہے فرمایا مجھ کو ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب اور کھل جاتے ہیں۔ نیز امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میرا سوائے حضرتِ رسالت پناہ کے دنیا میں کوئی مونس وغم خوار و یاور و مددگار نہ تھا جس پر کہ اعتماد کرتا اور امید یاری و وفاداری اس سے رکھتا آنحضرت نے مجھ کو بچپن میں پرورش کیا بڑا ہو کر کمالاتِ نفسانی وعلومِ ربانی تعلیم فرمائے پس آپ کی وفات سے جو صدمہ عظیم مجھ پر پڑا میرا گمان یہ ہے کہ اگر پہاڑوں پر بھی وہ صدمہ پڑتا تو اس کی تاب نہ لاتے لوگوں کا حال اس مصیبت میں مختلف تھا ان کے اہل بیت کی تو یہ کیفیت تھی کہ اس قدر روتے پیٹتے اور بے قرار ہوتے تھے کہ صبر ان سے جاتا رہا تھا۔ اور اپنے تئیں سنبھال نہ سکتے تھے اور فرزندانِ عبدالمطلب اور باقی آدمیوں کا یہ حال تھا کہ بعض ان سے کہتے

تھے کہ صبر کرو اور بعض ان کے ساتھ روتے دھوتے تھے لیکن میں نے باوجود اس کوہِ غم کے جو مجھ پر پڑا اپنے آپ کو ضبط کیا اور خاموش ہوا اور جو کچھ آنحضرت نے مجھ کو وصیت فرمائی تھی اس میں مصروف ہوا حالاں کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آہِ جگر سوز سینہ سے نکلتی تھی تا اینکہ جو کچھ حق تعالیٰ نے مجھ پر لازم کیا تھا۔ اس کو بجالایا اور رحمتِ الٰہی کا امیدوار رہا۔ غرض قبض روح اقدس کے بعد حضرت امیر متوجہ غسل اس جناب کے ہوئے اور جس طرح پر کہ حضرت رسالت پناہ نے ان کو غسلِ ولادت اپنے دستِ مبارک سے دیا تھا اسی طرح آنحضرت نے آپ کو غسلِ میت اپنے ہاتھ سے دیا۔ ملائکہ جسم اطہر کو کروٹ دینے اور پہلو بدلنے میں آپ کے مددگار تھے اور فضل بن عباسؓ پانی لاتے تھے۔ حضرت نے ان کی آنکھوں پر پٹی بندھوادی تھی کہ مبادا رسالت پناہ کی شرم گاہ پر نظر پڑ جائے اور نورِ بصارت جاتا رہے۔ حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ نہلانے میں کچھ پانی گوشہ چشم رسولؐ خدا میں باقی رہ گیا تھا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے سر زبان سے اس کو چوس لیا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسولؐ اللہ آپ زندگی میں اور وفات کے بعد ہر وقت طیب و پاکیزہ تھے اور نیز حضرت نے فرمایا **بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ** تم خاتم الرسل تھے تمہارے مرنے سے پیغمبری دنیا سے اٹھ گئی اور وحی آسمانی منقطع ہوئی بہ تحقیق کہ تمہاری مصیبت وہ مصیبتِ عظیم ہے جس سے اور مصیبتوں کو تسلی ہوتی ہے اگر آپ رونے اور بے قرار ہونے سے ہم کو منع کر جاتے تو میں جوئے اشک اپنی آنکھوں سے بہاتا اور تمام رطوبتِ چشم کو اس مصیبت میں خرچ کر ڈالتا پس جو درد والم کہ ہمارے دلوں میں مسکن ہے گو کتنا ہی ہو اس مصیبت کے مقابلہ میں تھوڑا ہے میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسولؐ اللہ ہم کو فراموش نہ فرمایئے اور اپنے پروردگار کے سامنے یاد کیجئے گا۔ غسل کے بعد کافور بہشت سے آپ کو حنوط کیا اور کفن پہنایا۔ شیخ کلینی و شیخ طبرسی رحمتہ اللہ علیہما نے روایت کی ہے کہ تین پارچہ میں آپ کو کفن دیا ایک چادر خیبری سرخ دو پارچہ سفید یمنی۔ **نقل** ہے کہ شیطان ملعون چاہتا تھا کہ فریب دے اور غسل اس جناب سے مانع آئے چنانچہ سب نے سنا کہ کوئی کہتا ہے کہ تمہارے پیغمبرؐ پاک و پاکیزہ تھے ان کو حاجت غسل دینے کی نہیں حضرت امیرؑ نے فرمایا دور ہو اے دشمن خدا ہم کو آنحضرت نے حکم دیا ہے کہ آپ کو غسل دیں اور کفن کر کے مدفون کریں کہ یہ سنت ہے تمام مسلمانوں کے لئے تا بروز قیامت۔ نیز ایک آواز آئی اور آواز دہندہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ گویا کوئی اموات اہل بیت علیہم السلام کو تعزیت کرتا ہے اور کہتا ہے سلام ہو تم پر اور رحمت خدا اور برکتیں اس کی **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ** ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے تم اپنا اجر و ثواب صرف بہ روزِ قیامت پاؤ گے۔ پس جو کہ دور کیا جائے آتش جہنم سے اور داخل ہو

وے بہشت میں، پس وہ رست گار ہے، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی، مگر مایہ فریب، پس کہا کہ رحمتِ خدا ہر مصیبت میں صبر دلانے والی ہے اور حق تعالیٰ خلف ہے ہر ایک ہلاک ہونے والے کا اور اس کا ثواب تدارک کرتا ہے ہر امر فوت شدہ کا پس خدا پر بھروسہ کرو اور اس کے فضل کے امیدوار ہو بہ تحقیق کہ مبتلا مصیبت وہ شخص ہے کہ ثوابِ خدا سے محروم ہو اور سلام ہو تم پر اور رحمتِ خدا کی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے یہ آواز سن کر فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تھے کہ ہماری تعزیت اور تسلی کے لئے آئے تھے۔ امام محمد باقرؑ و جعفر صادق علیہم السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ کو وصیت کی تھی کہ یا علیؑ جب میں جاں بحق ہوں تو تم چھ مشکیں پانی کی چاہ غرس سے بھروا کر مجھ کو اچھی طرح سے غسل دینا پھر کفن اور حنوط کرنا اس وقت گریبانِ کفن پکڑ کر میری لاش کو بٹھاؤ اور جو چاہتے ہو سوال کرو کہ مجھ سے جو کچھ پوچھو گے اس کا جواب دوں گا پس آنحضرت نے ایسا ہی کیا اس مقام پر بھی ایک ہزار باب علم کے باب مدینہ علم کو تعلیم فرمائے کہ ان میں سے ایک باب سے ہزار باب، اور آنحضرت پر کھلتے تھے القصہ غسل و کفن کے بعد جنازہ فخر عالم کا تیار ہوا تو اول حق تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ اس پر بھیجی پھر ملائکہ نے درود و صلوات کہی بعد ازاں امیر المومنینؑ نے معہ اپنے اصحابِ خاص کے نماز پڑھی بعد ازاں دیگر مہاجرین و انصار کو اجازت دی وہ دس دس آدمی اندر آتے اور گرداگرد جنازہ کے کھڑے ہوتے اور حضرت امیرؑ ان کے درمیان کھڑے ہو کر آیہ شریفہ **اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا** کی تلاوت فرماتے پس وہ درود و صلوات آنحضرت پر بھیجتے اور باہر چلے جاتے تھے حتیٰ کہ اہل مدینہ و نواح مدینہ تمام نے اس طرح آنحضرت پر نماز پڑھی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امیرؑ رسولؐ خدا کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو مجھ کو اور ابوذر و مقداد کو اندر بلایا پس آپ آگے کھڑے ہوئے اور ہم معہ جناب سیدہ و امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ان کے پیچھے اور نماز جنازہ بجالائے۔ اس کے بعد دس دس صحابیوں کو بلا کر درود و صلوات ان سے کہلواتے تھے۔ حتیٰ کہ تمام مہاجر و انصار نے اس طرح پر نماز ادا کی لیکن واقعی نماز وہی تھی جو ہم نے آنحضرت پر پڑھی روایت ہے کہ اہل خلاف چاہتے تھے کہ رسولؐ خدا کو جنت البقیع میں دفن کریں اور حضرت ابوبکر آگے کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھائیں حضرت امیرؑ نے یہ سنا تو باہر تشریف لائے اور کہا ایہا الناس رسولؐ اللہ زندہ و مردہ ہمارے امام و پیشوا ہیں اور انہوں نے وصیت کی ہے کہ جس جگہ میری روح قبض ہو وہیں دفن کیا جاؤں۔ چوں کہ بڑا مطلب ان لوگوں کا غصب خلافت تھا لہٰذا ان امور میں زیادہ کدو کاوش مناسب نہ جان کر حضرت کی رائے پر حوالے کیا پس نماز جنازہ بظاہر اسی طرح بلا امام ہوئی جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا۔ اور دفن بھی حضرت حجرۂ ہمایوں ہی میں ہوئے۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ ''فوج فوج در آمدند ہر یک نماز

علیحدہ گذارند و علیؑ گفت ہیچ کس امامت نکند بر وکہ وے امام شما است ہم در حال حیات و ہم در ممات'' اور نیز روضہ میں ہے کہ ''علیؑ مرتضٰی گفت در روئے زمیں ہیچ بقعہ نیست گرامی تر نزد خداوند تعالیٰ از بقعہ کہ روح پیغمبر را دراں بقعہ قبض کردہ باشند پس فراش وے برداشتند و موضع قبر معین ساختند'' ظاہرا قبر مقدس کو ابوطلحہ زید بن سہل انصاری نے کھودا گو درحقیقت ملائکہ نے یہ خدمت انجام دی روضۃ الاحباب میں ہے کہ بڑے گورکن مدینہ میں دو شخص تھے۔ ابوعبیدہ جراح اور ابوطلحہ انصاری۔ اول درمیانی قبر کھودتا تھا دوسرا بغلی عباسؑ نے آدمی بھیج کر دونوں کو بلوایا اور کہا جو پہلے آئے گا اسی کے طریقہ پر قبر مبارک کھدوائی جائے گی' ور کہا **اَللّٰھمّ خرِ لنبیك** پروردگار اختیار کر اپنے نبی کے لئے جس کو چاہے پس ابوطلحہ بغلی قبر کھودنے والا آیا اور اس نے قبر کو کھودا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ ابوعبیدہ اس وقت قبر کھودنے کو آتے تو سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کو اہل بیت رسالت سے غصب کرنے کو ان کی عوض کون جاتا۔ الغرض قبر کھد کر تیار ہوئی تو جنازہ کو پائینتی کی طرف سے اس کے نزدیک لائے اور امیر المومنینؑ معہ فضل بن عباس قبر کے اندر داخل ہوئے کہ جسد اطہر کو زمین میں اتاریں اس وقت اوس بن خولی انصاری نے کہ اہل بدر سے تھا بیرون در سے آواز دی کہ یا علیؑ ہمارا حق نظر انداز نہ کرو اور ہم کو اس شرکت سے محروم نہ رکھو آپ نے اس کو بھی اندر بلا لیا اور سب نے مل کر اس گنج خوبی کو قبر میں داخل کیا۔ پس امیر المومنینؑ نے کہا پروردگارا یہ تیرا نور ہے، جس سے تو نے ظلمت کفر و شرک کو مقہور کیا، اور اس کو خلقت کا راہبر بنایا، اور اپنی طرف ہدایت کرائی **رُوحہ نسختہ الاحدیۃ فی اللاھوت وجسدہ صورۃ معانی الملك والملکوت و قلبہ خزانۃ الحی الذی لایموت طائوس الکبریا وحمام الجبروت** ان کی روح نسخہ وحدت یگانگی ہے عالم لاہوت میں اور ان کا جسم ملک و ملکوت کے معنوں کا ظاہر کرنے والا اور ان کا دل حی لایموت کا خزانہ اسرار ہے، کبریا کا طاؤس اور جبروت کا کبوتر۔ پس قبر سے باہر آئے اور خشت اس پر چنی روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے آخر جو قبر سے باہر آیا قثم بن عباسؓ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ علیؑ سب کے بعد قبر سے باہر آئے اور یہ جو روایت ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے اپنی انگوٹھی قبر میں ڈال دی اور اس بہانہ سے اندر اتر کر پائے مبارک کو مس کیا اور باہر آ کر کہا کہ میں سب سے زیادہ رسول اللہؐ سے قریب العہد ہوں یہ روایت محققین حدیث کے نزدیک معتبر نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب اس نے انگوٹھی نکالنے کو اندر جانا چاہا تو علیؑ مرتضٰی نے اس کو روک دیا اور خود قبر میں اتر کر اس کی انگوٹھی نکال دی انتہی۔ **ناسخ التاریخ** میں ہے کہ کسی نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں یہ ماجرا نقل کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی مجال نہ تھی کہ ایسا کر سکتا' بالجملہ اینٹوں کے اوپر مٹی ڈالی اور قبر کو مسطح بقدر چار انگشت کشادہ با ایک بالشت کے زمین سے بلند کیا' اور اس پر پانی چھڑکا' پس امیر المومنینؑ

رو بقبلہ کھڑے ہوئے اور یہ کلمات ارشاد کیے۔ **ان الصبر لجميل الا عنك وان الجزع لقبيح الا عليك وان المصاب بك لجليل وانه بعدك لقليل** بے شک ہر مصیبت میں صبر کرنا اچھا ہے الا تمہاری مصیبت میں اور البتہ ہر ایک کے مرنے پر جزع و بے قراری کرنا قبیح ہے مگر تمہاری موت پر، بہ تحقیق کہ تمہاری مصیبت، عظیم مصیبت ہے' اور تمہارے بعد کمتر کوئی ایسی مصیبت ہوگی۔ منقول ہے کہ جب حضرت رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کی تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عبدالرحمٰن وغیرہ مہاجر و انصار اہلِ بیتؑ اطہار کو مبتلا درد و مصیبت چھوڑ گئے' اور اصلا ان کی تعزیت نہ کی اور رسولِ خدا کے دفن و کفن کی طرف بھی متوجہ نہ ہوئے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر غصبِ خلافت کی فکریں کرنے لگے اسی سبب سے بہت سے ان میں سے آنحضرت کی نمازِ جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے' حضرت امیر المومنینؑ نے بریدہ کو ان کے پاس بھیج کر نماز کو بلوایا مگر وہ نہ آئے' حتیٰ کہ ان کی بیعت اس وقت تمام ہوئی جب کہ یہاں آنحضرت کو دفن کر چکے تھے' چنانچہ ایک شخص نے آ کر حضرت امیر المومنینؑ سے کہا کہ منافقین صحابہ نے اس خوف سے کہ مبادا تم فارغ ہو جاؤ تو وہ تمہارا حق غصب نہ کر سکیں' حضرت ابوبکر کے ساتھ بیعت کر لی ہے' حضرت کے ہاتھ میں اس وقت بیلچہ تھا' اور قبرِ رسولِ خدا کو اس سے درست کر رہے تھے' یہ سن کر سر بیلچہ کو زمین پر رکھا اور اس کے دستہ پر ہاتھ رکھ کر آیات اول سورۂ عنکبوت کو **ساء ما يحكمون** تک تلاوت فرمایا' حاصلِ ترجمہ ان آیات کا یہ ہے۔ آیا ان لوگوں نے خیال کیا کہ ہم چھوڑ دیئے جائیں گے' اور آزمائے نہ جائیں گے' کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے' البتہ آزمایا ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے' اور البتہ معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کے تئیں جو راست گو ہیں' اور جو جھوٹے دروغ زن ہیں۔ آیا بدکار لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم سے چھوٹ جائیں گے' پس وہ غلط حکم کرتے ہیں۔ تفصیل قصہ غصبِ خلافت اس کتاب کی دوسری جلد میں مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ **کلینی** علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خدا روضۂ رضوان کو تشریف لے گئے تو جناب سیدہ کو آنحضرت کی مفارقت اور منافقوں کے ظلم و اذیت سے وہ رنج و مصیبت پیش آئی کہ جس کی شدت سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں' پس اس جل شانہ نے جبرئیل کو مقرر کیا کہ اس جناب کے پاس جا کر بیٹھے اور نرم الفاظ میں' ان کے غم و اندوہ کو تسکین دیں' جبرئیل ہر روز آتے اور اس جناب کی دلداری فرماتے اور قرب و منزلتِ رسولؐ اللہ اور ان کے مدارج عالیہ بدرگاہِ باری ان سے بیان کرتے' اور جو سلطنت حق و باطل اس امت میں ہونے والی تھی اور رنج و مصیبت و بلا و محنت آنحضرت کی ذریت کو پیش آنے والی تھی۔ اور جن جن عذاب میں دشمنانِ اہلِ بیت مبتلا ہونے والے تھے ایک ایک کر کے ان کے روبرو بیان کرتے تھے' امیر المومنینؑ ان تمام حالات اور سوانح نادرات کو لکھتے جاتے تھے تا اینکہ رفتہ رفتہ ایک کتاب بن گئی کہ جو **مصحفِ فاطمہؑ** کے نام سے موسوم

ہے اور تمام احوالِ آئندہ روز قیامت تک کے اس میں درج ہیں' اور وہ اب قائمِ آل محمدؑ کے پاس ہے۔ پس معصوم نے فرمایا کہ جناب فاطمہؑ رسولؐ اللہ کے بعد پچھتر روز زندہ رہیں اور جب تک رہیں مبتلائے رنج وغم رہیں تاانیکہ اپنے پدرِ بزرگوار احمدؐ مختار سے ملحق ہوئیں۔ صلوات اللہ علیہا وعلی ابیہا وبعلہا وبنیہا۔

جلد اول۔ حصہ اول تمام ہوئی

الحمدللہ علی نعماۂ انعمہٗ علی۔ الٰہی تیری بندہ نوازی کا شکر یہ ادانہیں ہوسکتا اگرچہ ہر حال میں بندہ پر تیرا شکر یہ واجب ہے لیکن یہ شکر حدِ واجب سے بھی تجاوز کر گیا' کہ تو نے وہ علم جو حق و باطل میں تمیز کرنے والا ہے عطا کیا' پھر توفیقِ تحریر مرحمت فرمائی' بعد ازاں عمر اس قدر بخشی کہ اپنی حیات میں اس کی دوسری اشاعت بھی دیکھ لی آخری یہ التماس ہے کہ یاارحم الرحمین تو جمیع مومنین کو اس کے مطالعہ کی توفیق عنایت فرما اور حشر کے روز ظرف داران آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ محشور فرما۔ آمین ثم آمین۔

مصنف (مولنا مولوی) السید مظہر حسن الموسوی سہارنپوری

◆◆◆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنینؑ

(جلد اول۔ حصہ دوم)

حضرت رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد فتنوں اور شر کا ظہور

اب ہم حضرت امیرؑ کبیر کی زندگانی کے اس حصہ پر پہنچتے ہیں جو طرح طرح کے رنج ومصیبت وایذا واہانت پر مشتمل ہے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا دنیا سے رحلت کرنا تھا کہ ان کے اہلِ بیتؑ طاہرہ تیر آفات کا نشانہ بن گئے۔ اول تو آپ کی وفات ہی آنحضرات کے لئے بزرگ ترین مصیبت تھی اس پر جو سلوک باخلاص یاروں نے ان بزرگوں کے ساتھ کئے عبرت گاہِ اولوالابصار ہیں۔ خلقت کا دستور ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کے اعزہ واولاد کے ساتھ بلطف و محبت پیش آتے ہیں اور تسلی ودلاسا دیتے ہیں، خصوصاً کسی پیر ومرشد کے گذر جانے پر تو مریدان باوفا اس کی اولاد کو اس کی جگہ جانتے اور سر پر بٹھاتے ہیں اور کمال درجہ ان کی تعظیم وتکریم بجالاتے ہیں، لیکن مرشدِ عالم وہادی امم صلوات اللہ علیہ کی وفات پر معاملہ برعکس دیکھنے میں آیا یہاں آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کے چچازاد بھائی اور داماد ووصی اور ان کی دختر نیک اختر سے کینہ ہائے دیرینہ نکالنے کھڑے ہوگئے اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے لگے اور وہ ستم ان حضرات پر کئے جن کا مجمل بیان آگے آتا ہے، اہل تاریخ کے نزدیک مشہور ہے اور ابن قتیبہ وغیرہ سُنی مورخین کی کتابوں میں مسطور ہے کہ امیر المومنینؑ اپنے فرزندِ دلبند امام حسن علیہ السلام سے فرماتے تھے **یا نبی مازلت مظلوما مبغیا علی منذ هلك جدك** اے فرزند جب سے تمہارے نانا رسولؐ خدا نے دارِ آخرت کی طرف رحلت فرمائی مجھ پر ہمیشہ ظلم وبغاوت ہوتی رہی ہے۔ ابراہیم بن یحییٰ کہتا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے **لَقَد ظُلِمتُ عَدَدَ المَدَرِ وَالوَبَرِ** بہ تحقیق کہ میں بقدر ریگ بیاباں وموہائے جاندار ان ظلم کیا گیا ہو، نیز آنحضرت نے فرمایا **انا اول من یحسوبین یدی اللہ عزوجل یوم القیامه للخصومة** میں اول ہوں ان لوگوں میں کہ بروز قیامت حق تعالیٰ کے سامنے فریاد خواہ ہوں گے۔ **مروی ہے** کہ حضرت رسالت پناہ کے قبضِ روح کے وقت حضرت یارِ غار مدینہ میں تشریف نہ رکھتے تھے شہر کے باہر سخ میں حوالی مدینہ سے اپنے گھر پر تھے

ان کی عدم موجودگی میں سخت تشویش و اضطراب خلیفہ ثانی کو عارض ہوا کہ مبادا حصول مدعا میں جس کے لئے عرصہ سے سرگرداں ہیں کوئی حرج نہ پڑے پس اس جلدی میں انہیں اور تو کچھ نہ سوجھا بجز اس کے کہ تلوار سونت لی اور پکارے **لا اسمع احد ایقول مات رسولُ اللّٰه ضَرَبْتُه بسیفی** کہ میں جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ رسولؐ اللہ مر گئے یہ تلوار اس کے سر پر ماروں گا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عمرؓ قسمیہ کہتے تھے کہ رسولؐ فوت نہیں ہوئے تا انیکہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھیجے گا اور وہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو انہیں مردہ بتلاتے ہیں اور کنز العمال (۱) میں ہے کہ عمرؓ منہ پھاڑ پھاڑ کر کہتے تھے کہ رسولؐ اللہ موئے نہیں۔ ان کی روح کو آسمان پر لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کی روح کو لے گئے تھے۔ کبھی کہتے تھے ان کو حالتِ غشی ہے ہر چند لوگ کہتے وہ بلاشبہ مر گئے اور اس پر قسمیں کھاتے تھے حضرت عباسؓ عم خیر الناس نے تو یہاں تک کہا کہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ اور لوگ ایک مرتبہ مریں اور رسولؐ اللہ کو دو دفعہ موت آئے وہ حضرت حق تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہیں مگر حضرت عمر اپنی دھن میں کسی کی نہ سنتے تھے اور تلوار گھماتے اور خلقت کو دھمکاتے پھرتے تھے کہ خبردار کوئی یہ نہ کہے کہ رسولؐ اللہ مر گئے اور جس وقت تک کہ ابوبکر اپنے مکان پر بیرون شہر سے نہیں آ لئے ان کے سر پر بناوٹی جنون کا بھوت ویسے ہی سوار رہا۔ اہلِ سنت کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی محبت اور آپ کے رنج مفارقت سے خلیفہ ثانی کے حواس ٹھکانے نہ رہے تھے' بے خودی کی حالت میں ایسا اور ایسا کہتے تھے' ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ حضرت امیر المومنینؑ اور جناب سیدہؑ اور ان کی اولاد طاہرہ سے بڑھ کر کسی کو آپ کے ساتھ محبت ہو نہیں سکتی ان کے حق میں تو اس حادثہ سے کوہ غم ٹوٹ پڑا تھا' ان سے زیادہ کسی کے لئے رنج و قلق کا دعویٰ کرنا نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے مثل مشہور ہے جگر جگر' دگر دگر پس جب انہی حضرات نے اس مصیبت کو بہ صبر و سکون برداشت کر لیا اور حواس باختہ نہ ہوئے تو خلیفہ ثانی کا فرطِ غم سے بدحواس ہو جانا بحدیکہ آسمان کو زمین کہنے لگا کیوں کر تسلیم ہو سکتا ہے۔ حالاں کہ خلیفہ صاحب کو جس قدر محبت حضرت رسالت پناہ کے ساتھ تھی وہ ان کی زندگی کے حالات سے بخوبی عیاں ہے' وہ کبھی جنگ کے موقع پر آپ کے ساتھ ثابت قدم نہ رہ سکے' اور نرغہ اعدا میں آنحضرت کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جانا ان کا شیوہ تھا۔ بہتیرا رسولؐ خدا پکارتے کہ میں نبی برحق ہوں مجھ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر ایک نہ سنتے تھے' اس وقت یہ فرطِ محبت کہاں جاتا تھا۔ علاوہ ازیں ابھی قرب وفات و دوران مرض الموت میں آپ بار بار اپنے مرگ کی خبر دیتے اور عمرؓ اس کو سنتے اور اف تک نہ کرتے تھے' بلکہ وصیت نامہ ہدایت شمامہ کے

---

(۱) اصل عبارت کنز العمال کی ہے **فلم یزل عمر یتکلم حتی ان بد اشد قاه** کہ عمرؓ برابر کلام کرتے تھے تا انیکہ ان کی دونوں باچھیں کھل گئیں ۱۲ منہ۔

لکھنے کو قلم دوات مانگا تو خود حضرت عمرؓ ہی نے اس کے دینے سے انکار کیا' اور بکمالِ دریدہ دہنی آپ کو ہذیان سے نسبت دے کر **حسبنا کتاب اللہ** فرمایا جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ہم کو کتابِ خدا کفایت کرتی ہے نوشتے وتحریر کی حاجت نہیں رکھتے۔ حضرت کے قبضِ روح ہوتے ہی یہ قلبِ ماہیت کس طرح ہو گیا کہ وہ آپ کے ایسے گہرے دوست بن گئے کہ اس رنج میں آپے سے باہر ہو گئے' غرض ممکن نہیں کہ حضرت عمر کی یہ بدحواسی کوئی واقعی بدحواسی ہو کہ شدتِ الم واندوہ سے ان پر طاری ہوئی ہو' یہ صرف ایک دفع الوقتی تھی کہ بوجہ غیر حاضر ہونے حضرت ابوبکر ودیگر رفقا کے ان کو عمل میں لانی پڑی چنانچہ اکثر اوقات بادشاہوں اور بڑے آدمیوں کے مرنے پر ان کے امرا وارکانِ دولت ایسا کیا کرتے ہیں کہ میعادِ معینہ تک ان کی موت کو چھپائے رکھتے ہیں تاکہ اس میں ضروری انتظام کر لیں' ایسا ہی حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ کے آ لینے تک پیغمبرؐ خدا کی موت کے چھپانے میں سعی کی کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور کوئی خلافت وجانشینی کے مقدمے میں غور نہ کرنے پائے۔ پھر کنز العمال میں ہے **فاقبل ابوبکر من السخ** الخ خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکر اپنے مکان واقعہ سخ سے آ کر بیت الرسالت میں داخل ہوئے۔ اور رسولؐ اللہ کے روئے انور سے چادر سرکا کر دیکھا اور کہا قسم بخدا کہ آنحضرت نے وفات پائی عمرؓ کا انکار درست نہیں۔ پھر مسجد میں آ کر منبرِ رسولؐ اللہ کے پاس کھڑے ہوئے عمر ان کو دیکھ کر بیٹھ گئے اور ابوبکرؓ نے اوروں کو بھی خاموش کر کے بٹھلایا پس خطبہ پڑھا' تمام ہوا خلاصہ عبارت کنز العمال کا۔ دیکھئے ابوبکر کو دیکھتے ہی خلیفہ ثانی کا نشہ کیوں کر ہرن ہو گیا' اور وہ یا تو انکارِ موتِ رسولؐ اللہ پر اڑے کھڑے تھے یا فوراً بیٹھ گئے حضرت ابوبکر نے جو خطبہ اس وقت کہا وہ قریباً تمام کتب تاریخ وحدیث سنیہ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے **ایھا الناس من کان یعبد محمد افان محمد اقدمات ومن کان یَعْبُدُ اللّٰہ فان اللّٰہ حی لا یموت** یعنی لوگو جو شخص کہ محمدؐ کو معبود جان کر ان کی پرستش کرتا تھا پس بہ تحقیق کہ محمدؐ مر گئے اور جو اللہ کو پوجتا تھا پس اللہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ جو رنگ کہ حضرت عتیق نے اس وقت اختیار کیا تھا ان کی اس عبارتِ خطبہ سے بخوبی عیاں ہے' بھلا اس مجمع میں ایسا کون تھا جو رسولؐ اللہ کو معبود جان کر گریہ کرتا ہو نہیں تھا تو اس سوا دب کے ساتھ آنحضرت کے ذکر کی کیا ضرورت تھی' کیا تسلی ودلاسا دینے اور روتوں کو خاموش کرنے کا یہی ایک طریقہ تھا اور کیا جن کا کوئی مر جاتا ہے ان کو یوں ہی تعزیت کیا کرتے ہیں' اس کے بعد خلیفہ اول نے یہ آیہ شریفہ پڑھی **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ** یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ صرف ایک رسولؐ ہیں پس آیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ غرض خطبہ تمام ہوا تو نہ حضرت عمر کی وہ بے قراری تھی نہ فریاد نہ بدحواسی نہ جنون اسی وقت خلافت وسلطنت کی صلاحین ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ اسی تک ودو

میں اپنے اہالی موالی کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ کی راہ لی اور لاشہ رسولؐ اللہ کو بلا غسل و کفن چھوڑ گئے کہ ان کے اہل بیت و بنی ہاشم اس کے کفیل ہیں مولوی روم نے بہت درست کہا ہے۔

چوں صحابہ حُبّ دنیا دا شتند
مصطفٰی رابے کفن بگذ اشتند

سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع: قبیلہ بنی ساعدہ خزرجی انصاریوں کا ایک شعبہ ہے یہ سقیفہ (چھتہ) ان کی نشست گاہ تھی۔ جہاں لوگ صلاح مشورے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ یہ مکان اہل مدینہ کے لئے ایسا تھا جیسا کہ قریش اہلِ مکہ کے واسطے دار الندوہ' پس جیسے کفار قریش وہاں جمع ہو کر حضرت رسولِ خدا کے قتل کی تدبیریں سوچا کرتے تھے ایسے ہی آنحضرت کی وفات کے روز ابوبکرؓ و عمرؓ اور ان کے رفیقوں نے اس سقیفہ میں ان کے اہلِ بیت کی دائمی تباہی و بربادی کی تدبیر کی کہ ان کو خلافتِ رسولؐ اللہ سے محروم و مجبور کر کے خود اس پر قابض ہو گئے' پس تمام آلام و مصائب و جملہ کوفت و کلفت کہ اہلِ بیتِ رسالتؑ اور ان کے دوستوں کو باضافہ ظلم ہائے بنی امیہ و بنی عباسؑ و اتلافِ حقوق پہنچے اور تا قیامِ قیامت پہنچیں گے سب اسی اصلِ غیر اصیل کی شاخیں' اور اسی شجر کے ثمر ہیں جو بروزِ سقیفہ لگایا گیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ واقعۂ ہائلہ کربلا و قتل و قمعِ اولادِ علیؑ و زہراؑ و اعزہ و اقربا' گرفتاریِ زنان و اطفال' و غارتِ اسباب و اموال' سب کچھ اسی روز ہوا جب کہ حضرت عمر کی کارپردازی سے حکومتِ اسلام امیر المومنین علیہ السلام سے مسلوب و مغصوب ہو کر حضرت ابوبکر پر مقرر ہوئی۔ گویا حضرت سید الشہدا روحی و روح آبائی لہ الفدا کا خون اسی انصاریوں کی بیٹھک کے اندر سقیفہ کی چھت کے نیچے بہایا گیا۔ اسی جگہ سے ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے۔ **انا قتیل یوم السقیفہ** کہ میں اسی روز قتل ہو چکا تھا جب کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر کے دست بروسے خلافت ہم اہلِ بیت سے چھین لی گئی تھی۔ حضرت امام محمدؐ باقرؑ فرماتے ہیں **ماقطرت قطرة من دمائنا ودماء شیعتنا الاوهو فی اعنا قهما الی یو القیامۃ** کہ ایک قطرہ بھی ہمارے خون کا اور ہمارے شیعوں کے خون کا نہیں گرا مگر اس کا وبال ان دونوں کی گردن پر ہے۔ **روایت** ہے کہ جب زیدِ شہیدؒ نے ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں خروج کیا تو کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی نسبت تمہارا کیا اعتقاد ہے۔ **زید شہید کا اعتقاد شیخین کے بارے میں:** زید نے اس وقت تو کچھ جواب نہ دیا مگر عین وقت جنگ میں جب کہ ایک تیرِ لشکر مخالف سے آ کر ان کی پیشانی پر لگا تو کہا **این سائلی عن ابی بکر و عمر هما اقامانی فی هذا المقام** کہ کہاں ہے وہ شخص جو مجھ سے حضرت ابوبکر و عمر کا حال پوچھتا تھا' ان ہی دونوں نے مجھ کو اس حال کو پہنچایا ہے۔ بالجملہ یہ دونوں بزرگ اور ان کے اعوان و انصار و یارانِ وفادار

مثل ابی عبیدہ جراح و سالم مولائے ابی حذیفہؓ وغیرہ جمع ہو گئے تو انہوں نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ معہ جملہ بنی ہاشم سید المرسلین کے سوگ و ماتم میں ہیں' وہ ہرگز اس وقت ہم سے تعرض نہ کریں گے اور اصلاً کاروبارِ خلافت میں دخیل نہ ہوں گے پس مسلمانوں کا بڑا گروہ انصاریوں کا گروہ ہے ان کو روبراہ کرلیا تو سب کام ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا یہ سوچ کر یہ خود غرض جماعت سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئی اور وہاں پہنچ کر اظہار کیا کہ رسولؐ اللہ نے رحلت کی' کوئی ان کا جانشین مقرر ہونا چاہئے' جو آنحضرت کے بعد مسلمانوں کے قصے جھگڑے چکائے کافروں پر جہاد کرے جس میں اس کام کی قابلیت پاؤ شرائط بیعت بجالاؤ صلحا انصار یہ سن کر حیران ہوئے کہ ہائیں یہ کیا کہتے ہو کل کی بات ہے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ بن ابی طالب کو مجمع عام میں غدیر خم کے مقام پر اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ اور ہم سے اس کا قول و قرار لیا۔ اور اے عمرؓ تم کو بھول گیا کہ آنحضرتؐ نے ہم سب سے علیؑ کو بلفظِ امیر المومنینؑ سلام کروایا' پس جب کہ وہ مومنوں کے امیر ہیں تو ان کے ہوتے کوئی اور کیوں کر خلیفہ ہو سکتا ہے' ابوبکرؓ نے کہا یہ درست ہے مگر اس کے بعد آپ نے خلافتِ علیؑ کو منسوخ کر دیا چنانچہ ہم نے سنا ہے کہ فرماتے تھے **انا اھل البیت اکرمنا اللہ واصطفنا للنبوۃ ولم یرض لنا بالدینا وان اللہ یجمع النبوۃ والخلافتہ** یعنی ہم اہل بیت کا حق تعالیٰ نے اکرام کیا اور نبوت کے لئے ہم کو برگزیدہ فرمایا اور نہیں رضا مند ہوا ہمارے لئے واسطے دنیا کے' اور بالضرور وہ سبحانہ جمع نہ کرے گا نبوت و خلافت کو' عمرؓ وغیرہ نے تصدیق کی کہ ہم نے بھی پیغمبرؐ کی زبان سے یہی سنا ہے۔ قاضی نور اللہ شستری علیہ الرحمہ مجالس المومنین میں رقم طراز ہیں کہ ان لوگوں نے سقیفہ میں جا کر انصار کو بہکایا کہ علیؑ مکان کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے اور کاروبارِ خلافت سے جس پر منصوص تھے پہلو تہی کرتے ہیں' اور اس کی پروا نہیں کرتے' بہرکیف ان باتوں سے لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ اور بعض حاضرین نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو خلیفہ ہماری قوم یعنی انصار سے کیوں نہ ہو۔ کامل بہائی میں ہے کہ اول جس نے سعد عبادہ کے خلیفہ بنانے پر انصار کو برانگیختہ کیا خزیمہ بن ثابت ذی الشہادتین تھا اس نے کہا ایہا الناس علیؑ بن ابی طالب گھر میں بیٹھ کر تعزیتِ رسولؐ اللہ میں مصروف ہیں قریش میں کوئی دوسرا شخص اس کام کے لائق موجود نہیں اتنا اشارہ پا کر انصار سعد بن عبادہ انصاری خزرجی سے بیعت کرنے پر تیار ہو گئے سعد ان دنوں بیمار تھے ان کو گھر سے نکال لائے اور مجمع کے درمیان ایک مسند پر لٹا دیا۔ **مولف** کہتا ہے کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ سعد عبادہ اپنے لئے خواہانِ خلافت ہوئے اور نہ انصار نے ابتداءً ان کے لئے اس امر کی خواہش کی' بلکہ جیسا کہ مذکور ہوا وہ حضرت امیرؑ کو خلیفہ نصب کردۂ خدا اور رسولؐ و امام برحق جانتے تھے مگر ان لوگوں نے انہیں دھوکا دیا۔ پس انہوں نے جانا کہ یہ درپے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خلافت کو ہم غصب کرلیں اور نیز شبہ ہوا کہ شاید شاہ ولایت پناہ اس سے

کراہت رکھتے ہیں تو اس وقت انہوں نے سعد عبادہ کو اس کار کے لئے انتخاب کیا۔ پس انصار سعد کو ابوبکرؓ کے مقابلے میں خلیفہ بنانا چاہتے تھے نہ کہ امیر المومنینؑ کے مقابلہ میں' اور نیز یہاں سے روشن ہوا کہ سقیفہ پردازی کی ابتدا اول حضرت شیخین کی طرف سے اٹھی۔ پس وہ حضرات جو کہتے ہیں کہ انصار نے سقیفہ میں سعد کے خلیفہ بنانے کا فتنہ برپا کیا حضرت ابوبکر عمر رفع فساد کے لئے وہاں گئے اور اس سے حرصِ سلطنت میں جنازہ رسول اللہ کے چھوڑ جانے کا عظیم طعن ان سے دفع یا ہلکا کیا چاہتے ہیں' یہ بھی صحیح نہ ہوگا۔ غرض خطباء انصار اپنے فضائل بیان کرتے تھے کہ لوگو فخر وفضیلت تم کو ہے محمد مصطفیٰؐ بارہ تیرہ سال اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت کرتے رہے مگر بہت کم آدمیوں نے قبول کیا' کہ جن سے نہ دینِ خدا کو عزت تھی نہ شر اعدا سے آنحضرت کی حفاظت ہو سکتی تھی۔ تا انیکہ تم اس کے نبی پر ایمان لائے اور ان کے دشمنوں پر جہاد کیا۔ پس تمہاری تلوار سے عرب راہ راست پر آیا چارونا چار ان کو مسلمان ہونا پڑا پس وہ حضرت دنیا سے رخصت ہوئے ورآنحالیکہ تم سے راضی وخوشنود تھے پس ان کی جانشینی اور خلافت تمہارا حق ہے قدم بڑھاؤ اس کی طرف قبل اس کے کہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ سبحان اللہ عجب وقت تھا' اور طرفہ نفسانفسی' کہا جاتا تھا کہ ہماری تلوار سے عرب راہ راست پر آیا' ہم نے ان کو مسلمان کیا' جس کی تلوار کے یہ اصلی وواقعی اوصاف تھے' اس کا ذکر نہیں۔ القصہ حضرت ابوبکر نے کہا اے معشر انصار تمہارے شرف و بزرگی میں کس کو کلام ہے۔ حضرت رسولِ خدا نے تمہاری طرف ہجرت کی اور تم نے اسلام اور مسلمین کی نصرت فرمائی حتیٰ کہ حضرت باری عزاسمہ سے انصارِ دین کا لقب حاصل کیا' مگر مہاجرین کا حق تم سے فائق ہے وہ آنحضرتﷺ کے قوم وقبیلہ سے ہیں اور آپ کے ساتھ قرابتِ قریبہ رکھتے ہیں۔ ان کی خاطر کفارِ قریش کے جور سہے' ظلم اٹھائے' گھربار عزیزوں یگانوں کو ترک کیا' اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا اپنی جان و مال کو ان پر قربان کیا' عرب ان کے سوا کبھی دوسرے کی اطاعت نہ کرے گا یہی باتیں ہیں کہ روضۃ الاحباب وغیرہ میں ذرا تفصیل سے لکھی ہیں۔ خلیفہ ثانی ان کی مدح کیا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ بڑے سخن ور تھے میں بھی اس روز ایک تقریر پر تزویر اپنے دل میں بنا کر لے گیا تھا چاہتا تھا کہ جلسہ میں بیان کروں انہوں نے روک دیا' اور خود یہ تقریر فرمائی قسم بخدا کہ میری سوچی ہوئی تقریر سے کہیں بڑھ کر تھی' معلوم نہیں کہ انہوں نے اس کے بدیہی ہونے کا کہاں سے یقین حاصل کیا تھا ممکن ہے کہ جس طرح حضرت عمر پہلے سے دل میں بنا کر لے گئے تھے اس سے زیادہ خونِ جگر پی کر ابوبکرؓ نے یہ تقریر بنائی ہو۔ مزید برآں اس میں بجز اس کے کہ قرب وقومیتِ رسولؐ کا سہارا لیا ہے اور اس کو دلیلِ استحقاقِ خلافت گردانا' اور ہے ہی کیا۔ سو یہ بات اگر خلیفہ اول کو عقلِ مآل اندیش ہوتی تو زبان پر لانے کے قابل نہ تھی' چہ جائیکہ اسی کو اخذِ خلافت کا ذریعہ بنایا کیوں کہ ظاہر ہے کہ یہی تقریر بالا ولی اصلی حق دار کی طرف سے اس پر منقلب ہوئی ہے' یہ غضب

ہے کہ ابوبکرؓ ساتویں آٹھویں پشت میں جا کر رسولؐ اللہ کے ہم نسب ہونے سے خلافت کا دعویٰ کریں اور ان کے حقیقی چچا زاد اور ان کی اکلوتی بیٹی کے شوہر جو ہر طرح کے فضل وکمال سے آراستہ ہوں محروم رہ جائیں اسی جگہ سے ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ قریش کا شجرہ رسولؐ اللہ سے کہتے تھے تو اپنے تیئں اس کا ثمر اور پھل فرماتے تھے اور یہ بات کہ حضرت ابوبکر نے رسولؐ اللہ پر جان ومال قربان کیا تھا اسی سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ معرکہ ہائے جنگ میں آنحضرت کو چھوڑ جایا کرتے تھے اور اس سے کہ ہجرت کے وقت انہوں نے بقول صاحبِ مدارج دوسو کا اونٹ نوسو کو رسولؐ اللہ کے ہاتھ بیچا تھا جیسا کہ پہلے گذرا۔ القصہ تاریخ طبری میں ہے کہ ابوبکرؓ نے کہا تم جانتے ہو کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے **الأمه من قریش** بنا بر اس کے، خلافت صرف قریش کا حصہ ہے اور کسی کا نہیں پس ہاتھ کھولو کہ قریش میں سے کسی ایک کے ساتھ بیعت کریں اور تم اس کے سامنے ایسے ہی ہو جیسے کہ رسولؐ اللہ کے سامنے تھے۔ انصار نے کہا ہم علیؑ بن ابی طالب سے بیعت کریں گے جو رسولؐ اللہ کے چچازاد بھائی ہیں نقل ہے کہ عویم بن ساعدہ نے کہا **ان الخلافة لایکون الامن اهل بیت النبوة فاجعلوها حیث جعله اللّٰه** کہ خلافت سوائے خاندانِ نبوت کے اور کسی کو نہیں پہنچتی اس کو اسی جگہ رہنے دو جہاں خدا نے رکھی ہے۔ اور کہا ایسا نہ کرو گے تو سب سے پہلے جو اہلِ دین کے ساتھ جنگ کرے گا وہ تم ہو گے کہتے ہیں کہ یہ عویم سعد اہلِ قبا سے تھا۔ جن کے حق میں یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی ہے۔ **فیه رجال یحبون ان یتطهر واواللّٰه تحب المتطهرین** کہ اس میں یعنی مسجدِ قبا میں وہ لوگ ہیں جو کہ دوست رکھتے ہیں پاکیزہ رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو۔ خزیمہ بن ثابت نے کہا اے گروہِ انصار اگر آج تم نے ان لوگوں کو اپنے اوپر مقدم کر لیا تو یاد رہے کہ قیامت تک تم پر مقدم رہیں گے اور حکومت کریں گے اس پر انصار سعد عبادہ کی طرف رجوع ہو گئے۔ الا عمرؓ معہ اپنے یارانِ ہمدم بدستور ابوبکرؓ کے خلیفہ بنانے پر تلے ہوئے تھے اور کہتے تھے اے انصار تم مہاجرین کے بعد اور ان سے دوسرے درجہ پر ہو ہم تمہاری قدر ومنزلت پہنچانتے ہیں ہر کام میں تم کو شریک رکھیں گے اور کوئی امر تمہاری صلاح بغیر انجام نہ دیں گے **فنحن الامراء وانتم الوظ** پس چاہیئے کہ ہم امیر ہوں اور تم ہمارے وزیر۔ ابن اثیر کامل میں کہتا ہے کہ اس وقت حباب بن منذر بن حموح اٹھا اور کہا اے قوم انصار اپنے تیئں ضبط کرو بہ تحقیق کہ یہ لوگ تمہارے زیرسایہ ہیں ان کی طاقت نہیں کہ تمہارے بغیر کوئی امر طے کریں جو کچھ ہوگا تمہاری مرضی واجازت سے ہوگا کیوں کہ تم صاحبِ قوت وشوکت ہو خلائق کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں کہ آیا تم کیا کرتے ہو پس زنہار باہم اختلاف کر کے کام مت بگاڑ لیجیو اگر ان کو اسی پر اصرار ہے تو بہتر ہے ایک ان سے امیر ہو ایک ہم سے اور مہاجرین سے مخاطب ہو کر کہا **منا امیر ومنکم امیر** ایک امیر ہمارا

رہا ایک تمہارا۔ امام محمد باقر علیہ السلام تفسیر آیہ شریفہ **ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس** کہ ظاہر ہوا فساد خشکی وتری میں بوجہ اس کے کہ لوگوں نے اپنے ہاتھوں کسب کیا تھا' میں فرماتے ہیں، کہ قسم بخدا کہ یہ اس وقت تھا جب کہ انصار نے کہا **منا امیر ومنکم امیر** اور نیز مروی ہے کہ آپ نے عبدالرحیم قصیر سے فرمایا اے عبدالرحیم یہ لوگ رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد حالتِ جاہلیت کی طرف عود کر گئے تھے۔ بطریق جاہلیت سعد سے بیعت کیا چاہتے تھے اور ویسے ہی رجز پڑھتے تھے۔

یا سعد انت المرجا و شعرك المرحل وفحلك المرجم اے سعد تو امید گاہ ہے اور تیرے بال شانہ کردہ اور تیرا عدو سنگسار شدہ ہے۔ القصہ عمرؓ نے کہا **هیهات هیهات** دو تلواریں ایک میان میں نہیں سماتیں دو بادشاہ ایک ملک میں حکمراں نہ ہوسکیں گے عرب کبھی راضی نہ ہوگا کہ تم ان پر حاکم ہو' حالاں کہ رسولؐ اللہ تم میں سے نہیں تھے ہم آنحضرت کے عزیز و اقارب ہیں ہم سے ان کی سلطنت کو منع نہ کرو۔ حباب نے پھر کہا انصاریوں اپنے ہاتھوں کو روکو اور اس شخص کی اور اس کے اصحاب کی باتیں نہ سنو یہ تم کو محروم کیا چاہتے ہیں بخدا کہ تم ان سے زیادہ سزاوارِ خلافت ہو۔ **نہج البلاغہ** میں ہے کہ امیر المومنینؑ کو سقیفہ کی خبریں پہنچیں تو پوچھا انصار نے کیا کہا عرض کی وہ کہتے ہیں ایک امیر ہم سے ہو اور ایک تم سے۔ آپ نے فرمایا کس لئے تم نے ان پر حجت نہ کی کہ تمہاری نسبت آنحضرت نے فرمایا ہے **ان یحسن الی محسنهم و یتجاوز عن مسیئهم** کہ ان کے نیکوکاروں کے ساتھ احسان کیا جائے اور بدکرداروں سے درگذر اور تجاوز کریں حاضرین نے عرض کی اس میں حجت کی کیا بات ہے فرمایا اگر خلافت ان کے لئے ہوتی تو یہ وصیت ان کے حق میں نہ فرماتے پھر پوچھا قریش نے کیا کہا۔ کہا انہوں نے کہا کہ ہم شجرۂ رسولؐ اللہ سے ہیں فرمایا **احتجوا بالشجرة واضاعوا الثمرة** افسوس انہوں نے شجرۂ رسولؐ اللہ سے تو احتجاج کیا اور اس کے پھل یعنی خود آنحضرت کو ضائع و بے کار رہنے دیا۔ القصہ عمرؓ و حباب میں گفتگو بڑھ گئی اور سخت سست باتیں ہو کر گالی گلوج ہونے لگی۔ عمرؓ ابوبکرؓ سے بیعت کرانا چاہتے تھے اور حباب کا گوشۂ خاطر سعد کی جانب مائل تھا۔ ابوعبیدہ نے کہا اے معشر انصار تم نے سب سے پہلے دین خدا کی نصرت کی ہے ایسا نہ ہو کہ تم ہی تمام سے پہلے اس میں رخنہ اندازی کرو۔ غرض یہ باتیں ہو رہی تھیں اور جس کا جو جی چاہتا تھا کہتا تھا مگر انجام کار نہ عمرؓ کی سختی و درشتی کچھ کارگر ہوئی نہ ابوعبیدہ کی خوشامد جس امر نے شیخین کو یہاں جتوا دیا وہ قبیلہ اوس وخزرج کی باہمی قدیمی عداوت تھی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان دو قبیلوں میں جو دو حقیقی بھائیوں اوس وخزرج پسران حارثہ بن ثعلبہ کی اولاد سے تھے قدیم الایام سے جنگ وجدل چلی آتی تھی۔ چنانچہ یوم البقیع، یوم فجار، یوم بعاث وغیرہ ان کی مشہور لڑائیوں کے دن زبان زد عام تھے، اسلام

کے آنے سے یہ آتش حرب بجھی نہ تھی، اِلا دب گئی تھی، اب جو سقیفہ میں سعد عبادہ خزرجی سے بیعت کی ٹھہری تو اوسیوں کو یہ امر بہت شاق وگراں گذرا، اوران کی دشمنی کی کجلائی ہوئی چنگاری پھر بھڑک اٹھی۔ اسید بن حضیر کہ نقباء انصار سے تھا اور شرف بیعت عقبہ کا رکھتا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا یہ کام قریش کا ہے جس کو وہ مقدم کریں اس کو مقدم کرنا چاہئے بعد ازاں بشیر بن سعد پدر نعمان نے کہ بزرگان انصار سے شمار ہوتا تھا قریش کے تقدیم کی طرف میلان خاطر ظاہر کیا ان دو اوسی سرداروں کے موافق ہوجانے سے جناب ابوبکر کی خوشی کے مارے باچھیں کھل گئیں اور انہوں نے کہا **احسنتم احسنتم جزاکم اللہ خیرا** شاباش آفرین خدا تمہیں جزاء خیر دے۔ اب یہ دو عمرؓ وابوعبیدہ مرد شیوخ مہاجرین سے موجود ہیں ان میں سے جس ایک کے ساتھ چاہو بیعت کرلو اور اپنی پہلی درمیانی قرارداد کی وجہ سے فوراً جواب پایا کہ کون ان قدموں کو پیچھے ہٹا سکتا ہے جن کو رسولؐ اللہ نے نماز میں آگے بڑھایا اور اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ نے لپک کر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ یعنی بیعت کرلی۔ بقولے پہلے بشیر سعد نے بیعت کی پھر عمرؓ خطاب نے تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ جب شیخین اور انصار کے درمیان کلام کو طول ہوا اور بشیر بن سعد، ان کا طرف دار بن گیا تو ابوبکرؓ نے عمرؓ کو آنکھ سے اشارہ کیا عمر نے بفور اشارے کے بیعت کی اس کے بعد بشیر مذکور نے کی۔ پھر ابوعبیدہ جراح نے۔ اس وقت حباب نے کہا اے بشیر قسم بخدا کہ تو نے اپنے ابن عم پر رشک وحسد کیا اور کینہ دیرینہ تیرا جوش زن ہوا کہ مبادا امیر ہو جائے۔ یہ کہہ کر تلوار میان سے نکال لی لوگوں نے بمشکل تمام ان کو ٹھنڈا کیا تو اس نے کہا اب جب کہ کام ہاتھ سے نکل گیا تو کیا ہوسکتا ہے قسم بخدا کہ ایک وہ زمانہ ہوگا کہ ان سے پانی مانگو گے اور وہ قطرہ آب تم کو نہ دیں گے، ابوبکرؓ نے کہا اے حباب تو مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کہا تجھ سے نہیں مگر تیرے بعد اور لوگ اس پر مسلط ہوں گے، جو ایسا کریں گے ابوبکرؓ نے کہا جب ایسا ہو تو معزول کر دیجیو حباب نے کہا ہیہات اے ابوبکر اس وقت نہ تو ہوگا نہ میں ہوں گا، اور لوگ پیدا ہوں گے کہ ہماری اولادوں کو ایذا دیں گے۔ ابن ابی الحدید اپنے استاد شیخ ابوجعفرؒ یحیٰ بن محمدؒ علوی سے نقل کرتا ہے کہ یہ پیشن گوئی حباب کی بروز واقعہ حرہ پوری ہوئی جب کہ یزیدیوں نے انصار سے مشرکینِ بدر کے بدلے لئے، پھر کہتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا بھی اپنی ذریت کی نسبت یہی خوف کرتے تھے کہ امت آنحضرت کے بعد ان سے کینے نکالے گی پس چاہتے تھے کہ ان کے ابن عم و داماد آپ کے بعد خلیفہ ہوں اور وقتاً فوقتاً اس کی تاکید وتمہید کرتے رہتے تھے۔ کیوں کہ امیر و والی امر ہو کر رہنے میں ان کے لئے اتنا اندیشہ نہ تھا جتنا کہ رعایا ہو کر رہنے میں تھا مگر قضاء الٰہی اس کے مساعد نہ ہوئی اور آلِ رسولؐ کو پہنچا جو کچھ کہ پہنچا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ اسید بن حضیر نے کہا قسم بخدا کہ اگر آج خزرج کو خلافت مل جاتی تو ہمیشہ ہمیشہ کو تم پر فضیلت وفوقیت چاہتے اور کبھی تم کو اس میں شریک نہ کرتے اب اٹھو اور ابوبکرؓ سے

بیعت کرو پس انہوں نے بیعت کی اور سعد عبادہ اور خزرجیوں کو شکستِ فاش ہوئی **مولف** کہتا ہے دیکھئے بشیر بن سعد و اسید بن حضیر بزرگان واصحابِ خاص خاتم النبین سے تھے پھر بھی کیسی سخت عداوت اپنے خزرجی بھائیوں کی طرف سے دل میں رکھتے تھے کہ جب تک ان کا کام خراب نہ کیا آرام نہ لیا۔ اخوتِ اسلام وطول صحبت خیر الانام نے اصلاً ان کو نفع نہ بخشا۔ ایسے ہی حضرت امیر المومنینؑ کی طرف سے اکثر مہاجرین کے دلوں میں کینے بھرے ہوئے تھے کیوں کہ ان کے بہت سے دوست آشنا عزیز واقربا آنحضرت کی تلوار سے قتل ہوئے تھے یہی عداوت حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد ظاہر ہوئی کہ نص رسولؐ اللہ کو آنحضرت کی خلافت پر بالائے طاق رکھ دیا اور حق بحقدار نہ پہنچنے دیا، بلکہ انواعِ ستم و آزار آنحضرت پر کئے۔ پس جیسے اوسیوں کی عداوت خزرجیوں سے باوجود ان کے صحابی جلیل القدر ہونے کے صحیح و ثابت ہے ویسے ہی اکثر صحابہ کی عداوت امیر المومنینؑ قاتل المشرکین کے ساتھ کوئی عجیب نہیں، مگر لوگ حُب وحمایتِ شیخین میں اس کو نہیں مانتے اور بعید جانتے ہیں کہ صحابہ نص رسولؐ اللہ کو ترک کریں بلکہ شیعوں پر اس اعتقاد میں طنز وطعن کرتے اور ان کو نادان بتاتے ہیں۔ فخر رازی تفسیر کبیر میں سورہ نمل کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مورچہ نے اپنی قوم کو ڈرایا کہ **یاَ اَیُّھَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسَاکِنَکُمۡ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُہٗ وَھُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ** اے چیونٹیوں اپنے گھروں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تم کو کچل دے درآنحالیکہ وہ ناواقف ہوں۔ دیکھو چیونٹی نے بھی سلیمان اور ان کے لشکر کی طرف یہ گمان کیا کہ وہ دیدہ ودانستہ جانداروں کو پاؤں میں کچل دیں گے شیعہ چیونٹی سے بھی زیادہ بے وقوف ہیں کہ اصحاب رسولؐ اللہ کی طرف ارتکابِ جرم کی نسبت کرتے ہیں۔ پس اب امام صاحب اور ان کے مقتدی آنکھیں کھولیں کہ بشیر بن سعد واسد بن حضیر جیسے بزرگ صحابیوں نے اپنے بنی اعمام کے ساتھ حسد وعداوت سے کیا سلوک کیا۔ ابن اثیر مذکور کہتا ہے کہ بشیر نے ابوبکرؓ سے بیعت کی تو حباب نے کہا **لقد عققت عقاقا وَانفسْتَ عَلیٰ ابن عَمِكَ الامارَۃ** (۱) کہ ابوبکرؓ سے تیری بیعت کرنے کی کوئی وجہ نہیں بجز اس کے کہ تو نے قطع رحم کیا اور اپنے چچا کے بیٹے کی امارت پر حسد لے گیا۔ علاوہ برایں جو حضرت رسولؐ اللہ کی آخری زندگی کے حالات کو بغور دیکھے اس کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ خلافت کے خواست گاروں نے اس کی طمع میں کیا کچھ نہیں کیا، آپ نے وصیت نامہ لکھنے کو قلم دوات مانگا انہوں نے نہ دیا۔ اور الٹا آنحضرت کو ہذیان سے منسوب کیا۔ جیش اسامہ میں بھرتی کر کے شام کو بھیجنا چاہا، پہلوتہی کی، تاکید کی، نہ جانے پر مردود وملعون کہا ذرا اثر نہ ہوا۔ پس جب آپ

---

(۱) بعض کتب میں عفقتک عفاۃ فائے موحدہ وتائے مثناۃ کے ساتھ آیا ہے اس وقت اس کے معنے یہ ہوں گے بہت سی بلائیں تجھ کو نیست ونابود کردیں۔ ۱۲ منہ۔

کی زندگی میں ان کی یہ کیفیت تھی تو وفات کے بعد اگر حرصِ حکومت و امارت میں نصِ خلافت حضرت امیرؑ کو ہضم کر جائیں تو ان سے کیا بعید ہے۔ ہم آگے چل کر خود سنیوں کی روایت سے یہ مضمون نقل کریں گے یہاں اتنا اور کہتے ہیں کہ اگر طمع سلطنت میں از خود رفتہ نہ تھے تو کس لئے قبض روح رسالتؐ پناہ کے وقت عمرؓ دیوانہ بکارِ خویش ہشیار بن گئے کیوں لاشۂ رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر بلا اطلاع بنی ہاشمؑ چپکے چپکے سقیفہ کو دوڑ گئے' اور کس لئے ابوبکرؓ نے عمرؓ کو آنکھ کا اشارہ کر کے بیعت کرائی۔ الغرض بشیر بن سعد نے خواہ حضرت عمر سے پہلے بیعت کی خواہ بعد، اس میں شک نہیں کہ اس کی بیعت حضرت ابوبکر کی کامیابی میں بہت فائدہ مند ہوئی۔ لیکن علامہ حلی علیہ الرحمہ خلاصۃ الرجال میں اس کو صاحبِ مقبولین سے شمار کرتے ہیں' صاحبِ مجالس لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس کی بیعت کرنے کا قصہ جیسا کہ مشہور ہے علامہ کے نزدیک صحیح نہ ہوا ہو' یا انہوں نے اس بیعت میں اس کو معذور رکھا ہو، کیوں کہ اس روز اکثر انصار نے اس دھوکہ میں حضرت ابوبکر سے بیعت کی کہ امیر المومنینؑ اس سے کراہت رکھتے ہیں، پس اس بیعت سے لازم نہیں آتا کہ وہ خلافتِ ابوبکر کو برحق جانتا ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ بعد زوالِ شبہ حقیقتِ حال اس پر کھل گئی ہو، اور اس بیعت سے پشیمان ہوا ہو۔ **بالجملہ** بیعت ہو چکی تو سلمانِ فارسیؓ نے اپنی زبان فارسی میں کہا ''کردید و نکردید''۔ پھر عربی میں کہا **اصبتم واخطاتم** کہ تم نے کیا اور پھر کچھ نہ کیا۔ یعنی مسلمان ہوئے تھے تو بانیٔ اسلام کے جملہ اوامر و احکام پر کان لگانا' اور تمام ضروریاتِ اسلام کو ماننا چاہئے تھا' جب امامت جیسے ضروری امر میں آنحضرت کا فرمان واجب الاذعان نہ سنا تو تمہارا اسلام کچھ اسلام نہیں' بعض کہتے ہیں کہ مدعا یہ تھا کہ **اصبتم الخير واخطاتم المَعْدنِ** کہ تم نے یہ تو اچھا کیا کہ خلافت کا تصفیہ کر لیا' مگر اس کے بعد معدن و مقام کی تعین میں خطا کی اور چوک گئی۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ہمارے اصحاب **افضلیہ** کے قول کی بموجب یہ اس طرح ہے۔ **اخطاء تم واَصَبْتُم** کہ پہلے تم نے بیعتِ ابوبکرؓ میں تامل کرنے میں خطا کی پھر بیعت کر کے راہِ صواب پر آ گئے مگر یہ خیال محال ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ کا بیعتِ ابوبکر سے انکار کرنا آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔ غرض مہاجرین سے رفقا و یارانِ شیخین نے ابوبکرؓ سے بیعت کی، انصار سے زیادہ تر اوسیوں نے کی، بعض نے کہا ہم علیؑ کے سوا کسی کے ساتھ نہ کریں گے۔ قبیلہ خزرج نے بالتمام انکار کیا۔ بنی ہاشم سرے سے علیحدہ تھے ان کے ساتھ خواص اصحابِ امیر المومنینؑ، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمار یاسر، خالد بن سعید، براؓ بن عازب وغیرہ نے اس سے انکار کیا۔ زبیرؓ بروایت ابن اثیر طلحہ زبیر و ابوسفیانؓ بن حرب و ابی بن کعب وغیرہ بھی اس میں شامل نہیں ہوئے۔ **قضیہ سعد بن عبادہ انصاری:** سعد بن عبادہ مدۃ العمر حضراتِ ابوبکر و عمر دونوں کی خلافت کا قائل نہیں ہوا۔ **نقل ہے** کہ ہنگامہ بیعت میں قریب تھا کہ سعد لوگوں کے پاؤں کے نیچے دب کر ہلاک ہو' کسی

نے کہا **قتلتم سعدا** تم نے سعد کو مار ڈالا۔ عمرؓ نے کہا **اقتلو اسعد اقتل اللّٰہ سعدا** سعد کو قتل کرو خدا اس کو قتل کرے۔ قیس بن سعد نے یہ سنا تو کود کر عمرؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی کہ اے پسر ضحا کہ حبشیہ لڑایوں میں ڈر کر بھاگنے والے، امن میں شیر کی طرح غرّانے والے۔ اگر ایک بال بھی میرے باپ کے بدن کا کم ہوا تو ایک دانت تیرے منہ میں باقی نہ چھوڑوں گا' ابوبکرؓ نے کہا رفق و مدارا کرا ے عمرؓ درگزر سے کام لے، سعد نے کہا اے پسرِ ضحا کہ اس وقت مجھ میں طاقت برخاست نہیں۔ نہیں تو مدینہ میں تمہارے نکالنے اور بدر کرنے کی آواز کے سوا اس وقت دوسری آواز سنائی نہ دیتی' دور ہو یہاں سے' اور وہیں چلے جاؤ جہاں کہ تم ذلیل وخوار دوسروں کے زیردست وتابعدار تھے۔ اے آلِ خزرج مجھ کو اس آشوب گاہ سے باہر نکالو۔ پس خزرج اس کو اٹھا کر گھر میں لے گئے۔ کامل بہائی میں ہے کہ ابوبکر کی بیعت کا قصہ پیش آیا تو انصار نے کہا تم نے خلیفہ نصب کردہ رسولِ خدا کو ترک کیا' اور تابع ہوائے نفس ہو گئے تو تم میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں' ہم سعد عبادہ کو اپنا امیر بناتے ہیں' سعد نے کہا میں دین کو دنیا کے عوض نہیں بیچتا' اور اسلام کے بعد کفر اختیار نہیں کرتا' باوجود خلیفہ برحق کے مجھ کو خلافت منظور نہیں اس سے ابوبکر کا کام قوی ہو گیا۔ اور لوگ اس کی طرف مائل ہوئے جب سعد سے بیعت کرنے کو کہا تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے لئے یہ کذب و دروغ روا نہ رکھا 'تو اوروں کے لئے کیوں کر روا کہوں گا' پس اس نے اپنی تمام قوم سمیت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا' اور اس کے آدمیوں کی کثرت وشوکت سے کوئی اس پر جبر نہ کر سکا' بلکہ بظاہر موافقت کا دم بھرتے تھے کہ کسی حیلہ سے اس سے بیعت لیں حتیٰ کہ ایک روز قیس بن سعد نے عمر سے کہا کہ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں سعد نے قسم کھائی ہے کہ تم سے بیعت نہ کروں گا اور بہ جبر اس سے بیعت نہیں لے سکتے' الا یہ کہ اسے قتل کرو اور وہ قتل نہ ہوگا جب تک کہ تمام خزرج قتل نہ ہوں' اور خزرج کا قتل ہونا بھی اس کے قتل پر منحصر ہے' اور یہ قتل نہ ہوں گے جب تک کہ تمام بطون یمن نیست و نابود نہ ہو جائیں' یہ تمہاری طاقت سے باہر ہے بہتر ہے کہ اس سے تعرض نہ کرو۔ اور محمدؒ بن جریر طبری نے ابوعلقمہ سے روایت کی ہے کہ اس نے سعد سے کہا کہ ابوبکر سے بیعت ہوئی تو کس لئے اس میں شامل نہ ہوا' تو اس نے کہا قسم بخدا کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ فرمایا **اذا انامت یضل الاهواء ویرجع الناس الی اعقابهم فالحق یومئذ مع علي و كتاب اللّٰه بیده لا تبائع احد اغیره** کہ میرے بعد لوگ بسبب خواہشاتِ نفسانی کے گمراہ ہو جائیں گے اور اپنے پہلے کفر کی طرف رجوع کریں گے' پس حق اس روز علیؑ کے ساتھ ہوگا اور کتابِ خدا اس کے ہاتھ میں تو ان کے سوا کسی سے بیعت نہ کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا تیرے سوا کسی اور نے بھی یہ حدیث پیغمبرؐ سے سنی ہے کہا کیوں نہیں سنی مگر لوگوں کے دلوں میں بغض اور کینے بھرے ہوئے ہیں۔ ان باتوں کو چھپاتے ہیں۔ میں نے کہا

یہ نہیں بلکہ تو خلافت اپنے لئے چاہتا تھا۔تو اس نے بحلف کہا کہ میرا یہ ارادہ تھا اگر لوگ علیؑ سے بیعت کرتے تو سب سے پہلے بیعت کرنے والا میں ہوتا۔غرض اس قصے کے بعد سعد چندے مدینہ میں رہے پھر شروع عہدِ خلافتِ عمر میں شام کو چلے گئے۔وہاں ایک ایک ہفتہ اپنے عزیز و یگانوں میں بسر کرتے تھے اور گاؤں گاؤں پھرتے تھے خالد ولید کو یہ حال معلوم ہوا تو عمر کے خوش کرنے کو تیر و کمان لے کر ایک رات راستہ کے سرے پر جا بیٹھا اور ایک تیر دلدوز مار کر ان کا کام تمام کیا' بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے کچھ روپیہ دینا کر کے محمدؐ بن مسلمہ کو سعد کے قتل کے لئے شام بھیجا تھا اور تاریخ بلاذری سے نقل ہوا ہے کہ عمر خطاب نے خالد اور ابن مسلمہ دونوں کو مدینہ سے بھیجا تھا ان کے تیروں سے شہید ہوئے اور مغیرہ بن شعبہ کا بھی نام لیا گیا ہے صاحبِ روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ سعد نے ابوبکر سے بیعت نہیں کی اور شام کو چلا گیا وہاں کچھ عرصہ بعد ایک بڑے آدمی کی تحریک سے مارا گیا۔ظاہر ہے کہ بڑے آدمی سے اس مصنف کی مراد فقط حضرت عمر سے ہے بہر کیف بدنامی کے خوف سے یہ مشہور کیا گیا کہ جنوں نے ان کے تئیں قتل کیا ہے اور ایک شعر بھی ان کی زبان سے مشہور کر دیا ہو ہذا۔

قد قتلنا سید الخزرج سعد بن عباد

فرمیناہ بسہمین فلم یخط فؤادہ

یعنی ہم نے سردارِ خزرج سعد عبادہ کو قتل کیا اس کے دو تیر لگائے۔وہ بے خطا اس کے دل میں لگے۔**لطیفہ** امام ابوحنیفہ کو فی و مومن الطاق میں اکثر اوقات مزاح ہوتی تھی ایک مرتبہ ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر خلافت حق علیؑ ابن ابی طالب تھا تو کس لئے انہوں نے رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد اس کو طلب نہ کیا مومن الطاق بڑے حاضر جواب تھے بولے **خاف ان تقیلہ الجن کما قتلو سعد بن عبادہ** کہ ان کو ڈر ہوا کہ جیسا جنوں نے سعد عبادہ کو قتل کیا کوئی جن آنحضرت کو نہ قتل کر ڈالے۔**نقل ہے** کہ حضرت رسولِ خداؐ کے غسل کے وقت عباسؓ بن عبدالمطلب نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا تھا کہ برادر زادے دست دراز کرو کہ میں تمہارے ساتھ بیعت کر لوں لوگوں کو معلوم ہوگا کہ عمِ رسولؐ اللہ نے ان کے ابن عم سے بیعت کر لی ہے تو کوئی چون و چرا نہ کرے گا' حضرت نے فرمایا اے عمو کیا اس میں کسی کو رخنہ اندازی کی مجال ہے' عباسؓ نے کہا تم کو معلوم ہو جائے گا حضرت امیرؑ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ یہ امر دیواروں کے پیچھے مکان میں مخفی طور سے ہو۔ابی بن کعب انصاری کہتا ہے کہ میں بروزِ سقیفہ شام کے وقت ایک مجلسِ انصار کے پاس سے گذرا پوچھا کہاں سے آتا ہے میں نے کہا اہلِ بیت کی خدمت سے کہا کس حالت پر ان کو چھوڑا' میں نے کہا کیا حال ہو ان لوگوں کا جن کا مکان آج تک مہبطِ جبرئیل و محلِ رسولِ خداؐ رہا ہے اور اب یہ امور اس کے منقطع ہو گئے۔اس پر

جملہ حاضرین کو رقت ہوئی اور میں بھی رویا۔

بیعتِ سقیفہ کی ابتدا و خلافتِ خلیفہ کا تتمّہ

سقیفہ میں جیسا اوپر گذرا بہت تھوڑے اشخاص نے ابوبکر سے بیعت کی تھی مگر اس کے بعد خود ان کی سرگرمی اور دل سوز یاروں کی جان فشانی سے جلد جلد اس جماعت میں ترقی ہوتی گئی، پہلے تو سقیفہ سے نکلتے ہی ان لوگوں نے مشہور کیا کہ خلیفہ اول پر خلافت قرار پا گئی ہے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے ساتھ بیعت کریں۔ اسی اثنا میں معاذ جبل یمن سے آ گئے تو جملہ یارانِ ہمدم وہم راز خالد ولید سے جانباز کو ساتھ لے کر شہر کی گشت کو اٹھ کھڑے ہوئے اور جدا جدا ہر ایک سے مل کر بیعت پر زور دیتے تھے۔ منقول ہے کہ حضرت ابوبکر کہتے تھے **البدار البدار قبل البوار** مبادرت کرو طرف بیعت کے قبل اس کے کہ عذاب وہلاکت میں گرفتار ہو۔ حضرت عمر نے کمر کو چادر سے مضبوط کس رکھا تھا اور پکارتے پھرتے تھے **الا ان ابابکر قد بویع فھلموا الی البیعۃ** لوگو ابوبکرؓ سے بیعت ہو چکی ہے تم بھی آ کر بیعت کرو، عوام بیعت کرتے اور جہاں کہیں کسی کے گھر میں پوشیدہ ہونے کی خبر سن پاتے تو اپنے اہالی موالی سمیت اس کے گھر میں گھس جاتے اور نکال کر بیعت کرا لیتے تب چھوڑتے حتیٰ کہ بنی ہاشم اور ان کے جانب دار ابھی غسل وکفن رسولؐ اللہ سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ انہوں نے صدہا ہزارہا خلائق کو طوعاً وکرہاً اپنے سے متفق کر لیا' صاحبِ کامل بہائی لکھتے ہیں کہ انہوں نے اسی رات کو عکرمہ بن ابی جہل اور اس کے چچیرے بھائی حارث بن شہاب وغیرہ سے تحفہ تحائف دے کر اور وعدۂ حکومت کر کے بیعت لی۔ اور بحار الانوار میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے زنانِ مہاجرین وانصار کو کچھ مال رشوت کے طور سے تقسیم کیا۔ زید بن ثابت اس کو پہنچاتے تھے زنان بنی عدی بن نجار سے جو ایک کے پاس اس کا حصہ لے گئے تو اس نے کہا یہ کیسا مال ہے زید نے کہا ابوبکرؓ نے عورات کو تقسیم کیا ہے یہ تمہارا حصہ ہے عورت نے کہا تم مجھ کو رشوت دے کر میرے دین سے پھیرنا چاہتے ہو میں یہ مال نہیں لیتی اور اس کو رد کیا۔ جملہ مخالفین بیعت سے ایک ابوسفیان پدر امیر معاویہ تھا کہ بڑے جوش وخروش سے کہتا تھا کہ آج ایسے فتنہ وفساد کا غبار بلند ہوا ہے کہ آب شمشیر کے سوا ہرگز نہ دبے گا۔ آلِ عبد مناف کو کیا ہوا ادنیٰ ترین قبائل قبیلہ تیم کو حکومت ہو اور وہ خاموش رہیں کہاں ہیں دو مرد ذلیل وضعیف علیؑ وعباسؓ کہ ابوبکرؓ کو خلافت سے روکیں پھر حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں آ کر چلایا **ابسط یدک ابا یعک فواللہ لئن شئتھا لاملئنّھا خیلاً وّ رجلاً** اپنا ہاتھ کھولو کہ بیعت کروں قسم بخدا کہ تم چاہو گے تو اس شہر کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا' یہ روایت ابن اثیر کی ہے کامل مین

'اور شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں کہ اس نے بیت الرسالت کے در پر کھڑے ہو کر کہا۔ اے بنی ہاشم تم راضی ہو کہ ابوفصیل (۱) زویل پسر زویل یعنی ابوبکر بن ابی قحافہ تم پر حکمراں ہو۔ پھر کچھ اشعار پڑھے جن کا حاصل مطلب یہ ہے اے پسران ہاشم خلافت رسولؐ اللہ تمہارا حق ہے بنی تیم و بنی عدی کو نہ دو ابوالحسن علیؑ کے سوا کوئی اس کام کے لائق نہیں اے ابوالحسنؑ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو بہ تحقیق کہ جو امر تم چاہتے ہو اس کے سزاوار بھی ہو وغیرہ وغیرہ۔ مگر چوں کہ یہ تمام باتیں بہ نیتِ فاسد مسلمانوں میں کشت و خون کرا کر تماشا دیکھنے کی نیت سے تھیں' قبولِ بارگاہِ ولایت پناہ نہ ہوئیں ارشاد ہوا کہ اے ابوسفیان تو ہمیشہ اسلام و مسلمین کا بدخواہ رہا ہے تیری کوئی بات قربتہً الی اللہ نہیں چلا جا کہ ہم رسولؐ اللہ کے کام میں مشغول ہیں جو جیسا کرے گا پائے گا۔ **قصہ ابوسفیان بن حرب:** ابوسفیان وہاں سے پلٹا تو مسجد میں آ کر بنی امیہ کو پھسلانے لگا۔ غرض اس طرح دیوانہ وار پھرتا تھا' اب سنئے کہ بانیان بیعت نے کیوں کر اس بھوت کو اپنے سر سے ٹالا انہوں نے اسے خلوت میں بلا کر سمجھا دیا کہ حکومتِ شام تیرے نام کئے دیتے ہیں۔ ابوسفیان اس اشارتِ بابشارت کے پاتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے۔ ''گویند صدیقؓ و فاروقؓ را معلوم شد کہ ابوسفیان واعیہ مخالفت وارد پسر او یزید رابہ امارت شام نوید دادند' ابوسفیان کہ ایں معلوم کرد ترک منازعت و مخالفت نمودہ مطیع و منقاد گشت''۔ غرض اسی معاہدے کے موافق پس از چندے اس کا بیٹا یزید پھر معاویہ یکے بعد دیگرے حاکم شام ہوئے حتیٰ کہ معاویہ کے بعد یزید پلید کو حکومتِ شام و خلافتِ اسلام پہنچی گویا قتل امام حسین علیہ السلام کا پروانہ بھی حضرات شیخین نے ساتھ کے ساتھ ہی جاری کر دیا تھا' اور ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ابوسفیان جمع اموال صدقات کے لئے مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا' واپس آیا تو رسولؐ اللہ رحلت فرما چکے تھے' پس وہ ابوبکرؓ کی مذمت کرنے اور اس کے برخلاف لوگوں کو بھڑکانے لگا، حضرت عمر نے ابوبکرؓ سے کہا کہ مجھ کو اس کی شرارت سے خوف ہے بہتر ہے کہ جو مال یہ تحصیل کر کے لایا ہے اسی کے پاس رہنے دو ابوبکرؓ نے اس کو قبول کر لیا ابوسفیان راضی ہو گیا بنا بر اس روایت کے جب تک اس نے مال و منصب دونوں نہیں لے لئے روبراہ نہیں ہوا۔ **شیخ** مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فتنہ عام ہو گیا تھا' اور بلا مصیبت تمام خرابی کے اسباب بہمہ وجوہ مہیا' اور شیطان نے پورا پورا قابو پا لیا تھا' کہ اہلِ شقاق و نفاق بایک دگر معاون و مددگار تھے اور مومن اہلِ ایقان ایک دوسرے کی نصرت و یاری چھوڑ بیٹھے تھے یہی معنی ہیں قول سبحانہ تعالیٰ کے **واتقوا فتنة لا يصيبن الذين ظلموا منكم خاصة** کہ ڈرو اور خوف کرو اس فتنہ سے کہ اس کی مصیبت خاص کر تم سے ظالموں ہی کے لئے نہیں

(۱) فصیل بچہ شتر از مادر جدا شدہ۔ چوں کہ لفظ بکر کے معنی بھی قریب قریب اسی بچہ شتر کے ہیں لہٰذا ابوبکر کو براہ طنز و عیب ابوفصیل کہا کرتے تھے۔ بکذا فی البحار۔

بلکہ ظالم اور غیر ظالم دونوں کے لئے یکساں ہے۔ **حقیر** مترجم کہتا ہے کہ واقعی حضرت رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد' صدر خلافت خلیفہ اول میں کچھ ایسی ہی ہوا مسلمانوں میں چلی تھی کہ مومن منافق سب ایک رنگ میں رنگین ہو کر نص روز غدیر کو بھلا بیٹھے تھے۔ الا چند نفر قلیل جن کے قدم اس نازک موقعہ پر ثابت و قائم رہے' گو تھوڑے عرصہ بعد ان میں سے بہت سے متنبہ ہو کر حق کی طرف رجوع کرنے لگے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد مسلمانوں کی ٹھیک وہی کیفیت ہو گئی تھی جو حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے کے وقت بنی اسرائیل کی ہوئی تھی' جیسے وہ ان کے وصی و جانشین جناب ہارون کی اطاعت سے نکل کر گوسالۂ سامری کی پرستش کرنے لگے تھے' ایسے ہی یہاں وارث مرتبہ ہارونی جناب مرتضیٰ علیؑ کی اطاعت چھوڑ کر اس امت کے گوسالہ یعنی حضرت ابوبکر کے مطیع ہو گئے تھے' راست فرمایا ہے رسولؐ اللہ نے **لترکبن امتی سنة بنی اسرائیل حذوالنعل بالنعل** کہ میری امت سنت بنی اسرائیل پر عمل کرے گی جس طرح کہ ایک جوتی دوسری کی برابر ہوتی ہے۔ **القصہ** اگلے روز تجدید و تکمیل بیعت کا جلسہ مسجدِ رسولؐ اللہ میں ہوا' حضرت ابوبکر نے منبر رسولؐ اللہ پر جا کر خطبہ کہا' کہ میں تم پر والی ہوا ہوں حالاں کہ تم سے بہتر و افضل نہیں ہوں جب تک اطاعتِ خدا بجالاؤں میری اطاعت تم پر لازم ہے' جب نافرمانی اس جل شانہ کی کروں تو میری اطاعت تم پر لازم نہیں' پس عدل و انصاف کروں تو پیروی کرو' ورنہ مجھے معزول فرماؤ۔ آگاہ ہو کہ میرے لئے ایک شیطان ہے کہ مجھ پر غالب ہوتا ہے' پس جب کہ دیکھو کہ میں غضب ناک ہوں تو مجھ سے اجتناب کرو۔ یہ کلمات آپ سے متواتر ہیں حتیٰ کہ صاحبِ صواعقِ محرقہ تک نے ان کو نقل کیا ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ ان کی بہت مدح کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسا خطبہ آج تک کسی سے نہیں سنا۔ مگر ہم حیران ہیں کہ جس شخص پر وقتاً فوقتاً شیطان مسلط ہوتا ہو وہ کوئی دینی فرمانروائی کیسے کر سکتا ہے' اس کی شیطنت کی حالت کے اقوال و افعال و احکام کو لے کر کیا کریں گے۔ عجب نہیں کہ آپ جو سقیفہ میں دوڑے گئے اور وہاں جا کر کہا کہ خلافتِ علیؑ کو رسولؐ اللہ منسوخ کر چکے اور حدیث **الائمة من قریش** تصنیف فرمائی بعد ازاں قضیۂ فدک میں حدیث منع میراث انبیا بیان کی' یہ سب اسی وقت کے خیال ہوں جب کہ شیطان آپ پر سوار ہو' حیرت ہے کہ خلیفہ ثانی سے تو شیطان اس قدر ڈرے کہ ان کے سایہ سے بھاگے' اور جس راستے کو وہ جائیں وہ راستہ بھی چھوڑ دے جیسا کہ یہ حضرات ان کے مناقب و مفاخر میں کہتے اور لکھتے ہیں اور خلیفہ اول پر کہ لامحالہ ان سے افضل تھے وہ ایسا دلیر ہو کہ جب چاہے ان کی گردن پر آ چڑھے سلیم بن قیس ہلالی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ وہ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے غسل دینے میں مصروف تھے اور عرض کی ابوبکرؓ اس وقت منبر رسولؐ اللہ پر ہیں اور

لوگ راضی ہیں کہ ایک ہاتھ سے بیعت کریں دونوں ہاتھوں سے کرتے ہیں حضرت نے فرمایا جس نے سب سے پہلے بیعت کی وہ کون تھا سلمانؓ نے کہا سقیفہ بنی ساعدہ میں تو اول بشیر بن سعد نے پھر ابوعبیدہ جراح پھر عمرؓ نے پھر سالم مولائے ابی حذیفہؓ نے بیعت کی فرمایا یہ نہیں **ابلیس کا ابوبکر سے بیعت کرنا:** جس نے منبر رسولؐ پر اول بیعت کی وہ کون تھا' سلمانؓ نے کہا وہ ایک مرد پیر کبیر السن تھا جس کی پیشانی پر اثر سجود ظاہر تھا' کمر باندھے عصا ہاتھ میں لئے لڑکھڑاتا آگے آیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ تجھ کو اس مقام پر نہ دیکھ لیا۔ ہاتھ بڑھا تا کہ بیعت کروں۔ ابوبکرؓ نے ہاتھ دراز کیا اور اس نے بیعت کی' پھر مسجد سے چلا گیا۔ حضرت نے پوچھا اے سلمانؓ تجھ کو معلوم ہے کہ وہ کون شخص تھا' کہا نہیں لیکن یہ کلام اس کا مجھ کو بہت برا معلوم ہوا' گویا وہ رسولؐ اللہ کی موت پر شماتت کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا اے سلمانؓ وہ ابلیس ملعون تھا' بہ تحقیق کہ مجھ کو رسولؐ اللہ نے خبر دی ہے کہ جو سب سے پہلے میرے منبر پر بصورت شیخ کبیر ابوبکرؓ سے بیعت کرے گا شیطان ہوگا۔ **منقول ہے** کہ ابلیس بروزِ وفاتِ رسولؐ اللہ بصورت مغیرہ بن شعبہ متمثل ہوکر پکارا کہ ایہا الناس خلافت رسولؐ اللہ کو سلطنت کسریٰ وقیصر قرار نہ دو' بلکہ اس میں وسعت کرو کہ سب کے لئے گنجائش ہو اور بنی ہاشم کی طرف اس کو رد نہ کرو کہ زنانِ حاملہ اس کی امیدوار رہیں گی' یعنی اگر بنی ہاشم سے مخصوص ہوجائے گی تو جب کوئی عورت ان سے حاملہ ہوگی تو منتظر بچہ پیدا ہونے کی رہے گی اور دوسروں کے واسطے ایسی تجویز نہ کرے گی۔ **روایت** ہے کہ جب بروزِ غدیر حضرت رسولِ خدا نے علی علیہ السلام کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا اس وقت ابلیس لعین نہایت محزون و غمگین ہوا اور اس نے غصہ میں آکر ایک چیخ ماری کہ اس کا تمام لشکر خشکی وتری سے سمٹ کر اس کے پاس جمع ہوگیا اور کہا اے سید وسردار ہمارے کیا مصیبت تجھ پر واقع ہوئی کہ ہم نے اس طرح کی آواز کبھی تجھ سے نہیں سنی اس نے کہا محمد مصطفیٰؐ نے آج وہ کام کیا ہے کہ اگر تمام ہوگیا تو پھر کبھی میرے لئے امید کامیابی کی نہیں۔ بعد ازاں جس وقت حضرت رسالت پناہ مرض الموت میں بیمار ہوئے اور قلم و دوات طلب کیا اور حضرت عمر نے نہ دینے دیا اور کہا **قد غلب علیہ الوجع وانہ لیھجر حسبنا کتاب اللّٰہ** کہ درد نے ان پر غلبہ کیا اور وہ ہذیان بکتے ہیں ہم کو کتاب خدا کافی ہے تو اس وقت پھر شیطان نے ایک نعرہ مارا اور لشکر جمع ہوا تو ان سے اپنا اطمینان دلی ظاہر کیا پھر آنحضرت نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر کو خلافت ملی تو شیطان نے بڑی خوشی منائی تاج شاہی اپنے سر پر رکھا اور منبر پر جاکر اپنی ذریت سے کہا کہ مسرور ہو کہ اب پورے طور سے طاعتِ خدا نہ ہوگی جب تک کہ مہدیؑ آل محمد ظہور نہ کرے۔ امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے بعد نقل حدیث فرمایا یہی معنے ہیں قول سبحانہ تعالیٰ کے **لقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الافریقا من المومنین** (ترجمہ) البتہ تصدیق کیا ابلیس نے ان پر

اپنے ظن کو پس متابعت کی اس کی انہوں نے بجز ایک گروہ مومنوں کے۔ امامؑ نے فرمایا، جو گمان ابلیس نے ان کی نسبت بروز منع قلم و دوات کیا تھا، اس کی آج تصدیق ہوگئی۔ **روایت بریدہ اسلمی:** روضۃ الصفا میں غُنیہ سے نقل کیا ہے کہ بریدہ بن حصیب اسلمی نے اپنے قبیلہ میں ایک علم ترتیب دیا اور مدینہ میں لاکر درِ دولت سرائے امیر المومنینؑ علیؑ بن ابی طالب پر گاڑ دیا، حضرت عمر خطاب کو یہ حال معلوم ہوا تو اس سے کہا مسلمانوں نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کر لی ہے تو کس لئے مخالفت کرتا ہے' بریدہ نے کہا ہم اس علم کے مالک کے سوا کسی سے بیعت نہ کریں گے' پس مجمع صحابہ میں طلب کر کے پوچھا یہ کیا باتیں ہیں جو تو کہتا ہے بریدہ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ اللہ نے مجھ کو اور خالد ولید کو حضرت علیؑ کے ہمراہ یمن کو بھیجا تھا مجھ کو ان سے اس قدر عداوت تھی کہ اس سے زیادہ ہو نہیں سکتی' واپس آ کر رسولؐ خدا کی خدمت میں داخل ہوا تو آپ نے ان کا حال پوچھا' میں اپنی اسی عداوت کی وجہ سے ان کی غیبت اور بدگوئی کرنے لگا' پس دیکھا میں نے کہ روئے مبارکِ رسولؐ اللہ متغیر ہوگیا' اور شدتِ غیظ سے فرمایا **بریدہ اتقع فی رجل اولی الناس بکم بعدی** اے بریدہ تو اس شخص کی مذمت کرتا ہے جو میرے بعد تمہارے لئے سب سے اولیٰ ہے جب یہ کلام آنحضرت کی زبان معجز بیان سے سنا تو میں نے کہا یا رسولؐ اللہ توبہ کرتا ہوں اس امر سے کہ آپ کے غضب وغصہ کا باعث ہو' حضرت میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں فرمایا علیؑ کو آلینے دے تھوڑی دیر میں علیؑ آئے اور گوشۂ مسجد میں بیٹھ کر نعلینِ رسولؐ اللہ کی اصلاح کرنے لگے، اس وقت میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ اپنے وعدہ کو وفا فرمائیے، فرمایا یا علیؑ بریدہ تم سے عداوت رکھتا تھا مگر اب اس پر نادم ہے' اور توبہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس کے لئے استغفار کروں تم بھی استغفار کرو، پس رسولِؐ خدا و علیؑ مرتضیٰ دونوں نے میرے لئے استغفار کی بعد ازاں بریدہ دوستان و ہوا خواہانِ امیر المومنینؑ سے ہوگیا۔ اور جنگِ جمل و صفین میں ملازمِ رکاب فیض انتساب رہا۔

روایت براء بن عازب: براء بن عازب کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ بنی ہاشم کا خیر خواہ رہا، رسولؐ اللہ نے وفات پائی تو شدتِ رنج والم سے چاہتا تھا کہ دیوانہ ہو جاؤں پس بار بار درِ دولت پر حضراتِ اہل بیت کی خدمت میں جاتا اور باہر بزرگانِ قریش کے حال کا نگران تھا کہ دیکھوں یہ کیا کہتے اور کیا کرتے ہیں کہ میں نے یک بیک دیکھا کہ حضرت ابوبکر وعمر مجمع سے غائب ہوگئے تھوڑی دیر میں سنا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کی تک ودو میں گئے ہیں' پھر خبر آئی کہ ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت ہوگئی ہے کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اور ان کے اصحاب ابوعبیدہ وعمر خطابؓ و دیگر حاضرین جلسہ چلے آرہے ہیں اور چادر ہائے یمنی کمروں سے باندھ رکھی ہیں جس کو راہ میں دیکھتے ہیں پکڑ کر خواہ بیعت پر رضا مند ہو یا نہ ہو اُسکا ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ سے چھواء دیتے ہیں یہ دیکھ کر میرے ہوش پرواز کر گئے اور دوڑا ہوا آنحضرت کی طرف گیا دروازہ بند تھا زور سے کھڑ کایا اور کہا

ابوبکر سے بیعت ہوگئی ہے عباسؓ اندر تھے بولے **تَعرِبَتْ اَیدِیکُمْ اِلٰی اٰخِرِ الدھر** اے بنی ہاشم تم ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ میں نے تم کو کہا تھا مگر تم نے نہ مانا۔ اب اس کا نتیجہ دیکھا، براء کہتے ہیں کہ میں ایسا ہی ملول وحزین تھا کہ اتنے میں رات ہوگئی، رات کو دیکھا میں نے کہ مقدادؓ و سلمانؓ وابوذرؓ وعبادہ بن صامت وابوالہشیم بن تیہان وحذیفہ وعمار یاسر یہ سب ایک مقام پر بیٹھے صلاح کر رہے ہیں کہ امر خلافت کو شورائے مہاجرین کی طرف راجع کریں حضرات ابوبکر وعمر کو اس حال کی خبر پہنچی تو انہوں نے ابوعبیدہ جراح ومغیرہ بن شعبہ کو بلا کر مشورہ کیا، مغیرہ نے کہا اس امر میں خوف صرف علیؑ بن ابی طالب کا ہے پس ہم کو چاہئے کہ عباسؓ بن عبدالمطلب کے پاس چلیں وہ عمِ رسولؐ خدا ہیں ان کے لئے امرِ خلافت میں کچھ حق مقرر کر دینا چاہئے، تا کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب سے جدا ہو جائیں، پس اگلے روز رات کے وقت یہ لوگ عباسؓ کے مکان پر گئے، اور دستک دی عباسؓ خود دروازے پر آئے اور سب کو اندر لے گئے جب ہر ایک اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گیا تو ابوبکرؓ نے سلسلہ کلام شروع کیا اور بعد حمد وصلوٰۃ کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے درمیان نبی مرسل مبعوث کیا اب اس حضرت نے خانۂ آخرت کو دار ناپائیدار پر اختیار کیا اور ہم کو چھوڑ گئے کہ برضائے یک دگر کسی کو والی امر اور اپنا حاکم مقرر کریں، پس مسلمانوں نے بالاتفاق مجھ کو اس کار کے لئے انتخاب اور اختیار کیا ہے، مجھ کو اس میں ذرا وسواس واندیشہ نہیں مگر سنتا ہوں کہ بعض مسلمان میرے خلاف حرکت کر رہے ہیں ہم تمہارے پاس آئے ہیں کہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے اس امر میں کچھ حصہ مقرر کریں، کیوں کہ تم عمِ رسولؐ خدا ہو، اور وہ حضرت ہمارے اور تمہارے درمیان سے تھے۔ چوں کہ عمرؓ کے مزاج میں غلظت وخشونت تھی تو انہوں نے بدیں خیال کہ مبادا عباس سمجھیں کہ ہم سے ڈر کر ہمارے پاس آئے ہیں کہا اے عباس ہم کوئی حاجت اور غرض لے کر تمہارے پاس نہیں آئے بلکہ محض تمہاری خیر خواہی اور بہبودی مدنظر ہے، کیوں کہ مسلمانوں نے مضبوطی سے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے تم اب تک اس سے علیحدہ ہو ہم کو خوف ہے کہ اس مخالفت سے تم کو کوئی ضرر پہنچے، پس ہم تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہاری حفاظت کی نظر سے کہتے ہیں، کہ جو کچھ کرو خوب سوچ سمجھ کر کرنا۔ عباس یہ باتیں سن کر اٹھے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا کہ یہ درست ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی رحمتِ کاملہ سے نبی مرسل کو ہمارے درمیان مبعوث کیا الا امت کو اختیار نہیں کہ آنحضرت کے بعد ہوائے نفسانی سے جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں پس اگر تم نے رسولؐ اللہ کی قرابت سے خلافت لی ہے تو صرف ہمارا حق تھا کہ غصب کیا اور مسلمانوں کی وجہ سے حاصل کی ہے تو ہم بھی ان میں سے ہیں اور اس پر رضامند نہیں، اے ابوبکرؓ تمہارے کلام میں صریح تناقص ہے ایک بار تم کہتے ہو کہ مسلمانوں نے مجھ پر اتفاق کیا پھر خود ہی بیان کرتے ہو کہ وہ اس کے خلاف ہیں۔ اگر کچھ تم ہم کو دینا

چاہتے ہو جو تمہارا اپنا حق ہے تو ہم کو اس کی ضرورت نہیں' اس کو اپنے پاس رہنے دو' اور جو تمام مسلمانوں کا ہے تو تم اس کے دینے کے مجاز نہیں' اور ہمارا ہے تو ہم راضی نہیں کہ اس میں سے تھوڑا سا لیں اور باقی تمہارے پاس چھوڑ دیں اور تمہارا یہ کہنا کہ رسولؐ اللہ تمہارے اور ہمارے درمیان سے تھے پس وہ حضرت ایک شجر سے ہیں کہ ہم اس کی شاخیں اور تم ہمسائے ہو اور اے عمرؓ تو جو کہتا ہے کہ اس مخالفت میں ہمارے لئے خوف ضرر ہے پس اس خوف کی تم نے بنیاد ڈالی ہے اور تم ہی اس کے بانی ہو واللہ المستعان۔ **روایت ابن ابی الحدید معتزلی در بارۂ نصِ خلافتِ حضرت امیر المومنین علیہ السلام:**
ابو بکر انباری اپنی امالی میں لکھتا ہے کہ ایک روز علیؑ مسجد رسولؐ اللہ میں عمرؓ خطاب کے پاس بیٹھے تھے وہاں سے اٹھے' تو ایک مرد بے ہودہ سرا آپ کی مذمت کرنے اور عجب و خود پسندی سے آپ کو منسوب کرنے لگا' عمرؓ نے کہا اگر وہ عجب کریں تو بجا ہے' قسم بخدا کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ستونِ اسلام قائم نہ ہوتا' اور وہ ہیں اقضائے امت و سابق الاسلام و صاحبِ شرف و فضیلت، اس مرد نے کہا ایسا ہے تو کس لئے تم ان کو خلافت نہیں دیتے۔ عمرؓ نے کہا **کرھناہ علی حداثۃ السنِ وَحُبہ بنی عبدالمطلب** یعنی بہ وجہ کم سنی اور اولادِ عبدالمطلب کو دوست رکھنے کے ہم ان کی امارت سے کراہت رکھتے ہیں' تاہم کچھ عرصہ نہ گذرے گا کہ وہ خلافت پر فائز ہوں گے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے یہ کلمات ابو جعفر یحییٰ بن ابی زید نقیب کے سامنے قرأت کئے' تو کہا یہ اخبار نص خلافت علیؑ بن ابی طالب پر دلالت کرتے ہیں' لیکن مجھ کو صحابہ کا رسولؐ اللہ کی اس نص کے برخلاف اتفاق کر لینا بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے' جیسا کہ کسی اور امر ضروری دین نماز، روزہ، حج وغیرہ میں ان کی مخالفت پر متفق ہو جانا بعید ہے۔ ابو جعفر نے کہا یہ لوگ خلافت کو نماز روزہ کی طرح ضروری دین نہیں جانتے تھے' بلکہ امارت لشکر و تدبیر جنگ و سیاست رعیت کی طرح اس کو دنیوی انتظامات سے شمار کرتے تھے' اسی سبب سے مصالح ملکی کے سامنے نص پیغمبرؐ کی مخالفت کرنے کی پروا نہیں کرتے تھے مگر نہیں دیکھا تو نے کہ لشکرِ اسامہ کے ساتھ جانے کو اپنی مصلحت کے خلاف جان کر حضرت ابو بکر و عمر نے کیسی صریح مخالفتِ پیغمبرؐ کی حالاں کہ ابھی وہ حضرت زندہ تھے' اور نیز تو جانتا ہے کہ آنحضرت نے ابو ہریرہ کو حکم دیا کہ منادی کر دے کہ جو کلمہ طیبہ **لآ اِلٰہَ اِلاّ اللہ** از روئے اخلاص کہے گا داخل بہشت ہوگا' تو عمرؓ نے ابو ہریرہ کی چھاتی میں اس زور سے ہاتھ مارا کہ وہ پشت کے بل گر پڑا' اسی طرح بہت سی نصوصِ پیغمبرؐ کو انہوں نے ترک کیا' مثل اس کے کہ سہم، ذی القربیٰ کا ضبط کر لیا' اور مولفۃ القلوب کا حصہ نہ دیا۔ رسولؐ اللہ نے مرض الموت میں وصیت کی کہ نصارائے بخران کو جزیرۃ العرب سے نکال دیں' انہوں نے اس پر عمل نہ کیا' اور اس قدر نصوص پیغمبرؐ کی مخالفت کی کہ ان کے بعد فقہاء اہلِ سنت قیاس کو نص پر ترجیح دینے لگے' تا اینکہ رفتہ رفتہ اہلِ قیاس نے ایک تازہ شریعت بنالی' غرض ملک و بادشاہی کی مصلحتوں کو عموماً نصوصِ پیغمبرؐ پر

مقدم رکھتے تھے۔ علیٰ ہذا علیؑ کی خلافت میں بھی نصِ پیغمبرؐ کی پروا نہیں کی اور اس کی مخالفت کی یہ وجہ بیان کی کہ لوگ ان کی طرف سے بغض وعداوت رکھتے ہیں اور اپنے باپ بھائی اور بیٹوں کے جواُن کے ہاتھ سے مارے گئے خون کے طلب گار ہیں' بعض کہتے تھے کہ وہ جوان ہیں اور نسب شریف رکھتے ہیں اس کی وجہ سے ہم پر فخر وفوقیت چاہیں گے جو نا قابل برداشت ہوگا۔ اور بعض راضی نہ تھے کہ خلافت ونبوت ایک گھر میں جمع ہوں' کہ پھر کسی کو اس پر دسترس نہ رہے اور کہتے تھے کہ خلافت اس خاندان سے باہر رہے گی' تو امید ہے کہ کبھی نہ کبھی ہم کو بھی اس سے حصہ ملے' یہ حال مومن مسلمانوں کا تھا منافق خود آنحضرت سے جلتے تھے اور ان کی قرابتِ قرینہ کو پیغمبرؐ کے ساتھ دیکھ نہ سکتے تھے۔ بالجملہ یہ سب، ہم دست وہم داستان ہوگئے کہ خلافت کو علیؑ تک نہ پہنچنے دیں' سرداران وسربرآوردگان نے کہا کہ عرب علیؑ کی طاعت نہیں کرے گا، وہ نصِ رسولؐ کے تو منکر نہ تھے الا یہ کہتے تھے کہ حاضر وہ باتیں دیکھ سکتا ہے کہ غائب ان کو دیکھ نہیں سکتا' پیغمبرؐ اس وقت موجود نہیں کہ مصلحتِ وقت کو دیکھیں انصار کے سعد عبادہ سے بیعت کے ارادہ نے اور بھی ان کو تقویت دے دی' چنانچہ وہ سقیفہ کو دوڑ گئے اور وہاں جا کر فوراً ابوبکرؓ سے بیعت کر لی **فبایعوہ و کانت فلتہ** وہ بیعت جلدی کا بن سوچا سمجھا کام تھا' جیسا کہ عمرؓ خطاب کہتے تھے اور کہا اگر کوئی کہے گا کہ کس لئے تم نے نص رسولؐ اللہ کی مخالفت کی تو کہیں گے کہ فتنہ وفساد کے خوف سے کی' ابوبکرؓ ہی اس کار کے لئے موزوں ہے خصوصاً جب کہ عمرؓ اس کا وزیر ہو، وہ ایک بوڑھا تجربہ کار آدمی ہے نرمی وآہستگی سے کام کرے گا اور چوں کہ شرافت نسبی نہیں رکھتا تو' اس کی طرف سے فخر ومشیخت کا بھی اندیشہ نہیں' اگر خلافت علیؑ کو دیتے تو لوگ اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ بت پرست وکافر ہو جاتے' پس صلاحِ اسلام کے لئے مخالفت نص کی روا ہے، یہ خاص خاص لوگوں کا مقولہ تھا عوام نے جب دیکھا کہ بزرگان صحابہ علیؑ کے خلاف جمع ہوگئے تو انہوں نے جانا کہ اس نص کے برخلاف ان کو رسولؐ اللہ سے کوئی خبر پہنچی ہوگی خاص کر جب کہ ابوبکرؓ نے حدیث **الائمة من قریش** روایت کی تو وہ سمجھے کہ نصِ خاص اس سے منسوخ ہوگئی' اب خلافت کے لئے فقط قریشی ہونا درکار ہے' کوئی کیوں نہ ہو' اور کہا کہ بزرگانِ صحابہ رسولؐ خدا کے مقصود ومراد کو اچھی طرح پہچانتے تھے' انہوں نے جو کچھ کیا ہے سوچ سمجھ کر کیا ہوگا۔ کیوں کہ اعراب بادیہ نشین قوت فکر واجتہاد کی نہ رکھتے تھے' کسی نیک وبد سے ان کو بحث نہ تھی اگر ان کے سرغنہ نماز واجب بھی ان سے ساقط کر دیتے تو وہ اس کو بھی قبول کر لیتے۔ نتیجتاً نص رسولؐ خدا در بارہ خلافت علیؑ مرتضیٰ محو وختم ہوگئی۔ علاوہ بر ایں علی علیہ السلام وبنی ہاشم نے گھر کے دروازے بند کر لئے کہ بے شرکتِ غیرے کفن ودفن رسولؐ اللہ بجا لائیں، اس نے ابوبکرؓ کی بیعت کو اور بھی قوت بخشی' کیوں کہ لوگوں نے جانا کہ آنحضرت کو اس طرف توجہ نہیں' چنانچہ رسولؐ اللہ کے کاروبار سے فارغ ہو کر علیؑ نے جب اپنا حق طلب کیا تو انصار وغیرہ

نے یہی کہا لو دعوتنا الی نفسك قبل البیعة لما عدلنا بك أحداً اگر بیعت سے پہلے تم اپنی طرف دعوت کرتے تو ہم تمہارے برابر کسی کو نہ جانتے' مگر اب جب کہ بیعت ہو چکی تو اس کے توڑنے کی کوئی سبیل نہیں ۔ اس کے بعد نقیب ابو جعفر کہتا ہے کہ حضرت عمر کی مخالفتیں رسولؐ اللہ کے ساتھ بکثرت ہیں اور اگر کوئی بھی مخالفت نہ ہوتی تو صرف وہی مخالفت کافی تھی جو کہ اس نے مرض الموت آنحضرت میں کی، کہ آپ نے دوات وقلم طلب کیا کہ ایک نامہ لکھیں جس سے امت کو ابدی ضلالت وگمراہی سے نجات ہو تو عمرؓ نے نہ دیا اور کہا، جو کچھ کہ کہا۔ یعنی کہا اِنَّ الرَّجُلَ قَدْ یَهجِیرُ بہ تحقیق کہ یہ مرد ہذیان بکتا ہے' ہم کو کتاب اللہ کافی ہے جب رسولؐ اللہ کے سامنے ان کی زندگی میں اس کی یہ کیفیت تھی تو اگر آپ کے پیچھے ان کے خلاف ابو بکرؓ سے بیعت کر لی تو کون سی تعجب کی بات ہے، جب حضرت عمر کے سامنے کوئی حدیثِ خلافتِ علی علیہ السلام کا ذکر کرتا تو وہ کہتے کہ رسولؐ اللہ نے ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو وہ حدیث منسوخ ہوگئی ۔ پھر نقیب مذکور کہتا ہے کہ ایک بات یہ ہوئی کہ حضرات ابو بکر وعمر نے خلافت پا کر تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی، موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے اور روکھی سوکھی روٹی پر قناعت کرتے اور اموال غنائم لوگوں کو بانٹ دیتے' خود اس میں طمع نہ کرتے اس سے مسلمانوں کے دل میں کچھ شک وشبہ تھا بھی تو رفع ہو گیا، کہ اگر اغراضِ نفسانی ان کو اس مخالفت کی باعث ہوتی تو چاہئے تھا کہ اموالِ دنیا سے متنفع ہوتے، کیوں کہ خلافِ نصِ رسولؐ کر کے دین کو بگاڑا ہوتا تو دنیا سے تو بہرہ ور ہونا تھا جب کہ انہوں نے اموالِ دنیا سے بھی بہت فائدہ نہ اٹھایا تو اسی سے معلوم ہوا کہ انہوں نے نصِ رسولؐ اللہ کی مخالفت نہیں کی ۔ ابو جعفر اس کے جواب میں کہتا ہے کہ انہوں نے مالِ دنیا کی لذتوں کو تو یاد رکھا اور لذتِ ریاست وحکومت کو بھلا دیا حالاں کہ الوالعزم باہمت لوگ کھانے پینے جماع کرنے کی لذائذ کو مدنظر نہیں رکھتے بڑی لذت کہ ان کو مقصود ہوتی ہے لذتِ حکومت وانفاذ امر ہے وہ حاصل ہوگئی تو پھر کسی چیز کی پروا نہیں کرتے شیخین نے اس کو حاصل کیا عثمانؓ بھی ان کے قدم بقدم چلتا تو اس کا بھی بال بیکا نہ ہوتا اور کوئی اس پر معترض نہ ہوسکتا ہر چند وہ قبلہ کو خانہ کعبہ سے اٹھا کر بیت المقدس کی طرف بدل دیتا اور ہر چند نماز پنجگانہ سے ایک نماز کم کر دیتا کیوں کہ اہل دنیا کی نظر دنیوی کاروبار پر ہوتی ہے اور اپنے مطلب سے مطلب رکھتے ہیں اس کو حسب مراد پاتے ہیں تو کچھ تعرض نہیں کرتے اس میں کسر دیکھتے ہیں تو چیختے چلاتے اور شور مچاتے ہیں ۔ عثمانؓ نے بیت المال پر دست درازی کی اور اپنے اپنے رشتہ داروں سے خاص کر لیا یعنی ہمہ تن دنیا میں غرق ہو گیا تو لوگ اس کی بغاوت پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو فاجر و فاسق کہا حتیٰ کہ حصار میں دے کر مار ڈالا ۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ یہ بات کہ حضرات ابو بکر وعمر اپنے عہدِ خلافت میں اموال بیت المال سے بہرہ ور نہیں ہوئے محض زہد خشک سے گذران کرتے رہے کلیۃً صحیح نہیں آئندہ

حالاتِ خلیفہ ثانی میں ناظرین دیکھیں گے کہ وہ ایک رقم چھیاسی ہزار کی اپنے سر پر لے گئے اور اتنے بڑے مال دار تھے کہ مرے تو لاکھوں کا نقد وجنس اپنے ورثا کے لئے چھوڑ گئے ہاں بڑا مقصود جس کے ہاتھوں یہ حضرات بکے ہوئے تھے اور جس کی خاطر دین وایمان تک سے ہاتھ دھو لئے تھے حُبِ جاہ وحکومتِ خلائق کے مزے تھے نہ یہ کہ مالی انتفاع سے بالمرّہ خالی رہے۔ البتہ عثمان کی طرح مطلقاً ناعاقبت اندیش نہ تھے کہ تمام اموال خود ہضم کر جاتے یا اپنے لگے سگوں میں لٹا دیتے۔ اور دوسروں کو کورا جواب دے دیتے، اور یہ کہ علی علیہ السلام خلیفہ ہوتے تو لوگ ترکِ اسلام کر کے کافر بت پرست ہو جاتے لغو وبے دلیل ہے۔ یہ باتیں بغض وعداوتِ والی اقلیم ولایت وامامت کی راہ سے تراشی گئی ہیں، غیب کی بات خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، کس کو معلوم ہے کہ اس وقت کیا ہوتا، اور حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے میں بقول تمہارے کیا کچھ نہیں ہوا، کتبِ تاریخ موجود ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے قریباً تمام ملک عرب مرتد ہو گیا تھا بلکہ فخر یہ کہا جاتا ہے کہ لوگ زکوٰۃ سے بچنے کو اصلی کفر کی طرف لوٹ گئے تھے، ابوبکرؓ نے بڑی ہمت وجواں مردی سے ان کو دوبارہ اسلام پر مائل کیا اور سچ پوچھو تو سوائے ہداد، وارتداد کہیں کچھ بھی نہ تھا۔ اسی خلافتِ ابوبکرؓ پر اعراب بگڑ بیٹھے تھے کہ رسولؐ اللہ نے اپنے ابنِ عم وداماد کو خلافت دی ہے، ہم زکوٰۃ انہیں کو دیں گے، ابوبکرؓ نے فوجیں بھیج کر ان کو زیر کیا امیر المومنینؑ خلیفہ ہوتے تو وہ چوں بھی نہ کرتے چنانچہ آگے ذرا زیادہ وضاحت سے اس کی تشریح کی جائے گی اور مقطع کلام اس مقام پر یہ ہے کہ اگر علیؑ خلیفہ ہوتے تو یہ ہوتا وہ ہوتا، وہ مانے، جو حضرات ابوبکر وعمر کو خدا اور رسولؐ کی نسبت زیادہ دانا، دور اندیش، دین کا دردمند، اسلام کا خیر خواہ جانے، جب حق تعالیٰ نے آنحضرت کو اپنے رسولؐ کا خلیفہ ووصی مقرر کر دیا اور رسولؐ اللہ نے اس کا اعلان فرما کر سب سے اقرار لے لیا تو حضرات ابوبکر وعمر اس میں چون وچرا کرنے والے کون، غنیمت ہے کہ اس معتزلی نے نصِ خلافتِ حضرت امیر کا اقرار تو کیا، نہیں تو عام لوگ تو جیسا کہ پہلے گذرا اس کے منکر ہی نظر آتے ہیں، اور حدیثِ غدیر میں لفظ مولیٰ کو دوست وناصر وغیرہ کے معنوں میں لے کر تاویلِ علیل فرماتے ہیں، اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ بعید ہے کہ صحابہ نصِ رسولؐ اللہ کے خلاف اتفاق کریں، سو اس معتزلی نقیب نے کہ بقول اپنے شاگرد ابن ابی الحدید کے خلافتِ خلفا کا قائل سنی ہے، اس استبعاد کی اچھی طرح سے جڑ اکھیڑ دی ہے وہ صاف صاف کہتا ہے کہ یہ لوگ رسولؐ اللہ کی مخالفت کی ذرا پروا نہیں کرتے تھے اور بات بات پر آنحضرت کے خلاف کرتے رہتے تھے ایسے مخالفینِ رسول رب العالمین کی تصویب کرنا اور ان کو بزرگانِ دین کہنا اور پیشوائے مذہب بنانا، انہیں حضرات کو مبارک ہو، ہم تو آنحضرت صلعم کو نبی مرسل ومطہر از خطا وزلل جانتے ہیں اور آپ کے جملہ اقوال واحکام کو واجب القبول ولازم العمل سمجھتے ہیں کیوں کہ جو وہ کہتے تھے بحکمِ خدا ووحی من اللہ کہتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا اٰتٰکُمُ الرَّ

سُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نهكم عنه فانتهوا یعنی جو کچھ رسولؐ تمہاری طرف لائیں اس کو لیلو اور جس سے منع کریں باز رہو۔ نعوذ باللہ منہا محبت شیخین بھی ان لوگوں کو کہاں سے کہاں لے گئی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں قول اکثر اہل سنت کا کہ رسولؐ خدا بھی مثل ایک مجتہد کے تھے کسی امر میں ان کی رائے بر سر صواب ہوتی تھی کہیں خطا۔ اسی لئے صحابہ کو ان کی مخالفت روا تھی، اور جیشِ اسامہ سے ان کا تخلف کرنا بجا نقل کر کے کامل تیس وجوہات سے اس کو رد فرمایا ہے' جن میں اکثر محکمات قرآن سے استدلال کیا ہے' پھر ان شبہات کی جو ان مزخرفات کے لئے بطور دلیل بیان کی ہیں دھجیاں اڑادی ہیں فمن شاء الا طلاع علیه فلیر جع الیه جو اس ردوقدح پر مفصل اطلاع پانا چاہے' چاہئے کہ کتاب مستطاب بحار الانوار کا مطالعہ کرے۔ **ذکر ظلم وستم جو حضرات اہلِ بیت علیہ السلام پر حصولِ بیعت کے لئے روا رکھا گیا۔** پہلے گذرا کہ حضرت امیر المومنینؑ کو جناب خاتم المرسلین نے خبر دی تھی کہ بعد میرے تم سے خلافت غصب کریں گے اور انواع واقسام کی تکالیف وایذائیں دیں گے اور وصیت فرمائی تھی کہ یا علیؑ اگر ناصر ومددگار پاؤ تو جہاد کرو اس قوم پر ورنہ صبر کرنا' پس حضرت ہمیشہ اس وصیت پر کاربند رہے اور ظلم وستم کو ظالموں کے بہ صبر وسکون برداشت کیا کئے' تاہم اپنے حق کی طلب سے بھی خاموش نہیں بیٹھے' اور حکومت اسلام کے حصول کے لئے کہ خدا اور رسولؐ نے آنحضرت پر مقرر کی تھی حتی المقدور سعی کرتے رہے' تاکہ احکام خدا کو مسلمانوں کے درمیان جاری کریں اور شریعت رسولؐ اللہ کو کما حقہ رواج بخشیں' الحق خلافت اغیار کے ہاتھ میں مغصوب ہونے کا آنحضرت کو سخت صدمہ تھا' اور گمراہی امت کی آپ کو کمال ایذا دیتی تھی' اور یہ ایک مصیبت تھی کہ شروع سے آخر تک تمام آئمہ معصومین پر برابر مستمر رہی۔ حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **بلية الناس علينا عظيمة دعونا هم لم يستجيبو الناوان تركنا لم يهتدوا بغيرنا** کہ ہم خلائق کی طرف سے بڑی مصیبت میں ہیں' اگر ان کو راہ راست کی طرف دعوت کرتے ہیں تو قبول نہیں کرتے اور جو ان کے حال پر رہنے دیتے ہیں تو کسی میں لیاقت نہیں پاتے کہ ان کو ہدایت کرے اور ضلالت وگمراہی سے نجات دلائے۔ **منقول ہے** کہ جس روز ابو بکرؓ کے ساتھ بیعت ہوئی اسی رات کو آنحضرت نے جناب فاطمہؑ کو پشتِ حمار پر سوار کیا اور حسنؑ وحسینؑ اپنے دونوں نور چشموں کو ہمراہ لیا اور جملہ مہاجر و انصار شرکا بدر کے گھروں پر جا کر اپنی نصرت وحمایت کی طرف ان کو دعوت دی اور حدیث غدیر کو یاد دلایا۔ یعنی اتمام حجت بامکمل وجوہ فرمایا۔ کل چوالیس اشخاص نے حضرت کی دعوت قبول کی آپ نے ان کو امر کیا کہ کل صبح سر منڈا کر اور ہتھیار لگا کر ہمارے پاس آئیں اور سر وجان کی شرط پر شرائط بیعت بجالائیں مگر خوف وہراس نے ان پر غلبہ کیا اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے چنانچہ دن ہوا تو سوائے چار اشخاص سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد اسود، وعمار یاسر وبروایتے

زبیر بن عوام کے کوئی نہ آیا آپ نے دوسرے پھر تیسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات کو وعدہ کرتے تھے مگر صبح کو کوئی اسے وفا نہ کرتا تھا۔ اِلا وہی چار اشخاص۔ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے بعد تمام خلقت مرتد ہوگئی تھی۔ الاتین اشخاص، سلمان ابوذر مقداد بہ تحقیق کہ جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی تو چالیس مرد امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم آپ کے سوا کسی کی اطاعت نہ کریں گے کیوں کہ ہم کو رسولؐ اللہ نے بروز غدیر یہی حکم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو کل اپنے سروں کو منڈوا کر ہمارے پاس آؤ اگلے روز سوائے ان تین شخصوں کے کوئی حاضر نہ ہوا۔ عمار یاسر ظہر کے وقت پہنچے حضرت نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ **ما ان لك ان تستيقظ** کہ ابھی تک تیرے خواب سے بیدار ہونے کا وقت نہیں آیا تھا۔ چلے جاؤ کہ میں تمہاری نصرت کی حاجت نہیں رکھتا جب تم صرف سر منڈوانے میں میری اطاعت نہیں کرتے تو کوہائے آہن کے ساتھ جنگ کرنے میں تو کیوں کر اطاعت کرو گے۔ الغرض حضرت نے غدر و بے وفائی امت کی مشاہدہ کی، اور دیکھا کہ یہ لوگ ہرگز آپ کا ساتھ نہ دیں گے تو ان سے اعراض کیا اور مکان کا دروازہ بند کر کے جمع و تالیف قرآن میں مشغول ہوئے ابوبکرؓ نے آپ کو بلوایا کہ یہاں آکر بیعت کر جایئے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کہ ردا دوش پر نہ لوں گا اِلا نماز کے لئے جب تک کہ کلام الٰہی جمع نہ کرلوں۔ اب تک قرآن کاغذ کے پرچوں کپڑوں کے ٹکڑوں اور ہڈیوں پر متفرق تھا آپ نے اس کو ایک جا، جمع فرمایا اور تنزیل و تاویل و ناسخ و منسوخ کو اس کے واضح کیا۔ پس ایک پارچہ پر لکھا اور اس پر مہر کی اور باہر لائے۔ لوگ مسجد میں ابوبکرؓ کے گرد جمع تھے آپ نے بآواز بلند کہا ایہا الناس میں رسولؐ اللہ کے کفن و دفن سے فارغ ہوکر جمع قرآن میں مصروف ہوگیا تھا۔ اب اس کو پورا کرلیا ہے۔ کوئی آیہ رسولؐ خدا پر نازل نہیں ہوئی الا یہ کہ میں نے اس کو اس میں درج کیا ہے بہ تحقیق کہ وہ حضرت دنیا سے تشریف نہیں لے گئے، جب تک کہ مجھ کو ہر ایک آیہ تعلیم نہیں کی، اور اس کی تاویل نہیں بتلائی۔ اب فردائے قیامت نہ کہنا کہ ہم اس سے مطلق آگاہ نہ ہوئے، یا علیؑ نے ہم کو اپنی طرف دعوت نہیں کیا، یا اپنے حقوق یاد نہیں دلوائے یا اول سے آخر تک تمام قرآن ہم پر عرض نہیں کیا۔ حضرت عمر نے کہا جو قرآن کہ ہمارے پاس ہے ہمارے لئے کافی ہے تمہارے قرآن کی حاجت نہیں رکھتے، حضرت نے فرمایا تو تم اس کو اب نہ دیکھو گے تاوقتیکہ قائم آل محمد ظہور نہ کریں یہ کہہ کر خشم ناک اپنے حجرۂ طاہرہ کی طرف مراجعت کی، اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت فرماتے تھے۔ **فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمناً قليلا فلبئس مايشترون**۔ نقل ہے کہ یہ قرآن آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے پاس تھا اور اب امام مہدی علیہ السلام کے پاس موجود ہے اور وہ ٹھیک اسی ترتیب پر جمع ہوا ہے جس پر کہ نازل ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں سب سے پہلے سورۂ اقرا باسم ربک ہے پھر سورۂ مدثر پھر مزمل۔ اس کے

بعد سورہ تبت، پھر سورۂ کوثر علیٰ ہذا القیاس مگر چوں کہ قرآن موجود مروج ہے۔ تمامہ کلامِ خدا منزل من اللہ ہے لہٰذا ہم اسی کی قرأت وتلاوت اور اسی کے اوامر ونہی کے امتثال پر مامور ہیں۔ اس لئے کہ امتِ محمدیہ میں اختلاف نہ ہو، اور یہود نصاریٰ کی طرح ان کے جدا جدا قرآن نہ ہو جائیں۔ **القصہ** عمرؓ نے ابوبکرؓ سے کہا سب لوگ سوائے علیؑ بن ابی طالب اور ان کے اصحاب کے تجھ سے بیعت کر چکے جب تک وہ بیعت نہ کریں گے مجھ کو اندیشہ ہے کہ یہ کام تجھ پر راست نہ آئے گا کسی کو بھیج کر ان کو یہاں بلوا اور ان سے بیعت لے ابوبکرؓ نے قنفذ کو حضرت کے پاس بھیجا۔ یہ شخص طلقا بنی عدی بن کعب سے نہایت تند خو، پرخاش جو تھا۔ حضرت کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ چلئے خلیفۂ رسولؐ اللہ نے تم کو بلایا ہے آپ نے فرمایا بہت جلد تم نے رسولؐ اللہ پر تہمت لگائی آنحضرت نے تو میرے سوا کسی کو اپنا خلیفہ نہیں کیا ابوبکر کہاں سے خلیفہ رسولؐ بن گئے قنفذ نے واپس آکر یہ جواب باصواب ابوبکرؓ سے کہا، عمر کو طیش آیا اور افروختہ ہو گئے ابوبکر نے انہیں ٹھنڈا کیا اور قنفذ کو پھر بھیجا کہ ان سے کہو کہ امیر المومنینؑ ابوبکر تم کو بلاتے ہیں حضرت نے امیر المومنینؑ کا نام قنفذ کی زبان سے سنا تو فرمایا دروغ ہے قسم بخدا کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ نے مجھ کو اس نام سے موسوم کیا۔ اور حضرات ابوبکر وعمر دونوں نے اس نام سے مجھ پر سلام کیا اور ابوبکرؓ سا تو اں شخص ہے سلام کرنے والوں کا اس نے اور اس کے رفیق عمرؓ نے رسولؐ اللہ سے پوچھا تھا کہ یہ حکم آپ کا ہے یا حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو تبلیغ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ بے شک یہ حکم خدا کا ہے، اور علیؑ امیر ہے مومنوں کا، اور سید وسردار مسلمانوں کا ہے، اور صاحب انوار المجلین ہے روزِ قیامت بحکمِ خدا پلِ صراط پر بیٹھے گا اور، اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کرے گا، یہ جواب سن کر حضرت عمر جامہ سے باہر ہو گئے، اور شدت غیظ سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ میں علیؑ کو اچھی طرح جانتا ہوں، وہ کبھی تیرے مطیع نہ ہوں گے، مجھ کو اجازت دے کہ ان کا سر قلم کروں۔ قسم بخدا کہ بغیر ان کے قتل ہونے کے یہ کام کبھی درست نہیں ہونے کا۔ پس خالد ولید کو آواز دی اس کو اور قنفذ دونوں کو حکم دیا آگ اور آگ لگانے کا سامان ہمراہ لے چلیں کہ اگر امیر المومنینؑ دروازہ بند کر لیں تو مکان کو ان پر جلا کر خاک سیاہ کر ڈالیں۔ **مولف** کہتا ہے کہ حضرت عمر کا خانہ علیؑ وفاطمہؑ کے جلانے کے لئے آگ اور ایندھن لے جانا اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح وثابت ہے خود شاہ عبدالعزیز نے تحفہ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ لکھا ہے کہ کچھ لوگ حضرت رسالت پناہ کے عہد میں نمازِ جماعت میں حاضر نہ ہوتے تھے حضرت نے ان کے گھروں کے جلا دینے کا حکم دیا، پس خلیفہ ثانی جو اہل بیت کا گھر جلانے گئے تو ان کا یہ فعل پیغمبرؐ خدا کی اس حدیث سے مستنبط تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں ''وتخصیص سوختن دریں تہدید مبنی بر استنباط دقیق است از حدیث پیغمبرؐ کہ آنحضرت درحق کسانے کہ در جماعت حاضر نمے شدند وبا امام اقتدا نمی کردند ہمیں قسم ارشاد فرمودہ بودند کہ ایں جماعت اگر از ترک

جماعت باز نخواہند آمد خانہ بار ابر ایشاں خواہم سوخت وچوں ابوبکر امام منصوب کردۂ پیغمبرؐ بود و آنہا ترک اقتداے امام بحق خاطر خود با مے اندیشیدند ور فاقت جماعت مسلمین نمی کردند مستحق ہماں تہدید شدند''۔ دیکھئے شاہ صاحب یہاں تمام دعووں سے کہ انہوں نے جا بجا اسی کتاب میں محبت و دوستی اہل بیت کے کئے ہیں اوراس کو عین مذہب اہل سنت قرار دیا ہے' یک لخت دست بردار ہو گئے' کہ جناب امیر المومنینؑ اوران کے تو ابعین ولواحقین کے حق میں ایسا شدید طعن وارد کرتے ہیں کہ پناہ بخدا' ان کو تخلف بیعت ابوبکرؓ میں گروہِ منافقین' تارکین جماعت رسولؐ رب العالمین' سے تشبیہ دی ہے اور خلیفہ ثانی کے بیت الرسالت جلانے کے ارادے کو حدیث پیغمبرؐ سے باستنباط دقیق مستنبط کہا ہے' یہاں سے مثل سپیدۂ صبح کے ظاہر وروشن ہے کہ ان کے وہ تمام دعوے محبت وولا اہل بیت کے از سرتا پا باطل ہیں' نیز یہ کلام شاہ جی کا مذہب اہل سنت کے بھی خلاف ہے کیوں کہ وہ بھی آنحضرت کو گو چوتھے درجہ ہی پر ہوں خلیفہ راشد جانتے ہیں' پس جب کہ وہ تمام مسلمانوں کے برخلاف خلیفہ برحق کی مخالفت کا اندیشہ رکھتے تھے تو قابل خلافت کہاں رہے۔ نیز شاہ صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اس کے بعد آنحضرت کو اس مخالفتِ ابوبکرؓ میں ابن خطل شاعر' کافر' ہجو گوئے پیغمبرؐ' سے مشابہت دیتے ہیں جس کی نسبت رسولؐ اللہ نے حکم دیا تھا کہ اگر خانہ کعبہ میں بھی جا کر پردہ ہائے کعبہ میں پناہ گیر ہو' تب بھی اسے قتل کریں۔ آخر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں **ہرگاہ ایں قسم مردودان الٰہی رادر خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ فاطمہؑ چرا پناہ باید داد**۔ اس کے بعد بھی اگر مریدان شاہ صاحب ان کو محبّ و دوست اہل بیت کہے جائیں' تو نہ معلوم ان کے نزدیک دشمنی کس جانور کا نام ہے۔ اہل عقل کے نزدیک تو وہ اس فقرہ اخیرہ سے حدِ ناصبیت سے گذر کر' خارجیت تک پہنچ گئے کسی مومن مسلمان کا کام نہیں کہ یوں ذم وتہجین عترت رسولؐ خدا کو اپنا شیوہ بنائے' کہ سردار اوصیا و امام اتقیا اوران کے اصحاب و رفقا کو نعوذ باللہ منہا ابن حنظل شاعر کافر کے مشابہ گردان کر' واجب القتل ٹھہرائے' اور برملا ان خاصان خدا و مقربان درگاہِ کبریا کو مردودانِ بارگاہ الہ کہے۔ بارالٰہی اگر نشہ محبتِ حضرت خلیفہ ثانی میں شاہ صاحب ایسے چور ہو گئے تھے کہ مذمت اہل بیت عصمت وطہارت ان کے نزدیک چنداں وقعت نہ رکھتی تھی' تو مذمتِ اصحاب رسولؐ خدا کو کہ آنحضرت کے ساتھ تھے تو مخالفِ مذہب سنت جماعت جان کر اس سے تو باز رہنا تھا۔ کم از کم طلحہ وزبیر کا ہی لحاظ پاس کرنا تھا جن کا خاتمہ حضرت عثمان کی محبت اور امیر المومنینؑ کی عداوت پر ہوا تھا۔ کیوں کہ بروایت واقدی وطبری احکہ علماءِ سنت اس گھر میں آپ کے ساتھ سوائے امام حسنؑ و امام حسینؑ و جناب فاطمہؑ بنی ہاشم وسلمان و بوذر ومقداد وطلحہ وزبیر بھی تھے۔ **ذکر الواقدی قال زیدبن اسلم کنت ممن جمل الحطب مع عمرالی باب فاطمه حین امتنع علی و اصحابه عن البیعة ان**

یباعوا فقال عمر لفاطمة اخرجی من البیت والا حرقته و من فیه قال و فی البیت علی و فاطمه والحسن و الحسین و جماعته من اصحاب النبی فقالت فاطمة ترق علی ولدی قال ای واللّٰه اولیخرجن ولیبایعن یعنی واقدی نے ذکر کیا ہے کہ زید بن اسلم نے کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو حضرت عمر کے ساتھ فاطمہؑ کے دروازہ پر لکڑیاں اٹھا کر لے گئے جب کہ علیؑ اور ان کے اصحاب نے ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کیا پس عمرؓ نے جناب فاطمہؑ سے کہا کہ جو لوگ تمہارے گھر میں ہیں ان کو باہر نکالو نہیں تو میں اس کو معہ ان کے جو اس میں ہیں جلا دوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت گھر میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ اور ایک جماعت اصحابِ رسولؐ خدا کی تھی۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ تو میرے بچوں کو جلا دے گا' عمر نے کہا ہاں قسم بخدا، یا یہ کہ وہ نکلیں اور بیعت کریں۔ اور اصل عبارت طبری کی کہ صحیح ترین تواریخ اہل سنت سے ہے، یہ ہے۔ اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیه طلحة و زبیر و رجال من المهاجرین و قال واسر لاحرقن علیکم اولتخرجن الی البیعة کہ عمر خطاب علی علیہ السلام کے مکان پر آئے حالاں کہ وہاں طلحہ زبیر اور لوگ مہاجرین سے تھے اور کہا قسم بخدا کہ میں گھر کو تم پر جلا دوں گا اِلا یہ کہ بیعت کے لئے باہر نکلو' پس اس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی صحابہ کے ساتھ دوستی اور عداوت کا دارومدار بھی ان کے اہل بیت کے ساتھ عداوت و محبت پر ہے یہی طلحہ زبیر جب حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ہو کر بیعت ابوبکرؓ سے انکار کرتے ہیں تو مردودان درگاہِ الٰہی مثل ابن حنظل کافر و روسیاہ ٹھہرتے ہیں' اور جب نکث بیعت کر کے آنحضرت پر چڑھائی کرتے اور تلوار کھینچ کر آپ کے روبرو کھڑے ہوتے ہیں تو داخل عشرہ مبشرہ و حواریان رسولؐ اللہ ہو جاتے ہیں فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ القصہ حضرت خلیفہ ثانی خالد ولید وقنفذ وغیرہ یاران باوفا کو ساتھ لے کر در بیت عصمت وطہارت پر پہنچے اور وہاں ان کے ہاتھ سے وہ ستم ہوئے جن کے تصور سے دل کانپ کانپ اٹھتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ گھر کے کواڑ بند تھے اور اندر امیر المومنینؑ و جناب سیدہ و حسنؑ و حسینؑ وغیرہ گھر کے لوگ تھے۔ عمرؓ نے چلا کر کہا یا علیؑ باہر آ کر خلیفہ رسولؐ سے بیعت کر و ورنہ اس گھر کو آگ لگا دوں گا اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کے آگے اور دیوار کے جڑوں میں لکڑیاں چن دیں' غالب دیواریں حجراتِ مقدسہ کی حسب تصریح شیخ عبدالحق دہلوی صاحبِ جذب القلوب شاخ ہائے خرما کی تھیں جن کو کھڑی کر کے کاہ گل کیا گیا تھا اور وہ بے شک آسانی سے آتش گیری کی قابلیت رکھتی تھیں' جناب سیدہ آواز سن کر دروازہ پر تشریف لائیں' حالاں کہ غم مفارقت رسولؐ اللہ میں از بس نحیف ولاغر ہو رہی تھیں' اور عصابہ سر مبارک پر بندھا تھا' پس در سے فرمایا اے عمر کیوں ہم کو ستاتا ہے کیا مدعا تیرا ہے' کہا دروازہ کھولو

نہیں تو میں گھر کو تم سمیت جلادوں گا' اس معصومہؑ نے کہا اے عمر خدا سے نہیں ڈرتا' ہمارے گھر میں بغیر ہماری مرضی کے گھسا چاہتا ہے' مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور آگ لکڑیوں میں لگادی گئی' جس سے دروازہ جل اٹھا۔ جناب سیدہ مانع ہوئیں اور صدائے بانالہ آہ' یا ابتاہ' یارسولؐ اللہ' بلند کی' عمر نے نہ مانا آگے بڑھ کر غلافِ شمشیر اس مطہرہ کے پہلو پر مارا اور ایک تازیانہ بہت زور سے بازوئے مبارک پر لگایا' ان صدمات سے وہ جناب گریں' اور ساتھ ہی آپ کا حمل ساقط ہوا یعنی فرزند نرینہ محسن نام کہ شکم اطہر میں تھا اور جنابِ رسولؐ خدا نے ولادت سے پہلے اس نام سے اس کو موسوم فرمایا تھا۔ شہید ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **روایتِ ابن عباس:** قنفذ ملعون نے باز و دروازے کا پہلوئے مبارک اس جناب پر گرایا اور اس سے یہ حادثہ ہوا اور تازیانہ بھی اس نے مارا ہے۔ اور بعض روایات میں مغیرہ بن شعبہ کا نام بھی اس کام میں لیا گیا ہے۔ غرض عمر نے خود یہ حرکات کیں' یا ان کے امر و اشارے سے ان کے دوستوں نے کیں' بات ایک ہی ہے یہی ضربات تھیں جن کے صدمات سے وہ جناب اول صاحب فراش ہوئیں اور آخر کار دنیا سے رحلت کر گئیں۔ تازیانہ اس زور سے لگا تھا کہ غسل میت کے وقت بازوئے مبارک پر ایک نشان سیاہ مثل بازو بند دکھائی دیتا تھا۔ اور در کے پہلو پر گرنے سے کہتے ہیں کہ استخوان پہلو ٹوٹ گئی تھی یہ سلوک جگر گوشۂ رسولؐ اللہ کے ساتھ ان حضرات کے تھے جو اپنے تئیں آنحضرتؐ کے یاران باصفا و مریدان جان نثار بتلاتے تھے۔ عام لوگ گو صاف صاف اس قصہ کے اقرار کرنے سے ذرا شرماتے ہیں' الا جو شخص ان کی کتابوں کو اچھی طرح چھان بین کرے اس کو واضح ہوگا کہ یہ قصہ ان کے یہاں ویسا ہی وارد ہوا ہے جیسا کہ جملہ حالات اور شدائدِ مصیبات' کہ شیعہ نے نقل کئے ہیں' ان کے یہاں ملتے ہیں' اور ہرگز شیعہ ان کی نقل میں منفرد نہیں ہیں۔ چنانچہ حقیر نے اس قصہ کو بھی مرویۂ فریقین جان کر نقل کیا ہے۔ اب شواہد کتب اہلِ سنت سنئے' اور محمد شہرستانی کہ فاضل معتبر اہلِ سنت کا ہے' اپنی مشہور کتاب ملل نحل میں نظام معتزلی سے اس قصہ کو ان لفظوں میں نقل کرتا ہے۔ **أن عمر ضرب بطن فاطمه یوم البیعة حتی اسقطت المحسن من بطنها و کان عمر یصبح احرقوها بمن فیها و ما کان فی الدار غیر علی و فاطمة والحسن والحسین** کہ البتہ حضرت عمر نے شکم مبارک جنابِ فاطمہؑ پر بروزِ بیعت ضربت لگائی کہ جس کے صدمہ سے محسن کا حمل اس معصومہ سے ساقط ہوا' اور عمر چیختے تھے کہ اس گھر کو معہ اس کے گھر والوں کے جلادو۔ حالاں کہ گھر میں اس وقت سوائے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے کوئی نہ تھا' اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ میں ابوجعفر نقیب اپنے استاد سے علم حدیث حاصل کرتا تھا' جب زینبؑ بنت رسولؐ اللہ کے مکہ معظمہ سے مدینہ آنے کے قصہ پر پہنچا اور وہ حال قرأت کیا کہ ہبار بن اسود نے زینبؑ کو اپنے نیزہ سے ڈرایا' کہ ان کا حمل ساقط ہوا اس وجہ

سے پیغمبرؐ خدا نے ہبار کا خون مباح کیا' تو ابوجعفر مذکور نے کہا کہ جب رسولؐ اللہ نے ہبار کا خون اس وجہ سے کہ اس نے زینبؑ کو ڈرا کران کا حمل ساقط کرایا تھا مباح فرمایا تو ظاہر ہے اگر وہ حضرت زندہ ہوتے تو ضرور اس شخص کا خون بھی مباح فرماتے جس نے فاطمہ زہراؑ کو ڈرا کران کا حمل ساقط کرایا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر سے کہا میں یہ امر تمہاری طرف سے روایت کروں' جیسا کہ لوگ کہتے ہیں' کہ فاطمہؑ ڈرائی گئیں اور محسن نام بچہ ان سے ساقط ہوا ابوجعفر نے کہا کہ مجھ سے' نہ اس کو روایت کر' نہ اس کے بطلان کو' انتھیٰ۔ غرض اسی طرح متفرق مقاموں اور مختلف پیرایوں میں یہ حالات جستہ جستہ ان کے یہاں ملتے ہیں اور دامن اعتبار روات شیعہ کو کذب واختلاف کی آلودگی سے قطعاً پاک وصاف کرتے ہیں' پس عنقریب ہے کہ ہنگامہ قیامت برپا ہو اور حضرت احکم الحاکمین ان جور وبیداد کی دادرسی کرے۔ مروی ہے کہ اول بروز قیامت جس کے لئے حکم دیں گے وہ محسن پسر امیر المومنینؑ ہوں گے کہ قاتلانِ محسن کو جنہوں نے دروازہ پہلوئے فاطمہ پر گرا کران کو شہید کیا' تازیانے لگانے کا حکم کریں گے' کہ اگر ایک تازیانہ بھی ان میں سے مشرق ومغرب کے دریاؤں پر لگائیں تو تمام دریا جوش میں آجائیں اور پہاڑوں پر اس کو رکھ دیں تو پہاڑ پگھلنے لگیں اور جل کر خاکستر ہو جائیں یہ ادنیٰ دادرسی اس مظلومہ کی ہے۔ نظم

اہل دیں کی فاطمہؑ مخدومہ ہے پاک ہے' معصومہ ہے' مظلومہ ہے
رجس سے طاہر ہے' وہ عصمت مآب حق ہے' معصومہ ہے' وہ عالی جناب
آیہ ' تطہیر سے افضل ہے کیا آپ ہے مداح' زہراؑ کا خدا
بضعتہ منی' بھی' تجھ کو یاد ہے احمد مرسل سے کیا ارشاد ہے
جس نے دی ایذا اسے' کافر ہوا ربقۂ اسلام سے باہر ہوا
جس سے وہ آزردہ ہو' مردود ہے جس سے وہ راضی نہ ہو' مردود ہے
جو عدو اس کا ہو وہ ناپید ہو بکر ہو' یا عمر ہو' یا زید ہو

الحاصل جو حالت اس وقت حضرت شیرِ خدا شہ سوار عرصہ لافتیٰ کی ہوگی وہ ہر شخص قیاس کر سکتا ہے' لکھا ہے کہ آپ شدتِ غیرت وغضب سے بے تاب ہو گئے' اور اسی جذبہ جوش میں گریبان خلیفہ ثانی کا پکڑ کر کھینچا اور بیک اشارہ ان کو زمین پر دے مارا' کہ ناک زمین پر رگڑی گئی اور گردن میں چوٹ آئی' چاہتے تھے کہ جان سے مار ڈالیں' مگر یاد آئی وہ وصیت رسولؐ خدا ﷺ کی کہ ان لوگوں کے مقابلے اور مقاتلے سے ممانعت فرمائی تھی' اور صبر وسکون کی وصیت کی تھی اور فرمایا **والذی اکرم محمدا بالنبوۃ یا ابن ضحاک لولا کتاب اللہ سبق و عھد**

عهد الی رسول الله لعلمت انك لاتدخل بيتی قسم بخدائے ذوالجلال اے پسر صحاک اگر مصلحت الٰہی اس کے مقتضی نہ ہوتی اور رسولؐ اللہ کے ساتھ عہد نہ کیا ہوتا تو تجھ کو معلوم ہو جاتا کہ کس طرح میرے گھر میں قدم رکھ سکتا ہے۔ پس عمر نے ابوبکر سے کمک طلب کی اور فوج لشکر وہاں سے آ گیا۔ ادھر سلمان و اباذر و مقداد و زبیر و عمار یاسر وغیرہ ہم بھی یہ شور سن کر جمع ہو گئے تھے اور حمایت امیر المومنینؑ میں دست بہ شمشیر ہوا چاہتے تھے بلکہ زبیر نے تو تلوار میان سے نکال لی تھی جو آخر کار ان کے ہاتھ سے چھینی اور دیوار میں مار کر توڑ دی گئی۔ غرض قریب تھا کہ فتنہ و آشوبِ عظیم برپا ہو اور خطرناک خلل و خرابی اسلام میں پڑے۔ حضرت نے جلد آتش فتنہ کو دبایا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ مجھ کو ان کے ساتھ اور ان کو میرے ساتھ چھوڑ دیں، ماموز نہیں کہ اس وقت ان کے اوپر جہاد کروں، الحق عظیم مصلحت ہے جس پر وہ حضرت کاربند ہوئے، اگر اس حالت میں کشت و خون واقع ہوتا تو اس کا انجام زبوں تھا، بہت سے تیغِ قہرِ مرتضوی سے ہلاک ہوتے، بہت سے باہم لڑ بھڑ کر نابود ہو جاتے، ماقی جو قریب العہد بہ کفر تھے مرتد ہو جاتے اور اس طرح سے نقشِ اسلام صفحہ دہر سے مٹ جاتا، یہ اسی جناب کا حوصلہ تھا کہ ایسا ظلم صریح مشاہدہ کیا اور اس پر صبر فرمایا۔ **مروی** ہے کہ ایک روز جناب سیدہؑ آپ کے خاموش بیٹھنے اور اپنا حق طلب نہ کرنے سے اظہار رنج و ملال فرما رہی تھیں کہ اتنے میں آواز مؤذن کی آئی کہ اس نے کہا **اشهد ان لا اله الا الله** حضرت نے فرمایا **اتسرك زوال هذا لنداء من الارض** یعنی اے فاطمہؑ تم چاہتی ہو کہ یہ آواز روئے زمین سے گم ہو جائے فرمایا نہیں ارشاد کیا کہ جو تم کہتی ہو اس میں اسی کا اندیشہ ہے۔ **الحاصل** شیرِ خدا نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ان روباہ پیشوں نے بڑھ کر رسن سیاہ گلوئے حق جو میں ڈال دی، بروایتے عمامہ سر اقدس سے اتار کر گردن میں ڈالا اور کشاں کشاں مسجد کی طرف لے چلے، لوگ گلیوں میں جمع تھے اور اس عبرت ناک واقعہ کو دیکھ رہے تھے۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ حضرت امیرؑ کے جہاں صدہا نام ہیں وہاں ایک نام آپ کا الغالب علیٰ کل غالب بھی ہے، اس سے یہی مراد ہے کہ نفس سرکش جو ہر ایک انسان پر غالب ہے، آپ اس پر غالب تھے، عجب حالت تھی کہ شیر بیشہ ہیجا و یکہ تاز میدانِ لافتیٰ، جس کی تیغ شرربار کے آگے بڑے بڑے جواں مردوں اور جراروں کے پتے آب آب ہوتے تھے اور جس کے ایک نعرۂ حیدری سے ہزارہا شجاعوں کے دل سینوں میں ہل جاتے تھے، وہ چند نامردوں کے ہاتھ میں یوں زار و گرفتار جا رہا ہے، الحق دو حالتیں جدا جدا تھیں اور دونوں کا مقتضا علیحدہ۔ وہ جہادِ صغیر جسمانی تھا، تو یہ مجاہدۂ کبیر روحانی، وہ صفت جلالی تھی، تو یہ کمال جمالی۔ اور سچ یہ ہے کہ کمالِ عبودیت و تفویضِ کل کے کرشمے تھے، شائبہ ہوائے نفسانی نہ وہاں تھا، نہ یہاں تھا۔ **بل هم عباد مکرمون لا يسبقونه بالقول وهم بامره يعلمون** بلکہ وہ بندگان برگزیدگانِ خدا ہیں اس سبحانہ تعالیٰ پر

قول میں سبقت نہیں کرتے' اور اس کے حکم کے موافق کام کرتے ہیں۔ **منقول** ہے کہ اس وقت حضرت اباذر غفاری حسرت سے کف افسوس ملتے تھے اور کہتے تھے **لیت السیوف قد عادت بایدینا ثابته** کاش ہم ان ہاتھوں سے دوبارہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ مقداد کہتے تھے اگر امیر المومنینؑ چاہتے تو حق تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے دفع کے لئے دعا مانگتے' اور وہ درجۂ اجابت پر پہنچتی' سلمان نے کہا **مولای اعلم بما فیه** میرے مولیٰ دقائق امور وخفی وجلی' مصلحتوں کے ہم سے زیادہ دانا ہیں' جو کرتے ہیں سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔ بریدہ سے **روایت** ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان نے زمانہ خلافت امیر المومنینؑ میں اسی قصہ بیعت بکریہ کی طرف اشارہ کر کے آپ کو لکھا **انك تقاد کما تقاد الجمل المخشوش** کہ تم بیعت کے لئے اس طرح کھینچے جاتے تھے جیسے کہ شتر کو مہار ڈال کر کھینچتے ہیں۔ حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ تیرا یہ کہنا کہ میں مثل شتر مہار کردہ کے ابوبکر کی بیعت کے لئے کھینچا گیا تھا۔ **واللّٰه لقداردت ان تنهم فمدحت وان تفضح فافتضحت** بخدا سوگند کہ تو نے اس کلام سے میری مذمت کرنی چاہی تھی مگر مدح کی' اور مجھ کو فضیحت کرنا چاہتا تھا خود رسوا ہوا' **وما علی المسلم من غضاضة فی ان یکون مظلوما مالم یکن شا کافی دینه اومر تابانی یقینه وهدینه حجتی علیك وعلیٰ غیرك** مرد مسلمان کے لئے اس میں کوئی عیب وعار نہیں کہ اس پر ظلم کیا جائے' تاوقتیکہ اس کو اپنے دین ویقین میں شک وریب عارض نہ ہو' اے معاویہ میری حجت ہے تجھ پر' اور لوگوں پر' جو اس قسم کا اعتراض کرنا چاہیں۔ بالجملہ جب بحالت کذائی مسجد رسولؐ اللہ میں پہنچے اور نظر مبارک روضۂ رسولؐ خدا پر پڑی تو اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی** اے برادر' اے پسر مادر' اس قوم نے مجھ کو ضعیف وناتوان کیا اور قریب ہے کہ مجھ کو مار ڈالیں یہ اسی سلسلہ دراز تشبیہ کا تتمہ ہے جس میں اس امت کے واردات کو حالات بنی اسرائیل سے خدو النعل بالنعل مطابق کہا گیا ہے' حضرت رسولؐ خدا کو موسیٰؑ اور امیر المومنینؑ کو ان کے بھائی ہارون اور آنحضرت کی وفات کو غیبت چہل روزۂ موسیٰ کے مشابہ ومماثل بتلایا ہے' اور حضرت عتیق کو گوسالہ سامری اور ثانی لاثانی کو خود سامری اور ان کے سقیفہ پردازی کو گوسالہ پرستی سے تشبیہ دی گئی ہے' پس اس موقعہ پر بھی حضرت نے اسی سلسلہ میں اس آیۂ شریفہ کو تلاوت فرمایا جو ہارون علیہ السلام کی زبان سے شکایت قوم کی قرآن میں آئی ہے چوں کہ عقد مواخات کے اعتبار سے یہاں بھی نبی و وصی کے درمیان اخوت روحانی تھی' اس لئے آنحضرت کو پسر مادر سے خطاب کیا' یا چوں کہ دونوں کی خلقت ایک نور سے تھی استعارۃً اس نور کو بلفظ ام تعبیر فرمایا یا یہ کہ جناب فاطمہؑ بنت اسد مربیہ رسول بمنزلہ مادر آنحضرت کے تھیں چنانچہ

اسی لحاظ سے جب امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی وفات کی خبر حضرت رسالت پناہ کو پہنچائی اور عرض کی **مَاتَ أُمِیْ** تو حضرت نے فرمایا **بل امی ایضاً** کہ وہ تمہاری ہی ماں نہیں میری بھی ماں تھیں **هذا کله فی البحار۔ مروی** ہے کہ اس دردناک آواز کو سن کر روح رسالت پناہ لحد میں بے تاب ہوگئی' اور اس میں سے ایک ہاتھ کہ ہو بہو دستِ مبارک رسولِ خدا کے مشابہ تھا' برآمد ہوا اور ابوبکر کی طرف اشارہ کر کے کہا **انصرت بالذی خلقك من تراب ثم سواكَ رَجُلاً** اے ابوبکر خدا سے کافر ہوگیا' جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا اور درست آدمی بنایا۔ اور نیز حضرت اس وقت اپنے برادر گرامی حضرت جعفر طیارؓ و عم محترم حمزہ بن عبدالمطلب کو یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ **واجعفراه لاجعفر لی الیوم واحمز تاه لا حمزة لیٰ الیوم** ہائے افسوس اے جعفر۔ آج میرے لئے جعفر نہیں' اور ہائے افسوس اے حمزہ آج میرے لئے حمزہ نہیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے نقیب ابو جعفر یحیی بن ابی زید سے پوچھا کہ اگر جعفر و حمزہ زندہ ہوتے تو کیا وہ حضرت امیر علیہ السلام سے بیعت کرتے اور ان کی خلافت پر راضی ہو جاتے۔ اس نے کہا البتہ جس طرح پر کہ آتش چوبِ عرفج میں درآتی ہے وہ اسی طرح حضرت کی بیعت میں داخل ہوتے' میں نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ جعفر تو البتہ آنحضرت سے بیعت کرتے اِلا حمزہ چوں کہ مرد جبار قوی النفس درشت خو' شجاع و مفتخر تھے اور علیؑ سے سن میں بڑے اور رشتہ میں آپ کے چچا ہوتے تھے اور ان کے اخبار و آثار جنگ و جہاد میں معروف ہیں' اور ان کی شجاعت و دلاوری زبان ہائے خلائق پر مذکور و مشہور ہے۔ بہت بعید تھا کہ یہ امر ان سے واقع ہو۔ نقیب نے کہا اخلاق و عادات حمزہ البتہ ایسے ہی تھے جیسا کہ تو نے بیان کیا مگر وہ دین قوی رکھتے تھے اور صدق دل سے پیغمبرؐ خدا کی تصدیق کر چکے تھے' کہ اصلاً شک و ریب اس میں نہ تھا۔ اگر اس وقت زندہ ہوتے اور حالات امیر المومنینؑ پر اطلاع پاتے اور جو قرب و منزلت ان کو حضرت رسالتؐ سے تھا مشاہدہ کرتے تو البتہ اپنی نخوت سے تنزل کرتے اور آنحضرت کو رضائے خدا اور رسولؐ خدا کے واسطے اپنے اوپر ترجیح دیتے' اور امر خلافت کو ان کے سپرد کرتے اور اخلاق حمزہ کو امیر المومنینؑ کے اخلاق سے کچھ نسبت نہ تھی اس لئے کہ اخلاقِ علیؑ اصلی و روحانی تھے کہ بباعثِ صفائی فطرت بلا ریاضت تعلیم آپ کو حاصل ہوئے تھے' وہ اپنی فراست و جودتِ طبع سے' وہ باریک باتیں نکالتے تھے کہ حکماء مدقق ان کے ادراک سے عاجز آئیں' باوجود اس کے قوت و شجاعت میں بھی حمزہ سے کمتر نہ تھے اگر حمزہ زندہ ہوتے اور محاسن عادات و مکارم اخلاق امیر المومنینؑ مشاہدہ کرتے تو ابوذر و مقداد سے زیادہ مطیع ہوتے' اور یہ جو تو نے کہا کہ حمزہ آپ کے چچا اور سن میں ان سے زیادہ تھے عباس بھی ان کے چچا اور سن میں بڑے تھے۔ اس پر جو سعی خلافتِ امیر المومنینؑ میں وہ رکھتے تھے کسی کو نہ تھی۔ اور چچا ہمیشہ اپنے بھتیجوں کی متابعت کرتے آئے

ہیں۔ حمزہ وعباسؑ دونوں حضرت رسالت پناہ کے چچا تھے' ان کی اطاعت کرتے تھے' اوران کی نبوت کی تصدیق فرماتے تھے' ابوطالب کہ شیخ ورئیس بنی ہاشم تھے اور تمام قریش ان کے مطیع ومنقاد تھے کس طرح پر اطاعت وفرمانبرداری رسولؐ اللہ کی کرتے تھے۔ حالاں کہ پیغمبرؐ خدا ان کے عیال میں داخل تھے اوران کے پرورش کردہ اور بمنزلہ ان کی اولاد کے شمار ہوتے تھے۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کومسجد میں لائے تو جناب سیدہؑ بادلِ مجروح و غمگین' نالان وحزیں معہ دیگر زنانِ بنی ہاشم ان کے پیچھے گھر سے نکلیں' اور مسجد تک آئیں جب روضہ رسولؐ اللہ کے قریب پہنچیں تو چلائیں اے گروہ ستم گار' وائے قومِ غدار میرے پسرِعم سے ہاتھ اٹھاؤ' ورنہ قسم بخدا کہ اپنے موئے سر کو پریشان کروں گی' اور پیراہن رسولؐ اللہ کوسر پر لے کر حضرت حق جل وعلیٰ کے سامنے فریاد خواہ ہوں گی۔ **فما ناقة صالح باكرم على الله منى ولا الفصيل باكرم على الله مولدى** صالح پیغمبرؑ کی اونٹنی حق تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ عزیز نہیں اور نہ اس کا بچہ اس سبحانہ کے نزدیک میرے بچوں سے زیادہ رامی ہے بروایتے فرمایا اے ابوبکر تو چاہتا ہے کہ مجھ کو بیوہ اور میرے بچوں کو یتیم کرے قسم بخدا کہ اگر ان سے ہاتھ نہ اٹھائے گا تو میں اپنے بال کھولوں گی اور گریبان چاک کروں گی اور اپنے باپ کی قبر پر جا کر فریاد کروں گی۔ پس حضرت امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑا اور متوجہ روضہ رسولِ خدا ہوئیں' حضرت امیر المومنینؑ نے سلمان فارسی سے کہا کہ جلد دختر رسولؐ اللہ کی خبر لے بہ تحقیق کہ میں دیکھتا ہوں کہ شہر مدینہ زیروزبر ہوا چاہتا ہے' جو کچھ وہ کہتی ہیں اگر اس کو عمل میں لائیں تو اس شہر کا معہ شہر والوں کے نشان باقی نہ رہے گا۔ سلمان کہتے ہیں کہ اس وقت دیکھا میں نے کہ دیواریں مسجد کی لرزنے لگیں اور زمین سے بلند ہوئیں بحدیکہ اگر کوئی چاہتا کہ ان کے نیچے سے نکل جائے تو نکل سکتا تھا۔ پس میں نے دوڑ کر عرض کی اے سیدۂ نسا، اے بتول عذرا، اے خاتونِ قیامت، واے بانوئے حجلۂ کرامت، واے جگر گوشۂ رسول ثقلین، مادرِ سبطین، ان لوگوں کو بخشو اور اپنے باپ کی امت پر رحم کرو بہ تحقیق کہ تم خانوادۂ رحمت وشفاعت ہو' اور تمہارے باپ رحمتِ عالم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں' تم عذابِ الٰہی کے نزول کا باعث نہ ہو' بارے میری التماس کو بہ لطف قبول کیا' اور اپنے حجرۂ طاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی' اس وقت دیکھا میں نے کہ دیواریں مسجد کی اپنی جگہ پر آرہیں اور جگہ پر آنے میں ان سے ایک غبار بلند ہوا کہ اُڑ کر ہمارے چہروں پر بیٹھا۔ حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بخدا سوگند اگر فاطمہؑ اپنے موئے سر پراگندہ کرتیں' تو تمام آدمی ہلاک ہو جاتے۔ القصہ حضرت کو ابوبکر کی پیش گاہ میں لائے تو عمر اس وقت تلوار کھینچے آپ کے سر پر کھڑے تھے۔ اور خالد ولید وابوعبیدہ جراح وسالم مولائے حذیفہ ومعاذ جبل ومغیرہ شعبہ واسد بن حضیر وبشیر بن سعد اور لوگ ہتھیار لگائے آراستہ وپیراستہ ان کے گرداگرد تھے۔ سلیم

بن قیس راویٔ حدیث کہتے ہیں کہ آہ وزاری جناب سیدہؑ کی سن کر تمام جماعت آبدیدہ ہوئی' اِلا عمر خطاب وخالد ومغیرہ اور عمر نے کہا کہ ہم کو عورتوں کی رائے کی کچھ پروانہیں۔ ابوبکر نے جو حضرت کو اس حال میں دیکھا' تو از بسکہ زمانہ سازی اور نرم دلی ان کے مزاج میں تھی بولے ان کو کھول دو۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اے ابوبکر کیسی جلد تم نے مخالفتِ رسولؐ اللہ پر کمر باندھی' اور کس قدر جلدی آنحضرت کے اہل بیت کو ایذ و آزار پہنچانے لگے' کون سے استحقاق اور کس مرتبہ پر تم مجھ سے طلب گار بیعت ہو' کیا کل بروز غدیر تم نے خدا اور رسولؐ کے حکم سے میرے ساتھ بیعت نہیں کی۔ ابوبکر ابھی اس کا جواب دینے نہ پائے تھے کہ عمر بولے اے علیؑ ان باتوں کو جانے دو اور بیعت کرو۔ جب تک بیعت نہ کرو گے' ہمارے ہاتھ سے چھوٹ نہیں سکتے' حضرت نے فرمایا اگر نہ کروں گا تو کیا کرو گے کہا بذلت وخواری تم کو قتل کریں گے' فرمایا تو بندۂ خدا و برادر رسولؐ اللہ کے قاتل ٹھہرو گے۔ ابوبکر نے کہا **اما عبد اللّٰه فنعم واما اخو رسولؐ اللّٰه فما نقرلك بذلك** یعنی تمہارا بندۂ خدا ہونا قبول ومسلم ہے لیکن برادر رسولؐ اللہ ہونے کا ہم اقرار نہیں رکھتے۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر اس کا اقرار نہیں کرتا کہ رسولؐ اللہ نے بروز مواخات مجھ کو اپنا بھائی بنایا۔ پس بریدہ نے کہا اے عمرو اے ابوبکر کیا تم حاضر نہ تھے جب رسولؐ اللہ نے ہم کو اور تم کو امر کیا تھا کہ جا کر علی علیہ السلام کو با مارت و بادشاہی مومنان سلام کریں' اور تم نے پوچھا کہ آیا یہ حکم خدا کی طرف سے ہے تو حضرت نے ارشاد کیا کہ ہاں یہ حکم حق تعالیٰ کا ہے پس ہم سب نے بلفظ السلام علیک یا امیر المومنینؑ آنحضرت پر سلام کیا' عمر نے کہا کہ اے بریدہ تجھ کو ان امور میں دخل دینے کا منصب نہیں' بریدہ نے کہا قسم بخدا کہ میں اس شہر میں نہ رہوں گا جہاں تم امیر ہو اور خلیفہ رسولؐ اللہ معزول کیا جائے پس عمر نے حکم دیا کہ بریدہ کو مار کر نکال دیں اس کے بعد سلمان فارسی اٹھے اور کہا اے ابوبکر خدا سے ڈر اور جس مقام میں بیٹھنے کا استحقاق نہیں رکھتا اس سے علیحدہ ہو اور جن لوگوں کا یہ کام ہے ان کے لئے چھوڑ دے اور تمام امت کو قیامت تک ضلالت و جہالت میں نہ مبتلا کر' عمر نے ان کو دھمکایا کہ تو کون ہے' اور ان کاموں میں تجھے کیا دخل ہے' سلمان نے کہا قسم بخدا کہ اگر میں جانتا کہ اپنی تلوار سے اس دین کی امداد کر سکتا ہوں تو مردانہ وار راہِ خدا میں جہاد کرتا پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہوئے کہ تم نے کیا' اور کچھ نہ کیا' دین اسلام میں داخل ہوئے اور اس سے نکل گئے' پس بشارت ہو تم کو ساتھ مصیبت و عنا و ناامیدی از نعمت ورخا کے۔ آگاہ رہو کہ اس کے بعد ظلمہ بے باک تم پر مسلط ہوں گے' اور جور و ظلم تمہارے درمیان شائع ہوگا' اور کتابِ خدا و احکام خدا بدل دیئے جائیں گے۔ پس ابوذر و مقداد کھڑے ہوئے اور حجت کو ان پر تمام کیا' اور امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ اجازت دو تو ہم تلوار نکالیں اور اس قوم پر جہاد کریں آپ نے فرمایا رحمتِ خدا ہو تم پر' اور اجازت پیکار نہ دی۔ ابوبکر بالائے منبر خاموش بیٹھے تھے اور زبان سے کچھ نہ کہتے

تھے عمر نے ان کو کہا کیا منبر کے اوپر چپکا بیٹھا ہے علیؑ زیر منبر بیٹھا بیعت نہیں کرتا اور تمرد کرتا ہے مجھ کو حکم دے کہ اس کی گردن جدا کروں اس وقت امام حسنؑ و امام حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے پاس کھڑے تھے یہ کلمہ عمر سے سن کر رونے اور چلانے اور روبروضہ رسولؐ خدا کر کے فریاد کرنے لگے یا جداہ یا رسولؐ اللہ ہم کو دیکھو کہ کیسے بے یار و مددگار ہیں حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے نور چشموں کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ گریہ مت کرو بہ تحقیق کہ ان کو قدرت نہیں کہ تمہارے باپ کو قتل کریں یا ایسا خیال بھی دل میں لاسکیں۔ اس وقت ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ خدا و ام ایمن مربیہ آنحضرت اپنے حجروں سے نکل کر چلائیں کہ اے ابوبکر و عمر واے اصحاب پیغمبرؐ خوب تم نے کینہ ہائے دیرینہ ظاہر کئے اور جلد آنحضرت کے اہلِ بیت سے بدلے لئے عمر نے کہا دونوں کو مسجد سے نکال دو کہ ہم کو عورتوں کی باتوں سے سروکار نہیں۔ پس عمر بدیں خیال کہ امر بیعت میں خلل و خرابی پڑے بے تاب تھے اور شدت وحدت میں تا بمقدور کمی نہ کرتے تھے خالد ولید نے بھی تلوار میان سے نکال لی تھی لیکن ابوبکر نے دیکھا کہ حضرت امیر کسی نوع بیعت پر رضا مند نہیں ہوتے مجبوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور آپ کے قریب آ کر اپنا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ پر رکھ دیا گویا بیعت ہوگئی۔ بروایتے عباس بن عبد المطلب کو معلوم ہوا کہ علی علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں وہ روتے ہوئے آئے اور غل مچاتے تھے لوگو میرے برادر زادے سے ہاتھ اٹھاؤ اور رفق و مدارا کرو اس کے ساتھ میں اس سے بیعت کرادوں گا پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اول کے ہاتھ سے مس کر دیا اور وہ اس پر رضا مند ہو گئے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے بیعت نہیں کی تاوقتیکہ دھواں آنحضرت کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔ **الحاصل** یہ روایات شیعہ ہیں کہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اہلِ سنت کے نزدیک جب تک جناب سیدہؑ زندہ رہیں اس وقت تک امیر المومنینؑ نے بیعت نہیں کی۔ جب چھ ماہ بعد اس جناب کا انتقال ہوا تو اس وقت مجبوراً بیعت کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ **وکان لعلی من الناس وجه فی حیوة فاطمه فلما تو فیتا ستنکر علی وجو ه الناس فالتمس مصالحة ابی بکر و مبایعته ولم یکن بیانع تلك الا شهر** موضع الحاجۃ یعنی علیؑ کے لئے فاطمہؑ کی زندگی میں لوگوں کی طرف سے ایک وجہ وارد تھی **روایات اہلِ سنت دربارۂ بیعت امیر المومنین با ابوبکر:** جب ان کا انتقال ہوا تو آپ نے لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف سے متغیر پایا پس طالبِ مصالحہ و بیعت ہوئے ابوبکر کے ساتھ حالاں کہ اس چھ مہینے کے عرصہ میں انہوں نے بیعت نہیں کی تھی اس سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؑ کی حیات میں جو اس سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؑ کی حیات میں جو لوگ آپ کا پاس و لحاظ کرتے تھے وہ ان کی وفات کے بعد باقی نہ رہا تھا لہٰذا بے ملجا و مضطر ہو کر آپ نے بیعت ابوبکر کی خواہش کی۔ اور جامع الاصول میں ہے **فکان لعلی وجه**

من الناس حیوة فاطمهؑ فلما توفیت فاطمهؑ انصرفت وجوه الناس عن علیؑ و نکشت فاطمهؑ بعد رسولؐ الله سنة اشهر ثم توفیت فقال رجل للزهری فلم یبایعه علیؑ فقال لا والله ولا احد من بنی هاشم حتی ابا یعه علی یعنی علیؑ کی طرف فاطمہؑ کی زندگی میں لوگوں کا رخ تھا' جب آنحضرت کا انتقال ہوا تو علیؑ کی طرف سے لوگوں کا رخ پھر گیا' اور فاطمہؑ حضرت رسولؐ اللہ کے بعد چھ مہینہ زندہ رہیں' پھر وفات پائی' ایک شخص نے زہری راوی حدیث سے کہا کیا علیؑ نے ابوبکر سے بیعت نہیں کی' کہا نہیں' اور نہ کسی نے بنی ہاشم میں سے بیعت کی' جب تک علیؑ نے نہ کی۔ اور ابن ابی الحدید جلد ساوس شرح نہج البلاغہ میں کتاب سقیفہ احمد بن العزیز جوہری سے نقل کرتا ہے کہ' بنی ہاشم وزبیر اس روز علیؑ کے ساتھ تھے اور وہ یعنی زبیر اپنے تئیں بنی ہاشم سے خیال کرتے تھے۔ اور علی علیہ السلام بھی کہا کرتے تھے کہ زبیر ہم اہل بیت سے تھا تاآنیکہ اس کی اولاد جوان ہوئی اس وقت انہوں نے اس کو ہم سے پھیر لیا' پس عمر نے کہا علیکم بالکلب اس کتے (زبیر) کو پکڑو' سلم بن اسلم نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی' اور دیوار میں مار کر اس کو توڑ دیا اور علیؑ کو معہ زبیر بنی ہاشم' ابوبکر کے پاس لائے درآنحالیکہ وہ کہتے تھے کہ میں بندۂ خدا و برادر رسولؐ اللہ ہوں پس ان سے کہا بیعت کرو آپ نے کہا میں تمہاری نسبت اس کار کے لئے احق واولی ہوں۔ تم انصار پر قرابتِ رسولؐ اللہ کو حجت لائے اور انہوں نے اس سبب سے تمہاری امارت تسلیم کی میں بھی یہی حجت تم پر لاتا ہوں خدا سے ڈرو' اور وہ بات کہ انصار نے تمہیں بخشی ہے ہمارے حوالہ کرو' ورنہ تم بلاشبہ گروہ ظالمین سے ہوگے۔ عمر نے کہا جب تک تم ابوبکر سے بیعت نہیں کرنے کے ہمارے ہاتھوں سے چھوٹ نہیں سکتے۔ حضرت نے فرمایا احلب لك حلبایا عمرلك شطره اشدرله الیوم امره لیرده علیك غدا تو دودھ دوہتا ہے کہ آپ بھی اس میں سے پئے اور اس کے لئے امر کو مضبوط بناتا ہے کہ کل کو تیری طرف لوٹا دے قسم بخدا کہ میں تیرا کہنا نہ مانوں گا' ابوبکر نے کہا یا علیؑ تم کو بیعت منظور نہیں تو میں مجبور نہیں کرتا' ابوعبیدہ نے کہا اے ابوالحسن تم نوجوان ہو یہ تمہاری قوم کے سن رسیدہ مشائخ ہیں تم سے زیادہ تجربہ و واقفیت رکھتے ہیں' ابوبکر پختہ کار متحمل مزاج اور منتظم آدمی ہے۔ اس وقت خلافت کو اس کے لئے چھوڑ دو ثانی الحال اگر تمہاری عمر دراز ہوئی اور زندہ رہے تو بوجہ قرابت و جہاد و سبقت اسلام تم ہی اس کام کے لئے انسب ہوگے۔ حضرت نے فرمایا اللہ اللہ اے مشعر مہاجرین سلطنتِ پیغمبرِ خدا کو آنحضرت کے گھرانے سے نہ نکالو' اور حقداروں کو محروم نہ کرو' قسم بخدا کہ ہم اہل بیت تم سے زیادہ اس کار کے لائق ہیں بہ تحقیق کہ ہم قاریٔ قرآن و دانائے فقہ واحکام' و عالمِ فرائض و سنن میں' انتظام جیسا کہ ہم کر سکتے ہیں کسی سے نہیں ہوسکتا' قسم بخدا کہ یہ ہمارا حق ہے تم اس بارے میں حرص و ہوا کی

پیروی نہ کرو' کہ حق سے تجاوز کر جاؤ گے۔ بشیر بن سعد نے کہا یا علیؑ اگر انصار یہ باتیں تم سے قبل بیعت سنتے تو ان سے دو شخص بھی تمہارے مقدمہ میں اختلاف نہ کرتے مگر اب وہ ابوبکر کے ساتھ بیعت کر چکے پس علی علیہ السلام گھر کو چلے گئے اور جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں بیعت نہیں کی۔ تمام ہوئی روایت صاحب سقیفہ کی اس میں جواب کلام بشیر بن سعد جو شاہ مرداں نے دیا مذکور نہیں یا جوہری نے مصلحتہً اس کو نقل نہیں کیا مگر ہم روضۃ الاحباب سے اس کی اصل عبارت میں اس کو نقل کرتے ہیں' وہ یہ ہے حضرت نے فرمایا ''اے بشیر تو روا میداری کہ من جسد اطہر و قالب انور سید عالم را غسل ندادہ و تجہیز و تکفین دے نہ نمودہ و از دفن وے فراغت حاصل نہ کردہ دم در طلب خلافت و حکومت زدمے و با مردم در منازعت و خصومت شدمے''۔ بعد ازاں صاحب روضۃ الاحباب فرماتے ہیں کہ ''ابوبکر صدیق چوں دید کہ کلمات علیؑ جملہ محکم و استوار و بر یکے از انہا مقابل صد کلمہ بل ہزار راست از راہ رفق و مدارا در آمد و گفت اے ابوالحسن مرا گمان ایں بود کہ ترا با من دریں امر مضایقہ نباشد و اگر میدانستم کہ از بیعت با من تخلف خواہی کرد ہرگز آنرا قبول نے کردم اکنوں کہ مردم اتفاق نمودہ اند اگر تو نیز باایشاں موافقت نمائی ظن مرا مطابق واقع ساختہ باشی و اگر حالا توقف کنی و خواہی کہ دریں امر تفکر نمائی چیزے بر تو نیست پس علیؑ از مجلس برخاست و متوجہ خانہ خویش گشت''۔ **غرض** حضرت امیر المومنینؑ نے اس طرح کے بہت سے کلام کئے اور ہر طرح سے ان پر حجت تمام فرمائی۔ از انجملہ حدیث غدیر کو یاد دلا کر اس پر شہادت طلب کی' بارہ اشخاص نے غازیان بدر سے گواہی دی کہ ہم نے یہ حدیث پیغمبرؐ خدا سے سنی ہے' زید بن ارقم نے کتمان شہادت کیا اور بہ دعائے حضرت' نابینا ہوا۔ شواہد النبوۃ میں ہے کہ ابن ارقم مذکور ہمیشہ اس شہادت کے ترک پر اظہار ندامت کرتا اور خدائے تعالیٰ سے دعائے بخشش مانگتا تھا۔ **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ زید کی طرح اور لوگوں نے بھی اس شہادت کو چھپا کر ایسے ہی تمغے پائے ہیں کیوں کہ حضرت امیر المومنینؑ اکثر موقعوں پر حدیث مذکور کو حجت لاتے تھے اور اس پر شہادت طلب فرماتے تھے سعادت مند ادائے شہادت کرتے' بدبخت دیدہ و دانستہ حیلے حوالے کر کے ٹالتے اور بہ دعائے حضرت مبتلائے بلیات ہوتے تھے۔ چنانچہ حلیۃ الاولیا میں حافظ ابونعیم سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اس مقدمہ میں گواہی چاہی' حاضرین نے گواہی دی' الّا انس بن مالک، و براء بن عازب، واشعث بن قیس و خالد بن یزید کہ انہوں نے کتمان شہادت کیا حضرت امیرؑ نے فرمایا اے انس تو نہ مرے گا تاوقتیکہ حق تعالیٰ تجھ کو مرض برص میں مبتلا کرے' جس کو تیرا عمامہ نہ چھپا سکے' اور اے اشعث تیری ایک آنکھ جاتی رہے گی، اور اے خالد تو جاہلیت کی موت مرے گا' اور اے براء تو نے جس مقام سے ہجرت کی ہے اسی جگہ تیری موت آئے گی۔ جابر بن عبداللہ انصاری راوئ حدیث کہتے ہیں کہ قسم بخدا کہ میں نے دیکھا کہ انس کی پیشانی پر برص نمودار تھے ہر چند وہ عمامہ سے اس کو چھپانا چاہتا تھا' اور اشعث کی

ایک آنکھ جاتی رہی تھی، وہ کہتا تھا خدا کا شکر ہے کہ امیرالمومنینؑ نے میرے لئے دنیوی عذاب پر اکتفا کیا کہ بصارتِ چشم جاتی رہی اور عقوبت اخروی سے محفوظ رکھا، اور خالد مرا تو بنی کندہ نے اس کی قبر پر گھوڑوں اور اونٹوں کو بہ رسمِ جاہلیت پے کیا اور براء کو معاویہ نے حاکم یمن مقرر کیا تھا وہ اسی مقام پر فوت ہوا جہاں سے ہجرت کی تھی۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شرع کے موافق لوگ دو گواہوں کی گواہی پر اپنا حق پا لیتے ہیں طرفہ ماجرا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کو دس ہزار گواہوں کی گواہی پر بھی ان کا حق نہ ملا۔ **روایت ہے** کہ اس وقت سعد ابی وقاص نے کہا اے پسر ابوطالب تم خلافت کی بہت ہی حرص رکھتے ہو۔ چنانچہ حضرت اپنے ایک خطبہ میں اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ایک کہنے والے نے کہا اے ابوطالب کے بیٹے تم اس امر پر بہت ہی حریص ہو، میں نے اسے کہا **بل انتم واللّٰہ احرص و ابعد وانا اخص و اقرب** یعنی قسم بخدا کہ تم مجھ سے زیادہ اس کی حرص رکھتے ہو، حالاں کہ تم اس سے بعید ہو، میں اس سے اقرب ہوں اور اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوں۔ **انما طلبت حقالی وانتم تحولون بینی و بینه وتضربون وجھی دونه** میں تو صرف اپنا حق چاہتا ہوں، تم اس کے اور میرے درمیان حائل ہوتے اور اس سے مانع آتے ہو، فرماتے ہیں یہ حجت واضح سن کر وہ قائل (سعد وقاص) مبہوت وحیران رہ گیا اور کچھ جواب اسے بن نہ آیا۔ **بالجملہ** دریائے تقریر حضرت امیرؑ موجزن تھا اور ایک ایک موقعہ کا اپنی نصِ خلافت و وصایت سے ذکر کر کے مجمع حاضرین سے اس کا اقرار لیتے تھے۔ ابوبکر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے اور اندیشہ ہوا کہ مبادا لوگ ان سے برگشتہ ہو جائیں، بولے یا علیؑ جو تم کہتے ہو سب درست ہے ہم نے بھی پیغمبرؐ خدا سے یہ سنا ہے اِلّا میں نے آنحضرت سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ہم اہل بیت کو حق تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور چنا۔ اور دار آخرت کو ہمارے لئے دنیا پر اختیار کیا، بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ اس خاندان کے لئے نبوت و خلافت کو جمع نہ کرے گا۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر تمہارے سوا کسی اور نے بھی یہ حدیث، پیغمبرؐ سے سنی ہے عمر نے کہا خلیفہ رسولؐ اللہ راست کہتے ہیں میں نے بھی اس کو سنا ہے علیٰ ہذا ابوعبیدہ وسالم مولائے ابی حذیفہ ومعاذ بن جبل نے بھی گواہی دی حضرت نے کہا تم نے کسی نے کچھ نہیں سنا، اِلّا یہ کہ اپنے قول واقرار کو پورا کرتے ہو اور صحیفہ ملعونہ جو کعبہ میں بیٹھ کر لکھا ہے اور باہم عہد کیا ہے کہ رسولؐ اللہ کے بعد جس طرح ہو خلافت کو ان کے اہل بیت تک نہ پہنچنے دیں اس کو وفا کرتے ہو۔ نہیں تو قول پیغمبرؐ مخالفِ قرآن نہیں ہو سکتا حق تعالیٰ فرماتا ہے **ام یحسدون الناس علیٰ ما اتاھم اللّٰہ من فضلہ فقد اٰتینا ال ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتینا ھم ملکاً عظیما** آیا وہ حسد کرتے ہیں نیک آدمیوں پر اس چیز سے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو عطا کی ہے پس ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب و حکمت دی اور

ملکِ عظیم ان کو بخشا' حضرت نے فرمایا کہ کتاب سے مراد نبوت ہے اور حکمت سے سنت اور ملک سے خلافت یہ سب آلِ ابراہیم کو دی گئی اور ہم آل ابراہیم سے ہیں۔ **القصہ** حضرت امیرؑ سے بیعت لینے یا ان کو کسی دباؤ سے معذور و معاف رکھنے کے بعد علیٰ اختلاف الروایات یہ حضرات اوروں کی طرف متوجہ ہوئے سب سے پہلے انہوں نے زبیر کو پکڑا تلوار تو ان کی پہلے ہی لے لی تھی اب زمین پر ڈالا اور حضرت عمر اُن کے سینہ پر سوار ہوئے اور یوں گھونٹ کر ان سے بیعت لی' زبیر نے کہا اے پسر صحاک قسم بخدا اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو ہرگز یہ جرأت نہیں کر سکتا تھا اور یہ جو طاغی کہ تیرے گرد و پیش جمع ہیں تیری حمایت نہ کرتے تو مجال نہ تھی کہ تم علیؑ پر سبقت لے جاتے اس کے بعد سلمان کو گلے میں رسن ڈال کر کشاں لائے رسی کی رگڑ سے گلا چھل کر نشان پڑ گیا تھا۔ پس ان کے ہاتھ کو بیعت کے لئے مروڑ ڈالا۔ پھر اباذر و مقداد وغیرہ سے اسی طرح بیعت حاصل کی سلمان نے کہا' ہلاکت ہو اے قوم تم پر تم نے گذشتہ فرقوں کے اختلاف و افتراق کی پیروی کی' اور سنتِ رسولؐ اللہ کو پس پشت ڈالا کہ خلافت کو اس کی معدن سے نکال کر باہر لے گئے' عمر نے کہا اب جب کہ تو نے اور تیرے صاحب نے بیعت کر لی اور جو تم چاہتے تھے اس سے تمہاری آنکھیں روشن نہ ہوئیں' تو اب جو چاہو سو کہو ہم کو اس کی پرواہ نہیں خدا نے اس امر کو اس گھر والوں سے دور رکھا جن کو تم نے خدا بنا لیا ہے' امیر المومنینؑ نے فرمایا اے پسر صحاک ہم کو تو خلافت نہ ہو اور تجھ کو اور پسر آکلہ ذبّان کو ہو' کہا اے ابوالحسن جب کہ عامہ خلائق ابوبکر پر رضامند ہوں اور تم پر نہ ہوں تو اس میں میرا کیا گناہ ہے۔ حضرت نے فرمایا لیکن خدا اور رسولؐ تو میرے سوا کسی پر رضامند نہیں۔ پس بشارت ہو تجھ کو اور تیرے اصحاب کو جو اس میں تیرے شریک ہیں' ساتھ **سخط و غضبِ خدا** اور رسول کے' وائے ہو اے پسر خطاب مگر تو نہیں جانتا کہ تو نے کیا کام کیا' اور کون سا معاہدہ توڑ ڈالا' اور کیا بری حرکت تجھ سے صادر ہوئی ہے' زبیر نے عمر کو سخت سخت باتیں کہیں اور سلمان فارسی اور جناب مرتضوی نے خاص خاص عقوباتِ اخروی کہ بہ نصِ نبیؐ ان کے لئے مقرر ہیں تذکرہ فرمائے' اور بہت گفتگو رہی جس کو ہم مناسب اس رسالے کے نہ جان کر ترک کرتے ہیں اور اپنے سنی بھائیوں سے انصاف چاہتے ہیں کہ وہی بتلائیں کہ کوئی معقولیت پسند آدمی اس بیعت کذائی کو پسند کرے گا چہ جائے کہ اس تھُکّا فضیحتی کا نام اجماعِ امت واتفاق رکھا جائے اور دینی بادشاہی یعنی نیابت حضرت رسالت پناہی کی بنیاد اس پر قائم کی جاوے اور روایت موضوعہ **لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ** کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی۔ کو اس کے ساتھ شامل کر کے اس خلافت کو خلافتِ راشدہ کہا جائے مانا کہ روایت مذکورہ ہی صحیح ہے' تاہم علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام و عباسؓ و جملہ بنی ہاشم و زبیر و سلمان و ابوذر وغیرہم یہ سب کے سب آنحضرتؐ کے اعزہ و اصحاب نہ سہی' کیا عام امت میں بھی داخل نہ تھے' کہ ان کے شریک ہوئے بغیر ہی اجماع متحقق ہو گیا اور کیا رضامندی

اور خوشی کی بیعت اور جبر و تعدی کی بیعت کا ایک ہی حکم ہے' کہ اس کی کچھ پروانہ کی گئی۔ روایت گذشتہ بخاری و جامع الاصول سے ظاہر ہے کہ چھ مہینے تک ان بزرگواروں نے بیعت نہیں کی' اور بعد کو حضرت فاطمہؑ کی وفات پر کی' تو بکمال مجبوری محض بیکسی و بے بسی کی حالت میں۔ پس کیا ایسی بیعت سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے' اور ہو سکتا ہے تو وہ ہی بتلائیں کہ یہ چھ ماہ کہ بالکل بیعت نہیں ہوئی کس حساب میں رہے' اور حضرت خلیفہ صاحب اس عرصہ دراز تک کس حجت و دلیل سے اموال و نفوس مسلمانان میں تصرف کرتے رہے۔ طرہ یہ کہ سعد عبادہ انصاری کہ اساطینِ دینِ مبین سے مخبر بہ نعیم بہشت و مُبشر بہ خیرِ آخرت تھے' اور بیعتِ عقبہ و غازیانِ بدر میں داخل ہونے کا فخر رکھتے تھے مدۃ العمر اس بیعت سے کنارہ کش رہے اور وہ زمانہ خلافت عمر خطاب میں شہید ہوئے تو اس اعتبار سے تمام زمانہ خلافت ابوبکر ان کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا' امام فخر الدین رازی اس مقام پر عاجز رہ گئے اور کوئی بات معقول نہ لا سکے۔ آپ نہایۃ العقول میں فرماتے ہیں۔ **وان قیل الانصار زناز عوافیه** اگر کہا جائے کہ انصار نے یعنی سعد عبادہ وغیرہ نے اس میں نزاع کیا **قلنا لانزاع فیه لا ندار تفع ذلك النزاع عند موت سعد بن عبادة ونحن انما یتمسك بهذا الاجماع** یعنی ہم کہیں گے کہ اس میں کوئی نزاع نہیں کیوں کہ یہ نزاع سعد عبادہ کے مرنے پر برطرف ہو گیا' پس ہم اسی اجماع سے جو اس وقت منعقد ہوا تمسک کرتے ہیں۔ دیکھئے امام صاحب نے اس مبتدا کی خبر کہاں جا کر نکالی اور جو اجماع صدر خلافتِ ابوبکر میں کاروبارِ خلافت میں ان کے دخل دینے سے پہلے ہونا چاہئے تھا۔ وہ آپ نے خلافت عمر میں برسوں کے بعد گھڑ مڑھ کر تیار کیا حضرت ابوبکر کو گو اپنی عمر بھر اجماع نصیب نہ ہوا مگر امام صاحب نے ان کے بعد سعد کی موت پر اجماع بنا کر جھٹ اس سے تمسک کر لیا کیا کہنے آپ کی اس دلیل بازی کے تب ہی تو آپ استدلال کرنے والوں کے امام قرار پائے۔ امام صاحب کی اس منطق کے موافق تو کوئی مسئلہ بھی مختلف فیہ نہیں رہتا' اس طرح پر تو ہر ایک اختلافی مسئلہ کو جب ایک فریق دنیا سے گذر جائے مجمع علیہ کہہ سکتے ہیں' بھلا امام صاحب نے تو اس اجماع سے کہ سعد کے مرنے پر حاصل ہوا' تمسک کر کے پیچھا چھیڑا لیا' حضرت ابوبکر اور ان کے اصحاب دو سوا دو سال تک کون سے اجماع سے متمسک رہے' کاش وہ یہی کہتے کہ کبھی نہ کبھی تو سعد مرے گا ہی اس وقت اجماع ہو رہے گا' ہم اسی وقت کے آئندہ آنے والے اجماع کی بنا پر کارِ خلافت کر رہے ہیں مگر خلیفہ صاحب کو تو اس کے برخلاف تادم مرگ انصار کا اختلاف دل میں کھٹکتا رہا۔ چنانچہ مرض الموت میں جہاں اور باتیں حسرت و افسوس کی ان سے منقول ہیں' وہاں ایک یہ بھی ہے کہ کیوں نہ میں نے رسولؐ اللہ سے دریافت کر لیا کہ آیا انصار کا بھی اس میں کچھ حق و حصہ ہے' جیسا آگے آتا ہے۔ غرض اجماعِ صحابہ کہ بقول متقدمینِ اہلِ سنت صحتِ خلافت ابوبکر کا دارومدار اس پر

ہے کہیں کچھ ثابت نہیں ہوتا' اس لئے متاخرین نے اس دلیل کو چھوڑ کر ایک اور بات پیدا کی صاحبِ مواقف کہتے ہیں کہ جب خلافت بیعت واختیار سے ثابت ہو جائے تو وہ اجماع اہل حل وعقد کی محتاج نہ رہے گی' کیوں کہ کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہوتی نہ از روئے عقل کے نہ نقل کے بلکہ بیعت کر لینا ایک یا دو کا اہلِ حل وعقد سے کافی ہوگا نبوت وامامت میں اور وجوبِ متابعتِ مسلمانان میں، کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے باوجود اس صلابت کے کہ دین میں رکھتے تھے' اسی قدر پر اکتفا کیا۔ مثل بیعت کر لینے عمر کے ابوبکر سے اور مثل بیعت کر لینے عبدالرحمٰن کے عثمان سے اور شرط نہیں کیا انہوں نے' انعقادِ خلافت میں اجتماع اہل مدینہ کو' چہ جائیکہ علما امت کے اجتماع کو' اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا' اور اتفاق کیا اس پر اہل اعصار نے ہمارے زمانہ تک۔ تمام ہوا ترجمہ عبارت صاحبِ مواقف کا' بس اب ہم کو ضرورت کلام باقی نہیں رہی' اہلِ انصاف خود دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ خلافت کس پایہ کی ہوگی جس کی عمر کی بیعت کے سوا کوئی دلیل نہیں مل سکتی' چہ جائیکہ عمر بھی آخر کار اس کو فلتہ' یعنی بن سوچی سمجھی بات کہہ کر علیحدہ ہو جائیں۔ اب اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض احادیثِ مرویہ اہلِ سنت کہ خلافتِ بلا فاصلہ امیر المومنین علیہ السلام پر دلالتِ واضح رکھتی ہیں ان کی کتابوں سے نقل کی جائیں۔ **بعض روایاتِ اہلِ سنت جو امیر المومنینؑ کی خلافتِ بلافصل پر دلالت کرتی ہیں:** واضح رہے کہ اصل اصول فرقہ ناجیہ امامیہ اثنا عشریہ کا یہ ہے' کہ حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کو بعد رسولؐ خدا ﷺ کے امام مفترض الطاعت وخلیفہ بلافصل جانتے ہیں' اور یہ عقیدہ ان کی کتبِ کلامیہ میں بہ دلائلِ عقلیہ' وشواہدِ نقلیہ' متفق علیہ بین الفریقین ثابت ومقرر ہے۔ ہمیشہ علمائے اعلام' خلفاء عن سلف سعی مشکور اس بارے میں مبذول اور اپنے مخالفوں کو قائل بطرز معقول کرتے رہے ہیں' چنانچہ تصنیفاتِ قدما فرقہ مثل شیخ سدید مفید وعلم الہدیٰ سید مرتضیٰ' وخواجہ نصیر الدین طوسی' وعلامہ جمال المسلتہ والدین الحلی' ومولانا مقدس احمد اردبیلی وغیرہم عرب وعجم سے اور ہندوستان سے افادات آیۃ اللہ فی العالمین جناب سید دالدار علی نصیر آبادی' وحکیم مرزا محمد دہلوی' وسلطان العلما مولانا السید محمد لکھنوی' وسید العلما جناب سید حسین الکھنوی ومفتی محمدؒ قلی کنتوری وغیرہ وغیرہ شاہد عدل اس دعوے کے ہیں' اور اس قربِ زمان میں جناب مغفرت مآب خاتم المتکلمین' قدوۃ المتاخرین' مولانا السید حامد حسین طاب ثراہٗ نے علمِ کلام کو کمال پر پہنچا دیا' اور وہ ضخیم کتابیں اس فن میں لکھی ہیں جن کا جواب نہیں ہوسکتا' چنانچہ یہ امر' جس نے مجلدات عبقات الانوار واستقصار الافحام کا مطالعہ کیا ہے' اس پر بخوبی روشن ہے مگر اس کتاب کا اصل موضوع واقعات وواردات جناب مرتضوی کا ضبط کرنا ہے' ادلہ امامت کی توضیح وتفصیل یہاں مقصود نہیں اس لئے صرف چند روایتیں' سوائے احادیث مشہورہ غدیر ومنزلت وقصہ ابلاغ سورۂ برات وقصہ جمع کرنے رسولؐ اللہ کا بنی ہاشم کو' بایں غرض' کہ جو ان سے آنحضرت پر ایمان

لائے وہی آپ کا وصی و جانشین ہوگا' اور ایمان لانے حضرت امیر المومنینؑ اور قصہ سلام کرانے کا آنحضرت کے تیئں بلفظِ امیر المومنینؑ وغیرہ کے' کہ پیشتر مُجملاً ذکر ہوئے یہاں نقل ہوتی ہیں۔ مسند احمد بن حنبل و مناقب خوارزمی و فصولِ مہمہ وغیرہ میں ہے کہ بروز احد جب کہ جبرئیل امین نے حضرت امیر المومنینؑ کی شجاعت و جاں نثاری کی مدح کی' تو حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کیوں کر علیؑ ایسے نہ ہوں حالاں کہ **عَلِی مِنّی وَاَنَا مِنْ عَلِی** یعنی علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علی سے، جبرئیل نے کہا **وانا منکما** کہ میں تم دونوں سے ہوں' اور نیز آنحضرت نے فرمایا **اِنَّ عَلِیّاً مِنّی وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِی کُلُّ مُؤمِنٍ بَعْدِیْ** البتہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے' اور وہ ہے والیٔ امور اور آقا ہر ایک مومن کا بعد میرے' دیگر ابن مغازلی واسطی نے اپنی کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا **من ناصب علیان الخلافته بعدی فهو کافر قد حارب الله و رسوله ومن شك فی علی فهو کافر** یعنی جو میرے بعد علیؑ کے ساتھ امر خلافت میں نزاع و خصومت کرے کافر ہے۔ گویا اُس نے خدا اور رسولؐ کے ساتھ جنگ کی ہے اور جو شک لائے علی کے مقدمہ میں وہ کافر ہے۔ دیگر ابوالحسن بن المغازلی شافعی نے انس سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ ایک ستارہ رسولِ خداؐ کے زمانہ میں آسمان سے اترا' حضرت نے فرمایا اس ستارے کی طرف دیکھو اور نگراں رہو جس کے گھر میں وہ اترے گا وہی میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا' لوگوں نے دیکھا تو وہ ستارہ خانہ علیؑ میں نازل ہوا' پس منافقوں نے کہا **الا ان محمد افقد ضل علیٰ علی** آگاہ رہو کہ محمدؐ علیؑ کی محبت میں گمراہ ہو گئے' پس حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں **والنجم اذاهوی ماضل صاحبکم وماغوی وماینطق عن الهوی ان هوالاوحی یوحی** قسم ہے ستارے کی جس وقت کہ وہ نیچے کو جھکا تمہارا صاحب یعنی پیغمبرؐ خدا (محبت علیؑ میں) گمراہ نہیں ہوا' اور وہ خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا' تاوقتیکہ وحی اس پر نازل نہیں ہو لیتی۔ **دیگر احمد بن حنبل** امام اہل سنت اپنی مسند میں' انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا' ہم نے سلمان فارسی سے کہا کہ رسولؐ اللہ سے دریافت کرو' کہ ان کے بعد ان کا وصی کون ہوگا' سلمان نے عرض کی یارسولؐ اللہ آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا' فرمایا میرا وصی اور میرا وارث اور میرے دین کا ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کا وفا کرنے والا علیؑ بن ابی طالب ہے۔ دیگر اخطب خطبا موفق بن احمد نے کتاب فضائل میں اور ابراہیم بن محمد حموینی نے کتاب فرائد السمطین میں' اور ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ پیغمبرِ خدا کے ساتھ تھا' کہ آپ نے ایک آہ کی' میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ کیا حال ہے' آپ نے فرمایا مجھ کو میرے مرنے کی خبر دی گئی ہے' میں نے عرض کی

پھر کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے فرمایا کس کو کر دوں میں نے کہا ابوبکر کو آپ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آہ کی میں نے سبب پوچھا تو فرمایا مجھ کو خبر مرگ دی گئی ہے۔ میں نے کہا کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیں' فرمایا کس کو' میں نے کہا عمر کو آپ پھر خاموش ہو گئے' تھوڑی دیر بعد تیسری مرتبہ آہ کی اور پھر میرے استفسار پر وہی جواب ارشاد فرمایا تب میں نے کہا علیؑ کو خلیفہ مقرر فرمادیں فرمایا **والذی نفسی بیدہ لئن اطاعوہ لید خلن الجنة اجمعون اکتعون** یعنی اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر لوگ علیؑ کی اطاعت کریں تو وہ ان تمام کو جنت میں داخل کرے۔ اور شرح نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا(۱) **اَوِہ لَنْ تفعلوا واللہ لئن فعلتموہ لید خلنکم الجنة** افسوس کہ تم ہرگز اس کو خلیفہ نہ کرو گے' قسم خدا کی اگر اس کو خلافت دو تو تم کو وہ جنت میں لے جائے۔ دیکھئے اس روایت سے کس قدر قلق و اضطراب حضرت رسالت مآب کا خلافتِ امیر المومنینؑ کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ **دیگر حافظ ابونعیم** نے حلیۃ الاولیا میں انس خادمِ رسولؐ اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ وضو کے لئے پانی حاضر کر پس وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا جو شخص اول اس در سے آئے وہ امام ہے پرہیز گاروں کا' اور سید و سردار مسلمانوں کا اور یعسوبِ مومناں' اور ان کا بادشاہ اور خاتم اوصیا ہے اور قائد و پیشتر وسفیدوں' اور دست و پا سفیدوں کا ہے کہ ان کو بہشت کی طرف لے جائے گا۔ انس کہتے ہیں کہ میں دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ خداوندا وہ شخص انصار سے ہو کہ اتنے میں علی علیہ السلام تشریف لائے حضرت نے پوچھا کون ہے' میں نے عرض کی علیؑ' پس حضرتؐ شاد و خندان وہاں سے اٹھے اور ان کی طرف آئے' اور دونوں ہاتھ آپ نے علیؑ کی گردن میں ڈال دیئے' اور عرق ان کے روئے مبارک سے پونچھتے تھے۔ علیؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ سبب اس التفات تازہ کا کیا ہے' فرمایا کیوں نہ ہو اے علیؑ حالاں کہ تو میری طرف سے میری رسالت کو پہنچائے گا' اور میری آواز ان کو سنائے گا' اور جس امر میں وہ اختلاف کریں گے' بہ بیانِ شافی اس کو روشن کرے گا۔ دیگر احمد بن حنبل نے مسند میں اور احمد بیہقی نے اپنی صحیح میں حضرت رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا **من اراد ان ینظر الی نوح فی عزمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی موسی فی عقلہ والی عیسیٰ فی عبادتہ فلینظر الیٰ علیؑ ابن ابی طالب** کہ جو شخص چاہے کہ نظر کرے طرف نوح کے ان کے عزم و ارادے میں' اور طرف ابراہیم کے ان کے حلم و برداشت میں' اور طرف موسیٰ کے ان کی عقل و دانائی میں' اور طرف عیسیٰ کے ان کی عبادت میں' اس کو چاہیئے کہ نظر کرے طرف علیؑ بن ابی طالب کے' اور فخر الدین رازی نے اربعین میں کتاب

(۱) اوِہ بروزن خیر ایک کلمہ ہے جو کہ شکایت کے وقت بولا جاتا ہے۔۱۲

فضائل الصحابہ بیہقی سے اس طرح پر نقل کیا ہے کہ جو ارادہ کرے طرف آدم کے ان کے علم میں' اور طرف نوحؑ کے ان کے تقویٰ میں' اور طرف ابراہیم کے ان کے خلق میں' اور طرف موسیٰؑ کے ان کی ہیبت میں' اور طرف عیسیٰ کے ان کی عبادت میں' اس کو چاہئے کہ نظر کرے طرف علیؑ ابن ابی طالب کے' اور حدیث' فردوس الاخبار میں اس سے بھی زیادہ مبسوط طور سے وارد ہوئی ہے فخر رازی شیعوں کی طرف سے کہتے ہیں کہ ظاہر حدیث دلالت کرتا ہے کہ وہ حضرت ان پیغمبروں کے مساوی ہیں اور شک نہیں کہ یہ پیغمبرؐ ابوبکر و دیگر صحابہ سے افضل تھے۔ پس افضل کا مساوی بھی افضل ہوگا۔ پس علیؑ بن ابی طالب ابوبکر وغیرہ سے افضل ہوئے پس وہی خلیفہ ہوں گے ورنہ ترجیح مرجوح لازم آئے گی۔ دیگر موفق بن احمد مذکور نے کہ بزرگانِ علماء عامہ سے ہے کتاب فضائل میں روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جب شب معراج میں آسمان پر گیا اور سدرۃ المنتہی پر پہنچ کر روبرو جناب احدیت کے کھڑا ہوا تو مجھ سے خطاب کیا اور پوچھا اے محمدؐ تو نے خلقت کو آزمایا سب سے زیادہ کس کو اپنا مطیع وفرمانبردار پایا' میں نے عرض کی' پروردگارا علیؑ کے تئیں۔ فرمایا راست کہا تو نے اے محمدؐ' پس آیا تو نے کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے' کہ تیرے احکام لوگوں تک پہنچا دے' اور قرآن ان کو تعلیم کرے' عرض کی پروردگار میرے لئے اختیار کر' بہ تحقیق کہ جس کو تو اختیار کرے گا اسی کو میں اختیار کروں گا' ارشاد ہوا کہ میں نے علیؑ کو اختیار کیا' تو اس کو اپنا خلیفہ و وصی مقرر کر کیوں کہ میں نے اپنا علم وحلم اسے عطا کیا ہے اور وہ ہے امیر مومنوں کا' حقیقۃً کوئی اس کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکا' نہ اس سے پہلے' نہ اس کے بعد' اے محمدؐ علیؑ نشان ہدایت ہے اور امام ہے ان لوگوں کا جو میری اطاعت کریں' اور نور ہے میرے دوستوں کا اور کلمہ ہے کہ میں نے متقین پر اس کو لازم گردانا ہے' جو اس کو دوست رکھے اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے اس کے ساتھ دشمنی کی اس نے میرے ساتھ دشمنی کی اے محمدؐ تو اس کو اس کی بشارت دے' پیغمبرؐ خدا فرماتے ہیں کہ میں نے علیؑ کو بشارت دی تو انہوں نے کہا میں بندۂ خدا اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہوں اگر مجھ کو عذاب کرے تو میرے گناہوں کے سبب کرے گا اور یہ ظلم نہ ہوگا اور جو وعدہ وفائی فرمائے تو وہ میرا مولا ہے' میں نے کہا پروردگارا علیؑ کے قلب کو مجلّا کر اور اس کو بہارِ ایمان بنا' ارشاد ہوا کہ میں نے دعا تیری قبول کی اے محمدؐ' اِلا میرے علم سابق میں گذرا ہے کہ وہ مبتلائے بلا ہوگا بہ تحقیق کہ اگر علیؑ نہ ہوتا تو میرا گروہ اور میرے دوستوں کا گروہ اور میرے نبیوں کے دوستوں کا گروہ شناخت نہ ہوتا۔ **خطبہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:** کتاب احتجاج میں امام جعفر بن محمدؑ صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ سلمان علیہ الرحمہ والرضوان نے دفن رسولؐ اللہ سے تین روز بعد خطبہ کہا' ایہا الناس اگر میں تمام فضائل امیر المومنینؑ جو مجھے معلوم ہیں بیان کروں تو بعض تم سے کہیں گے کہ سلمان دیوانہ ہوگیا اور بعض کہیں گے کہ خداوندا قاتل سلمان کی مغفرت کر' آگاہ رہو کہ تمہارے لئے

منایا (موتیں) ہیں جن کے ساتھ شدائد و بلایا و آفات شامل ہیں' آ گاہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالب کے پاس علم منایا اور بلایا اور میراث وصایا اور فصل خطاب' واصل انساب ہے جیسا کہ ہارون وصی موسیٰ کے پاس تھا۔ کیوں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ **انت وصی فی اهلی وخلیفتی فی امتی بمنزلة هارون من موسیٰ**[۴] اے علیؑ تو میرا وصی ہے میرے اہل میں' اور میرا خلیفہ ہے میری امت پر' ٹھیک ویسا ہی جیسا کہ ہارون وصی موسیٰ تھے مگر تم نے بنی اسرائیل کی طرح قبول حق سے ابا کیا اور **حذو النعل بالنعل** ان کی پیروی کی' قسم ہے اس پروردگار کی کہ سلمان کی جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے' کہ اگر تم علیؑ کو خلیفہ بناتے تو دین و دنیا دونوں میں نفع پاتے اور حالت تمہاری یہ ہوتی کہ اگر مرغانِ ہوا' وماہیانِ دریا کو طلب کرتے تو وہ تمہاری اجابت کرتیں۔ دوستانِ خدا فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہوتے' اور فرائض خدا کامل طور سے انصرام پاتے حتیٰ کہ دو شخص بھی احکام خدا میں مختلف نہ ہوتے' مگر تم نے اس سے انکار کیا اور اغیار کو والی امر بنایا۔ پس بشارت ہو تم کو ساتھ مصیبت و بلا و نا امیدی' از رفاہ و رخا کے' پس میں صاف اور ظاہر کہتا ہوں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتۂ محبت وولا منقطع ہوا۔ پھر کہا لوگو اہل بیت رسولؐ اللہ کا دامن پکڑو بہ تحقیق کہ وہی بروز قیامت راہ نمائے جنت ہوں گے اور علی علیہ السلام کی اطاعت کرو کیوں کہ ہم نے ایک بار نہیں بار بار رسولؐ اللہ کے سامنے حضرت کو امارت وولایت مومنین کے ساتھ سلام کیا ہے اور وہ حضرت ہمیشہ اس کا حکم دیتے اور تاکید کرتے رہے ہیں۔ کیا ہوا ان لوگوں کو کہ ان کی فضیلت کو جان بوجھ کر ان پر حسد کرتے ہیں' جیسا کہ قابیل نے ہابیل پر حسد کیا' اور اسے مار ڈالا' اور جس طرح امت موسیٰؑ اسی حسد کے سبب سے دین سے پھر گئی۔ ایہا الناس کدھر جاتے ہو ہم کو ابوفلاں وفلاں سے کیا کام ہے۔ دیدہ و دانستہ کیوں جاہل بنے جاتے ہو' قسم خدا کی تم کافر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے کو مار ڈالو گے اور ناجی کو ہالک اور ہلاک شوندہ کو نجات یابندہ کہنے لگو گے۔ آ گاہ رہو کہ میں نے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا' میں تابع ہوں اپنے مولیٰ اور مولائے ہر مومن و مومنہ کا کہ علیؑ امیر المومنینؑ وسید الوصیین' اور قائد الغر المحجلین و امام الصدیقین' وشہداء صالحین ہیں' حضرت سلمان بڑے راسخ العقیدہ کامل الایمان تھے، بیعتِ بکر یہ ہلڑ میں ان کی گردن میں چوٹ آئی جس سے استخوانِ گردن میں کجی رہ گئی تھی' حضرت عمر اُن سے کہا کرتے کہ بنی ہاشم اگر بیعت سے تخلف کریں تو ان کو شایاں ہے۔ کیوں کہ قرابتِ رسولؐ اللہ کا فخر رکھتے ہیں بارے تو کس لئے اکڑتا پھرتا ہے وہ کہتے میں بھی ان کا دوست اور شیعہ ہوں دنیا و آخرت میں وہ بیعت کریں گے تو بیعت کروں گا نہیں تو نہ کروں گا۔ ابن قتیبہ مورخ اہل سنت کہتا ہے کہ صحابہ سے اٹھارہ شخص رافضی تھے ان میں ایک سلمان کو شمار کیا ہے۔ **شاہ مرداں، شیر یزداں نے کیوں دشمنوں کی ایذا رسانی پر صبرِ جمیل اختیار فرمایا اور خلفائے ثلاثہ' طلحہ' زبیر' معاویہ وغیرہم سے جنگ**

وجدال نہ کیا: اصلی مصلحت تو ایسے امور کی حضرت علام الغیوب ہی کو معلوم ہوگی یا وہ حضرت خود اس کو خوب جانتے ہوں گے ہم صرف اس قدر کہتے ہیں کہ جو کام وہ جناب کرتے تھے مطابق خدا اور رسولؐ کرتے تھے اور وہی عین حق وصدق ہوتا تھا **فان علیا مع الحق والحق مع علی** بہ تحقیق کہ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ' اور نیز آنحضرت کو مثل سائر ائمہ علیہم السلام ایک کتبہ(۱) خدا ورسولؐ کی طرف سے ملا تھا جس میں آپؑ کے اعمال وافعال درج تھے' پس آپ کے جملہ کاروبار اس تحریر کے موافق ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ جو کچھ احادیث میں اس مقدمہ میں اور خلفاء ثلثہ کے ساتھ آپ کے دیگر برتاؤ میں وارد ہوا ہے ہم اس کو بھی مفصل لکھتے ہیں پس واضح رہے کہ انبیا واوصیا علیہم السلام ہر چند خدا کے خاص بندے اور اس کے چیدہ اور برگزیدہ ہیں' اور دیگر خلائق پر ان کو یہ فضیلت وفوقیت ہے کہ جو کچھ اس سبحانہ سے چاہیں اور جس کی درخواست کریں اس کی درگاہ میں سب قبول ومنظور ہو' لیکن باوجود اس کے وہ بہرحال تابع رضائے خدا ومطیع مرضئ مولیٰ رہتے ہیں' اور جس وقت جو مصلحت الٰہی پاتے ہیں اس کے موافق عمل میں لاتے ہیں' جب جنگ و جہاد اعدا پر مامور ہوتے ہیں تو اس کو بجان ودل بجا لاتے ہیں۔ اور جب سکوت وتقیہ وتحملِ جفا وبلیہ کا اشارہ پاتے ہیں تو بے چون وچرا اس پر کاربند ہوتے ہیں' چنانچہ حضرت رسولِ خداﷺ کا یہی دستور تھا۔ جب تک مشرکین مکہ کے جور وجفا سہنے اور ان کی ایذا وآزار اٹھانے میں مصلحتِ الٰہی نظر آئی بصبر وسکون اس کو برداشت کرتے

(۱) علامہ محمد بن علی بن شہرآشوب مازندرانی اپنی مشہور کتاب مناقب میں حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسولؐ خداﷺ کے پاس ایک نامہ سربمہر بھیجا تھا کہ اے محمدؐ یہ تمہاری وصیت ہے تمہارے نجبائے اہل بیت کی طرف حضرت نے فرمایا اے جبرئیل نجبائے اہل بیت کون ہیں فرمایا امیر المومنینؑ علیؑ ابن ابی طالب اور ان کی اولاد طاہرین۔ اس صحیفہ میں مہریں طلائی تھیں۔ پس حضرتؐ نے وہ نامہ علی علیہ السلام کو دیا آپ نے اپنے نام کی مہر کو توڑا اور جو کچھ اس میں لکھا تھا اس پر عمل کرتے رہے پھر اس کو امام حسنؑ کے حوالے کیا انہوں نے اپنے نام کی مہر کو توڑا اور اس کے موافق عمل کیا پھر وہ نامہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے اپنے نام کی مہر کھولی تو لکھا تھا کہ اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر جہاد کرو اور درجہ شہادت حاصل کر بہ تحقیق کی شہادت تیرے ساتھ ہی حاصل ہوگی' پس حضرتؑ نے اس پر عمل کیا اور نامہ امام زین العابدینؑ کو دیا۔ انہوں نے مہر کھولی تو لکھا تھا کہ اپنے گھر کا ملازم رہ اور خاموشی سے بسر لے جا اور مصروف عبادت پروردگار رہ پھر امام محمدؑ باقرؑ کو دیا ان کے لئے وصیت تھی کہ لوگوں سے حدیثیں بیان کرو اور فتوے دے اور سوائے خدا کے کسی سے خوف نہ کر کسی کو تجھ پر دست قدرت نہیں پھر وہ نامہ راوی حدیث امام جعفر صادقؑ تک پہنچا انہوں نے اس کو کھولا تو لکھا تھا حدیث کی روایت کرو اور اپنے آباء صالحین کے علوم کو رونق وارواج دو اور بجز خداوند عالم کسی سے خوف نہ کر بہ تحقیق کہ تم اس کی حرز وامان میں ہو پس انہوں نے اس پر عمل کیا اور اس کو موسیٰ بن جعفر کو دے گئے علیٰ ہذا موسیٰ اپنے بعد کے امام کو وعلیٰ ہذا تا اینکہ مہدی علیہ السلام تک پہنچے گا۔ مگر صاحب مناقب علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دوسرے طریق سے بھی وارد ہوئی ہے یعنی ابوبکر بن شیبہ نے محمدؐ بن فصیل سے اور اس نے اعمش سے اور اس نے ابی صالح سے اور اس نے عبداللہ بن عباسؓ سے اور انہوں نے حضرت رسولؐ خداﷺ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

رہے اور جب حکمِ جہاد ملا اور قتل و قمع کفار اشرار پر مامور ہوئے تو اس کے لئے آمادہ و تیار ہو گئے بنفس نفیس معرکوں میں شریک ہوتے اور پے در پے صدمے اٹھاتے مگر ایک قدم پیچھے نہ ہٹاتے اور قدم بقدم آپ کے بھائی و داماد وصی امیر المومنین علیؑ تھے کہ ایک وقت مامور بجہاد ہو کر بڑے بڑے سرکشوں کے سروں کو تہ تیغ کھینچتے اور مرحب جیسے جوان و عمرو بن عبدود سے پہلوان کو خاکِ ہلاک پر ڈالتے تھے۔ اور ناکثین و قاسطین و مارقین سے لڑکر دادِ مردانگی دیتے تھے۔ اور دوسرے وقت شیخین جیسے بہادروں سے کہ کبھی کوئی شجاعت کا کام ان سے سنا نہیں گیا' انواع و اقسام کی ذلتیں اور تکلیفیں جھیلتے تھے' اور دم نہ مارتے تھے۔ مشہور ہے کہ زمانۂ خلافت ظاہری میں جب کہ آپ کوفہ میں رونق افروز تھے خود آنحضرت کے سامنے بعض منافقوں نے یہ اعتراض پیش کیا تھا کہ **مَا بَالُهُ لَمْ يُنَازِعُ اَبَا بَكْرٍ وَ عمر وعثمان كمانَا زَعَ طلحه وَ زُبير** کہ اس کا کیا سبب ہے کہ حضرت جیسے طلحہ زبیر کے ساتھ جنگ و جدل پیش آئے ثلثہ کے ساتھ کیوں نہ پیش آئے' حضرت نے یہ سنا تو منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ بلیغ اس مقدمے میں ارشاد کیا۔ فرمایا ایہا الناس میں نے سنا ہے کہ تم ایسا اور ایسا کہتے ہو بہ تحقیق کہ مجھ کو ابتدا میں صبر کرنے اور یہ جنگ و جہاد پیش نہ آنے میں سات پیغمبران مرسل سے اقتدا ہے اول ان سے حضرت نوح ہیں کہ حق تعالیٰ قرآن میں خبر دیتا ہے کہ انہوں نے کہا **رَبِّ اَنِّی مَغْلُوبٌ فَانتصر** پروردگارا میں غلبہ کفار میں دبا ہوا ہوں میری نصرت کر۔ اگر کہو نوح مغلوب نہ تھے تو اس میں تکذیبِ قرآن ہے جو باعثِ کفر ہے اگر وہ حضرت مغلوب تھے تو میں بھی مغلوب رہا' اور جائے اعتراض نہیں۔ دوسرے ابراہیم علیہ السلام کہ انہوں نے فرمایا **واعتزلكم وما تدعون من دون الله** کہ میں تم سے اور جن بتوں کو تم سوائے خدا کے بلاتے اور ان کو پوجتے ہو کنارہ کش ہوتا ہوں اور عزلت اختیار کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم کفار کے خوف سے بابل چھوڑ کر فارس کے پہاڑوں میں چلے گئے تھے اور سات سال وہاں سرگرداں رہے۔ حتیٰ کہ آذر بت تراش مر گیا اس وقت بابل میں آکر بتوں کو توڑا اور آتش نمرود آنحضرت پر سرد ہوئی پس حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اگر تم کہو کہ ابراہیم نے بغیر اس کے کہ آنحضرت کو کچھ صدمہ امت سے پہنچا ان سے اعتزال کیا تو کافر ہو گئے اور جو صدمہ و مصیبت کے سبب سے وہ حضرت کنارہ کش ہوئے تو وصی تھے یعنی خود وہ حضرت معذور تر تھے۔ **تیسرے** ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی لوط پیغمبر کہ اپنی قوم سے کہتے تھے **لو ان لی بكم قوة اواوی الی ركن شديد** کہ کاش مجھ کو تمہارے ساتھ مقابلے کی قوت ہوتی یا کوئی مضبوط جائے پناہ ملتی یعنی کنبہ و قبیلہ رکھتا ہوتا کہ ان کی مدد سے تم کو دفع کرتا۔ پس اگر کہو کہ وہ ان کے دفعیہ پر قادر تھے تو کافر ہو گئے ورنہ وصی معذور تر ہے۔ چوتھے ان سے یوسف علیہ السلام ہیں کہ کہتے تھے۔ **رب السجن احب الی مماتد**

عونني اليه اے پروردگار میرے، زندان میرے نزدیک محبوب تر ہے اس کام سے کہ جس کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلاتی ہیں، پس اگر کہو کہ عورتوں کے مکروفریب سے تنگ آ کر انہوں نے یہ دعا نہیں کی تھی، تو اس میں تکذیبِ قرآن ہے' اور عجز اور تنگی کی صورت میں میرا عذر واضح ہے۔ **پانچویں** موسیٰ بن عمران ہیں کہ انہوں نے فرعون سے کہا تھا **ففررت منكم لما خفتكم** کہ میں تم سے بھاگ گیا تھا جب کہ تم سے خائف ہوا تھا۔ پس اگر کہو کہ موسیٰ نے بلا خوف فرار کیا تھا تو یہ خلافِ قرآن ہے' اور خوف کھا کر بھاگنے میں میرا بھی یہی عذر ہے۔ **چھٹے** ہارون ہیں کہ انہوں نے موسیٰ سے اپنی قوم کی شکایت کی **يا ابن ام ان القوم استضعفوني وكادو يقتلونني** اے برادر اس قوم نے مجھ کو ضعیف کر دیا اور قریب تھا کہ قتل کریں میرے تئیں' اگر کہو ایسا نہ تھا اور حضرت ہارون نے دروغ کہا' تو کفر تم پر لازم آتا ہے' اور جو راست ہے تو میرا عذر بھی لائق پذیرائی ہے۔ **ساتویں** حضرت خاتم المرسلین محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں کہ بخوفِ کفار غار میں چھپے' اگر کہو کچھ خوف آنحضرت کو نہ تھا تو بوجہ ارتکاب کذب بر انبیاء' کفر لازم آتا ہے اور اگر قائل ہو کہ خائف تھے اور بوجہ خوف اس کے سوا چارہ نہ رکھتے تھے' تو ان کا وصی معذور تر ہے۔ حاضرین یہ کلام بلاغت نظام آنحضرت سے سن کر اٹھ کھڑے ہوئے' اور عرض کی یا امیر المومنینؑ حق بجانب آپ کے ہے' جو کچھ آپ فرماتے ہیں' لاریب و درست ہے۔ اور متواترات سے ہے کہ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے آنحضرت کو وصیت کی تھی اگر ناصر و مددگار ملیں تو جنگ کریں ورنہ صبر فرمائیں' یہی وجہ ہے کہ حضرت مکرر فرماتے تھے کہ اگر چالیس مرد میرے ساتھ ہوتے تو ان پر جہاد کرتا اور منقول ہے کہ بوقتِ بیعت جب ابوبکر و عمر نے کہا اگر بیعت نہ کرو گے تو قتل کئے جاؤ گے حضرت نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور تین مرتبہ فرمایا **اَللّٰهُمَّ اشهد** پروردگارا گواہ رہنا کہ شرائط جہاد میرے لئے جمع نہیں ہوئیں' جو کچھ کرتا ہوں مجبوری ہے۔ **نہج البلاغہ** میں ہے **فنظرت فاذا ليس لي من معين الا اهل بيتي فضنت بهم عن الموت فاغضيت على قذىٰ وشربت على الشجى وصبرت على اخذ الكظم وعلى امر من طعم العلقم** یعنی پس نگاہ کی اور دیکھا میں نے تو کوئی میرا مددگار نہ تھا' بجز میرے اہل بیت کے' پس مجھ کو دریغ آیا کہ ان کو موت کے حوالے کروں' پس میں نے خس و خاشاک کے ساتھ آنکھیں بند کیں اور جرعہ غم نوش کیا اور غصہ کے ضبط کرنے اور علقم (۱) تلخ کا ذائقہ چکھنے پر صبر کیا۔ زرارہ بن اعین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کس لئے امیر المومنینؑ نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت

---

(۱) علقم بروزن جعفر حنظل و ہر چہ تلخ باشد و درخت تلخ مزہ کنایۃً تلخ و آب سخت تلخ ۱۲۔ منتہی الادب۔

نہ کیا اور کیوں اپنے دشمن پر تلوار نہ اٹھائی' حضرت نے فرمایا اس خوف سے کہ مرتد نہ ہو جائیں' اور رسالتِ محمدؐ کی گواہی سے باز رہیں اور صدقہ بن مسلم نے عمر بن قیس ناصر سے حضرت علیؑ کے گھر میں بیٹھ رہنے کی نسبت استفسار کیا تو اس نے کہا' علیؑ اس امت میں جملہ فرائض خدا سے ایک فریضہ تھے' کہ رسولؐ خدا نے مثل دیگر فرائض نماز روزہ وغیرہ کے ان کو امت تک پہنچا دیا' فرائض کو یہ ضرور نہیں کہ اپنی طرف کسی کو دعوت کریں' خلقت کا فرض ہے کہ ان کو اجابت کرے' پس اگر وہ حضرت گھر میں بیٹھ رہے تو خلائق نے ان کو ترک کیا' تو معذور ہیں' ان پر فرض تھا کہ ان کو باہر لاتے اور اس مقام پر جس پر رسولؐ اللہ نے نصب کیا تھا' وضع فرماتے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس جواب کو پسند کیا۔ **مولف کہتا ہے** کہ یہ جواب ماخوذ ہے حدیثِ پیغمبرؐ سے کہ فرمایا **یا علیؑ مثلك مثل حبة توتی ولا تاتی** کہ اے علیؑ تیری مثال مثل کعبہ کے ہے کہ تیرے پاس لوگ آئیں' تجھ کو ضرورت نہیں کہ کسی کے پاس جائے۔ **نیز** منقول ہے کہ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیوں علی علیہ السلام نے امتناع نہ کیا' اور اپنے دشمنوں کو دفع نہ فرمایا آپ نے ارشاد کیا کہ پشتِ منافقین میں کچھ ودائع خدا تھیں' پس حضرت نے اس وقت تک جہاد نہ کیا جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ چکیں' جس وقت ان سے علیحدہ ہولیں تو ان سے جنگ کرنا تھا' جنگ کی اور قتل فرمایا۔ **جواباتِ شیخ مفید علیہ الرحمۃ: نقل ہے** کہ کسی نے شیخ مفید علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ علی علیہ السلام کس واسطے ثلثہ کا عطیہ لیتے تھے' اور کیوں ان کے پیچھے نماز پڑھی' اور کاہے کو ان کی جنگ میں اسیر کی ہوئی عورتوں سے وطی کی۔ اور کس لئے ان کی مجالس میں بیٹھ کر حکم کرتے تھے۔ شیخ نے جواب دیا۔ آنحضرت کا ان کے عطیات کو قبول کرنا' پس وہ آپ کا حق تھا جس قدر اس سے ہاتھ آیا' حق بہ حقدار رسید باقی غاصبوں کے ہاتھ میں مغصوب رہا۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا' پس آپ امامِ برحق تھے جس نے آنحضرت پر تقدم کیا' اس کی نماز باطل ہوئی' لیکن ان کے اسیروں سے متمتع ہونا' ہم اس کو نہیں مانتے کیوں کہ بروایت شیعہ' خولہ مادر محمدؐ حنفیہ کو محمدؐ بن مسلم حنفی نے آنحضرت کے ساتھ تزویج کیا تھا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ عمر خطاب نے اپنے عہدِ خلافت میں جب ان اسیروں کو واپس لیا تو خولہ کو نہیں لیا' اگر وہ بھی بہ مِلکِ یمین تصرف میں آئی ہوتی تو اس کو واپس لیتے' علاوہ بریں اگر بملکِ یمین متصرف ہوتی' تب بھی آنحضرت کے لئے مباح تھا اس لئے کہ ابوبکر نے جن لوگوں کو اسیر کیا وہ بقول تمہارے منکرِ رسالتِ پیغمبرؐ کافر مطلق تھے' پس ہر ایک کو ان کے ساتھ وطی جائز تھی' ہر چند کہ یزید یا زیاد ہی ان کو قید کرتا۔ البتہ یہ اعتراض اس وقت درست ہوتا کہ یہ لوگ منکرِ امامت آنحضرت کے ہوتے اور پھر امیر المومنینؑ ازروئے ملکِ یمین ان کی عورات پر تصرف فرماتے' لیکن ان کی مجالس میں شریک ہو کر حکم کرنا' پس اگر آنحضرت کو قدرت ہوتی کہ تمام احکام آپ جاری کریں' اور ان کو ایک قضیہ میں بھی حکم نہ کرنے دیں' تو وہ البتہ ایسا

کرتے' کیوں کہ حکومت صرف آپ کے لئے تھی کہ آپ حاکمِ شرعی تھے نہ کہ وہ لوگ۔ اور علیؑ بن میثم سے پوچھا کہ علی علیہ السلام نے کس لئے ان کے پیچھے نماز پڑھی' کہا وہ ان کو بمنزلہ ستون مسجد کے سمجھ لیتے تھے' کہا عثمان کے آگے ولید بن عقبہ کو کیوں حد لگائی' کہا اس لئے کہ اجرا حدود آنحضرت کے لئے تھا اور آپ کا کام تھا' جس طرح پر ممکن ہوتا تھا اس کو اجرا کرتے تھے کہا ابو بکر وعمر کو کیوں مشورہ دیتے تھے' کہا تا کہ احکام خدا کو احیا کریں' چنانچہ یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر کو اس لئے مشورہ دیتے تھے بہ تحقیق کہ ملک وحکومت آنحضرت کے لئے تھی' جہاں تک ممکن ہوتا تھا خود مصالح خلقت کا اظہار کرتے' ورنہ دوسروں کے ذریعہ اس کو ظاہر فرماتے تھے تا کہ حتی المقدور احیا امر خدا بجالائیں' کہا شورے میں کس لئے شریک ہوئے کہا تا کہ اپنی حجتوں کے بیان کرنے کا موقعہ ملے' اور اگر کوئی منصفانہ مناظرہ کرنا چاہے تو اس پر اظہارِ غلبہ ہو سکے اور مدعیوں پر ان کے دعوؤں کا بطلان روشن ہو جائے' چنانچہ منقول ہے کہ حضرت اس روز فرماتے تھے **الیوم ادخلت فی باب اذا انصفت فیه وصلت الی حقی** کہ آج میں اس دروازہ میں داخل ہو گیا ہوں کہ اگر انصاف کیا جائے تو اپنے حق کو پہنچ جاؤں یعنی ابو بکر نے بروز سقیفہ استبداد کیا' اور مجھ کو مشورے میں شریک تک نہ کیا۔ **بعض مہاجرین وانصار کا غاصبینِ خلافت کے خلاف احتجاج:** علامہ طبرسی علیہ الرحمہ کتاب احتجاج میں روایت کرتے ہیں کہ ابان بن تغلب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی' یا ابن رسولؐ اللہ فدا ہوں آپ پر' اصحابِ رسولؐ اللہ میں کوئی بھی ایسا تھا جس نے ابو بکر کے غصب خلافت کرنے اور ناحق ناروا آنحضرت کے مقام پر بیٹھ جانے پر ردّ وانکار کیا ہو' آپ نے فرمایا ہاں' بارہ اشخاص نے مہاجر وانصار سے اس پر انکار کیا اور عین اس وقت جب کہ وہ منبر رسولؐ اللہ پر بیٹھے تھے اس طرح کے کلام کر کے حجت تمام کی ان کے نام یہ ہیں۔ خالد بن سعید بن عاص اموی، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود کندی۔ عمار یاسر و بریدہ اسلمی چھ مہاجرین سے اور ابو الہیثم بن مہنان وسہل بن حنیف وعثمان بن حنیف وخزیمہ بن ثابت ذی الشہادتین۔ وابیؑ بن کعب وابو ایوب' انصار سے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ بعض روایات میں بجائے سعید بن عاص کے عمر بن سعید اس کا بھائی مذکور ہے۔ یہ دونوں بھائی مکہ میں مسلمان ہو کر حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے اور بروزِ خیبر جعفر طیار کے ساتھ مدینہ میں آئے تھے' اور خالد وعمر و آبان ابنائے سعید تینوں سعادت مند مخلصان وشیعیان امیر المومنینؑ سے تھے باوجودیکہ بنی امیہ سے تھے' اور اس موقع پر ظاہر ہے کہ عمر بن سعید ہی شریک ہوں کیوں کہ حسب تصریح ابن اثیر وغیرہ مورخین خالد قربِ زمانِ وفاتِ رسولِؐ خدا میں مدینہ میں نہ تھے' بلکہ اخذ صدقات کے کام پر یمن گئے ہوئے تھے الا یہ کہ کہیں کہ اس وقت وہاں آ گئے تھے' اور نیز بعض روایات میں ابی بن کعب کو مہاجرین میں شامل کیا ہے۔ یہ وہم راوی ہے اور نیز عبداللہ بن مسعود کی نسبت مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں لکھتے

ہیں کہ ان کے باقی حالات اس کے خلاف ہیں کہ وہ اس مجمع میں شریک ہوں، بہر کیف ان بارہ اشخاص نے مخالفت ابوبکر پر کمر باندھی اور جمع ہو کر باہم مشورہ کیا، بعض نے کہا کہ جس وقت وہ منبر رسولؐ اللہ پر ہوں جا کر ان کو نیچے کھینچ لیں اوروں نے کہا ایسا کرنا اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے **ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ** کہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، بہتر ہے کہ ہم حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کریں اور جو کچھ وہ حضرت حکم دیں اس پر کاربند ہوں، پس سب کے سب درِ دولت پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا امیر المومنینؑ آپ نے اپنا حق چھوڑا اور جس کار کے لئے آپ اولیٰ واحق تھے اسے ترک کیا، حالاں کہ بہ نصِ رسولؐ اللہ آپ حق کے ساتھ ہیں اور حق آپ کے ساتھ، اور جس طرف آپ رجوع کرتے ہیں حق اسی طرف مائل ہوتا ہے، پس ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ابوبکر کو جب کہ وہ منبر رسولؐ خدا پر بیٹھیں نیچے اتار لیں اس میں حضرت کی کیا رائے ہے حضرت نے فرمایا یہ امر لا کلام محرک جنگ وجدال ہوگا اور اس وقت تم ان کے مقابلے میں اس سے زیادہ نہیں جس قدر کہ کھانے میں نمک ہوتا ہے، یا آنکھ میں سرمہ **ذکرِ ان اسباب کا جن کی وجہ سے عامۂ خلائق حضرت امیر المومنینؑ سے کنارہ کش رہے:** بحار الانوار میں ابوزید نحوی سے نقل کیا ہے کہ اس نے خلیل بن احمد عروضی سے سوال کیا کہ کس لئے ان لوگوں نے علی علیہ السلام کو ترک کیا باوجود اس قرب وقرابت کے کہ وہ رسولؐ اللہ سے رکھتے تھے اور اس رتبہ بلند کے کہ مسلمانوں میں ان کو حاصل تھا اور ان عنادکلفتوں کے کہ حمایتِ اسلام میں آنحضرت نے جھیلی تھیں۔ اس نے کہا قسم بخدا کہ آنحضرت کا نور ان کے انوار پر غالب آیا اور تمام خوبیوں میں سب سے بڑھ گئے **وَالنَّاسُ اِلیٰ اَمْثَالِهِمْ اَمْیَلُ** اور لوگ اپنے امثال کی طرف زیادہ مائل وراغب ہوتے ہیں۔ اور نیز ابوزید نے خلیل سے کہا کہ کیا وجہ تھی کہ اصحابِ رسولؐ اللہ باہم ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا سگے بھائی ایک ماں کے بیٹے ہیں اور علیؑ ان کے درمیان مختلف البطن دوسری ماں سے معلوم ہوتے تھے اس نے کہا وہ حضرت اسلام میں ان سے سابق تھے اور شرف وفضیلت میں ان پر فائق اور علم وحلم وہدایت میں ان سے بڑھ گئے تھے پس انہوں نے ان پر حسد کیا مسلمہ بن نمیل سے پوچھا گیا کہ کیا بات تھی کہ عامہ خلائق نے علیؑ کو چھوڑ دیا تھا حالاں کہ وہ ہر ایک خیر وخوبی میں پائے گاہ عالی رکھتے تھے اس نے کہا اس لئے کہ ان کی آنکھوں کی ضو کوتاہ تھی آنحضرت کے نور کے دیکھنے کی تاب نہ لائی یونس بن حبیب نحوی نے کہا (یہ شخص عثمانی تھا) کہ میں نے خلیل بن احمد سے کہا، ایک مسئلہ پوچھتا ہوں بشرطیکہ اس کو پوشیدہ رکھے، اس نے کہا تیرے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جواب سوال سے زیادہ سخت وغلیظ ہوگا، پس تو بھی اس کو پوشیدہ رکھنا، میں نے کہا ہاں تیری زندگی میں کسی سے نہ کہوں گا، کہا تو پوچھ، میں نے کہا کیا بات تھی کہ اصحاب رسولؐ اللہ باہم ایک ماں کے بیٹے معلوم ہوتے تھے الا

علیؑ بن ابی طالب کہ ایسے علیحدہ گویا سوتیلے بھائی تھے۔ کہا تو نے کہاں سے یہ سوال نکالا‘ میں نے کہا تو جواب کا وعدہ کر چکا ہے‘ کہا تو بھی اخفا کا وعدہ کر چکا‘ کہا ہاں تیری حیات تک‘ اس نے کہا علی علیہ السلام اسلام میں ان سے مقدم تھے اور علم میں فائق‘ اور شرافت میں سابق اور زہد وتقویٰ میں ان پر راجح اور جہاد میں ان سے زیادہ تھے لہٰذا ان پر حسد لے گئے اور خلقت کا دستور ہے کہ اپنی مثل اور جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے بہ نسبت ناجنس کے۔ **مولف** کہتا ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ بنی امیہ اسلامی دنیا پر بری بلا کی طرح چھائے ہوئے تھے اور حضرت امیر المومنینؑ کا نام تک کوئی علانیہ نہ لے سکتا تھا‘ مناقب وفضائل کا تو کیا ذکر، اگر کسی کو روایت میں بھی آپ کا نام لینا ہوتا تو کہتا **قال ابو زینب کذا** کہ ابوزینب نے ایسا اور ایسا کہا اور صریح نام نہ لیتا‘ اور اگر کوئی شیعہ کسی معتبر دوست کے گھر جاتا تو چھپ کر اس سے بات کرتا۔ اور اس کی زوجہ اور غلام تک سے ڈرتا پس ایسے ہی وقت میں یہ سوال وجواب باہم عہد وپیمان کے بعد واقع ہوا کیوں کہ بقول صاحب تاریخ ابن خلکان خلیل مذکور کی وفات ۱۶۰ھ ہجری میں واقع ہوئی اور کل عمر اس کی چوہتر سال کی ہے پس اس کی عمر کا زیادہ حصّہ بنی امیہ کے عہدِ سلطنت میں جنکا خاتمہ موافق مشہور ۱۳۲ھ ہجری میں ہوا ہے گذرا۔ اور نیز ابن خلکان میں ہے کہ خلیل مذکور امام علم نحو تھا اور علم عروض (۱) یعنی علم اوزان شعر کو اس نے اختراع کیا۔ اور وہی استاد سیبویہ نحوی کا ہے اور وہ ایک مرد صالح عاقل حلیم وصاحب وقار تھا‘ ایک مرتبہ عبداللہ بن مقفع اور اس کے درمیان رات بھر باتیں ہوتی رہیں۔ صبح کو جدا ہوئے تو خلیل سے پوچھا گیا کہ تو نے ابن مقفع کو کیسا پایا‘ اس نے کہا ایک مرد ہے کہ اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے‘ ابن مقفع سے جو خلیل کی نسبت دریافت کیا تو اس نے کہا‘ **رایت رجلا عقله اکثر من علمه** کہ میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ اس کی عقل اس کے علم سے زیادہ ہے‘ اور حسن بن فضال نے امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ لوگ حضرت امیرؑ کو چھوڑ کر غیروں کی طرف کیوں مائل ہوتے تھے

---

(۱) یہ شخص پرلے سرے کا ذکی الطبع تیز فہم تھا علم عروض اس نے اپنی تیز ذہنی کی بدولت ایجاد کیا۔ ایک روز بصرہ میں دھوبیوں کے کوچے سے جارہا تھا چنگ ورباب کی مختلف طور کی آوازیں سن کر دل میں کہنے لگا کہ اس سے کوئی ایسا اصول وقاعدہ اخذ کرنا چاہئے جو پہلے کسی کو نہ معلوم ہوا ہو۔ پس علم عروض جیسا کہ شائع ہے وضع کیا۔ ایک اور حکایت اس کی ذکاوت وذہانت کی صاحب مجالس المومنین نے یہ لکھی ہے کہ اس کے زمانہ میں ایک طبیب تھا کہ روشنی چشم کی دوا دیا کرتا تھا اور وہ دوا لوگوں کو بہت نفع دیتی تھی اتفاقاً وہ طبیب مر گیا ایک روز ایک شخص خلیل کے پاس بیٹھا ہوا اس کے مرنے پر افسوس اور اس دوا کی حاجت بیان کر رہا تھا۔ خلیل نے کہا اس دوا سے کچھ باقی ہے کہا نہیں کہا وہ ظرف ہے جس میں وہ دوا بناتا تھا کہا ہاں ہے خلیل نے وہ ظرف منگایا اور ناک کے نزدیک کر کے اس کی دوائیں معلوم کرنے لگا تا اینکہ پندرہ دوائیں دریافت کر لیں پھر ان کی مقدار معین کر کے نسخہ بنا کر لوگوں کو دینے لگا اس سے فائدہ ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا اصل نسخہ طبیب مذکور کی کتابوں میں سے ملا معلوم ہوا کہ اس میں کل سولہ دوائیں تھیں جن میں پندرہ خلیل نے کھرل سونگھ کر دریافت کر لی تھیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

حالاں کہ آنحضرت کا فضل و سابقہ اور حضرت رسولِ خداؐ کے نزدیک آپ کا رتبہ ان کو اچھی طرح سے معلوم تھا فرمایا اس لئے کہ ان کے آباؤ اجداد و اخوان و اولاد و اعمام و اخوال سے بہت سے اشخاص کہ دشمن خدا اور رسولؐ تھے آپ کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوئے تھے پس وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ حضرت ان پر حکمراں ہوں اور اوروں کی طرف سے یہ کینے ان کے دل میں نہ تھے' کیوں کہ انہوں نے رسولؐ خدا کے سامنے ایسے جنگ و جہاد نہیں کئے تھے بدیں وجہ ان سے پھر کر اوروں کی طرف مائل تھے۔ اور عبداللہ بن عمر نے جناب امیر المومنینؑ سے کہا قریش تم کو کیوں کر دوست رکھیں حالاں کہ تم نے بروز بدر و احد ان کے سادات سے ستر سردار ایسے قتل کئے ہیں کہ جن کی ناک ان کے لبوں سے پہلے پانی میں پہنچتی تھی۔ یعنی وہ دراز بینی تھے (یہ عرب کے نزدیک حسن صورت و فخر و شرافت کی علامت ہے) حضرت نے فرمایا **ما ترکت بدر لنا مذیقا ولا من خلفنا طریقاً** کہ بدر نے ہمارے لئے مذیق (۱) نہیں باقی رکھا اور نہ پیچھے کی طرف کو راستہ چھوڑا ہے۔ اور امام زین العابدینؑ سے سوال ہوا کہ کیوں قریش علیؑ سے بغض رکھتے ہیں' فرمایا **ادرد اولھم النار وقلد اخرھم العار** کہ آنحضرت نے ان کے اگلوں کو جہنم میں بھیجا اور پچھلوں پر عیب و عار رکھا۔ اور ابو ہلال عسکری نے کتاب اوائل میں ابوالہیثم میں تیہان کے حال میں لکھا ہے کہ' وہ ایک شخص ہے جس نے ابتداء نبوت رسولؐ اللہ میں سب سے پہلے اپنا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ میں دیا یعنی بیعت عقبہ اول اس نے کی، پھر کہتا ہے کہ اسی ابوالہیثم نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ کہا اور کہا اے امیر المومنینؑ قریش کا حسد تم پر دو وجہ سے ہے' ان کے نیکوکار تمہارے فضل غالب اور درجہ عالی کے خواستگار ہوئے' اور اشرار نے حسد کیا کہ دلوں پر ثقیل و گراں گزرا' اور اعمال کو حبط کیا کیوں کہ انہوں نے تم پر نعماتِ خدا دیکھیں' جن سے کہ تم محظوظ ہو اور وہ محروم ہیں' پس تمہاری برابری کی خواہش پر بس نہ کی' اور تم پر سبقت لے جانا، چاہا پس بعید ہوئی قسم خدا کی ان پر، غایت اور منقطع ہوئی جولا نگاہ' اور جب تمہارے مدارج کو ادراک نہ کر سکے تو اس طرح تمہارے ساتھ پیش آئے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں۔ قسم بخدا کی تم تمام سے زیادہ قریش کے شکر گزاری کے سزاوار تھے کیوں کہ تم نے ان کے نبی کی نصرت کی ان کی حیات میں' اور ان کے حقوق کو ادا کیا ان کی وفات کے بعد' قسم خدا کی کہ ان کی بغاوت ان ہی کو ضرر پہنچائے گی' انہوں نے نکث نہیں کیا مگر بیعتِ خدا کو' اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے اور لیکن ہم گروہ انصار پس ہمارے ہاتھ اور ہماری زبانیں تمہارے ساتھ ہیں' ہاتھ تمہارے ان دشمنوں پر ہیں جو موجود ہیں اور زبانیں ان پر جو

---

(۱) مذیق شیر آب آمیختہ مماذق دوست غیر خالص اور بعض کتب میں بجائے مذیق کے صدیق آیا ہے یعنی بلانے کوئی ہمارا دوست نہیں چھوڑا۔ ۱۲ بحار۔

غائب ہیں **نہج البلاغہ** میں ہے کہ حضرت امیر کبیرؑ سے آپ کے اصحاب میں ایک شخص نے کہ قبیلۂ بنی اسد سے تھا سوال کیا **کیف دفعتکم عن هذا المقام وانتم احق به** کہ تمہاری قوم نے تم کو اس مقام (خلافت) سے کیوں دفع کیا حالاں کہ تم سب سے زیادہ اس منصب کے لئے احق و اولی ہو۔ چوں کہ یہ سوال ایام صفین میں عین موقعہ جنگ پر کیا تھا فرمایا' اے اخو بنی اسد تو سخت پُر اضطراب اور نہایت بے تاب ہے موقع و محل کو نہیں دیکھتا تاہم حرمت مصاہرت (۱) رکھتا ہے اور حق مسئلت مجھ کو حاصل ہے پس سن' کہ ہم باوجودیکہ اعلیٰ نسب اور حضرت رسولؐ خدا سے سب سے زیادہ اقرب ہیں' مگر ان لوگوں نے دندان طمع تیز کئے اور ہمارا حق ہم سے مسلوب و مغصوب کر لیا پس ہم خاموش ہو گئے' اور انصاف اس کا خدا کے حوالہ کیا وہ سبحانہ بروز قیامت ضرور اس کی داد دے گا۔ پس تو اس ظلم و زیادتی یا چوری و ڈکیتی کو جو کچھ کہہ ہے جانے دے **فدع (۲) عنك نهبا صيح في حجراته** یعنی اس غارت و لوٹ کے ذکر کو ترک کر' جس کا گرد و نواح میں شور و غوغا ہو چکا ہے' اس وقت جو خطب بزرگ پسر ابوسفیان کا درپیش ہے اس کی بابت سوال کر' مجھ کو بار بار رونے کے بعد اس پر ہنسی آتی ہے۔ طرفہ ماجرا ہے اور غریب واقعہ' قسم بخدا کہ ان لوگوں نے ایک طرف سے نورِ خدا کے مٹانے اور اس کے سرچشمہ کو ایک سرے سے بند کرنے کی دل میں ٹھان لی ہے' کہ یوں شر و فساد و ظلم و بیداد پر تل گئے' پس اگر یہ شور و شر فرو ہوا تو میں خلقت کو خالص حق پر لے آؤں گا' ورنہ معاملہ دگر گوں ہو تو **لاتذهب نفسك عليهم حسرات** تیرا دل ان پر حسرت و افسوس نہ کرے' **والله عليمٌ بما**

---

(۱) خدمت مصاہرت یہ کہ زینب جحش زوجہ رسولؐ خدا قبیلہ بنی اسد سے تھیں اور قطب راوندی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ خود آنحضرت نے ایک نکاح بنی اسد میں کیا تھا مگر ابن ابی الحدید اس کو نہیں مانتا۔

(۲) یہ پہلا مصرعہ امرءالقیس مشہور شاعر کے شعر کا ہے دوسرا مصرعہ اس کا یہ ہے **ولكن حديثا ما حديث الرواحل** یعنی تو اس دُزدی و غارت کے ذکر کو چھوڑ دے جس کا شور و غل اس کے محل و مقام پر ہو چکا ہے' لیکن اس وقت شتران راحلہ (۱) کا ذکر کر۔ اور قصہ اس کا اس طرح پر ہے کہ امرءالقیس اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد قبائل عرب میں پھرتا تھا' پس وہ خالد بن سدوس نہائی کے یہاں پناہ گیر ہوا۔ اس وقت بنی جذیلہ اس پر دوبارہ چڑھ آئے' اور اس کے اونٹوں کو چراگاہ میں سے لے کر رفو چکر ہوئے' امرءالقیس کو یہ حال معلوم ہوا تو اس کی شکایت خالد سے کی' خالد نے کہا تو اپنے شتران راحلہ مجھ کو دے کہ ان پر چڑھ کر تیرے تمام اونٹ پھرا لاؤں' یہ کہہ کر سوار ہوا تا انیکہ ان کے پاس جا پہنچا اور کہا اے بنی جذیلہ یہ تم میرے ہمسایہ کے اونٹ لے آئے' انہوں نے کہا وہ تیرا پڑوسی نہیں' کہا البتہ میرا پناہ دادہ ہے چنانچہ یہ شتران راحلہ اسی کے ہیں جن پر میں سوار ہوں' پس وہ پلٹے اور خالد سے وہ اونٹ بار برداری بھی چھین لے گئے اور بقولے خود خالد ہی یہ شتران رداحل لے کر چنت ہو گیا تھا' بہرحال امرءالقیس کو اس دوسرے نقصان کا حال معلوم ہوا تو اس نے قصیدہ کہا جس کا اول شعر یہ ہے۔ امیر المومنینؑ نے خلفا ثلثہ کے معاملے کو امرءالقیس کے پہلی بار اونٹ لے جانے اور معاویہ کی سرکشی کو اس کی دوبارہ کی غارت سے تشبیہ دی اور یہ مصرعہ پڑھا۔۱۲۔

یَصْنَعُوْنَ اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں۔ نیز بحار میں شعبی سے منقول ہے کہ اس نے کہا ہم نہیں جانتے کہ علیؑ بن ابی طالب کے بارے میں کیا کریں' اگر ان کو دوست رکھتے ہیں تو فقیر اور محتاج ہوتے ہیں اور جو ان سے بغض و عناد کرتے ہیں تو کافر ہوتے ہیں' اور نظام نے کہا کہ علیؑ متکلم کے واسطے ایک مصیبت ہیں، اگر ان کا حق پورا کرتے ہیں تو غالی بنتے ہیں، اور جو اس میں کمی کرتے ہیں تو یہ اسارت اور بدی ہے اور درمیانی مرتبہ دقیق و باریک ہے۔ ابوالعینا نے علی ابن جہم سے کہا کہ تو علی علیہ السلام کو اس لئے دشمن رکھتا ہے کہ وہ حضرت فاعل و مفعول دونوں کو قتل کرتے تھے' اور تو ایک ان میں سے ہے' اس نے کہا تو مخنث ہے ابوالعینا نے کہا فَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ یعنی تو ہمارے لئے مثال لایا اور اپنی خلقت کو فراموش کیا یعنی کہ مُخنث آپ ہے' کہتا ہم کو ہے' رجال کشی میں ہے کہ احمد بن حنبل امیر المومنینؑ سے اس لئے عداوت رکھتا تھا کہ آنحضرت نے بروز نہروان اس کے دادا ذی الثدیہ کو قتل کیا تھا۔ اور مبرد کامل میں کہتا ہے کہ اصمع بن مطہر اصمعی کے دادا کے امیر المومنینؑ نے چوری کی علت میں ہاتھ کاٹے تھے' اس لئے اصمعی آنحضرت سے عداوت رکھتا تھا' پس اس صورتؑ میں تم کو آمادۂ جنگ و جہاد ہونا چاہیے، اس میں شک نہیں کہ مجھ کو مایہ اس شورش کا جان کر میرے قتل و ایذا کے درپے ہوں گے' بروایتے حضرت نے فرمایا تم ایسا کرو گے تو وہ تلواریں لے کر آمادۂ رزم و پیکار ہوں گے' جیسا کہ پہلے کر چکے ہیں' کہ مجھ کو مقہور و مغلوب کر کے گھر سے نکالا اور کہا بیعت کرو ورنہ قتل کریں گے' پس مجھ کو چارہ نہ رہا بجز اس کے کہ ان کو اپنے سے دفع کروں۔ بہ تحقیق کہ مجھ کو رسولؐ اللہ نے خبر دی ہے کہ اے ابوالحسن امت تیرے ساتھ غدر و بے وفائی کرے گی' اور جو عہد مجھ سے کیا ہے اسے توڑ دے گی اور چوں کہ تو مجھ سے بمنزلۂ ہارون کے ہے موسیٰ سے' پس یہ لوگ میرے بعد تجھے چھوڑ کر گوسالہ پرستی کریں گے' پس میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھ کو اس وقت کیا کرنا چاہیے' فرمایا اگر مددگار ملیں تو جہاد کر ورنہ حفظِ نفس لازم ہے تا وقتیکہ مظادم و ستمر سیدہ میرے پاس آئے پس آنحضرتؐ نے وفات پائی تو میں ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوا' آپ کے دفن سے فارغ ہو کر قرآن جمع کرنے لگا' اس کے بعد فاطمہؑ و حسنینؑ کو ہم راہ لے کر سابقین اسلام و اہل بدر کے گھروں پر جا کر معاونت طلب کی مگر سوائے ان چار شخصوں سلمانؓ' اباذرؓ' مقدادؓ' و عمارؓ یاسر کے کسی نے قبول نہ کیا' پس میری حجت ان پر تمام ہوئی' اب جب کہ تم لوگوں نے ان کا بغض و عداوت خدا اور رسولؐ اور ان کے اہل بیت کے ساتھ معلوم کر لیا' اور جان گئے کہ ان کے دلوں میں کینے بھرے ہوئے ہیں' تو اس ارادہ کو ترک کرو، ہاں جو کچھ رسولؐ اللہ سے میرے بارے میں سنا ہے اس کو ان کے سامنے بیان کرو' تا کہ حجت ظاہر ہو اور ان کے لئے عذر کی گنجائش نہ رہے' اور یہ باعث ان کی دوری

(۱) راحلہ شتر قوی کہ سفر کی طاقت رکھے اور بوجھ اٹھا سکے یا وہ شتر کہ نجیب و کامل الاوصاف ہو۔ ۱۲ منتہی الادب۔

کا ہو، خدا اور رسولؐ سے۔ پس جمعہ کا دن تھا اور رسولؐ خدا کی وفات کو پانچ روز گزر رہے تھے کہ یہ لوگ مسجد پیغمبرؐ میں جا کر منبر کے گرد اگرد بیٹھ گئے اتنے میں ابوبکر منبر پر گئے، انصار نے مہاجرین کو اشارہ کیا کہ تقدیم تم کو کرنی چاہئے' اس لئے حق تعالیٰ نے قرآن میں تم کو مقدم کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے **لَقَدْ تَابَ اللّٰه بالنَّبِی علی المھَاجِرِیْنَ وَالا نصار** یعنی توبہ قبول کی اللہ نے مہاجرین وانصار کی بہ طفیل اپنے نبی کے۔ ابان نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ عوام اس آیہ کو اس طرح نہیں پڑھتے' فرمایا اور کس طرح پڑھتے ہیں' کہا یوں پڑھتے ہیں **لقد تاب اللّٰه علی النبی والمھاجرین والانصار** کہ حق تعالیٰ نے توبہ پیغمبرؐ کی اور مہاجرین وانصار کی قبول کی' فرمایا وائے ہو ان پر' نبی نے کیا گناہ کیا تھا کہ ان کی توبہ قبول کرتا اور لوگوں کی توبہ ان کے طفیل سے قبول ہوئی، نہ کہ انہوں نے توبہ کی۔ **القصہ** بحکم آیہ شریفہ مہاجرین نے سبقت کی اور سب سے **اول خالد بن سعید اٹھے**۔ روایت ہے کہ یہ لوگ بروز وفاتِ رسولؐ خدا مدینہ میں موجود نہ تھے ابوبکر کے خلیفہ ہو لینے کے بعد آئے تھے' اور یہ بزرگانِ مجلس رسولِ خدا اور اعلام مسجد آنحضرت سے تھے' پس خالد نے کہا اے ابوبکر تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے بروز بنی قریظہ جب کہ ہم آنحضرت کے گرد و پیش جمع تھے اور علیؑ نے دس آدمی بزرگان وشرفا کفار سے قتل کئے تھے' ہم کو خطاب کر کے فرمایا اے گروہ مہاجرین وانصار میں تم کو وصیت کرتا ہوں اسے یاد رکھو **الا ان علیؑ ابن ابی طالب امیر کم بعدی وخلیفتی فیکم بذٰلك اوصانی ربی** آگاہ رہو کہ علیؑ بن ابی طالب میرے بعد تمہارے امیر اور میرے خلیفہ وجانشین ہیں تم پر' میں بحکم خدا تم کو یہ کہتا ہوں بہ تحقیق کہ اگر میرا کہنا نہ مانو گے اور ان کی نصرت ویاری سے ہاتھ اٹھاؤ گے تو تمہارے احکام مختلف اور تمہارا دین خراب ہو جائے گا' اور تمہاری سلطنت اشرار کے ہاتھ میں چلی جائے گی' آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت میرے بعد وارثِ خلافت اور فرمانروائے امت ہیں' پروردگارا جو کوئی ان کی اطاعت کرے اور میری وصیت کو ان کے حق میں یاد رکھے' اس کو میرے ساتھ میرے زمرہ میں محشور کر' کہ نعماتِ آخرت سے بہرور ہو' اور جو ان کی مخالفت کرے اس کو بہشت سے محروم فرما۔ عمر خطاب نے کہا خاموش رہ اے خالد کہ تو اہل مشورت سے نہیں' نہ ان لوگوں میں ہے جن کی رائے کی پیروی کی جاتی ہے' خالد نے کہا تو خاموش رہ اے پسر خطاب تو اوروں کی زبان سے کلام کرتا ہے قسم بخدا کہ قریش کو معلوم ہے کہ تو حسب میں لئیم' منصب میں پست ودنی اور قدر میں خسیس ہے' نہ ناموری وشہرت میں حصہ رکھتا ہے' نہ راہِ خدا میں کچھ شدت وعنا کھینچا ہے' اسی طرح لڑائیوں میں بزدل' خرچ اموال میں بخیل ہے' قریش میں کوئی فخر وفضیلت نہیں رکھتا' اور جنگ میں کوئی ذکر مشہور نہیں' اور تیری مثال اس معاملے میں شیطان کی مثال ہے۔ **اذ قال للانسان اکفر فلما کفر فقال انی برئ' منك انی اخاف اللّٰه رب العالمین**

فکان عاقبتھا انھما فی النار خالدین فیھا وذٰلک جزاء الظلمین جب کہ اس نے انسان سے کہا کہ کفر اختیار کر' جب اس نے کفر اختیار کیا' تو کہا میں تجھ سے بےزار ہوں' بہ تحقیق کہ میں خدائے عالمین سے ڈرتا ہوں۔ پس انجام دونوں کا یہ ہوا کہ وہ جہنم میں ہوں گے' ہمیشہ کے لئے اور یہی ہے جزا اور بدلا ظالموں کا' یہ سن کر عمر بند ہو گئے اور خالد بیٹھ گئے۔ اس کے **بعد سلمان اٹھے'** اور وہ پہلے انکار بیعت میں اپنی گردن پر چوٹ کھا چکے تھے اور اول فارسی میں کہا'' کردید و نہ کردید و دانند کہ چہ کردید'' بعد ازاں عربی میں کلام کیا' جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے ابوبکر جب تجھ سے کوئی سوال کرے جس کو تو نہ جانتا ہو تو کس سے پوچھے گا' اور اگر مشکل آن پڑے تو کس کی طرف پناہ لے جائے گا اور کیا عذر کرے گا' اس میں کہ تو نے اس شخص پر پیش قدمی کی ہے جو علم میں تجھ سے زیادہ' اور قرابت میں رسولؐ اللہ سے نزدیک تر ہے اور قرآن و حدیث کی تاویل کو بہتر جانتا ہے' حضرت رسولِ خدا نے اپنی حیات میں اس کو مقدم کیا ہے، اور وفات کے بعد کے لئے تم کو وصیت فرما گئے ہیں' پس تم نے ان کی وصیت کو بھلا دیا اور ان کے عہد کو شکست کیا' اور لشکر اسامہ میں نہ جانے سے آنحضرتؐ کی صریح و صاف مخالفت کی' کہ وہ امور تم سے سرزد ہوئے کہ جن کے اندیشہ سے تم کو رسولؐ خدا نے اس میں مقرر کیا' اور مدینہ سے نکالنا چاہا تھا۔ پس اے ابوبکر بہت جلد تیری زندگی تمام ہو جائے گی اور اس وبالِ عظیم کا بوجھ سر پر لئے قبر کے گڑھے میں جانا ہوگا' توبہ کر توبہ اور حق کو حق دار کے حوالے کر' کہ اس صورت میں اس روز جب کہ تیرے یہی اعوان و انصار تجھ کو گور کے سپرد کر آئیں گے' امیدِ نجات ہے بہ تحقیق کہ تو نے علیؑ کے بارے میں وہی سب کچھ دیکھا اور سنا ہے' جو کہ ہم نے دیکھا اور سنا ہے مگر اس نے تجھ کو اس سے باز نہ رکھا' جو کام تو نے اختیار کیا ہے' پس خدا سے ڈر اور دینِ خدا میں رخنہ ڈالنے اور مسلمانوں کے کام میں خلل و خرابی پیدا کرنے سے پرہیز کر **فَقَدْ اَعْذَرَ مَنْ اَنْذَرَ** بہ تحقیق کہ جس نے ڈرایا اور خوف دلایا اس نے اپنا عذر پورا کر دیا'

سلمان نے اپنا کلام ختم کیا تو ابوذر اٹھے: اور کہا اے معشر قریش تم نے بہت برا کام کیا کہ قرابت رسولؐ اللہ کا پاس و لحاظ نہ کیا' قسم بخدا کی اب عرب سے ایک جماعت مرتد ہو جائے گی' اور ان کے عقائد میں شکوک و شبہات داخل ہوں گے' اگر اس امر کو اہلِ بیت پیغمبرؐ سے مخصوص رکھتے تو دو تلواریں باہمی مخالفت پر میان سے نہ نکلتیں' قسم بخدا کہ اب یہ خلافت خلافتِ پیغمبرؐ نہ رہے گی جو چاہے گا بہ قہر و غلبہ اس پر متصرف ہو جائے گا' اور وہ لوگ اس کی طمع کریں گے جو مطلق اہلیت نہ رکھتے ہوں گے' اور اس کی طلب میں خونریزیاں واقع ہوں گی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا **فکان کما قال ابوذرؓ** ویسا ہی ہوا جیسا کہ ابوذر نے کہا تھا' کہ معاویہ و یزید وغیرہ فساق و فجار بنی امیہ و بنی عباس تک اس پر متصرف ہوئے یہ صرف اسی روز کی کاروائی کا نتیجہ تھا۔ پس ابوذر نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ امر خلافت

میرے بعد علیؑ کے لئے ہے' پھر حسنؑ کے لئے پھر حسینؑ کے لئے بعد ازاں میری ذریت طاہرہ کے واسطے' پس تم نے قول پیغمبر کو پس پشت ڈالا اور جو عہد آنحضرتؐ سے کیا تھا اس کو بھول گئے' اور دنیا طلب کی اور آخرت باقی کو جس کا شباب پیری سے نہیں بدلتا' جس کی نعمات میں زوال کو راہ نہیں' جس میں نہ غم ہے نہ موت' دنیائے فانی اور ناچیز کی عوض بیچ ڈالا' ٹھیک اسی طرح پر جیسے کہ امم سابقہ اپنے نبیوں کے بعد کافر ہو گئے اور دین میں تغیر و تبدل کیا' پس عنقریب ہے کہ جو تم نے کیا ہے اس کا مزہ چکھو اور اپنے فعلوں کا بدلا پاؤ **وَمَا اللّٰهُ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْد** اور اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں' **ان کے بعد مقداد بن اسود اٹھے** اور کہا اے ابوبکر ظلم و ستم سے باز آ' اور اس معصیت سے تائب ہو' اور گھر میں بیٹھ کر اس پر گریہ و بکا کر' اور یہ امر اس کے سپرد کر جو اس کے لئے اولیٰ و احق ہے' بہ تحقیق کہ رسولؐ اللہ نے خلافت علیؑ کا تجھ سے اقرار لیا ہے' اور ان کی بیعت تیری گردن میں ہے' اور تم کو جیش اسامہ میں مقرر کیا تا کہ معلوم ہو کہ تو اور تیرا مددگار عمر' خلافت پیغمبر کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اور نیز تم دونوں کو غزوہ سلاسل میں' معدن شقاق و نفاق عمرو عاص کا محکوم کیا' جس کی شان میں یہ آیہ نازل ہوئی **اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ** کہ اے محمدؐ تیرا دشمن ہی ابتر ہے بہ تحقیق کہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ عمرو کے حق میں آئی ہے' باوجود اس کے عمرو کو تم پر امیر مقرر کیا اور اس نے تم سے حفاظت و پاسبانی لشکر کا کام لیا' اب تم پاسبانی سے حکمرانی کرنا چاہتے ہو اور خلیفہ بنتے ہو۔ ہاں اے ابوبکر خدا سے ڈر اور اس بار گراں سے اپنے تئیں سبک دوش کر' قبل اس کے کہ موقع تیرے ہاتھ سے نکل جائے' کہ زندگی میں اور مرنے کے بعد تیری سلامتی اسی میں ہے' دنیائے دوں کا فریفتہ نہ ہو اور قریش اور غیر قریش سے دھوکہ نہ کھا' کیوں کہ عنقریب زندگانی دنیا تمام ہو جائے گی اور تجھ کو جزائے عمل بھگتنا پڑے گا۔ تجھ کو بخوبی معلوم ہے کہ رسولؐ اللہ کے بعد خلافت علیؑ کا حق ہے' اس کے حوالے کر کہ تیرا پردہ فاش نہ ہو اور گناہ ہلکا اور خفیف رہے' قسم بخدا کہ میں نے حق نصیحت ادا کیا' بشرطیکہ تو اس کو سنے اور مانے **والی اللّٰه ترجع الامور** اور سب کاروبار خدا کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ **پھر بریدہ بن الحصیب اسلمی اٹھے** اور کہا **انا للّٰه وانا الیه راجعون** حق کو باطل سے کیا پیش آیا' اے ابوبکر تو بھول گیا یا جان بوجھ کر بھولا بن گیا یا تیرے نفس نے تجھ کو دھوکہ میں ڈالا' اور باطل کو تیری نظر میں آراستہ کیا۔ کیا تجھ کو یاد نہیں رہا کہ رسولؐ اللہ نے اپنے حضور میں علیؑ کو ہم سے امیر المومنینؑ کہلوایا اور حضرت اکثر اوقات فرماتے تھے کہ وہ امیر المومنینؑ و قاتل القاسطین ہیں' اے ابوبکر خدا سے ڈر اور پیشتر اس کے موقع تدارک نہ رہے جلد اس کا تدارک کر' اور اپنے تئیں ہلاکت و تباہی میں نہ ڈال' اور خلافت کو اس کی طرف راجع کر جو تجھ سے زیادہ اس کی لیاقت رکھتا ہے' اور اس میں ذرا دیر نہ کر کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ بہ تحقیق کہ میں نے تجھ کو خالص نصیحت کی اور راہ نجات کو تجھ پر روشن کیا **فلا تکونن**

ظهیرا للمجرمین پس تو اہل جرم وعصیان کا مددگار مت بن۔ بریدہ نے کلام تمام کیا تو عمار یاسر اٹھے اور کہا اے گروہِ مسلمین اور اے جماعت قریش تم اچھی طرح جانتے ہو اور نہیں جانتے تو اب جانو کہ اہل بیت نبی سب سے زیادہ اولیٰ وانسب ہیں ان کی خلافت اور وراثت کے لئے اور دین کے کاموں اور مسلمانوں کی نگہبانی کے لئے، وہ محکم اور استوارترین مردم ہیں، پس ابوبکر کو کہو کہ حق کو اہلِ حق پر رد کرے، پیشتر اس کے کہ تمہاری جمعیت میں تفرقہ اور تمہارے کام میں ضعف وسستی راہ پائے، اور تمہارا دشمن مظفر اور تمہاری پراگندگی ظاہر ہو، اور فتنہ تمہارے درمیان بزرگ ہو، اور تمہارا ائتلاف اختلاف کے ساتھ بدل جائے، اور تمہارے دشمنوں کو تم میں طمع کرنے کا موقع ملے۔ تم خوب جانتے ہو کہ بنی ہاشم اس کار کے لئے تم سے زیادہ شایاں ہیں، اور علیؑ مرتضیٰ بحکم خدا اور رسولؐ تمہارے ولی امور ہیں، تم نے دیکھا ہے کہ رسولؐ اللہ نے تمہارے گھروں کے دروازے مسجد سے بند کر دیئے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا، اور تم میں سے بہت سوں نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی آنحضرتؐ نے انکار کیا اور علیؑ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا، اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں شہر علم وحکمت ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ، جو چاہئے کہ علم حاصل کرے اس کو چاہئے کہ دروازہ کی راہ سے اس تک پہنچے۔ پس تم مشکلات امور میں آنحضرتؐ کے محتاج ہو اور وہ ہر امر میں تم سے مستغنی و بے نیاز ہیں، کیا ہو گیا ہے تمہارے تئیں کہ علیؑ سے منہ موڑتے ہو، اور ان کا حق ہضم کیا چاہتے ہو، اور نعمات دائمی آخرت کو چھوڑ کر زندگانی چند روزہ دنیا کو اختیار کرتے ہو فبئس للظلمین بدلا پس برا ہے بدلا ظالموں کا، پس جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا ہے ان کو عطا کرو، اور اصلا ایک طرف سے پشت نہ پھراؤ ولا ترتدوا علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین اپنے پچھلے پاؤں پر نہ پھرو کہ خائب وخاسر رہو گے۔ عمار یہ کہہ کر خاموش ہوئے تھے کہ ابی بن کعب انصاری اٹھے اور کہا اے ابوبکر جو امر کہ حق تعالیٰ نے دوسروں کے لئے مقرر کیا ہے اس کو انکار نہ کر، اور رسولؐ اللہ کے اور ان کے برگزیدہ اہلِ بیت کے حق میں سب سے پہلے عصیان ونافرمانی عمل میں نہ لا، حق کو صاحبان حق کی طرف واپس کر، کہ سلامتی دنیا وآخرت اس میں ہے، اور ضلالت وگمراہی میں مت رہ تا کہ انجام کار ندامت نہ اٹھائے، اور توبہ کر کہ گناہ تیرے ہلکے ہوں اور جس امر سے حق تعالیٰ نے تجھے خاص نہیں کیا اس کو اپنے لئے مخصوص نہ بنا، اور اس کا وبال اپنے اوپر نہ لے، بہ تحقیق کہ تو عنقریب دنیا سے مفارقت کرے گا اور تیری بازگشت خدا کی طرف ہو گی، وہ سبحانہ تیرے گناہوں پر تجھ سے مواخذہ کرے گا۔ وما ربک بظلام للعبید اور تیرا خدا بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں پس خزیمہ بن ثابت نے اٹھ کر کہا ایہا الناس تم جانتے ہو کہ رسولؐ اللہ نے میری شہادت قبول کی اور اس کو دو گواہوں کے مقام پر رکھا۔ حاضرین نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں خزیمہ نے کہا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے

کہ فرماتے تھے **اهل بیتی یفرقون بین الحق والباطل وهم الائمة الذین یقتدیٰ بهم** کہ میرے اہلِ بیت ہی حق و باطل کے درمیان فرق کریں گے اور وہ امام ہیں جن کی پیروی کی جائے' جو کچھ میں جانتا تھا تمہارے سامنے بیان کیا **وما علی الرسول الا البلغ المبین** رسولؐ اور قاصد پر سوائے بلاغِ ظاہر کے کچھ نہیں۔ اس کے بعد **ابوالہیثم بن التیہان اٹھے اور کہا** میں گواہی دیتا ہوں کہ رسولؐ اللہ نے بروز غدیر علیؑ کو اپنے پاس کھڑا کر کے جو کچھ ان کے حق میں کہنا تھا کہا' تو اس پر جماعتہ صحابہ میں اختلاف ہوا انصار بالا تفاق کہتے تھے کہ حضرتؐ نے آپ کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے' بعض ان کے برخلاف اس کے قائل تھے کہ آپ نے یہ بتلایا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے' پس ہم نے کچھ لوگ رسولؐ اللہ کی خدمت میں بھیجے تھے' انہوں نے جا کر یہ سوال کیا' آپ نے فرمایا انہیں کہہ دو کہ علیؑ امیر المومنینؑ ہے میرے بعد اور تمام سے زیادہ نصیحت کرنے والا امت کا ہے' جو میرے سامنے گذرا تھا میں اس کی گواہی دیتا ہوں **فمن شاء فلیئومن ومن شاء فلیکفر** جو چاہے اس پر ایمان لائے ورنہ کافر ہو جائے **ان یوم الفصل کان میقاتا** بے شک قیامت کا دن معین ہے' جس میں حق و باطل میں تمیز ہو جائے گی۔ **پھر سہل بن حنیف نے کلام شروع کیا** بعد حمد و ثنائے الٰہی و درود بر رسالت پناہی کہا اے معشر قریش میری بات سنو اور اس کو مانو' میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو اس مقام پر (اشارہ کیا طرف روضہ مقدسہ کے) دیکھا کہ علیؑ کا ہاتھ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں تھا اور فرماتے تھے **هذا علیٌ امامکم من بعدی واول من بصافحنی علیٰ فطوبیٰ لمن اتبعه نصره والویل لمن تخلف عنه وخزله** کہ یہ علیؑ تمہارے امام ہیں میرے بعد' سب سے پہلے میرے ساتھ حوض کوثر پر مصافحہ کریں گے۔ پس خوشحال اس کا جو اُن کی پیروی کرے اور مددگار رہو' اور عذاب ہے اس شخص کے لئے کہ ان سے تخلف کرے اور نصرت سے دست بردار ہو۔ **پھر سہیل کے بھائی عثمان بن حنیف** نے کہا ہم نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ کہتے تھے میرے اہل بیتؑ ستارہ ہائے زمین ہیں ان پر پیش قدمی نہ کرو' کیوں کہ والیانِ امت میرے بعد وہ ہیں۔ حاضرین سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا یا رسولؐ اللہ آپ کے اہل بیت سے وہ کون کون اشخاص ہیں جن کی آپ یہ صفت فرماتے ہیں' فرمایا علیؑ اور اس کی اولاد طاہرین' پس حضرتؐ نے دوازدہ امام سے ہر ایک کا نام بتلایا پس اے ابوبکر تو پہلا شخص نہ ہو کہ آنحضرتؐ کی امانت میں خیانت کرے' درانحالیکہ تم واقف اور دانا ہو۔ بعد ازاں **ابوایوب انصاری صاحب منزل رسولؐ اللہ اٹھے اور کہا** اے بندگان خدا خدا کا خوف کرو اور جو کچھ اہل بیت پیغمبرؐ کے لئے خدا کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے اس میں حائل نہ ہو' بہ تحقیق کہ تم نے بھی مختلف اوقات اور متعدد مقامات میں وہی سنا ہے جو کچھ ہمارے ان بھائیوں نے

پیغمبرؐ خدا سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میرے اہل بیت میرے بعد تمہارے امام و پیشوا ہیں اور علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **ھذا امیر البررۃ وقاتل الکفرۃ مخذول من خذلہ ومنصور من نصرہ** کہ یہ امیر ابرار ہے اور قاتل کفر و فجار' اس کا نصرت کرنے والا منصور ہے اور تارک نصرت مخذول۔ پس اس ظلم سے توبہ کرو۔ حق تعالیٰ کی طرف **ان اللہ ھو التواب الرحیم ولا تولوا عنہ معرضین** بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے' اس سے اعراض اور روگرانی نہ کرو۔ **مروی** ہے کہ جب یہ بارہ حضرات اپنی اپنی تقریریں پوری کر چکے تو اوروں کو بھی جرأت ہوئی اور انہوں نے بھی کلام کیے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ابوبکر منبر پر بیٹھے ہوئے تھے یہ تقریریں سن کر مبہوت و حیران رہ گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے اور کہا تو یہ کہا **ولیتکم ولست بخیر کم اقیلونی اقیلونی** میں تم پر والی ہوا ہوں درانحالیکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں' مجھ کو اس خلافت سے نکالو۔ بروایت ابن ابی الحدید وغیرہ (۱) علما اہلِ سنت آپ نے یہ خطبہ اس طرح فرمایا **لست بخیرکم وعلیٌ فیکم** کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں درانحالیکہ علی علیہ السلام تمہارے درمیان ہیں' حضرت امیر علیہ السلام بھی اپنے خطبہٗ شقشقیہ میں اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں **فیا عجبا بینا ھو یستقیلھا فی حیٰوۃ اذ عقدھا الاٰخر بعد وفاتہ** تعجب ہے کہ ابوبکر اپنی زندگی میں تو اپنے تئیں شائستہ خلافت نہ جانتے تھے اور اس سے اقالہ چاہتے تھے' مگر مرنے کے وقت اس کو اور کے لئے یعنی حضرت عمر کے لئے مقرر کر گئے۔ القصہ جب حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو سرِ منبر **اقیلونی** کہتے سنا تو نہایت متردِد ہوئے کہ مبادا کار ہاتھ سے نکل جائے' اور ایسی جگہ خلافت چلی جائے جہاں سے نکلنا مشکل ہو یعنی اہل بیت علیہم السلام تک پہنچ جائے' پس بہت جلد اس کے تدارک کی طرف متوجہ ہوئے اور کمالِ غیظ و غضب میں اٹھ کر کہا **انزل عنھا یالکع** اے لئیم منبر سے نیچے اتر **اذا کنت لا تقوم بجج قریش لم اقمت نفسک ھذا لمقام** اگر تجھ کو قریش کی حجتوں کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی تو کیوں اس جگہ بیٹھا تھا۔ قسم بخدا کہ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھ کو خلافت سے خلع کروں' اور سالم مولائے ابی حذیفہ کو اس مقام پر نصب فرماؤں ابوبکر خاموش اور محزون منبر سے اتر آئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے گھر کو چلے گئے اور فکر مند تھے کہ مبادا کوئی فتنہ برپا ہو تین روز تک مسجد میں آ کر قدم نہیں رکھا اور اسی ادھیڑ بن میں رہے کہ کیا کریں

---

(۱) مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں فرماتے ہیں کہ حدیث استقالہ کو اہل سنت سے طبری نے اپنی تاریخ میں اور بلاذری نے اسباب الاشرف میں اور سمعانی نے فضائل میں اور ابوعبیدہ نے اپنی بعض تصنیفات میں روایت کیا ہے اور فخر رازی نے نہایت العقول میں اس کی صحت میں قدح نہیں کی بلکہ اور ضعیف وجھوں سے اس کی تردید کی ہے اور اس کا کلام اس کی صحت پر حجت کافی ہے۔۱۲

چوتھے روز خالد ولید ایک ہزار جوان لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا' کس نیند میں سو رہے ہو اٹھو' دیکھو بنی ہاشم نے دندان طمع اس کار کے لئے تیز کر لئے ہیں۔ پھر معاذ بن جبل ہزار مرد لے آئے اور سالم مولائے ابی حذیفہ اسی قدر لشکر لے آئے پھر تو لوگ ہر طرف سے آنے لگے بحدیکہ چار ہزار کا مجمع ہو گیا اس وقت حضرت عمر شمشیر برہنہ لے کر آگے آگے ہوئے اور خلیفہ اول مع اس جم غفیر کے ان کے پیچھے' اور اس کر وفر کے ساتھ داخل مسجد رسولؐ اللہ ہوئے' حضرت عمر نے کہا اے اصحابِ علیؑ اگر تم میں کسی نے آج اس طرح کا کلام کیا جیسا کہ اس روز کیا تھا تو قسم بخدا کہ اس تلوار سے اس کا سر اوڑا دوں گا' خالد سعید کو یہ سن کر تاب نہ رہی کہا اے پسر ضحاک حبشیہ تو ہم کو تلوار سے ڈراتا اور اپنی کثرت پر نازاں ہے قسم بخدا کہ اگر امام علیہ السلام نے ہم کو جنگ وجدل سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تلوار کھینچتا اور راہِ خدا میں تم پر جہاد کرتا حتیٰ کہ جو کچھ ہم پر واجب ہے ادا ہو جاتا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے خالد بیٹھ جا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک تیرا رتبہ بلند ہوا اور سعی شکور ہوئی۔ پس خالد بیٹھ گئے اور سلمان نے اٹھ کر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے اگر جھوٹ کہتا ہوں تو دونوں کانوں سے بہرا ہو جاؤں کہ فرماتے تھے ایک وقت ہوگا کہ میرا ابن عم اور میرا بھائی معہ چند نفر اپنے اصحاب کے اس مسجد میں بیٹھا ہوگا' اس وقت اس پر ایک جماعت سگانِ جہنم کی بہ ارادہ ان کے قتل کے ہجوم کرے گی' مجھ کو اس میں ذرا شک نہیں کہ تم وہی لوگ ہو کہ تلواریں لے کر ابن عم رسولؐ اللہ کے قتل کے لئے جمع ہوئے' حضرت عمر کو یہ سن کر غصہ آیا اور جھپٹ کر چاہتے تھے کہ سلمان پر حملہ کریں' امیر المومنینؑ نے آگے بڑھ کر گریبان پکڑا اور ان کو زمین پر پچھاڑا اور فرمایا اے پسر ضحاکہ حبشیہ' اگر حکم خدا اس طرح پر نہ ہوتا' اور میں نے رسولؐ اللہ سے عہد نہ کیا ہوتا' تو تجھ کو دکھلا دیتا کہ ہم میں سے کس کے مددگار ضعیف ہیں اور کس کے قوی' اور کون تعداد میں زیادہ ہے اور کون کم' پھر اپنے اصحاب سے کہا رحمت خدا ہو تم پر اپنے اپنے گھر کو چلے جاؤ' قسم بخدا کہ میں اب مسجد میں نہ آؤں گا مگر اس طرح جیسے کہ موسیٰ وہارون داخل ہوئے جب کہ ان کے اصحاب نے ان سے کہا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ کہ جاؤ تم اور تمہارا رب جنگ کرو' ہم یہاں بیٹھے ہیں' قسم بخدا کہ اب میں مسجد میں نہ آؤں گا مگر زیارتِ پیغمبرؐ کے لئے یا جب کوئی مشکل پیش آئے تو اس کے حل کرنے کے واسطے کیوں کہ مجھ کو جائز نہیں کہ امت کو حیران و سرگرداں چھوڑوں اور راہِ راست نہ دکھلاؤں۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں بعد نقلِ حدیثِ مذکور' کتاب کشف الیقین سے نقل کرتے ہیں کہ حدیث بارہ اصحاب کی ابوبکر کی خلافت پر انکار کرنے کی' جیسے شیعوں کے یہاں متواترات سے ہے' ایسا ہی اس کو اہل سنت نے بھی نقل کیا ہے۔ اگر راویان شیعہ ہی اس کو روایت کرتے' اور سنی نہ کرتے' تو ہم اس کو اپنی کتاب میں نقل نہ کرتے کیوں کہ ہمارے اصحاب اپنے مخالفین کے نزدیک متہم

ہیں مگران میں سے احمد بن محمد الطبری معروف بہ خلیلی نے اپنے رواۃ ورجال سے اس کو نقل کیا ہے' اور محمدؑ بن جریر الطبری صاحب التاریخ نے کتاب مناقب الائمہ میں روایت کیا ہے چنانچہ عبارت محمدؑ بن جریر کی یہ ہے۔ **خبر الاثنی عشر الذین انکروا علی ابی بکر جلوسه فی مجلس رسولؐ الله حدثنا ابوعلیؑ الحسین بن علیؑ بن النحاس الکوفی العدل الاسدی قال حدثنا احمد ابن ابی الحسین العاصری قال حدثنی عمی ابو معمر شعبة بن خیثم الاسدی قال حدثنی عثمان الاعشی عن زید بن وهب** یعنی حدیث بارہ شخصوں کی جنہوں نے ابوبکر پر اس کے رسولؐ اللہ کی جگہ بیٹھ جانے کی وجہ سے ردوانکار کیا روایت کیا ہے اس کو ہم سے ابوعلیؑ حسنؑ بن علیؑ بن نحاس کوفی عدل اسدی نے کہا اس نے روایت کیا ہے اس کو مجھ سے احمد بن ابی الحسین عامری نے اور کہا اس نے' روایت کیا ہے مجھ سے میرے چچا ابو معمر شعبہ بن خثیم اسدی نے' اور کہا حدیث کیا ہے مجھ سے عثمان اعشی نے' اور اس نے زید بن وہب سے پس طبری مذکور نے آخر حدیث تک اسی طرح نقل کیا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے سوائے تھوڑے سے فرق کے۔ **ردوانکارِ حضرت حسنؑ مجتبیٰ بر خلیفہ اول:** امام حسن علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو منبر پر جد امجد رسولؐ اللہ کی جگہ پر آنحضرتؐ کے بعد جو ان کے پدر عالی مقدار جناب حیدر کرار کے لئے مقرر تھی' بیٹھا دیکھ کر' ردوانکار فرمایا' بزرگانِ اہلِ سنت نے اس کو نقل کیا ہے ابن حجر مکی ایتمی کہ متعصبین اہلِ سنت سے ہے' صواعقِ محرقہ، میں لکھتا ہے **اخرج الدار قطنی ان الحسن جاء الی ابی بکر و هو علیٰ منبر رسولؐ الله** کہ دارقطنی نے اس حدیث کو اخراج کیا ہے کہ حسنؑ بن علی علیہما السلام حضرت ابوبکر کے پاس آئے' جب کہ وہ منبرِ رسولؐ اللہ پر بیٹھے تھے **فقال انزل عن مجلس ابی** اور فرمایا میرے باپ کی بیٹھنے کی جگہ سے نیچے اتر **فقال صدقت والله انه مجلس ابیك لا مجلس ابی** ابوبکر نے کہا تم راست کہتے ہو قسم بخدا کہ یہ تمہارے باپ کی جگہ ہے میرے باپ کی نہیں **ثم اخذه واجلسه فی حجره وابکی** پھر ان کو لے کر گود میں بٹھا لیا اور رونے لگے **فقال علی اما والله ماکان عزائی فقال صدقت والله ما اتهمتك** علی علیہ السلام نے کہا قسم بخدا کہ حسنؑ کا یہ کلام میری صلاح اور میری رائے سے نہ تھا' ابوبکر نے کہا راست کہتے ہو قسم بخدا کہ میں تم کو اس کی تہمت نہیں لگاتا اس آخری گفتگو کے بڑھانے سے غالباً راوی حدیث کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا کہ حضرت امیرؑ ابوبکر کے رسولؐ اللہ کا جانشین ہونے پر ناخوش نہ تھے کہ انہوں نے اپنی برأت فرمائی۔ سوحاشاہ عن ذلک۔ اس معاملے میں جو کچھ آپ کی کیفیت تھی وہ آنحضرت کے گذشتہ وآئندہ حالات کے دیکھنے سے بخوبی عیاں ہے

اور اس فقرے سے بھی اسی قدر ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسنؑ نے اس وقت جو کچھ کہا وہ حضرت کے اشارہ سے نہ تھا اور فقط اسی کا آپ نے انکار کیا بالجملہ شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ میں رقم طراز ہیں کہ امام حسنؑ کی یہ حرکت طفلانہ تھی اطفال کا قاعدہ ہے کہ اپنے بزرگ کی جگہ کسی غیر شخص کو بیٹھا یا اس کی کسی شے کو استعمال کرتا دیکھ کر کیا کرتے ہیں' معلوم ہوتا ہے کہ مناقب عالیہ اہل بیت عصمت وطہارت کہ جن میں وہ حضرات عامہ خلائق سے مستثنیٰ وممتاز ہیں اور وہ کتب اہل سنت میں بکثرت موجود ہیں' شاہ صاحب نے اس مقام پر بالکل بھلادی ہیں یا دیدہ ودانستہ ان سے چشم پوشی کر لی۔ ورنہ حضرت امام حسنؑ کے فعل کو حرکتِ طفلانہ سے نسبت نہ دیتے۔ مشہور ہے کہ حضرت امیرؑ فرماتے تھے **نحن اهل بيت لانفاس بالناس ماعاد انا بيت الاحزب ومانح علينا كلب الاوجرب** کہ ہم اہلِ بیت کا قیاس اور آدمیوں پر نہیں ہوسکتا۔ کسی خاندان نے ہم سے دشمنی نہیں کی مگر یہ کہ وہ تباہ وبرباد ہو گیا اور کوئی کتا ہم پر نہیں بھونکا الا گرگین (۱) ہوا۔ اور صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے منقول ہے۔ **قال اخذ الحسن ابن عليؑ تمرة من تمرة الصدقته فجعلها في فيه فقال النبي کخ کخ ليطر حها ثم قال الاشعرت انا كل الصدقه** یعنی کہا اس نے' کہ امام حسنؑ نے ایک دانہ خرما صدقات کے خرموں سے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تھا' رسولِؐ خدا نے ان کو فرمایا' تھوک دو' تاکہ اس کو گرادیں پھر فرمایا نہیں جانتا تو کہ ہم اہل بیت پر صدقہ حرام ہے' شرح بخاری نے اس پر مناقشہ کیا ہے کہ امام حسنؑ اس وقت صغیر السن غیر مکلّف تھے پس حضرت رسولِؐ خدا نے کیوں کر فرمایا **اَمَا تَعْلَمُ** اور منع کیا ان کے تئیں' پھر جواب اس مناقشہ کا خود ہی اس طرح پر دیا کہ حضرتؐ کا یہ ارشاد بہت درست وبجا تھا' اس لئے کہ امام حسن علیہ السلام اس وقت بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ کما صرح بہ ابن حجر العسقلانی جو شخص شیر خواری سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرے اس کے افعال طفلانہ کیوں کر ہوسکتے ہیں۔ ہم اس مقام پر ایک روایت ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ کی زبانی اور سناتے ہیں' جس سے ثابت ہے کہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کے لئے کم سن اور مُسن ہونا کوئی تفاوت کا باعث نہ تھا' ان سے ہر حال میں فضل وکمالات ظاہر ہوتے رہتے تھے **امام محمدؑ تقی سے کم عمری میں فضل وکرامات کا ظہور:** صواعق محرقہ کی فصل سوم باب یازدہم میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ وہ حضرتؑ اپنے والد ماجد کی وفات کے ایک سال بعد اتفاقاً ایک روز بغداد کے ایک کوچہ میں کھڑے تھے اور کچھ لڑکے وہاں کھیل رہے تھے اس وقت سن مبارک نو سال کا تھا کہ یکایک مامون رشید کی سواری وہاں آئی اور لڑکے تو دیکھ کر بھاگ گئے لیکن حضرت بدستور کھڑے رہے' قدرتِ خدا سے مامون کے دل میں آپ کی محبت پڑ گئی اور اس نے پاس آکر کہا لڑکے تم اوروں کے ساتھ کیوں نہ بھاگے فرمایا اے امیر راستہ تنگ نہ تھا کہ میں چھوڑ دیتا

---

(۱) گرگین صاحب خارش۔۱۲۔

نیز کوئی جرم میں نے نہیں کیا تھا کہ اس کے خوف سے بھاگتا اور تیری طرف سے بھی گمان نہ تھا کہ بغیر گناہ ستائے گا۔ مامون کو یہ جواب بہت پسند آیا پوچھا صاحب زادے تمہارا اور تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔ فرمایا محمدؑ بن علیؑ الرضا۔ مامون نے کہا رحمت خدا ہو ان پر' یہ کہہ کر گھوڑا بڑھایا اس کے ساتھ باز شکاری تھے' صحرا میں جا کر ایک باز کو تیتر پر چھوڑا وہ غائب ہوگیا تھوڑی دیر میں جو واپس آیا تو ایک چھوٹی مچھلی اس کی چونچ میں تھی جس میں ہنوز رمق جان باقی تھی مامون کو بہت حیرت ہوئی شہر میں واپس آیا تو لڑکے بدستور اس کوچہ میں کھیل رہے تھے اور امام محمد تقی ان کے پاس کھڑے تھے' اس کو دیکھ کر پھر بھاگے پس مامون نے حضرت کے پاس آ کر کہا اے محمدؑ ہمارے ہاتھ میں کیا ہے حضرتؑ نے فرمایا **ان الله خلق فی بحر قدوۃ سمکا صنعارا تصیدھا بزاۃ الملوک والخلفاء فیختبر بھا سلالۃ اھل بیت المصطفیٰ** بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اپنے بحر قدرت میں ماہیان خورد پیدا کیں جن کو سلاطین وخلفا کے شکاری جانور شکار کرتے ہیں اور وہ ان سے سلالہ اہل بیت مصطفیٰؐ کا امتحان کرتے ہیں مامون نے کہا **انت ابی الرضا حقا** تم بے شک پسر امام رضا ہو' پھر آنحضرتؑ کو اپنے ساتھ لے لیا اور احسان واکرام کرتا تھا ان کے ساتھ اور غایت درجہ تعظیم آنحضرت کی بجالاتا اور بوجہ اس فضل وکمال کے کہ اس خورد سالی میں آنحضرت سے دیکھا تھا ارادہ کیا کہ اپنی دختر ام الفضل کا نکاح ان سے کردے عباسیوں نے یہ سنا تو مانع آئے اور ڈرے کہ جس طرح امام رضاؑ کو ولی عہد کردیا تھا مبادا' مامون محمد تقی کو بھی ولی عہد نہ کردے' مامون نے کہا کہ میں نے اس کو بدیں وجہ اختیار کیا ہے کہ وہ باوجود صغیر سن کے تمام اہل علم وفضل پر فضیلت وفوقیت رکھتا ہے انہوں نے اس میں نزاع کیا اور نہ مانا اور کہا کہ ہم کسی کو ان کے پاس بھیج کر امتحان وآزمائش کریں گے پس یحییٰ بن اکثم کو بھیجا اور وعدہ زر ومال کیا اس کے ساتھ' اگر آنحضرت کے تئیں بند اور لاجواب کردے' پس مامون نے حکم کیا کہ فرش بچھائیں اور مسند آراستہ کریں اس پر آنحضرت کے تئیں بٹھلایا اور یحییٰ نے بہت سے سوالات آپ سے کئے آپ نے سب کے جواب باصواب دیئے کہ مامون کو بھی پسند آئے اور اس نے صدائے احسنت وآفریں بلند کی پھر عرض کی اے ابوجعفر اگر مناسب سمجھیں تو آپ بھی کوئی سوال یحییٰ سے کریں **امام محمد تقیؑ کا سوال یحییٰ بن اکثم سے:** حضرتؑ نے فرمایا کیا کہتا ہے تو اے یحییٰ اس عورت کے بارے میں کہ ایک مرد نے صبح کو اس کو دیکھا تو اس پر حرام تھی' جب دن چڑھا تو حلال ہوگئی' پھر ظہر کے وقت حرام ہوئی اور عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی' بعد ازاں مغرب کے وقت حرام ہوئی اور عشاء کے وقت حلال ہوئی پھر نصف شب میں حرام ہوئی اور طلوع صبح پر حلال ہوگئی یہ عورت کون تھی اور کس طرح اس مرد پر اتنی دفعہ حرام وحلال ہوئی یحییٰ حیران رہ گیا اور کہا میں جواب اس مسئلہ کا نہیں جانتا حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ ایک کنیز تھی کہ ایک مرد اجنبی نے اس کی طرف بشہوت نگاہ کی تو وہ حرام تھی۔ کچھ دن چڑھے اس نے اس کو خرید لیا تو حلال ہوگئی ظہر کے

وقت آزاد کر دیا حرام ہوگئی عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا حلال ہوئی مغرب کو اس سے ظہار کیا حرام ہوگئی عشاء کے وقت کفار ظہار ادا کر دیا حلال ہوگئی نصف شب کو طلاق رجعی دیا حرام ہوگئی طلوع فجر کے وقت رجوع کر لیا حلال ہوگئی مامون نے عباسیوں سے کہا دیکھا تم نے' اور جان گئے وہ امر کہ جس کے منکر تھے' اور اسی مجلس میں اپنی دختر ام الفضل کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کر دیا۔ الغرض جیسا امام حسن علیہ السلام نے خلیفہ اول پر سر منبر ردوانکار کیا اسی طرح جناب سید الشہداؑ نے خلیفہ ثانی پر ان کے عہد خلافت میں سر منبر اعتراض وانکار فرمایا اور کہا ہمارے باپ کے منبر سے اتر عمر نے کہا درست کہتے ہو تمہارے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں پھر پوچھا کس نے تم کو اس کا امر کیا ہے حضرت امیرؑ نے فرمایا قسم بخدا کہ کسی نے ان کو نہیں کہا یہ روایت تاریخ الخلفا کی ہے لیکن ازالتہ الخلفا وغیرہ میں ہے کہ آپ منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا **انزل من منبر ابی و اذھب الیٰ مینر ابیك** کہ میرے باپ کے منبر سے اتر اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر خطبہ کہہ حضرت عمر نے کہا میرے باپ کا کوئی منبر نہیں کہاں جاؤں' یہ کہہ کر حضرتؑ کو اپنے پاس بٹھا لیا اور پس از تمام خطبہ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور وہاں پوچھا کہ کس نے تم کو یہ تعلیم کیا تھا' آپ نے قسمیہ فرمایا کہ مجھ کو کسی نے نہیں تعلیم کیا حضرت عمر خوشامد کی باتیں کرنے لگے کہ اے فرزند تم یہاں آیا کرو امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں ان کے کہنے کے بموجب ایک روز ان کے گھر پر گیا تو وہ معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے عبداللہ عمر نے اندر جانے کی اجازت نہ دی' میں بھی یہ دیکھ کر واپس چلا آیا پھر جو حضرت عمر ملے اور کہنے لگے کہ تم نہ آئے میں نے کہا میں گیا تھا تم معاویہ کے ساتھ خلوت میں باتیں کر رہے تھے میں پلٹ آیا کہا تم اطلاع کراتے تم کو اس سے کیا نسبت تھی۔ پھر فرمایا صاحب زادے جو بال ہمارے سروں پہ ہیں یا خدا نے اگائے ہیں یا تم نے، و بروایت صواعق محرقہ کہا **ھل ابنت الشعر علیؑ رئوسنا الاابوك ای الرفعة مانلنا لابه** ہمارے سروں کے بال سوائے تمہارے پدر بزرگوار کے کسی اور نے بھی اگائے ہیں مراد یہ کہ جو مرتبہ رفیع و بلند ہم کو حاصل ہوا ہے صرف تمہارے باپ کے سبب ہوا ہے' یہ کلام حق تھا کہ حضرت عمر کی زبان پر جاری ہوا گو یہ زبانی ہی زبانی جمع خرچ تھا دل میں اس کا اثر نہ تھا اور نیز اہل سنت نے روایت کیا ہے کہ عمر ایک مرتبہ اموال غنیمت تقسیم کر رہے تھے حسنین علیہما السلام کو کچھ زیادہ اور عبداللہ ابن عمر اپنے بیٹے کو کم دیا عبداللہ نے اعتراض کیا کہ مجھ کو ان سے کم دیتے ہو حالاں کہ میں رسول اللہ کے زمانے سے صاحب سیف و جہاد ہوں اور انہوں نے مدینہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ عمر نے کہا خاموش رہ' تجھے ان سے کیا نسبت ہے، نہ تیرا باپ ان کے باپ کے برابر ہے نہ ماں ان کی ماں کی ہمسر علیٰ ہذا تیرے جد و جدہ و عمو و عمہ و خال و خالہ کو ان کے جد و جدہ و عمو و عمہ و خال و خالہ سے کچھ مناسبت نہیں بہ تحقیق کہ ان کے باپ علیؑ ابن ابی طالب ہیں ماں فاطمہ زہراؑ بنت رسول اللہ جد رسولؐ اللہ جدہ خدیجتہ الکبریٰ چچا جعفر طیارؑ عمہ ام ہانی جس کے گھر سے آنحضرت کو معراج ہوئی ماموں ابراہیم پسر رسولؐ اللہ

خالہ زینب وام کلثوم ورُقیہ بنات رسولؐ خدا ہیں۔ ابن عمر یہ سن کر پشیمان ہوا اور کچھ نہ بولا۔ لیکن کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب علیؑ ابن ابی طالب حضرت عمر سے (بقول خود حضرت عمر) افضل تھے تو وہ کس لئے حق بحق دار نہیں پہنچاتے تھے، اور کیوں خلافت پر آپ متصرف تھے۔ **احتجاج امیر المومنین علیہ السلام با ابوبکرؓ** حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت ابوبکر پر کارِ خلافت استوار ہو گیا تو ہر چند حضرت امیرؑ کے ساتھ کشادہ روئی اور انبساط کرتے مگر وہ حضرت گرفتہ خاطر و منقبض رہتے تھے۔ بنا براں انہوں نے ارادہ کیا کہ عذر خواہی کر کے یہ کبیدگی حضرت کے دل سے دور کریں پس ایک موقع خلوت وتنہائی کا دیکھ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے ابوالحسنؑ مجھ کو امرِ خلافت میں رغبت نہیں نہ میں اس کی حرص رکھتا تھا نہ مجھ کو اپنے اوپر بھروسہ تھا کہ اس کا انصرام کرسکوں گا۔ کیا وجہ ہے کہ تم کو اپنے سے آزردہ اور دلگیر پاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اگر تجھ کو اس کام میں رغبت نہیں اور اپنے تئیں اس کے لائق نہیں جانتا تو کیوں یہ بوجھ اپنے اوپر لے رکھا ہے۔ کہا میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے **ان اللہ لایجمع امتی علیٰ ضلال** کہ حق تعالیٰ میری امت کو ضلالت وگمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ جب دیکھا کہ مسلمانوں نے مجھ پر اجماع کیا تو پیغمبر کی اطاعت کی اور خلافت قبول کرلی۔ اگر جانتا کہ کوئی مخالف ہے تو راضی نہ ہوتا حضرت امیر المومنینؑ نے کہا تو جو کہتا ہے کہ اجماع امت ہو گیا تو کیا تیرے نزدیک میں امت پیغمبرؐ سے نہیں یا سلمان و عمار وابوذرؓ ومقدادؓ وغیر ہم امت سے نہیں یا سعد بن عبادہ اور اس کے توابع ولواحقین امت میں داخل نہیں حضرت ابوبکر نے کہا یہ سب داخل امت ہیں حضرت نے فرمایا تو پھر کس طرح اس حدیث سے تمسک کرتا ہے اور دعوۂ اجماع اپنی خلافت پر کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا مجھ کو تمہاری مخالفت کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ یہ امر مجھ پر قرار پا گیا اس وقت اگر اپنے تئیں اس سے خلع کرتا تو خوف تھا کہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں اور فتنہ برپا ہو کر مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں۔ اس لئے اس کو قبول کیا اور سمجھا کہ تم بھی راضی نہ ہو گے کہ ایسا فتنہ برانگیختہ ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اب بتلا کہ اس کام کا استحقاق کس کو ہے ابوبکر نے کہا جس میں نصیحت و وفا و رفع مداہنہ ومحابا ہو اور حسن سیرت کے ساتھ عدل و انصاف سے موصوف ہو اور علم کتاب اللہ وسنتِ رسولؐ اللہ اور خطاب فاصل رکھتا ہو اور دنیا سے زاہد اور قلیل الرغبۃ ہو مسکین مظلوم کی داد ظالم سے لے اور بعید کا قریب سے انصاف کرے حضرتؑ نے فرمایا اور نیز جو اسلام میں سابقہ اور رسولؐ اللہ سے قرب قرابت رکھتا ہو حضرت ابوبکر نے کہا ہاں۔ حضرت نے فرمایا تو تجھ کو قسم ہے حق تعالیٰ کی کہ سچ کہنا یہ صفات تجھ میں ہیں یا مجھ میں کہا یا علیؑ تم میں۔ اس وقت حضرت نے اپنے فضائل ایک ایک کر کے گنوانے شروع کئے ہر ایک فضیلت میں اس کو قسم دے کر پوچھتے کہ آیا یہ وصف تجھ میں ہے یا مجھ میں وہ کہتا تم میں پس فرمایا میں سب سے پہلے

اسلام لایا یا تو؟ میں اہل موسم کے پاس سورہ برات لے کر گیا یا تو؟ ہجرت کے وقت میں نے اپنی جان کو آنحضرت کا
وقایہ بنایا یا تو نے؟ آیہ زکوٰۃ انگشتر میں خدا اور رسولؐ کے ساتھ ولایت مومنین میرے لئے آئی یا تیرے لئے؟ بروز غدیر
رسولؐ اللہ نے ہر مومن ومومنہ کا مولیٰ مجھ کو کہا یا تجھ کو وزارت پیغمبرؐ بمنزلۂ ہارون کے موسیٰ سے میرے لئے مقرر ہوئی یا
تیرے لئے؟ رسولؐ خدا مباہلہ نصارائے نجران کے لئے مجھ کو اور میرے اہل بیت کو لے گئے تھے یا تجھ کو، عباء کو بروز
کساء آنحضرتؐ نے میرے اور میرے اہل بیت کے اوپر ڈال کر کہا **اللھم ھؤلاء اھل بیتی** پروردگارا یہ
میرے اہل بیت ہیں۔ یا تیرے اوپر؟ آیہ مبارکہ **یوفون بالنذر و یخافون یوماً کان شرہٗ مستطیرا**
کہ وفا کرتے ہیں وہ نذر کے تئیں، اور ڈرتے ہیں اس روز سے کہ اس کی بدی ظاہر ہے میرے اور میرے اہل بیت کے
حق میں نازل ہوئی یا تیرے؟ آیا میں ہوں وہ شخص کہ بروز احد آسمان سے اس کے لئے **لا فتیٰ الا علی لا
سیف الا ذوالفقار** کی آواز سنائی دی یا تو ہے؟ آفتاب نے میرے لئے آسمان پر رجعت کی یا تیرے لئے؟ مجھ کو
بروز خیبر رسولؐ اللہ نے لوائے فتح عطا کیا تھا یا تجھ کو؟ میں نے بروز خندق عمرو بن عبدود کو قتل کر کے رسولؐ اللہ اور
مسلمانوں کے دلوں سے فکر و تردد کو دور کیا تھا یا تو نے؟ میں رسولؐ اللہ کی طرف سے جنات کے پاس پیغام لے کر گیا اور
اس کو انجام کو پہنچایا یا تو؟ میرے آباواجداد کو رسولؐ اللہ نے آدم سے لے کر عبدالمطلب تک تمام کو زنا و سفاح سے پاک
بتلایا یا تیرے اباواجداد کو؟ آنحضرتؐ نے فاطمہ زہراؑ کا نکاح خدا کے حکم کے موافق تیرے ساتھ کیا یا میرے ساتھ کیا؟
حسنؑ و حسینؑ دو ریحانہ رسولؐ اللہ کا میں باپ ہوں یا کہ تو؟ کہ فرمایا ان کے حق میں **ھذان سید اشباب اھل
الجنۃ وابوھما خیر منھما** یہ دونوں سید و سردار ہیں جوانان بہشت کے اور ان کا باپ ان دونوں سے
بہتر ہے۔ میرے بھائی کو خدا نے جنت میں دو پر عطا کئے کہ ان سے ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں یا تیرے بھائی
کو۔ آیا میں ضامن قرض پیغمبرؐ ہوا کہ موسم حج میں اس کے ادا کی منادی کی یا تو؟ مجھ کو رسولؐ اللہ نے گوشت طیر کے
کھانے کے لئے احب خلق کہہ کر خدا سے طلب کیا یا تجھ کو؟ مجھ کو رسولؐ اللہ نے تاویل قرآن پر جنگ کرنے اور ناکثین
وقاسطین و مارقین کے قتل کرنے کی بشارت دی یا تجھ کو؟ میں نے آنحضرتؐ کا آخری کلام سنا اور غسل و کفن کر کے دفن
کیا یا تو نے؟ رسولؐ اللہ نے علم قضا مجھ کو سکھایا اور اقضاکم علیؑ فرمایا یا تجھ کو سکھایا؟ میرے لئے اصحاب کو حکم دیا کہ بہ لفظ
امیر المومنینؑ اس پر سلام کریں یا تیرے لئے؟ آیا پیغمبرؐ خدا سے زیادہ قرابت تو رکھتا ہے یا میں؟ مجھ کو بوقت حاجت حق
تعالیٰ نے دینار عنایت کئے کہ جبرئیل ناقہ بیچ گئے اور میکائیل خرید لے گئے کہ تجھ کو؟ اس وقت حضرت ابوبکر رونے
لگے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو رسولؐ اللہ نے بوقت کسر اصنام کعبہ اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور اتنا

بلند فرمایا کہ اگر چاہتا تو اپنا ہاتھ آسمان پر پہنچا سکتا تھا یا تجھ کو؟ آیا تجھ سے رسولؐ اللہ نے فرمایا **انت صاحب لوالی فی الدنیا والاخرۃ** کہ تو دنیا و آخرت میں میرا علمدار ہے یا مجھ سے؟ میرا دروازہ مسجد کی طرف کھلا رکھا جب کہ تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم پہنچایا، تیرا دروازہ آیا تو نے صدقہ دے کر رسولؐ اللہ کے ساتھ باتیں کرنے کی عزت پائی جب کہ آیہ نجویٰ نازل ہوئی یا میں نے تا اینکہ عتاب الٰہی میں یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی **اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوئکم صدقات** آیا تم ڈر گئے کہ اپنی راز داری کرنے سے پہلے تم کو صدقہ دینا پڑا۔ اور رسولؐ اللہ نے بوقت تزویج فاطمہؑ میرے حق میں یہ فرمایا **زوجتك اول الناس ایمانا واذ حجهم** یعنی اے فاطمہؑ میں نے تجھ کو اس شخص کے ساتھ تزویج کیا ہے جو ایمان لانے میں سب سے اول ہے اور اس کا اسلام تمام سے راجح تر ہے۔ یا تیرے حق میں؟ اے ابوبکر تجھ کو قسم ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی کہ آیا رسولؐ اللہ نے **الحق مع علی و علی مع الحق لا یفترقان حتی یردا علی الحوض** کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے تا وقتیکہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ تیرے حق میں ارشاد کیا یا میرے حق میں؟ پس حضرت شمار فضائل کرتے اور حضرت ابوبکر آپ کی تصدیق کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ واقعی یہی امور ہیں جن سے آدمی ریاستِ امت کے لائق ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر پھر کس چیز نے تجھ کو مغرور کیا کہ خدا اور رسولؐ کے حکم سے منہ موڑا، حالاں کہ ضروریاتِ دین سے جن کی اہل دین کو احتیاج ہوتی ہے تو آگاہ نہیں۔ حضرت ابوبکر یہ سن کر زار زار روئے اور کہا اے ابوالحسن تم راست کہتے ہو، ایک آج کی رات مجھ کو مہلت دو تا کہ اس کار کے نشیب و فراز کو سوچ لوں، آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ پس اپنے گھر کو گئے۔ ابوبکر نے رات کو خواب میں حضرت رسولؐ خدا کو دیکھا اور سلام کیا آنحضرتؐ نے اعراض کیا، اور منہ موڑ لیا عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں نے کوئی نافرمانی کی ہے کہ میرے سلام کا جواب نہیں دیتے فرمایا کیوں کر تیرے سلام کا جواب دوں حالاں کہ تو نے اس شخص سے دشمنی کی ہے جسے خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں اے ابوبکر حق کو حق داروں تک پہنچا، عرض کی حق دار کون ہیں فرمایا علیؑ ہے جس نے آج تجھ سے بعتاب خطاب کیا۔ عرض کی بہت خوب میں حسب الحکم خلافت علیؑ کے سپرد کروں گا۔ صبح ہوئی تو حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کہا مسجد میں چل کر خواب کا حال بیان کرتا ہوں اور تفویض خلافت سے خلقت کو آگاہی دیتا ہوں یہ کہہ کر پریشان و سراسیمہ وہاں سے نکلے، اُدھر حضرت عمر بھی تک و دو میں لگے ہوئے تھے اور جب سے سنا تھا کہ خلیفہ نے علیؑ کے ساتھ خلوت میں باتیں کی ہیں گھبرائے پھرتے تھے ناگاہ حضرت ابوبکر سے ملاقات ہوئی حال دریافت کیا جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو کہا اے خلیفہ رسولؐ اللہ تم ہرگز سحر بنی ہاشم سے دھوکہ نہ کھائیو ان کی ساحری ہمیشہ سے معلوم و

مشہور ہے پس ایسی ہی باتیں کرتے رہے تاانیکہ اس رائے سے ابوبکر کو پھیر دیا، اور جس امر میں تھے اس میں مستقل اور مستقر کر دیا۔ حضرت امیر المومنینؑ مسجد میں منتظر ابوبکر کے آنے کے تھے جب وہ اپنے وعدے پر حاضر نہ ہوئے تو قیافہ سے معلوم کر کے اس جگہ سے اٹھ کر روضۂ رسولؐ اللہ پر جا بیٹھے۔ اتنے میں حضرت عمر داخل مسجد ہوئے اور حضرت کو دیکھ کر کہنے لگے **یاعلی دون ماتروم خرط القتاد** اے علیؑ جو بات تم چاہتے ہو وہ ممکن نہیں، پس حضرت نے اپنے گھر کی طرف مراجعت کی۔ کامل بہائی میں ہے کہ اس کے بعد جب ابوبکر علی علیہ السلام سے ملتے تو کہتے **اَعْذِرْنی** مجھ کو معذور رکھو۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے شمار کیا دس مرتبہ میرے سامنے انہوں نے عذر خواہی کی تھی۔ سلمان کہتے ہیں کہ ابوبکر امیر المومنین علیہ السلام سے اس طرح عذر خواہی کیا کرتے تھے **المعذرة اليك من المتقدم عليك** کہ عذر خواہی ہے تمہارے سامنے اس شخص سے جس نے تم پر تقدیم کیا ہے، ایک روز ایک مجلس میں علیؑ وعباسؓ سے کہا کہ مجھ کو معذور رکھنا کیوں کہ میں نے اپنے آپ تم پر تقدم نہیں کیا، مگر لوگ غالب آئے ہمارے اوپر اس امر میں۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ بروز سقیفہ مغیرہ بن شعبہ میرے باپ کے پاس آ کر عذر معذرت کرنے لگا انہوں نے کہا خدا معذور نہ رکھے اس کو جو تیرے تئیں معذور جانے۔ دور ہو میرے پاس سے لعنت خدا ہو تجھ پر۔ ابو عبیدہ جراح امیر المومنینؑ سے ملا تو آپ نے فرمایا **انت ایضاً تظاهرت علینا** تو نے بھی ہمارے خلاف اوروں کی یاری کی۔ کہا عذر چاہتا ہوں تم سے اے علیؑ۔ حضرت نے اس کی طرف سے روئے مبارک پھیر لیا اور فرمایا اب کون سا موقع عذر خواہی کا ہے، جب کہ جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ زہری عامر کہتا ہے۔

عَلِیٌّ لعمری کان بالناس ارءفا	**وفی العلم بالاحکام اقضی واعرفا**
فماعذر قوم اخروه وقدموا	**عدیاوتیما وهوا علی واشرفا**

یعنی قسم بخدا علیؑ لوگوں پر زیادہ مہربان تھے اور علم احکام میں اقضیٰ واعرف تھے کوئی عذر اس قوم کا مقبول نہیں جنہوں نے ان کو مؤخر کیا اور تیم وعدی کو مقدم کیا، حالاں کہ وہ حضرت ان کی نسبت اعلیٰ واشرف تھے۔ **معجزۂ امیر المومنین** معجزات حضرت کے لاتعد و لاتحصیٰ ہیں اگر ہم ان کو لکھنے لگیں تو اتنی ہی ایک اور کتاب تیار ہو جائے اور وہ تمام نہ ہوں لیکن اگر کہیں شاذ و نادر سلسلہ کلام میں کوئی معجزہ آ جاتا ہے تو لکھنا پڑتا ہے، از انجملہ ایک یہ ہے کہ رواتِ شیعہ نے اس کو بہ تواتر روایت کیا ہے، علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے ملاقات کر کے کہا اے ابوبکر تم نہیں جانتے کہ رسولؐ اللہ نے تم کو حکم دیا تھا کہ میرے اوپر بلفظِ امیر المومنینؑ سلام کرو، اور امر کیا میری متابعت اور فرمانبرداری کا، حضرت ابوبکر اظہارِ شک واشتباہ کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا میں حضرت رسولؐ خدا کو ثالث کرتا ہوں کہا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے،

حالاں کہ وہ حضرت وفات پا چکے، ہاں اگر خواب میں حکم دیں تو میں قبول کروں امیر المومنینؑ نے خلیفہ اول کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے ساتھ ان کو مسجدِ قبا میں لے گئے، اور وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اس وقت دیکھا کہ حضرت رسولؐ خدا محرابِ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں فرمایا اے ابوبکر یہ رسولؐ خدا موجود ہیں ان سے دریافت کر لو رسولؐ اللہ نے فرمایا اے ابوبکر کیا میں نے تم کو امر نہیں کیا کہ علیؑ کو بلفظ امیر المومنینؑ سلام کرو اور ان کی متابعت کرو عرض کی ہاں یا رسولؐ اللہ فرمایا تو کس لئے خلافت ان کو نہیں دیتا۔ عرض کی اب دے دوں گا۔ پس حضرت ابوبکر وہاں سے اٹھے اور دل میں کچھ ارادہ نہ تھا بجز اس کے کہ امیر المومنینؑ سے بیعت کریں اور محزون و غمگین تھے، راستہ میں ابن الخطاب سے ملاقات ہوئی انہوں نے حال دریافت کیا تو کہا میں نے رسولؐ اللہ کو دیکھا ہے آنحضرتؐ نے مجھ کو کہا کہ خلافت علیؑ کو دے دو حضرت عمر نے کہا تجھ کو سحر بنی ہاشم کا حال معلوم نہیں یہ محض ان کی ساحری ہے۔ بروایتے کہا اے ابوبکر فراموش کیا تو نے کہ ہم سب ایک روز ساتھ تھے انہوں نے دو درختوں کی طرف اشارہ کیا کہ باہم مل جائیں اور خود ان کے نیچے جا کر رفع حاجت کیا پھر ایک طرف اشارہ کیا جدا ہو کر جہاں جہاں سے آئے تھے چلے گئے حضرت ابوبکر نے کہا ہاں مجھ کو یہ یاد ہے اور جب میں ان کے ساتھ غار میں تھا تو میں نے دیکھا کہ جالا مکڑی کا ہمارے اندر جانے سے ٹوٹ گیا تو انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر پھیرا پھر ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ تھا اور مجھ سے کہا اگر تو چاہے تو تجھ کو جعفر اور اس کے اصحاب کو دریائے حبشہ میں کشتی کے اندر بیٹھے اور تیرتے ہوئے دکھا دوں پس میرے منہ پر ہاتھ پھیرا میں نے ان کی کشتی کو دریا میں تیرتے دیکھا میں نے اسی روز جان لیا تھا کہ یہ جادوگر ہیں یہ کہہ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ذکر نزاع امیر المومنینؑ و عباسؓ بن عبد المطلب در میراثِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب احتجاج میں ابورافع سے منقول ہے کہ اس نے کہا میں ابوبکر کے پاس بیٹھا تھا کہ امیر المومنینؑ اور عباس بن عبد المطلب وہاں آئے۔ حالاں کہ ان کے درمیان میراثِ پیغمبرؐ میں نزاع و تکرار تھی۔ ابوبکر نے دور سے ان کو دیکھ کر کہا **یکفیکم القصیر الطویل** کہ کفایت کرتے ہیں تم کو کوتاہ قد و دراز قامت، کوتاہ قد سے اس کی مراد امیر المومنینؑ تھے اور دراز قامت سے عباس۔ نزدیک آئے تو عباس نے کہا میں پیغمبرؐ کا چچا اور ان کا وارث ہوں یہ علیؑ ان کا ترکہ مجھ کو نہیں دیتے اور تکرار کرتے ہیں ابوبکر نے کہا کہاں تھے اس روز تم اے عباس، جب کہ پیغمبرؐ خدا نے تمام اولادِ عبد المطلب کو جمع کر کے کہا **ایکم لوازرنی یکون وصی و خلیفتی فی اھلی ینجز و عدتی ویقضی دینی** کہ کون ہے تم سے ایسا کہ آج میری اعانت و امداد کرے اور کل میرا وصی و خلیفہ ہو میرے اہل بیت پر اور میرے وعدوں کو وفا کرے اور میرے قرضوں کو ادا کرے اس وقت سوائے علیؑ کے کسی نے اس کو قبول نہ کیا پس

حضرت نے علیؑ کو فرمایا کہ تو ہی میرا وصی و خلیفہ ہے عباس نے کہا تو جانتا ہے پھر کس لئے آنحضرت پر اپنے تئیں ترجیح دیتا ہے اور کیوں ان کو خلافت نہیں دے دیتا۔ ابوبکر نے کہا اے بنی عبدالمطلب تمہارے درمیان کوئی نزاع و تکرار نہیں تم اسی امر کے اظہار کے لئے میرے پاس آئے تھے۔ **مولف** کہتا ہے کہ ظاہرا یہ حضرات اتمام حجت ہی کے لئے گئے تھے ورنہ عباسؓ امیر المومنینؑ کے ساتھ نزاع کرنے والے نہ تھے اور جو اشیا خاص حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان کے حضور میں حضرت امیر المومنینؑ کو بخشی تھیں ان کا مطالبہ ان سے بعید تھا اور یہ ویسی ہی صورت ہے جیسے کہ محمدؐ حنفیہؓ نے اظہار امامت امام زین العابدینؑ کے لئے آنحضرت سے امامت پر نزاع کی اور شہادت حجر اسود پر اس سے دست بردار ہوئے تا کہ خلقت کو معلوم ہو جائے کہ امام برحق وہ حضرت ہیں۔ **مروی ہے** کہ یحیٰ بن خالد برمکی نے ہارون رشید کے سامنے ہشام بن الحکم سے سوال کیا کہ مجھ کو خبر دے کہ آیا حق کبھی دو جہت مختلف میں بھی پایا جاتا ہے، ہشام نے کہا ظاہر ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا جہاں ایک بات پر اختلاف ہوگا حق ایک ہی طرف ہوگا۔ یحیٰ نے کہا تو بتلا کہ علیؑ و عباس میں جو پیغمبرؐ خدا کی میراث پر نزاع ہوئی اور وہ یہ خصومت حضرت ابوبکر کے پاس لے گئے تو ان دونوں میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر، ہشام کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اگر علیؑ کو باطل پر بتلاتا ہوں تو مذہب سے خارج اور کافر بنتا ہوں اور جو عباس کو مبطل کہا تو مامون رشید اس کی اولاد سے ہے بے شک مجھ کو قتل کرا دے گا، پس سخت دشواری اور دقت مجھ پر واقع ہوئی کیوں کہ اس سے پہلے کبھی یہ مسئلہ مجھ پر وارد نہ ہوا تھا، کہ اس کے جواب میں اندیشہ کرنے اور سوچنے کا موقع ملتا پس سخت حیران تھا اسی تشویش و اضطراب میں یاد آیا مجھ کو قول امام جعفر صادقؑ کا کہ فرمایا تھا **یا ہشام لانزال موئد ابروح القدس ما نصرتنا بلسانك** اے ہشام روح القدس سے تیری تائید ہوتی رہے گی جب تک کہ تو اپنی زبان سے ہماری نصرت کرتا رہے گا۔ پس میں نے جانا کہ جواب سے محروم نہ رہوں گا۔ اور اسی وقت میرے خیال میں اس کا جواب آ گیا۔ پس میں نے یحیٰ سے کہا کہ ان دونوں یعنی علیؑ و عباس سے ایک بھی ناحق پر نہ تھا اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ دو فرشتوں اور داؤد کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے **هل اتك بناء الخصم اذا تسوروا المحراب**۔ آیا تجھ کو ان خصومت کرنے والوں کی خبر پہنچی ہے جو دیوار پھاند کر داؤد کے پاس محرابِ عبادت میں آئے۔ پس تیرے نزدیک ان دونوں میں سے کون خطا پر تھا کہا کوئی بھی نہ تھا وہ فرشتے صرف داؤد کو ان کی غلطی پر آگاہ کرنے کے لئے گئے تھے، ہشام نے کہا تو علیؑ و عباسؓ سے بھی کوئی خطا پر نہ تھا وہ ابوبکر کو اس کی خطا پر آگاہ کرنے کو گئے تھے، ہارون رشید کو یہ جواب پسند آیا۔ اور کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ و جناب عباس نے ابوبکر و عمر دونوں سے ان کی عہدِ خلافت میں میراث پیغمبرؐ طلب کی ہے اور نیز یہ حضرات شیخین کو

کاذب خائن غادر آثم جانتے تھے۔ صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں ایک حدیث طولانی کے ضمن میں مذکور ہے کہ علیؑ و عباس عمر کے پاس گئے اور حضرت عمر نے بعد کلام طولانی کے ان سے کہا جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب رسولؐ اللہ نے وفات پائی اور ابوبکر ان کے جانشین ہوئے تو تم دونوں اس کے پاس گئے اور تو نے اے عباسؓ اپنے بھتیجے کی اور علیؑ نے اپنی زوجہ کے باپ کی میراث اس سے طلب کی حضرت ابوبکر نے کہا پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے **لا نورث ما ترکناہ صدقۃ** یعنی ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں صدقہ ہے **فرایتماہ کاذبا غادرا خائنا اثما** یعنی حضرت عمر نے کہا کہ تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو کاذب، غادر، خائن اور آثم جانا **واللہ یعلم انہ صادق بارٌّ راشد تابع للحق** حالاں کہ خدا جانتا ہے کہ وہ صادق (نیکوکار) و راشد و تابع حق تھا۔ پھر حضرت ابوبکر نے وفات پائی اور میں خلیفہ رسولؐ اللہ و خلیفہ ابوبکر ہوا، تو تم نے مجھ کو بھی کاذب، غادر، خائن اور آثم جانا۔ اور خدا کو معلوم ہے کہ میں صادق، راشد و تابع للحق ہوں، بموجب اس حدیث کے حضرات شیخین امیر المومنینؑ و عباس کے نزدیک ان چاروں صفت ہائے مذکورۂ بالا سے موصوف تھے۔ طرفہ یہ کہ کتب حدیثِ سنیہ میں یہ چاروں صفتیں علاماتِ نفاق کہی گئی ہیں۔ مشکوٰۃ باب الکبائر میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ **قال رسول اللہ اربع من کان فیہ کان منا فقا خالصا من کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا۔ اذا ائتمن خان و اذا حدث کذب و اذا عاھد غدر و اذا خاصم فجر۔** چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں گی خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی تاوقتیکہ اس کے تئیں چھوڑ دے۔ جب امین ہوتا ہے تو خیانت کرتا ہے اور خبر دیتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور عہد کرتا ہے تو عذر و بیوفائی کرتا ہے۔ مخاصمت کرتا ہے تو فسق و فجور کام میں لاتا ہے۔ پس موافق کتب اہل سنت بقول حضرت عمر بشہادت شاہدین عادلین علیؑ و عباس جناب شیخین منافق خالص ٹھہرے۔ **اسامہ بن زید و ابوقحافہ پدر حضرت ابوبکر کا احتجاج ابوبکر پر:** امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عمر خطاب نے ابوبکر سے کہا کہ اسامہ کو لکھو کہ وہ یہاں جلد چلا آئے اس کا وہاں رہنا ہمارے لئے بدنامی کا باعث ہے۔ ابوبکر نے اس کو لکھا۔ یہ نامہ ہے ابوبکر خلیفہ رسولؐ اللہ کی طرف سے اسامہ پسر زید کے نام۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے مدعا یہ ہے کہ جس وقت میرا خط تیرے پاس پہنچے۔ تجھ کو چاہئے کہ اپنے لشکر سمیت اس طرف کوچ کرے کیوں کہ مسلمانوں نے جمع ہو کر مجھ کو اپنا والی امور بنالیا ہے۔ پس تو بھی مخالفت نہ کر۔ کہ عاصی و نافرمان ہو اور میری طرف سے تجھ کو وہ بات پیش آئے جس سے تو کراہت کرے والسلام۔ اسامہ نے اس کے جواب میں لکھا۔ یہ خط ہے اسامہ بن

زید عامل رسولؐ اللہ کی طرف سے غزوۂ شام پر۔ امابعد تیرا خط پہنچا جس کا اول وآخر باہم متناقض ہے اول میں تو لکھتا ہے کہ میں خلیفۂ رسولؐ اللہ ہوں آخر میں کہتا ہے کہ لوگوں نے جمع ہو کر مجھ کو خلیفہ بنالیا ہے۔ تجھ کو معلوم ہو کہ میں اور میرے ساتھ جس قدر مہاجرین و مسلمین ہیں تیری ولایت پر رضا مند نہیں نہ ہم نے تجھ کو خلیفہ بنایا ہے پس نظر کر اور دیکھ اور حق کو اہل حق تک پہنچا، اوران کے اور اس کے درمیان حائل نہ ہو، بہ تحقیق کہ جو کچھ بروز غدیر رسولؐ اللہ نے فرمایا تو اس کو جانتا ہے، بہت عرصہ نہیں گذرا کہ اس کو بھول گیا ہو اس کے خلاف نہ کر، کہ اللہ ورسولؐ کا نافرمان ہوگا اور اس کا جس کو تجھ پر اور تیرے صاحب پر امیر مقرر کیا ہے رسولؐ اللہ نے، آخری وقت تک مجھ کو تمہاری امارت سے معزول نہیں فرمایا، تم دونوں نے میری نافرمانی کی اور بلا میری اجازت مدینہ میں بیٹھ رہے۔ حضرت ابوبکر یہ خط دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں اِلا حضرت عمر نے انہیں منع کیا اور کہا جو پیراہن تم کو حق تعالیٰ نے پہنایا ہے اس کو اپنے بدن سے نہ اتارو، کہ ندامت اٹھاؤ گے اسامہ کو دوبارہ لکھواور بالحاج واصرار لکھواور فلاں فلاں اشخاص سے اس کو لکھواؤ کہ جماعت مسلمین سے علیحدہ نہ رہے جو امروہ طے کر چکے ہیں اس میں شامل ہو جائے پس حضرت ابوبکر نے اوران کے یاران ہمدم نے اسامہ کو لکھا کہ ہم اس امر میں اتفاق کر چکے ہیں تو بھی اس میں شامل ہو، اور زنہار کہ تیری طرف سے کوئی فتنہ اٹھے بہ تحقیق کہ مسلمان قریب العہد بہ کفر ہیں۔ یہ خط اسامہ کو پہنچا تو مدینہ چلا آیا۔ یہاں آکر ابوبکر پر ہجوم خلائق دیکھا، تو حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یہ کیا ماجرا ہے، حضرت نے فرمایا جو کچھ کہ تو دیکھتا ہے۔ اسامہ نے کہا آیا آپ نے بیعت کر لی ہے فرمایا ہاں کہا بطوع ورغبت کے ہے یا بجبر و کراہت، فرمایا بجبر وکراہت۔ پس اسامہ حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور بہ لفظ خلیفۃ المسلمین اس پر سلام کیا ابوبکر نے بجواب کہا وعلیک السلام ایہا الامیر۔ بروایت دیگر اسامہ مدینہ میں آیا تو کہا اے ابوبکر تجھ کو یاد نہیں کہ رسولؐ اللہ نے ہم کو امر کیا تھا کہ علیؑ کو بلفظ امیر المومنینؑ سلام کریں، پس تو نے کہا کہ آیا یہ حکم خدا اور رسولؐ کا ہے، فرمایا ہاں، پھر عمر نے بھی پوچھا کہ یہ حکم خدا اور رسولؐ کا ہے فرمایا ہاں پھر جملہ اشخاص نے اس طرح پر آنحضرت کو سلام کیا، میں سب سے کم سن تھا، میں نے سب سے پیچھے اٹھ کر سلام کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ نبوت وخلافت ایک جگہ جمع ہوں۔ **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ شیخین مدۃ العمر اسامہ کے کنونڈے رہے اس کو امیر کہتے اور بہت تواضع وتکریم کرتے اور مال ومنال سے بھی بہت کچھ اس کے ساتھ سلوک کرتے تھے نتیجتاً وہ بھی انہی کا دم بھرتا تھا، حتیٰ کہ حضرت امیرؑ کے ساتھ ان کے عہد خلافت میں لڑائیوں میں بھی شریک نہیں ہوا، اور یہ عذر کیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی مسلمان پر تلوار نہ اٹھاؤں گا۔ لیکن علمار جال نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرؑ نے اس کو اس قسم میں معذور رکھا، اور اپنے عامل والیٔ مدینہ کو لکھا کہ اس کا

حصہ عطایا میں بدستور جاری رکھے، اِلا سعد وقاص وعبداللہ عمر کہ ان کے لئے ممانعت فرمائی۔ اور امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ اسامہ نے آخر میں حق کی طرف رجوع کیا پس اس کے حق میں بجز نیکی کے کچھ نہ کہو۔ مگر علامہ حلی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں بنا برآں وہ اسامہ کی روایت کے قبول کرنے میں توقف اولےٰ جانتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کی خبر وفات مکہ میں پہنچی تو شہر لرز گیا۔ ابوقحافہ پدر ابوبکر نابینا تھے اس اضطراب کا سبب دریافت کرنے لگے کسی نے کہا کہ حضرت رسولؐ خدا نے وفات پائی کہا ان کا جانشین کون ہوا کہا تمہارے صاحب زادے ابوبکر، ابوقحافہ نے کہا کیا بنی عبدالشمس اور بنی مغیرہ نے اس کو قبول کرلیا کہا ہاں ابوقحافہ نے کہا **لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَى اللّٰهُ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعَ اللّٰهُ** جو چیز خدا عطا کرے اس کا کوئی منع کرنے والا نہیں اور جس کو وہ منع کرے اس کا کوئی عطا کرنے والا نہیں۔ عجیب بات ہے کہ وہ نبوت پر تو نزاع کرتے تھے اور خلافت کو بے چون و چرا تسلیم کرلیا۔ یعنی نبوت حقہ میں تکرار تھا اور خلافت باطلہ کو مان لیا **ان هذا الشيء يراد** یہ ایک شے ہے جس میں بدی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسولؐ اللہ نے وفات پائی اور ابوبکر کے ساتھ بیعت ہوئی تو بڑے میاں طائف میں تشریف رکھتے تھے وہاں ان کو خلافت پناہ کا خط پہنچا لکھا تھا کہ یہ خط ہے ابوبکر خلیفہ رسولؐ اللہ کی طرف سے ابوقحافہ کے نام بعد حمد وصلوۃ کے بہ تحقیق کہ لوگ مجھ پر جمع ہوئے اور میں آج خلیفۂ خدا ہوں اگر تم بھی ہمارے پاس چلے آؤ تو تمہارے لئے بہتر ہو۔ ابوقحافہ نے خط کو پڑھا تو قاصد سے پوچھا کہ علیؑ کو کیوں خلیفہ نہ بنایا کہا اس لئے کہ وہ سن میں کم تھے اور نیز ان کے ہاتھ سے قریش اور غیر قریش کے بہت سے خون ہوئے تھے۔ ابوبکر ان سے عمر میں بڑے ہیں۔ ابوقحافہ نے کہا اگر اس کا استحقاق، عمر ہی کی زیادتی پر ہے تو میں ابوبکر سے بڑا ہوں۔ مجھ کو خلافت ہونی چاہئے بہ تحقیق کہ علیؑ کے ساتھ ظلم اور ناانصافی ہوئی اور ناحق اس کا حق چھین لیا گیا۔ رسولؐ خدا نے ان کے لئے بیعت لی تھی اور ہم سب نے ان سے بیعت کی تھی، پھر ابوبکر کو خط لکھا کہ یہ خط ابوقحافہ کی طرف سے ہے ابوبکر کے نام۔ اما بعد تیرا خط پہنچا میرے نزدیک وہ ایک احمق آدمی کا خط ہے کیوں کہ اس کے مضامین باہم دگر متناقض ہیں کبھی تو کہتا ہے کہ میں خلیفہ خدا ہوں، گاہے اپنے تئیں خلیفہ رسولؐ اللہ بتلاتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ لوگوں نے رضامند ہوکر مجھ کو خلیفہ بنایا، پس یہ امر مشتبہ ہے زنہار تو ایسے امر میں داخل نہ ہو جس سے باہر آنا تیرے لئے دشوار ہو اور انجام ندامت وملامت بوقتِ حساب و بروزِ قیامت ہو، تو خود جانتا ہے کہ کون اس کار کے لئے مجھ سے زیادہ اولیٰ ہے پس خدا کو حاضر جان گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے، اور حق کو صاحبِ حق سے باز نہ رکھ کیوں کہ آج اس کا ترک کرنا تیرے لئے آسان اور زیادہ سلامتی کا باعث ہے۔ **ذکرِ قضیۂ فدک:** فدک بفتح حرف اول وثانی ایک قریہ کا نام ہے کہ مدینہ سے دومنزل اور خیبر سے قریب

ایک منزل کے ہے، پیشتر یہودیوں کے قبضہ میں تھا سن ۷ ہجری میں جب کہ قلعہ ہائے خیبر امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر فتح ہوئے تو وہاں کے باشندوں نے خائف ہو کر حضرت رسول خدا سے صلح کی درخواست کی۔ حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے علی علیہ السلام کو بھیجا اور مصالحہ آنحضرت کے ہاتھ پر واقع ہوا اس طریق سے کہ علیؑ ان کے خون سے درگزریں اور حوائط (باغہاء دیوار ریست) متعلق خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے رہیں۔ معجم البلدان سے نقل ہوا ہے کہ یہ علاقہ بہت زرخیز ہے اور چشمہ ہائے آب رواں اس میں جاری اور درختان خرما بکثرت اور محاصل اس کے فراواں ہیں۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب میں بضمن ایک روایت طولانی کے لکھتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے اہل فدک سے چوبیس ہزار دینار سالانہ پر مقاطعہ کیا کہ اس زمانہ کے حساب سے تین ہزار چھ سو تومان سکہ رائج ایران ہوتے ہیں اور یہ مال بہ تحقیق صاحب تشئید المطاعن ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار کے مساوی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد زمانہ سرور کائنات کے اس کی آمدنی میں نمایاں ترقی ہوئی اس لئے کہ سنن داؤد (۱) چھاپہ لکھنؤ میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں غلات فدک کی قیمت چالیس ہزار دینار زر سرخ کو پہنچی تھی۔ جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہئے کہ فدک چوں کہ بغیر جنگ اور بلا کسی کوشش کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا تو بموجب آیات قرآنیہ خاص حضرت رسولؐ خدا کا مال تھا۔ پس آیہ شریفہ **وات ذالقربیٰ حقہ** نازل ہوئی اور وہ حضرت مامور ہوئے کہ ذوی القربیٰ کو ان کا حق پہنچائیں۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے خویش واقارب کا حق ادا کرو۔ رسولؐ خدا نے فرمایا میرے خویش واقارب کون ہیں اور حق ان کا کیا ہے۔ کہا رشتہ دار فاطمہ زہراؑ اور ان کا حق

---

(۱) اصل عبارت مندرجہ سنن ابوداؤد چھاپہ لکھنؤ یہ ہے قال ابوداؤد ولی عمر بن عبدالعزیز الخلافۃ وغلتہ (یعنی فدک) اربعون الف دینار یعنی ابوداؤد نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو خلافت فدک بقدر چالیس ہزار دینار کے قیمت کی تھی لیکن سنن ابوداؤد چھاپہ دہلی سے درد مندان دین نے یہ عبارت نکال ڈالی ہے۔ کذا فی تشئید المطاعن ۱۲۰۔

(۲) عامۂ اہل سنت اس قضیے کے گھٹانے اور ہلکا کرنے کو فدک جیسی بڑی جائیداد کو ادنیٰ شے بتاتے اور کہا کرتے ہیں کہ شیعوں نے ذرا سی بات پر طومار باندھ رکھا ہے اور اتنا نہیں جانتے کہ اگر موافق ان کے قول کے تسلیم بھی کر لیں کہ وہ تھوڑی سی مالیت کی چیز تھی تو اس سے جو طعن کہ خلفا پر ہے کچھ ہلکا نہیں ہوتا بلکہ اور سخت ہو جاتا ہے کہ انہوں نے ایسی ناچیز شے کو بضعۃ رسولؐ سے دریغ رکھا اور اس پر ان کو غضب ناک کیا چنانچہ حقیر خود ایک مرتبہ عظما اہل سنت سے ایک کی مجلس میں حاضر تھا کہ کچھ اسی قسم کا ذکر آیا ایک شخص نے حاضرین سے کہ مجھ سے واقف نہ تھا کہا اجی فدک ودک تھا ہی کیا فقط خرمے کے چند پیڑ تھے یہ تو رافضیوں نے بات کا بتنگڑ بنا رکھا ہے اس پر صاحب خانہ کہ شائستہ و مہذب شخص تھے بولے تم کو ایسا نہیں کہنا چاہئے اس سے تو خلیفہ اول پر اور بھی الزام آتا ہے کہ انہوں نے ایسی ذرا سی شے پر رسولؐ اللہ کی بیٹی کو ناخوش کیا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

حوائط فدک ہیں ان کے حوالے کرو اور جو کچھ حصہ خدا اور رسولؐ اس میں ہے وہ بھی ان کو دو، پس آنحضرتؐ نے جناب سیدہؑ کو بلایا اور فدک ان کو عنایت کیا۔ اور ایک وثیقہ اس باب میں لکھ دیا کہ وہ آنحضرت کے پاس تھا۔ انتہی۔ غرض بموجب اس وثیقہ کے فدک جناب فاطمہؑ کے قبض و تصرف میں تھا۔ حتیٰ کہ جنابِ رسالت پناہ نے وفات پائی اور خلافت حضرت ابوبکر کے قبضہ میں آئی، اس وقت عمر خطاب نے ان سے کہا کہ فدک فاطمہؑ کے پاس نہیں رہنا چاہیے کیوں کہ یہ بڑی آمدنی کی چیز ہے اگر ان کے پاس رہا تو لوگ بدستور ان کے گرد جمع رہیں گے بہ تحقیق کہ اہلِ دُنیا زر و مال چاہتے ہیں اور روپیہ طلب کرتے ہیں وہاں حاجت روائی دیکھیں گے تو بس وہیں کے ہو رہیں گے اس سے ممکن ہے کہ تیری خلافت میں خلل آئے پس فدک ان سے لے لے اور اموال فے و خمس کو ان پر بند کر، ابوبکر نے اس کو پسند کیا۔ اور دو مرد بھیج دیئے کہ انہوں نے جا کر وکیل جنابِ سیدہؑ کو نکال دیا۔ جنابِ معصومہؑ حضرت ابوبکر سے فریاد خواہ ہوئیں اور وثیقہ رسولؐ اللہ ان کو دکھلایا، عمر بھی موجود تھے دونوں نے اس مطہرہ کی تصدیق سے اعراض کیا اور اس وثیقہ پر بھی لحاظ نہ فرمایا بلکہ حضرت عمر نے دیکھنے کے حیلے سے اس کو فاطمہؑ سے لے کر چاک کر دیا، اور خلافِ قانون شرع ان سے گواہ طلب کیے حضرت فاطمہؑ ام ایمن اور حضرت علیؑ کو بروایتے ان کو معہ حسنینؑ کے شہادت کے لئے لے گئیں، ان بزرگواروں نے گواہی دی کہ فی الواقع رسولؐ خدا نے فدک فاطمہ زہراؑ کو بخشا ہے مگر انہوں نے شہادتِ حسنینؑ بوجہ صغیر سنی اور باقیوں کی۔ اس لئے کہ نصابِ گواہان پوری نہیں، رد کی اور کہا ایک مرد یا ایک عورت اور ہونی چاہیے۔ شرح مواقف میں ہے۔ **امّا الحسن والحسین فللفرعية لان شهادة الولد لا يقبل لاحد والديه واجداده عند اكثر اهل العلم وايضا هما كان صغيرين فی ذلك الوقت اما علیؑ وام ايمن فلقصور هما عن نصاب البينة وهو رجلان اور رجل وامرأتان۔** یعنی لیکن شہادت حسنین علیہما السلام کی پس بسبب فرعیّت کے رد کی، اس لئے کہ گواہی بیٹے کی کسی ایک کے لئے والدین واجداد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز نہیں اور علیؑ اور ام ایمن کی، پس اس سبب سے کہ نصاب گواہان سے کم تھی۔ کیوں کہ دو مرد ہونے چاہیے یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ بروایتے امیر المومنینؑ وام ایمن و اسماء بنت عمیس نے ادا شہادت کر کے نصابِ شہادت کو تمام کیا، بنابریں حضرت ابوبکر نے چاہا کہ فدک کو واگزار کر دیں۔ اور اس باب میں ایک وثیقہ لکھ دیں مگر خلیفہ ثانی اس سے مانع آئے اور کہا کہ فاطمہؑ ایک عورت ہے اور علیؑ اس کا شوہر اس نے اپنے فائدہ کے لئے (العیاذ باللہ) گواہی دی اور دو عورتوں کی گواہی از روئے شرع کافی نہیں۔ جناب ابوبکر نے اس کو قبول کر لیا اور یہی جواب فاطمہؑ کو دے دیا۔ پس اُن حضرتؑ نے قسم یاد کی، کہ اسما بنت عمیس وام ایمن اہل جنت

سے ہیں۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا، اور باوجود اس کے حق فاطمہؑ نہ دیا پس وہ حضرت آزردہ ہوئیں اور قسم کھائی کہ ان دونوں کی شکایت حضرت رسولؐ خدا سے کروں گی اور بیمار ہوئیں تو حضرت امیر المومنینؑ کو وصیت کی کہ آپ کو پوشیدہ دفن کریں، تاکہ حضرات شیخین آپ۔کے جنازے پر نہ آنے پائیں یہ روایت صاحب تاریخ آل عباسؑ کی ہے۔ پس اب ناظرین خود انصاف فرمالیں کہ آیا ہوسکتا ہے کہ قرۃ العین باوجود ان فضائل عالیہ ومناقب سامیہ کے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں ان کی عصمت وطہارت کی خبر دی چنانچہ آیہ تطہیر نازل ہوئی اور رسولؐ خدا نے ان کو اپنا پارۂ تن وسیدہ نساء اہل الجنۃ اور ان کی ایذا او آزار کو اپنا ایذا او آزار قرار دیا دعویٰ ناحق پیش کریں اور دوسروں کا حق بظلم لینا چاہیں اور امیر المومنینؑ نفس رسولؐ رب العالمین باآں زہد وتقویٰ وجود وسخا وترک لذات دنیا واختیار رضائے خدا کہ جملہ مسلمانان میں یہ صفتیں اس جناب کے لئے مسلم الثبوت ومتفق علیہ ہیں ان کو اس مطالبہ ناروا سے مانع نہ آئیں اور اس پر بھی بس نہ کر کے خود بھی ان کی حمایت کریں اور گواہی بدروغ اپنے فائدے کے لئے دیں۔ نعوذ باللہ منہا، دیگر تعصب وہٹ دھرمی کا کچھ علاج نہیں اول حضرت فاطمہؑ کا یہ کہنا کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھ کو فدک عطا کیا کیا کم تھا کہ حاجت گواہوں کی ہوئی کیا ممکن تھا کہ وہ معصومہ مال دنیا کے لئے مرتکب کذب صریح کی ہوتیں اور معاذ اللہ پیغمبرؐ خدا پر تہمت لگائیں۔ **سبحان اللہ** بضعۃ رسولؐ وصدیقہ بتولؑ دعویٰ کریں کہ یہ شے مجھ کو آنحضرتؐ نے ہبہ کی ہے اور جناب ابوبکر اس کے جواب میں فرمائیں **لا صدق قولك یا لا اعرف صدق قولك** کہ میں تیرے قول کی تصدیق نہیں کرتا یا تیری صداقت مجھ کو معلوم نہیں علی الاختلاف الروایات جیسا کہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے اور پھر صدیق کہلائیں بقول شاعر ۔

جھوٹا کہیں بتولؑ کے دعوے کو جو بھلا

صدیق ہم کہیں اسے کیوں کر ہو یہ روا

تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت ادنیٰ صحابی کے ساتھ ایسا معاملہ روا نہیں رکھتے اور باعتقاد جمیع صحابہ ان کے تمام دعوؤں کو، گو وہ انہی کے فائدے پر مبنی ہوں واجب القبول جانتے ہیں، اور مطلق چون وچرا سے لب کشا نہیں ہوتے۔ خود حضرت ابوبکر نے ایسے دعوؤں کو بلا حجت قبول کیا اور جو انہوں نے مانگا بے دریغ دیا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مال بحرین آئے گا تو تجھ کو اتنا اور اتنا (تین مرتبہ ہاتھوں سے اشارہ کر کے) دیں گے۔ بعد وفات آنحضرتؐ کے جب مال بحرین آیا تو جناب ابوبکر نے کہا جس کو رسولؐ خدا پر کچھ قرض ہو یا جس کے ساتھ آنحضرتؐ کا کوئی وعدہ ہو ہمارے پاس آئے

پس میں گیا اور حال بیان کیا۔ جناب ابوبکر نے کہا اسی طرح ہاتھ بھر کر روپیہ اٹھالے میں نے دونوں ہاتھوں سے روپیہ اٹھالیا شمار کیا تو پانچ سو درہم تھا پس سہ گونہ اس کا یعنی ایک ہزار پانچ سو درہم مجھ کو دلوا دیئے، تمام ہوئی روایت بخاری کی۔ ابن حجر فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں کہتا ہے **فیہ قبول الخبر الواحد العدل من الصحابة ولو جرذلك نفعا لنفسه لا ن ابابكرلم يلتمس من جابر شاهد اعلى صحته دعوه** کہ اس میں ہے قبول کر لینا ایک مرد عادل صحابی کی خبر کا اگر چہ وہ اس کی ذاتی فائدہ تک پہنچے اس لئے کہ ابوبکر نے جابر سے اس کے دعویٰ کی صحت پر گواہ طلب نہیں کیا اور عینی شارح بخاری عبارت مندرجہ بالا کو بعض شراح بخاری سے نقل کر کے کہتا ہے **قلت انما لم يلتمس شاهد منه لانه عدل بالكتاب و السنة اما الكتاب فقوله تع كنتم خير امة وكذلك جعلنا كم امةً وَسطاً فمثل جابر ان لم يكن من خيرامة فمن يكون واما السنة فلقوله من كذب على متعمد افليتبؤ امقعدة من النارو لا يظن كذلك بمسلم فصلا عن صحابی** (ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ جناب ابوبکر نے جابر سے گواہ طلب نہ کیا، اس لئے کہ وہ (جابر) عادل تھا از روئے کتاب خدا و سنتِ رسولؐ خدا کے، پس قول خدائے تعالیٰ کا **کنتم خیرِ امّة** ، کہ ہو تم خیر امت، اور ایسا ہی قول حق سبحانہ تعالیٰ کا **جَعَلْنَا کُمْ اُمَةً وَّ سَطاً** گردانا ہم نے ان کو امت اوسط و درمیانہ، پس اگر جابر سا شخص خیر امت نہ ہوگا تو اور کون ہوگا اور حدیثِ پیغمبرؐ ہے کہ جو کوئی دیدہ و دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھے چاہیئے کہ وہ اپنی جگہ آتش جہنم میں مہیا کرے، پس پیغمبرؐ پر دروغ باندھنا عام مسلمان کی نسبت بھی گمان نہیں کیا جاسکتا۔ چہ جائیکہ ایک صحابی کی نسبت۔ افسوس کہ ادنیٰ صحابی پر کذب تجویز نہیں کرتے اور ان کے دعوؤں کو، گو وہ انہی کے فائدوں پر مبنی ہوں۔ بدلیل و قرآن و حدیث واجب القبول و مسلّم جانتے ہیں اور بنتِ رسول اللہ پر آنحضرت کی نسبت جھوٹی تہمت لگانا حلال و مباح جانتے ہیں کہ ان کے دعوے کو واجب القبول کیا جائز القول بھی نہیں گردانتے۔ اگر ان صاحبوں کے نزدیک حضرت فاطمہؑ کوئی مزید شرف و فضیلت کہ ان کے قول کی تصدیق کا موجب ہو، نہ رکھتی تھیں تو کیا شرف صحبتِ آنحضرتؐ کا بھی ان کو حاصل نہ تھا، اور کیا وہ صحابی بھی نہ تھیں کہ ان کا دعویٰ ہبۂ فدک رد کیا گیا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ انہی حضرت عتیق ابوبکر صدیق نے ایک اور صحابی کے قول کی تصدیق کی کہ بمدارج جابر انصاری سے کمتر تھا، اور مال کثیر بلا شاہد و بینہ اس کے حوالے کیا چنانچہ کنز العمال وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ مال بحرین آیا تو ابوبکر کا منادی مدینہ میں پکارتا تھا کہ جس کو حضرتِ رسولؐ خدا پر کوئی وعدہ ہو حاضر ہووے لوگ آتے تھے اور وہ ان

کو مال دیتے تھے حتیٰ کہ ابو بشیر مازنی حاضر ہوا اور کہا کہ رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس مال بحرین آئے تو تو آنا حضرت ابو بکر نے دو تھڑہ سے دو یا تین مرتبہ اس کو روپیہ دیا شمار کیا تو ایک ہزار چار سو درہم تھے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ استحکام خلافت میں حضرت خلیفہ صاحب نے مال بحرین سے بہت کام نکالا اور وعدہ ہائے رسولؐ خدا کے حیلے سے جود و سخا و تالیفِ قلوب کا بازار گرم تھا جو کوئی کچھ چاہتا تھا لے جاتا تھا یہ لکھ لوٹ تھی مگر محروم تھے تو اہل بیت نبیؐ کیا صدیقہ کبری خلیفہ اول کے نزدیک اس ابو بشیر کے برابر بھی اعتبار نہ رکھتی تھیں کہ اس کو جو کچھ مانگا بلا حجت دے دیا اور اس معصومہؑ سے گواہ طلب کئے حقیقت یہ ہے کہ صدق و راستی معصومہ پاک دختر صاحب لولاک کی ایسی نہ تھی کہ ابو بکر پر کیا کسی فردِ بشر پر بھی مخفی ہو۔ یہ صرف دشمنی آل عبا و اہل بیت رسولؐ خدا جو دلوں میں راسخ تھی اُن حضرات سے یہ سب کچھ کراتی تھی اور نیز غصب فدک کا سبب یہ بھی ہے کہ چاہتے تھے کہ ان کا ہاتھ مال دنیا سے خالی رہے تا کہ کوئی اہل طمع مال دولت ان کے پاس پھٹکنے نہ پائے یعنی باوجود فضیلت قرابت و نص خدا و رسولؐ کے اگر کچھ مال بھی ان کے پاس ہوتا تو ممکن تھا کہ بعض طبیعتیں ان کی طرف مائل ہوتیں، اور خلافت میں خلل پڑتا، جیسا کہ پیشتر گذرا پس دیدہ دانستہ تصدیق ہبہ سے انکار کیا گیا۔ اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اس کا سبب اور ہی نقل کیا ہے وہ شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ میں نے علیؑ بن فارقی شافعی مدرس مدرسہ عربیہ بغداد سے سوال کیا کہ فاطمہؑ راست گو تھیں یا نہیں کہا البتہ صادقہ تھیں میں نے کہا پھر ابو بکر نے ان کو فدک کس لئے نہ دیا جب کہ وہ جانتا تھا وہ جھوٹ نہیں کہتیں یہ سن کر وہ فاضل مسکرایا اور ایک کلام لطیف و مستحسن اس کے جواب میں کہا حالاں کہ صاحب ناموس و متدین شخص تھا اور مزاح و تمسخر اس کے مزاج میں کمتر تھا وہ کلام لطیف یہ ہے۔ **لو اعطاها الیوم فدك بمجرد دعواها لجاءت الیه غدا وادعت لزوجها الخلافة وزحزحته عن مقامهٖ ولم یمكنه الا عتذاب المدافعة بشیٔ لانه یكون قد اسجل علی نفسه بانها صادقة فیما تدعی كائنا ما كان من غیر حاجة الی بینة و شهودٍ** یعنی اگر ابو بکر آج ان کے دعوے کی تصدیق کر کے فدک ان کے حوالے کر دیتا تو کل فاطمہؑ آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعویٰ کرتیں اور اس کو خلافت سے معزول کراتیں تو وہ پھر کیا عذر پیش کرتا اور کس دلیل سے ان کے دعوے کو رد کرتا اس لئے کہ جب کہ فدک کے بارے میں ان کا دعویٰ بغیر گواہوں کے قبول کر لیا ہوتا تو ان کے تمام دعوے بلا گواہ قبول کرنے پڑتے اور سب جگہ ان کی صداقت کا قائل ہونا پڑتا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ کلام حق و صحیح ہے ہر چند کہ مقام مزاح و خوش طبعی میں کہا گیا ہے۔ **دوسرے** جناب ابو بکر کا اس مقام پر گواہ طلب کرنا خلاف قاعدہ شرع ناروا تھا، اس لئے کہ حضرت فاطمہؑ فدک پر رسولؐ اللہ کے زمانہ

سے قابض و متصرف چلی آتی تھیں والقبض دلیل الملک، قبضہ ملکیت کی دلیل ہے اور اس حدیث پیغمبرؐ کے موافق کہ **البینة علی المدعی والیمین علی من انکر** یعنی گواہ لانا مدعی کا کام ہے اور منکر پر قسم ہے گواہ ابوبکر کو لانے چاہئیں تھے کہ وہ مدعی تھے نہ کہ حضرت فاطمہؑ سے طلب کرتے چنانچہ اسی سبب سے بعض روایاتِ شیعہ میں وارد ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے خلیفہ اول پر احتجاج کیا کہ اے ابوبکر تو چاہتا ہے کہ ہمارے مقدمہ میں تمام مسلمانوں کے برخلاف حکم کرے، کہا نہیں فرمایا۔ پس اگر کسی کے ہاتھ میں کوئی شے ہو کہ وہ اس پر قابض و متصرف ہو اور میں آؤں اور اس شے کا دعویٰ تیرے آگے پیش کروں تو گواہ کس سے طلب کرے گا، کہا تم سے فرمایا تو فدک کے بارے میں فاطمہؑ سے کیوں گواہ طلب کئے حالاں کہ وہ رسولؐ اللہ کی زندگی سے اس پر قابض و متصرف چلی آتی تھیں پس گواہ مسلمانوں سے کہ اس کے دعویدار تھے طلب کرنے چاہئیں تھے جناب ابوبکر یہ سن کر خاموش ہو گئے مگر عمر نے کہا یا علیؑ ان باتوں کو جانے دو کہ ہم تمہاری حجتوں کی طاقت نہیں رکھتے اگر گواہان عادل لاؤ گے تو فدک تمہیں ملے گا ورنہ تمہارا اور فاطمہؑ کا اس میں کوئی حق نہیں۔ تیسرے ایک گواہ پر حکم کرنا موافق مذاہب اہل سنت کے جائز روا ہے، اور بہت سی احادیث و روایات ان کی اس پر دلالت کرتی ہیں بلکہ خود خلیفہ اول کا اس پر عمل درآمد رہا ہے چنانچہ کنز العمال میں مذکور ہے **عن جعفر بن محمد عن ابیه عن علیؑ بن ابی طالب ان رسولؐ اللّٰه وابابکر وعمر وعثمان کانوا یقضون بشهادة الواحد الیمین** یعنی امام جعفر صادقؑ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسولؐ خدا و ابوبکر و عمر و عثمان ایک شہادت پر معہ قسم کے قضیے فیصل کرتے تھے اور تلویح شرح توضیح میں ہے۔ **عن علیؑ ان النبی قضی بشهادة شاهد ویمین صاحب الحق وروی عنه ان النبی وابابکر وعمر وعثمان کانوا یقضون بشهادة الواحد والیمین۔** یعنی علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے ایک شاہد کی شہادت دینے اور صاحبِ حق کی قسم کھانے پر فیصلہ فرمایا اور نیز آنحضرت سے روایت کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ خدا و ابوبکر و عمر و عثمان ایک گواہ اور قسم پر قضیئے فیصل فرماتے تھے۔ پس اگر حضرت ابوبکر مقدمہ فدک میں بھی شہادت امیر المومنینؑ و قسم جناب سیدہؑ پر فیصلہ فرماتے تو کیا قباحت اس میں تھی۔ بلکہ کتب اہل سنت سے ظاہر ہے کہ ان کے ہاں شہادتِ واحد پر بدون قسم کے بھی حکم کرنا جائز ہے صحیح بخاری میں ہے **ان بنی صهیب مولی ابن جدعان ادعوا بیتین وحجرة ان رسولؐ اللّٰه اعطی ذالك صهیبا فقال مروان من یشهد لکما علی ذلك قالوا ابن عمر فدعاه فشهد لا عطی رسولؐ اللّٰه**

صهيبا بيتين وحجرة فقضى مروان بشهادته لهم یعنی پسران صہیب مولائی ابن جذعان نے دو مکان اور ایک حجرے کا دعویٰ کیا کہ رسولؐ اللہ نے صہیب کو عطا کئے تھے مروان نے کہا کون گواہ ہے تمہارا اس پر انہوں نے کہا عبداللہ بن عمر مروان نے ابن عمر کو بلایا اس نے شہادت دی کہ البتہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ عطا کیا تھا۔ پس مروان نے اس شہادت پر فیصلہ بحق پسران صہیب کر دیا۔ اس روایت سے کہ اصح الکتب بعد کتاب الباری کی ہے ظاہر ہے کہ مروان قاضی منصوب کردہ معاویہ ابن ابوسفیان نے صرف ایک ابن عمر کی گواہی پر پسران صہیب کی ڈگری کر دی۔ نہ اس پر صحابہ سے کسی نے اعتراض کیا نہ امیر معاویہ نے کہ باعتقاد حضرات سنیہ خلیفہ برحق تھا پس اگر ابوبکر بھی بشہادتِ امیر المومنینؑ فدک کو واگذار کر دیتے تو کب خلاف شرع تھا بلکہ یہاں تو ام ایمن مربیہ رسولؐ خدا و دو سردار جوانانِ بہشت آنحضرت کے ساتھ تھے۔ کیا ان سب بزرگوں کی گواہی عبداللہ بن عمر کی گواہی کے برابر بھی نہ تھی۔ ذرا انصاف کرنا چاہئے اور یوں بالمرّہ حق سے نہیں گزرنا چاہئے ذرا فضائل امیر المومنینؑ اپنی ہی کتابوں میں ملاحظہ ہوں اور پھر اس کارروائی ردِّ شہادت کو دیکھا جائے کہ کس قدر بے جا تھی اور پھر اس کی توجیہ میں یہ کہنا کہ جرِّ منفعت کے لئے یہ گواہی تھی اس لئے قبول نہ ہوئی کتنی شوخ چشمی و بے باکی ہے۔ حدیث متفق علیہ بین الفریقین ہے **الحق مع عليٌّ وعليٌّ مع الحق يدور الحق معه حيثما دار** کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور وہ حضرت حق کے ہمراہ ہیں، گردش کرتا ہے حق جس طرف کو کہ وہ گردش کریں نیز حدیث ہے **اللّٰهُمَّ ادر الحق حيثما دار** یعنی حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا خداوندا گردش دے حق کو جس طرف کہ علیؑ گردش کریں۔ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ افعال اس جناب کے بالکل حق تھے یعنی بعینہ حق تھے، نہ یہ کہ مطابق حق ہوں اور حق ان سے علیحدہ کوئی اور شے ہو، بلکہ حق ایک امر ہے کہ افعال آنحضرتؑ سے منعکس ہوتا تھا جیسے کہ ضوآفتاب سے منعکس ہوتی ہے، اس لئے رسولؐ خدا نے فرمایا **اللهم ادر الحق حيثما دار** کہ حق کو ان کا تابع اور ساتھ ساتھ پھرنے والا قرار دیا، اور یہ نہ فرمایا کہ خداوندا گردش دے علیؑ کو جس طرف کہ حق گردش کرے کہ اس صورت میں وہ تابع حق ہوتے، نہ کہ متبوع، پس بموجب اس کے ابوبکر نے صریح حق سے انحراف کیا کہ گواہی اُن حضرت کی قبول نہ کی نیز حدیث صحیح ہے **عَلیٌّ باب حِطَّةٍ من دخل فيه كان مومنا ومن خرج منه كان كافرا** کہ علیؑ مثل باب حطہ کے ہیں، کہ بنی اسرائیل میں تھا، جو اس میں داخل ہوا مومن ہے جو خارج ہوا کافر، علقمی سُنّی شرح صواعق محرقہ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے کہ جو کوئی اقتدا کرے علی علیہ السلام کی اور مہتدی ہو ہدایت آنحضرت سے ان کے اقوال وافعال میں مومن

کامل الایمان ہوگا۔ پس مقدمہ فدک میں شیخین نے آنحضرت کی شہادت کو رد کیا اور ان کی ہدایت سے مہتدی نہ ہوئے اور بابِ مدینۂ علم نبی اور باب حطہ سے باہر ہوگئے تو بموجب اس حدیث کے کیا ٹھہرے اور حضرت امام حسنؑ کے بارے میں بیشتر حدیث بخاری لکھی گئی کہ حضرت رسولؐ خدا نے ایک دانہ خرمہ، خرمہائے صدقہ سے اٹھالینے پر ان سے فرمایا **اما تعلم ان الصدقة علينا حرام** کہ تو نہیں جانتا کہ صدقہ ہم اہل بیت پر حرام ہے پھر اس کی شرح میں آنحضرتؐ کا طفلی میں لوح محفوظ کو مطالعہ کرنا بھی عسقلانی کے کلام سے گذارش ہوا۔ اب یہ عرض ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ شیر خوارگی کے زمانہ میں اما حسنؑ کو امر ونہی کریں اور وہ حضرت اس وقت بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہوں تو ان کی گواہی بوجہ صغیر سنی یا فرعیت کیوں کر رد ہوسکتی ہے اور شیخ عبدالحق دہلوی حدیث مذکور کی شرح میں شرح مشکوۃ میں افادہ کرتے ہیں کہ ارشادِ رسولؐ اللہ **اما تعلم** الخ مشعر ہے اس کا کہ امام حسنؑ پہلے سے حرمتِ صدقہ اہل بیت کا علم رکھتے تھے اور یہ بعید نہیں اس لئے کہ وہ حضرت صغیر عاقل تھے۔ بہ تحقیق کہ عمل کیا ان دو بزرگ اماموں یعنی حسنؑ وحسینؑ نے احادیثِ رسولؐ اللہ کو صغرسنی میں اور وہ بوقتِ وفات رسولؐ اللہ ہشت سالہ تھے۔ کیوں کہ ان کی ولادت سال دوم ہجرت میں ہے۔ علاوہ بریں ہمہ امیر المومنین علیہ السلام بنص قرآن شاہد ہیں اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کی تنہا شہادت قبول کی ہے۔ چنانچہ آیہ شریفہ **افمن كان علىٰ بينة من ربه ويتلوه شاهد منه من كان على بينة** سے مراد حضرت رسالت پناہ اور شاہد منہ سے مراد علی علیہ السلام ہیں اور اس تفسیر پر فریقین کا اتفاق ہے لیکن بیان اس کا بطریق شیعہ پس ظاہر وعیاں ہے عیاں راچہ بیان۔ اور لیکن اہل سنت کے موافق پس تفسیر درمنشور سیوطی میں اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں ابن مردویہ وابونعیم وابوحاتم وغیرہ سے چند طریق پر روایت کیا ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب کہتے تھے کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے باب میں کوئی حصہ قرآن کا نازل نہ ہوا ہو۔ ایک شخص نے کہا آپ کے بارہ میں کیا نازل ہوا ہے فرمایا تو نے سورۂ ہود میں نہیں پڑھا **اَفَمَنْ كَانَ عَلىٰ بَيِّنَةٍ** الخ پس **على بينة من ربه** رسولؐ خدا ہیں اور شاہد منہ میں ہوں پس اسی شاہد کی شہادت جسے جناب واحد احد عزاسمہ نے قبول ومنظور فرمایا ہے رد کرنا بلاشبہ مخالفت قرآن و باعث خروج از دائرہ ایمان ہے۔ القصہ جب جناب سیدہؑ نے یہ دیکھا کہ ہبہ فدک میں نہ میرا قول تسلیم ہوا نہ شہادت شہود پر لحاظ کیا گیا تو آپ نے ایک حجت صریح وروشن کی طرف رجوع کیا جس کے قبول میں کسی مسلمان کا پس وپیش کرنا ظاہراً من قبیل محالات معلوم ہوتا تھا اور جناب اس حساب سے بھی قریب کل ترکۂ رسولؐ خدا کی مالک ہوتی ہیں، وہ حجت دعویٰ میراث تھی موافق آیہ وافی ہدایہ **يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين** کہ حکم

عام وشامل جمیع مسلمانان ہے سب کی اولاد اس کے موافق اپنے والدین کی میراث پاتی ہے **روی البخاری فی صحیحه ان فاطمة بنت رسولؐ الله سالت ابابکره الصدیق ان تقسیم ها ماترك رسولؐ الله مما افاء الله علیه** یعنی محمدؒ بن اسمٰعیل بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا نے ابوبکر سے سوال کیا کہ ترکہ رسولؐ اللہ کو اموال فے سے آنحضرت کے لئے تقسیم کرے مگر خلیفہ صاحب نے میراث سے بھی ویسا ہی جواب صاف دیا جیسا کہ پیشتر ہبہ سے دے چکے تھے اور فرمایا کہ پیغمبروں کے ترکے میں میراث جاری نہیں ہوتی ان کے متروکات صدقہ ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے **نحن معاشر الانبیاء لانرث ولا نورث ماترکناه صدقته** کہ ہم گروہ انبیا نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں صدقہ ہے اور حال اس حدیث **نحن معاشر** الخ کا یہ ہے کہ چوں کہ راوی حدیث یعنی خود خلیفہ صاحب ان لوگوں میں داخل ہیں جن پر صدقہ حلال ہے تو وہ اس کی روایت میں متہم ہیں کیوں کہ وہ ان کے نفع پر بنی ہے اور نیز وہ اس کی روایت میں منفرد تھے کہ کوئی دوسرا شریک نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ خلیفہ ثانی بھی کہ بانی مبانی خلافت ابوبکر تھے اور ہر امر میں ان کے رفیق شفیق رہتے تھے اس حدیث کی روایت میں ان کے موافق نہیں ہوئے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے **صدق المرتضیٰ فیما قال اما عقیب وفاة النبی و مطالبة فاطمة الارث فلم یرو الخیر الا ابوبکر وحده وقیل انه رواه معه مالك بن اوس بن حدثان** کہ راست کہا ہے سید مرتضیٰ نے اپنے اس قول میں کہ ابوبکر روایت حدیث **نحن معاشر** الخ میں منفرد تھے، اس لئے کہ بعدِ وفاتِ پیغمبرؐ خدا جب کہ فاطمہ زہراؑ نے میراث کا مطالبہ کیا تو اس حدیث کو سوائے ابوبکر تنہا کے کسی نے روایت نہیں کیا، اور کہا گیا ہے کہ اس کے ساتھ مالک بن اوس بن حدثان نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ پھر مالک بن اوس مذکور کی نقل کر کے کہتا ہے **هذا حدیث غریب لان مشهورانه لم یرو حدیث انتفاء الارث الا بوبکر وحده** یہ حدیث غریب ہے اس لئے کہ مشہور یہ ہے کہ حدیث نفی میراثِ پیغمبراں کو سوائے ابوبکر اکیلے کے کسی نے روایت نہیں کیا، پس ایسی حدیث جس کی روایت میں کوئی دوسرا شخص شریک نہ ہو اور اپنے فائدہ پر شامل ہو، آیہ میراث کے مقابلے میں لانا اور اس سے میراث انبیا کی نفی کرنا سراسر ناانصافی ہے۔ کمال تعجب ہے کہ جم غفیر صحابہ سے اس حدیث کو صرف ایک ابوبکر نے پیغمبرؐ سے سنا اور کسی کے کان میں اس کی آواز نہ گئی، کیا یہ ہوسکتا تھا کہ وہ حضرتؐ کم از کم اپنے رشتہ داروں کو بھی اس کی اطلاع نہ دیتے ممکن تھا کہ ابوبکر کو اس کی خبر دیں اور جناب سیدہؑ سے کہ اقرب قربا تھیں پوشیدہ رکھیں حالانکہ موجب آیہ شریفہ

وانذر عشیرتك الاقربین وہ جناب قریبی رشتہ داروں کی نصیحت پر خصوصیت کے ساتھ مامور تھے، اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ بوقت نزول آیہ میراث عام طور سے اس کا اعلان فرمائیں کہ انبیا اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، ان کے متروکات میں میراث جاری نہیں ہوتی اور اپنے اعزہ و اقارب کو خاص کر جناب سیدہؑ کو خاص طور سے اس سے آگاہ کرتے، کہ مبادا ثانی الحال وہ اس کا مطالبہ کریں جیسا کہ کیا گیا اور نیز جس طرح پر بہ تقدیر صحت اس حدیث کے جناب سیدہؑ کا اس کے مضمون پر مطلع نہ ہونا، متعذرات سے ہے ویسا ہی یہ بھی ناممکن ہے کہ باوجود علم و اطلاع انتفاء میراثِ انبیا کے وہ جناب طالب میراثِ پیغمبرؐ خدا ہوئیں کیوں کہ آپ معصوم و مطہر تھیں جملہ گناہان صغیرہ و کبیرہ سے موافق تطہیر وغیرہ کے پس اس بیان سے ظاہر ہے کہ حدیث مذکور موضوع و مفتریٰ ہے کہ محض بہ نظرِ ضرر رسانی اہلِ بیتِ پیغمبرؐ بنائی گئی ہے، اور نیز یہ حدیث مخالفِ قرآن شریف ہے۔ **قال اللّٰه تع حکایته عن ذکریا انی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقرا فهب لی من لدنك ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب واجعله ربّ رضیا** کہ اس میں حق تعالیٰ حضرت زکریا کے حال سے خبر دیتا ہے کہ انہوں نے عرض کی پروردگارا مجھ کو اپنے بعد موالی یعنی چچا زاد بھائیوں کی طرف سے اندیشہ ہے اور میری زوجہ عقیم (بانجھ) ہے۔ پس عنایت کر مجھ کو اپنے فضل سے ایک ولی کہ وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا اور کر اس کو اے رب میرے رضی و پسندیدہ پس حضرت زکریا نے کہ اپنے بنی اعمام کے اطوار و اوضاع سے واقف تھے اور ڈرتے تھے کہ مبادا وہ اموال و املاک پر مسلط ہو کر ان کو بدکاریوں میں تباہ و برباد نہ کر ڈالیں حق تعالیٰ سے دعا کی کہ ایک ولی وارث مجھ کو عطا کر کہ مرضی الاخلاق و پسندیدہ اطوار ہو، پس ظاہر ہے کہ یہاں وراثت سے وراثتِ مال مراد ہے نہ کہ وراثتِ علم و نبوت اس لئے کہ اول تو لفظِ وراثت و میراث جہاں مذکور ہوتے ہیں ان سے ان کے حقیقی معنی میراثِ مال و متاع سمجھے جاتے ہیں جب تک کہ بدلیل قطعی کسی اور معنوں کا ارادہ نہ کیا جائے، پس **یرثنی ویرث من ال یعقوب** میں بھی وراثتِ مال مراد ہوگی نہ وراثتِ علم و نبوت۔ دوسرے اگر وراثتِ علم و نبوت مراد لیں تو قید **واجعله رب رضیا** کہ گردان لغو اور فضول ٹھہرتی ہے، اس لئے کہ وارثِ علم و نبوت کو خود مرضی الاخلاق و پسندیدہ خصائل ہونا ضرور ہے اس کے لئے **واجعله رب رضیا** سے دعا مانگنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی کہے خداوندا ہم پر نبی مرسل مبعوث کر اور اس کو عاقل و دانا بھی کر کہ ایسی دعا کرنے والا عقلا کے نزدیک خارج از عقل احمق و مجنوں ہوگا، کیوں کہ جس کو حق تعالیٰ نبوت عطا کرے گا عقل و دانائی لا کلام بخشے گا اور کلام خدا لغو سے پاک ہے۔ اور نیز ظاہر ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو بنی اعمام کی طرف سے خوف تھا اور اسی خوف کی وجہ سے انہوں نے حق تعالیٰ سے وارث طلب کیا تھا پس یہ خوف ہو نہیں سکتا

کہ ان کے عالم و نبی ہو جانے سے ہو، اس لئے کہ ممکن نہیں کہ حق تعالیٰ علم و نبوت ایسے شخص کو عطا کرے جو اس کے اہل و لائق نہ ہو، بلکہ علت غائی و بعثت انبیا کے علم و حکمت کا پھیلانا اور اس کا تعلیم و تلقین کرنا ہے، اس سے خوف کرنا کیا معنی۔ بہ خلاف مال کے وہ نیک و بد، مومن و کافر، سب کو ملتا ہے پس بلا شبہ آنحضرتؑ کو یہی اندیشہ تھا کہ میرے لواحق، اموال کو فسق و فجور میں ضائع کریں گے، اور اسی کی حفاظت و انتظام کی نظر سے انہوں نے حق تعالیٰ سے وارث رضی مرضی طلب کیا تھا۔ پس مراد **یرثنی** الخ میں وارثِ مال ہوگا نہ کہ وارثِ علم و نبوت۔ اس جگہ سے ہے کہ فخر الدین رازی امام اہلِ سنت نے تفسیر کبیر میں اس آیہ کی تفسیر میں سدیؔ و مجاہدؔ و شعبی و بن عباسؔ و حسنؔ و ضحاکؔ سے کہ اکابر معتبرین اہل سنت اور ان کے مقبولین سے ہیں نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آیہ میں وراثتِ مال مراد لی ہے اور خود امام رازی وراثت مال کا مفہوم آیہ میں داخل ہونا اولیٰ جانتے ہیں اب اگر کوئی معترض کہے کہ مال کی طرف سے اندیشہ مند ہونا اور اس کے خاطر حق تعالیٰ سے ولی و وارث کی درخواست کرنا طمع مال و بخل پر دلالت کرتا ہے کہ شایانِ شان انبیا نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مال کو نا اہلوں سے نگاہ رکھنا کہ وہ بجائے اس کے کہ نیک کام میں صرف کریں فسق و فجور میں اوڑائیں طمع و بخل نہیں، کمال درجہ کی دانائی و حسن تدبیر بلکہ عین تقویتِ دین ہے جس طرح لازم ہے کہ انسان اپنی زندگی میں مال کو امورِ خیر میں صرف کرے، ویسا ہی چاہئے کہ حتی المقدور بعد کو بھی ایسا انتظام کر جائے کہ نیک کاموں میں صرف ہوتا رہے کیوں کہ یہ باقیات صالحات سے ہے اسی لئے مرنے سے پہلے وصیت کرنا اور کسی مرد صالح و دین دار کو وصی بنانا شرعاً وعقلاً وعرفاً مستحسن سمجھا جاتا ہے اور نیز حدیث موضوع **نحن معاشر الانبیاء** الخ مخالف ہے آیہ شریفہ **وورث سلیمانُ داؤد** کے اس میں حق تعالیٰ بصیغہ ماضی سلیمان علیہ السلام کے وارث داؤد ہونے کی خبر دیتا ہے اور گویا اسی حدیث ساختہ خلیفہ اول کی تردید میں فرماتا ہے کہ، انبیا وارث و مورث دونوں ہوتے ہیں اور واضح رہے کہ میراث کا اپنے حقیقی معنی یعنی مال میں مستعمل ہونا یہاں پر زیادہ روشن ہے اس لئے کہ میراث وہ ہے کہ مورث سے اس کے مرنے کے بعد وارث کو پہنچے، وہ یہاں علم و نبوت ہو ہی نہیں سکتی، کیوں کہ حضرت سلیمان ایامِ حیات داؤد میں نبی ہو کر علم حاصل کر چکے تھے۔ پس علم و نبوت میں ان کا وارث داؤد ہونا قطعاً درست نہیں، پس بالضرور یہاں وراثتِ مال مراد ہوگی، نہ کہ وراثتِ علم۔ چنانچہ مقتدا و پیشوائے اہلِ سنت حضرت حسن بصری اسی کے قائل ہیں جیسا کہ ان سے نقل کیا گیا ہے۔ طرفہ یہ کہ حضراتِ اہل سنت یہاں تو بہ نظر حمایت خلیفہ اول وراثت سلیمان کو وراثت علم و نبوت پر محمول فرماتے ہیں، اور وراثت مال سے انکار کرتے ہیں، مگر ایک اور مقام پر اس حمایت سے دست بردار ہو کر آنحضرتؐ کے وارث مال داؤد ہونے کے قائل ہو گئے چنانچہ تفسیر آیہ شریفہ **اذا عرض علیه بالعشی**

الصافنات الجیاد ترجمہ جب کہ عرض ہوئے ان کے سامنے شام کے وقت اسپہائے عمدہ کو ان کی کتب تفسیر میں ملاحظہ کیجئے، اور تماشائے قدرتِ خدا دیکھئے۔ **قال البیضاوی روی انهٗ علیه السلام عزادمشق ونصیبین و اصاب الف فرس و قیل اصابها ابوه من العمالقة فورثها منه فاستعرضها فلم یزل یعرض علیه حتی غربت الشمس غفل عن العصر اوعن ورد کان له** یعنی بیضاوی کہتا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلیمان نے دمشق و نصیبین پر جہاد کیا اور ایک ہزار گھوڑے ان کو وہاں سے ہاتھ آئے، اور کہا گیا ہے کہ یہ گھوڑے آپ کے باپ داؤد کو قوم عمالقہ سے ملے تھے ان کو میراث میں پہنچے، پس یہ گھوڑے انہوں نے اپنے سامنے منگائے اور ان کو دیکھتے رہے تا اینکہ آفتاب غروب ہو گیا اور نماز عصر یا دیگر وردِ مقررہ سے غافل رہے اور تفسیر کشاف و مدارک میں بھی یہ مضمون اسی طرح بلفظ مجہول یعنی قیل مذکور ہوا ہے۔ لیکن تفسیر معالم التنزیل میں اس قول کا قائل مقاتل بیان کیا گیا ہے اور ربیع الابرار زمخشری میں اس قول کو کسی خاص شخص کی طرف نسبت نہیں کیا۔ عام طور سے کہا ہے **وورث سلیمان من ابیه الف فرس فاستعرض تسعمائة فشغلته عن ذکر اللّٰه** کہ سلیمان کو ایک ہزار گھوڑے اپنے باپ سے میراث میں پہنچے تھے، پس نو سو دیکھنے کے لئے طلب فرمائے اور اس سبب سے وہ یادِ خدا سے غافل رہے۔ اور حیوٰۃ الحیوان دمیری میں ہے **وجمهور المفسرین علی انها کانت خیلا موروثا۔** کہ عامہ مفسرین اس پر ہیں کہ وہ گھوڑے موروث تھے یعنی حضرت سلیمان کو میراث میں پہنچے تھے **هذا کله فی تشئید المطاعن** پس جب کہ بقول جمہور مفسرینِ اہلِ سنت حضرت سلیمان کا ایک ہزار اسپ میراث میں پانا صحیح و ثابت ہے تو یہ **ورثِ سلیمان دائود** میں کس لئے میراثِ مالی سے انکار کیا جاتا ہے اور کیوں حضرت حسن بصری جیسے پیر و مرشد کے قول سے مخالفت کی جاتی ہے حیرت ہے کہ جمہور مفسرین حضرت سلیمان کے ایک ہزار گھوڑے داؤدؑ سے میراث میں پانے کے قائل ہوں، اور یہ حضرات حدیث نفی میراث انبیا کو کہ محض بغرض اضرار و ایذا رسانی اہلبیتؑ وضع کی گئی ہے۔ خلیفہ اول کی طرف سے صحیح سمجھی جائیں۔ کتب فریقین میں ہے کہ جب آیہ **انك میت وانهم لمیتون** نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھ کو خبرِ مرگ دی گئی ہے آگاہ رہو کہ میرے بعد مجھ پر بہت دروغ باندھیں گے؛ جب کوئی حدیث مجھ سے تم کو پہنچے اسے کتابِ خدا پر عرض کرو، اگر اس کے موافق ہو تو قبول ورنہ ترک کرو۔ پس حدیث **نحن معاشر الانبیاء** کو بموجب اس حدیث متفق علیہ کے، کتاب اللہ پر عرض کیا تو آیہ **یوصیکم اللّٰه فی اولادکم** الخ اور آیہ **فَهَبْ لی مِنْ لدُنْكَ وَلِیًا** آہ کے اور آیہ **وورث سلیمان**

داٶد کے برخلاف پایا، پس واجب ہے کہ ہم اس کو ترک کریں اور جانیں کہ یہ ایک کذب و دروغ ہے کہ آنحضرتؐ پر باندھا گیا ہے۔ **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ یہ ہے خلاصۂ کلام علما اعلام کا، کہ حدیث موضوعہ خلیفہ اول کی قدح میں انہوں نے افادہ کیا ہے اور اکثر اور بیشتر اس کا ماخوذ ہے کلامِ ہدایت نظام جناب سیدۂ نساء فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا سے کہ آپ نے مسجد رسولؐ اللہ میں ابوبکر و جماعۃ مہاجرین وانصار کے سامنے ارشاد فرمایا، وہ خطبہ معروف ومشہور ہے، اور منتہائے فصاحت و بلاغت سے معمور سنی وشیعوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کو روایت کیا ہے، سنیوں سے ابن ابی الحدید معتزلی نے کتابِ سقیفہ ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری سے اس کو نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ ابوبکر بڑا عالم محدث کثیر الادب ثقہ و پرہیزگار شخص تھا، محدثوں نے اس کی صفت وثنا کی ہے، اور اس کی تصنیفات وغیرہ کو اس سے روایت کیا ہے، پھر اس خطبہ کو اس سے تین طریقہ سے نقل کیا ہے ایک طریقہ جنابِ زینبؑ بنت امیر المومنینؑ تک منتہی ہوتا ہے۔ دوسرا ابوجعفر امام محمد باقرؑ تک اور تیسرا عبداللہ بن الحسن تک۔ اور علامہ علیؒ بن عیسیٰ الاربلی کتاب کشف الغمہ میں کہتے ہیں کہ، میں اس خطبہ کو کتابِ سقیفہ احمد بن عبدالعزیز کے پرانے نسخے سے نقل کرتا ہوں جو ربیع الاول ۳۲۲ ہجری میں مصنف کے سامنے قرأت کیا گیا ہے اور نیز مسعودی (۱) نے مروج الذہب میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور سید بن طاؤس علیہ الرحمہ نے کتاب الطرائف میں عالم و حافظ وثقہ اہلِ سنت احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی کی کتاب مناقب سے نقل کیا ہے، اس نے اس کی سند عائشہ تک پہنچائی ہے، اور علما شیعہ سے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے کتاب شافی میں اور شیخ صدوق محمدؒ بن بابویہ قمی نے علل الشرائع میں اور شیخ مفید واحمد بن ابی طالب طبرسی وغیرہ نے کُلاً وجزاً اس کو روایت کیا ہے۔ اور یہ خطبہ طولانی اعلیٰ درجہ کی فصاحت وخوش بیانی سے بھرا ہوا ہے، اور بہت سے مطالبِ عالیہ اس میں درج ہیں، لیکن ہم یہاں حسب حیثیت اس مجموعہ کے تھوڑا سا اس میں سے کہ متعلق فدک ہے، بطور التقاط و

---

(۱) نسخہ مروج الذہب مسعودی مطبوعہ مصر جو ہمارے پاس موجود ہے اس میں ذکرِ خلافت ابوبکر کے آخر میں لکھا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں اختصار کی نظر سے بہت سے اخبار وآثار کے ذکر سے اعراض کیا ہے پھر ان اخبار کی طرف اشارہ کرتے کرتے لکھا ہے **وما كان من قصة فدك وما كان عن فاطمة** یعنی اور جو کچھ کہ قصہ فدک سے گذرا اور جو کچھ کہ فاطمہؑ کی طرف سے اس میں گفتگوئیں ہوئیں **وكلامها متمثلة حين عدالت الى قبر ابيها عليه السلام من شعر صفية بنت عبد المطلب** اور ان کا کلام درانحالیکہ انہوں نے عدول کیا اپنے باپ کی قبر کی طرف کہ ان پر سلام ہو اور تمثیل لاتی تھیں وہ شعر صفیہ بنت عبدالمطلب سے وہ شعر یہ ہے۔

قد كان بعدك انبا وهنبة

لو كنت شاهد هلتم تكبر الخطب

انتخاب ترجمہ کرتے ہیں جو چاہے کہ اصل خطبہ عربی عبارت میں ملاحظہ کرے اس کو بحار الانوار وغیرہ مطالعہ کرنی چاہئے، اور وہ یہ ہے: کہ جب جناب سیدہؑ کو معلوم ہوا کہ ابوبکر کو فدک کے دینے سے بہ کلی انکار ہے تو آپ نے اپنا مقنعہ مبارک سر پر لیا اور چادر بالا پوش سے اپنے تئیں محفوف اور مستور فرمایا اور جماعت زنان بنی ہاشم سے اپنی چشموں اور رشتہ داروں کو ساتھ لے کر مسجد رسولؐ اللہ کی طرف تشریف فرما ہوئیں، از بس کہ آپ کی رفتار حضرت رسولؐ خدا سے بہت ہی مشابہ تھی، دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا تھا کہ گویا رسولؐ اللہ جا رہے ہیں، رفتہ رفتہ مسجد میں داخل ہوئیں تو مہاجرین وانصار ابوبکر کے گرد جمع تھے ایک پردہ چادر سفید کا درمیان میں نصب ہو گیا اور اس جناب نے پس پردہ جلوس فرمایا۔

خطبۂ جناب سیدہ پھر ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی اور صدائے گریہ بلند کی کہ جسے سن کر جملہ حاضرین مسجد رونے لگے، حضرت نے توقف کیا تاوقتیکہ گریہ آپ کا ساکن ہوا، پس حمد وثنائے خدا ادا کی اور اپنے پدر بزرگوار احمد مختار پر درود وصلوات بھیجی، اس پر پھر شور گریہ وبکا بلند ہوا۔ آپ پھر خاموش ہو گئیں حتیٰ کہ ان کی جزع وفزع میں سکون ہوا، بعد ازاں بہت سے دُر رشاہوار زبان گوہر بار سے اہل مجمع پر نثار کئے، بعد ازاں فرمایا بندگان خدا تم مخاطبان امر ونہی اسلام وحاملان حلال وحرام دین خیر الانام ہو اور امناء خدا ورسولؐ ہو، کہ دین اسلام کو اپنے بعد کی نسلوں اور آئندہ امتوں تک پہنچاؤ، پس ڈرو اور خوف کرو خدائے تعالیٰ سے، اور اس کی اطاعت کو واجب ولازم جانو تاکہ مسلمانی کے بعد کافر نہ ہو جاؤ، اور بحال کفر تمہاری موت نہ ہو۔ ایہا الناس میں فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔ اصلاً کذب ودروغ نہیں کہتی، اور بہ ہوائے نفسانی فدک کا دعویٰ نہیں کرتی۔ لوگو محمد مصطفیٰ ﷺ میرے باپ تھے یا تمہاری زنان و دختران کے، اور میرے شوہر کے برادر وابن عم تھے یا تمہارے مردوں کے، بجز اس کے نہیں کہ شیطان تم پر مشرف ہوا، اور اس نے تم کو اپنا مطیع ومنقاد پایا، بہ تحقیق کہ قصہ غدیر کو بہت عرصہ نہیں گذرا، اور ہمارا زخم مصیبت رسولؐ خدا ہنوز مندمل نہیں ہوا، ان کا جسد مبارک زیر خاک دفن نہیں ہوا تھا، کہ تم غصب خلافت پر ٹوٹ پڑے، اس سے فرصت ملی تو فدک کو ضبط کیا، ہم نے ان مصیبتوں پر کہ دل میں تیر وتبر وسنان وخنجر سے کم نہ تھے صبر کیا، مگر تم نے اس پر بھی قناعت نہ کی اب جاہلیت کے طریق سے یہ کہتے ہو کہ میراث پیغمبر بھی ہمارے لئے نہیں، حالاں کہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے ورثا ہیں **یا ابن ابی قحافه افی کتاب اللّٰه ترث اباك ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا۔** اے ابوبکر کیا قرآن میں ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں، بہ تحقیق کہ تو نے افترا پردازی کی تہمت لگائی پیغمبرؐ پر، اے مسلمانوں سزاوار ہے کہ دختر رسولِ خدا ان کی میراث سے محروم رہے اور غیر لوگ اس ترکہ سے فائدہ اٹھائیں، تم جان بوجھ کر نادان بنتے ہو، اور کتاب خدا کو پس پشت ڈالتے ہو، کیا قرآن

میں نہیں آیا کہ سلیمان نے داوٗد سے میراث پائی اور زکریا نے دعا مانگی کہ خداوندا ایک ولی و وارث عطا کر کہ میرا اور آلِ یعقوب کا وارث ہو، اور اس جل شانہ نے فرمایا ہے **واولو الارحام بعضها اولی ببعض فی کتاب الله** کہ صاحبانِ رحم وقرابت بعض ان کے بعض سے اولیٰ ہیں، کتابِ خدا میں اور نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے **یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین** کہ وصیت کرتا ہے تم کو حق تعالیٰ تمہاری اولاد کے مقدمے میں کہ بیٹوں کا دوہرا حصہ ہے بیٹیوں کا اکہرا۔ پس ان میں انبیا کو کہیں مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ آیا تم گمان کرتے ہو کہ مجھ کو میرے باپ سے کچھ بہرہ وحصہ نہ تھا اور کوئی رحم وقرابت اس سے نہ رکھتی تھی، یا کوئی آیہ تمہارے پاس ہے جس کی رو سے تم وارث اور مورث ہو، اور میں اس سے خارج ہوگئی یا یہ کہتے ہو کہ میں اور میرے باپ دوملت پر ہیں، وہ مسلمان تھے اور میں کافر، کہ اس سبب سے ان کی میراث نہ پاؤں، آیا عموم وخصوصِ قرآن کو تم بہتر جانتے ہو یا میرے باپ رسولؐ خدا، اور میرے شوہر علیؑ مرتضیٰ، تم نے خلافت چھینی، فدک لیا، ہم کو طاقت نہیں کہ آج تم سے عہدہ برآ ہو سکیں، اے پسر ابوقحافہ کل کو اس ظلم کا جواب تجھے دینا ہوگا، جب کہ دعوے دارِ فدک رسولؐ خدا ہوں گے اور دعویٰ ہمارا کہ میعاد گاہ روزِ قیامت ہوگا، اس کے بعد جناب فاطمہؑ انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا اے انصارِ اسلام والے حافظانِ شریعت میرے حق میں یہ ضعف وسستی کس لئے ہے، یہ ظلم وستم مجھ پر دیکھتے ہو اور گردنیں نہوڑائے آنکھیں جھکائے بیٹھے ہو کیوں میری اعانت نہیں کرتے، کیا میرے پدر گرامی حضرت رسولؐ اللہ سے تم نے نہیں سنا کہ **المرء یحفظ فی وُلدِہٖ** کہ آدمی کی رعایت اس کی اولاد کے حق میں ہوتی ہے۔ کیسی جلد تم ہماری نصرت کو چھوڑ بیٹھے، اور کیا جلد ہمارا حق ضائع کردیا، حالاں کہ تم کو قوت وقدرت میرے حق میں طلب کرنے کی ہے، گویا تم نے وفاتِ محمدؐ کو سہل وخفیف جانا باوجودیکہ اس سے رخنۂ عظیم پڑا ہے، کہ کسی طرح اصلاح پذیر نہیں، بتحقیق کہ ان کی دختر مغلوب ہوئی اور ان کی حرمت ضائع کی گئی، مگر موت قضائے الٰہی وحتمی تھی ٹل نہیں سکتی تھی **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علیٰ اعقابکم** نہیں ہیں محمدؐ مگر رسولؐ۔ آیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجاویں تو تم مرتد ہوجاؤ گے، اے جماعتِ اوس وخزرج تم موجود ہو اور دیکھتے ہو اور آدمی اور سامان جنگ رکھتے ہو، پس میری گریہ وزاری سنتے ہو اور امداد نہیں کرتے، حالاں کہ نامی بہادروں سے ہو، اور بزرگانِ عرب و بہترین قبائل سے شمار ہوتے ہو، اور کبھی کسی کے مقابلے اور مقاتلے سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا، ہمیشہ ہمارا حکم مانتے اور امتثالِ فرماں کرتے رہے ہو، تاانیکہ بنائے اسلام محکم واستوار ہوئی اور آتش کفر وشرک بجھ گئی، پس کہاں جاتے ہو اور کیوں اسلام کے بعد کفر اختیار کرتے ہو، کیا تم وہی نہیں کہ ہمیشہ مخالفان پیغمبرؐ کے ساتھ جنگ کرتے رہے ہو، کہ جیسے

منکرینِ نبوت سے لڑتے تھے غاصبین خلافت سے کیوں نہیں لڑتے، کیا ان سے ڈر گئے حالاں کہ سوائے خدا کے کسی اور سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ بات یہ ہے کہ تم نے آسائش و آرام اختیار کیا، اور مال و دولت کی طرف جھک گئے نتیجتاً علیؑ سے کہ بہر نہج شائستہ خلافت و سزاوارِ حکومت تھے، پشت موڑی **فان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعا فان اللہ لغنی حمید** پس اگر کافر ہو جاؤ تم اور تمام اشخاص جو روئے زمین پر ہیں۔ تو خدا کا کچھ نہیں بگڑنے کا۔ بہ تحقیق کہ اللہ غنی اور بے پرواہے اور ستودہ۔ بہ تحقیق کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہا گو میں جانتی ہوں کہ تم میری نصرت نہ کرو گے اور تمہارا اعذر مجھ کو بخوبی معلوم ہے، یہ باتیں بہ نظرِ اتمامِ حجت کہیں ہیں تا کہ فردائے قیامت تم یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل رہے، اب خلافت کو اپنے پاس رکھو اور فدک کو بھی رہنے دو غاصبوں کے لئے قیامت تک یہ عار رہے گی اور غضبِ خدا ان سے جدا نہ ہو گا جب تک کہ ان کو جہنم میں نہ لے جائے **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** میں ہوں دخترِ پیغمبرؐ نذیر و ترسانندہ کی عذاب سے پہلے کرو جو کچھ کہ چاہو ہم مقرر تم سے بدلا لیں گے **فلتنتظر وانا منتظرون** اور انتظار کرو کہ ہم بھی منتظر ہیں۔ تمام ہوا خلاصہ ترجمہ خطبہ شریفہ کا۔ **واضح** رہے کہ جو کچھ کدو کاوش جنابِ معصومہؑ نے اس مقدمہ میں کی اور جیسا اظہارِ تظلم و تکدر فرمایا سب اس لئے تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جناب کمال ستم دیدہ و زحمت کشیدہ ہیں، نہیں تو حاشا کہ آپ کو ضرورت مال و جائیداد اپنے یا اپنی اولاد کے لئے ہو، یا اس کے بغیر آپ کی کارروائی نہ ہو سکتی ہو، کیوں کہ وہ جناب ہمیشہ فقر و فاقہ میں بسر کرتی تھیں اور وہی تھیں کہ تین روز متواتر سوف کات کات کر جو کچھ اس کی اجرت میں حاصل کرتیں اور ان کو پیس و پکا کر راہ خدا میں خیرات کر ڈالتیں مسکین و یتیم و اسیر کا پیٹ بھرتیں اور اپنے تئیں اور اپنے بچوں کو بھوکا رکھتیں۔ پس ان کو فدک اور غیر فدک کی کیا پرواتھی۔ علیٰ ہذا امیر المومنینؑ کو جس قدر پیچ و تاب و قلق و اضطراب تھا اور جہاں تک اپنی مظلومیت و محرومیت ظاہر کر کے خواہانِ امداد و اعانت ہوتے اور جتنی شکایت غاصبین خلافت کی فرماتے وہ سب دردِ دین و نصح و خیر خواہی امتِ خیر المرسلینؐ کی وجہ سے تھا۔ آپ بے انتہا شوق و رغبت ہدایتِ خلق کی رکھتے اور اس کی قابلیت اپنی ذات میں منحصر پا کر اپنا تمکن چاہتے تھے، جیسا کہ تمام انبیا و اوصیا کا یہی شیوہ ہے کہ سب چیزوں سے زیادہ اس کو دوست رکھتے ہیں اور اسی کی تکمیل کے لئے خلائق سے امداد چاہتے ہیں۔ نہ یہ کہ طمع دنیا و حبِ جاہ و مال رکھتے ہوں، اور بادشاہی و فرمان روائے عالم مقصود ہو، حاشا ثم حاشا۔ اور نیز وہ حضرت جو جنگ و جدل سے استکراہ کرتے تھے وہ بھی اسی لئے تھا کہ یہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں، نہیں تو تمام دنیا ایک طرف ہو جاتی تب بھی شیرِ خدا منہ موڑنے والے نہ تھے۔ القصہ خلیفہ اول نے جنابِ سیدہؑ کے جواب میں بہت چکنی چپڑی باتیں بنائیں کہ تم سیدۂ نسا و دخترِ خاتم الانبیاؐ ہو، کوئی عورت بجز

تمہارے اس کا دعویٰ نہیں کرسکتی اور کسی مرد کا سوائے تمہارے شوہر علیؑ مرتضیٰ کے یہ مقدور نہیں کہ اپنے تئیں آنحضرتؐ کا بھائی کہے، تم عترتِ طاہرہ رسولؐ خدا منتخبِ نجبا ورہنما راہِ ہدیٰ ہو۔ سعید ہے وہ جس نے تمہیں دوست رکھا اور بدبخت وشقی ہے جو تمہارا دشمن ہوا وغیرہ وغیرہ، الاحرف مطلب پر پہنچ کر وہی جواب صاف تھا۔ اسی حدیث **نحن معاشر** الخ کو مانع استرداو فدک بتلایا اور کہا میں نے اس کی آمدنی کو بصلاح واتفاق مسلمین تجہیز وتکفینِ لشکر وسامانِ حرب وجہاد کے لئے رکھا ہے تم کو ہرگز نہیں دے سکتا، ہاں میرا اپنا مال موجود ہے اس پر اختیار ہے جس طرح چاہو تصرف کرو، فدک میں میں کچھ نہیں کرسکتا، آیا روا رکھتی ہو کہ تمہارے باپ کے خلافِ فرمان کروں اور آنحضرتؐ کا حکم بدل دوں جنابِ سیدہؑ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ کبھی خلافِ قرآن حکم نہیں دے سکتے کلام اللہ میں صاف موجود ہے کہ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور زکریا نے اس جل شانہ سے وارث طلب کیا اور احکام میراث انبیا اور غیر انبیا سب کے لئے مشرح ہیں یہ صرف تمہارا مکروفریب ہے کہ جمع ہوگئے ہو اور رسولؐ اللہ پر تہمت لگاتے ہو **کَلَّا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون** ہرگز نہیں، بلکہ فریب دیا ہے تم کو تمہارے نفسوں نے، پس صبر کرنا ہی بہتر ہے، اور اللہ ہے استعانت طلب کردہ شدہ اس امر پر کہ تم بیان کرتے ہو۔ اس گفت وشنید کے بعد جناب فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا **والله لا كلمتك** قسم خدا کی میں تیرے ساتھ کبھی ہم کلام نہ ہوں گی۔ ابوبکر نے کہا **والله لاهجرتك ابدا** قسم خدا کی میں کبھی تم سے کلام کرنا نہ چھوڑوں گا جناب معصومہؑ نے کہا **والله لا دعون الله عليك** قسم بخدا کہ میں خدا سے فریاد خواہ ہوں گی اور تجھ پر دعائے بد کروں گی ابوبکر نے کہا **والله لا دْعُوَن الله لكِ بخدا** کہ میں تمہارے لئے دعا خیر کروں گا پس جناب سیدہؑ تادم زیست اپنے اس قول پر رہیں اور ہرگز خلیفہ سے کلام نہ کیا، صحیح بخاری میں ہے **فوجدت فاطمه على ابى بكر فى ذلك فهجرة ولم تتكلم حتى توفيت** کہ فاطمہؑ ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں اور نہ کلام کیا اس کے ساتھ تا انیکہ وفات پائی بعدازاں وہ جناب متوجہ روضۂ رسولؐ اللہ ہوئیں اور قبر انور پر جا کر اپنے تئیں اس پر گرادیا اور اشعار دردآگیں بادل حزیں پڑھتی تھیں اور زار زار روتی تھیں ایک شعر ان اشعار کا یہ ہے۔

انا فقد ناك فقد الارض وابلها

واختل قومك فاشهد فقد نكبوا

یعنی رسولؐ اللہ کو خطاب کرکے فرماتی ہیں کہ تمہارا مفقود ہونا ہمارے لئے ایسا ہے جیسا کہ زمین سے بارانِ رحمت کا دور ہونا۔ تمہاری قوم وقبیلہ میں خلل وخرابی نے راہ پائی۔ آؤ اور ان کو دیکھو کہ وہ حق سے پھر گئے۔ بعدہ اپنے حجرۂ طاہرہ کی

طرف مراجعت فرمائی۔ امیر المومنینؑ آنحضرتؐ کے آنے کے منتظر بیٹھے تھے ان کو دیکھ کر شکوہ کیا کہ تم منہ چھپا کر گھر میں بیٹھ گئے یا تو بڑے بڑے شجاعوں کو زیر کرتے تھے یا چند بزدلوں سے دب گئے۔ یہ ابوبکر ہے کہ میرے باپ کا عطیہ اور میری اولاد کا روزینہ مجھ سے منع کرتا ہے، اور دو بدو میرے ساتھ نزاع و خصومت کرتا ہے اور اس قدر جرأت بہم پہنچائی ہے کہ انصار میری حمایت سے باز رہے، اور مہاجرین نے اس سے ہاتھ کھینچا، کوئی اس کا دفع و منع کرنے والا نہیں، میں خشم ناک گئی اور ذلیل و زبوں واپس آئی اور نیز تم نے خواری اختیار کی کہ بھیڑیوں کو مارنے کے بعد مکھیوں سے مغلوب ہوئے، کاش میں آج سے پہلے مر جاتی اور یہ ذلت نہ اٹھاتی، اب اس جرأت و جسارت سے کہ اس وقت تمہارے سامنے ہوئی عذر خواہ ہوں اور خدا کو درمیان لاتی ہوں وائے ہے میرے لئے کہ میرا ملجا و ماوے دنیا سے اٹھ گیا، اور میرا بازو کام سے رہ گیا۔ پروردگارا تیری قوت شدید ہے اور تیرا عذاب سخت و مدید حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا وائے اور ویل تمہارے دشمنوں کے لئے ہے تمہارے لئے نہیں اے سلالۂ بہترین آدمیاں وائے یادگارِ سید الانس والجان تم خفا نہ ہو کہ مجھ سے کارِ دین میں دہن و سستی نہیں ہوئی، اور تا بمقدور اس میں سعی و کوشش کی ہے حق تعالیٰ تمہارے رزق کا کفیل ہے جو کچھ تمہارے لئے مخزون ہو اس سے بہتر ہے کہ جو بند ہوا، پس صبر کرو راہِ خدا میں جناب سیدہؑ نے کہا **حَسْبِیَ اللّٰہ** اور خاموش ہو گئیں۔ **واضح** رہے کہ اس عتاب و خطاب سے بھی یہی مطلب تھا کہ لوگ جان جائیں کہ وہ جناب سخت دردمند اور مظلوم اور بکمال مجبور و لاچار ہیں فی الواقع حضرت امیرؑ سے کوئی شکایت آپ کو نہ تھی کیوں کہ خوب جانتی تھیں کہ جو کچھ وہ حضرت کرتے اور کہتے ہیں عین حق و صدق ہے۔ **الغرض** اِدھر یہ تھا اور اُدھر جب ابوبکر نے دیکھا کہ کلام جناب سیدہؑ نے حاضرین میں اثر کیا، اور کچھ ولولہ و ہمہمہ ان سے سنائی دیا تو فوراً منبر پر گئے اور کہا ایہا الناس یہ کیا حالت ہے تم ہر ایک حق و باطل بات پر کان لگا لیتے ہو یہ آرزوئیں رسولؐ اللہ کے عہد میں کہاں گئی تھیں ہاں جس نے سنا یا دیکھا ہے اٹھے اور کلام کرے **انما هو ثعالة شهيده ذنبه** وہ ایک روباہ ہے جس کی گواہ اس کی دم ہے فتنہ خوابیدہ کو جگاتا ہے اور عورات سے امداد چاہتا ہے مثل ام طحال زانیہ کے، کہ سب سے زیادہ اس کے دوست زناکار ہیں اگر چاہو تو کہہ دوں اور روشن تر و واضح کر دوں، مگر اپنی زبان کو روکتا ہوں، پھر انصار سے کہا کہ تمہارے حمقا کا میں نے کلام سنا ہے تم حق کے لئے زیادہ اولیٰ و سزاوار ہو کیوں کہ تم نے رسولؐ اللہ کو پناہ دی۔ اور آنحضرتؐ کی نصرت و یاری کی، آگاہ رہو کہ میں کسی کے اوپر ہاتھ اور زبان کو دراز نہیں کرتا، جب تک کہ مجھ کو زحمت نہ دے اور بدلا پانے کا مستوجب نہ ہو، یہ کہہ کر منبر سے اترے۔ یہ روایت احمد بن عبد العزیز جوہری کی ہے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے یہ کلمات ابوبکر کے نقیب ابوجعفر یحییٰ بن ابی زید بصری کے سامنے قرأت کئے تو پوچھا کہ ابوبکر کا

ان سے کس کی طرف اشارہ تھا، اس نے کہا اشارہ نہیں اس نے تصریح کی ہے میں نے کہا تصریح کرتا تو میں کیوں پوچھتا اس پر نقیب مذکور ہنسا اور کہا کہ یہ علیؑ کو کہتا ہے۔اے فرزند یہ ملک داری اور بادشاہی ہے اور ملک عقیم ہے یہاں اپنے بیگانے کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا، میں نے کہا انصار کیا کہتے تھے کہ خلافت علیؑ کا حق ہے اس سے ابوبکر کو اندیشہ ہوا اور ان کو دھمکایا انتہی۔ دیکھئے بقول اس فاضل جوہری کے حضرت ابوبکر نے اپنے امام ومولیٰ مولی الکل فی الکل کی شان میں کیسے گستاخی کے کلمات کہے اور کس طرح برملا آنحضرتؐ کو ایک زن زانیہ سے تشبیہ دی اور کس بے باکی سے آپ کو مثل مشہور **ثعالتہ شهيد هاذنبها** کا مصداق ٹھہرایا، باوجود اس کے اہل سنت مدعی ہیں کہ یہ حضرات اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ بادب وتعظیم پیش آتے تھے۔ بحارالانوار میں ہے کہ ایک مرتبہ روباہ نے شیر کو بھیڑیئے کی طرف سے بھڑکانا چاہا اس نے کہا کہ بھیڑیئے نے وہ بکری کھائی جس کو تو نے اپنے لئے رکھ چھوڑا تھا شیر نے کہا تیرا اس دعوے میں کون گواہ ہے تو اُس نے اپنی لہو میں بھری ہوئی دم اٹھا کر کہا کہ یہ ہے اس سے یہ مثل مشہور ہوئی۔ القصہ دوسرے روز ابوبکر ودیگر صحابہ مسجد میں تھے کہ حضرت امیر المومنین بھی وہاں تشریف لائے اور کہا اے ابوبکر تم نے کس لئے فدک فاطمہؑ سے چھین لیا، کہا وہ مال فی حق مسلمانان ہے، مگر فاطمہؑ گواہ شرعی گزارنیں کہ ان کا مال ہے تو ان کو مل سکتا ہے ورنہ نہیں، حضرت نے فرمایا آیا تو ہمارے مقدمہ میں خلاف حکم خدا حکم کرتا ہے، کہا نہیں، فرمایا اگر کوئی شے کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہو اور میں آؤں اور اس کا دعویٰ کروں تو کس سے گواہ طلب کرے گا، کہا تم سے، فرمایا تو فدک کے معاملے سے کیوں گواہ چاہتا ہے وہ تو رسولؐ اللہ کی زندگی سے ان کے قبض وتصرف میں ہے ابوبکر یہ سن کر خاموش ہو گئے مگر عمر نے کہا اے علیؑ ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اگر گواہ رکھتے ہو تو حاضر کرو ورنہ فدک سے ہاتھ اٹھاؤ حضرت نے عمر کی طرف سے اعراض کر کے پھر ابوبکر سے کہا تم نے قرآن میں پڑھا ہو گا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **انما يرد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيرا** ۔ آیہ شریفہ کس کی شان میں ہے کہا تم اہل بیتؑ کی شان میں فرمایا۔ اگر شہود تیرے سامنے شہادت دیں کہ فاطمہ نے فلاں معصیت کی تو تو کیا کرے، کہا حد شرعی اس پر جاری کروں، آپ نے فرمایا تو اس وقت تو کافر ہو جائے گا، کہا کس لئے حضرت نے فرمایا اس واسطے کہ گواہی خدا کی ان کی طہارت اور پاکیزگی پر رد کی، اور گواہی آدمیوں کی قبول کر لی۔ یہی حال فدک کا ہے کہ شہادت خدا رد کی اور شہادت اوس بن حدثان ایک اعرابی کی جس کو آبدست کرنا بھی نہیں آتا قبول کرتا ہے جب نوبت کلام یہاں تک پہنچی تو اکثر حاضرین آبدیدہ ہوئے کہ علیؑ راست کہتے ہیں۔ مجلسی علیہ الرحمہ شریک سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ واجب تھا ابوبکر پر فاطمہ زہراؑ سے شرع شریف کے موافق عمل کرتے، اور کم از کم یہ کرتے کہ ان کے دعوے پر کہ رسولؐ اللہ نے

فدک مجھے عطا کیا آنحضرت سے حلف لے لیتے کیوں کہ علیؑ وام ایمن گواہی دے چکے تھے صرف ربع گواہی باقی تھی کیوں کہ پورے دو گواہوں میں تو ردِشہادت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔اس صورت میں یا ان کی تصدیق چاہئے تھی۔ یا ان کو حلف دے کر فدک ان کے حوالے کر دینا تھا اور اللہ مستعان ہے اس میں اکہ انہوں نے جان بوجھ کر یہ کیا یا جہالت میں **مولف** کہتا ہے کہ فرض کیا کہ شہادت بھی کامل نہ تھی اور حلف لے کر دے دینا بھی خلاف شرع تھا اور حدیث منع میراث انبیا بھی صحیح ہے اور فدک ان کے قول کے بموجب داخل صدقات مال مسلمانان تھا تب بھی کیا مروت و جوان مردی کا مقتضیٰ یہی تھا جو بنتِ رسولؐ اللہ کے ساتھ سلوک کیا گیا، اگر بروئے شرع ان کو کچھ نہ پہنچتا تھا تو کیا احسان و امتنان کا دروازہ بھی بند ہو گیا تھا۔ اگر براہِ عطوفت و رعایت حقوقِ حضرت رسالت پناہ ان کی دختر نیک اختر کی دلداری میں سعی کرتے اور مسلمانوں سے خواستگار ہوتے کہ ترکہ آنحضرت کا جس کو وہ طلب کرتی تھیں ان کے پاس رہنے دیں تو اس میں کیا حرج تھا، اور کون سا خلل دین میں آتا تھا بے شک اگر اس طرح کا اشارہ بھی آنحضرت کی طرف سے ہوتا تو جملہ مسلمان بطیب خاطر اپنے حق سے دست بردار ہو جاتے اور بنتِ رسولؐ اللہ کو آزردہ کرنا روا نہ رکھتے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ ابو العاص بن ربیع شوہر زینب دختر رسولؐ خدا جنگِ بدر میں معہ دیگر اہل مکہ کے اسیر ہو کر آیا اور مکے کے لوگوں نے اپنے اپنے رشتہ دار اسیروں کا فدیہ بھیجا تو زینب نے بھی اپنے شوہر کا فدیہ روانہ کیا جو مال کہ زینبؑ نے فدیہ میں بھیجا تھا اس میں ایک قلاوہ (گردن بند) تھا کہ خدیجہ مادر گرامی زینب نے بوقت زفاف ابو العاص ان کو بخشا تھا حضرت رسولؐ خدا نے وہ گردن بند دیکھا تو رقت بشدت اس جناب پر طاری ہوئی اور مسلمانوں سے درخواست کی کہ ابو العاص کو بلا اخذ فدیہ رہا کریں، اور زینب کا مال ان کو واپس بھیج دیا ابن الحدید اس روایت کی نقل کے بعد کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث نقیب ابو جعفر یحیٰ بن ابی زید بصری کے سامنے قرأت کی نقیب نے کہا دیکھا تو نے کہ ابو بکر و عمر اس مقام کو نہ پہنچے، آیا شرع مروت و احسان اس کی مقتضی نہ تھی کہ فدک فاطمہؑ کو گو وہ ان کا حق نہ تھا دے کر خوشدل کرتے، کیا حرج تھا اگر مسلمانوں سے اس کو ہبہ کرا لیتے اور ان کو دے دیتے آیا کمتر تھا رتبہ فاطمہؑ بہ نسبت زینبؑ کے، حالاں کہ فاطمہؑ سیدہ نساء عالمین تھیں۔تمام ہوا کلام ابن ابی الحدید کا، فی الحقیقۃ جو شخص تھوڑا سا انصاف بھی رکھے اور طرز و طریقِ بنی امیہ و دیگر نواصب سے کنارہ کش ہو، اس کو واضح ہوگا کہ جو سلوک دخترِ رسولؐ خدا کے ساتھ کیا گیا دین داری سے کمال بعید اور بہت دور ہے **ومن لم یجعل اللّٰہ لہ نور فمالہ من نور**

اور نیز ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ نزاع فاطمہؑ ابو بکر کے ساتھ صرف دو امر یعنی ہبہ و میراث میں تھا، مگر مجھ کو معلوم ہے کہ ابو بکر نے ایک تیسرے امر میں بھی فاطمہ سے نزاع کی، اور ابو بکر نے اس سے بھی انکار کیا وہ

تیسرا امر سہمِ ذی القربیٰ کا مطالبہ ہے، ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ فاطمہ نے ابوبکر سے کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم اہلِ بیتؑ پر صدقات کو حرام کیا ہے اور نیز تو جانتا ہے کہ اموالِ غنائم سے حسب تصریح قرآن ہم کو سہم ذوی القربیٰ عطا فرمایا ہے، چنانچہ فرماتا ہے **واعلموا انما غنمتم من شی فان اللہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ** الخ یعنی جانو تم کہ جو شے تم کو غنیمت میں ہاتھ آئے پس خمس (پانچواں حصہ) اس کا خدا و رسولؐ کے لئے ہے اور ذوی القربیٰ اور یتیموں کے لئے تا آخر آیہ، ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں تم پر اور تمہارے پدر عالیقدر اور فرزندوں پر حکمِ قرآن وحقِ رسولؐ وحقِ قرابتہ رسولؐ مجھ کو بسر وچشم قبول ومنظور ہے، میں بھی قرآن میں وہی پڑھتا ہوں جو کہ تم پڑھتی ہو مگر مجھ کو علم نہیں کہ یہ حصہ بالتمام تمکو تقسیم کیا جائے، حضرت فاطمہؑ نے کہا تو آیا وہ تیرے لئے ہے یا تیرے اقربا کے لئے کہا نہیں بلکہ تم پر نفقہ کروں گا اور باقی مصالح مسلمین میں خرچ ہوگا، فرمایا حق تعالیٰ کا یہ حکم نہیں کہا یہی حکم خدا ہے لیکن اگر رسولؐ اللہ نے تم سے خاص اس بارے میں کوئی عہد کیا ہو اس کے سبب سے یہ تمام حصہ تمہارا ہو گیا ہو تو میں تمہاری تصدیق کروں گا اور تمام تم کو دے دوں گا فرمایا رسولؐ اللہ نے مجھ سے اس میں کوئی عہد نہیں کیا لیکن جب یہ آیہ نازل ہوئی، میں نے آنحضرتؐ سے سنا کہ فرمایا خوش ہوا اے آل محمدؐ بہ تحقیق کہ آئی تم کو غنا اور تونگری، ابوبکر نے کہا کہ میں اس آیہ سے نہیں سمجھتا کہ تمام حصہ تم کو دے دیا جائے، لیکن تمہارے لئے ہے غنا کہ بے نیاز کرے تم کو، اور فاضل رہے تم سے، یہ عمر بن الخطاب وابوعبیدہ جراح وغیرہ موجود ہیں ان سے دریافت کرو اور دیکھو کہ کوئی ان سے تمہارے ساتھ موافقت کرتا ہے، پس وہ جناب عمر کی طرف متوجہ ہوئیں اور اس سے کہا جو کہ ابوبکر سے کہا تھا پس عمر نے بھی وہی جواب دیا جو ابوبکر نے دیا تھا، پس متعجب ہوئیں جنابِ فاطمہؑ، اور گمان کیا کہ عمر وابوبکر پیشتر اس امر میں گفتگو کر چکے ہیں، اور جو کچھ کہتے ہیں اس پر انہوں نے اتفاق کرلیا ہے، اور عروہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے فدک وسہم ذوی القربیٰ طلب کیا مگر انہوں نے انکار کیا اور اس کو داخل مال خدا گردانا۔ اور نیز جوہری مذکور نے حسن بن محمد بن علیؑ بن ابی طالب سے روایت کی ہے۔ **ان ابابکر منع فاطمہ وبنی ہاشم سہم ذوی القربی وجعلہ فی سبیل اللہ فی السلاح والکراع** بہ تحقیق کہ ابوبکر نے فاطمہؑ وبنی ہاشم سے سہم ذوی القربیٰ کو منع کیا، اور اس کو سلاح اور راہِ خدا میں لگایا بالجملہ شیخین کا دعویٰ ہبہ کو رد کرنا اور میراثِ پیغمبرؐ سے منع کرنا، اور سہم ذوی القربیٰ سے جواب دے دینا، کہ برخلافِ شرع وقرآن وسنتِ رسولؐ بلکہ آدمیت ومروت سے بھی بعید تھا۔ پارہ جگرِ رسولؐ خدا جنابِ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا پر کمال شاق گذرا، اور وہ جناب اس پر کمال آزردہ وغضب ناک ہوئیں، اور فرمایا

میں اس کی شکایت رسولؐ اللہ سے کروں گی، اور مہاجرت کی ابوبکر سے اور ترکِ کلام فرمایا، اور پیہم دعاء بد کرتی تھیں ان کے لئے۔ یہی حالت تھی حتیٰ کہ رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا اور بعد حضرتِ رسالت پناہ چھ ماہ بقولے پچھتر روز زندہ رہیں۔ بوقتِ رحلت وصیت کی کہ شیخین میرے جنازے پر نہ آنے پائیں، چنانچہ امیر المومنینؑ نے نمازِ جنازہ پڑھ کر بوقتِ شب آنحضرتؑ کو دفن کیا، یہ امور نہ صرف شیعوں نے ہی اپنی معتبر کتابوں میں نقل و روایت کئے ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کتاب ان کے یہاں معتبر نہیں چند مقامات میں از آں جملہ بابِ خیبر میں روایت کی ہے بقدر حاجت اس سے یہ ہے۔ **فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمة فوجدت فاطمة علیٰ ابی بکر فی ذلك فهجرته فلم تتکلم بهٖ حتیٰ توفیت وعاشت بعد النبی ستة اشهر فلما توفیت دفنها زوجها علیٌ لیلا ولم یؤذن بها ابابکر و صلی علیها** یعنی پس انکار کیا ابوبکر نے اس سے کہ کچھ اس میں سے یعنی متروکاتِ پیغمبرؐ سے فاطمہؑ کو دیوے پس اس سبب سے حضرت فاطمہؑ ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں اور مہاجرت کی اس سے اور کلام کرنا اس کے ساتھ چھوڑ دیا تا اینکہ وفات پائی اور زندہ رہیں بعد پیغمبرؐ کے چھ مہینے بوقتِ رحلت ان کے شوہر علیؑ بن ابی طالب نے رات کے وقت ان کو دفن کیا، اور ابوبکر کو اس کی خبر نہ کی، اور نماز پڑھی آنحضرتؑ پر علیؑ نے، اور یہ روایت صحیح مسلم میں بھی کتاب الجہاد میں مذکور ہے اور ابوبکر جوہری نے کتابِ سقیفہ میں روایت کی ہے کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ میں کبھی تجھ سے کلام نہ کروں گی ابوبکر نے کہا میں ہرگز تمہارے ساتھ کلام ترک نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا قسم بخدا میں دعائے بد کروں گی تجھ پر ابوبکر نے کہا واللہ میں تمہارے لئے دعا خیر کروں گا، جب وقتِ وفاتِ فاطمہؑ نزدیک آیا تو وصیت کی کہ ابوبکر ان کے جنازہ پر نماز نہ پڑھے اس لئے رات کے وقت دفن ہوئیں اور شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ مشکل ترین قضایا قضیہ فاطمہ زہراؑ است زیرا کہ اگر بگویم کہ او جاہل بود بایں سنت یعنی حدیثیکہ ابوبکر نقل کردہ بعید است از فاطمہؑ و اگر التزام کنم کہ شاید اتفاق نیفتاد اور ابسماع ایں حدیث از آنحضرتؐ مشکل تر مے شود کہ بعد از استماع از ابی بکر و شہادت سائر صحابہ برآں چرا قبول نہ کرد و در غضب آمد و اگر غضب او پیش از استماع حدیث بود چرا بر نہ گشت از غصب تا اینکہ استداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت کرد انتہی۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہؑ خلیفہ اول کو خلیفہ تو کیا مسلمان بھی نہ جانتی تھیں کہ ان سے مہاجرت کی اور تا دمِ مرگ کلام نہ فرمایا اس لئے کہ ایسا سلوک کسی مسلمان کے ساتھ جائز و روا نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے **لایحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلث لیال** یعنی مسلمان کو حلال نہیں کہ تین شب سے زیادہ برادر مسلم سے مہاجرت کرے پس حضرت فاطمہؑ ان کو مسلمان جانتیں تو کیوں کر عمر بھر مہاجرت کرتیں۔ اور نیز ابن ابی

الحدید نے جوہری سے نقل کیا ہے کہ داؤد بن مبارک نے کہا کہ ہم ایک بار حج سے واپس آتے تھے۔ پس ہم نے عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن الحسن سے چند مسئلے دریافت کیے از انجملہ میں نے ابوبکر و عمر کی نسبت ان سے سوال کیا تو عبداللہ نے کہا یہ سوال میرے جد بزرگوار عبداللہ بن الحسن سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہماری ایک ماں صدیقہ بنت نبی مرسل تھیں وہ ایک انسان پر آخر وقت تک غضب ناک رہیں پس ہم بھی ان کے غضب ناک ہونے سے غضب ناک ہیں اور مروی ہے کسی نے اولاد برامکہ سے حضرت امام رضاؑ سے سوال کیا کہ آپ ابوبکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں فرمایا **سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر** سائل نے طلبِ جواب میں الحاح کیا تو حضرت نے فرمایا اس قدر جانتا ہوں کہ ہماری ایک مادر صالحہ تھیں انہوں نے انتقال کیا درحالیکہ ان سے آزردہ و خشم ناک تھیں اور پس از انتقال کوئی خبر ہمیں نہیں پہنچی کہ وہ ان سے راضی ہوگئی ہوں۔ **مولف** کہتا ہے جب کہ دختر رسولؐ خدا کا ابوبکر پر غضب ناک ہوکر ان سے مہاجرت اختیار کرنا اور تا آخر عمر ان کے ساتھ ہمکلام نہ ہونا کتبِ معتبرہ اہل سنت سے ثابت ہو چکا تو ہم صرف چند فضائل اس جناب کے ان ہی کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں **کُتبِ اہلِ سنت سے جنابِ سیدّہ کے بعض فضائل** اور اس تمام سے نتیجہ نکالنا ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ **بخاری** و مسلم و جمیع بین الصحیحین و جمع بین الصحاح الستہ وغیرہ میں حضرت رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا **فاطمة بضعته منی فمن اغضبها فقد اغضبنی** فاطمہؑ میری پارۂ تن ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔ اور نیز بخاری باب مناقب فاطمہؑ میں مذکور ہے **فاطمة سيدة نساء اهل الجنة** اور صحیح مسلم میں عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا **یا فاطمة الا ترضين ان تكون سيدة نساء المومنين او سيدة نساء هذه الامة** کہ اے فاطمہؑ کیا تو راضی نہیں کہ جملہ زنانِ مومنین یا زنان اس امت کی سید و سردار ہو، اور مشکوۃ میں متفق علیہ بخاری و مسلم سے اور حلیہ میں حافظ ابونعیم نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا **فاطمة بضعة منی یریبنی ما ارابها و یوذینی ما اذاها** یعنی فاطمہؑ میری پارہ بدن ہے، جس نے اس کو تہمت لگائی اس نے مجھ کو تہمت لگائی اور جس نے اس کو رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا، ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں ایک عبارت لکھتا ہے کہ ماحصل اس کا یہ ہے کہ ایذا فاطمہؑ بموجب اس حدیث کے حرام ہے کیوں کہ ان کی ایذا میں رسولؐ اللہ کی ایذا ہے، اور ایذا رسولؐ اللہ کم ہو یا زیادہ بالاتفاق محرمات سے ہے چوں کہ آپ نے عموماً فرمایا کہ جس امر میں فاطمہؑ کو ایذا پہنچتی ہے مجھ کو ایذا پہنچتی ہے پس جس کی طرف سے کوئی ایسا امر واقع ہو کہ موجب آزار فاطمہؑ ہو وہ

بے شک رسولؐ اللہ کے آزار کا باعث ہوگا پس سب سے عظیم امر فاطمہؑ کا ایذا دینا ہے۔ تمام ہوا کلام ابن حجر کا۔ اور حق تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **ان الذین یوذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرہ واعد لھم عذابا مھینا** ۔ ترجمہ بہ تحقیق کہ جو لوگ خدا اور رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں لعنت کرتا ہے خدا ان کو اور مہیا کرتا ہے ان کے لئے عذاب مہین کو۔ صاحب تشئید نے کتاب مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ اللہ ﷺ نے فرمایا **سلمان من احب فاطمۃ ابنتی فھو فی الجنۃ معی و من ابغضھا فھو فی النار یا سلمان حب فاطمۃ ینفع فی مائۃ مواطن ایسر من تلک المواطن الموت والقبر والمیزان والمحاسبۃ فمن رضیت عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ رضی اللّٰہ عنہ ومن غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ ومن غضبت غضب اللّٰہ علیہ یا سلمان ویل لمن یظلمھا ویظلم بعلھا علیا و ویل لمن یظلم ذریتھا وشیعتھا** یعنی اے سلمان جو کوئی دوست رکھے فاطمہ زہراؑ میری دختر کو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور جو دشمن رکھے اس کو آتشِ جہنم میں ہوگا۔ اے سلمان دوستی فاطمہؑ کی سو مقام میں نفع پہنچاتی ہے کہ کمتر ان سے موت وقبر ومیزان وحساب ہے پس جس سے میری دختر فاطمہؑ راضی ہوئی میں اس سے راضی ہوں، اور جس سے میں راضی ہوں خدا اس سے راضی ہے، اور جس پر فاطمہؑ غضب ناک ہوئیں میں اس پر غضب ناک ہوں اور جس پر میں غضب ناک ہوا حق تعالیٰ اس پر غضب ناک ہے، اے سلمان ویل وعذاب ہے اس کے لئے جو اس پر یا اس کے شوہر علیؑ بن ابی طالب پر ظلم کرے فائدہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے صواقع میں اور اس کی تقلید سے شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ حدیث میں وعید بلفظ اغضاب (غضب ناک کرنا) واقع ہے نہ بلفظ غضب (غضب ناک) یعنی عبارت حدیث یہ ہے **من اغضبھا فقد اغضبنے** کہ جس نے فاطمہؑ کو غضب ناک کیا، اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔ یہ نہیں **من غضبت علیہ غضبتُ علیہ** کہ جس پر فاطمہؑ غضب ناک ہوئی میں اس پر غضب ناک ہوا، پس چوں کہ ابوبکر نے بہ ارادہ فاطمہؑ کو غضب ناک نہیں کیا، تو اس کو اس حدیث سے کیا اندیشہ ہے۔ **واضح** رہے کہ یہ کمال چالاکی وفریب دہی عوام ہے، تشئید المطاعن میں اس ملمع کاری کی اچھی طرح پر قلعی کھول دی گئی ہے، یہاں پر صرف اس قدر کافی ہے کہ حدیث مذکور بلفظ اغضاب وغضب ودونوں واقع اور دونوں طریق سے کتب اہل سنت میں صحیح وثابت ہے، چنانچہ روایت مودۃ القربیٰ جو ابھی اوپر گذری اس میں ہے۔ **من غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ** یعنی جس پر میری بیٹی فاطمہؑ غضب ناک ہوئی میں اس پر

غضب ناک ہوا اور اس سے بڑھ کر اہلِ سنت نے نقل کیا ہے **ان اللہ یغضب لغضب فاطمہؑ و یر ضی لرضاھا** یعنی جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ بہ تحقیق حق تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے غضب ناک ہونے فاطمہؑ پر، اور راضی ہوتا ہے ان کے رضامند ہونے پر شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں بصحت پیوستہ، کہ پیغمبرؐ خدا فرمود **فاطمۃ بضعتہ منی من اذاھا فقد اذانی ومن ابغضھا فقد ابغضنی ونیز آمدہ ان اللہ یغضب لغضب فاطمۃ ویرضی لرضاھا** اور مثل اس کے دیگر کتب معتبرہ میں مثل کنز العمال ملا علی متقی اور الاصابہ فی معرفتہ الصحابہ و اسد الغابہ و مستدرک وغیرہ کے یہ حدیث مروی و ماثور ہے اور مستدرک میں بعد نقلِ حدیث لکھا ہے **ھذا حدیث صحیح الاسنادولم یخ جاہ** کہ اس حدیث کی سندین صحیح ہیں اور نہیں اخراج کیا اس کو مسلم و بخاری نے، پس یہ حدیث جس کی صحت میں چون و چرا نہیں ہوسکتا، جیسے صاف صاف اس پر دلالت کرتی ہے کہ خلیفہ اول پر جناب سیدہؑ کے غضب ناک ہونے سے حق تعالیٰ غضب ناک ہوا، ویسا ہی اس جناب کا جمیع گناہانِ صغیرہ و کبیرہ سے معصوم و مطہر ہونا بھی اس سے ظاہر و باہر ہے، یعنی کہ جب حق تعالیٰ ہمیشہ بطریق عموم ان کی ناراضگی سے ناراض اور رضامندی سے راضی و خوشنود ہے تو ضرور ہے کہ جمیع افعال و اعمال ان کے حق و صدق، مرضی و پسندیدہ جناب باری ہوں اور یہی معنی عصمت کے ہیں۔ **فللہ الحمد**

سوال اگر فدک درحقیقت حقِ فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا تھا تو حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے عہد خلافت میں کیوں اس پر تصرف نہ فرمایا اور کس لئے ان کے دیگر ورثہ تک اس کو نہ پہنچایا۔ **جواب** اس کا دو طرح پر ہے ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی یہ کہ پیشتر بروایت صاحب شرح مواقف گذرا کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کے سامنے شہادت دی کہ پیغمبرؐ خدا نے فدک فاطمہ زہراؑ کو ہبہ کیا ہے، پس وہ حضرت بالیقین اس کو حق فاطمہؑ جانتے تھے ورنہ گواہی کس طرح دیتے علیٰ ہذا نہج البلاغہ میں کہ حسب افادہ سعد الدین تفتازانی صاحب شرح مقاصد وغیرہ علما معتبر اہل سنت بلاشبہ کلام جناب امیرؑ ہے مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے عثمان بن حنیف انصاری اپنے عامل کو خط میں لکھا **بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء فسحت علیھا نفوس قوم وسخت عنھا نفوس اخرین و نعم الحکم اللہ** یعنی ہاں ہمارے ہاتھ میں کل اشیا سے جن پر آسمان سایہ افگن ہے ایک فدک تھا، پس حرص و بخل کیا اس پر ایک قوم نے، اور سخاوت کی اور درگذری اس سے دوسری قوم، اور عمدہ حاکم حق تعالیٰ ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ حضرت فدک کو بواسطہ فاطمہ زہراؑ اپنا مال جانتے تھے، پس کس لئے اپنے عہد خلافت میں آپ نے اس پر تصرف نہ فرمایا، اور ان کے وارثوں کو نہ دیا۔ پس جو جواب اس کا اہل سنت دیں وہی شیعوں کی طرف سے قبول

فرمائیں۔ لیکن جواب تحقیقی یہ ہے کہ آنحضرت کو زمان خلافت اپنی میں بھی، چوں کہ پیروانِ خلیفہ اول وثانی اس وقت بھی بکثرت وشوکت موجود تھے، ارتکاب تقیہ سے چارہ نہ تھا اجراء سنت ہائے رسول اللہ پر کما حقہ تب بھی قدرت نہ رکھتے تھے چنانچہ آپ کا ارشاد **لو استوت قدمای فی ھذللداحض لغیرت اشیا** اگر میرے دو قدم ان لغزشوں میں قرار پکڑتے تو میں بہت سی باتوں کو بدل دیتا۔ اس پر کافی دلالت رکھتا ہے اور مشہور ہے کہ بدعت تراویح کو کہ مروجہ خلیفہ ثانی تھی آپ نے منع کرنا چاہا تو لوگ آمادہ فساد ہو گئے، چنانچہ جلد خلافت میں مفصل گذرا۔ پس جب کہ عام سنت ہائے رسول اللہ کو پھیلانے اور بدعات کو محو کرنے پر قادر نہ تھے تو فدک میں خود تصرف کرنا یا اپنی اولاد وامجاد کو اس پر قبضہ دینا کہ ذاتی نفع پر مبنی تھا کس طرح ممکن تھا، علاوہ براایں ہر شخص کو اپنا حق چھوڑنے اور اپنے فائدے سے دست بردار ہونے کا اختیار حاصل ہے اور کوئی عیب و عار اس میں نہیں عیب و عار ہے تو اس میں کہ دوسروں کے حق پر بہ ظلم تصرف کیا جائے تو چنانچہ حضرت امیرؑ خود فرماتے ہیں **لا یعاب المرء بتاخیر حقه انما یعاب من اخذ مالیس له** یعنی اگر آدمی اپنے حق کے لینے میں تاخیر کرے تو کوئی عیب اس میں نہیں عیب کی بات یہ ہے کہ دوسروں کا حق بہ ظلم لے لے پس اگر امیر المومنینؑ نے بھی کہ دنیا کو تین طلاق دے چکے تھے باوجود قدرت واختیار برضاو رغبت تصرفِ فدک سے کنارہ کشی کی تو کیا مضائقہ اس میں ہے وہ حضرت نامہ عثمان بن حنیف مذکورہ میں فرماتے ہیں۔

وما صنع بفدك و غير فدك و النفس مظانها فى جدث تنقطع فى ظلمته اثارها وبغيب اخبارها وحفرة لو زيد فى فسحتها و او سعت يدحا فرحا لا ضغطها الحجر والمدر و سد فرجها التراب المتراكم وانما هى نفسى اروضها بالتقوى لتاتى اامنه يوم الخوف الاكبر وتثبت علىٰ جوانب المزيق یعنی میں فدک اور غیر فدک کو لے کر کیا کروں حالاں کہ کل قرارگاہِ نفس وہ قبر ہوگی جس کی تاریکی میں اس کے آثار منقطع اور اس کے اخبار غائب ہو جائیں گے، اور وہ گڑھا پیش آئے گا کہ اگر اس کو فراخ کیا جائے اور اس کا کھودنے والا ذرا ہاتھوں کو پھیلائے تو ڈھیلے اور پتھر اس قدر گریں کہ اور بھی تنگ ہو جائے اور اتنی مٹی گرے کہ کوئی رخنہ باقی نہ رہے۔ میں اپنے نفس کو تقوے سے ریاضت دیتا ہوں اور ترکِ لذات سے اس کو رام بناتا ہوں، تاکہ بروز خوف اکبر امن سے رہے اور کنارہ ہائے صراط پر کہ محلِ لغزشِ اقدام ہے ثابت قدم ہو۔ اور یہی حال ہے باقی ورثہ کا اس لئے کہ فریقین سے کسی نے نقل نہیں کیا کہ کوئی ان میں سے عہدِ خلافتِ امیر المومنینؑ میں اس کا دعوے دار ہوا ہو اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ ان تمام حضرات کو تاسی و پیروی جناب سیدہؑ کی مدنظر تھی، یعنی جس شے سے وہ جناب منتفع نہ ہوئیں اور اس کے سبب سے آخر عمر تک

مبتلائے غم وغصہ رہیں انہوں نے بھی اس سے متمتع ہونے کو اپنے رنج والم کا باعث جان کر ترک فرمایا اور موافقت و مشارکت حال اس معصومہ کو ملحوظ ومنظور رکھا۔ **سوال** بعض خلفاء بنی امیہ و بنی عباس نے اپنے عہدِ حکومت میں فدک کو ورثہ فاطمہؑ پر رد کیا، چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو امام محمد باقرؑ کو واپس کیا اور مامون عباسی نے امام رضا علیہ السلام کے حوالہ کیا، حتیٰ کہ یہ خبر مشہور دیار وامصار ہوئی اور شعرا نے اس میں قصائد لکھے از انجملہ ایک شعر دعبل خزاعی کا یہ ہے۔

لقد اصبح وجه الزمان وقد ضحكا

لـرد مـامـون هـاشـمـا فـدكـا

یعنی روشن ہوا روئے زمانہ وخنداں ہوا باعث رد کرنے مامون کے فدک کو طرف بنی ہاشم کے، پس آنحضراتؑ نے کہ ائمہ طاہرین سے تھے کس لئے تاسی واقتدا جناب فاطمہؑ کی نہ فرمائی۔ اور کیوں اس کو قبول کیا۔ **جواب** ہم نہیں کہتے کہ یہ تاسی واقتدا واجب ولازم تھی کہ سوال وارد ہو۔ بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ فدک حقِ وارثانِ جنابِ سیدہؑ تھا، بعض نے مثل امیر المومنینؑ وحسنین علیہم السلام نظر بموافقت ومشارکت حال اس مظلومہ کے کہ تمام قصہ ان کی آنکھوں کے سامنے گذرا تھا اس پر تصرف نہ فرمایا۔ اوروں نے مقولہ حق بحق دار رسید پر عمل کیا، اور جو ملا لے لیا، علاوہ برایں امام محمد باقرؑ وامام رضاؑ کی حالت جدا تھی اور امیر المومنینؑ وحسنین علیہم السلام کی علیحدہ ان میں سے ایک کو دوسرے کی حالت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ان حضرات کو خلفاء وقت نے کہ خلفاء ثلثہ کے پیرو اوران کی حقیقت کے قائل تھے فدک واپس دیا تھا، پس ان کے اس فعل سے ظاہر ہوا کہ فدک درحقیقت حق فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا تھا کہ اب ان کے ورثا کو دیا گیا اور خلفاء ثلثہ حق پر نہ تھے کہ اس کو نہ دیتے تھے چنانچہ صاحب مجالس المومنین نے نقل کیا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے اس کو رد کیا، تو معاندانِ قریش ومنافقانِ شام نے کہ اس کے گرد وپیش جمع تھے، اس کو ملامت کیا اور کہا **قد طعنت علی الشیخین** کہ تو نے رد فدک سے ابوبکر وعمر کے فعل پر اعتراض کیا پس یہ مصلحۃ تھی کہ آنحضرتؑ نے اس کو بطیب وخاطر قبول ومنظور فرمایا۔ بخلاف امیر المومنینؑ کے کہ ان کا اپنے عہدِ خلافت میں اپنے تسلط کے وقت اس پر متصرف ہونا اس مصلحۃ سے خالی تھا۔ **حکایت** کامل بہائی میں عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک روز خلوت میں خلیفہ اول کے پاس حاضر تھا اور خلیفہ ثانی بھی وہاں موجود تھے حجاب کو کہہ رکھا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دیں کہ ناگاہ ایک پیر مرد بلند بالا نیک محضر ہمارے سامنے نمودار ہوا ردائے سرخ دوش پر اور نعلین پاؤں میں رکھتا تھا آگے آکر سلام کیا ابوبکر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا اس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں ایک مرد حجاج سے ہوں میرے ہمسائے میں ایک عورت رہتی ہے اس کا باپ مرگیا ہے باپ نے کچھ زمین اس کو دی تھی جس سے اس کی اوقات بسر ہوتی

تھی۔ والیٔ شہر نے بہ تعدی اس سے وہ زمین چھین لی اور اس کا محصول خود لیتا ہے۔ عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ مدینہ میں میری مظلومی کا حال خلیفہ وقت کی روبرو بیان کرنا ابوبکر نے کہا **لا کرامة للغادر الفاجر** کہ غدار فاجر بدکار کی ہمارے نزدیک کوئی عزت وحرمت نہیں عمر نے کہا اے خلیفہ رسولؐ اللہ کسی کو بھیج کہ اس ظالم ستم پیشہ کو دستگیر کرلائے۔ شیخ نے یہ کلام شیخین سے سنا تو وہاں سے پلٹا اور کہتا تھا **فمن اظلم ممن یظلم بنت رسولؐ اللّٰه** کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو دختر رسولؐ خدا پر ظلم کرے۔ ابوبکر نے چلا کر کہا **ردوہ ردوہ** اس کو واپس لاؤ اس کو واپس لاؤ ایک مرد اس کے پیچھے دوڑا ادھر دیکھا ادھر دیکھا کہیں اس کا نشان نہ پایا دربانوں سے دریافت کیا کہ وہ کون شخص تھا اور کہاں سے آیا تھا سب نے کہا ہم نے کسی کو اندر آتے یا باہر جاتے نہیں دیکھا۔ ابوبکر کو تردد ہوا، اس نے عمر سے کہا تو نے دیکھا، عمرؓ نے کہا ہم کو وادی جن میں اس سے بھی عظیم تر واقعہ پیش آیا تھا، بہ تحقیق کہ شیطان مومن وحاکم کو پیش آتا ہے تا کہ آزمائے اور گمراہ کرے ناگاہ ایک ہاتف کی آواز ہمارے کان میں آئی کہ یہ اشعار پڑھتا ہے۔

یامن(۱) تجلی باسم لابلیق به	**اعدل علیٰ ال یاسین المیامینا**
اتجعل الخضر ابلیسا لقد ذهبت	**بك المذاهب من بین المضلینا**
نحن الشهود و قدولت علیٰ فدك	**بنت الرسول امینا غیر مغبونا**
فالله یعلم ان الحق حقهم	**لاحق تیم ولا حق العدینیا**
وقد شهدت اخاتیم وصیة	**للا صلع الهادی القوم بالدنیا**
لاتغتم اخاتیم اباحسن	**ماخصه الله من بین الوصینا**
حض النبی علیا یوم فارقه	**بالعلم والحلم والقرآن والدنیا**

اس پر ابوبکر وعمر دونوں ڈرے اور حال ان کا متغیر ہو گیا ناگاہ قاصد امیر المومنینؑ نے پہنچ کر ابن عباسؓ سے کہا **احب**

---

(۱) یعنی اے وہ شخص کہ جلوہ کیا ہے اس نے اس نام سے کہ جس کے وہ لائق نہ تھا۔ آل یاسین یعنی اہل بیت اطہار سے کہ مبارک و میمون ہیں بعدل وانصاف پیش آ، تو خضر کو ابلیس بناتا ہے بہ تحقیق کہ اور گمراہوں کی طرح گمراہ ہوتا ہے۔ ہم گواہ ہیں کہ بنت رسولؐ اللہ فدک کی مالک ہوئیں امانت کے ساتھ، بلا غبن وخیانت، خدا جانتا ہے کہ یہ حق ان کا حق ہے بنی تیم (ابوبکر) اور بنی عدی (عمر) کا حق نہیں، اے برادر بنی تیم تو جانتا ہے اور تو نے دیکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کے تئیں کہ ہادی امت ہیں اور دین کے قائم ودرست رکھنے والے ہیں اپنا وصی وجانشین مقرر کیا ہے، اے برادر تیمی تو ابوالحسن علی علیہ السلام کو آزردہ نہ کر اس چیز میں کہ حق تعالیٰ نے اس کو اوصیا کے درمیان ان سے مخصوص کیا ہے، رسولؐ خدا نے بروز وفات آنحضرت کو علم وحلم اور قرآن اور دین سے خصوصیت بخشی ہے۔۱۲۔منہ۔

ابن عملك کہ تمہارے پسرعم تم کو بلاتے ہیں چلئے ابوبکر نے ان کو قسم دی کہ یہ راز کسی پر افشانہ کرنا عبداللہ کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے مجھ کو دیکھا تو مُتبسّم ہوئے حتیٰ کہ دندانِ مبارک نمایاں ہوئے اور فرمایا اے پسرعم قسمِ رحم وقرابت کہ تجھ کو وہ اشعار یاد ہیں، یا نہیں، کہا ہاں یاد ہیں، الا دو شعران سے۔ علی علیہ السلام نے تمام قصہ بیان کیا اور تمام اشعار پڑھے اور فرمایا خضر اس وقت میرے پاس تھے اور جو کچھ ان کے اور اس قوم کے درمیان گذرا تھا سب مجھ سے بیان کیا، پھر کہا **ما ابتلے احدٌ باحد کما ابتلی ابوبکر بعمر و ما عادی احد قوماً اشد من معاداة عمر لا هل بیت الرسول** کہ مبتلا نہیں ہوا کوئی شخص کسی میں جیسا کہ ابوبکر عمر میں مبتلا ہوا، اور دشمنی نہیں کی کسی نے کسی قوم کے ساتھ جس قدر کہ دشمنی کی عمر نے اہل بیت رسولؐ اللہ سے۔ **خالد بن ولید کی طرفہ بیجا کیاں** : معلوم ہوتا ہے کہ خالد ولید کی قوت اور طاقت پر حضرات شیخین کو بہت بھروسہ تھا اور وہ سمجھے ہوئے تھے کہ اگر امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ ومقاتلے کی حاجت ہوئی تو وہی اس مشکل کو آسان کرے گا۔ خاص کر حضرت عمر کو تو اس کی شجاعت پر بہت ہی تکیہ تھا۔ اور اس نے بھی ان سے کہہ رکھا تھا کہ میں اس مہم کو بخوبی انجام دے سکتا ہوں پس وہ جانتے تھے کہ جب چاہیں گے اس کے ہاتھوں قتل کرادیں گے۔ **نقل** ہے۔ کہ جب مقدمہ فدک میں حضرت امیر المومنینؑ نے شیخین پر حجت تمام کی اور جناب سیدہؑ نے مسجد رسولؐ اللہ میں آکر پہلے طواف مرقد منوّر آنحضرتؐ کا کیا اور پھر شکایت روزگار وجفا منافقانِ غدار میں چند اشعار پڑھے کہ در و دیوار سے صدائے گریہ بلند ہوئی تو عمر وابوبکر بہت گھبرائے اور باہم کہنے لگے کہ دیکھا آج علیؑ نے ہمارے ساتھ کیا کیا اگر ایک دو مرتبہ ایسا معارضہ وہ اور عمل میں لائے تو کارخلافت میں ضرور خلل پڑے گا پس اول نے ثانی سے کہا کہ اس کی تدبیر کرنی چاہئے عمر نے کہا خالد ولید کو امر کر کہ علیؑ کو قتل کرے اور تیرے دل کو اس تشویش سے نجات دے ابوبکر نے خالد کو بلوایا اور کہا ہم کو ایک کار عظیم تجھ سے لینا ہے اس نے کہا جو کچھ کہ چاہو ہر چند وہ قتل علیؑ بن ابی طالب ہی کیوں نہ ہو، دونوں نے کہا ہمارا مدعا یہی ہے پس یہی قرار پایا کہ جب وہ جناب مسجد میں مشغول نماز جماعت ہوں تو خالد تلوار لئے ان کے پہلو میں منتظر رہے ابوبکر کے سلام پھیرتے ہی بضربِ شمشیر آنحضرتؐ کا کام تمام کرے۔ اسماء بنتِ عمیس نے کہ اس وقت ابوبکر کی زوجیت میں تھیں یہ باتیں سنیں علانیہ اس کا اظہار مناسب نہ جان کر اپنی کنیز کو کہا کہ تو علیؑ کے گھر جا اور میرا سلام ان کو پہنچا۔ اور اس آیہ کو (مومن آل فرعون نے حضرت موسیٰ کو اس کے ساتھ خبردار کیا تھا) آنحضرتؐ کے سامنے قرأت کر **ان الملاء یا تمرون بك لیقتلوك فاخرج انی لك من الناصحین** یعنی اشراف قوم فرعون تیرے بارے میں مشورہ کرتے ہیں تاکہ تجھ کو قتل کریں پس تو باہر نکل جا بہ تحقیق کہ میں تیرے لئے نصیحت کرنے والوں

میں سے ہوں اور لونڈی کو کہہ دیا کہ اگر نہ سمجھیں تو دوبارہ سہ بارہ اس کو تکرار کرنا اس نے جا کر اسما کا سلام آنحضرت کو پہنچایا اور آیہ شریفہ کو تلاوت کیا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اپنی خاتون کو میرا سلام کہہ اور بتا کہ ان کا یہ ارادہ بامر الٰہی عمل میں نہ آئے گا اور نیز فرمایا اگر وہ مجھ کو قتل کریں تو پھر ناکثین قاسطین مارقین کے ساتھ کون جنگ کرے گا صبح ہوئی تو حضرت نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور براہ تقیہ ابوبکر کے پیچھے بہ نیت فرادیٰ نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے خالد شمشیر بستہ آپ کے پہلو میں کھڑا ابوبکر کے سلام کا منتظر تھا۔ لیکن ابوبکر تشہد کے واسطے بیٹھے تو ان کو تردد ہوا چوں کہ سطوتِ حیدر کرار سے واقف تھے۔ فتنہ سے ڈرے اور دریائے فکر میں غوطہ زن ہوئے زبان سے بار بار تشہد کو کہتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے تا انیکہ ماموین کو گمان ہوا کہ نماز میں سہو ہوا ادھر قریب تھا کہ آفتاب نکل آئے مجبوراً خالد سے کہا **لا تفعل ما امرتك يا خالد** اے خالد جو کچھ میں نے تجھے حکم کیا تھا نہ کرنا یہ کہہ کر سلام پھیرا امیر المومنینؑ نے خالد سے پوچھا کیا امر کیا تھا تجھ کو، کہا تمہارے قتل کو کہا تھا فرمایا کیا تو ایسا کرتا اس نے کہا اگر قبل سلام ممانعت نہ کرتا تو البتہ یہ امر واقع ہوتا حضرت کو غیظ آیا اور بزور ید اللہی اس کو پکڑ کر زمین پر پٹکا اور انگشتِ نر و انگشتِ درمیانی سے اس کی گردن کو دبایا اور ایک نعرۂ حیدری مارا کہ قریب تھا کہ جان اس کے بدن سے نکل جائے کپڑے نجاست میں آلودہ ہو گئے ہاتھ پیر ہلاتا تھا مگر حرف زبان سے نہ نکلتا تھا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ یہ تیری نحس رائے کا نتیجہ ہے مجھ کو پہلے معلوم تھا کہ اس کا یہ انجام ہوگا خدا کا شکر ہے کہ ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے پس جو کوئی آگے جاتا کہ پنجہ شیر خدا سے اس روباہ کو نجات دلائے حضرت بہ نگاہِ تند قہر آلود اس کی طرف دیکھتے وہ خوف کھا کر الٹے پاؤں پھر جاتا۔ ابوبکر نے عباسؓ بن عبد المطلب عم مکرم اس جناب کو بلوایا۔ انہوں نے قبر و صاحب قبر (رسولؐ اللہ) اور حسنینؑ اور ان کی مادر گرامی کی قسمیں دیں اس وقت غصہ فرو ہوا اور اس کو رہا کیا عباسؓ نے پیشانی نورانی کو بوسہ دیا اور امتنان ظاہر کیا۔ اور کتبِ معتبرہ میں منقول ہے کہ غصبِ فدک کے بعد حضرت امیرؑ نے ابوبکر کو ایک نامہ بہت تہدید و عتاب کا لکھا اور وعیدِ شدید اس میں درج کیا ابوبکر نے خط کو پڑھا تو خوف ان پر غالب ہوا اور چاہا کہ فدک و خلافت دونوں آنحضرتؐ پر رد کریں عمر نے کہا میں نے تیرے لئے زلالِ حکومت کو صاف کیا تا کہ سیراب ہو مگر تو ویسا ہی پیاسا رہا، چاہتا ہے جیسا کہ پہلے سے تھا، میں نے عرب کے سرکشوں کی گردنیں تیرے آگے جھکا دیں تو اس کی قدر نہیں کرتا یہ علیؑ ابن ابی طالب ہے جس نے بزرگانِ قریش کو قتل کیا اور خاندان کے خاندان اس کے ہاتھ سے تباہ ہو گئے اب اس کی بھی تدبیر کئے دیتا ہوں اور قبل اس کے کہ تجھ کو اس سے کچھ ایذا پہنچے تیرے دل کو اس طرف سے مطمئن کرتا ہوں ابوبکر نے کہا اے عمر تجھ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنی ان غلط کاریوں سے باز آ واللہ کہ اگر علیؑ ہمارے قتل کا ارادہ کرے تو بغیر اس کے کہ داہنے ہاتھ کو کام میں لائے فقط

بائیں ہاتھ سے ہم دونوں کو مار سکتا ہے صرف تین امر ہیں جن سے ہم اس کے ہاتھ سے بچے ہوئے ہیں اول یہ کہ وہ تنہا ہیں یار و مددگار نہیں رکھتے۔ دوسرے وصیتِ رسولؐ اللہ کا خیال ہے کہ ان کو تلوار اٹھانے سے منع کیا تیسرے یہ کہ قبائل عرب کے دلوں میں ان کی طرف سے کینے بھرے ہوئے ہیں اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو خلافت کبھی کی ان کی طرف رجوع کر گئی ہوتی تجھ کو روزِ احد کی کیفیت فراموش ہوگئی جب کہ ہم سب بھاگ گئے تھے اور علیؑ تلوار کھینچ کر تن تنہا نرغہ اعدا میں گھس گئے اور ان کے بہادروں اور علم داروں کو تہ تیغ بے دریغ کھینچا تو خالد کی باتوں پر نہ جائیو اس کا ہرگز مقدور نہیں کہ اس کو قتل کر سکے اگر یہ ارادہ کیا تو جو شخص اول آنحضرتؐ کے ہاتھ سے مقتول ہوگا وہ خالد ہوگا۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ ان روایات کی نقل کے بعد حق الیقین میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ اہل سنت ابوبکر وعمر کا خالد ولید کو قتل امیر المومنینؑ پر مامور کرنا چھپاتے ہیں اور اپنی اکثر کتابوں میں اس کا ذکر نہیں کرتے مگر ابوبکر کا سلام سے پہلے کلام کرنا اور خالد ولید سے مخاطب ہونا انہوں نے نقل کیا ہے اور یہ قرینہ واضح ہے صحتِ روایاتِ شیعہ پر اس باب میں اور بحار میں کہتے ہیں **اعلم ان هذه القصة من المشهورات بين الخاصة والعامة وان انكره بعض المخالفين** جان تو کہ یہ قصہ مشہور قصوں میں سے ہے درمیان سنی وشیعہ کے گو بعض مخالفین نے اس کا انکار کیا ہے اس کے بعد ابن ابی الحدید کا اپنے استاد نقیب ابو جعفر یحییٰ بن ابی زید سے سوال کرنا اور اس کے جواب کو نقل کیا ہے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے نقیب مذکور سے سوال کیا کہ مجھ کو تعجب ہے کہ علی علیہ السلام رسولؐ اللہ کے بعد اتنی مدتِ دراز کیوں کر زندہ وسلامت رہے اور کیوں اپنے گھر کے اندر ہی قتل نہیں کر دیے گئے حالاں کہ دلوں میں ان کی عداوت کی آگ شعلہ زن تھی اور سینے ان کے کینے سے معمور تھے۔ نقیب نے کہا آنحضرتؐ نے اپنی پہلی وضع وقطع بدل ڈالی تھی بجائے جنگ جوئی وتیغ زنی وسرافشانی کے وہ زہد وعبادت ونماز وتلاوت میں مشغول رہنے لگے تھے رخساروں کو خاک پر رکھنا اور پیشانی کو زمین پر گھسنا اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اگر ایسا نہ کرتے تو ضرور قتل ہو جاتے مگر اب ان کا حال مثل اس قتال کے ہوگیا تھا جو اپنی حرکت پر نادم اور اس سے تائب ہوا اور ترکِ دنیا کر کے رہبانیت اختیار کرے اور اختلاطِ مردم چھوڑ کر کوہ وصحرا میں سیاحت کرتا پھرے۔ پس آنحضرت نے بھی والیان امر کی اطاعت میں کمی نہ کی اور ان کے آگے اپنے تئیں خوار وخاکسار بنا لیا پس ان کو ان کے ساتھ کوئی وجہ پرخاش باقی نہ رہی تو اور لوگوں نے بھی جب حکام کا میلان اس طرف نہ دیکھا تو سکوت اختیار کیا کیوں کہ یہ کام بلا اعانت وسرپرستی حکام چل نہ سکتا تھا اور سب سے زیادہ معقل حصین و استوار اجل ہے چوں کہ آنحضرتؐ کی زندگی باقی تھی کسی سے کچھ نہ ہو سکا۔ پھر پوچھا آیا قصہ خالد اور ابوبکر وعمر کا قتل علیؑ پر اس کو مامور کرنا درست ہے اس نے کہا کچھ لوگ ساداتِ علوی سے اس کو نقل کرتے ہیں اور ایک شخص نے زفر بن

ہذیل شاگردِ ابوحنیفہ سے سوال کیا کہ آیا بموجب قول ابوحنیفہ نماز سے بغیر سلام پھیرنے کے فعل کثیر یا کلام یا حدث صادر کر کے نکل جانا جائز ہے زفر نے کہا ہاں جائز ہے جیسا کہ ابوبکر نے تشہد میں کلام کیا، اس مرد نے کہا کیا کہا ابوبکر نے، اور کیا کلام تھا وہ، زفر نے کہا تجھ کو اس سوال کی ضرورت نہیں دوبارہ پوچھا تو کہا اس کو نکال دو یہ اصحاب علیؑ سے ہے۔ ابن ابی الحدید نے نقیب سے پوچھا کہ تو اس بارہ میں کیا کہتا ہے تو اس نے تقیہ کیا اور کہا امامیہ اس کو روایت کرتے ہیں مگر میں بعید جانتا ہوں۔ پھر مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین میں کہتے ہیں کہ فضل بن شاذان نے کتاب ایضاح میں اس قصہ کو چند فقہائے اہل سنت سے اسی طرح پر نقل کیا ہے جس طرح کہ مذکور ہوا اور کہا ہے کہ سفیان بن عینہ اور ابن حی اور وکیع سے سوال کیا گیا کہ تم ابوبکر کے اس فعل میں کیا کہتے ہو تو انہوں نے کہا کارِ بد تھا جو کہ تمام نہ ہوا اور ایک جماعت نے اہل مدینہ سے کہا ہے کہ اصلاح امت کے لئے کہ تفرقہ سے محفوظ رہیں ایک شخص کا قتل روا ہے چوں کہ علیؑ لوگوں کو بیعت ابوبکر سے روکتے تھے اس لئے ابوبکر نے ان کے قتل کا حکم دیا اور بعض بخوفِ فضیحت تمام قصہ کو نقل نہیں کرتے صرف اصل تمہید ابوبکر خالد ولید کے ساتھ کہ جب میں سلام پھیروں تو فلاں کام کرنا اور پھر اس کے پشیمان ہونے اور قبل سلام یہ کہنے کو یہ **یا خالد لا تفعل ما امر تك** حکایت کرتے ہیں اور اسی فعل ابوبکر کو سلام سے پہلے جوازِ کلام کی دلیل گردانتے ہیں۔ پھر فضل بن شاذان کہتا ہے کہ کسی نے ابویوسف شاگرد ابوحنیفہ قاضی بغداد سے دریافت کیا کہ کیا کلام تھا جو کہ ابوبکر نے خالد سے کیا اس نے کہا خاموش رہ تجھ کو اس سے کیا مطلب قسم بخدا کہ اگر علیؑ مطیع ابوبکر اور اس کی بیعت پر رضامند تھے تو کوئی ظلم اس سے بڑھ کر دنیا میں نہیں کہ ناحق ایک مرد اہلِ جنت کے قتل کا امر کیا جائے اور جو وہ ابوبکر کی بیعت سے راضی نہ تھے تو یہ عین مذہبِ شیعہ ہے کہ ابوبکر نے بظلم ان پر تقدم کیا۔ **مولف** کہتا ہے کہ ان روایات و حکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل قصہ کہ شیخین نے خالد ولید کو آنحضرتؐ کے قتل پر مامور کیا اور وہ اس پر آمادہ و تیار ہو گیا کتبِ اہل سنت میں بھی موجود ہے پس اب دیکھنا چاہئے کہ ان حضرات کو نفسِ رسولؐ کے ساتھ کس قدر عداوت تھی کہ مال و منصب لے کر بھی بس نہیں کرتے تھے اور درپے اس کے تھے کہ وجودِ ذی جود ان حضرت کا جس سے بیخ اسلام قائم ہوئی تھی صفحہ دہر سے اس کا نشان مٹا دیں مروی ہے کہ اس روز سے ابن ولید عنید کو آپ کے ساتھ سخت عداوت ہو گئی اور وہ اس تاک میں رہنے لگا کہ موقع ملے تو اس فضیحت و رسوائی کا اس جناب سے بدلہ لے حتیٰ کہ ایک روز پیش گاہ خلافت سے کسی مہم پر مقرر ہو کر معہ لشکر و سامان اس طرف کو جا رہا تھا کہ راستہ میں حضرت امیرؑ کبیر کو کسی اپنے مزرعہ میں کھڑا دیکھا خالد کثرت سلاح سے گویا غرق دریائے آہن تھا اور انبوہ سپاہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور حضرت خالی ہاتھ یک و تنہا کھڑے ہوئے تھے اس کی رگ جلادت جنبش میں آئی اور قدم آگے بڑھایا اور قریب پہنچ کر گرز اٹھایا

کہ آنحضرتؐ پر لگائے آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس سے چھین لیا اور اس کو بھی زمین پر کھینچ لیا پس اس گرز کو موڑ کر بطور طوق اس کی گردن میں ڈال دیا۔ بروایتے حضرت نے خود خالد کو اس حال میں دیکھ کر کہا اے پسر ولید کیا اس روز جو کچھ ابوبکر نے تجھے امر کیا تھا تو عمل میں لاتا۔ کہا ہاں اگر اس کی رائے نہ بدلتی تو میں تمہارا سر قلم کئے بغیر نہ رہتا حضرت کو غیظ آیا اور اچھل کر خالد کی گردن پکڑ لی اور نیچے اتار لیا۔ اور فرمایا اے پسر زنِ ختنہ نا کردہ تیری یہ مجال کہ میرے ساتھ اس طرح پیش آئے اور کشاں کشاں آسیاء حارث بن کلاہ کے پاس لے گئے تمام لشکر کھڑا دیکھ رہا تھا اور رعب وجلال آنحضرت سے کسی کو مجال دم مارنے کی نہ تھی۔ اور حال ان کا یہ تھا کہ گویا ملک الموت نے مسلط ہو کر ان کی رُوح کو نکال کر ان کے کفِ دست پر رکھ دیا ہے۔ پس آپ نے قطب آسیا (چکی کی درمیانی کیل) کہ ایک موٹی آہنی سلاخ تھی نکال لی اور اس کو خالد کی گردن میں اس طرح لپیٹ دیا جیسے کوئی چمڑے کے تسمے کو لپیٹتا ہے پس خالد جس مہم کو جاتا تھا اسے بھول گیا اور وہ طوق گردن میں پہنے ابوبکر کے پاس آ کر حال بیان کیا خلافت مآب نے آہن گران مدینہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ہنسلی اس کی گردن سے دور کریں سب نے کہا بغیر اس کے کہ اس کو آگ میں دیں علیحدگی ممکن نہیں مجبوراً خالد چند روز اس خواری میں سراسیمہ و سرنگوں رہا جو اس کو دیکھتا مضحکہ کرتا حتیٰ کہ امیر المومنینؑ اپنے مزرعہ سے تشریف لائے ابوبکر خالد کو حضرت کی خدمت میں لے گئے اور زبان شفاعت و عذر خواہی کھولی اور عفو تقصیر کی درخواست کی سید اوصیا نے فرمایا کہ اس بدبخت نے شکوہِ لشکر کو اپنے ساتھ دیکھا تو مغرور ہوا اور چاہا کہ مجھ پر غلبہ پائے جرأت وجسارت کی اور اس حال کو پہنچا جملہ صحابہ نے حضرت سے معذرت کی اور قسمیں صاحب قبر (رسولؐ اللہ) کی دیں آپ نے خالد کو نزدیک بلایا اور اس لوہے سے تھوڑا تھوڑا توڑتے تھے اور اس کے آگے ڈالتے تھے تاآنکہ تمام کو توڑ ڈالا اور اس کو رہائی بخشی سب لوگ شکر یہ وصی رسولؐ میں رطب اللسان اپنے اپنے گھروں کو لوٹے اور سانحہ عجیب پر متعجب تھے ابوبکر نے کہا ابوالحسن کے کار سے تعجب نہ کرو بہ تحقیق کہ میں بروزِ خیبر رسولؐ خدا کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ علیؑ نے درِ خیبر اکھاڑا اس کی خبر رسولؐ اللہ کو پہنچی تو خنداں ہوئے حتیٰ کہ دندانِ مبارک دکھائی دیئے پھر رقت آپ پر طاری ہوئی بحدیکہ ریش مقدس اشکوں سے تر ہوگئی میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ اس خندہ و گریہ باہم پیوستہ کا سبب ارشاد ہو۔ فرمایا میں ہنسا اس لئے کہ مجھ کو علیؑ کے درِ خیبر اکھاڑ ڈالنے پر مسرت وشادمانی ہوئی اور رونے کا یہ باعث ہے کہ ان کو آج تیسرا روز ہے کہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور شب کو فقط چند گھونٹ آبِ خالص کے پیتے ہیں اگر یہ حالت نہ ہوتی تو وہ اس در کو اٹھا کر دیوارِ قلعہ سے پرے پھینک دیتے۔ **ذکرِ وفاتِ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا** : اعظم مصائب واشد متاعبِ امیر المومنین علیہ السلام سے کہ بعد وفاتِ جنابِ ختمی مآب آنحضرتؐ پر وارد ہوئیں ایک وفاتِ جنابِ فاطمہؑ زوجہ مطہرہ

آنحضرت سے ہے جناب معصومہؑ اپنے پدر عالیقدر کے بعد موافق مشہور درمیان علما شیعہ کل پچھتر روز زندہ رہیں۔ یہ زمانہ کمال پیچ وتاب قلق واضطراب ودردوالم واندوہ وماتم میں بسر ہوا۔ اول تو جو محبت کہ آپ کو اپنے پدر بزرگوار سے تھی معمول سے زیادہ حدِ عشق وشفیتگی کو پہنچ گئی تھی نتیجتاً اس جناب کی وفات پر آسمانِ غم اس معصومہ پر ٹوٹ پڑا اور ہجوم دردویاس نے دل کو گھیر لیا تمام عیش وعشرت مبدل بہ رنج وکلفت ہو گئے۔ ثانیاً واقعات کہ اس حادثۂ جان کاہ کے بعد پیش آئے سراسر موجبِ ایذا وآزار تھے بجائے دلاسا ودلدہی وہ سلوک بضعۃ الرسول کے ساتھ کئے گئے جنہوں نے اس غم وغصہ کو دوبالا کر دیا اور آتشِ رنج وحسرت میں روغن وہیزم کا کام دیا نخلستان فدک کہ رسولؐ اللہ نے برائے وجہ معاش جناب سیّدہ کو عطا کیا تھا بظلم وستم ان سے چھین لیا گیا۔ تکمیلِ بیعتِ خلافت خلیفہ اول میں ان کے ہوا خواہوں کے ہاتھ سے وہ شدید صدمہ اس جناب کو پہنچا جو آخر کار آپ کی وفات کا سبب ہوا چنانچہ اس کا مجمل بیان پیشتر گذرا، پس یہ تمام حالات جمع ہو کر حالت اس معصومہ کی یہ ہوگئی کہ سوائے آہ وزاری ونالہ وبے قراری کے دوسرا شغل نہ تھا خواب وخورش وآرام وآسائش مطلقاً چھوٹ گئے تھے شب وروز مبتلاء بلا مصروفِ گریہ وبکا عجیب مصیبت عظیم کا سامنا تھا چنانچہ فرماتی ہیں۔

صبت علیَّ مصائب لواتها
صبت علی الایام صرن لیا لیا

یعنی مجھ پر وہ مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹا ہے اور وہ سختیاں پیش آئی ہیں کہ اگر یہ مصائب وشدائد روز ہائے روشن پر بھی پڑتیں تو شب ہائے تاریک بن جاتے۔ **مروی** ہے کہ جسمِ مبارک اس مصیبت میں نہایت کاہید ولاغر ہو گیا تھا سر پر عصابہ باندھے رہتیں آنکھوں سے جوئے اشک رواں تھی بادلِ سوختہ وجگر، افروختہ شدتِ ضعف سے غش پر غش چلے آتے تھے۔ **نیز** مروی ہے کہ وہ جناب اڑہائی مہینے اپنے باپ کے بعد دنیا میں رہیں حالاں کہ حزنِ شدید آنحضرت پر داخل ہوا تھا، بسبب وفاتِ حضرت رسالت پناہ کے، جبرئیل ان کی تسلی کے لئے آتے اور باتیں کرتے اور تسکین کی خاطر ان کے پدر بزرگوار کا حال اور ان کے مدارجِ کمال کا ذکر فرماتے اور واقعاتِ آئندہ ان کی ذریت کے قیامت تک کے ان کی روبرو نقل کرتے۔ امیر المومنینؑ ان کو لکھتے جاتے تھے چنانچہ وہی کتاب مصحفِ فاطمہؑ کے نام سے موسوم ہوئی۔ امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو ان کے پیرہن میں غسل دیا تھا وہ پیرہن میرے پاس تھا فاطمہؑ اس کو مجھ سے طلب کرتیں جب میں ان کو دیتا تو وہ لیتیں اور اس کی بوئے خوش کو استشمام فرماتیں اور بے ہوش ہو جاتیں آخر میں نے اس پیراہن کو چھپا لیا اور پھر ان کو نہ دکھلایا۔ محمدؐ بن بابویہ علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ

حضرت رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کی تو بلال موذن نے اذان کہنا ترک کر دیا کہ میں سوائے رسولؐ خدا کے دوسرے کے لئے اذان نہ کہوں گا، حضرت فاطمہؑ نے کہا میں چاہتی ہوں کہ اپنے باپ کے موذن کی اذان سنوں بلال کو یہ معلوم ہوا تو اذان کہنی شروع کی، جس وقت اللہ اکبر کہا فاطمہؑ کو اپنے باپ کا زمانہ یاد آیا اور گریہ نے اس جناب پر غلبہ کیا، بحد یکہ ضبط نہ کر سکیں جب بلال نے کہا **اشھد ان محمد الرسول اللّٰہ** تو انہوں نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہوگئیں حتیٰ کہ حاضرین کو گمان ہوا کہ رحلت کر گئیں، بلال سے کہا کہ جلد اذان کو ترک کر فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کی، بلال نے اذان بلا اتمام قطع کی، تھوڑے عرصہ بعد فاطمہؑ کو ہوش آیا تو فرمایا اے بلال اذان کو تمام کر۔ اس نے کہا اے بہترین زنان عالم مجھ کو تمہاری جان کا اندیشہ ہے مبادا کہ پھر میری آواز سنو اور ہلاک ہو جاؤ۔ میں اب اذان نہ کہوں گا فاطمہؑ نے اسے معاف رکھا۔ **روایت** ہے کہ مرض الموت میں جس میں کہ جنابِ فاطمہؑ نے رحمتِ خدائے متعال کی طرف انتقال فرمایا، ایک روز حضرات ابوبکر و عمر نے بہ خیال رفع الزام امیر المومنین علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس معصومہ کی خدمت میں باریاب ہوں، آپ نے اجازت دی پردہ نصب ہوگیا اور شیخین اندر آئے ابوبکر نے پس پردہ سے کہا اے دختر رسولؐ خدا ہم تم سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے جرم وعصیان سے درگزر رو اور جو کچھ ہم سے تمہاری نسبت صادر ہوا اسے معاف کرو جنابِ معصومہ خاموش تھیں۔ اور کچھ جواب نہ دیتی تھیں۔ بروایت دیگر اسما بنت عمیس زوجہٴ ابوبکر نے کہا کہ ابوبکر نے میرے واسطہ سے اذن دخول طلب کیا تھا جب اندر آئے تو فاطمہ زہراؑ نے روئے مبارک دیوار کی طرف پھیر لی ابوبکر نے سلام کیا، جواب نہ دیا، معذرت کی اور کہا دختر رسولؐ مجھ سے راضی ہو فرمایا اے عتیق تم نے کیا جو کچھ کہ کیا، لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا اب مجھ سے رضامندی کا خواستگار ہے، چلا جا کہ میں تیرے ساتھ ہرگز کلام نہ کروں گی جب تک کہ خدا اور رسولؐ سے شکایت نہ کرلوں۔ و بروایت اول جب اصرار و الحاح زیادہ کیا تو آپ حضرت امیرؑ کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا میں ان دونوں سے ایک بات پوچھتی ہوں اگر راست راست بیان کریں۔ دونوں نے کہا دریافت کرو جو چاہو ہم بجز صدق و راستی کوئی بات نہ کریں گے، فاطمہؑ نے کہا میں تم کو قسم دیتی ہوں حق سبحانہ تعالیٰ کی کہ تم کو یاد ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ فاطمہؑ میری پارۂ تن ہے جس نے اسے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے حق تعالیٰ کو ایذا دی اور جو اس کو آزار دے میری وفات کے بعد ایسا ہے گویا اس نے آزار دیا اس کو میری حیات میں میرے سامنے انہوں نے اقرار کیا اور کہا البتہ پیغمبرؐ خدا نے ایسا فرمایا ہے، جناب سیدہؑ نے کہا الحمدللہ کہ حق تمہاری زبان پر جاری ہوا خداوندا گواہ رہیو اور اے جماعتِ حاضرین تم گواہ رہنا کہ ان دو مردوں نے مجھ کو ایذا دی اور آزار پہنچایا قسم بخدا کی میں ان کے ساتھ کلام نہ کروں گی جب تک کہ

پروردگار عالم سے ملاقات نہ کروں اور اس جل شانہ سے ان کے ناہموار سلوک کی جو انہوں نے میرے اور میرے شوہر کے ساتھ کئے شکایت نہ کرلوں پس ابوبکر حاضرین کے دکھانے کو رونے اور فریاد کرنے لگے کہ کاش میں شکم مادر سے پیدا نہ ہوتا واحسرتا واویلا مگر عمر نے ان کو جھڑکا کہ پیری نے تجھ میں اثر کیا ہے کہ ایک عورت کی ناخوشی سے اس قدر ڈرتا اور بے قرار ہوتا ہے اسی عقل ودانش پر لوگوں میں حکومت کرے گا، کیا ہوا اگر وہ ناراض ہوئی تو کیا کرے گی، یہ کہہ کر دونوں وہاں سے چلے گئے۔ ابنِ قتیبہ مورخِ اہلِ سنت ایک ایسی ہی روایت ابوبکر وعمر کے عذر کرنے اور جناب سیدہؑ کے راضی نہ ہونے کی لکھ کر کہتا ہے کہ مجھ کو تعجب ہے سخت دلی فاطمہؑ پر کہ ان دو بوڑھے شیخوں کی خراعت وزاری پر ان کو رحم نہ آیا ان کا عذر قبول نہ فرمایا۔ **مولف** اوراق عرض رساں ہے کہ ایسے ہی مقامات ہیں جن پر پہنچ کر ذرا غور کرنے کے بعد سنی سنی نہیں رہتے یا تو شیعہ خالص بن جاتے ہیں ورنہ ناصبی، پکے دشمنِ اہلِ بیت ہو کر سرے سے اسلام کو خیر باد کہہ دیتے ہیں یعنی کہ جس نے فضائل اہل بیت اور ان کے سچے کمالات، کہ خود ان کی اپنی کتابوں سے ظاہر وباہر ہیں مدنظر رکھا اور جانا کہ یہ حضرات بنص قرآن واحادیث متواترہِ سید الانس والجان کہ جو ہر رجس وگناہ وعیب وخطا سے پاک ومبرا ہیں جو کچھ وہ کرتے یا کہتے ہیں عین حق وصدق ہوتا ہے نتیجتاً اس کا مخالف کوئی کیوں نہ ہو گمراہ وبے دین داخل بزمرہِ ہالکین و ضالین ہوگا وہ بے تامل فرقۂ ناجیہ میں داخل اور ان میں شامل ہو جاتا ہے ورنہ تعصب وہٹ دھرمی دیدۂ دل کو کور کر دیتی ہے اور نصب وخروج کے بھنور میں گر کر ظاہری اسلام سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے لیکن دل میں ضرور ان حضرات طیبات کے خطا وعصیان کا قائل ہو جاتا ہے۔ پھر اس وقت کبھی کبھی بے ساختہ اس کے منہ سے ایسے کلمات بھی نکل جاتے ہیں، جیسے اس مورخ معروف (ابن قتیبہ) نے جناب فاطمہؑ کو سنگ دل کہا یا صاحب تحفہ نے اس جناب کو معہ ان کے شوہر واولا د اطیاب کو نعوذ باللہ بلفظ مردودانِ درگاہِ الٰہی تعبیر فرمایا یا، جیسا کہ اس زمانہ میں کوئی مولوی احمد علی سہارن پور میں ہیں سننے میں آیا ہے کہ انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ فاطمہ زہراؑ برسرخطا تھیں، جو ابوبکر سے ہم کلام نہ ہوئیں ہم کہتے ہیں کہ اگر معصومہ پاک سنگدل تھیں تو ان کے باپ صاحب لولاک ان سے پہلے سنگدل ٹھہرے، کیوں کہ وہ معصومہ بموجب حدیث صحیح مشہور بین الفریقین ان کے بدن کا بضعہ اور ٹکڑا تھیں، اور امیر المومنینؑ اگر اپنے اعزہ واحباب کے ساتھ ابوبکر کی بیعت سے انکار کر کے گھر میں بیٹھ رہے تو حق اس وقت بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا فان **الحق مع علیؑ و علیؑ مع الحق** اور پیشتر بقول شاہ ولی اللہ گذرا کہ افعال اس جناب کے بعینہ حق تھے کہ حق ان سے. س طرح منعکس ہوتا تھا جیسا کہ ضوء آفتاب سے منعکس ہوتی ہے۔ پس وہ مردود درگاہِ الٰہی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ اور مولوی احمد علی کی نسبت ہم کچھ نہیں کہتے جو کچھ اس نے کہا ہے اس کا بدلا بروز جزا حق تعالیٰ اس کو اچھی

طرح دے گا، فی الواقع انہوں نے وہ کلمہ کہا ہے جو آج تک ان کے اسلاف سے کسی نے نہیں کہا اور شیعوں سے تقیہ کرتے رہے ہیں۔ صاحبو آنکھیں کھولو دیکھو سوچو سمجھو یہ حضرات کوئی معمولی آدمی نہیں جن کی نسبت جو چاہا کہہ دیا وہ خاصانِ خدا و مقبولانِ بارگاہ کبریا ہیں، اس جل شانہ نے بموجب آیہ **یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس** الخ ان کو ہر رجس و چرک سے پاک و طاہر گردانا۔ بارہا کہا گیا کہ علی علیہ السلام جو خلافت اپنے لئے چاہتے تھے تو مقصود اس سے امتثال امر خدا ہدایتِ خلق اللہ اور ان کا راہ راست پر لانا تھا نہ کہ معاذ اللہ حکومتِ چند روزۂ دنیا ان کا مدعا تھا، ان کو اس کی کیا پرواتھی۔ تمام جہاں آنحضرتؐ کی خاطر اور ان کے طفیل سے خلق ہوا تھا علیٰ ہذا جنابِ فاطمہؑ جو کمال غم و غصہ میں مبتلا تھیں تو ان کو بھی گمراہی امت کا خیال تھا کہ ان بزرگواروں نے ان کے باپ محمد مصطفیٰؐ کے دین میں رخنہ ڈال دیا تھا اگر شیخین کو تہِ دل سے ان کا رضامند کرنا تھا تو لازم تھا کہ پہلے خلافت سے دستبردار ہوتے پھر فدک کو واگذار کرتے اس وقت اپنی گذشتہ جرأت و جسارت پر نادم ہو کر عذر خواہی کرتے تب دیکھتے کہ وہ جناب کیوں کر رضامند نہ ہوتیں۔ نہیں تو یہ بھی کوئی معذرت تھی کہ موجبات غیظ و غضب سے اصلاً معترض نہیں ہوئے ان کا ذکر تک زبان پر نہیں آیا زبانی باتیں بنادیں یہ راضی کرنا کاہے کو تھا یہ تو اور چڑانا تھا۔ حدیث میں وارد ہے کہ جب وقتِ وفات جنابِ سیدہؑ کا نزدیک آیا تو آپ نے حضرت امیر المومنینؑ کو طلب کیا اور عرض کی اے ابا الحسن مجھ کو میری وفات کی خبر دی گئی ہے، میں عنقریب تم سے جدا ہونے والی ہوں، چاہتی ہوں کہ چند وصیتیں تم کو کروں۔ **وصایا جنابِ سیّدہ:** حضرت نے فرمایا اے دخترِ رسولؐ خدا جو چاہو وصیت کرو پس وہ حضرت سرہانے بیٹھ گئے اور سب لوگ باہر چلے گئے جناب سیدہؑ نے کہا یا ابا الحسن میں جب سے تمہارے نکاح میں آئی تم نے مجھ کو دروغ و خائن نہ پایا ہوگا میں نے کسی امر میں مخالفت نہیں کی حضرت نے فرمایا معاذ اللہ اے بنتِ رسولؐ تم احکامِ خدا کی دانا نیکوکار و پرہیزگار ہو بھلا تم سے ایسا کب ہوسکتا ہے تمہاری مفارقت مجھ پر نہایت شاق ہے مگر مشیّت خدا میں چارہ نہیں قسم بخدا کہ تم نے مصیبتِ رسولؐ خدا کو مجھ پر تازہ کیا سخت عظیم ہے تمہاری جدائی **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون** پس ایک ساعت دونوں باہم گریہ و بکا کرتے رہے پھر حضرت امیرؑ نے سرِ فاطمہؑ کو اپنی آغوش میں لے کر سینۂ اطہر سے لگایا اور فرمایا وصیت کرو اے فاطمہؑ جو کچھ کہ چاہو بہ تحقیق کہ میں عمل میں لاؤں گا۔ اور تمہارے کام کو اپنے کام پر مقدم کروں گا۔ پس حضرت فاطمہؑ نے کہا حق تعالیٰ تم کو جزا خیر دے اے ابن عم رسولؐ اللہ پہلی وصیت میری یہ ہے کہ تم میرے بعد امامہ بنت زینب کے ساتھ عقد کرنا کہ وہ میرے بچوں کی مثل میرے پرورش کرے گی اور میری مانند ان پر مہربان ہوگی۔ دیگر یہ کہ میرے لئے ایک نعش (تابوت) بنانا جیسے کہ ملائکہ نے بحکم حق تعالیٰ مجھ کو تعلیم کی ہے۔ پس آنحضرتؐ کے سامنے جس طرح سے کہ حق سبحانہ

تعالیٰ کی جانب سے مامور تھیں تقریر کی۔ بروایتے یہ نعش آنحضرت کو اسما بنت عمیس زوجہ جعفر طیار نے تعلیم کی تھی انہوں نے اس کو بلاد حبشہ میں دیکھا تھا **منقول** ہے کہ ایک روز جناب سیّدہؑ نے اسما سے کہا اے اسما میں بہت نحیف و لاغر ہوگئی ہوں اور گوشت میرے بدن پر نہیں رہا کوئی تدبیر ایسی کرو کہ میرا جسم مردوں کی نظر سے محفوظ رہے۔ اسما ایک سریر لے آئیں اور اس کو سرنگوں رکھا اور اس کے پایوں پر شاخ ہائے خرما باندھے پھر اس پر کپڑا ڈالا فاطمہ زہراؑ نے اسے نہایت پسند کیا اور فرمایا حق تعالیٰ تیرے بدن کو آتش جہنم سے بچائے جس طرح تو نے میرے بدن کو نظر نامحرمان سے بچایا۔ بہرکیف طریقہ مروجہ عورات کے جنازے کا اسلام میں جناب سیدہؑ کے جنازے سے جاری ہوا اس سے پہلے ایسا نہ تھا۔ پھر فرمایا اے ابوالحسن **تیسری** وصیت میری یہ ہے کہ جن لوگوں نے مجھ پر ظلم وستم کئے اور میرے حق کو مجھ سے غصب کیا ان کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا کیوں کہ وہ میرے اور رسولؐ خدا کے دشمن ہیں کوئی ان میں سے میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے اور مجھ کو بوقتِ شب جب کہ آنکھیں خواب میں ہوں پوشیدہ دفن کرنا۔ **منقول** ہے کہ جب وہ وقت آیا جس میں جگر گوشۂ رسولؐ خدا جنابِ فاطمہ زہراؑ کو دارِ دنیا سے رحمت حق وجل وعلا کی طرف انتقال کرنا تھا تو اسما سے پانی طلب کیا اور غسل نیکو بجالائیں اور ملبوس جدید زیبِ بدن کیا اور خوشبو سے اپنے تئیں معطر فرمایا پھر کہا اے اسماء جبرئیل بوقتِ وفاتِ رسولؐ خدا چالیس درہم کافورِ بہشت لائے تھے ایک حصہ آنحضرتؐ نے اپنے لئے رکھا تھا اور دوثلث مجھ کو اور علیؑ کو عنایت کیا تھا وہ کافور حاضر کر، تاکہ مجھ کو اس سے حنوط کریں اسماء حسب الحکم کافورِ بہشت لے آئیں آپ نے اپنے سرہانے رکھ لیا اور روبقبلہ لیٹ گئیں اور چادر کو منہ پر ڈھانپ لیا اور فرمایا اے اسماء تھوڑی دیر صبر کر پھر مجھ کو آواز دینا اگر جواب نہ آئے تو جاننا کہ میں نے دنیا سے سفر کیا اور اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہوگئی۔ پس علی علیہ السلام کو بلوا لینا اسماء نے حسب الارشاد قدرے توقف کے بعد آواز دی جواب نہ سنا تو چلا کر کہا اے دختر محمد مصطفیؐ وائے دختر بہترین خلق خدا کوئی آواز نہ آئی تو چادر کو روئے انور سے اٹھا کر دیکھا کہ مرغِ روح آنحضرتؐ کا باغ بہشت کو پرواز کر گیا تھا۔ پس اپنے تئیں روئے مبارک پر گرادیا اور بوسے لیتی تھیں اور کہتی تھیں اے فاطمہؑ خدمتِ رسولؐ خدا میں سلام اسماء بنت عمیس کا پہنچائیو، اتنے میں حسنین علیہما السلام اندر تشریف لائے اور پوچھا اے اسما ہماری مادر گرامی اس وقت کس لئے خواب میں ہیں اسماء نے کہا کہ خواب نہیں بلکہ اس جناب نے رحمت رب الارباب کی طرف انتقال فرمایا یہ سن کر امام حسنؑ نے بیتابانہ روی انور پر اپنے تئیں ڈال دیا بوسے لیتے تھے اور کہتے تھے اے مادر گرامی مجھ سے بات کرو قبل اس کے کہ روح میرے بدن سے مفارقت کرے امام حسینؑ پائے مبارک اس جناب پر پڑے رو رہے تھے کہ اے مادرِ بزرگوار میں ہوں تمہارا فرزند حسینؑ میرے ساتھ گفتگو کرو اس سے پہلے کہ میرا دل شگافتہ

ہو اور روح میرے بدن سے نکل جائے اسما نے عرض کی اے شاہزادو جاؤ اور اپنے پدر عالیقدر کو اس مصیبت سے آگاہ کرو حسنینؑ بیتابانہ مسجد کی طرف دوڑے اور صدائے واویلا وامصیبتا بلند کی امیر المومنینؑ نے یہ حال پر ملال سنا تو منہ کے بل زمین پر گر گئے روتے تھے اور کہتے تھے۔ کس سے تسلی دوں گا اپنے آپ کو بعد تمہارے اے دخترِ رسولؐ خدا پس چند اشعار اس حادثہ جانکاہ میں پڑھے کہ زمین و آسمان کو گریہ میں لائے۔ شہر مدینہ میں یہ خبر منتشر ہوئی تو زن و مرد گریاں خانہ ملا یک آشیانہ اس جناب کی طرف دوڑے اور تعزیت کرتے اور پرسا دیتے تھے آپ کو۔ زنانِ بنی ہاشم جمع ہو گئیں اور شدت گریہ و بکا سے ارکان شہر میں زلزلہ ڈال دیا گویا آج حضرت رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کی ہے ہر شخص با دل بریاں و چشم گریاں منتظر تھا کہ جنازہ کب نکلتا ہے کہ اتنے میں ابوذر غفاریؓ نے باہر آ کر کہا کہ نکلنا جنازے کا اس وقت ملتوی کیا گیا لوگ یہ سن کر متفرق ہو گئے جب ایک پہر رات گذری تو امیر المومنینؑ خود متکفل امورِ جناب فاطمہؑ ہوئے اور غسل و کفن سے فراغت کر کے نعش کو باہر لائے اور نماز پڑھی اس معصومہؑ پر، اور آپ کے ساتھ حسنینؑ و عمار و مقداد و عقیل و زبیر و ابوذر و سلمان و بریدہ نے معہ ایک جماعتِ بنی ہاشم و خواصِ آنحضرتؐ کے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور اسی شب کو دفن کیا اور سات قبریں آپ کی قبر کے گرداگرد بنا دیں تا کہ معلوم نہ ہو کہ قبرِ مطہر کون سی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے قبر مبارک جناب سیدہؑ کو زمین کے برابر کر دیا کہ دشمن اس سے واقف نہ ہوں اور ارادہ نبش قبر کا نہ کریں اور بعضوں کا قول ہے کہ درمیان قبر حضرت رسالتؐ و منبر اس جناب کے کہ ایک روضہ ہے ریاض جنت سے اس میں مدفون ہوئیں مگر صحیح یہی ہے کہ اپنے حجرۂ مقدسہ میں دفن ہوئی ہیں الحاصل امیر المومنینؑ نے دفن سے فارغ ہو کر با چشم اشک بار یہ اشعار پڑھے۔

اری علل الدنیا علی کثیرۃ	وصاحبها حتی الممات علیل
لکل اجتماع من خلیلین فرقه	وان بقائی بعدکم لقلیل
وان افتقادی فاطماً بعد احمد	دلیل علیٰ ان لا یدوم خلیل

یعنی میں آلام دنیا کو اپنے اوپر بہت دیکھتا ہوں اور جو اس دنیا میں آتا ہے مرتے دم تک مبتلائے بلا رہتا ہے۔ جو دو دوست باہم جمع ہوتے ہیں آخر کار ان میں فرقت اور جدائی ہوتی ہے اور بے شک میری زندگی تمہارے بعد قلیل ہے میری جدائی فاطمہؑ سے بعد رسولؐ خدا کے بلاشبہ دلیل ہے اس پر کہ کوئی دوست اپنے دوست کے ساتھ ہمیشہ نہ رہے گا۔ اور رو بجانب روضۂ رسولؐ اللہ کر کے کہا سلام ہو تم پر اے رسولؐ اللہ تمہاری نورِ نظر لختِ جگر دخترِ نیک اختر کی طرف سے کہ آج تمہاری خدمت میں حاضر ہوتی ہے وہ تمہارے جوار میں زیر خاکِ دفن ہونے والی اور تمام اہل بیت سے

پہلے تمہاری طرف سبقت کرنے والی ہے یا رسولؐ اللہ تمہاری برگزیدہ بیٹی کی مفارقت میں میرے صبر نے، اور ضعیف و ناتوان ہوئی بدون اس کے طاقت میری لیکن جب کہ تمہاری مصیبت میں میں نے صبر کیا اور تمہارے دردِ جدائی کو سہ لیا تو سزاوار ہے کہ اس مصیبت کو بھی صبر وسکون کے ساتھ برداشت کروں بہ تحقیق کہ میں نے اپنے ہاتھ سے تم کو آغوشِ لحد میں رکھا بعد اس کے کہ روح پرفتوح نے میرے سینے اور گلو کے درمیان بدن سے مفارقت کی، پس اس وقت وہی کلمہ کہتا ہوں جس کی حق تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ہم کو تعلیم فرمائی ہے یعنی **انا لله وانا اليه راجعون** یا رسولؐ اللہ تم نے فاطمہؑ کو اپنے پاس بلا لیا اور جو ودیعت میرے سپرد کی تھی مسترد فرمائی اور جو امانت میرے پاس رکھی تھی واپس لے لی۔ بہ تحقیق کہ میرا غم واندوہ دراز ہوگا اور میری طولانی راتیں بیداری میں کٹیں گی جب تک کہ حق تعالیٰ میرے لئے وہی مقام اختیار نہ کرے جس میں کہ تم مقیم ہو یہاں کا حال اپنی پارۂ جگر سے پوچھ لیجئے وہ بخوبی آپ کو اس سے آگاہ کرے گی، کہ تمہارے بعد تمہاری امت نے ہماری ایذا وآزار پر اتفاق کیا اور ہم کو ہمارے حقوق سے محروم رکھا پس سلام ہو میرا تم دونوں پر، مثل سلام ایک وداع کنندہ کے، کہ جو کوئی تم سے جدا ہوتا ہے تو اس کی جدائی از روئے ملالت و کراہت کے نہیں اور جو تمہارے پاس ٹھہرتا ہے تو وعدہ ہائے ایزدی پر جو اس جل شانہ نے صابروں کے لئے فرمائے ہیں بدگمان نہیں ہوتا۔ مولف کہتا ہے کہ اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرات شیخین نماز جنازہ جناب سیدہؑ سے محروم رہے جیسا کہ حضرت رسولؐ خدا کی تجہیز وتکفین میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ مسلم وبخاری نے روایت گذشتہ میں قلم تتکلم حتیٰ توفیت کے بعد نقل کیا ہے۔ **وعاشت بعد النبي ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علىٰ ليلا ولم يازن بها ابابكر وصلي عليها علي**" کہ وہ حضرت رسولؐ خدا کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں جب وفات پائی تو ان کو ان کے شوہر علیؑ نے رات کے وقت دفن کیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی اور نماز پڑھی ان پر علی علیہ السلام نے۔ **مروی** ہے کہ جب صبح کو لوگ آئے اور معلوم ہوا کہ وہ حضرت شب کو دفن ہوگئیں تو حضرت عمر کو بہت غصہ آیا۔ اور ابوبکر سے کہا میں نہ کہتا تھا کہ ایسا کریں گے۔ عباسؓ نے کہا فاطمہؑ نے یہی وصیت کی تھی وہ نہیں چاہتی تھیں کہ تم ان پر نماز پڑھو۔ عمر نے کہا قسم بخدا کہ میں قبر کو دوبارہ کھولوں گا اور جنازہ کو قبر سے نکال کر نماز پڑھوں گا۔ حضرتِ امیرؑ نے کہا واللہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں تلوار کھینچ لوں گا اور بغیر تمہارے قتل کئے میان نہ کروں گا عمر خاموش ہو گئے۔ **القصہ** منقول ہے کہ جب چاہا کہ اس جناب کو داخل قبر کریں تو رسول کے ہاتھوں سے مشابہ دو ہاتھ درونِ قبر سے پیدا ہوئے اور آنحضرت کو اندر لے لیا۔ اور نیز مروی ہے کہ امیر المومنینؑ نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے تو دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے کہا، پروردگارا یہ فاطمہؑ تیرے نبی کی دختر ہے اس کو ظلمت سے نور اور شدت سے

راحت و سرور کی طرف منتقل فرما۔ پس زمین بقدر ایک میل روشن ہوگئی جب چاہا کہ دفن کریں تو ایک بقعہ سے بقعہائے بقیع سے آواز آئی کہ ادھر آؤ ادھر آؤ کہ اس معصومہؑ کی تربت مجھ سے لی گئی ہے، دیکھا تو ایک قبر کندہ و تیار موجود ہے۔ لاش کو اس کے پاس لے گئے جب قبر میں رکھا تو امیر المومنینؑ نے کنارِ قبر پر کھڑے ہو کر کہا اے زمین میں نے اپنی امانت کو تجھے سونپا، زمین سے آواز آئی یا علیؑ میں اس پر تم سے زیادہ مہربان ہوں تم اندیشہ نہ کرو، جب چاہا کہ مراجعت کریں تو قبر خود بخود پر ہو کر زمین ہموار ہوگئی۔ اس طرح پر کہ معلوم نہ ہوا کہ وہ حضرت کس طرح دفن ہیں۔ سن شریف جناب سیدہؑ میں اختلاف بہت ہے جو قول کہ درمیان علما امامیہ زیادہ مشہور ہے اور اکثر روایاتِ معتبرہ اس پر دلالت کرتی ہیں یہ ہے کہ آپ کل اٹھارہ سال دنیا میں زندہ رہیں۔

یہود و نصاریٰ کے بعض مسائل کے جوابات، جو حضرت خطیبِ منبر سلونی نے بہ عہدِ خلافتِ خلیفۂ اول، ارشاد فرمائے:

احتجاج طبرسی (۱) میں ہے کہ ابو بکر کے زمانے میں ایک قافلہ روم سے مدینہ آیا اس میں ایک راہب راہبانِ نصاریٰ سے تھا وہ مسجدِ رسولؐ اللہ میں حاضر ہوا اور ایک شتر پُر از زر و سیم اس کے ساتھ تھا، ابو بکر مجمع مہاجرین و انصار کے ساتھ مسجد میں تھے، راہب نے اپنے طریق کے موافق سلام کیا اور پوچھا کہ تمہارے درمیان نائب و خلیفہ رسولؐ کون ہے، حاضرین نے ابو بکر کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے پوچھا۔ ایہا الشیخ تمہارا کیا نام ہے ابو بکر نے کہا عتیق، کہا اور بھی کوئی نام ہے، کہا صدیق کہا کوئی اور، کہا اور کوئی نیا نام مجھ کو معلوم نہیں۔ کیوں تیرا کیا مدعا ہے، کہا میں روم سے آیا ہوں اور ایک اونٹ روپے اشرفیوں سے لدا ہوا ساتھ ہے اس امت کے امیر و خلیفۂ رسولؐ سے ایک مسئلہ پوچھوں گا، اگر بتا دیا تو یہ تمام مال اس کو دے دوں گا، کہ تمہارے درمیان اس کو تقسیم کرے اور مسلمان ہو کر اس کا مطیع ہوں گا، اور جو جواب نہ دیا گیا تو الٹا پھر جاؤں گا اور مال بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ یہ روایت احتجاج کی ہے اور زہرۃ الریاض وغیرہ کُتبِ اہل سنت میں ہے کہ سلطان روم نے بہت سا مال رسولؐ مقبول کے لئے بھیجا تھا، مگر جب اس کا وکیل مدینہ پہنچا تو وہ حضرت انتقال فرما چکے تھے، یہ حال وکیل نے بادشاہ کو لکھا تو اس نے اس کو لکھ بھیجا کہ جو کوئی ان تین مسئلوں کا جواب دے وہی وصی رسولؐ اللہ ہے، یہ مال اس کو دے دینا اور کوئی جواب نہ دے سکے تو واپس لے آنا بہر کیف ابو بکر نے سائل راہب سے کہا سوال کر جو کچھ کہ چاہئے، اس نے کہا کہ پہلے مجھ کو اپنے اور اپنے اصحاب کی طرف سے امان

(۱) یہ روایت تھوڑے سے فرق سے کتاب زین الفتیٰ تفسیر سورۂ ہل اتی تصنیف ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی میں بھی مذکور ہے۔۱۲

دے کہ کوئی مجھ کو ایذا نہ دے گا، کہا تجھ کو امان ہے راہب نے کہا **اخبرنی عما لیس للہ ولیس عنداللہ ولایعلمہ اللہ** کہ خبر دے مجھ کو اس خبر سے جو خدا کے لئے نہیں، اور اس سے جو خدا کے نزدیک نہیں، اور اس چیز سے جس کو خدا نہیں جانتا۔ ابوبکر کو کچھ جواب بن نہ آیا۔ عمر کو بلوایا وہ بھی کچھ نہ کہہ سکے، عثمان سے پوچھا وہ بھی خاموش رہے، تب راہب ہنسنے اور طنز کرنے لگا۔ ابوبکر نے کہا اے دشمنِ خدا اگر پہلے عہد نہ کیا ہوتا تو ابھی زمین کو تیرے خون سے رنگین کرتا۔ سلمان اس کو حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں لائے آپ اس وقت صحنِ مکان میں حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ براویت دیگر عبداللہ بن عباسؓ اس کو آپ کے پاس لائے اور وہ وقت تھا جب کہ جمع قرآن سے فارغ ہو چکے تھے۔ پس راہب نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے فرمایا یہود کے نزدیک الیا نصاریٰ کے نزدیک ایلیا ہے اور میرے باپ نے علیؑ اور میری ماں نے حیدرؑ رکھا ہے، کہا پیغمبرؐ سے کیا قرابت رکھتے ہو فرمایا وہ میرے بھائی (ابن عم) اور خسر ہیں راہب نے کہا قسم بخدائے عیسیٰ تم ہی میرے سوالوں کا جواب دو گے، پھر ہر سہ سوال مذکورہ بالا ذکر کیئے، حضرت نے فرمایا ہاں وہ شے کہ خدا کے لئے نہیں وہ زن وفرزند ہیں کہ خدا کے لئے نہیں، اور جو خدا کے نزدیک نہیں وہ ظلم وستم ہے کہ کسی کے لئے ظلم اس کے پاس نہیں، اور جو چیز کہ خدا نہیں جانتا وہ شریک باری ہے کیوں کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے یہ سن کر راہب اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا زنار توڑ ڈالا، اور حضرت کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تم خلیفۂ رسولؐ اور امین امت اور معدن دین وحکمت ومنبع حجت ہو، میں نے توریت میں تمہارا نام الیا اور انجیل میں ایلیا اور قرآن میں علیؑ اور کتب سابقہ میں حیدر پڑھا ہے۔ تم رسولؐ اللہ کے بعد ان کے وصی اور سزاوارِ حکومت ہو اور غیروں کی نسبت خلافت کے زیادہ شایاں ہو، کیا حال ہے ان لوگوں کا کس طرح تمہارے ساتھ پیش آتے ہیں حضرت نے اس کو کچھ جواب نہ دیا پس راہب نے تمام مال حضرت کے حوالے کیا آپ ابھی اس جگہ سے نہیں اٹھے تھے کہ سب کا سب فقرا ومساکین مدینہ پر تقسیم کر دیا، اور راہب اپنے گھر کو واپس گیا۔ مناقب مرتضوی میں معارج النبوۃ وزہرۃ الریاض سے **منقول** ہے کہ جناب رسولؐ خدا کی وفات کے دس روز بعد ایک اعرابی تازیانہ ہاتھ میں لئے اور نقاب منہ پر ڈالے مسجد میں آیا اور کہا **السلام علیک یا اصحاب رسولؐ اللہ** جو چیز تم سے فوت ہوئی حق تعالیٰ اس کا عوض تم کو عطا کرے **ان کان محمد**

---

(۱) معارج النبوۃ ملا معین ہروی مطبوعہ مطبع نولکشور سے مقابلہ کیا گیا رکن چہارم باب سیزدہم فصل پنجم میں وقائع بعد دفن آنحضرتؐ میں صفحہ ۳۵۳ پر موجود ہے۔

قدمات واللہ حی لا یموت ابدا اعظم اللہ اجرکم وغفر ذنبکم وما اعظم مصیبتکم یموت سیدکم ترجمہ اگر محمدؐ مر گئے تو اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا خدائے تعالیٰ تمہارے اجر کو عظیم کرے اور تمہارے گناہ کو بخش دے کس قدر عظیم ہے مصیبت تمہاری تمہارے سردار کے مرنے سے یہ کہہ کر پوچھا تم میں وصی پیغمبرؐ کون ہے ابوبکر نے جناب امیرؑ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں وہ شخص حضرت کے پاس آیا اور کہا **السلام علیك یا وصی رسولؐ اللہ** حضرت نے جواب میں فرمایا **وعلیك السلام یا مضیر صاحب البیر** ابوبکر اور حاضرین مجلس اس جواب کو سن کر حیران ہوئے اعرابی نے کہا اے جوان تم نے میرا نام کیوں کر جانا اور یہ کیوں کر معلوم ہوا تم کو کہ میں صاحب بیر ہوں، حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ مجھے میرے بھائی محمد مصطفیٰؐ نے خبر دی تھی اور سب کیفیت تیری بیان کی تھی تو کہے تو میں اس کو بیان کروں، مُضیر نے کہا تمہارا نام کیا ہے کہا علیؑ بن ابی طالب یہ کہہ کر ارشاد کیا کہ سن تو عرب کا رہنے والا اور تیرا نام مُضیر ہے اور تیرے باپ کا نام دارم ہے عمر تیری تین سو ساٹھ سال کی ہوئی ہے اور اس زمانے میں ایک سو برس تیری عمر سے گذرے تھے جب کہ تو نے اپنی قوم کو ظہور رسالتؐ سید کائنات کی بشارت دی تھی اور کہا تھا کہ ایک مرد ایسا پیدا ہوگا کہ اس کے رخسارے چاند سے زیادہ روشن اور اس کا کلام شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ پس جو کوئی اس پر ایمان لائے گا دارین میں نجات پائے گا وہ پدر یتیموں اور مسکینوں کا ہوگا اور صاحبِ شمشیر ہوگا اور دراز گوش پر سواری کرے گا کفش میں پیوند لگائے گا شراب اور زنا کو حرام کرے گا قتل اور سود سے مانع آئے گا۔ خاتم الانبیا ہوگا امت اس کی پانچ وقت روز و شب میں نماز پڑھے گی اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے گی۔ اور خانہ کعبہ کا حج کرے گی، اس پر ایمان لاؤ، جب تو نے یہ کہا تو تیری قوم جمع ہوگئی اور در پے تیرے ایذا اور آزار کے ہوئی۔ اور چاہا کہ تجھ کو ہلاک کرے پس تجھ کو ایک چاہ عمیق میں ڈال دیا اور اپنی دلجمعی کی، اور تو اب تک اس کوئیں میں قید تھا جب کہ جناب رسالت مآب نے انتقال فرمایا تو تیری قوم کو خدائے تعالیٰ نے ہلاک کیا، اور تجھے اس قید سے نجات بخشی بعد اس کے تجھے عالم غیب سے آواز آئی کہ اے مُضیر محمدؐ نے دارِ دنیا سے دارِ عقبیٰ کی طرف انتقال فرمایا تو اس کے اصحاب سے ہے مدینہ میں جا کر اس کی قبر کی زیارت بجالا پس تو قطع منازل کر کے یہاں آیا تا کہ زیارتِ روضۂ منور سے مشرف ہووے مُضیر نے یہ باتیں سنیں تو رونے لگا اور پوچھا کہ آپ کو اس قصہ سے کس نے آگاہ کیا فرمایا کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھے خبر دی تھی کہ مُضیر میری وفات کے بعد تیرے پاس آئے گا تو میرا اسلام اس کو پہنچانا مُضیر نے سلام کا نام سنا تو کھڑا ہوا اور امیر المومنینؑ کے پاس آ کر سر مبارک پر بوسہ دیا اور پھر بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا اے مُضیر تو نقاب اپنے چہرے سے اٹھا دے اس نے نقاب منہ سے اٹھائی تو ایک نور اس کی پیشانی

سے ساطع ہوا کہ تمام مسجد روشن ہوگئی **مُضیر** نے عرض کی یا حضرت میں کئی سوال رکھتا ہوں کہ ان کا کوئی جواب نہیں دے سکتا مگر نبی یا وصی نبی حضرت نے فرمایا کہ پوچھ کیا پوچھتا ہے۔ **حضرت امیر المومنینؑ سے مُضیر کے سوالات:** اس نے عرض کی یا علیؑ خبر دیجئے کہ وہ نر کون سا ہے جو بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہوا۔ اور وہ مادہ کون سی ہے جو بے ماں اور بے باپ پیدا ہوئی۔ اور وہ نر کون سا ہے جو فقط بے باپ کے پیدا ہوا۔ اور خبر دو مجھ کو اس رسولؐ سے کہ نہ انسان سے ہے نہ جنات سے اور نہ ملائکہ نہ بہائم وسباع سے۔ اور وہ قبر کون سی ہے جو اپنے صاحب کو لئے پھری اور سیر کرائی۔ اور وہ حیوان کون سا ہے جس نے اپنے اصحاب پر رحم کیا۔ اور وہ کون سا جسم ہے جس نے کھایا مگر پیا نہیں۔ اور وہ کون سی زمین ہے جس پر آفتاب صرف ایک مرتبہ چمکا پھر کبھی نہ چمکے گا۔ اور وہ کون سا جماد ہے کہ جس نے زندہ جنا اور وہ کون سی عورت ہے جس نے تین ساعت میں بچہ جنا۔ اور وہ دو ساکن کون سے ہیں جو کبھی حرکت نہ کریں گے۔ اور وہ دو متحرک کون سے ہیں جو کبھی ساکن نہ ہوں گے۔ اور وہ دو دوست کون ہیں جو کبھی دشمنی نہ کریں گے۔ اور وہ دشمن کون سے ہیں جو کبھی دوستی نہ کریں گے۔ اور خبر دو مجھے شے ولاشے سے اور خوب تر اشیاء اور زشت ترین اشیا سے اور سب سے اول رحم میں کیا شے منعقد ہوتی ہے اور قبر میں کیا شے سب سے آخر گرتی ہے۔ پس **مُضیر** نے جب یہ بیس سوال عرض کئے تو جناب امیرؑ نے ان کا بیان بہ تفصیل شروع کیا اور فرمایا کہ وہ نر جو بے ماں باپ کے پیدا ہوا وہ حضرت آدمؑ ہیں اور وہ مادہ کہ بے ماں باپ کے پیدا ہوئی وہ حضرت حوا ہیں اور وہ نر کہ بے باپ کے پیدا ہوا وہ حضرت عیسیٰؑ ہیں اور وہ رسولؐ کہ نہ قبیل انس وجن سے ہے نہ ملائکہ نہ بہائم وسباع سے وہ غراب (کوا) ہے کہ حق تعالیٰ نے واسطے تعلیم قابیل کے بھیجا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض** کہ حق تعالیٰ نے ایک غراب کو بھیجا کہ زمین کو کھودتا تھا اور وہ قبر کہ جس نے اپنے صاحب کو سیر کروائی وہ ماہی تھی کہ یونس تیس روز تک اس کے پیٹ میں رہے، اور وہ اطرافِ بحر و جوانبِ بحر میں سیر کرتی تھی اور وہ حیوان کہ جس نے اپنی قوم پر رحم کیا وہ چیونٹی تھی کہ واسطے طلبِ رزق کے اپنی قوم کے ساتھ گھر سے نکلی تھی اور سب چینوٹیاں ستون پر کہ حضرت سلیمان اس کے نیچے سوتے تھے چڑھنے لگیں تو اس چیونٹی نے اپنی قوم سے کہا کہ خبردار حضرت سلیمان کے سر پر مٹی نہ گرنے پائے کہ پیغمبرؐ خدا کو ایذا پہنچے گی۔ اور وہ جسم جس نے کھایا تو مگر پیا نہیں وہ عصائے موسیٰؑ ہے کہ سحر ساحروں کا نگل گیا۔ چنانچہ اس کی شان میں آیا ہے **تلقف ما یافکون** کہ وہ نگل جاتا تھا اس سحر کو کہ جو وہ مکر کرتے تھے۔ اور وہ بقعۂ زمین کہ جس پر آفتاب ایک دفعہ چمکا اور پھر نہ چمکے گا وہ دریائے نیل کا وہ مقام ہے کہ خدائے تعالیٰ نے قوم موسیٰ کے لئے اس کو شگافتہ کیا اور تہ زمین کی اس جگہ سے ظاہر ہوئی تو آفتاب اس پر چمکا بعد یکہ وہ اس قدر خشک ہوگیا کہ گرد اس پر اوڑی اور جب سب اس

سے گذر گئے تو پانی دریا کا مل گیا۔ اور وہ جماد جس سے حیوان پیدا ہوا وہ پتھر تھا جس میں سے ناقہ صالح نکلا اور وہ دو ساکن کہ کبھی متحرک نہ ہوں گے آسمان و زمین ہیں۔ اور مراد حرکت سے حرکتِ این ہے یعنی انتقال کرنا ایک مکان سے طرف دوسرے مکان کے پس وہ مکان کو نہیں چھوڑتے۔ اور وہ دو متحرک کہ ساکن نہ ہوں گے وہ چاند سورج ہیں کہ ہمیشہ پھرتے ہیں اور وہ عورت کہ تین ساعت میں بچہ جنی وہ حضرت مریم ہیں کہ ایک ساعت میں حاملہ ہوئیں اور ایک ساعت درروزہ میں مبتلا رہیں اور ایک ساعت میں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور وہ دوست کہ کبھی دشمن نہ ہوں گے جسم و جان ہیں اور وہ دشمن کہ کبھی دوست نہ ہوں گے موت و حیات ہیں اور شے مومن ہے اور لاشے کافر ہوتا ہے اور خوب ترین اشیا صورتِ انسان ہے اور تمام چیزوں سے زشت و قبیح بدن بے سر ہے۔ اور اول رحم میں جو چیز منعقد ہوتی ہے انگشتِ شہادت ہے اور آخر بدن سے جو چیز قبر میں گرتی ہے وہ ہڈی ہے جو انتہائے پشت میں ہے۔ مُضیر نے جو یہ جواب اپنے سوالات کے پائے، اٹھ کھڑا ہوا اور سر مبارک امیر المومنینؑ اور جبین مبین آنحضرت پر بوسہ دیا اور سب اصحاب نے بھی دست ہائے مبارک اس جناب کے چومے اور تعریف و توصیف آپ کی کی پس مُضیر نے کہا یا علیؑ مجھے مرقد منورِ رسولؐ اللہ ﷺ پر لے چلو تا کہ زیارت سے اس جناب کی مشرف ہوں وہ جناب اس کو روضۂ رسولؐ خدا پر لائے اس نے قبر مبارک کو بغل میں لیا اور اپنے سینہ سے اس کو مس کیا۔ حضرت امیر نے حاضرین سے ارشاد کیا کہ اس کے پاس سے دور ہو جاؤ کہ اس کا وقتِ مفارقت دنیا سے نزدیک ہے سب ہٹ گئے بعد ایک ساعت جو اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ طائر روح اس کا قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا تھا اصحاب نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے قریب قبرِ حمزۂ سید الشہداؑ اس کو دفن کیا۔ نیز معارج (۱) النبوۃ و زہرۃ الریاض میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک یہودی پر حقیت نبوتِ حضرت خاتم الانبیا توریت سے منکشف ہوگئی تو اس نے آنحضرت کا حال دریافت کیا تا کہ آپ سے ملاقات کرے لوگوں نے کہا کہ وہ محمدؐ ہیں کہ شہامہ میں دعوائے نبوت کرتے ہیں مگر ان سے نہ ملنا اولیٰ ہے یہودی نے کہا بحقِ توریتِ موسیٰ مجھ کو ان کی زیارت سے منع نہ کرو، پس طے منازل کر کے شام سے مدینہ میں آیا سلمان فارسی سے ملا اور اظہارِ اشتیاق ملاقات سرور کائنات ظاہر کیا آنحضرتؐ کے انتقال کو اس وقت تیس روز کا عرصہ گذرا تھا سلمانؓ نے بخیال بیدلی یہودی کے حال پر ملال وفات آنحضرتؐ کا بیان نہ کیا اور اس کو مسجد رسولؐ اللہ میں مجمع اصحاب میں لے گئے یہودی نے وہاں پہنچ کر کہا **السلام علیك یا ابالقاسم یا محمد** اصحاب نام نامی رسولؐ خدا سن کر رونے

---

(۱) معارج النبوۃ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور کے رکن چہارم باب سیزدہم فصل پنجم میں بضمن وقائع بعد از دفن آنحضرت صفحہ ۲۵۵ پر مذکور ہے۔۱۲۔

لگے اور صدائے نالہ و آہ ان سے بلند ہوئی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے سر مبارک اٹھا کر کہا کہ اے شخص کون ہے کہ ہماری مصیبت کو تازہ کیا اور ہمارے زخموں پر نمک چھڑ کا ظاہرا تو ناواقف ہے اور آنحضرتؐ کے فوت ہو جانے کا حال تجھے معلوم نہیں ایک ماہ کامل گذرا کہ ماہِ فلکِ نبوت و رسالت غروب ہو گیا یہودی نے ایک آہِ سرد دل پر درد سے کھینچ کر کہا کہ افسوس کہ میری محنت رائیگاں گئی میں نے شوقِ زیارت آنحضرتؐ میں طے راہِ دراز کی تھی تم میں کوئی ایسا ہے کہ آنحضرت کی صورت وشمائل و اخلاق و خصائل کو بیان کر سکے، حضرت نے فرمایا میں تجھ سے کہتا ہوں، یہودی نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے فرمایا علیؑ ابن ابی طالب کہا میں نے تمہارا نام توریت میں پڑھا ہے تم ہی آنحضرتؐ کے وصی ہو اب حلیہ مبارک آپ کا مجھ سے بیان کرو حضرت نے فرمایا روئے مبارک اس قدر روشن تھی کہ آفتاب بھی اس کے سامنے تیرہ معلوم ہوتا تھا، قد دلپذیر معتدل، سر بدور، پیشانی نورانی کشادہ، اور چشم ہائے فرخندہ سیاہ، ابرو پیوستہ اور دندان کشادہ، تبسم کرتے تو نور لبوں سے چمکتا، ہر دو کف پہن و فراخ اور شکم میموں پشتِ ہمایوں سے ملا ہوا، دو دوش کے درمیان مہر نبوت ظاہر تھی جس میں قلم قدرت سے کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمدٌ رسولؐ اللہ** تحریر تھا، امیر المومنینؑ نے شمائل اقدس بیان کئے تو یہودی نے کہا **صدقت یا علیؑ** راست کہا تم نے، میں نے بھی اسی طرح توریت میں دیکھا ہے اگر ملبوسات آنحضرتؐ سے کوئی جامہ تمہارے پاس ہو تو مجھے دکھلاؤ کہ اس کی خوشبو سونگھوں حضرت نے سلمان کو کہا کہ ردا رسولؐ خدا لے آ۔ سلمان حسب الحکم درِ دولت پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت سیدہؑ اپنے پدر بزرگوار کے فراق میں گریہ و بکا کر رہی ہیں اور حسنین علیہم السلام بھی ان کے ساتھ رو رہے ہیں سلمان نے کنڈی دروازے کی کھڑ کائی تو فرمایا کون ہے کہ یتیموں کا دروازہ کھڑ کاتا ہے اور بیکسوں کا تفقد کرتا ہے۔ سلمان نے کہا میں ہوں سلمان خادم اہل بیتؑ پھر حال یہودی کے آنے اور امیر المومنینؑ کے رداء رسولؐ خدا طلب کرنے کا بیان کیا جناب سیدہؑ نے خرقہ مُتبرکہ رسولؐ خدا نکال کر سلمان کے حوالے کیا۔ منقول ہے کہ وہ خرقہ سات مقام سے لیف خرما سے پیوند تھا۔ اصحاب نے سر اور آنکھوں سے ملا پھر یہودی کو دیا یہودی نے اس کی خوشبو سونگھی اور روضۂ رسولؐ اللہ پر آیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا **اشھد ان لا الہ الااللہ واشھد ان محمدؐا رسولؐ اللہ اللھم ان قبلت اسلامی فاقبض روحی فی الساعتہ** یعنی بار خدایا اگر میرا اسلام تو نے قبول کیا ہے تو اسی وقت میری روح کو قبض کر، یہ کہنا تھا کہ جان اس کے بدن سے نکل گئی اصحاب متوجہ اس کی تجہیز و تکفین کے ہوئے اور اس کو بقیع غرقد میں دفن کیا اور کتاب ذخائر العقبےٰ تصنیف محبّ الدین طبری سُنّی میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ کچھ یہود ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ اے صاحبِ نبی رسولؐ اللہ کا حلیہ ہم سے بیان کرو ابوبکر اس کے بیان سے عاجز رہے اور

امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھو چنانچہ فرمایا **یامعشر الیہود لقد کنت معہٗ فی الغار کاصبعی ھاتین ولقد صعدت معجبل حرا وخنصری لفی خنصرہ ولکن الحدیث عنہ شدید وھذا علیٌ بن ابی طالب** یعنی اے گروہ یہود میں آنحضرتؐ کے ساتھ غار میں اس طرح تھا جس طرح کہ یہ میری دو انگلیاں (اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا) اور کوہِ حرا پر آنحضرتؐ کے ساتھ چڑھا حالاں کہ میری انگشت ان کی انگشت میں تھی۔ لیکن ان کا حال بیان کرنا دشوار ہے یہ علیؑ بن ابی طالب موجود ہیں ان سے پوچھو پس یہود حضرت کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی اے ابوالحسن آپ اپنے پیغمبرؐ کا حلیہ بیان کریں حضرت نے حلیہ مبارک رسولؐ خدا ان سے بیان کیا۔ انتہی یہاں حضرت عتیق نے بیان حلیہ رسولؐ اللہ میں اپنے عجز و نادانی ہی کے اظہار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نہایت چالاکی سے مع اس کے آنحضرتؐ کے ساتھ اپنا کمال تقرب اختصاص سے بگھارا ہے تاکہ سائلین کے نزدیک اس سے کوئی عیب و منقصت خلافت مآب کی طرف عائد نہ ہو لیکن اگر وہ غور سے دیکھتے تو جانتے کہ یہ کلام ان کا زیادہ تر موجب عیب و عار واقعہ ہوا کہ باوجود اس قدر قرب و منزلت کے بھی شکل و شمائل آنحضرتؐ کا بیان نہ کر سکے۔ اور جیسا یہاں یہود کے سامنے خلیفہ اول حلیہ مبارک رسولؐ اللہ بیان نہ کر سکے ایسا ہی اویس قرنی کے سامنے حضرت خلیفہ ثانی اتنا بھی نہ بتلا سکے کہ ابروئے مبارک رسولؐ اللہ کشادہ تھیں یا پیوستہ مجالس المومنین میں کتاب تذکرۃ الاولیا سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ و عمر خرقہ متبرکہ رسولؐ اللہ حسب وصیت آنحضرتؐ کے اویس کے پاس لے گئے تو عمر نے اویس سے کہا۔ **خلیفہ ثانی و اویس قرنی کے سوال و جواب:** اے اویس تم کیوں نہ آئے کہ پیغمبرؐ خدا کی زیارت سے مشرف ہوتے اویس نے کہا اے عمر تو نے پیغمبرؐ خدا کو دیکھا ہے کہا ہاں دیکھا ہے اویس نے کہا ان کی پیشانی نورانی کو دیکھا ہے اگر دیکھا ہے تو بتلا کہ ابروئے دلجو آپ کے باہم ملے ہوئے تھے یا کشادہ عمر کچھ جواب نہ دے سکے قاضی صاحب نقل روایت کے بعد کہتے ہیں کہ اس کلام میں اویس نے عمر پر استہزا کیا اور معرفتِ رسولؐ اللہ سے ان کی جہل و نادانی کا اظہار فرمایا اور ان کو عوام کے آگے ذلیل و رسوا کیا۔ **نیز** کتاب مذکور سے نقل کیا ہے کہ عمر نے اویس کو دیکھا کہ ایک شتری کمبلی اوڑھے سر و پا برہنہ کئے گویا دولت دو عالم کو اپنی بغل میں لئے ہوئے ہیں حکومت و بادشاہی سے دل کھٹا ہو گیا اور کہنے لگے کہ کون ہے کہ ایک روٹی کے عوض یہ خلافت مجھ سے خرید لے اویس نے کہا کون بے وقوف ہے کہ تیرے اس قول کا اعتبار کرے بیچتا کیا ہے اگر دل سے کہتا ہے تو اس کو ڈال دے کوئی اٹھا لے گا۔ صاحب مجالس کہتے ہیں کہ یہ کلام اویس کا مشتمل ہے طعن عمر پر کہ خلافت میں بیع و شرا کو جاری کرتے تھے حالاں کہ عقل شاہد ہے کہ وہ عطیہ ایزدی ہے **یوتیہ من یشاء** ابوبکر سے اس کو خریدنا اور عثمان کے ہاتھ بیچنا خلاف عقل و

شرع تھا اور نیز ان کا کلام مشعر ہے اس کا کہ عمر نے واقعی خلافت سے دل نہیں اٹھایا تھا اگر فی الواقع اس کو بیچنا منظور ہوتا تو طلحہ و زبیر و معاویہ اس کو ہزار جان سے خرید لیتے چہ جائے کہ ایک نان سے مگر وہ جانتے تھے کہ عمر بھی ابوبکر کے اقالہ کی طرح جھوٹی تواضع اور خلافِ واقع زہد و تجرد کا اظہار کرتے ہیں نیز نقل کیا ہے کہ عمر نے اویس سے کہا کہ میرے لئے دعا کرو انہوں نے کہا میں ہر نماز و تشہد میں جملہ مومنین و مومنات کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں اگر تو ایمان پر مرے گا تو میری دعا تجھ کو نفع بخشے گی ورنہ میں اپنی دعا کو ضائع نہیں کرتا قاضی صاحب کہتے ہیں کہ یہ کلام اویس کا ظاہر کرتا ہے کہ اویس کو سوء عاقبتِ عمر کا حال معلوم تھا اور وہ بالخصوص ان کے لئے دعا کرنا نہیں چاہتے تھے نیز زین الفتی تفسیر سورۂ ہل اتیٰ تصنیف ابومحمد احمد عاصمی میں سلمان فارسی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا رسولِ خدا نے وفات پائی تو نصاریٰ قیصر روم کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہا کہ انجیل میں ہے کہ عیسیٰؑ کے بعد ایک رسول احمد نام خروج کرے گا ہم ان کے خروج کو دیکھتے رہے تا انیکہ اب ان کے مرنے کی خبر آئی ہے پس اب تو ہم کو اس امر میں مشورہ دے بہ تحقیق کہ ہمارے دین و دنیا کے کاروبار تیری رائے پر منحصر ہیں۔ قیصر نے اپنے ملک کے ایک سو عالموں کو جمع کیا اور ان سے عہد لیا کہ کوئی امر اس سے نہ چھپائیں اور ان کو بھیجا کہ جا کر اس پیغمبرؐ عربی کے وصی سے سوالات کرو جیسے کہ انبیا سے سوال کرتے ہیں اگر درست بتلا دیئے تو اس پر اور اس کے وصی پر ایمان لے آؤ اور مجھ کو یہ حال لکھو اور اگر جواب نہ دے گا تو جاننا کہ وہ ایک اپنی قوم کا مطاع تھا پس یہ لوگ وہاں سے چل کر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ وہاں یہودیوں نے راس جالوت سے ایسی ہی درخواست کی تھی جیسی کہ نصاریٰ نے قیصر سے کی تھی پس اس نے بھی اپنی قوم سے ایک سو آدمی جمع کئے اور یہ سب لوگ باہم روانہ ہوئے تا انیکہ مدینہ پہنچے۔ سلمان کہتے ہیں کہ روزِ جمعہ تھا کہ یہ مجمع داخلِ مدینہ ہوا۔ ابوبکر مسجدِ رسولؐ اللہ میں بیٹھے لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے میں نے اس گروہ کے آنے کی آپ کو اطلاع کی۔ انہوں نے اجازت دی وہ داخل ہوئے۔ راس جالوت نے کہا کہ ہم یہود و نصاریٰ ہیں آئے ہیں کہ تم سے تمہارے دین کی فضیلت کا حال دریافت کریں اگر اس کو اپنے دین سے افضل پائیں گے تو اس کو اختیار کریں گے ورنہ ہمارا دین خیر ادیان ہے ابوبکر نے کہا سوال کر جو تیرا جی چاہے کہا میں اور تو خدا کے نزدیک کیا چیز ہیں ابوبکر نے کہا میں خدا کے نزدیک اور اپنے نزدیک بھی اس وقت تک مومن ہوں اس کے بعد کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہو۔ یہودی نے کہا جنت میں اپنے مکان کی اور جہنم میں میرے مکان کی کیفیت بیان کرو تا کہ اِس میں رغبت کروں اور اُس سے نفرت ابوبکر حیران رہ گئے اور کبھی حیرت سے معاذ بن جبل کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی عبداللہ مسعود کی طرف راس جالوت نے عبرانی زبان میں اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ شخص نبی نہ تھا سلمان کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا ایہا القوم اس شخص کو

بلواؤ کہ اگر مسند قضا اس کے لئے آراستہ کرو تو اہل توریت کے درمیان موافق ان کی توریت کے حکم کرے اور اہل زبور کے درمیان موافق ان کی زبور کے اور اہل انجیل کے درمیان بموجب ان کی انجیل کے اور اہل قرآن کے درمیان بموجب ان کے قرآن کے اور ظاہر و باطن آیات کو جیسا کہ چاہیے جانتے ہیں پس معاذ نے کہا علیؑ ابن ابی طالب کو بلانا میں گیا اور تمام ماجرا یہود و نصاریٰ کے آنے کا عرض کیا حضرت تشریف لائے اور آکر رسولؐ اللہ کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھ گئے۔ عبداللہ مسعود کہتے ہیں **کان علینا ثواب الذل فلما جاء علیؑ بن ابی طالب کشف اللہ عنا** کہ ہمارے اوپر ثوب (کپڑا) ذلت و رسوائی کا پڑا ہوا تھا علیؑ کے آنے سے حق تعالیٰ نے اس کو ہم سے اٹھا دیا۔ پس حضرت نے کہا اے یہودی سوال کر مجھ سے جو کچھ کہ چاہیے کہ انشاءاللہ تعالیٰ اس کی بابت خبر دوں گا۔ یہودی نے وہی سوال حضرت سے بھی کیا جو اول ابوبکر سے کیا تھا کہ میں اور تم خدا کے نزدیک کیا ہیں حضرت نے فرمایا کہ میں اس جل شانہ کے نزدیک اور اپنے نزدیک اس وقت تک مومن ہوں آئندہ کا حال نہیں جانتا علیٰ ہذا تو خدا کے نزدیک اور میرے نزدیک اب تک کافر ہے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ یہودی نے دوسرا سوال مکان جنت و نار کا پیش کیا آپ نے فرمایا اے یہودی میں نے ہنوز ثوابِ جنت و عذاب دوزخ نہیں دیکھا کہ اس کو جانوں مگر حق تعالیٰ نے مومنوں کے لئے جنت اور کافروں کے واسطے جہنم مہیا کیا ہے اگر اس میں شک کروں تو پیغمبرؐ کے خلاف ہوا اور اسلام پر نہ رہوں راس جالوت نے کہا درست ہے انبیا جو کہتے ہیں اس میں امین ہوتے ہیں اگر ان کی تصدیق کرے تو مومن ہے ورنہ کافر مجھ کو خبر دو کہ تم نے اللہ کو برائے محمدؐ پہچانا یا محمدؐ کو برائے خدا پہچانا حضرت نے فرمایا اللہ کو برائے محمدؐ نہیں محمدؐ کو برائے خدا پہچانا ہے کیوں کہ محمدؐ محدود مخلوق ایک بندہ ہیں بندگان خدا سے حق تعالیٰ نے اپنی خلقت کے لئے ان کو برگزیدہ کیا اور چنا اور الہام کیا ان پر اپنی طاعت و بندگی کا جیسا کہ الہام کیا فرشتوں کو اور اپنی معرفت سے مطلع کیا بلا کیفیت و شبہ کے کہا **صدقت** راست کہا تم نے اب خبر دو مجھ کو کہ حق تعالیٰ دنیا میں ہے یا آخرت میں حضرت نے فرمایا اگر دنیا یا آخرت میں ہو تو محدود ہو جائے لیکن وہ دنیا و آخرت دونوں کا علم رکھتا ہے اور اس کا عرش ہوائے آخرت میں محیطِ دنیا ہے اور آخرت اس کے اندر بمنزلہ ایک قندیل کے ہے اگر اس کو چھوڑتے ہیں تو ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے نکالتے ہیں تو کسی جگہ مستقیم نہیں رہتا۔ پس اسی طرح دنیا آخرت کے درمیان ہے اس نے کہا **صدقت** اب مجھ کو خبر دو کہ حق تعالیٰ حامل یعنی اٹھانے والا ہے یا محمول ہے فرمایا حامل ہے عرض کی یہ کیوں کر ہو سکتا ہے حالاں کہ توریت میں آیا ہے **ویحمل عرش ربك فوقهم یومئذ ثمانیه** کہ اس روز اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر، حضرت نے فرمایا اے یہودی ملائکہ حاملانِ عرش ہیں اور ثریٰ حامل ہوا ہے اور ثریٰ قدرت پر ٹکی ہوئی ہے جیسا کہ

فرماتا ہے **ما فی السموات وَمَا فِی الارْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحتَ الثرایٰ** کہ وہ چیز ہے کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان اور ثریٰ کے نیچے۔ یہودی نے کہا راست کہا تم نے رحمت خدا ہو تم پر۔ **مولف** کہتا ہے کہ بحار الانوار میں اس حدیث کو بہت شرح و بسط کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں سومر د نصاریٰ کا کہ قیصر روم کی طرف سے آئے تھے۔ مقدم جاثلیق کہا گیا ہے اور وہی ہے سوال کنندہ سوالاتِ مذکورہ کا ابوبکر سے اور بعد ازاں امیر المومنینؑ سے اور مذکورہ سوالات کے سوا اور بہت سے سوال اس نے حضرت سے دریافت کئے جن کو ہم بخوفِ طوالت یہاں نقل نہیں کر سکے آخر حدیث میں ہے کہ ان سب لوگوں نے کلمہ شہادتین پڑھا اور رسولؐ اللہ کی نبوت اور امیر المومنینؑ کی وصایت و امامت کا اقرار کیا بعد ازاں حضرت نے بہت سے اسرار و حکم و اخبار و آثار ان سے بیان کئے اور امور آئندہ سے ظہورِ حضرتِ صاحب الزمانؑ تک ان کو خبر دی راوی کہتا کہ حضرت کو رقت ہوئی اور گریاں ہوئے اور جاثلیق بھی معہ اپنے توابع و لواحقین کے گریاں ہوا اور وداع کیا آنحضرتؑ کے تئیں اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں تمہارے لئے وصایت و خلافت و اخوتِ رسولؐ اللہ کی اور ہمارے پاس تمہاری صفت و صورت پہلے سے موجود ہے اور تمام انبیاء سابقین اور خاتم النبین محمد مصطفیٰؐ کی تصویریں معہ تمہاری اور تمہارے دو فرزندوں حسنؑ و حسینؑ اور تمہاری زوجۂ مطہرہ مریم کبریٰ سیدۃ النسا فاطمہ زہراؑ کے موجود ہیں۔ اب ہم اپنے بادشاہ کی طرف جاتے ہیں اُس کو اس نورِ ہدایت و برہان و حجت سے کہ تم سے پایا اور اس صبر و سختی سے جس میں تم بسر کرتے ہو مطلع کریں گے اور ہم تمہارے بھی خواہ و دعا گو اور تمہاری سلطنت کے خواستگار ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ تمہاری مصیبت عظیم مصیبت ہے اور تمہاری مدّت دراز مدّت والسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

حکایتِ ابوالضمصام عیسیٰ و ادائے دینِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ابن شہر آشوب مازندرانی علیہ الرحمہ نے کتابِ مناقب میں روایت کی ہے کہ ابوالضمصام عیسیٰ حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ بارش کب نازل ہوتی ہے اور میرے اس ناقہ کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ۔ اور کل کیا ہوگا۔ اور میں کب مروں گا۔ اور صاحبِ مُناقِب مرتضوی نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابوالضمصام رسولؐ اللہ کے آگے آیا اور کہا تم میں کون ہے کہ دعویٰ نبوت کرتا ہے سلمان نے کہا اے اعرابی کیا تو نہیں دیکھتا روئے انور مثل ماہِ شبِ چاردہم کے وہی نبی و مولیٰ و مقتدائے دین و دنیا ہیں پس اعرابی آنحضرتؐ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اگر تم پیغمبرؐ ہو تو بتلاؤ کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ اور بارش کس وقت برستی ہے۔ اور ناقہ کے پیٹ میں کیا ہے اور کل ہم کیا

کسب کریں گے۔ اور میں کس دن مروں گا۔ بہر حال رسولؐ اللہ ان سوالات کے جواب میں خاموش تھے کہ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور آیات ذیل لائے **ان اللہ عندہ علم الساعہ وینزل الغیث و یعلم مافی الارحام وماتدری نفس ماذا تکسب غدا وماتدری نفس بای ارض تموت** یعنی بہ تحقیق کہ اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہی مینہ برساتا ہے اور جو کچھ رحموں میں ہے اس کو وہ جانتا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کسب کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا پس ابوالضمضام ان آیات کوسُن کر ایمان لے آیا اور عرض کی کہ جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی ہدایت کرتا ہوں۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا اے ابوالضمضام میرے ذمہ ہیں تیرے لئے اسّی ناقہ سرخ پشت، سفید آنکھ اور سیاہ حدقہ چشم والے جن پر تحائف یمن اور نقد حجاز لدا ہو۔ پھر امیر المومنینؑ سے فرمایا اے اخی لکھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اقرار کیا محمدؐ بن عبداللہ رسولؐ خدا نے ثبات عقل وصحتِ بدن میں برضا و اختیار خود کہ میرے ذمہ ہیں ابوضمضام علیٰ کے لئے اسّی ناقہ سرخ مو پشت سفید آنکھ، سیاہ حرقہ چشم والے۔ پر از تحائفِ یمن ونقدِ حجاز کے یہ کاغذ ابوضمضام کو دیا وہ اس کو لے کر اپنے وطن کو لوٹ گیا اور وہاں تمام قبیلہ اس کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے چاہا کہ یہ ناقے حاصل کرے تو معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ رحلت کر گئے۔ پوچھا ان کے بعد ان کا خلیفہ و جانشین کون ہوا کہا ابوبکر پس اس نے سند لی اور مدینہ میں ابوبکر کے پاس حاضر ہوا اور کہا اے خلیفہ رسول، رسولؐ اللہ پر میرے اسّی ناقہ ان صفات کے واجب الادا ہیں آنحضرتؐ نے کہا تھا کہ میرا وصی اس کو ادا کرے گا اور وثیقہ دکھلایا ابوبکر متحیّر ہوئے کہا اے اخ العرب تیرا دعویٰ عقل میں نہیں آتا۔ رسولؐ اللہ صرف ایک خچر دلدل اور حمار یعفور و تلوار ذوالفقار اور زرہ فاضل نام چھوڑ گئے ہیں یہ تمام چیزیں علیؑ کے پاس ہیں اور فدک چھوڑا تھا وہ تمام مسلمانوں کا حق ہے کیوں کہ انبیا کے مال میں میراث نہیں ہوتی سلمان نے کہا تم نے کچھ نہ کیا کہ حق حضرت امیر کا دبالیا اس کو آنحضرتؐ کی طرف واپس کر دو پس ابوضمضام کا ہاتھ پکڑ کر اٹھالیا اور حضرت کے مکان پر لے جا کر دروازہ کھڑکایا۔ حضرت نے اندر سے فرمایا کہ اے سلمان اور اے ابوضمضام اندر آجاؤ ابوضمضام کو تعجب ہوا کہ کس طرح بغیر دیکھے میرا نام حضرت نے لیا۔ سلمان نے کہا اے شخص علیؑ وصیِ رسولؐ و مدینہ علم نبی ہیں اور آنحضرتؐ سے وہ نسبت رکھتے ہیں جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور وہ ہیں خیر بشر جس نے اس سے انکار کیا کافر ہوا آفتاب چھپ کر دوبارہ ان کے لئے آسمان پر لوٹا اور اس نے مہاجر و انصار کے ساتھ سات مرتبہ آنحضرتؐ پر سلام کیا۔ اور دیگر فضائل ومناقب اس جناب کے ذکر کئے حتیٰ کہ دونوں اندر داخل ہوئے ابوضمضام نے خدمت میں پہنچ کر بعد سلام اپنا قرض طلب کیا حضرت نے فرمایا اے سلمان مدینہ میں پکار دو کہ جو شخص قرضِ رسولؐ خدا کے ادا کرنے کو دیکھنا چاہئے وہ

علی الصباح شہر کے باہر آ جائے پس اگلے دن حضرت معہ اپنے فرزندوں اور دوستوں کے برآمد ہوئے اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے کان میں کچھ آہستہ سے کہہ کر ابوضمضام سے فرمایا کہ میرے اس فرزند کے ساتھ اس ریت کے ٹیلے کے پاس جا کہ تیرا قرض وہاں ادا ہوگا ابی ضمضام امام علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوا۔ لوگ ان کو دیکھتے تھے اور منافق کہتے تھے کہ اس ریت کے ٹیلے میں کیا دھرا ہے جب قریب پہنچے تو امام حسن علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور کچھ کلمات زمین سے کہے اور عصائے رسولؐ اللہ کو اس ٹیلہ پر مارا ٹیلہ پھٹ گیا اور ایک پتھر سفید اس میں سے ظاہر ہوا جس پر دو سطر نور کی تحریر تھیں اول سطر میں **لاالہ اللہ محمدؐ رسولؐ اللہ** دوسری میں **لا الہ الااللہ علیؑ ولی اللہ** تھا امام حسنؑ نے پھر عصا کو اس پتھر پر مارا وہ پتھر شگافتہ ہوا اور اس میں سے مہار ناقہ ظاہر ہوئی حضرت نے ابوضمضام کو فرمایا کہ اس مہار کو پکڑ وہ مہار کو کھینچتا تھا تا انیکہ اسّی ناقہ اسی صورت وصفت کے کہ ذکر ہوئے نکل آئے ابو ضمضام اس قطار کو لئے ہوئے حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ قرض رسولؐ اللہ ادا ہوا، کہا ہاں ادا ہوا۔ حضرت امیرؑ نے وہ وثیقہ اس سے لے لیا اور حضرت امام حسنؑ کے سپرد کیا کہ میں رحلت کروں تو یہ میرے کفن میں رکھ دینا اور فرمایا ایہا الناس۔ جانو اور آگاہ رہو کہ رسولؐ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ نے ان ناقوں کو اس پتھر کے اندر ناقۂ صالح سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے منافقوں نے کہا یہ بھی علیؑ کا جادو ہے۔

یونانی حکیم کی آمد برائے معالجہ ختمی مرتبت اور اس سے جناب امیر المومنینؑ کی ملاقات

احتجاج طبرسی میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ ایک روز بیٹھے تھے کہ ایک مرد یونانی کہ مدعی طب وحکمت تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا مجھے تمہارے صاحب (رسولؐ خدا) کا حال معلوم ہوا کہ ان کو جنون ہے پس میں ان کے علاج کے لئے آیا تھا یہاں پہنچ کر سنا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے پس جس تمنا میں یہاں آیا تھا وہ جی کی جی ہی میں رہ گئی۔ اب سنا ہے کہ تم ان کے چچا زاد بھائی اور داماد ہو میں تمہارا رنگ زرد پاتا ہوں اور تمہاری ساقِ پا (پنڈلیاں) پتلی اور باریک ہیں اس قابل نہیں کہ تمہارے جسم کے بوجھ کو اچھی طرح اٹھا سکیں اس زردی رنگ کی تو میرے پاس دوا ہے آپ کو دوں گا مگر ساقوں کے موٹا کرنے کا کوئی علاج میری سمجھ میں نہیں آتا بجز اس کے کہ تم چلنے پھرنے میں کمی کرو اور اپنی پشت پر یا بغل میں زیادہ بوجھ کی شے نہ اٹھاؤ کیوں کہ تمہاری ساقیں باریک ہیں

بھاری بوجھ اٹھانے میں مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں ٹوٹ نہ جائیں اور زردی کے لئے یہ دوا ہے (ایک دوا حضرت کے سامنے رکھ دی) اور کہا اس سے آپ کو کچھ تکلیف اور ایذا نہ ہوگی صرف چالیس روز گوشت سے پرہیز کرنا ہوگا پس یہ زردی جاتی رہے گی امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ تو نے اس دوا کا تو نفع بیان کیا کہ رنگ کی زردی کو دفع کرتی ہے آیا کوئی ایسی دوا بھی تیرے پاس ہے جو بجائے نفع کے ضرر کرے اور رنگت کی زردی کو بڑھائے کہا کیوں نہیں یہ دوا (دوسری دوا کی طرف اشارہ کیا) ہے اگر وہ آدمی جس کا رنگ زرد ہو اس کو کھائے تو اسی وقت ہلاک ہو اور جس کا رنگ زرد نہ ہو وہ کھائے تو اس کا رنگ زرد ہو جائے حتیٰ کہ اسی روز مر جائے حضرت نے اس مضر دوا کو اٹھا لیا اور فرمایا اس کی مقدار خوارک کیا ہے۔ کہا کہ دو مثقال اس کا سم قاتل ہے اور ایک حبہ بھی انسان کے مارنے کے لئے کفایت کرتا ہے ۔حضرت نے اس کو اٹھا کر منہ میں رکھ لیا اور چبا کر نگل گئے اس سے تھوڑا سا عرق آیا مگر یونانی یہ دیکھ کر کانپ گیا کہ اب پسر ابو طالب کے خون میں پکڑا جاتا ہوں لوگ یہی کہیں گے کہ تو نے اس کو قتل کیا یہ کوئی نہ سنے گا کہ انہوں نے آپ اپنے تئیں مارا ہے حضرت یونانی کا اضطراب دیکھ کر مُتبسم ہوئے اور کہا اے بندۂ خدا میں اب پہلے سے زیادہ تندرست ہوں مجھ کو اس دوا نے جس کو تو زہر قاتل بتلاتا تھا ذرا بھی نقصان نہیں کیا پھر فرمایا تو اپنی آنکھوں کو بند کرے اس نے بند کر لیں پھر کہا کھول لے اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ رنگ روئے مبارک نہایت سرخ وسفید ہے اور زردی کا کہیں نام و نشان باقی نہیں حیران رہ گیا آپ نے فرمایا کہاں گئی وہ زردی کہ تو مجھ میں بتلاتا تھا اس نے کہا قسم بخدا کہ گویا تم وہ نہیں ہو جس کو میں نے پہلے دیکھا تھا پہلے تمہاری رنگت زرد تھی اب گلاب کے پھول کی مانند ہے حضرت نے فرمایا تیرے اسی زہر قاتل سے میری زردی جاتی رہی لیکن میری یہ دونوں ساقیں جن کو تو کمزور بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں چلنے میں کوتاہی کروں اور کوئی ثقیل چیز نہ اٹھاؤں کہ وہ ٹوٹ نہ جائیں پس میں تجھ کو دکھلاتا ہوں کہ طبِ خدا تیرے طب کے خلاف ہے یہ کہہ کر ستون کلاں پر جس کے اوپر وہ چھت تھی جس کے نیچے بیٹھے تھے اور اس کے اوپر ایک حجرہ اور حجرہ کے اوپر ایک اور حجرہ تھا ہاتھ مارا اور حرکت دی اور اس کو بزور ید اللٰہی اٹھا لیا کہ اس کے ساتھ ہی دیواریں اور چھت اور دو منزلہ مکان تمام اٹھ کھڑے ہوئے یونانی کو یہ دیکھ کر غش آ گیا حضرت نے فرمایا اس پر پانی چھڑکو، پانی چھڑکنے سے ہوش آیا تو بولا قسم بخدا کہ میں نے آج تک ایسی عجیب طاقت نہیں دیکھی تھی۔ حضرت نے فرمایا یہ انہیں باریک اور پتلی پنڈلیوں کی طاقت ہے کہ انہوں نے بارگراں کو اٹھا لیا یونانی نے کہا محمد بھی تمہاری ہی مثل تھے حضرت نے فرمایا میرا علم وعقل ان کے علم وعقل سے ہے اور میرا زور وطاقت ان کے زور وطاقت سے ہے حارث ابن کلدہ ثقفی طبیبِ عرب ان کے پاس آیا تھا کہ میں تمہارے جنون کا علاج کروں گا حضرت نے اس سے فرمایا تو چاہتا ہے کہ میں تجھ کو ایک آیت وعلامت

دکھلاؤں کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں تیری طبابت سے مُستغنی اور تو میری طب کا محتاج ہے۔ اس نے کہا ہاں چاہتا ہوں حضرت نے ایک نخل بلند کی طرف اشارہ کیا وہ درخت زمین کو پھاڑتا آنحضرتؑ کے پاس آ کھڑا ہوا۔ یونانی نے کہا یہ معجزہ پیغمبرؐ کا ہے میں تم سے اس کی نسبت کمتر بات چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں تم سے دور جا کر کھڑا ہو جاؤں تم مجھ کو بلاؤ اور میں نہ آنا چاہوں پھر دیکھوں کہ تم کس طرح بزور مجھ کو بلاتے ہو حضرت نے فرمایا یہ آیت فقط تیرے لئے ہوگی کہ تو آنا نہ چاہے گا اور میں بہ قہر و غلبۂ ایزدی تجھ کو بلالوں گا اوروں کو معلوم نہ ہوگا کہ تو اپنے ارادہ سے آیا یا بہ اِکراہ لایا گیا ہے۔ اس لئے ایسی درخواست کر کہ تمام عالم کے لئے آیت و معجزہ ہو۔ اس نے کہا تو میں چاہتا ہوں کہ آپ اس درخت کو کہیں کہ اس کے اجزا منفصل و متفرق ہو جائیں، اور ان کے درمیان بعد و دوری واقع ہو۔ پھر امر کریں کہ وہی اجزا منفصلہ باہم مجتمع ہو کر ویسا ہی درخت بن جائے فرمایا تو میری طرف سے اس کے پاس جا اور کہہ کہ وصی رسولؐ اللہ محمد مصطفیٰؐ تجھ کو کہتا ہے کہ تیرے اجزا متفرق و متباعد ہو جائیں یونانی نے ایسا ہی کیا یہ کہنا تھا کہ تمام درخت ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑا اور خاک میں مل گیا تا اینکہ اس کا کوئی نشان باقی نہ رہا گویا کہ وہاں کبھی درخت تھا ہی نہیں۔ یونانی پر اس واقعہ کے دیکھنے سے ہیبت چھا گئی اور کہا اے وصی رسولؐ ایک خواہش میری پوری ہو گئی دوسری باقی ہے کہ یہ درخت پھر اپنی اصلی حالت پر آ جائے۔ حضرت نے حکم دیا کہ اجزا ریزہ جمع ہو کر پھر درخت بن جائے۔ پس یہ کہتے ہی ذراتِ خورد مثلِ غبار زمین سے اٹھے اور ہوا میں باہم پیوست ہو کر تنا شاخیں پتے بننے لگے تا اینکہ سالم درخت جیسا کہ تھا بن گیا یونانی نے عرض کی یا حضرت ایک اور میری خواہش ہے وہ یہ کہ اس درخت پر پھل آ جائے اور وہ سبز سے زرد اور پھر سرخ ہو کر پختہ تازہ خرما کھانے کے لائق ہو جائیں پھر آپ بھی اس میں سے تناول کریں اور میں اور جملہ حاضرین اس کو کھائیں حضرت نے فرمایا تو ہی میرا قاصد ہے میری طرف سے درخت کو یہ پیغام پہنچا یہ پیغام پہنچتے ہی درخت میں جنبش پیدا ہوئی اور اس میں سے سر سبز پھل نکل آیا پھر وہ زرد ہوا پھر سرخ ہو کر نفیس خرما ہو گئے اور بڑے بڑے خوشے لٹکنے لگے یونانی نے کہا اتنا اور چاہتا ہوں کہ یہ خوشے زمین پر میرے نزدیک آ جائیں یا میرے ہاتھ اس قدر دراز ہوں کہ ان کے نزدیک پہنچ جائیں اور منتہائے آرزو یہ ہے کہ بعض خوشوں پر میرا ہاتھ پہنچ جائے اور بعض خود جھک کر دوسرے ہاتھ میں آ جائیں حضرت نے فرمایا جس ہاتھ کو خوشوں تک پہنچانا چاہتا ہے اسے دراز کر اور کہہ **یا مقرب البعید قرب یدے الیھا** اے دور کو نزدیک کرنے والے میرے ہاتھ کو اس تک پہنچا دے اور دوسرے ہاتھ کو سکیڑ لے اور کہہ **یامسھل العسیر سھل لی تناول مایعبد عنی** اے دشوار کام کے سہل و آسان کرنے والے جو شے مجھ سے بعید ہے اس کو لے لینا مجھ پر سہل کر یونانی نے حسب الارشاد عمل کیا اس کا داہنا ہاتھ دراز ہو کر درخت تک پہنچ گیا اور

دوسرے کے خوشہ ہائے خرما خود پاس آ گئے۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے یونانی اگر تو نے یہ کھجوریں کھائیں' اور جو امور تیرے لئے ظاہر ہوئے ہیں ان سب پر ایمان نہ لایا تو حق تعالیٰ تجھ کو عذاب عاجل میں مبتلا کرے گا یونانی نے کہا اگر یہ معجزات بینات دیکھ کر بھی کفر پر رہوں تو معاندِ حق اور اپنا آپ دشمن ہوں گا۔ گواہی دیتا ہوں کہ تم خاصانِ خدا سے ہو جو کہتے ہو سب حق وصدق ہے جو چاہو مجھ کو حکم کرو کہ میں اطاعت کو تیار ہوں۔ پس حضرت نے اس کو مراسمِ اسلام ولوازمِ ایقان تلقین کئے اور فرمایا پہلے اقرار کر کہ خدا واحد احد و یکتا و جواد و دانا ہے اور عبث فساد وظلم و بیداد اس سے نہیں ہوتا اور شہادت دے کہ محمد مصطفیٰؐ جن کا میں وصی و جانشین ہوں سید انام وخیرِ خلقِ خدا ہیں اور علیؑ جس نے یہ معجزات بابرکات تجھے دکھلائے بعد آنحضرتؐ کے بہترین خلائق اور ان کی خلافت کے لئے تمام سے اولیٰ ہے، اس کے دوست دوستانِ خدا ہیں اور اس کے دشمن دشمنانِ الٰہ اور جو مومن کہ دینِ مبین میں تیرا مشارک اور بجا آوری احکام رب العالمین میں مددگار و مساعد ہو اس کو خلاصہ امت، اور ہمارا خالص شیعہ گن۔ **شرائط و آدابِ دین میں سے بعض، جو جناب امیر المومنینؑ نے یونانی حکیم کو تلقین و تعلیم فرمائے:** اور امر کرتا ہوں تجھ کو کہ برادران مومن کے ساتھ جو رسولؐ اللہ کی تصدیق اور ہماری اطاعت وانقیاد میں تیرے موافق ہوں بمواسات وغم خواری پیش آئے، اور رزقِ خدا میں کہ تیرے پاس ہو ان کو اپنا شریک گردانے۔ ان کی آتش جوع کو بجھادے اور ان کا جبر نقصان فرمائے، یعنی جو کوئی ایمان میں تیرا مماثل ومساوی ہو بذلِ مال میں بھی اسے اپنے برابر جانے اور جو دین داری میں تجھ پر فضیلت وفوقیت رکھتا ہو مال میں بھی اس کو اپنے اوپر ترجیح دے حتیٰ کہ حق تعالیٰ جان لے دینِ خدا تجھ کو مال سے زیادہ عزیز ہے اور دوستانِ خدا اپنے اہل وعیال سے زیادہ گرامی اور تجھ کو تاکید کرتا ہوں کہ ان علوم کی جو تیرے سپرد کئے گئے اور ان اسرار کی جو تجھ پر حمل ہوئے کمال حفاظت کرے، اور معاندین اشرار سے کہ تجھ سے بغض وعناد رکھیں اور ہتکِ عرض وناموس تیرا چاہیں ان کو پنہاں رکھے اور ہرگز ہمارے اسرار ان لوگوں پر ظاہر نہ کرے جو ہم پر طعن وتشنیع کریں یا ہمارے مدارج عالیہ سے بے خبر ہوں اور نیز تجھ کو تقید کرتا ہوں کہ دینِ خدا میں تقیہ کا استعمال کیجیو کیوں کہ وہ ضرورت کے وقت مطلوب اور مامور بہ ہے حق تعالیٰ نے قرآن میں اس کا حکم دیا ہے اور عقلِ سلیم اس پر شاہد ہے کہ اگر زبان سے کوئی ناہموار کلمہ کہے۔ درانحالیکہ دل میں اپنے دین پر مضبوطی سے قائم ہو تو اس سے بہتر کہ آپ اپنے تئیں معرضِ ہلاکت میں ڈالے۔

خلافتِ خلیفۂ اول کے بعض حالات اور خالد بن ولید کا کردارِ ناصواب:

جب خلیفہ اول کو مہمِ بیعت ستانی سے فراغت ہوئی اور اکثر اہل مدینہ طوعاً وکرہاً ان کے حلقۂ اطاعت میں

داخل ہوگئے تو انہوں نے توجہ بیرونجات کی طرف معطوف کی بعض قبائل ادائے زکوۃ سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسولؐ اللہ نے علیؑ بن ابی طالب اپنے ابن عم و داماد کو ہم پر حاکم اور خلیفہ مقرر کیا ہے اگر وہ ہم سے زکوۃ طلب کریں گے تو دیں گے ورنہ ابوبکر کوئی حق زکوۃ لینے کا نہیں رکھتے ہم ان کو کیوں زکوۃ دیں۔ جلال الدین سیوطی تفسیر دُرِ منثور میں رقم طراز ہیں کہ ابوبکر کو حسرت و افسوس تھا کہ میں نے تین امر رسولؐ اللہ سے کیوں نہ پوچھ لئے کہ ان کا دریافت ہونا میرے نزدیک شتران سرخ مو سے زیادہ عزیز تھا **عن الخلیفة بعده وعن قوم قالو انقربالزکوٰة من اموالنا ولا نودیها الیك ایحل قتالهم و عن الکلالته** یعنی اول یہ کہ آنحضرتؐ کے بعد خلافت کس کے لئے ہے۔ دوسرے یہ کہ آیا اس قوم کے ساتھ حرب و قتال جائز ہے یا نہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اس کا تو اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے اموال میں زکوۃ واجب ہے اِلا تم کو نہیں دیتے۔ سوم کلالہ کے معنی، اس سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو بہ تہمت اِرتداد قتل اور قید کیا گیا اور آج تک بہ لقب اہل ردہ یا ارتداد موسوم ہیں۔ وہ ضروریات دین سے کسی امر کے منکر نہ تھے حتیٰ کہ زکوۃ مال کو بھی واجب جانتے تھے۔ الا ابوبکر کو مستحق خلافت نہیں جانتے تھے۔ اس لئے ان کو دینے سے انکار کرتے تھے۔ قاضی نور اللہ شستری نور اللہ مرقدہٗ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اکثر وہ لوگ جن پر ابوبکر کے زمانہ میں ارتداد کی تہمت لگائی گئی اسلام پر ثابت قدم تھے۔ اِلا اہل بیت علیہم السلام کو حقدارِ خلافت جانتے تھے اور ابوبکر کی خلافت سے منکر تھے مؤید اس کے ہے جو کچھ کہ احمد (۱) بن اعثم کوفی نے اہل حضر موت کے قصہ میں حارث بن سراقہ وغیرہ کا حال لکھا ہے کہ جب مسلمہ کذاب مارا گیا تو ابوبکر نے زیاد بن لبید انصاری کو اپنی خلافت کے مقرر کرنے اور بیعت لینے کے لئے اہل حضر موت و کندہ و حنین کے پاس بھیجا بعض ان قبائل سے مثل کندہ کے کہ اشعث بن قیس ان کا سردار تھا بیعت ابوبکر سے انکاری ہوئے اور کہا جب تمام مسلمان اس پر متفق ہوجائیں گے تو ہم بھی بیعت کریں گے مگر بعض نے زیاد بن لبید کی چرب زبانی سے بیعت کرلی اور زیاد نے ان کے درمیان اقامت کر کے زکوۃ تحصیل کرنی شروع کردی ایک روز ایک جوان یزید مغاویہ القریٰ نام کا اونٹ داغِ صدقات سے موسوم کر کے گلہ شتران بیت المال میں داخل کیا تھا کہ وہ جوان دوڑا آیا اور کہا یہ شتر مجھے بہت عزیز ہے اس کی عوض اس سے بہتر اونٹ لے لے اور اس کو رہا کر، زیاد نے نہ مانا وہ جوان حارث بن سراقہ کے پاس کہ اس ملک کے رؤسا سے تھا گیا اور اس سے یہ حال بیان کیا اور کہا اس اونٹ کے عوض اس سے زیادہ قیمت کا اونٹ اسے دلوا دو، اور میرا اونٹ لے دو۔ حارث نے زیاد کے پاس جا

(۱) اس روایت کا ترجمہ تاریخ اعثم کوفی فارسی مترجمہ احمد بن مسنوفی الہروی مطبوعہ بمبئی سے مقابلہ کیا گیا صفحہ ۱۲ او ۱۳ پر موجود ہے۔ ۱۲۔

کر کہا کہ یہ امر سہل ہے اس شتر کے بدلے دوسرا اونٹ تجھ کو دیتا ہے لے لے اور وہ اونٹ اس کو واپس کر دے زیاد نے کہا وہ اونٹ داغ صدقات سے موسوم ہو چکا اب واپس نہیں ہوسکتا۔ اس پر حارث کو غصہ آیا اور خود گلہ شتران میں جا کر اس جوان سے کہا کہ اپنا اونٹ کھول لے اور اپنے گھر لے جا اگر کوئی تجھے کچھ کہے گا تو اس تلوار سے مغز اس کے دماغ سے نکال لوں گا۔ ہم خدا کے حکم سے اس کے نبی کے تابع فرمان تھے جب تک زندہ رہے ان کی اطاعت کرتے رہے اب ان کا انتقال ہو گیا ہے اگر ان کے اہل بیتؑ سے ان کا جانشین ہوگا تو اس کی اطاعت کریں گے پسر ابو قحافہ کو ہم پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں نہ ہم اس سے کچھ مطلب رکھتے ہیں اور چند شعر مشتمل بر ولائے خاندانِ مصطفیٰؐ و برات از ابوبکر کہہ کر زیاد کے پاس بھیج دیئے زیاد ان شعروں کو سن کر خائف و ترساں وہاں سے بھاگا، اشعث بن قیس وغیرہ کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ اپنے تئیں نگاہ رکھو اور اپنے ملک کی حفاظت کرو اور دشمنوں سے بچاؤ ہم کو ہرگز یقین نہیں کہ عرب بنی تیم بن مرہ (قبیلہ ابوبکر) کی سرداری پر راضی ہوگا اور بنی ہاشم کو کہ سردارانِ بطحا و معدنِ رسالت و شایانِ امامت ہیں چھوڑ دے گا، اگر ان کے سوا خلافت کسی دوسرے کو پہنچ سکتی ہے تو ہم اس کے زیادہ سزاوار ہیں اس لئے کہ ہمارے باپ دادا پشت ہا پشت سے اس ملک کے بادشاہ چلے آئے ہیں۔ ادھر زیاد نے بنی زبیدہ میں پہنچ کر بنی کندہ کی شکایت کی اور ان کو اطاعتِ ابوبکر کی طرف مائل کیا انہوں نے کہا اے زیاد کس لئے ہم کو ایسے شخص کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جس کی اطاعت کی رسولؐ اللہ نے وصیت نہیں کی، زیاد نے کہا یہ درست ہے مگر مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابوبکر کو خلافت کے لئے انتخاب و اختیار کیا ہے، انہوں نے کہا جب اجتہاد کرتے تھے تو کس لئے اہل بیتؑ رسولؐ اللہ کو اپنے ساتھ شامل نہ کیا حالاں کہ خلافت ان کا حق تھا بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ کے **اولوا الارحام بعضهم اولى لبعض فى كتاب الله** کہ صاحبانِ رحم و قرابت بعض ان سے اولیٰ ہیں بعض دیگر کے لئے کتابِ خدا میں۔ زیاد نے کہا مہاجرین و انصار مسلمانوں کے کاروبار میں تم سے زیادہ دانا ہیں انہوں نے کہا کچھ دانا نہیں قسم بخدا کی انہوں نے حسد کیا اور حق کو حق داروں سے چھین لیا، ہم کو یقین ہے کہ رسولؐ اللہ دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ اپنے اہل بیتؑ سے کسی کو امت کا پیشوا مقرر نہیں کیا، اے زیاد تو ہمارے قبیلہ سے باہر جا کہ تیری دعوت درست نہیں، ہم تیری باتوں میں نہ آئیں گے، صاحبِ مجالس کہتے ہیں کہ یہ ہے جو کچھ ابن اعثم نے اپنی کتابِ فتوح میں وارد کیا ہے، اور بعض روایات میں ہے کہ جب ابوبکر نے مالک بن نویرہ سے مال زکوٰۃ طلب کیا تو اس نے کہلا بھیجا کہ پیغمبرِ خداؐ نے حکم نہیں دیا کہ میں زکوٰۃ تجھ کو دوں، اور نہ تجھ کو ہماری زکوٰۃ وصول کرنے کا امر کیا ہے، پس کس حجت سے تو زکوٰۃ طلب کرتا ہے۔ اس سنت سے ابوبکر نے ان کا نام اہل ردّہ رکھ کر خالد کو ان پر مقرر کیا کہ ان کے مردوں کو قتل اور زن و

فرزند کو اسیر کرے۔ اور اصابہ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے مالک کو اس کی قوم پر عاملِ زکوٰۃ مقرر کیا جب آنحضرتؐ نے وفات پائی اور ابوبکر کے خلیفہ ہونے کی خبر مالک کو پہنچی تو اس نے مالِ زکوٰۃ کو جو اس کے پاس جمع تھا فقرا قوم پر قسمت کردیا۔ پھر دوسرے مقام پر مالک کے حال میں لکھتے ہیں کہ مالک بن نویرہ حنفی یربوعی شاہان وشجاعانِ روزگار وفصحائے شیریں گفتار وصحابۂ رسولِ مختار ومخلصانِ صاحبِ ذوالفقار سے تھا براء بن عازب سے منقول ہے کہ ایک روز رسولؐ اللہ بیٹھے تھے کہ رؤسا نبی تمیم کہ از انجملہ ایک مالک مذکور تھا آنحضرتؐ کی خدمت میں داخل ہوئے۔ مالک نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھ کو آدابِ دین تعلیم فرمایئے آپ نے ارشاد کیا کہ ایمان یہ ہے کہ تو شہادت دے کہ کوئی معبود سوائے حق تعالیٰ کے نہیں اور میں رسولِ خدا ہوں اور نماز پنجگانہ بجالائے اور روزۂ ماہِ رمضان رکھے اور زکوٰۃ دے اور حج خانہ کعبہ کا کرے اور یہ میرے بعد میرا وصی ہے امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ اس کی اطاعت کرے اور دوست رکھے اس کے تئیں اور جملہ بدکاریوں سے مثل ناحق خون ریزی اور دزدی وخیانت اور یتیموں کے مال کھانے اور شراب پینے سے پرہیز کرے اور بہت سی باتیں اس کو تلقین کیں حتیٰ کہ مالک نے ان کو یاد کرلیا اور خوشی خوشی دامن کشاں جاتا تھا اور کہتا تھا **تعلمت الایمان برب الکعبه** یعنی بخدائے کعبہ کہ میں نے ایمان سیکھ لیا جب نظر رسولؐ خدا سے غائب ہوگیا تو حضرت نے فرمایا **من اراد ان ینظر الی رجل من اهل الجنة فلینظر الیٰ هذا الرجل** جو کوئی چاہے کہ ایک مرد اہل جنت کو نگاہ کرے اس کو چاہئے کہ اس شخص کو دیکھے ابوبکر وعمر نے یہ سنا تو حضرت سے اجازت لے کر اس کے پیچھے گئے اور یہ مژدہ اس کو پہنچایا پھر کہا تو حسبِ ارشاد رسولِ خدا اہل جنت سے ہے ہمارے لئے بھی دعائے مغفرت کر مالک نے کہا **لا غفر الله لکما** تم کو خدا نہ بخشے کیوں کہ حضرت رسولؐ خدا کو صاحبِ شفاعت ہیں چھوڑ کر مجھ سے دعا کے طلب گار ہو وہ شرمندہ ہو کر واپس آئے حضرت نے فرمایا **فی الحقه مبغضته** کہ کلام حق کا سننا آدمی کو غضب ناک ورنجیدہ کرتا ہے۔ **الغرض** حضرت رسولِ خدا نے وفات پائی۔ اور مالک نے سنا کہ ابوبکر خلیفہ ہوئے تو اس کو سخت ناگوار ہوا اور بادیہ سے مدینہ میں آیا جمعہ کا دن تھا اور ابوبکر منبرِ رسولؐ خدا پر خطبہ کہہ رہے تھے کہ وہ مسجد میں داخل ہوا ابوبکر کو منبر پر دیکھ کر بے تاب ہوگیا اور بے ساختہ بولا اے ابوبکر کیوں اپنے تئیں اس جھنجٹ میں ڈالا گوشہ خانہ میں بیٹھ کر تم کو اپنے لئے دعائے مغفرت کرنی تھی یہ جگہ اختیار کرتے تم کو شرم نہیں آئی کہ اس جگہ بیٹھے ہو جس کو خدا اور رسولؐ نے اوروں کے لئے مقرر کیا ہے پس حق کو اہل حق کی طرف رد کرو مگر تم کو یاد نہیں رہا کہ علی علیہ السلام کو بلفظِ امیر المومنینؑ تم نے سلام کیا تھا اے مہاجر وانصار اگر حق کو اس کے مرکز پر قرار نہ دوگے تو تمہارے کام سخت ودشوار ہوں گے ابوبکر یہ باتیں سن کر افروختہ ہوگئے اور کہا کہ خاموش رہ کہ

تجھ کو سابقہ اسلام نہیں نہ راہِ خدا میں کوئی جہاد تو نے کیا ہے مالک نے کہا تم نے کون سے جہاد کئے ہیں جن سے اوروں پر فخر و فضیلت چاہتے ہو۔ ابوبکر نے کہا اس اعرابی پاشنۂ پا پر پیشاب کرنے والے کو میرے پاس سے دور کرو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور مالک کو مسجد سے دھکیل کر باہر نکال دیا ابوبکر نماز سے فارغ ہو کر گھر گئے تو خالد ولید کو بلوایا، خالد اور مالک کے درمیان ایام جاہلیت سے کچھ کاوش چلی آتی تھی ابوبکر نے اس سے کہا جس قدر آدمی چاہئے ساتھ لے اور مالک کے قبیلہ پر چڑھائی کر اور بہ بہانہ منع زکوٰۃ اس کو قتل کر، اور اس کی قوم کو قتل اور اسیر کر، کیوں کہ مجھ کو اس سے اندیشہ ہے کہ ہمارے کام میں خلل نہ ڈالے۔ اور کتبِ اہلِ سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ و جملہ انصار ومہاجرین حتیٰ کہ خلیفہ ثانی و ثالث تک ابوبکر کی اس فوج کشی کے برخلاف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ یہ چڑھائی کی جائے مگر ابوبکر نے کسی کی نہ سنی اور خالد کو فوج دے کر ان کے سروں پر بھیج دیا۔ صاحبِ تشئید المطاعن علیہ الرحمہ نے کنز العمال سے بضمن ایک روایتِ طولانی نقل کیا ہے کہ ابوبکر نے مہاجرین وانصار سے اس جنگ کے بارے میں مشورہ کیا اول تو سب دیر تک خاموش رہے **ثم تکلم عمربن الخطاب فقال اری واللّٰہ یا خلیفتہ رسولؐ اللّٰہ ان تقبل من العرب الصلوٰۃ و تدع لھم الزکوٰۃ فانھم حدیث عھد بالجاھلیۃ لم تقید ھم الا سلام فاما ان یرد ھم اللّٰہ الیٰ خیر و امان یغیر اللّٰہ الا سلام فتقوی علیٰ قتالھم فما لیقیۃ المھاجرین والانصار یدان بالعرب والعجم فاطمۃ فالتفت الیٰ عثمان فقال مثل ذلک وقال علیؑ مثل ذلک وتا بعھم المھاجرون ثم التفت الیٰ الانصار فتابعوھم** یعنی پھر عمر خطاب نے کلام کیا اور کہا اے خلیفۂ رسولؐ خدا، قسم بخدا کہ میری رائے یہ ہے کہ تو عرب سے نماز کو قبول کرے اور زکوٰۃ کو ان پر چھوڑ دے کیوں کہ وہ زمانۂ جاہلیت سے قریب ہیں اور جیسا چاہئے مقید بہ اسلام نہیں ہوئے یا تو اللہ تعالیٰ ان کو بہتری کی طرف پھیر دے گا یا اسلام کی یہ حالت بدل جائے گی اور ان کے مقابلے کی طاقت ہو جائے گی اس وقت بقایائے مہاجرین وانصار کے دو ہاتھ ہوں گے کہ ایک کو عرب کی طرف اور دوسرے کو عجم کی طرف دراز کریں۔ پس ابوبکر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے بھی ایسا ہی کہا اور علی علیہ السلام نے بھی یہی رائے دی اور پیروی کی ان کے تمام مہاجرین نے پھر وہ انصار کی طرف ملتفت ہوئے انہوں نے بھی مہاجرین کی متابعت کی۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابوبکر نے یہ لڑائی خلیفہ دوم وسوم و چہارم تین خلفا راشدین و جملہ انصار و مہاجرین کے خلاف رائے کھڑی کی تھی۔ پس اہل سنت کو چاہئے تھا کہ ان کی اس حرکت کو کہ اجماع مسلمانان کے

برخلاف تھی چھپاتے اور بھول کر بھی اس کو زبان پہ نہ لاتے مگر وہ الٹے اس فعل میں ان کی مدح سرائی کرتے اور اس کو آسمان پر پہنچاتے اور ان کی علمیت کی دلیل گردانتے ہیں اور ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ میں کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب ابوبکر کی بزرگی علم پر دلیل لاتے ہیں ان کے اس قول سے کہ بخاری و مسلم میں ان سے ثابت ہے **واللّٰہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ و الزکوٰۃ** قسم بخدا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا جو درمیان نماز و زکوٰۃ کے فرق کرتے ہیں یعنی نماز بجالاتے ہیں اور زکوٰۃ مجھ کو نہیں دیتے یہاں اہلِ سنت کے اقوال کا تعارض و تناقض قابلِ دید ہے کہ یہی اجماع اہل حل وعقد و اتفاق صحابہ کہ جس سے اکثر مقامات میں دلیل حجت لاتے ہیں اور اس کو سپر مذہب بنا رکھا ہے حتیٰ کہ انعقادِ خلافت ابوبکر کی بنیاد بھی اسی پر رکھ چھوڑی ہے، اس مسئلہ حکم مانعینِ زکوٰۃ میں اس کی ذرا بھی قدر و قیمت نہیں رکھتے بلکہ اس کی مخالفت میں ابوبکر کو اعلم بتلاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو اجماع و غیر اجماع کی کچھ بھی پروا نہیں ہر جگہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں، جہاں اجماع سے کارروائی دیکھی وہاں اس کو آگے کر دیا، ورنہ اس کا ذکر تک بھی زبان پر نہیں لاتے اگر اجماع کی درحقیقت کچھ وقعت ان کے نزدیک ہوتی تو جیسا اجماع قولی و فعلی قتل عثمان پر صحابہ وغیرہ کا ہوا ہے ویسا آج تک کسی مسئلہ اسلامیہ میں نہ ہوا ہوگا مگر انہوں نے اس کا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا اور ویسا ہی اس کو خلیفہ راشد جانتے اور ذی النورین وغیرہ کے القاب سے پکارتے ہیں قتل عثمان کا ذکر اس کتاب میں آگے آتا ہے یہاں ہم کو خالد ولید سپہ سالار خلیفہ اول کے کچھ کرتوت بیان کرنے مقصود ہیں، ناظرین اس کے گذشتہ حالات کو ان روایات کے ساتھ ملا کر خود دیکھ لیں گے کہ آیا اس شخص کے اوضاع و اطوار بہ نسبت سابق کے کچھ اصلاح پذیر ہوئے ہیں یا اسی ایک طرز و روش پر جیسے بحالتِ کفر و بت پرستی و صدرِ اسلام ظاہری میں تھے۔ اب بھی سرتاپا بے باکی، صفاکی، کینہ توزی، سنگدلی، سینہ زوری، شہوت پرستی وغیرہ وغیرہ سے مملو ہیں افسوس کہ اسی شخص کا بڑے ادب سے رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ نام لیا جاتا ہے اور عموماً اس کو سیف اللہ کہا جاتا ہے۔ **خالد بن ولید کے ہاتھوں مالک بن نویرہ یربوعی کا قتل**: اب ہم خالد کے ظلم و زیادتیوں کو جو اس نے مالک مذکور کے حق میں کیں ذکر کرتے ہیں اور عباراتِ کتبِ اہل سنت کو زیادہ تر مولانا مفتی محمد قلی **کنتوری** ثم الکھنوی اعلی اللہ مقامہ کی کتاب مستطاب تشئید المطاعن و کشف الضغائن سے نقل کرتے ہیں اور ہم کو ان پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ اصل کتب کو بچشم خود دیکھ کر ہوتا اس لئے کہ تصحیح نقل میں جو چھان بین اس دودمانِ عالیشان نے کی ہے، کمتر کسی نے کی ہوگی۔ **الغرض** خالد ولید حسب الحکم خلیفہ اول لشکر ساتھ لئے مونچھوں کو تاؤ دیئے قبیلہ مالک کی طرف روانہ ہوئے اور دل میں کہتے جاتے تھے کہ جس

طرح (۱) ہو اس کو قتل کیا چاہئے ابو قتادہ حرث بن ربعی انصاری اور عبداللہ بن عمر خطاب وغیرہ جماعت مہاجرین وانصار اس کے ساتھ تھے قریب پہنچے تو کچھ آدمی ابو قتادہ کو دے کر آگے روانہ کیا۔ ابو بکر نے کہہ دیا تھا کہ جس قوم سے اذان سنو ان کو کچھ نہ کہو جب تک کہ دریافت نہ کرلو کہ وہ کس لئے ادائے زکوٰۃ سے متقاعد ہیں اور جو اذان کی آواز تمہارے کان میں نہ آئے تو بے تحاشا ان کو قتل کرو اور اموال واسباب کو لوٹ لو اور گھروں کو آگ لگا دو ابو قتادہ نے اذان ونماز وغیرہ شعائر وعلامات اسلام ان سے مشاہدہ کئے۔ لہٰذا وہ وہیں ٹھہر گیا۔ اتنے میں خالد بھی وہاں آ پہنچا رات کا وقت تھا قبیلۂ مالک فوج کی آمد معلوم کر کے مسلح ہوگیا۔ اور پوچھا تم کون ہو، کہا مسلمان ہیں، انہوں نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں، خالد نے کہا تو پھر یہ ہتھیار کس لئے لگائے ہیں، انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے، خالد نے اپنے لشکر کو حکم کیا کہ ان کو گرفتار کرو ابو قتادہ نے کہا یہ مسلمان ہیں ہم نے نشان اسلام ان سے مشاہدہ کئے ہیں ان کا پکڑنا روا نہیں۔ کچھ اثر نہ ہوا۔ اور آخر کار اس سفاک بے باک نے لشکر کو حکم دیا کہ تمام کو قتل کریں بروایتے خالد وہاں پہنچا تو شجاعت مالک سے ڈرا اور لڑنا مناسب نہ جان کر ظاہر کیا کہ ہم کہیں اور جاتے ہیں آج کی رات تمہارے مہمان ہیں نتیجتاً مالک اور اس کے قبیلہ نے ان کی خاطر تواضع کی اور کھانا کھلایا مگر آدھی رات کے وقت خالد تلوار لے کر مالک کے سرہانے آیا اور اس کو مار ڈالا پھر اس کے لشکر نے اکثر قبیلہ کو تہ تیغ کیا، اور عورات واطفال کو ان کے اسیر کرلیا۔ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں کہتا ہے **قیل ان المسلمین لما عشو امالکا و اصحابه لثلا فقالو نحن المسلمون فقال اصحاب مالك ونحن المسلمون فقالو اضعو السلاح وصلواوكان خالد يعتذرني قتله ان مالكا قال ما اخال مالكا قال ما اخال صاحبكم الاقال كذا قال او ما تعده لك صاحباً فقتلهٗ** یعنی کہا گیا ہے کہ جب مسلمان، مالک اور اس کے اصحاب کے پاس رات کے وقت پہنچے تو انہوں نے ہتھیار لے لئے، انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں، اصحاب مالک نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں، انہوں نے کہا

---

(۱) جس زمانہ میں حقیر جناب خاتم المتکلمین مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ کی خدمت میں بمقام لکھنؤ حاضر تھا اس وقت جو اہتمام اس جناب کو تصحیح نقل عبارات میں تھا چشم خود دیکھا ہے کہ اول تو بوقت مطالعہ کتب، عبارات مفید مطلب پر نشان بنا دیئے جاتے تھے پھر ایک شخص ان کو ان کتابوں سے بقید صفحہ وسطر وفصل وباب جداگانہ پرچہ نقل کرلیتا تھا پھر تیسرا شخص اس پرچہ کو اصل کتاب سے مقابلہ کرتا کہ ایک حرف کا فرق اس میں نہ رہتا ان پرچوں کی کثرت اس قدر ہوتی تھی کہ ان کو جو مضمون وار علیحدہ علیحدہ مجلد کرایا تھا تو ان مجلدات سے الماریاں پر ہوگئی تھیں بوقت تصنیف جس مضمون کو لکھنا ہوتا اس کی مجلد سے عبارات متعلقہ کو نکال کر پھر اصل کتب منقول عنہا سے مقابلہ فرماتے تھے **فشكر الله مساعيه وا علىٰ فى عليين مدارجه ومعاليه** ۔۱۲ منہ عفی عنہ۔

مسلمان ہوتو ہتھیار ڈال دو اور نماز پڑھو، اور خالد مالک کے قتل کرنے کا یہ عذر کرتا تھا کہ اس نے اثنائے کلام میں کہا تھا **ما اخال صاحبكم الاقال كذا** کہ میں خیال نہیں کرتا کہ تمہارے صاحب (۱) نے یہ کہا ہو خالد نے اس سے کہا کہ تو اس کو ہمارا صاحب کہتا ہے اپنا صاحب نہیں جانتا اور اسی پر اس کو قتل کیا، اور واقدی سے نقل کیا ہے کہ جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو ابوقتادہ نے کہا کہ میں تجھ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس کو قتل نہ کر قسم بخدا کہ میں نے ان سے اذان سنی ہے اور نماز پڑھتے ہوئے ان کو دیکھا ہے، خالد نے اس پر التفات نہ کی بلکہ اس کو جھڑکا، پس ابوقتادہ کو غصہ آیا اور کہا **والله لاكنت في جيش انت فيه ابدا** قسم بخدا کہ میں کبھی اس لشکر میں نہ رہوں گا جس میں تو ہوگا یہ کہہ کر ابوبکر کے پاس آیا اور اس سے ماجرا بیان کیا اور کہا خالد نے میری بات نہ مانی اور اعراب صحرانشینوں کا قول باور کیا جن کی غرض لوٹ مار کرنا اور بردہ و اسیر بنانا تھی۔ اور پھر خالد کے پاس نہ گیا اور کہا گیا ہے کہ ابوبکر نے اسے جیش خالد میں چلے جانے کا حکم دیا تب بھی نہ گیا اور ایک قول ہے کہ وہ پلٹ گیا تاآنکہ خالد کے ہمراہ مدینہ میں آیا اور اس کے برخلاف شہادت دی۔ اور خالد نے مالک اور اس کے اصحاب کو قتل کیا۔ اور مالک کو ضرار بن ازور نے خالد کے کہنے سے مارا تھا۔ اور کتاب مراۃ الزماں تصنیف شیخ ابوالمظفر یوسف بن قزعلی معروف بہ سبط ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ ابوقتادہ نے کہا ہم خالد کے ساتھ تھے جب کہ وہ اہل ردہ کی طرف روانہ ہوا جب بطاح میں پہنچا تو ادعا کیا کہ مالک مرتد ہو گیا ہے اور حجت گردانا اس کے ایک کلام کو جو اس سے پہنچا تھا مالک نے اسے انکار کیا اور کہا میں دین اسلام پر ہوں اس میں تغیر و تبدل نہیں کیا اور ابوقتادہ و عبداللہ بن عمر دونوں نے گواہی دی کہ وہ مسلمان ہے، لیکن خالد نے ضرار بن ازدر اسدی

---

(۱) اب تک ہم کو یہی گمان تھا کہ خالد نے جو قتل مالک میں عذر کیا کہ اس نے اثنائے کلام میں **صاحبكم** کہا، صاحبنا نہ کہا، وہ حضرت رسولؐ خدا کی نسبت تھا کہ اس پر اس نے مالک کو قتل کیا۔ کیوں کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفہ میں یہی عذر کیا ہے کہ اتفاقاً مالک بحضور خالد سوال و جواب در حق جناب پیغمبرؐ **ایں کلمه گفت قال رجلكم كذا او صاحبكم اه** الا آج ترجمہ تاریخ ابوالفدا امرتبہ مولوی کریم الدین پانی پتی سے دریافت ہوا کہ مالک نے پیغمبرؐ خدا کی نہیں حضرت ابوبکر کی شان میں یہ کلمہ کہا تھا اور اس پر خالد نے اسی قتل کیا تھا چنانچہ اصل عبارت ترجمہ ابوالفدا کی یہ ہے'' مالک نے کہا تمہارے صاحب کا یہی حکم ہے، صاحب سے مراد حضرت ابوبکر تھی، خالد نے کہا کیا تیرا صاحب نہیں، قسم خدا کی کہ تیرا سر اڑا دوں گا، اس بات پر جھگڑا بڑھ گیا خالد نے کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا مالک نے کہا کیا تیرے صاحب نے یہی حکم دیا، خالد نے کہا یہی حکم اخیر ہے، بعد اس کلام کے ہر چند حضرت رسولؐ خدا کو بھی بلفظ صاحب کم تعبیر کرنے سے کوئی شخص ہرگز کافر مستوجب قتل نہیں ہوسکتا، جیسا کہ صاحب تشئید المطاعن نے شاہ صاحب کے اسی قول کے جواب میں اس کو پانچ کامل وجہوں سے ثابت کیا ہے الا ابوبکر کی نسبت صاحبکم کہنے سے مالک کا کافر ہو جانا ایسی عجیب و غریب بات ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہوسکتی۔

کو حکم دیا اور اس نے اس کا سر قلم کیا۔ نیز مراۃ الزماں میں ہے کہ جب قبیلۂ مالک نے لشکرِ خالد کو دیکھا پوچھا تم کون ہو، کہا مسلمان، انہوں نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں **فلم یسمع منهم خالد وو ضعوا فیهم السیف** خالد نے ان کے قول کو نہ سنا اور انہوں نے ان کو (قبیلہ مالک کو) قتل کرنا شروع کر دیا۔ پس مالک نے ہتھیار لگائے اور نکل کر پکارا اے آل عبید، بنی تیہان نے اس کی اجابت کی پس خالد کو خوف ہوا اور مالک جنگ پر آمادہ تھا۔ خالد نے اس کو کہا اے پسر نویرہ اسلام میں شامل ہو اور اس کو خدا اور رسولؐ کا ذمہ اور اپنا اور ابوبکر کا ذمہ دیا۔ پس مالک نے اپنا ہاتھ خالد کے ہاتھ میں دے دیا **وخالد علیٰ تلك الغریمة من ابی بکر فی قتله** اور خالد اپنے اسی ارادہ قتل مالک پر تھا جیسا کہ ابوبکر نے اسے امر کیا تھا۔ پس اس نے مالک کے قتل کا حکم دیا مسلمانوں کو یہ امر ناگوار گذرا اور مہاجرین نے کہا۔ **اتقتل رجلا مسلما و قد اعطیته ذمة الله وذمة رسوله** کہ تو ایک مردِ مسلمان کو قتل کرتا ہے حالاں کہ اس کو خدا اور رسولؐ کا ذمہ دے چکا پس ضرار بن ازور کہ بنی کور سے تھا اٹھا اور اس کو قتل کیا بقولے عبید بن ازور برادر ضرار نے اس کو مارا اور منہال بن عصمہ ریاحی نے اس کا کفن دفن کیا۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ علاوہ اس ذاتی کاوش کے جو خالد کو مالک سے زمانہ جاہلیت سے تھی اور علاوہ حکمِ قطعی خلیفہ اول کے کہ اس کے قتل کرنے کے لئے دے چکے تھے اور اس کی اپنی خلقی خباثتِ نفس و سرشت خو کے، کہ خونِ ناحق پر اس کو برانگیختہ کرتی رہتی تھی۔ ایک اور علت بھی مالک کے قتل کی۔ مالک کی بی بی تھی کہ حسن و جمال میں سرآمدِ زنانِ جہاں تھی۔ **خالد بن ولید نے مالک بن نومیرہ کو اس کی حسین وجمیل بیوی کے حصول کیلئے قتل کیا:** اس لشکر کشی سے جو کھلبلی قبیلہ میں پڑی تھی اس میں وہ بے تابانہ روئے برہنہ نکل آئی، خالد کی نگاہ اس پر جا پڑی۔ اس وقت سے اس کے شوہر کے قتل کا ارادہ مصمم کر لیا۔ روایت گذشتہ واقدی میں جو مراۃ الزماں فی تاریخ الاعیاں سے لی گئی ہے مذکور ہے، کہ ایک روایت میں ہے کہ جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو اس کی عورت ام متمم بنت منہال کہ حسین ترین زنان سے تھی نکل آئی اور اپنے تئیں مالک پر گرا دیا اس وقت اس کا منہ کھل گیا مالک نے اس کو کہا کہ دور ہو میرے پاس سے بہ تحقیق کہ تو نے ہی مجھ کو قتل کرایا ہے، اس سے اس کا یہ اشارہ تھا کہ خالد اسے دیکھ کر عاشق ہو گیا تھا اور اس کے لینے کے واسطے اسے قتل کرتا تھا پھر واقدی کہتا ہے **روی عن بعض من حضر هذا السریة قال رعنا القوم تحت اللیل فزیعت المرأة فخرجت عریانة فوالله لقد عرفنا حین رأیناها انه سیقتل عنها صاحبها** یعنی ایک شخص جو اس جنگ میں شامل تھا کہتا ہے کہ ہم نے رات کے وقت ان لوگوں کو خوف دلایا اس وقت وہ عورت بے تاب ہو کر عریاں نکل آئی قسم بخدا کہ جس وقت ہم نے اس کو دیکھا جان لیا کہ اس کا شوہر ضرور مارا جائے

گا۔ سبحان اللہ خالد کی شہوت پرستی اس درجہ کو پہنچی تھی کہ اہلِ لشکر نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ وہ اس کو کبھی نہ چھوڑے گا اور ضرور اس کی خاطر اس کے شوہر کو مار ڈالے گا اور قوات الوفیات ذیل بن خلکان میں ہے **ان خالداً کان یھوی امراۃ مالک فی الجاھلیۃ** کہ خالد زوجۂ مالک پر زمانہ جاہلیت سے عاشق تھا۔ بہر کیف مالک کے قتل کرنے کے بعد خالد نے اسی رات زوجۂ مالک سے جماع کیا اور اصلاً انتظار گذرنے عدہ کا نہ فرمایا۔ اہلِ سنت نے خالد کے اس صاف اور فاش زنا کے عذر میں بالکل لچر پوچ باتیں بنائی ہیں کبھی کہتے ہیں کہ شاید مالک کے مرنے کے بعد بوجہ وضع حمل اس کی زوجہ کا عدہ منقضی ہوگیا ہو کبھی کہتے ہیں کہ محتمل ہے کہ انقضا عدہ کے بعد ازدواج سے بطریق جاہلیت اس کے پاس قید ہو۔ یہ باتیں ابن حجر کی ہیں صواعقِ محرقہ میں، شیعوں کے مقابلہ میں، اس کے بعد حسنِ ظن صحابہ کی کہ اکثر مقامات میں گریز گاہ اہلِ سنت ہے چنانچہ کہتے ہیں **وعلیٰ کل خال خالد اتقی اللّٰہ من ان یظن بہ مثل ھذہ الرزالۃ التی لا یصدر من ادنی المومنین فکیف من سیف اللّٰہ المسلول علی الاعداء** یعنی بہر حال خالد زیاد پرہیزگار رہے خدا کے لئے اس سے کہ اس کی نسبت ایسی رزالت کا گمان کیا جائے جو ادنیٰ مومنین سے بھی صادر نہیں ہوتی، چہ جائیکہ سیف خدا سے کہ دشمنوں پر کھنچی ہوئی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں کہتے ہیں کہ عجائبات سے ایک یہ ہے کہ شارح جدید تجرید کا مدعی ہوا ہے کہ زوجۂ مالک اس کی طرف سے مطلقہ تھی اور اس کا عدہ گزر چکا تھا پھر کہتے ہیں کہ جس پر شقاوت غالب ہو اور حیا اس سے مسلوب و مفقود ہو جائے اس سے عجب نہیں کہ ایسے طعنِ فاحش کے دفع کرنے میں ایسے ایسے احتمال پیدا کرے کہ اس سے پہلے ان کا ذکر تک بھی کسی نے نہیں کیا اور کسی روایت میں نہیں مذکور ہوا۔ **مولف** کہتا ہے کہ خالد کا ارتکابِ قتل اور زنا اور خلیفہ اول کا اس پر اجرا حدِ شرعی نہ کرنے کا طعن حضرت عمر کے کلام سے ماخوذ ہے۔ پس انہوں نے نظر بصحابیتِ خالد کیوں اس حسن ظن کو ترک کیا اور کس لئے ایسے احتمالات پیدا نہ کئے اور کاہے کو فرماتے رہے **عذر علیٰ مسلم فقتلہ ثم نزا علیٰ امرأۃ** کہ اس نے مردِ مسلمان سے دغا کی اور اس کو مار ڈالا، پھر اس کی زوجہ کے ساتھ زنا کیا۔ چنانچہ آگے اس کا ذکر آتا ہے۔ **الغرض** خالد کی آتشِ عداوت مالک کے قتل کرنے اور اس کی زوجہ کے ساتھ زنا کرنے سے بھی نہ بجھی اور اس نے اپنی قساوت قلبی کا ایک اور ثبوت دیا کہ اس کے سرِ بریدہ کو دو پتھروں کے ساتھ سنگِ دیگدان بنایا اور اس چولھے کے اندر آگ روشن کر کے اس پر ہنڈیا گوشت کی پکائی اور پھر اس گوشت کو نوش جان فرمایا چنانچہ یہ حکایت کتاب انسان العیون برہان الدین حلبی اور تاریخ علامہ ابن کثیر شامی شافعی میں مذکور ہے اور موخر الذکر کتاب میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے۔ **ویقال ان شعر مالک جعلت النار یعمل فیہ الیٰ**

ان نضبح اللحم ولم یفرغ الشعر من کثرته کہ آگ مالک کے سر کے بالوں میں کار کرنے لگی حتیٰ کہ گوشت پک کر تیار ہو گیا مگر بال تمام نہیں جلے تھے اس لئے کہ وہ کثرت سے تھے اور ترجمہ تاریخ ابوالفدا مولوی کریم الدین پانی پتی میں مذکور ہے کہ بوقت قتل مالک، عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ بھی اس جا حاضر تھے وہ دونوں خالد کو سمجھانے لگے آخر کار مالک نے کہا اے خالد تو مجھ کو ابوبکر صدیق کے پاس لے چل جو وہ حکم کرے گا میں بجا لاؤں گا خالد نے کہا یہ نہیں ہوسکتا میں تو تجھے قتل ہی کروں گا ضرار ابن ازور کو حکم کیا کہ تلوار مار، اس وقت مالک نے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس نے مجھے قتل کروایا ہے وہ عورت بہت خوبصورت تھی خالد نے جواب دیا نہیں خدا نے تجھ کو قتل کروایا ہے کیوں کہ تو مسلمان ہو کر اسلام سے پھر گیا۔ مالک نے کہا نہیں میں اسلام پر قائم ہوں خالد نے کہا اے ضرار گردن مار اس نے ایک ضربت اسکے ایسی گردن پر ماری کہ سر الگ ہو گیا اور اس کے سر کو ہنڈیا کے نیچے جلایا (اس شخص کے سر پر بہت بال تھے) اس کے مرتے ہی خالد نے اس کی زوجہ کو پکڑ کر اپنا دل ٹھنڈا کیا۔ انتہیٰ۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ خالد نے ابن عمر اور ابن قتادہ کو کہا تھا کہ تم بھی مجلسِ عقدِ نکاح میں حاضر ہونا ان دونوں نے انکار کیا ابن عمر نے تو یہ کہا کہ میں ابوبکر کو لکھتا ہوں اور اس کو تیرے نکاح کرنے کی خبر بھیجتا ہوں اس وقت اس کے سامنے انکار کیا مگر پھر نکاح کر لیا اس باب میں ابو نمیر سعدی نے شعر کہے ہیں۔

مالک بن نویرہ کے مقدمہ قتل میں شیخین کی آرا کا اختلاف

واضح رہے کہ حضرت خلیفہ ثانی کو جو خالد سے قصاص لئے جانے اور اس پر حدِ شرعی جاری کرنے کی لاانتہا رغبت تھی اور جو کچھ انہوں نے اس معاملے میں غیر معمولی طور سے داد فریاد مچائی اس کا باعث کوئی دردِ دین و ترویجِ احکامِ شرعِ مبین نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مالک مذکور کے ساتھ آپ کا پرانا زمانہ جاہلیت کا یارانہ تھا اور سلسلہ مصادقت و یک جہتی فیما بین محکم و استوار اور مالک آپ کے ہم عہد و خلفا سے شمار ہوتا تھا۔ اور نیز خالد سے بھی **کما سیجیٔ انفا** انہی وقتوں کی کدورت و کشیدگی چلی آتی تھی یہی وجہ تھی کہ خالد کے ہاتھ سے اس کا مارا جانا سخت ناگوار طبع اقدس ہوا اور جوں ہی اس حادثۂ حائلہ کے اخبار مدینہ پہنچے تو حضرت عمر افروختہ ہو گئے اور انہوں نے نہ ایک مرتبہ بلکہ بارہا ابوبکر سے کہا **ان فی سیف خالد لرھقا فاقتلہ** کہ خالد کی تلوار میں ظلم و زیادتی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اس کو قتل کرنا چاہئے مگر وہاں تو جو کچھ ہوا تھا دلی خواہش کے موافق اپنے حکم و اشارے سے ہوا تھا حضرت عمر کی کیوں کر شنوائی ہوتی لامحالہ سوکھا جواب ملا اور عمر تلملاتے رہ گئے۔ ابن اثیر کامل میں کہتا ہے **قال عمر لابی بکر**

ان سیف خالد فیه رهق واکثر علیه کہ عمر نے ابوبکر سے کہا خالد کی تلوار نے ستم ڈھایا ہے اور بہت مبالغہ کیا اس میں۔ اور مراۃ الزماں میں ہے کہ جب عمر کو خالد کے حالات معلوم ہوئے اور دریافت ہوا کہ اس نے مالک کو قتل اور اس کی زوجہ پر تصرف کیا تو کہا اے بندگان خدا اس عدو اللہ نے ایک مردِ مسلم کو قتل کیا اور اس کی عورت پر سوار ہوا **واللّٰه لنرجمنه بالحجارة** قسم بخدا کہ ہم پتھروں سے اس کو سنگسار کریں گے اور ابوبکر سے کہا کہ تجھ پر واجب ہے کہ اس کو معزول کرے مالک کا قصاص اس سے لے بہ تحقیق کہ اس کی تلوار میں رہق وطغیان ہے پس مالک کا بھائی متمم بن نویرہ حاضر ہو کر خالد سے اپنے بھائی کے خون کا دعوے دار ہوا ابوبکر نے کہا اے عمر **ارفع لسانك عنه** اپنی زبان کو خالد کی عیب جوئی سے باز رکھ وہ کوئی پہلا شخص نہیں جس سے خطا واقع ہوئی ہو عمر نے کہا وارثانِ مالک اس کے خون کے طلب گار ہیں خالد سے قصاص لینا تجھ پر فرض و واجب ہے ابوبکر نے کہا **لا أشيم سيفا سله اللّٰه علي الكفار ابدا** میں اس تلوار کو کبھی میان نہ کروں گا جس کو خدائے تعالیٰ نے کفار پر کھینچا ہے اور تاریخ ابوالفدا سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر نے ابوبکر سے تین درخواستیں علی الترتیب کیں تینوں میں خشک جواب پایا اول کہا خالد نے زنا کیا ہے اسے سنگسار کرو۔ ابوبکر نے کہا میں نہ کروں گا پھر کہا ایک مردِ مسلم کو ناحق مار ڈالا، کہا اس نے جلدی کی اور خطا کی پھر کہا عہدے سے معزول کرو ابوبکر نے کہا جس تلوار کو خدا نے ان لوگوں پر کھینچا ہے میں اس کو میان نہیں کر سکتا۔ عجب تماشا ہے کہ خلیفہ ثانی خالد کو برابر عدو اللہ واجب القتل کہے چلے جا رہے ہیں مگر اول صاحب ان کے ارشاد پا سداد کی (کہ بموجب روایت صحیح ترمذی وغیرہ حق ان کی زبان پر جاری ہوتا تھا) ذرا پروا نہیں کرتے اور برعکس اس کے اس کو سیف اللہ کا خطاب دیتے ہیں اب مقتدی لوگ کیا کریں کس کا اعتبار کریں کس کی بات کو صواب جانیں کس کو خطا۔ کیا اچھی خلافتِ راشدہ ہے۔ اور کیسا عدل وانصاف، تاریخ طبری کبیر میں ہے۔ **فلما بلغ قتلهم عمر بن الخطاب تكلم فيه عند ابي بكر فاكثر فقال عدو اللّٰه غدر عليٰ مسلم فقتله ثم نزا عليٰ امرأته** یعنی عمر خطاب کو قبیلۂ مالک کے قتل ہو جانے کی خبر پہنچی تو انہوں نے ابوبکر سے اس مقدمہ میں گفتگو کی، اور زیادہ کیا کلام کو، اور کہا دشمنِ خدا نے ایک مسلمان کو عذر و مکر سے مار ڈالا پھر اس کی زوجہ پر چڑھ بیٹھا تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ مالک کا بھائی متمم بن نویرہ، ابونہشل شاعر مشہور کم رو اور یک چشم تھا، چوں کہ اس کے جملہ اخراجات کا کفیل اس کا بھائی مالک تھا، وہ نہایت فارغ البالی سے اپنے گھر پر رہتا تھا، جب اس کو مالک کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو مدینہ میں آیا اور نمازِ صبح مسجد رسول اللہؐ میں ابوبکر کے پیچھے پڑھی بعد ازاں ان کے سامنے کھڑا ہو کر اور گوشہ کماں پر تکیہ کر کے ایک دردناک مرثیہ مالک کے حال کا پڑھنے لگا، پڑھتا تھا اور روتا تھا، حتیٰ کہ روتے روتے کماں پر گر

پڑا، اور اس کی کانٹری آنکھ سے بھی اشک جاری ہوئے۔ روایت ہے کہ عمر نے کہا **لو کنت قول الشعر کما تقول لرثیت اخی کما رثیت اخال** اے متمم اگر میں بھی تیری طرح شاعر ہوتا تو ایسا ہی اپنے بھائی کا مرثیہ کہتا جیسا کہ تو نے اپنے بھائی کا مرثیہ کہا۔ غرض متمم کے واویلا کرنے اور حضرت عمر کے شور وغل مچانے کا اتنا اثر ہوا کہ پیش گاہِ خلافت سے خالد کے نام حکم جاری ہوا کہ لشکر کو وہیں چھوڑ کر جریدہ یہاں ہو جائے اور خالد کو بھی دار الخلافہ کی طرف سے اطمینان کلی نہ تھا، اپنی زیادتیاں اور عمر کی اپنے سے رنجش اس کے نصب العین تھی، لہٰذا اس نے راستے میں یہ انتظام سوچا کہ خلوت میں ایسے وقت ابوبکر سے ملاقات کرے جب عمر وہاں نہ ہوں، اس کے لئے اس نے حاجب دربان ابوبکر کو گانٹھا۔ اور آدمی بھیج کر اظہار مطلب کیا اور دو دینار زر سرخ اس کام کے حق الخدمت کے اس کو بھجوا دیئے کہ یہ اول رشوت تھی کہ اسلام میں دی اور لی گئی روضۃ الصفا میں ہے کہ "<u>خالد بنا بر فرمودہ خلیفہ رسولؐ خدا روئے توجہ بمدینہ نہاد و بداں بلدۂ طیبہ نزدیک شدہ دو دینار برسم تحفہ پیش بواب ابوبکر فرستادہ التماس نمودہ کہ او را تنہا در محلے مناسب پیش ابوبکر گزارد و دیگر اور دخول بادے شریک نہ گرداند دربان مبلغ مذکور گرفتہ ملتمس او قبول کرد گویند اول رشوتے کہ در اسلام صدور دریافت آں بود</u>" الخ کہتے ہیں کہ ابوبکر کا معمول تھا کہ صبح سویرے نماز فجر پڑھ کر گھر میں چلے جاتے اور وہاں کچھ دیر تک درود وظائف میں مشغول رہتے پھر دربان باہر آتا اور لوگوں کے لئے اندر داخل ہونے کی اجازت ہوتی پس اس نے دو اشرفی رشوت کی لے کر خالد کو کہلا بھیجا کہ علی الصباح چلا آئے تاریخ طبری میں ہے کہ یہ دربان مرتشی بلال حبشی تھا اور روضۃ الاحباب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خالد کی ابوبکر سے علیحدہ ملاقات بلال ہی نے کرائی مگر راقم کے نزدیک صحیح نہیں کیوں کہ ہمارے نزدیک بلال حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد مدینہ میں نہیں رہا شام کو چلا گیا تھا اور اس نے ابوبکر کی خدمت تو خدمت ان کی بیعت بھی نہیں کی۔ غرض خالد صبح کو اپنے ناقہ پر سوار ہوا قبا جس میں نشان سیاہ زرہ کے رگڑوں کے نمودار تھے پہنی اور عمامہ میں دو تین تیر خون آلودہ، یہ رسم سپہداران جاہلیت، لگائے بڑے طمطراق سے مدینہ میں داخل ہوا بقول ابوجعفر محمدؐ بن جریر طبری چوں کہ ابوبکر کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا مسجد میں آیا اور وہاں حضرت عمر نے اس کو دیکھا اور بروایت روضۃ الصفا ان کا مکان ایک مسجد کے متصل تھا جس کے دروازہ پر حضرت عمر کھڑے تھے بہر کیف عمر نے جو اس کو دیکھا بے تاب ہو گئے اور اچھل کر وہ تیر اس کے عمامہ سے کھینچ لئے اور پیروں میں کچل کر توڑ ڈالے اور کہا **قتلت مسلما و تروت علی زوجۃ** تو نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا اور اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا پھر تکبر کرتا ہے **واللہ لارجمنك یا حجارك** قسم بخدا کہ میں تجھ کو پتھروں سے سنگسار کروں گا، خالد خاموش تھا اور کچھ ہاں نہیں نہ کہتا تھا بگمان اس کے عمر اور ابوبکر کی اس کے حق میں ایک رائے ہے

اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ابوبکر کے امر واشارے سے کہتے ہیں۔ عمر خالد کو کشاں کشاں دروازہ ابوبکر پر لے گئے اور اندر جانا چاہا حاجب مانع آیا اور خود اندر گیا اور واپس آ کر کہا کہ صرف خالد کو بلایا ہے خالد اندر گیا اور عمر بیرون در ہاتھ ملتے رہ گئے طبری کہتا ہے کہ ''عمر دست بردست میز دو میفر مود دریغا کہ خون مالک باطل گشت وہم اکنوں ابوبکر رضی اللہ عنہ را بزبان بفریبد وعذر خواہد داد وعذرش بہ پذیرد'' تھوڑی دیر بعد جب خالد وہاں سے واپس آیا تو اس کی حالت بدل گئی تھی عمر کو دیکھا تو ان کی ماں کا نام لے کر کہا **ھلم الی یا ابن جنتمہ** اے پسر حنتمہ اب تو میرے پاس آ، اور بروایت تاریخ طبری کبیر، دست بقبضہ شمشیر ہو کر کہا، یا ابن الایسر، صاحب تاریخ کہتا ہے کہ خالد نے عمر کو ایسر اس لئے کہا کہ، وہ دستِ چپ سے وہ کام کرتے تھے جو کہ اور دہنے ہاتھ سے کرتے ہیں، یہ کہہ کر خالد جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا عمر کے دل کی اس وقت جو کیفیت تھی ہر کوئی خیال کر سکتا ہے یہی وجہ تھی کہ وہ تمام زمانہ خلافتِ ابوبکر خالد پر دانت پیستے رہے۔ تاریخ مراۃ الزماں میں ہے کہ عمر، ابوبکر کی مدتِ خلافت میں خالد پر غضب ناک رہے، بسبب اس کلام کے جو اس کی طرف سے ان کو پہنچا تھا کہ وہ ان کی ہتک حرمت کرتا ہے اور ذرا عزت نہیں سمجھتا اور کبھی ان کا سیدھی طرح نام نہیں لیتا ہے۔ حقارت سے ماں کے نام کے ساتھ یا ایسر کہتا ہے پس سب سے بڑا گناہ خالد کا عمر کے نزدیک مالک بن نویرہ کا قتل تھا باوجود اس کے اسلام کے اور اس کی عورت کے ساتھ زنا کرنا اور تیر ہائے خون آلود عمامہ میں لگا کر مسجد میں داخل ہونا وہ ابوبکر کو ہمیشہ اس کے معزول کرنے کی ترغیب کرتے رہتے تھے اور اس سے مالک کے خون کا عوض لینے کو کہتے تھے مگر ابوبکر اس میں متوقف تھے، نیز مراۃ الزماں میں، ابوریاش سے منقول ہے، کہ اس نے کہا کہ خالد مدینہ میں آیا تو زوجۂ مالک اس کے ساتھ تھی پس عمر اٹھے اور علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا حقِ خدا ہے کہ اس مرد سے جس نے ناحق ایک مسلمان کا خون بہایا اور اس کی زوجہ پر اس طرح کودا جس طرح کبوتر کبوتری پر جست کرتا ہے، قصاص لیا جائے۔ پھر علیؑ وعمر دونوں سعد وقاص اور طلحہ بن عبداللہ کے پاس گئے اور چاروں ہم عہد ہو کر ابوبکر کے پاس داخل ہوئے اور ان سے کہا **لَا بُدَّ مِنْ ذٰلِكَ** ضرور خالد کو قتل کرنا چاہئے انہوں نے کہا **لا عمد سَيفاً سَلَّهُ اللّٰه**

مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ کے شرف وجود وسخا کا کچھ احوال: تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ عرب اور غیر عرب سے کسی کو نہیں سنا کہ وہ اپنے مردے کے غم میں اس قدر رویا ہو جتنا کہ متمم اپنے بھائی مالک کے غم میں رویا اور نوبت اس کے گریہ وبکا کی یہ پہنچی تھی کہ شعرانے بطور ضرب المثل اپنے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے واقدی نے کتاب الردۃ میں روایت کی ہے کہ عمر خطاب نے ایک بار متمم سے پوچھا **ما بلغ من حزنك علىٰ اخيك** کہ تیرا حزن والم تیرے بھائی پر کہاں تک پہنچا کہا ایک سال تک میری یہ کیفیت تھی کہ رات بھر نہیں سوتا تھا اور یوں ہی صبح

کر دیتا تھا۔ اور جہاں کہیں آگ روشن دیکھتا تو گمان ہوتا کہ میری جان بدن سے نکل جائے گی کیوں کہ اس کو دیکھ کر مجھ کو اپنے بھائی کی آگ یاد آتی جو اس کے حکم سے رات بھر روشن رہتی تھی تا کہ اس کا کوئی مہمان کہیں قرب و جوار میں رات کو نہ رہ جائے آگ دیکھ کر اس کی منزل پر چلا آئے اور نوبت اس کی مہمان نوازی کی یہ پہنچی تھی کہ رات کو چھپ کر اوروں کے مہمانوں کو اپنے ہاں لے آتا۔ عمر نے کہا واقعی وہ بڑا سخی جواں مرد تھا۔ نیز عمر نے متمم سے کہا کہ کچھ اپنے بھائی مالک کا حال بیان کر اس نے کہا اے امیر المومنینؑ میں ایک بار قبائل عرب سے ایک قبیلہ میں اسیر ہو گیا تھا میرے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ آیا جس وقت لوگوں نے اسے آتے دیکھا تو جو بیٹھے تھے کھڑے ہو گئے اور کوئی عورت باقی نہ رہی جس نے گھر میں سے اسے جھانک کر نہ دیکھا ہو پس ابھی اپنے ناقہ سے نہیں اترا تھا کہ مجھ کو رسن بستہ اس کے آگے لا کر حاضر کر دیا اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے کھولا عمر نے کہا **هذا لهو الشرف** کہ بے شک شرف و بزرگی اسی کو کہتے ہیں۔

قصہ خولہ بنت جعفر الحنفیہ واضح رہے کہ جناب خولہ مادر محمد بن حنفیہ فرزند دلبند امیر المومنینؑ کہ اسی مہم خالد میں گرفتار ہو کر مدینہ آئیں۔ اس قوم کے بزرگان و روٴسا سے ایک شخص مسمیٰ جعفر کی بیٹی ہیں حضرت امیر المومنینؑ نے بہ تعیین مہر اس معظمہ کے ساتھ نکاح کیا اور ابوالقاسم محمدؒ بن حنفیہ ان سے متولد ہوئے۔ **بحار الانوار** میں منقول ہے کہ دو مرد امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابو جعفر تم کہتے ہو کہ امیر المومنینؑ اپنے سے پہلے خلیفوں کی خلافت پر رضامند نہ تھے یہ تو فرمایئے کہ اگر ایسا تھا تو انہوں نے خولہ حنفیہ پر جو ابوبکر کے عہد میں گرفتار ہو کر آئی تھی کیوں تصرف فرمایا حضرت نے جابر بن عبداللہ انصاری کو بلوایا حالانکہ بسبب ضعفِ پیری بصارت ان کی جاتی رہی تھی۔ پس جابر آئے اور سلام کیا آنحضرتؐ پر حضرت نے جوابِ سلام دیا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا اے جابر حنفیہ کا قصہ تمہارا چشم دید ہے ان لوگوں سے بیان کرو کیوں کہ یہ چاہتے ہیں کہ اسے حقیتِ خلافتِ ابوبکر کی دلیل گردانیں جابر نے یہ سنا تو گریاں ہوئے تا اینکہ ان کی ریش ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئی اور کہا اے مولیٰ میرے میں ڈرتا تھا کہ دنیا سے اٹھ جاؤں اور کوئی مجھ سے اس حال کی بابت سوال نہ کرے۔ قسم خدا کی کہ میں ایک روز ابوبکر کے پاس بیٹھا تھا کہ بنی حنیف کے اسیر اس کے سامنے حاضر کیے گئے جن کو خالد ولید نے پکڑ کر بھیجا تھا۔ ان کے درمیان ایک لڑکی جوان تھی جب مسجد میں داخل ہوئی تو وہ لڑکی روضۂ مبارک رسولؐ اللہ کی طرف منہ کر کے پکاری **السلام علیك یا رسول اللّٰه** درود رحمت خدا ہو تم پر شہادت دیتی ہوں کہ تم میری آواز سنتے ہو اور جواب دے سکتے ہو۔ انہوں نے ہم کو اسیر کیا ہے حالاں کہ ہم مسلمان کلمہ گو ہیں وحدانیتِ خدا اور تمہاری رسالت کا اقرار کرتے ہیں یہ کہہ کر بیٹھ گئی بروایت ابن شہر آشوب کہا یا رسولؐ اللہ آپ کی امت نے ہم کو کافروں کی طرح اسیر کیا حالاں کہ ہمارا کچھ گناہ

لسان الملک صاحب ناسخ التاریخ نے اس کی روایت کو مختلف مقامات میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے درج کیا ہے۔ بموجب اس روایت کے کوئی دوسو آدمی مہاجر و انصار کے سامنے حضرت نے ان فضائل کو ارشاد کیا اور اپنی امامت پر ان سے احتجاج فرمایا۔ بالجملہ ہم یہاں تمام حدیث کو نقل نہیں کرتے صرف تھوڑا سا اس میں بطور نمونہ کے لکھتے ہیں اور پوری روایت کو کتب مبسوطہ پر حوالہ کرتے ہیں پس حضرت امیر المومنینؑ نے اصحابِ شوریٰ سے کہا کہ میں اب تم پر اس طرح سے حجت تمام کرتا ہوں کہ عرب وعجم بھی اس کے تغیر دینے پر قادر نہ ہوں گے **انشدکم باللہ ایھا النفر جمیعاً ھل فیکم احدٌ وحداللہ قبلی فقالو اللھم لا** یعنی قسم دیتا ہوں میں تم کو اے گروہ حاضرین خدائے بزرگ و برتر کی کہ آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جس نے کہ خدا کو مجھ سے پہلے واحد و یکتا جانا یعنی سب سے پہلے اسلام لایا ہو۔ سب نے کہا اے بار خدا نہیں پھر فرمایا آیا تم میں ہے جس کا جعفر طیار سا بھائی حمزا سید الشہدا سا چچا فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ اللہ سی زوجہ حسنین سردار جوانان بہشت جیسے فرزند ہوں سب نے کہا نہیں غرض اسی طرح اپنے مناقب گنواتے اور قسمیں دے دے کر ہر ایک کا اقرار لیتے چلے جاتے تھے تاانیکہ فرمایا **انشدکم باللہ ھل فیکم احد قال لہٗ رسولؐ اللہ اللھم اننی ناخت باحب الناس الیك والی واشدھم لك حُبّاً ولی حُبّاً یاکل معی من ھذا الطیر واتاہ واکل معہ غیری** یعنی تم کو قسم دیتا ہوں خدائے عزوجل کی کہ آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے کہ رسولؐ اللہ نے اس کی نسبت دعا کی ہو کہ خداوندا میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تیرے اور میرے نزدیک تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب ہو اور سب سے زیادہ تیرے اور میرے ساتھ محبت رکھتا ہو کہ آ کر میرے ساتھ اس مرغ بریاں کو تناول کرے اور وہ آنحضرتؐ کے پاس آیا ہو اور آپ کے ساتھ اکل مرغ میں شریک ہوا ہو بجز میرے **قال اللھم لا** ان سب نے کہا نہیں۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ **حدیث طیر** کتبِ اہل سنت میں مشہورات متواترہ سے ہے۔ تاانیکہ کہتے ہیں پینتیس اشخاص نے اصحابِ جنابِ رسالت مآب سے اس کو نقل کیا ہے اور بزرگانِ محدثین نے اس میں علیحدہ رسالے لکھے ہیں۔ مجمل اس قصہ کا بروایت انس بن مالک وغیرہ اس طرح پر ہے کہ ایک شخص بھنا ہوا مرغ حضرت رسولؐ خدا کے کھانے کے لئے ہدیہ کے طور پر لایا تھا و بروایت علامہ طبری احتجاج میں بہشت سے آیا تھا اور جبرئیل امین اسے لائے تھے پس اس وقت آپ نے بطریق مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات دعا کی **اللھم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی من ھذا الطیر** پروردگار اس شخص کو کہ تیرے نزدیک محبوب ترین خلائق ہو میرے پاس بھیج تا کہ میرے ساتھ اس پرند کے کھانے میں شریک ہو۔ یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ امیر المومنینؑ نے دروازہ پر آ کر دستک دی انس بن مالک کو کہ

عبدالرحمٰن کے درمیان ایسے بیر پڑے کہ ایک نے دوسرے کو ترک کیا اور مہاجرت اختیار کی اور بایک دگر صورت دیکھنے اور ملنے کے روادار نہ تھے۔ اور نوبت ان کی یہ پہنچی تھی کہ عثمان عبدالرحمٰن کو منافق کہتے اور عبدالرحمٰن پیچ تاب کھاتا اور جھنجلاتا کہ میں نے کس لئے اس کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اگر اب میرا اختیار ہو تو جوتی کا تسمہ اسے نہ دوں اور عہد کیا کہ کبھی اس کے ساتھ ہم کلام نہ ہوں گا۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ ولید بن عقبہ نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ تو امیر المومنینؑ پر جفا کرتا ہے کہ اس سے نہیں ملتا کہا اس سے کہہ دینا کہ میں احد کے دن نہیں بھاگا جنگ بدر سے غیر حاضر نہ تھا اور سنت عمر کو میں نے ترک نہیں کیا۔ یعنی یہ سب باتیں تجھ سے عمل میں آئی ہیں مجھ سے نہیں۔ اور کتاب اخبار البشر میں ہے کہ عثمان عبدالرحمٰن کی عیادت کے لئے اس کے گھر گئے تو اس نے دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور ان کے ساتھ بات نہ کی۔

حدیث مناشدہ سنی وشیعہ نے روایت کی ہے کہ روز شوریٰ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فضائل حاضرین سے بیان کئے اور اپنے حقوق ان کو جتلا کر حجت کو بطرز اکمل ان پر تمام کیا اخطب خطباء خوارزم نے اپنی کتاب مناقب میں اور ابن مغازلی شافعی ابن مردویہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں باسناد خود ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا بروز شوریٰ میں دروازہ پر حاضر تھا کہ آوازیں اندر سے بلند ہوئیں پس سنا میں نے کہ علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی اور قسم خدا کی کہ میں اس کار کے لئے اس کی نسبت احق واولیٰ تھا مگر میں نے سن کر اطاعت کی بخوف اس کے کہ یہ لوگ پھر دین آبائی کی طرف لوٹ کر کافر ہو جائیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں اس کے بعد ابوبکر نے عمر کے لئے بیعت لی قسم بخدا کہ میں عمر سے بہتر تھا۔ مگر اسی خوف سے کہ یہ لوگ اسلام کے بعد مرتد نہ ہو جائیں سن کر خاموش رہا اب تم عثمان کے ساتھ بیعت کرنا چاہتے ہو۔ تو میں نہیں سنتا اور نہیں مانتا پس آپ نے فضائل بیان کرنے شروع کئے تمام حاضرین نے جملہ فضائل کو تصدیق وتسلیم کیا۔ ابن مغازلی نے پینتیس فضائل لکھے ہیں کہ اس وقت پیش کئے گئے اور طبری نے لکھا ہے **فهذاه اكثر من مائة حضلة اوردهو عليه السلام على الافة فَضَلَهُ اللّٰه بِها** یعنی سو سے زیادہ خصلتیں ہیں کہ آنحضرتؐ نے امت کے سامنے بیان کیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے ساتھ آپ کو فضیلت بخشی ہے اور علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی نے کہ بزرگان علماء اہل سنت سے ہے اس حدیث مناشدہ (۱) کو سلیم بن قیس ہلالی سے اور بھی بسط سے اس کو روایت کیا ہے۔ چنانچہ مرزا محمد تقی

---

(۱) مناشدہ ونشاد قسم کھلانا۔ چوں کہ اس حدیث میں حضرت امیرؑ نے حاضرین کو قسمیں دے کر یعنی انشدکم باللہ کہہ کر ایک ایک فضیلت کا اقرار لیا تھا۔ اس لئے یہ حدیث مناشدہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ ۱۲۔ منہ عفی عنہ۔

وطاقتی کہ بمقدار اپنے علم و طاقت کے عمل کروں گا۔غرض کچھ ہو حضرت نے سیرتِ شیخین پر عمل کرنے کی ہامی نہیں بھری اور اس سے انکار ہی کیا۔ یہی انکار آنحضرتؐ کا باعث ہوا کہ واضع کو عمرو عاص والی گزشتہ روایت وضع کرنی پڑی تاکہ ظاہر کرے کہ یہ انکار حضرت نے عمرو عاص کے کہنے سے کیا از خود نہیں کیا اور اس سے خلفاء راشدین کے باہمی تعلقات پر حرف نہ آنے پائے مگر بناوٹی باتوں میں ہی تو عیب ہوتا ہے کہ ان سے بنانے والے کا پورا مدعا حاصل نہیں ہوتا اس روایت اغوا عمرو عاص سے یہ فائدہ ہوا کہ حضرت امیر المومنینؑ سیرت شیخین کے منکر نہ تھے تو اس قدر نقصان بھی ہوا کہ عمرو عاص کی قلعی کھل گئی کہ وہ بھی تمام صحابہ کی عدالت کے قائلوں کے واسطے کچھ تھوڑی بات نہیں چنانچہ اسی نقصان کے خیال سے روضۃ الاحباب کا محشی بغیر اس کے کہ نکتہ مذکورہ بالا کو پہنچے اس کے مصنف سے بگڑ گیا کہ اس نے عمرو عاص کی توہین کی۔ بالجملہ حضرت امیر المومنینؑ شیخین و غیر شیخین کو راہ راست بتانے والے تھے نہ کہ ان کی سیرت بحق و باطل پر عمل کرنے والے پس بلاشبہ آپ نے اس لزوم مالا یلزم سے تہ دل سے انکار کیا نہ کہ عمرو عاص کے سکھانے بہکانے سے عمرو عاص جیسوں کا مقدور نہ تھا ایسی باتوں کے لئے حضرت کے سامنے لب کشائی کر سکے ان کا سننا اور قبول کرنا (یعنی دھوکہ کھانا) تو بڑی بات ہے۔ القصہ عثمان نے عبد الرحمٰن کے کہنے کو فوراً قبول کر لیا اور بیعت ان کے ساتھ ہوگئی۔ ابن اثیر کامل میں کہتا ہے کہ اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے کہا اے عبد الرحمٰن یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم ہمارے ضرر رسانی پر متفق ہوئے ہو۔ **فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ** قسم بخدا کہ تو نے آج عثمان کو اس لئے خلافت دی ہے کہ کل وہ تجھ کو واپس دے **واللّٰه کل یوم ھو فی شان** اور شان کبریائی جناب الٰہی ہر روز ایک نئے رنگ پر ہے۔ **بروایت** ارشاد شیخ مفید فرمایا۔ دامادی عثمان تجھ کو اس کے باعث ہوئی جو تجھ سے ظاہر ہوا قسم بخدا کہ تو نے اس سے امید کی جو عمر نے ابوبکر سے کی تھی **مذق اللّٰه بینکما عطر منشم** (۱) منشم مکہ کی ایک مشہور عطر فروش عورت کا نام ہے قبیلہ خزاعہ و جرہم میں آئے دن جنگ و فساد رہتے تھے یہ لوگ کبھی کبھی اس کے عطر سے اپنے تئیں خوشبو کر کے لڑنے جاتے جس مرتبہ ایسا کرتے اسی مرتبہ زیادہ قتل ہوتے اس لئے اس کا عطر نحوست میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ حضرت نے اپنے اس قول **دق اللّٰه بنیکما الخ** میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ حق تعالیٰ تمہارے درمیان عطر منشم کام میں لائے یعنی پھوٹ اور نفاق تم میں پڑے یہ دعا آپ کی جلد مستجاب ہوئی اور عثمان اور

---

(۱) منشم بروزن مجلس ایک خوشبو ہے جو دشواری سے کوٹی جاتی ہے اور ایک حسین و جمیل لڑکی مکہ کی رہنے والی کا نام ہے کہ خوشبو بیچتی تھی اور اسی سے بے مثال مشہور **انتم من عطر منشم** ۱۲ انتہی۔

مسلمین اور مسلمات کے مولیٰ تھے، دیدہ و دانستہ دھوکہ دیا اور انبیاء کرام بشمول ائمہ عظام جمیع گناہانِ خورد و بزرگ سے عمداً و سہواً پاک ہیں، ان کو عمر و عاص جیسے اشخاص انجاس سے نسبت دینا نور کو نار کہنا بلکہ محض تیرہ و تار بتلانا ہے غرض اگلے روز پھر انجمن آراستہ ہوئی آج عبدالرحمٰن تلوار کمر سے لگائے عمامہ سر پر باندھے بڑی کروفر سے دربار میں آئے۔ اور فیما بین گفتگوئیں ہونے لگیں۔ کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ و عمرو عاص دروازۂ دارالشوریٰ پر حاضر ہوئے کہ ثانی الحال سند رہے کہ ہم بھی پانچوں سواروں میں داخل تھے مگر سعد وقاص ان کے مدعا کو تاڑ گئے اور ڈھیلے مار مار کر ان کو وہاں سے اٹھایا تاریخ طبری میں ہے کہ عمار یاسر نے کہا یاروا گر چاہتے ہو کہ تمہارے درمیان اختلاف نہ رہے تو علی علیہ السلام کے ساتھ بیعت کرو مقداد اسود نے ان کی تائید کی کہ عمار درست کہتے ہیں اگر علیؑ سے بیعت ہوگی تو اختلاف ہمارے درمیان سے اٹھ جائے گا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کہ زمانہ رسولؐ خدا میں مرتد ہو گیا تا انیکہ آنحضرتؐ نے اس کا قتل مباح فرمایا تھا اور عثمان نے بروز فتح مکہ بہت منت ساجت سے جان بخشی کرائی بولا اگر چاہتے ہو کہ اختلاف رفع ہو تو عثمان کے ساتھ بیعت کرو عمار نے اس کو جھڑکا کہ اے مرتد تیرا یہاں کیا کام ہے اور تجھ کو مسلمانوں کے کاروبار میں کیا دخل۔ بنی مخزوم سے ایک شخص نے عمار یاسر کو ناسزا کہا اور بنی ہاشم و بنی مخزوم بایک دیگر برا کہنے اور دشنام دینے لگے۔ ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ علی علیہ السلام نے کہا لوگو تم جانتے ہو کہ ہم اہل بیتِ رسالت امت کے نگہبان اور ان کو خوف وخشیت سے بچانے والے ہیں ہمارا حق ہم کو دو تو حق اپنے مرکز و مقام میں قرار پکڑے۔ ورنہ ہم اپنے اونٹوں پر سوار ہوں گے اور جہاں اصلاح دیکھیں گے نکل جائیں گے اور واپس نہ پھریں گے جب تک کہ جو وقت ہمارے لئے معین ہوا ہے آنہ جائے گویا ہماری غیبت دراز ہو۔ قسم بخدا کہ اگر رسولؐ اللہ ہم سے عہد نہ لیتے اور ان حالات کی خبر نہ دیتے تو میں اپنا حق کسی کے پاس نہ جانے دیتا اور اس کی تحصیل میں ساعی ہوتا گو اس کے پیچھے اپنی جان گنواتا انتہیٰ۔ ایک اور ہوشیاری حضرت عبدالرحمٰن سرپنچ صاحب نے یہ کرارکھی تھی کہ وہ ابتدا سے اس وقت تک بھی دھوکہ دیتے اور ظاہر کرتے تھے کہ علی علیہ السلام ہی کو خلافت دینے والے ہیں چنانچہ روضۃ الاحباب میں ہے "روایتے از مسعود آنکہ گفت بامداد کردیم وگماں نمی بردیم بروے الا آنکہ باعلیؑ بیعت خواہد کرد۔ یعنی ازانچہ ظاہری ساخت از قرائن تقدیم وتلطف بااو۔" الغرض عین موقعہ پر عبدالرحمٰن نے وہی اڑنگا لگایا جس کو پہلے سے صلاح و شوریٰ و سوچ سمجھنے کے بعد مہیا کر رکھا تھا یعنی امیر المومنینؑ سے کہا یا علیؑ اگر تم سے بیعت کی جائے تو آیا تم کتابِ خدا و سنتِ رسولؐ و سیرت ابوبکر و عمر پر عمل کرو گے یا نہ آپ نے اس کا جواب مناسب اس طرح پر ارشاد کیا کہ سیرتِ شیخین سے جس قدر کتاب اللہ و سنتِ رسولؐ کے مطابق ہے اس پر عمل کروں گا نہ اس کے مخالف پر کامل ابن اثیر میں ہے کہ فرمایا فاعمل بمبلغ

وعلیؑ کے اوپر ٹھہر گیا ہے ہر چند کثرتِ رائے عثمان کی طرف ہے اِلا اندیشہ ہے کہ علیؑ اپنی ہوشیاری سے کام نکال لے جائے اور عثمان منہ دیکھتا رہ جائے عمرو نے کہا کچھ فکر نہ کرو میں آج شب کو وہ تدبیر کرتا ہوں کہ کل عثمان لابد خلیفہ ہوجائیں **فریب بازی عمرو عاص**: پس علیؑ کے پاس گیا اور بہت خوشامد اور ہمدردی کی باتیں بنا کر کہنے لگا کہ عبدالرحمٰن کل آپ سے پوچھے گا کہ اگر خلافت تم کو ملے تو کتابِ خدا وسنتِ رسولؐ وسیرت شیخین پر عمل کرو گے یا نہیں پس صلاح یہ ہے کہ آپ فی الفور اس کا اقرار نہ کریں کہ کثرت رغبت وحرص خلافت پر محمول ہوگا بلکہ یہ کہیں کہ بقدر طاقت و تواں عمل کروں گا۔ اور ظاہر ہے کہ عثمان سے بھی یہی سوال ہوگا وہ بھی اسی خیال سے پہلے خودداری کرے گا پس جب دوبارہ پوچھے تو بلا قید قبول کرنا۔ اس تدبیر سے امید قوی ہے کہ امر خلافت تم پر قرار دیا جائے حضرت علیؑ نے شکر گزاری کے ساتھ اس صلاح کو قبول کیا یہاں سے نبٹ کر ابن عاص عثمان کے پاس گیا اور اسے اس منصوبہ سے آگاہ کر کے کہا کہ تم بے تامل عبدالرحمٰن کے کلام کو قبول کر لینا انتہیٰ۔ **مولف** اوراق کہتا ہے کہ اس روایت کے تراشنے والے نے اس کو بہت باریک اور دقیق نظر سے تراشا ہے اس کی وضع کی علتِ غائی ہم ذرا آگے چل کر بتائیں گے یہاں اس قدر گزارش ہے کہ محشی صاحبِ روضۃ الاحباب دل دادہ نصرتِ اصحاب وضع روایت کی اس تہ کو نہ پہنچے صرف عمرو عاص کی دغا بازی پڑھ کر آپے سے باہر ہوگئے کہ روضۃ الاحباب جیسی مشہور ومستند کتاب پر طعن کرنے لگے چنانچہ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ''<u>ایں قصہ حیلہ عمرو بن عاص را از کتب معتبرہ باید جست و بر تقدیر ثبوت آں آں را باقتضائے بشری کہ کسے از حضرات انبیاء ازاں محفوظ نیست حمل باید کرد</u>۔'' اقول روضۃ الاحباب خود بڑے پایہ کی معتبر کتاب ہے جس کو شاہ عبدالعزیز، صاحبِ تحفہ جیسے بزرگوں نے معتبر گنا ہے اس کے مصنف جمال الدین محدث شاہ صاحب کے سلسلہ شیوخ صاحبان اجازہ میں داخل ہیں وہ آپ جیسوں کے کہنے سے غیر معتبر نہیں ہوسکتی۔ اور نہ اس کی روایت میں آپ کلام کر سکتے ہیں مگر خیر ہم نے آپ کی خاطر سے دیگر کتب معتبرہ اہل سنت کو بھی دیکھا ان میں سے بھی عمرو عاص کی حیلہ سازی وروباہ بازی اظہر من الشمس ہے اور خاص یہ قصہ بھی تاریخ ابو جعفر محمدؐ بن جزیر طبری مطبوعہ مطبع منشی نوالکشور کے صفحہ ۵۱۷ پر ہو بہو موجود ہے بلکہ جس مقام پر صاحب روضۃ الاحباب نے کچھ مصلحت جان کر فروگذاشت کی اور مبہم لکھ دیا کہ ''بعضے از بنی امیہ بہ نزد عمرو عاص رفتہ گفتند'' اس میں ان بعض نبی امیہ کو بتلایا ہے کہ وہ حضرت ابوسفیان پدر امیر معاویہ تھے اور یاد رہے کہ ابو جعفر طبری وہ شخص ہے کہ آپ کی تو کیا حقیقت ہے اس کے کلام سے ابن حجر مکی اور ابن اثیر جزری جیسے متعصب ومستند لوگ استناد کرتے ہیں۔ پس اب جب کہ یہ روایت دیگر کتبِ معتبرہ سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تو عمرو عاص کی یہ مکاری بمقتضائے بشریت نہیں بتقاضائے شیطنت کہنی چاہی کہ اس نے نفسِ رسولؐ کو بالاتفاق اُس کے، اور جملہ

نہیں چاہتا کہ اہل بیت کے لئے نبوت وخلافت دونوں جمع ہوں پس میں نے چاہا کہ وہ اپنی تکذیب اپنی زبان سے کرے اور لوگ جان لیں کہ پہلا کلام اس کا دروغ و باطل تھا۔ ہم خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ہمارے گھر میں نبوت وخلافت جمع ہوسکتی ہے۔ عباسؑ خاموش ہو گئے۔

نفاذِ وصیت بکمالِ فراست و فطانت: خلیفہ صاحب تو یہ وصیت کر کے اور اس طرح کام ٹھیک ٹھاک کر کے عالمِ بقا کو سدھارے اصحابِ شوریٰ حسب الامران کے دفن کے بعد ایک جگہ جمع ہوئے اس وقت پہلی چال جو میاں عبدالرحمٰن چلے یہ تھی کہ اپنے تئیں خلافت سے نکال لیا تا کہ لوگ ان کی کاروائی کو بے غرضانہ محض نصیحت وخیر خواہی امت خیال کریں اور ان کے کہنے سے باہر نہ ہوں پس زبیر نے اپنا حق امیر المومنینؑ کو بخشا اور طلحہ نے عثمان کو اور سعد نے عبدالرحمٰن کو۔ عبدالرحمٰن پہلے ہی اس سے پہلو تہی کر چکے تھے۔ اس لئے امرِ خلافت امیر المومنینؑ وعثمان بن عفان کے درمیان دائر ہوا۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ عبدالرحمٰن نے کہا تم دونوں مجھ کو اختیار دے دو تا کہ بروئے انصاف تمہارے درمیان فیصلہ کردوں عثمان نے کہا مجھ کو منظور ہے مگر علیؑ خاموش تھے عبدالرحمٰن نے کہا اے ابا الحسنؑ تم میری بات کا جواب نہیں دیتے آپ نے فرمایا اے عبدالرحمٰن عہد کر کہ راہِ راست سے انحراف نہ کرے اور ظلم روا نہ رکھے اور اصلاً رورعایت ورشتہ وقرابت کا لحاظ نہ فرمائے عبدالرحمٰن نے قسم کھائی کہ ایسا نہ کروں گا اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے ابومخنف سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن نے اہل شوریٰ سے کہا کہ مجھے اختیار دو اور میرے اوپر وثوق واعتماد رکھو کیوں کہ میں اپنے تئیں اس سے نکال چکا ہوں سب نے اسے قبول کیا اِلا امیر المومنینؑ نہیں مانتے تھے تا اینکہ ابوطلحہ نے عبدالرحمٰن کے کہنے سے حضرت پر زور دیا اس وقت آپ نے اس سے حلف لیا کہ ایسا اور ایسا نہ کرے پھر کہتے ہیں کہ یہ منتہائی امر تھا جو کہ امیر المومنینؑ اس موقعہ پر کر سکتے تھے اس لئے کہ عبدالرحمٰن نے اپنے تئیں علیحدہ کر لینے سے ان کے دلوں میں اعتبار جما لیا تھا پس حضرت کو قدرت نہ تھی کہ ان سب کے خلاف کریں پس آپ نے جن باتوں کا اندیشہ تھا بتصریح ان کو بیان کر کے اس سے حلف لے لیا مگر کچھ فائدہ اس حلف کا نہ ہوا اور اس کو جو کچھ کرنا تھا وہی کیا۔ پھر صاحبِ روضۃ الاحباب کہتے ہیں کہ اس روز مجلس اسی پر ختم ہوئی کہ عبدالرحمٰن امر خلافت مرجع و مدارِ خلائق ٹھہر گیا جس کسی کو کچھ کہنا سننا ہوتا اس کے پاس جاتا۔ بہتوں کی رائے عثمان کے حق میں تھی بوجہ اس کے حلم وحیا وجود وسخا وورع وتقویٰ وحسن سلوک ومدارا کے بعض علیؑ کی جانب کو ترجیح دیتے تھے یہ سبب اس کے وفورِ علم وکیاست وہ فضیلت وفراست وقرابت ونجابت ومنتہائی دلیری ودلاوری وکمال تقویٰ و پرہیز گاری وفتوت وجواں مردی وعدالت وانصاف پروری وہیبت وصلابت کے نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ بنی امیہ سے ایک شخص نے عمرو عاص کے پاس جا کر کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ اب یہ کارِ عثمان

یہ اس صورت میں تھا کہ ہارون رشید نے عہد خلافت کو بترتیب یکے بعد دیگرے ان کے درمیان قرار دیا تھا پس کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو ترتیب وار بھی نہیں بلکہ کنگھی کے دندانوں کی طرح سب برابر ویکساں رکھے جائیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر، اس روایت کے راوی سے کہا کہ یہ سب تو محمد بن سلیمان سے روایت کرتا ہے تیرا اس میں کیا قول ہے تو اس نے محمدؐ مذکور کی تصدیق کی اور کہا وہ درست کہتا ہے۔ جب بدعتِ شوریٰ اور اس کی قباحتیں کسی قدر ذہن نشین ناظرینِ باتمکین ہوگئیں تو اب اس کے بعد کے حالات سناتے ہیں۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر جوہری کے حوالے سے سہل بن سعد انصاری سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جب علیؑ عمر کے پاس سے باہر آئے تو میں حضرت کے پیچھے ہولیا عباسؑ بن عبدالمطلب ان کے ساتھ جاتے تھے۔ راہ میں انہوں نے عباسؑ سے کہا قسم بخدا کہ خلافت ہم سے نکل گئی عباسؑ نے کہا تم نے کیوں کر جانا۔ کہا نہیں سنا تم نے قول عمر کا کہ اس طرف ہو جدھر عبدالرحمٰن بن عوف ہو پس سعد عبدالرحمٰن سے مخالفت نہ کرے گا کیوں کہ اس کے چچا کا بیٹا ہے اور عبدالرحمٰن عثمان کے خلاف نہ ہوگا کیوں کہ اس کا داماد ہے جب یہ تینوں متفق ہوگئے تو دو باقی اگر میرے ہمراہ بھی رہے تو کیا فائدہ ہوا حالاں کہ مجھ کو بجز ایک کے دو کی بھی اپنی طرف ہونے کی امید نہیں قطع نظر اس کے عمر نے یہ بات ظاہر کرنی چاہی ہے کہ عبدالرحمٰن کو ہم پر فوقیت ہے قسم بخدا کہ حق تعالیٰ نے ان کو ہمارے اوپر فضیلت نہیں دی اور نہ ان کی اولاد کو ہماری اولاد پر بزرگی بخشی ہے بخدا سوگند کہ اگر عمر زندہ رہا تو میں اس کو جتلا دوں گا کہ وہ اول سے آخر تک ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتا رہا ہے اور اس کی رائے ہمارے حق میں کیسی زبوں تھی۔ اور اگر مرگیا اور ضرور مرجائے گا تو یہ لوگ بلاشبہ ہمارا حق مار لینے پر اتفاق کریں گے جب ایسا کریں گے اور ضرور کریں گے تو البتہ مجھ سے وہ امر مشاہدہ کریں گے کہ ان کے مکروہ طبع اور ناپسند ہوگا قسم بخدا کہ مجھ کو حکومت و بادشاہی مطلوب نہیں الا چاہتا ہوں کہ عدل وانصاف کروں اور کتابِ خدا و سنتِ رسولؐ اللہ کو اس امت میں رواج دوں راوی (سہل بن سعد) کہتا ہے کہ پھر آپ ملتفت ہوئے تو مجھ کو پس پشت پایا پس میرا وہاں ہونا ناگوار ہوا میں نے کہا اے ابوالحسن اندیشہ نہ کرو اللہ کہ میں آپ کی ایک بات بھی کسی سے نہ کہوں گا پس قسم بخدا کہ مجھ سے کسی متنفس نے یہ روایت نہیں سنی جب تک کہ علیؑ زندہ رہے۔ اور محمدؐ بن بابویہ علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب عمر نے نامۂ شوریٰ تحریر کیا تو عثمان کا نام اول لکھا اور علیؑ کا نام سب سے آخر درج کیا عباسؑ نے کہا تمہارا نام سب سے پیچھے لکھا ہے تم کو ضرور اس سے نکال دیں گے میرا کہنا مانو تو شوریٰ میں داخل نہ ہو حضرت نے کچھ جواب نہ دیا جب عثمان سے بیعت ہوگئی تو عباسؑ نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ ایسا ہوگا حضرت نے فرمایا اے عمو میرے داخل شوریٰ ہونے کی ایک وجہ تھی جو کہ تم پر پوشیدہ تھی۔ کیا تم نے نہیں سنا تھا کہ عمر سر منبر کہتے تھے کہ حق تعالیٰ

خواہش ظاہر کی اور لوگوں کو اس پر اکسانے اور ترغیب دینے لگا اگر مالکِ اشتر و دیگر شجاعانِ عرب علیؑ کے طرفدار نہ ہوں تو خلافت اس وقت بھی ان کو نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پس جب خلافت طلحہ وزبیر کے ہاتھ سے نکل گئی تو انہوں نے علیؑ کی حکومت میں بکھیڑا کھڑا کر دیا۔ ام المومنین کو نکال کر عراق لے گئے اور فتنہ وفساد قائم کیا کہ بنام جنگِ جمل مشہور ہے بعد ازاں یہ جنگِ جمل جنگِ صفین کا مقدمہ وپیش خیمہ بنا کیوں کہ معاویہ کو علیؑ کے مقابلہ کی جرأت جنگِ بصرہ سے پیدا ہوئی اس نے اہلِ شام کو بھڑکایا کہ علیؑ ام المومنین و دیگر مسلمین سے جنگ کر کے (العیاذ اللہ) فاسق ہو گئے، انہوں نے طلحہ زبیر کو قتل کیا کہ اہلِ جنت سے تھے جو کسی مومن جنتی کو قتل کرے وہ خود جہنمی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ فسادِ صفین نتیجہ وثمرہ تھا فسادِ جمل کا۔ پھر تمام فتنہ وفساد عہدِ بنی امیہ کے اسی جنگ صفین وضلالتِ معاویہ سے پیدا ہوئے اور فتنہ ہائے عبداللہ بن زبیر شاخیں ہیں فتنہ روز دار و گیر (قتل عثمان) کی کیوں کہ ابنِ زبیر کہتا تھا کہ عثمان نے مرنے کے وقت مجھ کو خلافت دی اور مروان حکم وغیرہ کو اس دعوے میں اپنا گواہ بتایا تھا پس حاجب نے کہا، دیکھا تو نے کہ کس طرح پر یہ امور سلسلہ وار ایک جڑ کے پودے اور ایک درخت کی شاخیں اور ایک آتش کے شعلے ہیں اور کیوں کر با یک دیگر متعلق و وابستہ اور چھ اشخاص کے درمیان شوریٰ مقرر کرنے سے پیوستہ ہیں اس سے بھی عجیب یہ ہے کہ کسی نے عمر سے کہا تو یزید بن ابوسفیان و سعید بن عاص و معاویہ وفلاں وفلاں کو تلقاء و مولفتہ القلوب سے عامل و حاکم مقرر کرتا ہے اور علیؑ وعباسؓ وطلحہ وزبیر وغیرہ کو نہیں کرتا تو اس نے کہا کہ علیؑ بسببِ تمکنت مجھ سے کوئی عمل قبول کرنے والے نہیں، اور دیگر قریش سے مجھ کو خوف ہے کہ مختلف علاقوں میں متفرق ہو کر فتنہ انگیزی کریں۔ پس جو شخص ڈرے کہ یہ لوگ شہروں میں جا کر فتنے برپا کریں گے اور خلافت کے دعوے دار ہو جائیں گے وہ کیوں کر نہ ڈرا جب کہ شوریٰ میں چھ اشخاص کو مساوی قرار دیا آیا اس سے زیادہ کوئی امر قریب تر بہ فساد ہے، پھر حاجب مذکور کہتا ہے کہ روایت ہے کہ ہارون رشید نے ایک روز اپنے بیٹوں محمد و عبداللہ کو دیکھا کہ باہم کھیلتے اور ہنستے ہیں یہ دیکھ کر خوش ہوا مگر جب وہ اس کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے تو رونے لگا فضل بن ربیع نے کہا اے امیر المومنینؑ آپ روتے ہیں حالاں کہ یہ مقام شادی و سرور کا ہے نہ کہ رنج والم کا، کہا اے فضل تو دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے اور محبت کرتے ہیں قسم بخدا کہ ان کی یہ محبت بغض و عداوت سے بدل جائے گی اور وہ عنقریب ایک دوسرے کی جان لینے کو تلوار کھینچیں گے اور ملک و سلطنت عقیم (۱) ہے۔ حاجب کہتا ہے کہ

---

(۱) عقیم بروزن امیر وہ مرد جس کے اولاد نہ ہوتی ہو اور کہا جاتا ہے الملک عقیم کہ ملک عقیم ہے یعنی قرابت و رشتہ داری اس میں فائدہ نہیں دیتی کیوں کہ آدمی بادشاہت کے واسطے باپ بھائی بیٹے چچا ماموں سب کو قتل کر ڈالتا ہے۔۱۲۔ کذا فی القاموس۔

بلکہ کُفرِ محض ہے اس لئے ہم نے بھی ان ہزلیات کو نقل نہیں کیا۔ ہاں قضیہ شوریٰ کی نسبت وہ جو کچھ اعتراض کرے قبول و منظور ہے اور اس پر اور ابن ابی الحدید پر حجت ہے اس لئے کہ دونوں سنی المذہب اور عام اہلِ سنت کی طرح ترتیبِ خلافت اور ارشاداتِ خلفاء ثلثہ کے قائل ہیں پس حاجب مذکور نے کہا لیکن دوسرا امر سببِ اختلاف امت کا پس وہ عمر کا خلافت کو چھ شخصوں کے شوریٰ میں مقرر کرنا ہے کہ ان میں سے یا اوروں میں سے کسی ایک کو معین و مخصوص نہ کیا۔ اس لئے ان میں سے ہر ایک کو یہ خیال رہا کہ وہ ریاست و حکومت کے لائق اور ملک و سلطنت کے شایاں ہے اور یہ بات ان کے دلوں میں قائم اور ان کے ذہنوں میں مرتکز و مرتسم ہوگئی پس ان کی طبیعتیں اس پر نزاع کرتیں اور ان کی آنکھیں اس طرف تاکتی تھیں۔ نتیجتاً علیؑ و عثمان کے درمیان اس سے شقاق و دشمنی پیدا ہوئی اور حتیٰ کہ عثمان کے قتل کی اسی وجہ سے نوبت پہنچی، کیوں کہ اصل باعث اس قتل کا طلحہ تھا اس کو شبہ نہ تھا کہ خلیفہ اس کے بعد میں ہوں گا، بوجہ اپنے سابقۂ جہاد کے اور بباعث اس کے کہ وہ ابوبکر کا چچازاد بھائی تھا۔ اور ابوبکر کی قدر و منزلت اس زمانے کے لوگوں کے دلوں میں اس سے زیادہ تھی جتنی کہ اب ہے اور نیز اس وجہ سے اس کو امید تھی کہ وہ سیر چشم و دلیر تھا۔ اور ابوبکر کی حیات میں عمر کا مقابلہ کر چکا تھا۔ یعنی اس سے خواستگار ہوا تھا کہ مجھ کو خلیفہ بنائے پس طلحہ عثمان کے درپے رہا اور اس میں ترقی کرتا اور زیادہ ہوتا رہا۔ قلوب کو اس کی طرف سے پھیرتا اور دلوں کو مکدر کرتا تھا اور مدینہ والوں و دیگر اہلِ شہر و بادیہ کے سامنے اس میں عیب نکالتا تھا اور زبیر اس کا معاون و مددگار تھا۔ کیوں کہ وہ بھی اپنے لئے خلافت کا امیدوار تھا اور ان دونوں کی امیدیں خلافت کی علیؑ کی امیدوں سے کمتر درجہ کی نہ تھیں بلکہ ان سے بڑھ کر تھیں کیوں کہ علیؑ کا رتبہ اول و ثانی پست کر چکے تھے اب لوگوں کے نزدیک ان کی وہ وقعت نہ رہی تھی جو پہلے تھی جو اشخاص کہ آپ کے عہدِ نبوت کی خصوصیات و فضائل سے واقف تھے اکثر ان میں سے فوت ہو چکے تھے جو گروہ اس وقت اٹھا اور جوان ہوا تھا وہ ان کو صرف مسلمانوں میں سے ایک مرد خیال کرتا تھا اور یہ کہ وہ رسولِ خدا کے چچا کے بیٹے اور ان کی دختر کے شوہر اور ان کے نواسوں کے باپ ہیں ماسوا اس کے تمام باتیں ان کی فضیلت کی بھول بسر گئی تھیں علاوہ بریں ان کو قریش کے بغض و انحراف سے وہ امر پیش آیا تھا کہ کسی کو نہ آیا ہوگا یہ لوگ جس قدر آنحضرت سے عداوت رکھتے تھے ویسے ہی طلحہ زبیر کے دوست تھے کیوں کہ کوئی وجہ عداوت کی ان کے ساتھ نہ تھی اور وہ آخر عہدِ عثمان میں قریش کی تالیفِ قلوب کرنے اور عطا و بخشش کا ان کو وعدہ دینے لگے تھے۔ پس وہ اپنے نزدیک اور اوروں کے بھی بالفعل نہیں تو بالقوہ خلیفہ بنے ہوئے تھے کہ عمر نے ان پر نص کی تھی اور ان کی خلافت پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ اور عمر کا قول و فعل عموماً مقبول و پسندیدہ تھا اور وہ زندگی میں اور مرنے کے بعد دونوں حالتوں میں نافذ الامر و قابل اطاعت تھا۔ پس عثمان قتل ہوا تو طلحہ نے اس کی

باشد کہ او احق است بخلاف از صاحب خود بنا بریں با خلیفۂ وقت مخالفت نمودہ مقاتلہ و محاذ کند دوم آنکہ کتاب اللہ را بہ مُدعا خود تاویل کند بغیر تاویل حقیقی و غیر معنی مراد“۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو امیر المومنینؑ کی طرف سے کھٹکا تھا کہ شاید بوجہ اپنی حقیقت کے وہ عثمان سے لڑائی کریں اور جو آیاتِ قرآن کہ ان کے حق میں نازل ہوئیں اور ہم نے بہ اغراض نفسانی ان کے معنے بدل رکھے ہیں وہ اصلی معنے بیان کر کے اپنی طرف خلقت کو دعوت کریں، اس لئے اس کا یہی بندوبست کر دیا کہ اگر وہ ایسا کریں تو قتل کرو۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور تدبیر انہوں نے یہ کی کہ معاویہ و عمر و عاص کو چلتے چلتے خلافت کی چاٹ لگا گئے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ جب عمر کے خنجر لگا اور انہوں نے جانا کہ میں اس زخم سے جانبر نہ ہوں گا تو انہوں نے کہا اے اصحابِ محمدؐ تم باہم اتفاق رکھو اور ایک دوسرے کی نصیحت و خیر خواہی میں سرگرم رہو ایسا نہ کرو گے تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ معاویہ و عمر و عاص تم سے اس امر کو لے لیں گے اس کے بعد شیخ مفید علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ غرض عمر کی اس کلمہ سے یہ تھی کہ اگر علیؑ تک خلافت پہنچ جائے تو عمر و عاص مصر کا اور معاویہ شام کا حاکم ہے وہ ان ملکوں کو دبا لیں گے۔ اور نیز ابن ابی الحدید نے قضیۂ شوریٰ کی دیگر مفاسد پر ایک روایت طولانی محمدؐ بن سلیمان بن قتلمش حاجب الحجاب سے بواسطہ ابوجعفر بن مکی حاجب کے نقل کی ہے، اس کے صدر میں کہتا ہے کہ محمدؐ مذکور ایک مردِ ظریف و ادیب تھا چوں کہ علوم حکمیّہ ریاضیہ میں دسترس رکھتا تھا اس لئے کسی خاص مذہب میں تعصب اس کو نہ تھا ابوجعفر مسطور نے اس سے اختلافات واقعہ دربابِ خلافت کا سبب دریافت کیا، تو اس نے دو امر اصل اور منبع ان تمام تنازعات اور اختلافات کے بتلائے۔ ایک یہ کہ خود رسولؐ اللہ نے اس امر میں (معاذ اللہ) اہمال و سستی کی کہ معاملہ یکسو نہ فرمایا پس اس بیان کو مشرح لکھ کر اس کی نسبت آپ کے عذروں کو بالتفصیل ذکر کیا ہے ہمارے نزدیک تمام جھک مارا اور بے ہودہ بکا ہے۔ کیوں کہ ہم بار بار کہہ چکے کہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے اس مقدمہ میں سر مو کوتاہی نہیں فرمائی۔ خلافتِ امیر المومنینؑ کو حسبِ ارشادِ رب العالمین بوجہ اتم و اکمل امت کو پہنچایا۔ اور کیوں کر نہ پہنچاتے جب کہ اس مقدمہ میں وعید و شدید **وان لم تفعل فما بلغت رسالته** وارد تھی یعنی ارشاد حق تعالیٰ تھا کہ اے محمدؐ اگر تم امر امامت علیؑ بن ابی طالب کا اُمّت کو نہ پہنچاؤ گے تو گویا تم نے خدا کی کچھ بھی رسالت نہیں ادا کی، پس اس میں ذرا شبہ نہیں کہ خدا اور رسولؐ کی طرف سے اس کا اعلان کما حقہ ہوا اور جن کو توفیق الٰہی شامل حال تھی انہوں نے اس ارشادِ خدا و رسولؐ کو قبول کیا باقی بطمع مال و جاہ اس کے منکر ہوئے سو وہ جانیں آنحضرتؐ کا اس میں کیا قصور آپ کی نبوت کی بھی تو تمام عالم نے تصدیق نہیں کی، کروڑوں اس کے منکر رہے اور ہیں اس سے تبلیغِ رسالت کو کیا عیب لگ سکتا ہے پس اس حاجب محجوب العقل نے جو کچھ نبوت کو سلطنتِ دنیا پر قیاس کر کے اپنی عقلِ ناقص کے موافق یہاں کلام کیا ہے سراسر لغو

معاف ہی رکھیں تو بھی غنیمت ہے۔ اس کے بعد ابن الحدید کہتا ہے کہ عمر نے ابوطلحہ انصاری کو بلوا بھیجا، حاضر ہوا تو کہا اے ابوطلحہ دیکھو جب مجھ کو دفن کر کے واپس پھرو تو پچاس مردِ انصار کے ساتھ ننگی تلواریں لے کر حاضر ہو اور اہل شوریٰ سے کہو کہ کارروائی شروع کریں، ان کو ایک مکان میں داخل کر کے تم اس کے دروازے پر کھڑے رہنا کہ وہ شوریٰ کر کے ایک کو اختیار کرلیں، پس اگر پانچ شخص ایک طرف ہو جائیں اور ایک جدا رہے تو اسے قتل کرو، اور جو چار اتفاق کریں اور دو انکار کریں تو ان دو کی گردن مارو، اور اگر تین علیحدہ ہو جائیں تو عبدالرحمٰن والے تین کو دیکھو کہ کون سے ہیں دوسرے تین کو جو اس کے خلاف ہوں مار ڈالو۔ اور اگر تین روز گزر جائیں اور یہ لوگ کسی امر پر متفق نہ ہوں تو تمام کو قتل کرو، مسلمان اپنے آپ کسی کو اپنے لئے اختیار کرلیں گے، تمام ہوئی روایت، سبحان اللہ کیا فیصلہ ناطق ہے کہ تین روز میں اتفاق نہ کریں تو سب مارے جائیں کوئی پوچھے تین دن کی قید آپ نے کون سی آیت اور کس حدیث سے استنباط کی۔ اگر نصبِ خلیفہ اتنا اہم و ضروری امر تھا کہ اس میں کوتاہی کرنے والا کوئی کیوں نہ ہو آپ کے نزدیک واجب القتل تھا (اور درحقیقت ایسا ہی تھا بھی نہ ہوتا تو آپ رسولؐ اللہ کے جنازے کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ کیوں دوڑے جاتے) تو اسی روز بلکہ اسی وقت طے ہو جانا چاہئے تھا۔ یہ کہ تین روز تک اس کا انتظار کرنا۔ علاوہ برایں جب آپ بایں تسلط و جبر اتنے عرصۂ دراز میں خود اس معاملے کو طے نہ کر سکے یعنی ان چھ اشخاص میں سے کسی ایک کو ترجیح نہ دے سکے تو ان سے بحالتِ ہمسری تین دن کے اندر تصفیہ کر لینے کی کیوں کر آپ کو امید ہوگئی، اس حساب سے تو آپ نے تین دن کے بعد چھیوں کے قتل کا حکم دے کر اسلام ہی کا خاتمہ کرنا چاہا تھا۔ حق یہ ہے کہ یہ صرف خلیفہ صاحب کی ظاہری باتیں تھیں کہ اپنے تئیں اس طرح سے صاف اور بے لاگ ثابت کرنا چاہتے تھے ورنہ اصلی مدعا تو آپ کا اس سارے گورکھ دھندے سے حضرت عثمان کو خلیفہ بنانا تھا کیوں کہ ان کو اپنے ڈھپ کا دیکھ لیا تھا اور جان گئے تھے کہ کنبہ قبیلہ والا ہے کام بھی چلالے گا۔ چنانچہ اسی غرض کی تکمیل کے لئے عبدالرحمٰن والی بیخ بڑھائی تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ اس صورت میں بے شبہ عثمان خلیفہ ہو جائیں گے۔ اول تین شخص عبدالرحمٰن سعد طلحہ ان کی طرف ہوں گے، نہیں تو، بباعثِ قرابت ہرگز ان سے تجاوز نہیں کر سکتے پس باقی دو یا تین اگر مخالفت بھی کریں گے تو چوں کہ عبدالرحمٰن کے خلاف ہوں گے تو مارے جائیں گے۔ پس اس تمام منصوبہ سے درحقیقت آپ کے دو مقصود تھے ایک عثمان کو خلافت دلانا دوم نفسِ رسولؐ کا قتل کرانا جس کے وہ آج نہیں، خلیفہ اول کے عہد سے خواہاں تھے۔ جب کہ دونوں نے خالد ولید کو اس کار کے لئے مقرر کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اس کے لئے وہ تقریر خلیفہ صاحب نے، وفات سے پہلے عام مسلمانوں کے خطاب میں فرمائی، جو روضۃ الاحباب میں بدیں عبارت نقل ہوئی ہے ''بدرستیکہ نمی ترسم برشما مگر از دو شخص یکے آنکہ گمان دے

ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا جب یہ باتیں ہوں اور ضرور ہوں گی تو اس وقت مجھ کو یاد کرنا۔ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ تمام روایت ہے جس کو جاحظ نے کتابِ سفیانیہ میں نقل کیا ہے اور ایک اور جماعت نے اس کو درباب فراست عمر ذکر کیا ہے اور علامہ ابوالحسن مادرروی نے کتابِ احکامِ سلطانیہ میں نقل کیا ہے کہ عمر نے عثمان سے کہا **کیف تحب المال والجنة** کہ تو کیوں کر مال اور بہشت کی محبت کو جمع کر سکتا ہے اور بعض روایات میں خلیفہ ثالث کو بدتر از روثہ وسرگین ارشاد کیا۔غرض ان تمام حکایات وروایات سے ظاہر ہے کہ خلیفہ ثانی نے اکابر صحابہ و بزرگان امت کو کہ بعد شیخین کے دوسرا ان کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔بھرے مجمع میں ذلیل کیا اور پیٹ بھر کر ان کی توہین وتحقیر فرمائی عثمان ذی النورین ثالث خلفاء راشدین کی بہت بری طرح خبر لی کہ ان کو فسق وفجور کرنے کا مسلمانوں پر مسلط کرنے والا اور مال خدا کا ناحق ناروا لٹانے والا بتایا اور نیز ان کو طالبِ مال اور معتقد خیال محال روپیہ اور جنت کی دوستی کا جامع فرمایا اور بموجب بعض روایات روثہ وسرگین سے بھی بدتر کہا۔قبیلہ زہرہؓ کی کہ سعد وقاص وعبدالرحمٰن عوف جیسے دو رکن رکین اسلام اس سے تھے بہت بے قدری کی کہ ان کو عموماً ناقابل حکومت وریاست قرار دیا۔ابن عوف کی ہر چند بموجب بعض روایات مدح کی مگر ساتھ ہی ضعیف و سست کہا لیکن بعض دیگر کے موافق اس کو فرعون امت فرمایا اور بیوی کے کہنے پر چلنے والا یعنی مطیع زن عبدالزوج کا لقب عنایت کیا۔طلحتین جواری رسول الثقلینؐ کی وہ مٹی خراب کی کہ عمر بھر اس صحبت کو نہ بھولے ہوں گے۔زبیر کو صاف صاف کافر کہا شیطان فرمایا انتہا درجہ کا کنجوس مکھی چوس بتایا طلحہ کو کافر دشمنِ خدا ایذا دہندۂ رسولؐ جو کچھ کہیئے ارشاد کیا،اور یہ کہا کہ وہ ایک انگلی جہاد میں کٹوا کر اتنا غرور کرتا ہے کہ آپے میں نہیں رہا۔ غرض بہت برا سلوک خلافت مآب نے جماعتہ بزرگان اصحاب سے کیا۔اس سے بڑھ کر صحابہ کی مذمت اور بدگوئی اور کیا ہوگی تعجب ہے کہ شیعہ خلفاء ثلثہ کی نسبت کچھ لب کشائی کریں تو حضراتِ اہل سنت کے نزدیک کافر زندیق قرار پائیں اور یہاں حضرت عمر برملا ان بزرگواروں کی کہ خود ان کے ہی قول کے موافق رسولؐ اللہ جن سے آخر تک رضامند رہے یوں مٹی پلید کریں اور ان پر ذرا حرف نہ آئے بلکہ الٹا اور یہ امر ان کے مناقب ومآثر میں شمار کیا جائے۔اگر ثلثہ کی بدگوئی شیعوں کے مناقب میں شمار نہ کریں تو کاش ان کو معذور و

کتاب کی زبانی پہلے سے یہ حالات معلوم ہو گئے تھے۔صاحب حدائق الحقائق علیہ الرحمہ نے سنن ابوداؤد و جامع الاصول سے نقل کیا ہے کہ عمر نے بیت المقدس میں اسقف عالم نصاریٰ سے خلفاء کے حالات دریافت کئے تھے اور اس نے ہر ایک کی کیفیت آپ سے بیان کی تھی اور ابن ابی الحدید نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کعب الاحبار نے آپ کو اس سے مطلع کیا تھا اور ممکن ہے کہ حضرت رسالت پناہ سے یہ باتیں سنی ہوں۔ بہرکیف صاحبِ ازالتہ الخفاء وغیرہ نے جو اس کو فراساتِ عمر میں داخل کر کے انتہیٰ درجہ کی آپ کی مدح سرائی فرمائی ہے جو ایک قسم کی دھوکہ دہی ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ۔

ان کو راستی سے بھٹکا دے۔ نیز ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ ایک بار امیر المومنینؑ عمر کے پاس بیٹھے تھے اٹھے تو اس کے اصحاب سے ایک مرد نے آپ کو کبر وفخر سے نسبت دی عمر نے کہا سزاوار ہے کہ وہ تکبر کریں بہ تحقیق کہ اگر ان کی تلوار نہ ہوتی تو عمود اسلام راست نہ ہوتا اور وہ علم قضا میں سب سے فائق ہیں اور ان کے لئے ہے سوابق اسلام اور شرف اس امت کا۔ حاضرین سے ایک شخص نے کہا ایسا ہے تو کیوں تم ان کے تئیں خلیفہ نہیں بناتے۔ کہا ہم ان کی جگہ خلافت کرتے ہیں بسبب ان کی صغر سنی کے اور نیز اس سے کہ وہ اولاد عبد المطلب کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کم سنی جب عیسیٰؑ و یحیٰؑ وسلیمان کے لئے مانع نبوت نہ ہوئی تو امیر المومنینؑ کے لئے مانع امامت کیوں کر ہوسکتی ہے اور محبت صلحا۔ اقربا قربتہ اللہ تھی۔ لطیفہ ایک مرتبہ حضرت خلیفہ ثانی کو بھی اپنے عہدِ خلافت میں چھل وذل لگی سوجھی۔ مگر خلاف عادت بات تھی جامۂ عاریت کی طرح راس نہ آئی خفت اٹھائی۔ استیعاب وغیرہ میں ہے کہ سواد بن قارب نام ایک شخص بنی سدوس سے تھا بعض نے اس کو صحابہ میں بھی گنا ہے وہ پیشتر کھانت کا پیشہ کیا کرتا تھا اب مسلمان ہو کر تمام نامشروع کاموں سے توبہ خالص کر چکا تھا۔ خلافت پناہ ایک روز اس سے مزاح کرنے لگے کہ **مافعلت کھانتك یا سواد** اے سواد اب وہ تمہاری کھانت کہاں گئی، سواد اس کلام سے بوئے طنز پا کر مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اور بولا جو باتیں کفر وجاہلیت کے زمانے میں ہم تم کیا کرتے تھے وہ کھانت سے بھی بدتر تھیں تم کس لئے اس امر پر طعن کرتے ہو جس سے میں توبہ کر چکا ہوں اور حق تعالیٰ سے امیدوار عفو ومغفرت کا ہوں۔ **القصہ** ریاض النضرہ وغیرہ میں ہے کہ جب اصحاب شورائی عمر کے پاس سے باہر نکلے تو انہوں نے امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کر کے مکرر کہا کہ اگر لوگ ان کو والی امر کریں گے تو وہ ان کو طریق حق پر لے جائیں گے۔ اس وقت آپ کے لختِ جگر عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ اے امیر المومنینؑ پھر آپ کس لئے ان کو اپنے سامنے خلیفہ نہیں کر دیتے تو فرمایا میں کراہت کرتا ہوں کہ زندہ ومردہ اس بوجھ کا متحمل ہوں۔ **بروایت** ابن ابی الحدید حضرت امیرؑ سے فارغ ہو کر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور کلمہ **ھاھا الیك** جس سے اونٹوں کو زجر کرتے اور جھڑکتے ہیں ان سے خطاب کیا۔ پھر فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں کہ قریش نے بباعثِ محبت کے کہ تیرے ساتھ ہے تجھ کو فرمانروا مقرر کیا ہے اور تو نے بنی امیہ اور پسرانِ ابی معیط کو خلائق کی گردنوں پر سوار کیا یعنی ان کا حاکم بنایا اور اموال فے کو ان کے لئے مخصوص کر دیا ہے پس ایک گروہ گرگان عرب نے آ کر تیرے فرش پر تجھ کو قتل کیا ہے قسم بخدا کہ اگر تجھ کو خلافت ملی تو تو ایسا کئے بغیر نہ رہے گا اور تو نے یہ کیا تو وہ تجھے قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے پھر حضرت عثمان کی پیشانی (۱) کو

---

(۱) بغرض صحت روایت خلیفہ ثانی کی حضرت عثمان کی نسبت اس وثوق کے ساتھ پیشین گوئی کرنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ آپ کو علماء اہل

(بقیہ اگلے صفحے پر)

خلاف ہو تب بھی کچھ حرج نہیں۔ جب کہ یہ خصلت سلیم الطبع لوگوں کے نزدیک مکارمِ اخلاق ومحاسن آداب میں شمار ہوتی ہے اور انبیاء کرام تک اس صفت سے موصوف ہیں **انی لاقول الا حقاً**۔ ترجمہ نہیں کہتا ہوں میں مگر حق۔ عائشہ رضی اللہ عنہا گوید پیغمبرؐ بسیار مزاح میکرد ومیگفت **ان اللہ لا یؤاخذ المزاح الصادق فی مزاحہ** کہ حق تعالیٰ مواخذہ نہیں کرتا سچا مزاح کرنے والوں سے اس کے مزاح کرنے میں انتہیٰ۔ علامہ ابوعیسیٰ محمد بن سوٗر ترمذی نے جس کی کتاب صحیح ترمذی صحاح ستہ اہل سنت میں داخل ہے کتاب شمائل النبی میں مزاحاتِ پیغمبرؐ خدا کو تفصیل وار بیان کیا ہے حتیٰ کہ ایک علیحدہ باب اپنی کتاب میں اس کے لئے ترتیب دیا ہے۔ اس میں ہے کہ ایک شخص نے رسولؐ اللہ سے سواری طلب کی آپ نے براہ خوش طبعی فرمایا میں تجھ کو بچہ ناقہ، سوار ہونے کو دوں گا اس مرد نے کہا یا رسولؐ اللہ میں ناقہ کے بچے کو لے کر کیا کروں فرمایا **هل تلد الابل الا النوق** یعنی کون سا اونٹ ہے جو ناقہ (اونٹنی) کا بچہ نہ ہو۔ اور انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک مرد زاہر نام اہل بادیہ سے کوتاہ قد زشت رو تھا رسولؐ اللہ اس کو دوست رکھتے تھے ایک روز وہ بازار میں بیٹھا مال بیچ رہا تھا کہ رسولؐ اللہ نے پیچھے سے آکر اس کو آغوش میں لے لیا چوں کہ اس نے آنحضرتؐ کو نہ پہچانا تھا بولا کون ہے مجھ کو چھوڑ دے پھر جو مڑ کر دیکھا اور حضرت کو پہچانا تو پیچھے کو سرکنے لگا تا کہ پشت کو سینہ اطہر سے ملا دے رسولؐ خدا نے فرمایا **من یشتری العبد** کون اس غلام کو خریدتا ہے زاہر نے کہا قسم بخدا یا رسولؐ اللہ آپ فروخت کریں گے تو مجھ کو کاسد اور کھوٹا مال پائیں گے حضرت نے فرمایا مگر تو خدا کے نزدیک کاسد نہیں۔ بروایتے فرمایا **انت عبد اللہ** تو بندہ خدا ہے دیکھئے حضرت رسولؐ خدا کس فراخ دلی کے ساتھ اپنے اصحاب کے ساتھ مزاح کرتے تھے پس چاہئے کہ حضرت خلیفہ ثانی کے نزدیک وہ حضرت بھی قابل نبوت نہ ہوں بہت بجا کہا ہے اس موقعہ پر مولانا مفتی محمد قلی علیہ الرحمہ نے کہ یہ اعتراض خلافت مآب کا امیر المومنینؑ پر نہیں در حقیقت حضرت خاتم المرسلین پر ہے اور کلمہ **ان الرجل لیھجر** سے کمتر نہیں۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مراد عمر کی مزاح سے وہ مزاح ہے کہ منافی تمکین ووقار ہو کہ نفاذ حکم میں اس سے خلل پڑے، اور متضمن ہو اوپر لہو ولعب کے، سو تمام جہان جانتا ہے کہ وہ حضرت ان اوصاف کے برخلاف سے موصوف تھے کیوں کہ آپ کا رعب کفار ومنافقین کے دلوں میں اس قدر جاگزین تھا کہ صرف نام سن کر تھراتے تھے بلکہ اسی سبب سے اکثر منافقین ان کے برخلاف پر رضامند نہ ہوتے تھے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب آپ خاموش ہوتے تو ہم کو جرأت نہ تھی کہ بات شروع کر سکیں عمر خود آنحضرتؐ کو فخر وتکبر سے منسوب کرتے تھے چنانچہ ابن ابی الحدید نے زبیر بن بکار سے روایت کی ہے کہ عمر نے ابن عباسؓ سے کہا کہ اگر تمہارے صاحب والی ولایت وامامت ہوں تو مجھ کو خوف ہے کہ ان کی خود پسندی وعجب

ایمان تیرے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ہر آئینہ تیرا ایمان راجح نکلے۔ مگر خلافت کے کام کے واسطے تجھ سا ست ضعیف آدمی لائق نہیں **وما زھرة وھذا الامر** اور کہاں بنی زہرہؓ اور کہاں امر خلافت و بروایت ازالۃ الخفا فرمایا **انہٗ رجلٌ ضعیف" لوصار الامر الیه لوضع خاتمه فی یدامراته** کہ عبدالرحمٰن ایک ضعیف اور ست آدمی ہے اگر وہ خلیفہ ہو تو اپنی انگوٹھی اپنی زوجہ کے ہاتھ میں پہنا دے یعنی تمام کاروبار خلافت اس کے رائے اور صلاح سے کرے اور خود کچھ نہ کر سکے اور عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن کو کہا تو اس امت کا فرعون ہے بروایت اول **ثم اقبل الیٰ علیٌ** کہ خلافت پناہ ان سب کے بعد علی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا **للّٰه انت لولا دعابته فیك** کہ تو خدا کے لئے ہے یعنی پسندیدۂ واختیار کردہ خدا ہے اگر مزاح وخوش طبعی تجھ میں نہ ہوتی پھر کہا قسم خدا کی اگر تو ان پر والی ہو تو حق واضح اور راہ روشن پر ان کے تئیں چلائے۔ **مولف** کہتا ہے کہ اکثر روایات اہل سنت سے کہ صاحب تشئید علیہ الرحمہ نے اس مقام پر نقل کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی نے مدح وستائش امیر المومنینؑ میں اس موقعہ پر کوتاہی نہیں فرمائی اور اپنے تئیں صاف اور بے لاگ ثابت کرنے کے لئے بار بار آپ کے احق واولیٰ بخلافت ہونے کا اقرار کیا ہے۔ کبھی فرمایا کہ یہ ان کو حق پر رکھیں گے گو تلوار ان کی گردن پر ہو۔ کبھی آپ کے ایمان کو تمام جہان کے ایمان سے باوزن وراجح فرمایا۔ اِلا خصوصیت کے ساتھ آپ کے خلیفہ کر دینے میں عذر بارد مزاح اور خوش طبعی کار فرماتے رہے بادی النظر میں حیرت ہوتی ہے کہ باوصف اقرار فضیلت بایں شدومد کے پھر اس عذر پوچ اور لغو کے کیا معنی مگر قاعدہ ہے کہ حق الامر کا مخالف خواہ کیسی ہی سنجیدگی سے کیوں نہ کام کرے کبھی سرخرو وسرسبز نہیں ہونے پاتا بلکہ جس قدر دقتِ نظر و باریک بینی کو کام میں لاتا ہے اسی قدر الٹا بدنام ورسوا ہوا کرتا ہے اس کی مثال ٹھیک ایسی ہے جیسے کوئی مسافر راہ راست سے منحرف ہو جائے تو جس قدر وہ تیز وتند چلے گا اسی قدر منزل مقصود سے دور ہوتا جائے گا۔ یہی حال بعینہ خلیفہ ثانی کا اس مقام پر ہے کہ حق کو حق دار سے روکنے میں جو حیلہ وہ کرتے ہیں ٹھیک نہیں بیٹھتا اور جتنا رفع تہمت کی نیت سے امیر المومنینؑ کے مناقب ومفاخر بیان کرتے ہیں۔ اتنا ہی الزام کے دلدل میں پھنستے جاتے ہیں۔ بھلا جب وہ حضرت بقول آپ کے امت کو راہِ راست پر چلانے والے اور اس امر میں یہاں تک سخت وشدید ہیں کہ کبھی ان کو حق سے ادھر اُدھر نہ ہونے دیں گے گو آنحضرتؐ کے گلے پر تلوار بھی رکھ دی جائے تو فرمایئے کہ مزاح وخوش طبعی ان کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہے واضح رہے کہ یہ مزاح و خوش طبعی جس کو خلیفہ صاحب نے خلافت نہ دینے کا عذر قرار دیا اور جسے بعدہ عمرو عاص جیسے چلتے پرزوں نے آنحضرتؐ کا مستقل عیب گردان کر موجب طعن ٹھہرایا۔ اگر حضرت عمر جیسے چڑچڑے اور عبوس طبیعت والوں کے واقع میں بھی

میں تجھے اس وقت سے جانتا ہوں جب کہ بروز احد تیری انگلی کٹ گئی تھی اور بدیں سبب نخوت تجھ میں پیدا ہو گئی تھی۔
وبروایت ازالۃ الخفا فرمایا **ماکان اللہ لیرانی اولیہ امرا مۃ محمدؐ وھو علیٰ مافیہ من الزھو** کہ البتہ مجھ کو خدا نہ دیکھے گا کہ میں امت محمدؐ پر اس کو والی کروں حالاں کہ جو کچھ کہ غرور اس میں ہے سو ہے بروایت اول کہا۔رسولؐ اللہ نے انتقال کیا اور وہ حضرت تجھ سے بوجہ ایک کلمہ کے کہ تو نے بروز نزولِ آیہ حجاب کہا تھا ناخوش تھے۔ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ہمارے شیخ ابوعثمان جاحظ نے کہا کہ کلمہ مذکورہ یہ تھا کہ جب آیہ حجاب نازل ہوئی تو طلحہ نے ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے اس کے کلام کو رسولؐ اللہ سے نقل کیا یہ کہا **ما الذی یغیبہ حجابھن الیوم و سیموت غدا فنکحھن** کہ آج اپنی ازواج کا پردہ میں رکھنا ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا کل جب کہ وہ مریں گے تو ہم ان کے ساتھ مقرر نکاح کریں گے۔حقیر مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابوعثمان جاحظ جس سے ابن ابی الحدید نے یہ تمام حدیث نقل کی ہے بزرگان اہل سنت اور ان کے مشہور علما میں سے ہے کہ جمہور علما اس کے کلام کو جا بجا سنداً نقل کرتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ جاحظ مذکور عدوِ خاص امیر المومنینؑ کا ہے بحدیکہ تواتر حدیث غدیر، کا تمام جہان کے خلاف منکر ہے، چاہئے کہ ان کے نزدیک معمول سے زیادہ موقر و مقبول ہو۔پس اب دیکھئے کہ ایسے ثقہ وسند کی روایت سے کس قدر شوخ چشمی و بے باکی جناب طلحہ کی عیاں ہے کہ ننگ و ناموس رسولؐ اللہ بھی ان کی زبان سے نہ چھوٹا۔اور وہ کلمہ انہوں نے کہا جس کے تصور سے ایک مسلمان پسینہ پسینہ ہو جائے چہ جائیکہ اس کو منہ سے نکالا جائے یہ ناہنجار کلام سن کر، کیا کچھ صدمہ حضرت رسالت پناہ کو نہ ہوا ہوگا۔آخر یہی باعث ہوا کہ آیہ شریفہ **وما کان لکم ان تو ذو ا رسولؐ اللہ ولا ان تنکحو ازواجہ ابدا** نازل ہوئی (ترجمہ) تم کو کوئی حق نہیں اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ رسولؐ اللہ کو آزار دو اور نہ یہ کبھی ان کی ازواج کے ساتھ نکاح کرو۔اور ازواج رسولؐ اللہ ہمیشہ کے لئے امت پر حرام ہوگئیں پس ایسے دشمن خدا اور رسولؐ، دریدہ دہن کو مسلمان مومن جاننا اور ممدوح و مومن ماننا اہل سنت ہی کا کام ہے پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ جاحظ کہتا ہے کہ اگر کوئی کہنے والا اس وقت عمر سے یہ کہتا کہ تم پہلے کہہ چکے ہو کہ رسولؐ اللہ نے وفات پائی درآنحالیکہ وہ چھ شخصوں سے رضامند تھے۔اب اس کے خلاف طلحہ سے آنحضرتؐ کا ناراض مرنا، بیان کرتے ہو یہ تو تمہارے کلام میں صریح تناقص ہے مگر کس کا مقدور تھا کہ عمر کے سامنے اس سے کمتر بات پر بھی جرأت کر سکتا چہ جائیکہ یہ کلمہ کہہ سکتا۔غرض پھر خلافت مآب سعد بن ابی وقاص کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تو صرف لشکر کشی اور جنگ آوری کے کام کا آدمی ہے تجھ سے کمان و تیر و صید و نخچیر کے سوا دوسرا کام نہیں ہو سکتا اور نیز قبیلہ زہرہ کو خلافت و حکمرانی سے کوئی نسبت نہیں بعد ازاں عبدالرحمٰن عوف پر آئے اور کہا اے عبدالرحمٰن اگر تمام مسلمانوں کا نصف

درمیان سے کسی ایک کو انتخاب کرلیں پھر کہنے لگے کہ اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں تو بہ تحقیق کہ خلیفہ مقرر کیا ہے مجھ سے بہتر شخص نے یعنی ابوبکر نے ، اور ترک کروں تو ترک کیا ہے مجھ سے بہتر نے یعنی رسولؐ اللہ نے پھر کسی کو بھیج کر ان سب کو بلوایا حاضر ہوئے تو خلیفہ اس وقت بستر مرگ پر لیٹے دم توڑ رہے تھے سامنے آئے تو ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگے۔ **اکلکم یطمع فی الخلافة** آیا تم سب کو میرے بعد خلافت کی امید ہے وہ پیچ تاب کھا کر خاموش ہو رہے عمر نے پھر اسی کلام کا اعادہ کیا تو زبیر نے جواب دیا **مالذی یبعد نامنها ولیتها انت فقمت لها ولسنا دونك فی قریش ولا فی السابقة ولا فی القرابیة** یعنی کون چیز ہم کو اس سے مانع ہے۔ تم نے اس کو لیا اور اس پر قیام کیا ہم تمہاری نسبت قریش میں کمتر درجہ کے نہیں نہ سبقت اسلام و قرابت پیغمبرؐ میں تم سے گھٹ کر ہیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ شیخ ابوعثمان جاحظ نے کہا قسم بخدا کہ اگر زبیر نہ جانتا ہوتا کہ عمر اسی مجلس میں مرجائیں گے تو اس کلام سے ایک کلمہ اور ایک حرف بھی منہ سے نہ نکال سکتا۔ پھر عمر نے کہا آیا میں تم کو تمہارے نفسوں سے خبر دوں یعنی تم سے ہر ایک کے عیب بیان کروں سب نے کہا کہو جو کچھ تم کو کہنا ہے بہ تحقیق کہ اگر ہم تم سے معافی چاہیں گے تو تم باز نہ رہو گے۔ پس عمر نے کہا **فاما انت یا زبیر فوعقه نفس مؤمن الرضا کافر الغضب یوماً انسان و یوماً شیطانٌ ولعلها لو افضت الیك لظلت یومك تلاطم بالبطحاء علی مدٍ من شعِیر** یعنی لیکن تو اے زبیر مرد وعق ولقس یعنی حریص جاہل تنگ نفس کج خلق ہے حالت رضا میں مومن ہوتا ہے اور غیظ و غصہ میں کافر ہو جاتا ہے ایک روز انسان ہے تو دوسرے دن شیطان اگر تجھ کو خلافت ملے تو دن بھر بطحا میں ایک ایک مد جو پر لڑتا جھگڑتا طمانچہ کھاتا رہے گا۔ پس اگر تو خلیفہ ہوا تو میں نہیں جانتا کہ جس روز بباعث غلبہ غیظ و غضب کے تو شیطان ہوگا اس روز امام و پیشوائے خلق سے کون ہوگا۔ خدا تجھ کو اس امت کا حکمران نہ کرے جب تک کہ تو اس صفت پر ہے یہ کہہ کر خلافت مآب طلحہ کی طرف متوجہ ہوئے راوی کہتا ہے کہ جب سے طلحہ نے بروز وفات ابوبکر سے عمر کی نسبت ایک کلمہ کہا تھا عمر اس روز سے اس کی طرف سے سینہ صاف نہ تھے بلکہ بغض و عداوت رکھتے تھے۔ **مولف** کہتا ہے کہ طلحہ نے ہنگام رحلت ابوبکر برملا اعتراض کیا تھا کہ عمر جیسے غلیظ کو ہماری گردنوں پر سوار کرتے ہو۔ کل کو خدا کے آگے کیا جواب دو گے۔ چنانچہ یہ اعتراض ان کا تمام کتب اہل سنت میں مذکور ہے مگر بعض متعصبوں نے طلحہ کا نام نہیں لکھا بلفظ قائل تعبیر کیا ہے تاریخ الخلفا میں ہے **ودخل بعض الصحابة وقال قائل منها** کہ ابوبکر کے پاس بعض صحابہ آئے اور ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا۔ غرض خلیفہ صاحب نے طلحہ سے کہا تیرے حق میں بھی کچھ کہوں یا خاموش رہوں طلحہ نے کہا بہ تحقیق کہ تم کبھی اچھی بات نہ کہو گے۔ عمر نے کہا اے طلحہ

کس کو کروں، گر ابوعبیدہ جراح زندہ ہوتا اس کو خلیفہ کرتا اگر حق تعالیٰ سوال کرتا تو کہتا کہ میں نے تیرے پیغمبرؐ سے سنا تھا کہ کہتے تھے **انہٗ امین ھٰذہِ الامتہ** کہ وہ امین ہے اس امت کا یا اگر سالم مولائی ابوحذیفہ جیتا تو اس کو کرتا اور خدائے تعالیٰ کے جواب میں کہتا کہ میں نے تیرے نبیؐ کو اس کے حق میں یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ **ان سالماً شدید الحب فی اللہ** کہ بے شک سالم سخت محبت رکھنے والا ہے راہِ خدا میں۔ یہ اور مثل اس کے دیگر روایات قرینۂ قوی ہیں صحت روایات شیعہ پر کہ ابوبکر و عمر ابوعبیدہ جراح و سالم و عرؓیم نے باہم عہد کیا اور صحیفہ لکھا تھا کہ پیغمبرؐ خدا کے بعد سلطنتِ اسلام حاصل کریں اور اہلِ بیت کو خلافت نہ پہنچنے دیں چنانچہ اسی صحیفہ کی نگہبانی کی بدولت ابوعبیدہ امین امت کہلائے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ نہیں تو ابوعبیدہ و سالم میں کون سا سرخاب کا پر تھا کہ خلیفہ ثانی مرتے دم ان کے زندہ ہونے کی آرزو کریں اور حضرت امیر المومنینؑ و جملہ انصار و مہاجرین پر ان کو ترجیح دیں حضرت امیر کبیر باوجود ان مناقب و مفاخرِ کثیر کے کہ سُنیوں کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں اس جراح کے بیٹے اور ابوحذیفہ کے غلام کے بھی معاذ اللہ برابر نہ تھے کہ ان کے ہوتے ان کی تمنا کرتے تھے۔ پس یہاں سے ظاہر ہے کہ حضرت خلافت پناہ کی یہ آرزو اسی عہد نامہ کے نشہ کی ترنگ تھی جس کے موافق شیخین کے بعد اب بادشاہت کرنے کی ان کی باری آئی تھی ورنہ اہلِ سنت کے مذہب کے موافق بھی عمر کے بعد فضیلت میں عثمان کا نمبر ہے نہ ابوعبیدہ و سالم کا پھر عثمان کے ہوتے ان کی تمنا چہ معنی دارد ایک اور لطف یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے یہاں حدیث **الائمتہ من قریش** کہ خلفاء صرف قریش سے ہونے چاہئیں متواترات سے ہے چنانچہ اسی حجت سے شیخین نے بروز سقیفہ انصار کے دعوے کو ڈِسمس کیا اور خلافت ان سے جیتی تھی۔ غرضیکہ یہ روایت مشہورات مسلمہ سے ہے کہ اس کی صحت وغیرہ میں چون و چرا نہیں ہوسکتا حالاں کہ خلیفہ ثانی کے آخر وقت کی یہ آرزو بالکل اس کے مخالف و مُتناقض ہے کیوں کہ سالم، قریش سے کیا، ملکِ عرب سے بھی نہ تھا بلکہ جیسا کہ علمار جال نے تصریح کی ہے وہ فارس اصطخر یا کسی اور عجمی شہر کا رہنے والا تھا اور ایک زنِ انصار مسماۃ لیلیٰ بنت یغار زوجۂ ابی حذیفہ بن عتبہ کا غلام تھا۔ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں قضیۂ شوریٰ کی شرح میں لکھتا ہے کہ صورت اس واقعہ کی یہ ہے کہ جب عمر ابولؤلؤ کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور جانا کہ اس زخم سے جانبر نہ ہوں گے تو انہوں نے امر خلافت میں مشورہ کیا کسی نے کہا اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ کر دیجئے تو فرمایا اولادِ خطاب سے ہرگز دو مرد خلافت کے کفیل نہ ہوں گے بس ہے عمر کے لئے جو کچھ کہ اس نے برداشت کیا۔ میں ہرگز زندہ و مردہ اس بار کا متحمل نہ ہوں گا۔ پھر کہا رسولؐ اللہ نے انتقال کیا درانحالیکہ وہ قریش سے ان چھ اشخاص عثمان علیؑ طلحہ زبیر سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمٰن بن عوف سے رضامند تھے میری صلاح یہ ہے کہ اس امر کو ان کے درمیان شوریٰ میں قرار دوں تا کہ وہ اپنے

دو مخالف نہ تیغ ہوں اور جو دو ایک پر اور دو ایک پر متفق ہوں تو جس فریق میں عبدالرحمٰن ہو وہ کامیاب مراد ہو فریق ثانی قتل کیا جائے خلاصہ یہ کہ ابن عوف اپنے سالے (۱) صاحب عثمان کو شوق سے پگڑی بندھوائے سعد وقاص کا چچازاد بھائی ہے کبھی مخالفت نہیں کرے گا باقی تین علیؑ وطلحہ وزبیر سے جو عثمان کو خلیفہ جانے زندہ رہے ورنہ مارا جائے چلیئے چھٹی ہوئی واہ کیا ہی خیالِ زرین وفکر متین ہے کہ سقیفہ کے دن کی کارستانی میں تو پھر بھی امید ہوسکتی تھی کہ شاید کبھی نہ کبھی حق اپنے مرکز کی طرف رجوع کرے۔ آج خیر سے وہ چال چلے ہیں کہ اپنے نزدیک تسمہ لگا نہیں رکھا سرے سے قضیہ ہی چکا دیا اب بعض روایات متعلقہ قصہ شوریٰ جن سے منصوبہ مذکورہ بالا کے سوا دیگر حالات وخیالاتِ حضرت خلیفہ ثانی کی توضیح وتشریح ہوتی ہے کتبِ معتبرۂ اہلِ سنت سے نقل ہوتی ہیں۔ **ریاض النضرہ** میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ اے پدر بزرگوار اگر کوئی چرواہا تمہارے اونٹوں یا بھیڑ بکریوں پر مقرر ہو اور وہ ان کو جنگل میں چھوڑ کر چلا آئے تو تمہارے نزدیک ملزم وقصوروار ہوگا حالاں کہ آدمیوں کی رعایت بھیڑ بکری کی رعایت سے زیادہ ضروری ہے۔ اگر تم کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرو گے تو خدا کو کیا جواب دو گے۔ عمر نے یہ سن کر سر جھکا لیا اور دیر تک سوچا کیے پھر منہ اٹھا کر بولے **ان له حافظ الدين** کہ حق تعالیٰ اس دین کا نگہبان ہے میرے لئے دونوں راستے کھلے ہیں ترکِ استخلاف کروں تو رسولؐ اللہ نے ترکِ استخلاف کیا ہے اور خلیفہ مقرر کروں تو ابوبکر نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھ کو اس سے معلوم ہوا کہ یہ اپنی طرف سے کسی کو خلیفہ نہیں مقرر کریں گے۔ اور مایوس ہو گیا۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا پر ترکِ استخلاف کی تہمت محض تہمت ہی تہمت ہے آنحضرتؐ نے تو سوا لاکھ کے مجمع میں حضرت امیر المومنینؑ کو اپنا وصی وجانشین مقرر فرمایا جس پر خود حضرت عمر نے بڑے تپاک سے مبارک باد دی تھی۔ آپ تو دو روز کے لئے بھی مدینہ سے باہر جاتے تھے تو کسی نہ کسی کو اپنے مقام پر خلیفہ کرتے تھے کیوں کر ہوسکتا ہے کہ سفرِ آخرت میں جس کی کوئی حد نہیں جانشین نہ کریں اور امت کو حیران پریشان مثل گلہ بے چوپان چھوڑ جائیں اگر وہ ایسا کرتے تو کیا بقول ابن عمر خدائے اکبر کے آگے جواب دہ نہ ہوتے اور کیا آنحضرتؐ کے نزدیک امت کی رعایت بھیڑ بکری کی رعایت سے بھی معاذ اللہ کمتر تھی۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ عمر خطاب مجروح ہوئے تو کسی نے ان سے کہا اے امیر المومنینؑ آپ کسی کو اپنا قائم مقام کر جائیں۔ انہوں نے کہا

---

(۱) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط عثمان کی مادری بہن تھی کہ عبدالرحمٰن کے نکاح میں تھی وہ ان کی ماں کے شکم سے تھی جس نے عفان کے بعد عقبہ مذکور سے نکاح کیا تھا۔ ۱۲۔ کذا فی الکامل ابن اثیر۔

بعد ازاں تم کو اختیار ہے، خاص کر بنی ہاشم سے زیادہ ضرورت اخفا کی ہے، پھر دوبارہ آہ کی اور کہا افسوس کہ اس ناکس بنی تیم بن مرہ (ابوبکر) نے مجھ پر ظلم کیا اور خلیفہ ہونے میں مجھ پر سبقت کی اور عصیان طغان اختیار کیا۔ مغیرہ نے کہا ایسا تھا تو بروز سقیفہ جب کہ اس نے بیعت کے لئے ہاتھ دراز کیا کیوں تم نے بیعت کرلی۔ اور کاہے کو اس سے انکار نہ کیا عمر نے کہا اے مغیرہ میں تجھ کو عقلا عرب سے جانتا ہوں جس وقت اس نے ہاتھ دراز کیا تھا۔ وہ وہ وقت تھا جب کہ لوگ کہتے تھے کہ ہم ابوبکر کے سوا دوسرے کو نہیں جانتے۔ اس کو اطمینان تھا کہ یہ کام اس سے تجاوز نہیں کرے گا پس اس نے میرا امتحان کرنا چاہا تھا اگر میں بیعت قبول نہ کرلیتا تو وہ میرا دشمن ہو جاتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آج میں خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا۔ بموجب اس بیان کے حضرت عمر کی پہلی پچھلی حالتوں میں کوئی تناقض نہیں رہتا۔ پس جو کچھ انہوں نے حدیث فلتہ میں ارشاد کیا سب درست تھا۔ خیر ہم یہاں عمر کی اس حالت فکر وتردد کو بیان کر رہے تھے جس نے انجام کاران کو ایجادِ تجویزِ شوریٰ پر برانگیختہ کیا۔ شیخین کی باہمی صفائی وعدم صفائی سے ہماری زیادہ غرض متعلق نہیں ہاں اتنا ضرور اس بارے میں کہے دیتے ہیں کہ یہ بات بہت قرین قیاس ہے کہ جو لوگ حکومت و بادشاہی کی دھن میں اپنے مولیٰ و امام حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ اس بے اعتنائی وکج ادائی سے پیش آئے وہ اگر اسی کی کھینچا تانی میں بایک دیگر بھی سینہ صاف نہ رہے ہوں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں القصہ عمار کے اس کلمہ سے خلیفہ صاحب کا فکر وتردد اور بھی بڑھ گیا تھا۔ اور ہر چند انہوں نے فوراً بیعتِ ابوبکر کی مذمت اور ویسی بیعت کرنے والے کے لئے حکم قتل دے کر حتی المقدور اس خیال کی پیش بندی کردی الا بالکل اس مکر کے دفع ہو جانے کی تو کوئی صورت نہیں تھی حتیٰ کہ ان ہی ایام میں بابا شجاع الدین نے ان کے شکم میں خنجر لگایا تو عمر سے وہ منصوبہ ظاہر ہوا جسے ان کے اس فکرِ دراز وتامل وتدبیر کا نتیجہ کہا جائے اور جو ان کے ارشادات واعلیٰ قابلیت کے شایان شان تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو وہ پہلے ہی طے کر چکے تھے کہ عثمان ان کی حکمتِ عملی کی پیروی کرتے رہیں گے اور چوں کہ وہ کنبے قبیلے والے شخص تھے لہٰذا یہ بھی امید تھی کہ وہ اس بار کو سنبھال بھی لیں گے الا صاف صاف ان کے خلیفہ بنا دینے میں وہی رکاوٹیں تھیں جن کی طرف پیشتر اشارہ کیا گیا۔ بنا بریں انہوں نے حضرت امیر المومنینؑ کو خلافت پر نامزد کیا مگر اس خوبصورتی سے کہ بجائے اس کے کہ خلافت پائیں زندگی سے بھی ہاتھ دھوئیں۔ وہ تجویز وتعیین شوریٰ تھی۔ یعنی آپ نے حضرت امیرؑ مومنان وعثمان بن عفان و عبدالرحمٰن بن عوف وطلحہ وزبیر وقاص ان چھ شخصوں کو بہ حصہ مساوی مستحق خلافت قرار دے کر حکم کیا کہ ہمارے بعد یہ چھوں ایک کو اپنے درمیان سے خلافت کے لئے انتخاب کرلیں جس پر پانچ شخص اتفاق کریں وہ خلیفہ ہو اور جس پر چار اتفاق کریں وہ بھی خلافت پاوے اور ایک مخالف مارا جائے۔ علیٰ ہذا تین کے اتفاق سے بھی خلافت دے دی جائے اور

نے کہا ایسا نہیں۔ بلکہ وہ باہم یک دیگر مخالف تھے۔ بہ تحقیق میں ایک روز اپنے باپ کے پاس بیٹھا تھا۔ انہوں نے کہہ رکھا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دوں کہ اتنے میں معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر دروازے پر کھڑا اذنِ دخول طلب کرتا ہے۔ عمر نے کہا **دویبه سوء ولهو خير من ابيه** یعنی عبدالرحمٰن چارپایہ زشت ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ اپنے باپ سے بہتر تھے۔ عبداللہ نے کہا یہ سن کر میرے ہوش اڑ گئے اور میں نے تعجب سے کہا کہ اے پدر کیا ہوسکتا ہے کہ عبدالرحمٰن ابوبکر سے بہتر ہو۔ کہا **من ليس بخير من ابيه لا ام لك** کہ کون ہے کہ اس کے باپ سے بہتر نہ ہو۔ پھر کہا عبدالرحمٰن کو اندر آنے دو۔ وہ اندر آیا، حطیہ شاعر بامرقید تھا۔ عبدالرحمٰن اس کے واسطے آیا تھا۔ کہ عمر اس کا قصور معاف کر کے اس کو رہا کر دیں۔ عمر نے اس کی سفارش نہ سنی اور عبدالرحمٰن بے نیل ومرام چلا گیا۔ اس وقت پھر مجھ سے کہا اے فرزند تجھے اب تک معلوم نہیں کہ اس احمق بنی تیم نے تیرے باپ پر کیا ظلم کیا کہ خلیفہ ہونے میں مجھ پر سبقت لے گیا میں نے کہا مجھ کو معلوم نہ تھا۔ قسم بخدا کہ لوگ اسے آنکھوں کے نور سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ کہا یہ بھی تیرے باپ کے برخلاف ہے۔ میں نے کہا ایسا ہے تو کیوں سب کے سامنے یہ باتیں نہیں کہتے۔ اور کس لئے اس کو اس شرف ومنزلت سے نہیں گراتے کہا اے فرزند تو خود کہتا ہے کہ لوگ اس کو نورِ چشم سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں پھر میں کیا کرسکتا ہوں۔ اگر راست کہوں تو مجھ پر پتھر برسنے لگیں۔ اور باسنادِ معتبر روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ سفر مکہ میں ابوموسیٰ اشعری ومغیرہ بن شعبہ باہم ملاقاتِ عمر کو جارہے تھے۔ ابوموسیٰ نے کہا عمر کو خلافت ابوبکر سے ملی۔ اس نے بھی تو اس کے کام کی اصلاح میں بہت سردردی اٹھائی ہے۔ مغیرہ نے کہا سردردی نہ اٹھاتا تو کیا کرتا کون سی اس نے بخوشیِ خاطر سردردی اٹھائی ہے اگر اس کے قبضۂ قدرت میں ہوتا تو وہ کبھی ابوبکر کو خلیفہ نہ ہونے دیتا۔ مگر تجھ کو قریش کے مسئلے کا حال معلوم نہیں۔ اگر کُل حسد کے دس حصے کیے جائیں تو اس کے نو حصے قریش میں ہوں گے اور ایک دسواں تمام جہان میں۔ یہی باتیں تھیں کہ عمر کی قیام گاہ پر پہنچے وہ طواف کعبہ کو جانے کے لئے تیار تھے۔ ساتھ ہو لئے راہ میں عمر ان کے درمیان ہو گئے اور مغیرہ پوچھنے لگے کہ کیا باتیں تھیں جو تم کرتے تھے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ نوعشر حسد کا قریش میں ہے اور ایک عشر تمام عالم میں، اور اگر ابوبکر سے ہوسکتا تو عمر کو اپنے بعد بھی خلیفہ نہ کرتا۔ عمر نے یہ سنا تو ایک آہِ سرد کھینچی اور کہا **ثكلتك انك يا مغيره** تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ صرف نوعشر نہیں بلکہ سو میں سے ننانوے حصے حسد کے قریش میں ہیں اور عشر العشر یعنی سواں حصہ تمام جہان میں اور قریش اس سویں میں بھی ان کے شریک ہیں۔ یہ کہہ کر ذرا خاموش ہو گئے پھر کہا اگر تم کہو تو میں تم کو اس شخص کو بتا دوں جس میں تمام قریش سے زیادہ حسد تھا۔ پھر دو شعر کعب بن زبیر کے پڑھے جن میں اخفا راز کی تاکید تھی پھر کہا جو کچھ میں تم کو کہتا ہوں اس کو کم از کم میری زندگی تک تو پوشیدہ رکھو

میں علیؑ بن ابی طالب سے بیعت کروں گا۔ غرض یہ فقرہ سن کر عمر کے ہوش باختہ ہو گئے اور کمال پیچ تاب وشدتِ اضطراب میں انہیں اور کچھ تو نہ سوجھا بجز اس کے کہ بیعتِ ابوبکر کی مذمت پر اتر آئے۔ چنانچہ منبر پر چڑھ کر ایک خطبہ بہت زور سے انہوں نے پڑھا اور اس میں بہت سے اتار چڑھاؤ کے بعد ارشاد کیا کہ میں نے سنا ہے کہ تم میں سے کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ امیر المومنینؑ مر جائے گا تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا تم ابوبکر کی بیعت سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ **الا ان بیعته ابی بکر کانت فلته** آگاہ رہو کہ ابوبکر کی بیعت ایک فلتہ یعنی بن سوچی سمجھی بات تھی۔ یا ایسی بات تھی جس پر یحییٰ سے ندامت و پشیمانی اٹھانی پڑی **وفی اللّٰه شرها** اس پر بہت سے فتنہ وفساد اٹھنے چاہئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اس کی شرارتوں سے بچالیا **فمن عاد الیٰ مثلها فا فتلوه** جو پھر ایسا کرنا چاہے اسے قتل کرو۔ افسوس یہ وہی بیتِ ابوبکر تھی جس کی تمہید و تکمیل میں خلیفہ ثانی کیسے کچھ نہ سرگرداں تھے۔ اور جس کے پروان چڑھانے کے لئے ان کو آگ اور ایندھن دروازہ بیت الرسالت پر لے جانا پڑا۔ اس وقت ان کو کہاں معلوم تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب کہ اپنی ہی زبان سے ان کو اس بیعت کی مذمت کرنی ہوگی اور یا تو وہ بیعت ان کے نزدیک ایسی محبوب اور اتنی مطلوب تھی کہ اس کی خاطر رسولؐ اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے یا زمانے نے ایسا پلٹا کھایا کہ اسی کو مجمع عام میں شرارت وفساد کہنا پڑا۔ اور اس کے مرتکب کو قتل کا فتویٰ دے کر آپ اپنے تئیں مستوجب قتل ٹھہرایا۔ وہ کیا جانتے تھے کہ وہ درخت جیسے آپ نے لگایا اور خود سینچا تھا۔ یوں اپنے ہی ہاتھوں اس کی جڑیں کاٹنی پڑیں گی۔ اور وہ بنائے عالی جو اُن کی اپنی چابک دستی سے بن کر کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کو آپ ہی ڈھائیں گے اور یوں **یحزبون بیوتهم بایدیهم** کے مصداق قرار پائیں گے۔ یعنی جس امر کی سوچ بچار میں کیا کیا خون جگر نہیں پیا۔ اس کو فلتہ بتائیں گے۔ ہم کو اس حدیث کی ذیل میں شیخین کے باہمی تعلقات کی نسبت کچھ اور نفیس حالات دریافت ہو گئے ہیں۔ جنہیں بجنسہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا حضرت ابوبکر کی بیعت پر رضا مند ہونا اس لئے تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ امر خاندان رسالت سے باز رہے اور علی علیہ السلام تک خلافت نہ پہنچنے پائے۔ اور نیز ان کو امید تھی کہ اس صورت میں ایک نہ ایک روز میں بھی اس سے منتفع رہوں گا۔ اگر ممکن ہوتا کہ خود خلیفہ بن بیٹھیں تو ہرگز ابوبکر کی بیعت پر راضی نہ ہوتے اور مقرران کی خلافت کو ناروا اور خطا بتلاتے۔ چنانچہ یہ باتیں اکثر اوقات حضرت عمر سے سنی گئی ہیں۔ پھر باسناد خود سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اس نے کہا میں ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر کے پاس حاضر تھا کہ ان کے باپ عمر اور ابوبکر کا ذکر درمیان آیا۔ ایک مرد نے کہا قسم بخدا کہ وہ دونوں اس امت کے شمس وقمر تھے۔ عبداللہ نے کہا تو نے یہ کہاں سے جانا کہا اس الفت ودوستی سے کہ باہم رکھتے تھے۔ عبداللہ

منددل سے ایسی نکلی کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں **ظننت ان نفسه قد خرجت** میں نے گمان کیا کہ ان کی روح شریف اس آہ کے ساتھ بدن سے نکل گئی، میں نے کہا **واللّٰه ما اخرج هذا امنك الا هم شديدٌ** کہ قسم بخدا کہ یہ آہ کسی الم شدید ہی کے باعث تم سے نکلی ہے، عمر بولے **هم واللّٰه شديد** غم سا غم **هے** قسم بخدا سخت غم ہے **ان هذا لا مر لم اجد له موضعاً يعني الخلافته** یعنی اے ابن عباسؓ باعث اس غمِ جان کاہ کا یہ ہے کہ امرِ خلافت کا مجھ کو کوئی محل وموقعہ نظر نہیں آتا، جہاں اس کو قرار دوں۔ یہ روایت محبّ الدین طبری کی ہے ریاض النضرہ میں اور شاہ ولی اللہ پدر صاحبِ تحفہ کی ازالتہ الخفا میں مگر علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں نیز شاہ ولی اللہ ازالتہ الخفا میں اس کو دوسرے لفظوں میں یوں روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا میں ایک روز خلیفہ صاحب کے ساتھ جارہا تھا **اذ تنفس نفساً ظننت انه قُضّتْ اضلاعُهُ** کہ ناگاہ انہوں نے ایک آہ کی کہ میں نے خیال کیا کہ وہ ان کے استخوان ہائے پہلو چھید کر پار نکل گئی۔ دوسرے مقام پر ہے **ظننت ان اضلاعه قد انفرجتْ** کہ میں نے جانا کہ ان کے پہلو کی ہڈیاں شگافتہ ہوگئیں۔ بروایت اول اپنی غایت فکر وتردد کا باعث بیان کرنے کے بعد خلیفہ صاحب نے دفع دخل مقدر کی طرح پر فرمایا۔ **یا ابن عباسٍ لعلك ترى صاحبك لها أهلاً** یعنی اے پسر عباسؓ شاید تو اپنے صاحب یعنی امیر المومنینؑ کو اس امر کا اہل ولائق جانتا ہوگا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں میں نے کہا **وما يمنعه من ذلك مع جهاده وسابقته وقرابته وعلمه** کون چیز ان کو اس سے مانع ہے باوصف ان کے جہاد کے وسبقت اسلام وقرابت قریبہ خیر الانام وعلم کامل وتمام کے یہ سن کر عمر نے کہا **صدقت ولكنه امرء فيه دعابته** تم یہ درست کہتے ہو مگر علیؑ ایک مرد ہیں جن میں خوش طبعی ومزاح ہے۔ یہ نیا مانع خلافت، خوش طبعی کا جو خلافت پناہ نے اب تازہ تراشا ہم ذرا آگے چل کر اس پر گفتگو کریں گے یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ گو وہ زبان سے ایسا کہتے تھے مگر دل میں خود بھی جانتے تھے کہ ہمارا یہ بودا عذر کہاں تک قابل قبول ہے لہٰذا وہ بدستور اپنی اسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے تھے کہ اس معاملے میں کیا کیا جائے اور کس طرح آنحضرت کو ٹالا جاوے۔

حدیثِ فلتہ: انہی دنوں میں حضرت خلافت مآب نے سنا کہ کوئی کہتا ہے **لو ان مات عمر بايعت فلانا** یعنی عمر مرجائیں تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا آخر ابوبکرؓ کی بیعت بھی تو یوں ہی ہوگئی تھی جو پوری ہوگئی یعنی خلافت ابوبکر بھی تو صرف ایک عمر ہی کی بیعت کر لینے سے منعقد ہوگئی تھی۔ یہ روایت بخاری ومسلم وغیرہ محتاط کردہ کی ہے مگر ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں پردہ اٹھادیا اور صاف کہہ دیا کہ یہ کلمہ عمار یاسر نے کہا تھا کہ عمر کے مرنے پر

غارت کرے تو نے اس کلام سے رضائے الٰہی نہیں چاہی جو شخص اپنی زوجہ کو درست طلاق نہ دے سکے اس کو کیوں کر مسلمانوں پر خلیفہ کر دوں۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ عمر کی مراد اس کلام سے یہ تھی کہ عبداللہ نے ایک مرتبہ حضرت رسولؐ خدا کے زمانہ میں بہ حالتِ حیض اپنی زوجہ کو طلاق دے دیا تھا۔ حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو عمر سے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ اپنی بی بی کی طرف رجوع کرے۔ پس عبداللہ کے ولی عہد کرنے میں بڑا بھاری کھٹکا اس کا تھا کہ وہ اس کو سنبھال نہ سکے گا اور پھر خلافت ایسے ہاتھوں میں جا پھنسے گی جن سے بموجب ان کے گمان کے پھر کبھی نکلنے کی امید نہ تھی یعنی حق بحق دار پہنچ جائے گا۔ اس لئے انہوں نے اول ہی سے اس کا ارادہ نہیں کیا۔ ادھر وہ حق دار بھی وقت گذرنے کے ساتھ اب پہلے سے نہ رہے تھے یعنی کہ ابتدا میں جو عذر بدتر از گناہ صغرسنی کا کہ عمر ہی کی فطانت کا نتیجہ تھا وہ عرصہ تیرہ چودہ سال کے گذر جانے سے اب فرسودہ ہو چکا تھا قطع نظر اس کے دورانِ خلافت میں وقتاً فوقتاً ایسے قضیئے پیچیدہ اور مشکل معاملے آن پڑتے تھے جن سے عہدہ برا ہونے میں ان کا اپنا قافیہ تنگ ہو جاتا تھا اور چار ناچار حضرت حلال مشکلات کی طرف رجوع کرنا اور آپ کے فیضان علم سے مستفید ہونا پڑتا تھا بنابریں آپ کے وفورِ علم کو سراہنا اور آپ کے اعلم و افقہ امت ہونے کا علانیہ اقرار کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ شمّہ اس کا مباحثِ گذشتہ میں ناظرین کتاب ہذا نے بھی دیکھا ہے بیسیوں مرتبہ زبانِ وحی ترجمان سے ارشاد ہوا تھا۔ **لولا علیٌ لهلك عمر** اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور شدہ شدہ نوبت پہنچی تھی کہ حکم دے دیا تھا کہ مسجدِ رسولؐ اللہ میں کوئی فتویٰ نہ دینے پائے جب کہ علیؑ تشریف رکھتے ہوں **وكان يتعوذ من معضلة ليس لها ابوحسن** اور حضرت عمر کہ پناہ مانگتے تھے خدا سے ایسی مشکل سے جس کے حل کرنے کو ابوالحسن موجود نہ ہوں **كما في تاريخ الخلفاء وغيره** پس ایسی باتوں سے کہ بے شک اقرار العقلا علی انفسہم کی مصداق تھیں کار زیادہ دشوار ہو گیا تھا انہوں نے منزل مقصود یعنی امیر المومنینؑ کو خلافت سے محروم رکھنے کی راہ میں اور بھی کانٹے بو دیئے۔ نیز وہ حضرت جیسے خدا اور رسولؐ کی طرف سے منصوب و منصوص تھے ویسے ہی اپنے حق کی طلب پر تلے ہوئے تھے کبھی اس سے خاموش نہیں بیٹھے تھے۔ ہمیشہ خلوت و جلوت میں بہ تصریح و کنایہ اپنا حق مانگتے رہتے تھے اور صلحاء صحابہ و اخیار امت ان کے طرف دار بھی تھے۔ پس ان خیالات سے عمر کی جان عجب طرح کے مخمصے اور خلجان میں تھی وہ جانتے تھے کہ اگر علیؑ خلیفہ ہوئے تو ہماری خیر نہیں جو شہرت و نیک نامی بڑی جانفشانی سے برسوں میں حاصل ہوئی ہے تمام پر پانی پھر جائے گا یعنی جو باتیں کہ اب خاص جلسوں میں پردوں کے پیچھے ہوتی ہیں سر عام منبروں پر پکاری جائیں گی پس صدر خلافت ابوبکر میں کیا فکر و تردد لاحقِ حال ہوگا جو اس وقت ان کو تھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن عباسؓ حاضر درگاہ تھے۔ اور عمر اپنے اسی دردِ درونی میں غلطاں و پیچاں، کہ یک ناگاہ ایک آہ سرد ان کے درد

انجام حال قاتل خلیفہ ثانی

سنی کہتے ہیں کہ ابولوٗلوٗ فیروز عمر کے خنجر لگا کر چلا تو لوگ اس کے پیچھے دوڑے نزدیک پہنچ کر چاہتے تھے کہ اس کو پکڑیں مگر اس نے پہلے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالا۔ لیکن کامل بھائی وغیرہ کتبِ شیعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ نہ آیا اور اس مہلکہ سے صاف نکل گیا۔ حتیٰ کہ اپنی طبعی موت سے فوت ہوا چنانچہ اس کی قبر کاشان میں بیرون شہر موجود ہے۔

ذکر شوریٰ جو حضرت عمر نے اپنے بعد انتخابِ خلیفہ کے لئے بنائی

عظیم واقعات ونوادر واردات میں ہے کہ حضرت مولائے مومنین یعسوب المسلمین کو اپنی مدتِ حیات میں پیش آئے ایک قضیہ شوریٰ بھی ہے، یا تو وہ زمانہ تھا کہ حضرت ابوبکر کہتے تھے کہ خلافت علیؑ بن ابی طالب کو کسی راہ نہیں پہنچتی، کیوں کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ حق تعالیٰ نبوت وخلافت کو ایک گھر میں جمع نہ کرے گا۔ اور بڑے گواہ اس حدیث کے حضرت عمر تھے کہ آمنا وصدقنا کا شور مچاتے تھے یا اب قہر وسطوتِ حقانیت کو ملاحظہ کیجئے کہ خود حضرت عمر نے آپ کو نامزدِ خلافت کر کے داخل شوریٰ فرمایا گو اس کے ساتھ کچھ ایسی تجویزوں اور تدبیروں کا دُم چھلا بھی لگا دیا جس سے وہ حضرت خلیفہ ہرگز نہ ہوسکیں مگر روایات موضوعہ کی تو تکذیب اچھی طرح ہوگئی نیز اس قدر اور فائدہ ہوا کہ حضرت کو اپنے تظلم اور ستم رسیدگی کے اظہار کا حسبِ دلخواہ موقعہ مل گیا اور ایک مجمع عام کے روبرو اپنے حقوق کو بوجہ اتم بیان کر کے اتمامِ حجت فرمایا چنانچہ آگے اس کا بیان واضح طور سے آتا ہے یہی وجوہ تھے کہ آپ نے بھی اس میں شریک ہونا قبول کرلیا۔ اب ہم حکایات متعلقہ بشوریٰ کو شروع کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ عمر کو اپنی آخر زندگی میں سخت قلق واضطراب و کمال پیچتاب اس لئے تھا کہ اپنے بعد کس کو اپنا جانشین کر جائیں۔ اپنے خاندان میں تو وہ کسی کو اس دل ودماغ کا نہ پاتے تھے کہ یہ بار اٹھا سکے عبداللہ بن عمر اپنے نورِ نظر فرزندِ اکبر کی صاف اور کھلی نااہلی سے ان کا دل پہلے ہی سے کھٹا تھا وہ بقول خود عمر زوجہ کو سیدھی طرح طلاق دینا بھی نہ جانتے تھے۔ اس لئے عمر ان کو ایک شہر یا ایک قریہ کی حکومت کے قابل بھی نہ گنتے تھے چہ جائیکہ حکومت عامہ مسلمانان کے اہل جانتے۔ اس لئے جب مغیرہ بن شعبہ جیسے دل سوزوں نے خلافت پناہ کو یہ صلاح دی تو انہوں نے نہ سنی بلکہ اس کو جھڑکا کہ **قاتلك الله ما اردت الله بهذا** خدا تجھ کو

سے رخصت ہوئے ان کی مدت خلافت بنا بر مشہور دس سال پانچ مہینے بیس روز ہے جنازے کی نماز ان کی وصیت کے موافق صہیب رومی نے پڑھائی اور حجرۂ رسولؐ اللہ میں پہلوئے ابوبکر میں دفن ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سر ابوبکر محاذی شانہ رسولؐ اللہ تھا عمر کا سر ابوبکر کے شانہ کے برابر رکھنا چاہا تو پاؤں دیوار حجرہ میں اڑے لہٰذا دیوار حجرہ توڑ کر بنیاد کو شامل قبر کیا۔ آپ گندمی رنگ خفیف العارضین یعنی رخسارے سے کم گوشت کے تھے اور دراز قد اور دراز ریش تھے جو اکثر سفید رہتی تھی گاہ گاہ جنا سے رنگین بھی کرتے تھے اور بائیں ہاتھ سے کام کرتے تھے۔

توسعہ کرنا اپنے اہل وعیال کے نفقہ میں اور لباسِ جدید پہننا، اور عبادت کرنا۔ اور وہ روز ہے دور ہونے غموں کا اور اس روز روزہ نہیں، اور جمہور شیعہ کہتے ہیں کہ اس روز عمر خطاب قتل ہوئے یہ درست نہیں، اس کے بعد محمد بن ادریس صاحب سرایر اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کا کلام اس کی تائید میں لکھ کر مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں لیکن مشہور ہمارے اس زمانہ میں شہروں اور ملکوں میں یہ ہے کہ یہ واقعہ نویں ربیع الاول ہی کو ہوا ہے۔ اور وہ روزِ عید ہے پھر کہتے ہیں کہ اصل اس کی روایت محمدؐ بن علاء ہمدانی واسطی و یحییٰ بن محمدؐ جریح بغدادی ہے کہ اس کو خلف الرشید سید علیؑ بن طاؤس علیہا الرحمہ نے کتاب زوائد الفوائد میں اور شیخ حسن بن سلیمان نے کتاب مختصر میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر دو مذکورہ اشخاص نے کہا ہم ایک بار نہم ربیع الاول کو احمد بن اسحاق قمی صاحب امام ہمام ابوالحسن علی بن محمدؐ النقی علیہما السلام سے ملنے کے لئے قم میں اس کے گھر پر گئے تو دیکھا کہ وہ لوازم عید میں مشغول ہے۔

غُسل کیا ہے اور مشک سے اپنے تئیں معطر کر رکھا ہم نے کہا کیا آج کسی عید کا دن ہے کہا ہاں آج نہم ربیع الاول عید بزرگ ہے پھر نقل کیا کہ میں بھی آج کے دن اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے مولیٰ و امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں بمقام سامرہ حاضر ہوا جیسا کہ تم میرے پاس آئے ہم نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے اپنے خادموں کو امر کیا کہ لباس نو پہنیں اور مجمر اپ کے سامنے رکھا تھا اور دست مبارک سے اس میں عود ڈالتے اور خوشبو کے لئے جلاتے تھے ہم نے کہا ہمارے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا ابن رسولؐ اللہ کیا آج کے دن کوئی تازہ فرحت اہل بیتِ رسالت کو حاصل ہوئی فرمایا کون سا دن اس سے بزرگ تر ہے آپ کے لئے یہ کہہ کر حدیث حذیفہ متضمن بر فضیلت اس دن کے اپنے آباء طاہرین سے روایت کی کہ بحار میں بالتمام مذکور ہے محمدؐ بن علا اور یحییٰ بن محمدؐ کہتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث شریف کو احمد بن اسحاق سے سنا تو اٹھ کر اس کے سر کو بوسہ دیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ ہم کو تمہاری وجہ سے اس دن کے فضائل معلوم ہوئے پس ہم نے اپنے گھروں پر آ کر عید کی۔ پھر مجلسی علیہ الرحمہ نے عبارت کتاب اقبال سید ابن طاؤس کی جس میں روایت محمدؐ بن بابویہ اس واقعہ کا نہم ربیع الاول کو واقع ہونا مذکور ہے نقل کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں کہ خلف سید نے اور چند روایتیں اس قول کی تائید میں نقل کی ہیں۔

پس استبعاد ابن ادریس وغیرہ علماء شیعہ کا بجائے خود نہیں اس لئے کہ شیعہ خلفاً عن سلف ان روایات کو اعتبار کرتے رہے ہیں اور ان کا یوں اعتبار کرنا مورخین مخالفین کے اس کے برخلاف روایت کرنے سے ہرگز کمتر نہیں اور ممکن ہے کہ انہوں نے اس خیال سے کہ صحیح تاریخ شیعوں کو معلوم ہوگی تو وہ اس روز خوشی و سرور کریں گے اس کو بدل کر بیان کیا ہو۔ اور اگر کوئی کہے کہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایسا عظیم امر باوجود کثرت و دواعیٔ نقل مشتبہ رہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ قتل عمر حضرت رسالت پناہ کی وفات سے تو عظیم تر نہیں جب اس میں شیعہ و سنی کے درمیان اختلاف رہا تو اس میں کیا تعجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مسائل نماز روزہ و حج وغیرہ میں ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہے باوصف کثرت ناقلین و ضرورتِ نقل کے تو اگر قتل عمر کی تاریخ میں اختلاف رہا تو کون سا موقعہ تعجب کا ہے۔ ۱۲۔ منہ عفی عنہ۔

من النارع ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا۔ **القصہ** بی بی عائشہ حجرۂ رسولؐ اللہ کی جس میں آپ مدفون تھے مالک بن رہی تھیں چنانچہ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر اس میں دفن ہوئے، اب حضرت عمر کی باری آئی حجرہ میں تین قبروں سے زیادہ کی جگہ نہ تھی دو بن چکی تھیں باقی جگہ کے لئے انہوں نے درخواست کی عائشہ نے کہلا بھیجا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھ چھوڑی تھی مگر عمر کو اپنے اوپر ایثار واختیار کرتی ہوں۔ عبداللہ بن عمر یہ خوشخبری لے گئے عمر سنتے ہی باغ باغ ہو گئے۔ لطیفہ فضال بن حسن نے ایک مرتبہ ابوحنیفہ کی مجلس میں داخل ہو کر کہا اے ابوحنیفہ میرا ایک بھائی ہے جو کہتا ہے کہ افضل خلق بعد رسولؐ اللہ علیؑ بن ابی طالب ہے میں کہتا ہوں کہ افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان ہیں تم مجھ کو کوئی دلیل تلقین کرو کہ اس پر حجت لاؤں ابوحنیفہ سوچنے لگے تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولے کہ ابوبکر وعمر کی فضیلت میں یہی کافی ہے کہ وہ حضرت رسولؐ خدا کے پہلو میں ایک حجرے کے اندر دفن ہیں فضال نے کہا میں نے یہ کہا تھا میرا بھائی کہتا ہے کہ وہ حجرہ یا رسولؐ اللہ کی ملکیت تھا یا ابوبکر وعمر کی، اگر آنحضرتؐ کا مملوک تھا تو انہوں نے ظلم کیا کہ اس پر متصرف ہوئے، اور جو ان کا تھا اور رسولؐ اللہ کو ہبہ کر چکے تھے تو آپ کو دے کر چھین لیا اور بھی برا کیا، ابوحنیفہ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے مہر میں دفن ہوئے، فضال نے کہا میں نے یہ کہا تھا میرا بھائی کہتا ہے کہ رسولؐ خدا جب تک اپنی ازواج کا مہر ادا نہیں کر لیتے تھے تب تک آنحضرتؐ پر حلال نہیں ہوتی تھیں بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ **انا احللنا لك ازواجك اللتی اجورهن** کہ ہم نے تیرے اوپر حلال کیا تیری ان ازواج کو کہ دیا تو نے ان کا اجورہ، یعنی مہر۔ امام صاحب نے کہا ان کو کہہ کہ وہ اپنی بیٹیوں کی میراث میں دفن ہوئے فضال نے کہا میں نے کہا تھا، وہ کہتا ہے کہ رسولؐ اللہ کی وفات کے وقت آنحضرتؐ کی نو بیبیاں تھیں تمام کا اس مکان میں آٹھواں حصہ تھا۔ پس ہر ایک بی بی کو نواں آٹھویں کا یعنی بہترواں حصہ ملا، جس کی بالشت بھر زمین سے زیادہ نہیں ہوتی پس ایسی دراز قد لاشیں اس میں کیوں کر سمائیں اور نیز فاطمہ زہراؑ کو میراث نہیں ملی، اور کہا گیا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی تو عائشہ وحفصہ کیوں کر میراث پا سکتی ہیں، جب نوبتِ کلام اس مقام تک پہنچی تو ابوحنیفہ نے کہا یہ خود رافضی ہے اس کا بھائی کوئی نہیں اسے یہاں سے نکالو۔ حضرت عمر زخم کے بعد تین روز زندہ رہ کر بروز چہارشنبہ ۲۶ (۱) ذی الحجہ ۲۳ ہجری تریسٹھ سال کی عمر میں دنیا

---

(۱) مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا ماہ ذی الحجہ میں قتل ہونا فقہاء شیعہ میں ویسا ہی مشہور ہے جیسا کہ علماء عامہ میں اور ابراہیم بن علی کفعمی جنۃ الواقیہ میں ربیع الاول کے اعمال کے ذکر میں لکھا ہے کہ صاحب مسار الشیعہ نے نقل کیا ہے کہ جو اس مہینہ کی نویں تاریخ کو راہِ خدا میں انفاق کرے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور مستحب ہے اس روز کھانا کھلانا برادران مومن کو اور خوشبو لگانا ان کے، اور

(بقیہ اگلے صفحے پر)

لوگ ان کی مدح کرتے تھے کہ آپ ایسے اور ایسے خلیفہ ہیں تو وہ کہتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ یہ امر میرے لئے کفایت کرے کہ نہ کوئی نفع اس سے مجھے پہنچے نہ نقصان، اور صحبتِ رسولؐ اللہ میرے لئے باقی رہ جائے پس ان کی منتہائے آرزو یہ تھی کہ برابر سرابر رہیں کسی فضیلت وشرف کا حاصل ہونا ان کے گمان و وہم میں بھی نہ تھا۔ بلکہ روضۃ الاحباب میں ہے کہ وہ خلافت کو اپنے لئے وبال وعذاب تجویز کرتے تھے، چنانچہ کسی نے ان کے بیٹے عبداللہ کے خلیفہ بنانے کی صلاح دی تو فرمایا **کفی لال عمر ماعلیٰ عمر من وبال ھذا الامر** یعنی آل عمر کے لئے وہی وبال کافی ہے، جو اس امر سے عمر کے اوپر پڑا ہے۔ لکھا ہے کہ ایک گھاس کا تنکا آپ نے اٹھالیا اور کہا کاش میں پر کاہ ہوتا اور میری ماں مجھ کو نہ جنتی، اور حلیۃ الاولیا و تاریخ الخلفا وغیرہ میں ہے کہ عمر نزع کے وقت کہتے تھے کہ اے کاش میں اپنے گھر والوں کا مینڈھا ہوتا وہ کھلا پلا کر مجھ کو فربہ کرتے اور جب کوئی مہمان عزیز ان کے ہاں وارد ہوتا تو مجھ کو ذبح کرتے اور کچھ گوشت تو بریاں کرتے باقی کو خشک کر رکھتے کہ بتدریج کھائیں غرض میں ان کے شکم میں جا کر فضلہ ہوتا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ انسان ہوا سبحان اللہ عجب خلیفہ راشد تھے کہ ایسی نجس وناپاک شے بننے کی آرزو رکھتے تھے کہ جس کے ذکر سے بھی گھن آئے اندریں صورت ان کو خلافتِ راشدہ نے کیا نفع بخشا۔ کفار بھی اپنے اعمال بد کو دیکھ کر آرزو کریں گے تو یہ کہ کاش وہ خاک ہوتے جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے قول **و یقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا** میں اس سے خبر دیتا ہے اور یہ خلیفۃ المسلمین وامیر المومنین اس سے بھی پلید شے یعنی نجاستِ انسانی بننا چاہتے تھے۔ واضح رہے کہ حضرت عمر ہی اس آرزو میں کہ کاش میں فضلہ ہوتا۔ منفرد نہ تھے حضرت ابوبکر کو بھی مرتے وقت یہی تمنا تھی کہ میں بجائے آدمی ہونے کے بشکل شتر یعنی اونٹ کی لید ہوتا۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ ابوبکر کہتے تھے کہ دوست رکھتا تھا کہ میں راستہ کے سرے پر ایک پیڑ ہوتا ایک شتر میرے پاس سے گذرتا اور مجھ کو لے کر اپنے منہ میں رکھ لیتا اور دانتوں میں چبا کر نگل جاتا تاانیکہ لید ہو کر اس کے پیٹ سے نکلتا، اور آدمی نہ ہوتا ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے اعمالِ نکوہیدہ کو یاد کر کے اپنی مغفرت سے ناامید ہو گئے تھے نہیں تو ہرگز ایسی باتیں نہ کرتے دوستانِ خدا واولیا اللہ کا قاعدہ ہے کہ گو زندگانی دنیا میں ہمیشہ خائف وترساں رہتے ہیں کہ مبادا کوئی امر خلافِ رضائے حق سبحانہ تعالیٰ ان سے سرزد ہو۔ لیکن مرنے کے وقت چوں کہ جانتے ہیں کہ کشاکش دنیا سے نجات پا کر نعماتِ آخرت وغایت قرب حضرت رب العزت پر فائز ہونے والے ہیں ایک حالت بدل جاتی ہے اور اس کرب واضطراب میں سکون وآرام ہو جاتا ہے دیکھو حضرت امیر المومنینؑ کے مسجد کوفہ میں ضربت لگی تو پہلا کلمہ جو آپ کے منہ سے نکلا یہ تھا کہ فرمایا **فزت برب الکعبۃ** فائز ہوا اور مطلوب ومدعا کو پہنچا میں قسم بخدائے کعبہ برعکس اس کے حضرت عمر خنجر کھا کر گرے تو کہا **ویلی**

آئے، مگر وہ باز نہ آتا تھا آخر کار حضرت عمر نے مغیرہ سے کہہ کر اس کا محصول بڑھوا دیا، اور ایذا دیتے تھے اس کو۔ اور عجب نہیں کہ عمر تمام عجمیوں سے عداوت رکھتے تھے اور ان کے حقوق گھٹانے کو بھی اس میں دخل ہو۔ بہر کیف ایک بار عمر نے اس سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تو اشیائے بادی جو ہوا کے زور سے چلے اچھی بنانا جانتا ہے اگر راست ہے تو ہمارے لئے بھی ایک بنا دے ابولؤلؤ نے کہا اے امیر اگر میں زندہ رہا تو تمہارے لئے ایسی چکی بناؤں گا کہ مشرق سے مغرب تک اس کا شہرہ ہو جائے، عمر کو اس کلام سے دہشت معلوم ہوئی اور دل پر چوٹ لگی کہ اس نے یہ کیا بات کہی۔ آپ کو چکی کا شوق از حد تھا۔ ہمیشہ دیکھنے جاتے، تیار ہوئی تو اس نے ایک مکان کے گوشے میں لگا دی عمر اس کے اشتیاق میں مکان کے اندر گھس گئے فیروز نے موقعہ پا کر وہاں خنجر پیٹ میں بھونک دیا۔ یعنی دعا جناب سیدہؑ کی کہ بوقت چاک کرنے ہبہ نامہ فدک کے فرمائی تھی درجۂ اجابت کو پہنچی۔ کہتے ہیں کہ اس نے بارہ آدمیوں کو زخمی کیا چھ جانبر ہوئے باقی کھیت رہے۔ خلیفہ صاحب کو اٹھا کر گھر لے گئے، طبیب آیا نبیذ پلائی جو خون میں شامل ہو کر نکلی، دودھ پلایا بجنسہ زخم کی راہ باہر آیا۔ کہا یہ اب زندہ نہ رہیں گے، جن راویوں نے عمر کے قتل کا حال لکھا ہے سب اس پر متفق ہیں کہ ان کو آخر حیات میں اذعانِ مرگ کے ساتھ سخت پیچ تاب وقلق واضطراب عارض تھا جو ظلم وزیادتیاں غصبِ خلافت وغیرہ میں ان کے ہاتھوں اہلِ بیتِ اطہار پر ہوئے تھے سب اس وقت نصب العین تھے۔ ان کی یہ حالت مختلف عبارتوں اور صورتوں میں ان سے ظاہر ہوتی ہے۔ کبھی گذشتہ گناہوں کو یاد کر کے روتے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

وما بی حذار الموت انی لمیت
ولکن حذار نب یتبعه الذنب

مجھ کو موت سے تو اندیشہ نہیں کیوں کہ موت تو آنے والی ہے۔ مگر خوف گناہوں کا ہے جو یکے بعد دیگرے ہوتے رہے، کبھی کہتے تھے کہ اگر میرے پاس بمقدار تمام زمین کے سونا ہوتا تو تمام کو قیامت کے خوف پر فدا کرتا۔ واقدی فتوح الشام میں کہتا ہے کہ جب ضربت لگی اور حضرت عثمان نے دوڑ کر زمین سے اٹھانا چاہا تو کہا مجھ کو یہیں رہنے دے **ویلی من النار الاٰن لو کانت الدنیا لی لا فتدیت من النار ولم ارھا** یعنی ویل وعذاب ہے میرے لئے آتشِ جہنم سے اگر اس وقت تمام دنیا میری ہوتی تو آتشِ جہنم سے بچنے کے لئے اس کو فدا کرتا۔ نیز واقدی کہتا ہے کہ ابوبکر بھی اپنے مرضِ موت میں کہتے تھے کہ یہ تو مجھ کو معلوم ہے کہ میں جہنم میں داخل ہوں گا، کاش یہ بھی جانتا کہ اس میں سے نکلوں گا بھی یا نہیں، طرفہ یہ کہ خلفاء ثلثہ کو معتقدان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ، مورثِ حسنات وعلو درجات خیال کرتے ہیں۔ لیکن وہ خود، بلا ثواب یا عذاب اس سے نکل جانے ہی کو غنیمت جانتے تھے۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ

خواستگار ہوئے کہ زمان ناگزیر پیش آئے تا کہ عوام الناس میں جو بات ان کی نزدیک ودور بن گئی ہے، اس میں فرق نہ آئے پس وہ دعا مانگتے تھے۔ **اللھم قد کبر سنی ورق عظمی وضعف قوتی وانتشر عینی مساقبضتے الیك** پروردگارا میری عمر بہت آئی اور میری ہڈیاں بڑھاپے سے رقیق وباریک ہوگئیں اور قویٰ میں ضعف وسستی نے اثر کیا۔ اور رعیّت بارغبت پریشان ومتفرق ہوئی پس مجھ کو اپنے پاس قبض کرلے۔ حضرت عمر مسلمانوں کی طرف سے ایسے متوہم ومشتبہ ہوگئے تھے کہ ابولؤ لؤ نے ان کے شکم میں خنجر لگایا تو انہوں نے منادی کرائی کہ اے اہلِ مدینہ یہ کار تمہاری صلاح ورضا سے تو واقع نہیں ہوا۔ کذافی روضۃ الاحباب اور کامل ابن اثیر میں ہے کہ زخم لگنے کے بعد جو لوگ مہاجر وانصار سے خلیفہ سے ملنے آتے وہ ان سے پوچھتے کہ تم تو اس میں شریک نہیں ہو، وہ انکار کرتے ہر چند عمر کا یہ شبہ کہ ان کا قتل صحابہ کی شہ سے ہوا ہے بے بنیاد نہ تھا الا اس طرح پر بازاروں میں منادی کرانا اور یوں ہر آنے جانے والے سے استفسار کرنا کہ تم تو اس میں شامل نہیں ہو، ہم نہیں جانتے کہ کون سی دانائی کی بات تھی۔ یہ امور ایسے نہیں ہوتے کہ اس طرح کوئی ان کا اقرار کرلے۔ عمر تو عمر وہ تو زندہ وقائم اور بہرنوع اپنا بدلا لینے پر قادر تھے۔ عثمان کے قتل پر باجودیکہ ہر کس وناکس کا اتفاق تھا اور کھلم کھلا ہفتوں اور مہینوں شکنجۂ حصار میں رکھ کر ان کو مارا ان کے قتل کا تو کوئی یوں زبان سے اقرار کرتا ہی نہ تھا۔ حضرت امیر المومنینؑ تک نے تو کہ بقول اہلِ جمل وصفین کہ راس ورئیسِ قاتلانِ عثمان تھے اپنے عہد حکومت میں اس کا اعتراف کیا ہی نہیں، جب ذکر آیا یہی کہا **قتلہ اللہ وانا معہ** کہ خدا نے اسے مارا ہے اور میں خدا سے جدا نہ تھا۔ پس عمر کے منہ پر کیوں کر کوئی کہہ دیتا کہ ہاں میں نے تم کو مروا دیا ہے یا میں اس مشورے میں شریک تھا۔ بہر حال جس نے ظاہر میں خلیفہ صاحب کے پیٹ میں خنجر لگایا وہ ابولؤ لؤ فیروز تھا کہ بابا شجاع الدین کے لقب سے معروف ہے، یہ شخص عجم کا رہنے والا تھا اور جس زمانہ میں فتح فارس کے بعد دختران کسریٰ مدینہ میں آئیں یہ بھی اسی وقت یہاں آیا تھا۔ سُنّی مورخ کہتے ہیں کہ اس نے عمر سے شکایت کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے اس کے اوپر سو درہم ماہوار کا بھاری جزیہ لگا رکھا ہے، آپ اس سے کہہ کر کم کرا دیں، عمر نے کہا تو لوہار بڑھئی نقاش کے کام جانتا ہے تیرے اوپر یہ رقم چنداں گراں نہیں، پس ابولؤ لؤ اس بات پر عمر سے بگڑ گیا اور اس نے طیش میں آکر قتل خلیفہ پر اقدام کیا، ہمارے نزدیک بہت بعید ہے فقط اتنی بات پر کہ عمر نے اس کے آقا سے اس کی سفارش نہ کی وہ ایسا غصے میں آتا کہ اتنے بڑے خطرناک کام کا ارتکاب کر بیٹھے اور یوں اس کی اپنی جان پر بن جائے۔ اگر گرانی جزیہ ہی کی کوفت تھی تو چاہئے تھا کہ اول مغیرہ نابکار کو قتل کرتا، پس صحیح اس بارے میں وہ ہے جو صاحبِ کامل بہائی وغیرہ علماء شیعہ نے نقل کیا ہے، کہ ابولؤ لؤ شیعان ودوستان امیر المومنین علیہ السلام سے تھا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں آمد ورفت رکھتا تھا۔ اس کو اس سے مانع

وغیرہ میں درج ہے دوسری ام کلثوم بنت عقبہ ابی معیط تھی کہ بقول فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں بعد صلح حدیبیہ نکاح عمر میں آئی تھی۔تیسری ام کلثوم بنت ابی بکر ہے کہ عمر کا اس سے نکاح کی درخواست کرنا کامل ابن اثیر جزری و اسماء الرجال و دیگر کتب سے ثابت ہے، بلکہ بعض کتب مثل کتاب ابو المحاسن جرجانی و بوارق محرقہ وغیرہ سے اس کے انکار کے بعد عمر کے ساتھ نکاح کر لینا بھی پایا جاتا ہے اور رجال مشکوۃ میں شیخ عبدالحق دہلوی اس طرح لکھتے ہیں کہ ابوبکر کے مرنے کے بعد ایک لڑکی زوجہ ابوبکر سے پیدا ہوئی عائشہ نے اس کا نام ام کلثوم رکھا۔عمر نے اس سے نکاح کی درخواست کی تو اس نے انکار کیا اور عائشہ سے کہا کہ تم جانتی ہو کہ عمر فظ غلیظ یعنی نہایت بدمزاج و تندخو ہے میرا نکاح اس سے کروگی تو میں روضہ رسول اللہ پر جا کر فریاد کروں گی انتہیٰ۔الحاصل ان ام کلثوموں کے حالات بروئے اولاد، ومہر، وسن، و براہ انکار از نکاح اولاً، قبول بجبوری بعد اصرار ثانیاً، راویان اہل سنت نے ام کلثوم بنت فاطمہؑ کی طرف منسوب کر دیئے۔بعض نے نام کے اشتباہ سے، اور بعضوں نے دیدۂ دانستہ بغرض فاسد، اثبات فضیلت عمر و توہین و تحقیر حضرت امیر المومنینؑ، اور اظہار مجبوریت و مقہوریت آنحضرتؐ کے، باضافہ چند لغویات، مثل بوس و کنار و کشف ساق وغیرہ کے، مگر ان سب باتوں سے آنحضرتؐ کا کچھ نہ بگڑا۔کیوں کہ غایۃ الامر اس سے آپ کی مظلومیت ثابت ہوئی۔سو مردانِ خدا کے لئے مظلوم ہونا فخر کی بات ہے، عیب نہیں۔جناب امیر خود معاویہ کے خط کے جواب میں تحریر کرتے ہیں **لا عضاضة للمرء المسلم فی ان یکون مظلوما** یعنی مرد مسلمان کے لئے کوئی برائی نہیں اس میں کہ وہ مظلوم ہو، اور مظلوموں اور ستم دیدوں کی، گو ظاہر حال میں ہتک حرمت ہو مگر حقیقت میں ان کی عزت و حرمت دنیا و آخرت میں بمدارج و مراتب بلند ہوتی ہے، دیکھئے کربلا میں جناب سید الشہداء صلوات اللہ علیہ کے ساتھ کیا سلوک ہوا کہ بنات رسول اللہ بے مقنع و چادر ہوئیں، انہی ام کلثوم بنت فاطمہؑ کے شانوں میں رسن ظلم و ستم باندھی گئی مگر اس سے کچھ کسر شان ان کی نہ ہوئی وہ دنیا میں بھی ہر ایک کی نظر میں معزز و محترم رہے اور آخرت میں بھی مدارج عالیہ پر فائز ہوئے اور یزید پلید کے کہ باعث اس ظلم کا تھا گلے میں لعنت کا طوق پڑا اور عقوبات اخروی تو جو اس کے لئے ہیں ان کی کوئی حد ہی نہیں۔

قتل خلیفۂ ثانی

ظاہراً خلافت پناہ کی غلظت و سخت گیری سے خلقت تنگ آ گئی تھی، اس لئے وہ بھی آخر میں ان کی امارت و حکومت سے اکتا گئے اور جان لیا تھا کہ ان لوگوں کی طبیعتیں اب مجھ سے سیر ہو گئیں ہیں اگر اور زندہ رہا تو بار خلافت میرے سنبھالے نہ سنبھلے گا اور عجب نہیں کہ کوئی فتنہ عظیم ایسا برپا ہو کہ اس کا دبانا ہمارے احاطۂ قدرت سے باہر ہو جائے بنا بریں وہ

بوقت شصت سالگی عمر کے چار پانچ برس سے زیادہ کی نہ تھی۔ ام کلثوم بنت فاطمہ زہرؑاتھیں یا کوئی اور جہاں تک دیکھا جاتا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اکثر مورخین کے قول کے موافق یہ ام کلثوم بنت زہراؑ ہو نہیں سکتی کیوں کہ عمر تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۲ ھ ہجری میں قتل ہوئے۔ پس وہ ساٹھ برس کے ۲۰ ھ ہجری میں تھے اور ولادت حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ زہراؑ حسب تصریح علما اہل سنت قبل ولادت رقیہ ومحسن السقط سنہ سات یا آٹھ ہجری میں ہوئی تھی بنا بریں وہ ۲۰ ھ ہجری میں تیرہ یا چودہ برس کی ہوتی ہیں اس سن کی کوئی لڑکی خصوصاً دختران بنی ہاشم بچہ نہیں رہتیں پس ثابت ہوا کہ وہ ام کلثوم بنت فاطمہؑ نہ تھی دیگر یہ کہ شارح موافق نے حضرت ام کلثوم کا نام گواہانِ فدک میں شمار کیا ہے گو ان کی اور حسنین علیہم السلام کی گواہی بوجہ رشتہ داری قبول نہیں کی۔ مگر اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ جناب بوقت دعویٰ فدک لائق ادائے شہادت یعنی کم ازکم پانچ سال کی تھیں۔ نیز بعض روایت اہل سنت نے جنابِ فاطمہؑ سے بواسطہ ان کی دختر ام کلثوم کے روایت کی ہے جیسا کہ کتابِ مستطاب عبقات الانوار میں مفصل مذکور ہے اس بنا پر بھی ضرور ہے کہ وہ جناب بوقتِ وفات اپنی مادرِ گرامی کے قابلِ تحملِ روایت یعنی کم ازکم پانچ سال کی ہوں کیوں کہ اس سے کم سنی کی روایت اہل سنت کے یہاں مقبول نہیں پس اس حساب سے ۲۰ ھ میں پندرہ سولہ برس کی ہوتی ہیں نہ کہ چار پانچ سال کی پس معلوم ہوا کہ جس اُم کلثوم کے نکاح کے یہ حالات نقل کئے ہیں وہ بنت فاطمہؑ ہرگز نہ تھیں علاوہ ان سب باتوں کے شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں رقم طراز ہیں کہ متواترات سے ہے کہ زید بن عمر خطاب ایک خانہ جنگی میں قتل ہوا اور اس کی ماں ام کلثوم دختر فاطمہ زہراؑ اسی روز مرض میں جاں بحق ہوئیں دونوں جنازے ایک وقت میں اٹھائے گئے اور عبداللہ بن عمر و امام حسین علیہ السلام نے ان پر نماز پڑھی اب اس متواتر کو ایک اور متواتر سے ملایئے کہ جناب ام کلثوم بنت فاطمہ زہراؑ شہادتِ جناب سید الشہدا کے بعد تک زندہ رہیں اور انہوں نے بروایت صاحب روضۃ الصفا و روضۃ الشہدا وحسب السیر و مقتل ابومخنف و مشہد ابو اسحاق وتحریر الشہادتین مولوی سلامت اللہ پانی پتی وغیرہ نے وہ مرثیہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

مدینہ جدنا لا تقبلینا
فبالعبرات والحسرات جینا

اے ہمارے جد کے شہر تو ہم کو قبول نہیں کرتا، پس ہم گریہ وبکا وحسرتوں کے ساتھ آئے ہیں۔ ان دو متواتروں کے جمع کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ام کلثوم مادر زید کہ زوجہ عمر خطاب تھی، اور تھی، اور ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ اور، صاحب رمی الجمرات لکھتے ہیں کہ شیعوں کو اس سے انکار نہیں کہ ازواجِ عمر میں کوئی عورت ام کلثوم نام نہیں تھی، بلکہ ایک ام کلثوم بنت جرول خزاعی زمانہ جاہلیت سے ان کی زوجہ تھی۔ چنانچہ عبیداللہ و زید اسی سے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ کامل ابن اثیر

صحیح بخاری میں کہتے ہیں۔ **ان علیا لما ابن عن نکاح ابنته لعمر و استعذر بصغرهالم یکن یقبل منه ذلك العذر حتیٰ الجاء انیراها ایاه** کہ جب علی علیہ السلام نے اپنی لڑکی عمر کے ساتھ بیاہ دینے سے انکار کیا اور عذر اس کی کم سنی کا فرمایا تو عمر اس عذر کو قبول نہ کرتے تھے حتیٰ کہ آنحضرت کو ملجاو مجبور کیا کہ اس کے تئیں عمر کو دکھلائیں **فارسلها الیه فلما راها عمر اخذها و ضمها الیه و قبلها** پس علیؑ نے اس دختر کو عمر کے پاس بھیج دیا جب عمر نے اسے دیکھا تو اس کو لیا اور اپنے سینے سے لگایا اور بوسے لئے اس کے۔ و براویت استیعاب **وضع یده علی ساقها** کہ عمر نے اپنا ہاتھ اس کے ساق پر رکھا اور اسے کھولا تو اس لڑکی نے کہا کیا کرتا ہے تو اگر امیر المومنینؑ نہ ہوتا تو میں تیری ناک توڑ ڈالتی۔ پس دیکھنا چاہئے کہ اس فرقہ کو ان حالات کے وضع کرنے سے کیا مقصود ہے، ان کا مدعا یہی نہیں کہ اس فرضی رشتہ سے خلیفہ صاحب کی قدر افزائی کریں، بلکہ اس کے ساتھ حضرت شاہ مرداں شیر یزداں کی توہین و تحقیر بھی مدنظر ہے، یعنی معاذ اللہ توبہ توبہ آپ ایسے بے حمیت تھے کہ اپنی لڑکی کو گو وہ صغیر ہی تھی، ایک مرد اجنبی کے پاس بھیج دیا۔ نیز صواعق میں ہے کہ علیؑ نے اس کو امر کیا کہ زینت کرے، بعد ازاں عمر کے پاس بھیج دیا انہوں نے اس کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو گود میں بٹھا لیا اور بوسے لیتے تھے جب وہاں سے چلی تو عمر نے اس کی پیروں کی پنڈلی پکڑی اور اپنی رضامندی ظاہر کی انتہی۔ **لعنة اللہ علیٰ الکاذبین** بھلا اس افترا پردازی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے، کہ حضرت امیر کبیر اپنی دختر صغیر کو بنا سنوار کر بوڑھے خرانٹ کے پاس کہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کے در پے ہے، بھیجیں کہ جس طرح چاہے وہ اس کے ساتھ پیش آئے، خیر ہم ان دروغ زن زادوں کو کہ آبروریزی اہل بیت اطہار پر تلے ہوئے ہیں کچھ نہیں کہتے، ان کی سزا جیسا کہ چاہے حضرت رب العزت بروز قیامت ان کی بخوبی دے گا۔ یہاں اس بات کا ذکر ہے کہ ان روایاتِ کتبِ معتبرہ سے جوان حضرات پر حجت ہیں اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ ام کلثوم اس وقت اس قدر کم سن تھیں کہ بے تکلف مجلس عمر میں چلی آئیں، اور عمر نے بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جیسا چھوٹے بچوں کے ساتھ کرتے ہیں چنانچہ صاحب صواعق محرقہ بھی عمر کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے لکھتے ہیں **وضمه وهبیله علیٰ جهة الاکرام لانها لصغرهالم تبلغ حد التشتهی حتیٰ یحرم ذلك** کہ سینہ سے لگانا اور بوسے لینا عمر کا بروجہ اکرام تھا، اس لئے کہ وہ اپنی کم سنی کی وجہ سے خواہش کے درجہ کو نہ پہنچتی تھی۔ تا کہ یہ آخر ان پر حرام ہوتا۔ پس یہاں سے بخوبی ثابت ہے کہ ام کلثوم اس وقت بہت ہی کم سن تھی۔ بلکہ جیسا کہ صاحبِ کتاب المودۃ نے تصریح کی ہے اس کی عمر فقط چار سال کی یا چار و پانچ کے درمیان تھی۔ حالاں کہ عمر کی عمر اس وقت ساٹھ سال کو پہنچی تھی، پس اب دیکھنا چاہئے کہ یہی ام کلثوم کہ

حقیقتِ نکاح اُم کلثوم با خلیفہ ثانی

جو فضائل و کمالات و خرق عادات و کرامات حضرت خلافت مآب کے کتبِ اہل سنت میں مذکور ہیں آنحضرت نے انہی پر بس نہیں کی بلکہ ان کو حضرت علیؑ مرتضیٰ و جنابِ سیدہؑ کا داماد بنا کر خاندانِ رسالت سے رشتہ قائم کرانے میں بھی سعی بلیغ فرمائی ہے یعنی بزعم خود حضرت ام کلثوم بنتِ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے ساتھ اس پیرانہ سری میں حضرت کی شادی رچائی اور اسی فرضی وصلت پر بہت کچھ دھوم مچائی ہے اور اتنا نہیں سوچا کہ جب ہمارے قول کے موافق دختران رسولؐ اللہ زینب وام کلثوم ورقیہ ابوالعاص بن ربیع وعتبہ وعتیبہ پسران ابولہب کافروں کے ساتھ بیاہی گئیں اور کوئی فخر و فضیلت ان کافروں کو اس سے حاصل نہ ہوا تو اگر حضرت امیر کی بیٹی بھی عمر کے نکاح میں آئی تو کیا بڑی بات ہوئی۔صاحبِ **رمی الجمرات** لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ کافروں کو بیٹی دینا پہلے جائز تھا پھر منع ہوگیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافروں کے لئے منع ہوگیا مطہران اسلام سے تو منع نہیں ہوا اور بلاضرورت منع ہوا،ضرورت میں تو منع نہیں سو روایاتِ اہلِ سنت بہ ندائے بلند پکار رہی ہیں کہ حضرت اس نکاح پر بدل راضی نہیں تھے۔غلبہ اور دباؤ سے اس طرح مجبور کئے گئے جیسے کہ دیگر امور میں مثل بیعت وغیرہ کے مجبور کئے گئے اور چار و نا چار ان کو یہ **خیالی نکاح** کرنا پڑا پس کیا ایسے نکاح سے کوئی فخر وفضیلت حاصل ہوسکتا ہے، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔واضح رہے کہ علما شیعہ ہمیشہ سے اس عقد کے منکر چلے آئے ہیں اور اس انکار پر آئمہ کرام علیہم السلام سے روایات نقل کرتے ہیں جو اس فرقہ کی تسکین خاطر کے لئے کافی ووافی ہیں،مگر ہم یہاں ان روایات کا مطلقاً ذکر نہیں کرتے،صرف سنیوں کی روایتیں لکھتے ہیں،انہی سے اس گمان فاسد کا بطلان بوجہ احسن ظاہر ہوجائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔اور نیز ان کی روات کی کہ درپے تفضیح وتذلیل حضرات عالیاتِ اہل البیت ہیں قلعی کھل جائے گی۔**صواعق محرقہ** میں ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ عمر سے صحیح ہوا ہے کہ انہوں نے علی علیہ السلام سے ام کلثوم کی درخواست کی آپ نے ان کی کم سنی کا عذر پیش کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے اس کو اپنے بھتیجے جعفر کے بیٹے کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔عمر نے کہا میں خواہش نفسانی کی راہ سے یہ درخواست نہیں کرتا بلکہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ تمام نسب وسبب بروزِ قیامت منقطع ہوجائیں گے الا میرا نسب وسبب کہ بدستور سلامت رہے گا اس لئے چاہتا ہوں کہ آنحضرتؐ کے ساتھ رشتہ سببی قائم کروں اور ذخائر العقبیٰ سے نقل ہوا ہے **قال علیؑ انها صغيرة فقال عمر لا والله ماذلك بك ولكن اردت منعي** یعنی علی علیہ السلام نے کہا وہ کم سن ہے عمر نے کہا نہیں قسم خدا کی یہ بات نہیں ہے بلکہ تم اس حیلہ سے چاہتے ہو کہ مجھ کو اس نکاح سے باز رکھو اور ابن حجر عسقلانی شرح

اسرارِ توحید و نبوت و آثارِ قضا و قدر و احوالِ قیامت جس قدر آپ کے کلام و خطب میں پائے جاتے ہیں کسی عالم کسی حکیم کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ علاوہ برایں تمام فرق اسلامیہ اپنے اپنے علوم کا سلسلہ آنحضرتؐ تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن متکلمین پس معتزلہ کا آنحضرتؐ سے منتسب ہونا ظاہر ہے کیوں کہ اکثر اصول ان کے آپ کے ظواہر کلام سے ماخوذ ہیں۔ نیز وہ اپنے مشائخ حسن بصری و واصل بن عطا وغیرہ سے علوم اخذ کرتے ہیں اور وہ سب علیؑ سے منسوب اور ان سے علم حاصل کرنے والے ہیں۔ اور اشعریہ کا حال بھی معلوم ہے اس لئے کہ ان کا پیرو مرشد ابوالحسن اشعری شاگرد ابو علیؑ جسائی کا ہے وہ خود مشائخ معتزلہ سے ایک تھا اس ابوالحسن کو معتزلہ کے خلاف کچھ امور دریافت ہوئے تھے اس لئے اس نے اپنے استاد کا مذہب چھوڑ دیا تھا علیٰ ہذا شیعوں کا آپ تک منتہی ہونا مثل آفتابِ نیم روز ظاہر ہے وہ علوم اپنے اماموں سے کہتے ہیں اور آئمہ یکدگر علم حاصل کرتے ہیں اور سلسلہ ان کا امیر المومنینؑ تک ختم ہوتا ہے اور وہ ہیں امام اول شیعوں کے اور خوارج با وصف اس کے آنحضرتؐ سے کمال بعد و دوری رکھتے ہیں تاہم سب اپنے مشائخ کے علوم میں دست نگر ہیں جو سب علیؑ کے کاسہ لیس تھے لیکن مفسرین پس راس و رئیس ان کا عبداللہ بن عباسؓ ہے جو شاگردِ امیر المومنینؑ ہے پس ان کے چار مذہب ہیں پہلا مذہب ابوحنفیہ کوفی کا ہے جو بنا بر مشہور شاگرد امام جعفر صادقؑ کا تھا اور علمِ احکام کو ان سے اخذ کیا اور امام جعفر صادقؑ کا تعلق امیر المومنینؑ سے جو کچھ ہے ظاہر ہے دوسرا مذہب مالک کا ہے مالک نے ربیعہ رازی سے علم حاصل کیا اور ربیعہ نے عکرمہ مولائی ابن عباسؓ سے اور اس نے ابن عباسؓ سے اور ابن عباس تلمیذ باتمیز امیر المومنینؑ ہیں۔ تیسرا مذہب شافعی کا ہے اور شافعی شاگرد ہے امام مالک مذکور کا۔ چوتھا احمد بن حنبل کا اور وہ شاگردان شافعی سے تھا۔ پس چاروں اماموں کی فقہ آنحضرتؐ کی طرف رجوع ہوئی اور موید ہے آپ کی کمال فقاہت کے ارشاد حضرت رسولؐ خدا کا **اقضاکم علیؑ** اس لئے کہ اقضا ہونے کے لئے اعلم دافقہ ہونا اور فقہ و اصول فقہ کے اعلیٰ مدارج کو پہنچنا ضروری ہے پس اس میں شبہ نہیں کہ جو لوگ مثل اصبغ بن بناتہ کے اس فن میں مشہور ہیں وہ سب آنحضرتؐ سے منسوب ہیں اور آپ کے الفاظ و عبارات سے انہوں نے اپنے ظروف پر کئے ہیں لیکن اہل نحو واضع اس علم کا ابوالاسود دئیلی ہے اس نے آپ کے ارشاد و اشارے سے اس علم کے تئیں تدوین کیا۔ اور لیکن صوفیہ انہوں نے تصفیہ باطن و کیفیت سلوک آنحضرتؐ کی تعلیم سے سیکھا ہے اور شجاع و ماہران حرب و ضرب آپ کی طرف منسوب اور آپ کے خرمن کمالات کے خوشہ چین ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ رسولؐ اللہ کے بعد آپ استادِ خلق اور ہادی بطریق حق آپ، ہیں تمام ہوا کلام ابن میثم علیہ الرحمہ کا۔ اب ہم مبحث علم امیر المومنینؑ کو کہ دریائے ناپیدا کنار ہے اسی مقام پر چھوڑ کر بقیہ حالاتِ خلیفہ ثانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

طرح پر کرتے رہے کہ اس کا شمہ بھی کسی کے دل پر نہ گذرا تھا۔ پھر حا رالحمد کی شرح میں ایک پہر اور گزرا پھر فرمایا اے عبداللہ جو کچھ میں نے بیان کیا تو نے سنا کہا ہاں اے امیر المومنینؑ میں نے سنا اور مبہوت و متحیر رہا۔ پھر فرمایا **یا عبداللہ لوکتبت نی معانی الفاتحۃ لا وترت سبعین بعیراً** اے عبداللہ اگر میں معانی سورہ الحمد کے لکھنے لگوں تو بلاشبہ ستر اونٹ اس کتاب سے بار ہو جائیں۔

صحیح قرأت سور الحمد اور اُس کے معنی جاننے والے کا ثواب: نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ فاتحہ کو درست پڑھے آتش دوزخ سے بے خوف ہو جائے اور جو اس کے معانی ٹھیک ٹھیک جانے جنت اس پر واجب ہو اور حق تعالیٰ اس کو اپنے قرب و جوار سے عزت بخشے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے علم کو آنحضرتؐ کے علم کے سامنے ایک قطرہ پایا دریا کے سامنے۔ اور ابن فخری سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا **لوشئت لا وقد بباء بسم اللّٰہ لسبعین بغیرلہ** کہ اگر میں چاہوں تو فقط بائے بسم اللہ کی تفسیر سے ستر (۷۰) شتر بار مہیا کر دوں۔ نیز اس جناب سے روایت ہے کہ فرمایا قسم بخدا اگر میں چاہتا تو تمام آدمیوں کے حال سے خبر دیتا مگر یہ خیال ہے کہ مبادا لوگ میری محبت میں شرع و دینِ رسولؐ سے کافر نہ ہو جائیں۔ محققِ لاثانی ابن میثم بحرانی مبحثِ علمِ امیر المومنینؑ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے مشہور خطبہ موسوم بقاصعہ میں فرمایا کہ میں پیروی کرتا تھا رسولؐ اللہ کی اور آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا جس طرح کہ بچہ شتر اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے وہ حضرت ہر روز ایک نشان اپنے اخلاقِ کریمہ کا بلند کرتے اور مجھ کو اس کے اقتدا کرنے کا حکم فرماتے اور ہر سال کچھ عرصہ تک کوہِ حرا پر مقیم رہا کرتے تھے اس وقت کوئی ان کی خدمت میں بجز میرے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ گھر میں تشریف رکھتے تو خدیجہ ہوتیں اور میں ان کا تیسرا ہوتا میں نورِ وحی و رسالت کو دیکھتا اور بوئے نبوت کو سونگھتا۔ مبعوث بہ نبوت ہوئے تو میں نے صدائے گریۂ شیطان سنی پوچھا یہ کیسی آواز ہے فرمایا نوحۂ شیطان ہے کہ اپنی عبادت سے مایوس ہوا یا علیؑ تو دیکھتا ہے اور سنتا ہے جو کچھ کہ میں دیکھتا اور سنتا ہوں۔ اور گو تو نبی نہیں اِلا میرا وزیر ہے اور خیر و خوبی پر ہے۔ اس کے بعد ابن میثم کہتے ہیں کہ نتیجہ اس ملازمت و اتباع اور اس تعلیم و تربیت کا یہ ہوا کہ وہ حضرت جمیع علوم میں پیغمبرؐ خدا کے بعد استاد عالم ہو گئے۔ چنانچہ مجملاً بیان اس کا یہ ہے کہ بموجب حدیث شریف **انا مدینۃ العلم الخ** حضرت رسولؐ خدا تمام علومِ اسلامیہ و اسرارِ حکیمہ کے کہ قرآن و حدیث ان پر شامل ہے حاوی و محیط تھے جیسا کہ شہر جملہ مافیہا پر حاوی و محیط ہوتا ہے اور علیؑ ان علوم و حکم کے خلقت تک پہنچنے اور ان سے منتفع ہونے میں واسطہ و ذریعہ تھے کیوں کہ شہر سے جس قدر لین دین ہوتا ہے اور جتنا نفع خلق کو پہنچتا ہے سب دروازہ کی راہ پہنچتا ہے پس ثابت ہوا کہ منبع و ماخذ تمام علوم دینیہ کے امیر المومنینؑ ہیں اور تفصیل اس کی اس طرح پر ہے کہ افضل علوم اور اعلیٰ و اہم ان کا علم الٰہیات ہے پس ہر شخص جانتا ہے کہ

اور تعلیم فرماتے پس میرا حدیث کہنا کیوں کر اوروں سے زیادہ نہ ہو۔ **مروی** ہے کہ حضرت رسولؐ خدا پر رات کو وحی نازل ہوتی تو دن سے پہلے حضرت کو اس سے آگاہ کرتے اور جو دن کو آتی تو رات نہ ہونے دیتے کہ ان کو اس کی خبر دیتے اس لئے علما صحابہ مثل سلمان، عمارہ، حذیفہ وابوذر وابی بن کعب وجابر انصاری وابن عباسؓ وابن مسعود و زید بن صوحان سب آنحضرتؐ کے تابع تھے اور نہیں تخلف کیا آپ سے مگر زید بن ثابت وابوموسیٰ ومعاذ وعثمان نے حالاں کہ وہ بھی آپ کی فضیلت کے معترف تھے۔ ابوعثمان جاحظ کہتا ہے کہ اجماع امت ہے کہ صحابہ چار شخصوں علیؑ وابن عباسؓ و ابن مسعود زید بن ثابت سے وبقولے عمر خطاب سے بھی علم حاصل کرتے تھے پھر سب متفق ہیں کہ چار پہلے عمر سے زیادہ قاری قرآن تھے اور رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ امامت کے لئے سب سے زیادہ قاری ہونا لازم ہے پس عمر اس شرط سے ساقط ہوگئے پھر بموجب ارشادِ رسول **الائمة من قریش** کہ امام صرف قریش سے ہونے چاہئے ابن مسعود اور زید ان سے گر گئے اور باقی رہے علیؑ وابن عباسؓ یہ دونوں عالم فقیہہ وقریشی ہیں لیکن امامت اس کو چاہئے کہ سن میں بڑا اور ہجرت میں سابق ہو اس قید سے ابن عباسؓ بھی خارج ہوگئے اور صرف امیر المومنینؑ رہ گئے پس شک نہیں کہ وہ حضرت لائق امامت تھے سب لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور وہ کسی سے کچھ نہ پوچھتے تھے۔ ابوالموید خوارزمی نے نقل کیا ہے کہ ابودرداصحابی کہتا تھا کہ اسلام میں اس وقت تین عالم ہیں ایک شام میں ایک کوفہ میں ایک مدینہ میں عالم شام سے وہ اپنے تئیں مراد لیتا اور کوفہ سے عبداللہ مسعود کو اور عالم مدینہ سے حضرت امیر المومنینؑ کو پھر کہتا **فالذی بالشام یسئل الذی بالکوفته ھو یسئل عن الذی بالمدینه وھو لا یسئل احدا** یعنی شام کا عالم تو کوفہ والے سے پوچھتا ہے اور کوفہ کا صاحب مدینہ سے اور وہ یعنی اہل مدینہ کبھی کسی سے نہیں پوچھتا۔ مگر مولائے ابن عباسؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار عمر خطاب نے امیر المومنینؑ سے کہا اے ابوالحسن قضیئے تمہارے سامنے ہوتے ہیں تو تم بہت جلد ان کو فیصل کر دیتے ہو۔ ذرا وقفہ نہیں ہوتا حضرت نے اپنا پنجۂ مبارک عمر کے سامنے کیا کہ یہ کے انگلیاں ہیں، کہا پانچ آپ نے فرمایا بہت جلد بتلا دیا تم نے اس کو، ابوحفص نے کہا میرے سامنے تھیں پوشیدہ تو نہ تھیں کہ بتانے میں دیر ہوتی آپ نے ارشاد کیا کہ تفاصیل خصومات بھی میرے آگے اسی طرح روشن تھے اور ذرا مخفی نہیں واقعی جملہ معارف وعلوم آپ پر منکشف وظاہر تھے اور نوبت کشف ویقین کی آپ کے یہ پہنچی تھی، کہ مکرر فرماتے تھے **لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا** کہ پردہ میرے سامنے سے اٹھا دیا جائے تو میرا علم ویقین ذرا بھی زیادہ نہ ہو۔ مناقب مرتضوی میں تفسیر بحر الدرر وریاض القدس سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک بار نماز عشاء کے بعد عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے پاس بلایا اور ایک پہر کامل تک الف ولام الحمد کی تفسیر وتشریح اس

سبحانہ تعالیٰ سے بخشے گئے تھے اس لئے بصیغہ مجہول اس کو ادا کیا اور علیؑ کو جوامع علم عطا کرنا اپنی طرف منسوب نہ فرمایا۔ پھر علامہ بن شہر آشوب کہتے ہیں کہ ابن بوالنجری نے چھ طریق سے اور ابن مفصل نے دس طریق سے اور ابراہیم سقفی نے چودہ طریق سے۔ عدی بن حاتم واصبغ بن نباتہ وعلقمہ بن قیس ویحییٰ بن ام الطّویل ورزین جیش وعبایہ بن ربعی و عبایہ رفاعہ وابوالطفیل سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے مجمع مہاجرین وانصار کے سامنے فرمایا اور اشارہ کیا طرف اپنے سینہ حقائق گنجینہ کے کہ یہ علم سے مملو ہے اگر کوئی اس کا طلب گار ہو **سلونی قبل ان تفقدونی** یعنی سوال کرو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ یہ صندوق علم ہے یہ لعابِ رسول اللہ ہے یہ وہ ہے جو آنحضرتؐ نے مجھ کو چکھایا ہے۔ سوال کرو مجھ سے بہ تحقیق کہ میرے پاس علم اولین وآخرین ہے قسم بخدا کہ اگر مسند میرے لئے بچھائی جائے تو حکم کروں درمیان اہل توریت کے موافق ان کی توریت کے اور درمیان اہل زبور کے موافق ان کی زبور کے اور درمیان اہل انجیل کے موافق ان کی انجیل کے اور درمیان اہل فرقان کے بموجب ان کے فرقان کے تاانیکہ ہر ایک کتاب ان سے آواز دے کہ علیؑ نے بموجب حکم خدا کیا ہے۔ بروایتے فرمایا **سلونی قبل ان تفقدونی** قسم بخدا کہ اگر تم مجھ سے کسی آیت کی نسبت سوال کرو گے کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، مکی ہے یا مدنی سفر میں اتری یا حضر میں، ناسخ ہے یا منسوخ، محکم ہے یا متشابہ، اور اس کی تاویل وتنزیل کی بابت پوچھو گے تو میں یہ سب باتیں تم کو بتلا دوں گا۔ اور بروایتِ نہج البلاغہ فرمایا قسم ہے اس خدائے عزوجل کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ اگر اس وقت سے لے کر قیامت تک کا حال پوچھو گے اور ہر ایک گروہ کی بات جن سے سو مرد راہ راست پائیں یا سو مرد گمراہ ہوں، سوال کرو گے تو میں ان کے ناعق (اونٹوں کا آواز دینے والا) اور قائد (پیش رو) اور سائق (پس رو) اور ان کے اونٹ بٹھانے اور پالان رکھنے کے مقام سے، اور جو ان سے قبل ہوگا، اس سے اور جو اپنی موت سے مرے گا، اس کے حال سے خبر دوں گا۔ ابن مسیّب کہتا ہے کہ اصحابِ رسول اللہ میں سوائے علیؑ ابن ابی طالب کے کوئی ایسا نہ تھا کہ سلونی کہہ سکے اور ابن شبرمہ نے کہا کسی نے سر منبر سلونی نہیں کہا سوائے علیؑ ابن ابی طالب کے اور حضرت صادق نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام علوم انبیا اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو عطا فرمائے اور آپ نے وہ سب علیؑ کو بخشے اس سبب سے وہ حضرت وہ کلمہ (سلونی) کہتے تھے جو آج تک کسی نے نہیں کہا اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں ابن سعد سے روایت کی ہے کہ کسی نے امیر المومنینؑ سے کہا کیا باعث ہے کہ تم اصحابِ رسول اللہ میں سب سے زیادہ احادیث آنحضرتؐ سے نقل کرتے ہو تو آپ نے فرمایا **انی کنت اذا سئلته انبانی واذا سکت ابتدانی** کہ میری آنحضرتؐ کے سامنے یہ کیفیت تھی کہ جب آپ سے کچھ پوچھتا تو اس سے خبر دیتے اور جو خاموش ہوتا تو خود ابتدا کرتے

ہوا کہ ملا کے عقیدے کی تحقیق کرے۔ اتفاقاً اس وقت ملا حسین کی زبان سے نکلا کہ جبرئیل امین حضرت رسولؐ خدا پر بارہ ہزار مرتبہ نازل ہوئے پیر روشن ضمیر نے موقعہ پا کر فوراً کہا کہ علیؑ ابن ابی طالب کے پاس کتنی مرتبہ آئے۔ مُلّا سوچے کہ اگر کہتا ہوں کہ علیؑ پر بھی جبرئیل نازل ہوئے تو ظاہر اخلاف واقعہ ہے اور جو اس سے انکار کرتا ہوں تو پیر صافی ضمیر کہ محو ولائے امیرؑ کبیر ہے۔ مقرر عصائے تعزیر سر پر لگائے گا۔ پس حیران تھے کہ کیا کہیں آخر حُسنِ عقیدت مُلّا نے ان کی امداد کی اور انہوں نے کہا کہ علیؑ بن ابی طالب پر جبرئیل چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے بوڑھے نے کہا میری خوشامد کرتا ہے یا اس دعویٰ پر کوئی دلیل بھی تیرے پاس ہے۔ ملا نے کہا دلیل اس کی یہ ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے **انا مدینة العلم وعلی" بابُهَا** پس جب کہ جبرئیل بارہ ہزار مرتبہ شہر میں آئے تو امیرالمومنینؑ کے پاس کہ دروازے اس شہر کے ہیں کیوں کر چوبیس ہزار مرتبہ نہ آئے ہوں گے۔ صدائے تحسین و آفرین اس پر بلند ہوئی۔ نیز تفسیر نفاس سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ علیؑ علم و علامتِ علم ہیں۔ ان کو رسولؐ اللہ نے علم تعلیم کیا ہے۔ پس علم رسولؐ خدا کا علم خدا سے ماخوذ ہے اور علم علیؑ کا علمِ رسولؐ خدا کے علم سے اور علم میرا علیؑ کے علم سے۔ لیکن میرے اور جملہ اصحابِ محمدؐ کے علم کو، علیؑ کے علم سے وہ نسبت ہے جو قطرہ آب کو سات سمندروں سے اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں باسناد خود امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا **علمی رسولؐ اللّٰہ الف باب یفتح کل باب الی الف باب** یعنی رسولؐ اللہ نے مجھ کو ہزار باب علم کے تعلیم کئے ہر ایک باب سے ہزار باب اور مجھ پر کھل گئے۔ ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو شیخ صدوق محمدؒ بن بابویہ نے اپنی کتاب خصال میں چوبیس طریق سے اور سعد بن عبداللہ نے بصائر الدرجات میں چھتیس طریق سے علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ میں کہتے ہیں کہ تعلیم رسولؐ اللہ سے آنحضرتؐ کے تئیں صرف صور جزئیہ علمیہ پر آپ کا واقف کر دینا کہ آپ ان کو حفظ و ضبط کر لیتے مراد نہیں کیوں کہ جزئی باتوں کا سمجھنا اور یاد رکھنا ایک خفیف اور سہل امر ہے جس کو ادنیٰ فہم ہو وہ بھی ان کو سمجھتا اور یاد رکھتا ہے بلکہ مدعا اس سے یہ ہے کہ بوجہ طولِ صحبت حضرت رسالت وارشاد کیفیت سلوک و ریاضت کے نفس قدسی اس جناب کا قابل و صالح اس کا ہوا تھا کہ صور غائبہ مخفیہ اس میں منقش ہوں اور بانواع اعدادات آمادہ و مہیا تھا واسطے ادراکِ امورِ کلیہ عامہ کے اور واسطے دریافت کیفیت منشعب و متفرع ہونے جزئیات کے ان کلیات سے چنانچہ اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے مجھے ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب سے مجھ پر ہزار باب اور کھل گئے اور رسولؐ خدا نے فرمایا **اعطیت جوامع الکلم و اعطی علی جوامع العلم** عطا کئے گئے مجھ کو کلمات جامعہ اور عطا کئے گئے علیؑ کو علوم جامعہ چوں کہ آنحضرتؐ کو اور حضرت امیرؑ کو جوامع کلم و جوامع علم حضرت حق

مزید تاکید کی اس کے ساتھ فقرہ **فلیات الباب** کے کہ آنا چاہئے صرف دروازہ سے۔ پس معلوم ہوا کہ علوم نبوی میں سے کسی علم کے حاصل کرنے کے لئے علیؑ کے در پر جانا اور ان سے ملتجی ہونا ضروریات سے ہے اور نیز یہ حدیث دلیل ہے اوپر معصوم ہونے اس جناب کے، کیوں کہ غیر معصوم سے صدورِ خطا جائز ہے اور بصورت صدور خطا اس کی اقتدا قبیح و باطل ہوگی اور محال ہے کہ پیغمبرؐ خدا امر باطل وقبیح کا حکم دیں پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ سے خطا کبھی ہوئی ہی نہیں، اور یہی معنے عصمت کے ہیں اور نیز اس سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت اعلم امت ہیں، چنانچہ اسی وجہ سے اور لوگ با یک دیگر مسائل میں اختلاف کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف رجوع لاتے تھے بخلاف امیر المومنینؑ کے کہ تمام سے مستغنی تھے۔ اور نیز آنحضرتؐ نے اس حدیث سے امیر المومنینؑ کی خلافت کو بیان کیا ہے یعنی کہ آپ نے ظاہر کیا کہ علم دین آپ کی حیات میں اور وفات کے بعد سوائے آنحضرتؐ کے اور کسی سے نہیں لینا چاہئے کیوں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **واتو البیوت مِنْ ابوابھا** کہ آؤ تم گھروں میں ان کے دروازوں کی راہ ہے۔ اور یہی استخلاف ہے۔ **مولف** کہتا ہے کہ خلفا ثلٰثہ کے شیدائیوں نے حدیث مذکور کی اصلاح اس طرح پر کی ہے کہ **انا مدینۃ العلم و ابوبکر اسامھا و عمر حیطانھا وعثمان سقفھا وعلیؑ بابھا** یعنی حضرت نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد اور عمر اس کی دیواریں اور عثمان اس کی چھت اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور اس پر بھی بس نہ کر کے اس قدر اور زیادہ کیا ہے **ان کلامن الا ساس والحیطان والسقف اعلیٰ من الباب** کہ بہ تحقیق کہ بنیاد اور دیواروں اور چھت سے ہر ایک شے دروازہ کی نسبت اعلیٰ ہے۔ کتاب مستطاب قطب شاہیہ میں لکھا ہے کہ ایک رات بادشاہ جم جاہ یعنی صاحب قران ثانی کی مجلس میں ارا کین دولت وامرا وعلما وزہاد وعباد حاضر تھے کہ علما اہل سنت سے ایک شخص نے یہ حدیث پڑھی اور دو تین مردوں نے اس کی تصدیق کی ایک ظریف نے آگے بڑھ کر کہا کہ حدیث مذکور کا تتمہ بھی تو ہے اس کو کیوں نہیں نقل کرتے کہا وہ کیا ہے اس نے کہا اس کے بعد یہ ہے وہ **معاویۃ مزبلتھا** کہ معاویہ اس شہر کا کوڑا اور نجاست ڈالنے کی جگہ ہے اس پر ایک فرمائشی قہقہہ لگا اور بادشاہ اور حاضرین کو مبلغ صحت روایت کا معلوم ہوگیا۔ جناب قاضی نور اللہ، نور اللہ مرقدہٗ اس مقام پر ایک دلچسپ حکایت لکھتے ہیں مناسب مقام جان کر ہم بھی اسے نقل کرتے ہیں۔ **حکایت** ملا حسین واعظ کاشفی سبزواری ہرات میں میر علیؑ شیر کی صحبت میں گرفتار رہے اور ملا عبدالرحمٰن جامی کی دامادی میں مبتلا ہوئے لہٰذا ان کے ہم وطن ایک جانب سے بدگمان ہوگئے کہ وہ سنی ہوگئے ہیں عرصہ دراز کے بعد جو ملا کو اپنے وطن مالوف کی طرف واپس آنے کا اتفاق ہوا تو وہ لوگ ان کے امتحان کی فکر میں تھے تا اینکہ ایک روز مسجد جامع سبزوار میں وعظ کر رہے تھے کہ ایک پیر مرد عصا ہاتھ میں لئے اٹھا اور ان کے منبر کے قریب آ کر کھڑا

ہو جانے پر اونٹوں کی قربانی کی نذر قبول نہ لینے سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو آخر ایام خلافت میں نسیان بھی بہت ہو گیا تھا حتیٰ کہ عدد رکعات تک یاد نہ رہتی تھی۔ محمدؐ بن سرین سے نقل کیا ہے کہ خلافت پناہ نماز میں ایک مرد کو آگے کھڑا کر لیتے وہ ان کو رکوع و سجود وغیرہ اشارہ سے بتاتا رہتا تھا۔ رہی یہ بات کہ حضرت امیر المومنینؑ کا علم عبداللہ بن عباسؓ کے علم سے بمدارج بڑھا ہوا تھا۔ یہ بھی اہل سنت پر پوشیدہ نہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی رجال مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ علیؑ کو علم کے کل دس حصوں سے نو حصے مرحمت کئے گئے اور ایک حصہ تمام عالم پر تقسیم ہوا اور قسم بخدا کہ وہ اس دسویں حصہ میں بھی سب کے شریک ہیں اور ابن اثیر نے نہایہ میں نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ **علمی بالقرآن الی علم علیٰ کالقرارۃ فی لمنعجر** کہ میرا علمِ قرآن علیؑ کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسا کہ چھوٹا تالاب دریائے عمیق کے سامنے ہم اس مقام پر کچھ بیانِ علم و معرفت حضرت امیر المومنینؑ بھی کرتے ہیں۔

شرح شمہٗ از علم و معرفتِ حضرت امیر المومنین علیہ السلام

علوم وہبی لدنی جو حضرت امیر المومنینؑ کو عطا ہوئے ایسے نہیں کہ کوئی ان کے بیان کا ارادہ کر سکے بڑے بڑے علما و عرفا نے اس مقام پر اپنے عجز و قصور کا اعتراف کیا ہے خود وہ حضرت بخوف گمراہی خلائق پورے طور سے ان کا اظہار نہیں کر سکے الا یہاں بمناسبتِ مقام حسب اسلوب اس کتاب کے چند احادیثِ مشہورہ اس باب کی نقل ہوتی ہیں۔ از انجملہ متفق علیہ فریقین ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا **انا مدینۃ العلم و علیٌ بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب** یعنی میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ، جو علم حاصل کرنا چاہے چاہئے کہ دروازہ سے آئے۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے حتیٰ کہ علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے اس کو آٹھ طریق سے روایت کیا ہے۔ اور ابراہیم ثقفی نے سات طریق سے اور ابن بطہ نے چھ طریق سے اور قاضی جعانی نے پانچ طریق سے اور ابن شاہین نے چار سے اور خطیب تاریخی نے تین طریق سے اور یحیٰی بن معنین نے دو طریق سے اور روایت کیا ہے اس کو سمعانی نے اور قاضی نے اور ماوردی اور ابوالمنصور سکری اور ابوالصلت ہروی اور عبدالرزاق اور شریک نے۔ ابن عباسؓ اور مجاہد اور جابرؓ سے۔ پھر کہتے ہیں کہ بموجب اس حدیث کے ہر شخص پر آنحضرتؐ کی طرف رجوع لانا واجب و لازم ہے۔ کیوں کہ رسولؐ اللہ نے اپنے تئیں شہر علم کہا اور دروازہ اس شہر کا جس کے بغیر اس میں داخل ہونا ممکن نہیں علیؑ کو بتایا پس مقرر کر دیا آنحضرتؐ نے کہ کوئی علمِ نبیؐ کو بلا واسطہ علیؑ نہیں پا سکتا۔ پھر

ہے۔ مگر نہیں سنا تو نے قول عبید بن امرص کا کہ وہ کہتا ہے۔

فجائوا یھرعون الیہ حتی
یکونوا حول منبرہ عزینا

یعنی وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے تاانیکہ اس کے منبر کے گرد پراگندہ ہوگئے۔ اسی طرح وہ سوال کرتے اور ابن عباسؓ پیہم ان کا جواب دیتے اور اشعارِ عرب سے اس پر استشہاد لاتے تھے۔ حتیٰ کہ دوسو سوال مجلسِ واحد میں کئے اور تمام کے خاطر خواہ جواب پائے منجملہ ان کے آیہ **فاکھۃً وَّ اباً** سے بھی لفظ اب کے معنے دریافت کئے ابن عباسؓ نے کہا **مَا یعْتَلِفُ مِنْہُ الدَّوَ آبُّ** کہ وہ گھانس جو چوپاؤں کی خوراک ہے چنانچہ شاعر عرب کہتا ہے۔

تری بہ الاب والیقطین مختلطا
علی الشریعۃ تجری تحتھا العرب

تو دیکھتا ہے گیاہ وروئیدگی باہم آمیختہ کو اس کے کنارے پر، کہ ان کے نیچے آب تیز وتند رواں ہے۔ فرمائیے کہ جو شخص دو سو مسئلے قرآن کے جلسہ واحد میں حل کرے اور ہر ایک کے ساتھ اشعارِ عرب سے بھی سند دیتا جائے تو حضرات شیخین اس کی برابری کیونکر کرسکتے ہیں جن کا معانیٔ قرآن سے بے خبر ہونا طشت از بام ہے۔ پیشتر گذرا کہ وہ لفظ اب کے سیدھے معنے بھی نہ جانتے تھے اقوال عرب سے مستند کرنا تو بڑی بات ہے۔ **نیز** یہ دونوں بزرگ لفظ کلالہ کے معنوں سے ناآشنائے محض تھے خلیفہ اوّل ابوبکر کا تو دم واپسیں تک اس میں پریشان رہنا پیشتر گذرا، خلیفۂ ثانی کے حال میں بھی صاحب تشئید علیہ الرحمہ نے بہت سی عبارتیں کتبِ اہل سنت سے نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ باوجود صراحتِ بسیار انہوں نے اس کے جاننے کی توفیق نہ پائی آخر میں اپنی بیٹی بی بی حفصہ زوجہ رسولؐ خدا سے ملتجی ہوئے کہ کسی اچھے موقعہ پر آنحضرتؐ سے سوال کرے انہوں نے موقعہ پاکر دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا تیرے باپ نے اس کے لئے تجھ سے کہا ہوگا۔ **ماأری اباك یعلمھا ابدا** میں نہیں دیکھتا کہ تیرا باپ کبھی بھی اس کو جانے۔ راوی کہتا ہے کہ عمر اس کے بعد کہا کرتے تھے کہ میں کبھی اس کو نہ جانوں گا کیوں کہ رسولؐ اللہ یہ کہہ چکے ہیں اور وہ آرزو رکھتے تھے کہ میں کلالہ کے معنے جانتا ہوتا تو یہ میرے لئے بہتر تھا قصص ہائے شام سے بروایتے فرماتے تھے **واللہ لئن اعلمھا احب الی من ان یکون لی ماعلیٰ الارض من شیءٍ** قسم بخدا کہ اگر میں اس کو جانوں تو یہ میرے لئے ان تمام اشیا سے بہتر ہے جو روئے زمین پر ہیں **ھکذا فی کنز العمال** بھلا اس کند ذہنی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک لفظ کے معنے بارہا زبانِ مبارک رسولؐ اللہ سے سنیں اور پھر اس کو نہ جانیں، یہ سورہ بقر کے یاد

والی سرخی کے نیچے لکھ آئے ہیں کہ اپنے کام کے لوگوں کو نہال کر دیتے تھے باقیوں کے آنسو پوچھ دیئے جاتے یہ نہیں تو آپ ہی فرمایئے کہ آپ نے شرع اقدس کے ایک سیدھے سادھے قاعدے یعنی برابر کی تقسیم کو کیوں تہ و بالا کر ڈالا۔ خیر ہم کو اس خطبہ میں خلیفہ صاحب سے ذرا بھی محل شکایت نہیں انہوں نے جو کچھ کہا بہت درست کہا اور ایسا ہی چاہئے تھا اس لئے کہ انہوں نے جو اسلام کا کھڑاگ اپنے سر پر لیا تھا تو اسی مال کی خاطر لیا تھا اب جب کہ بعد از انتظارِ بسیار شاہدِ مقصود ہم کنار رہوا۔ پس انہوں نے یہ خطبہ کہہ کر سارا جھگڑا ہی چکا دیا واہ کیا خطبہ بلیغ کہا ہے گویا حضرت امیرؑ کبیر اسی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔

رضینا قسمته الجبار فینا
لنا علم وللجهال مال

کہ ہم خداوندِ جبار کی تقسیم کہ اس نے ہمارے درمیان کی راضی ہو گئے کہ ہمارے لئے علم مقرر کیا اور دشمنوں کے لئے مال، ہاں شکایت ان کے مریدوں اپنے سنی بھائیوں سے ہے کہ وہ بمفاد مدعی ست گواہ چست ان کو چرخ ہفتم پر لے جاتے۔ اور علوم دین فقہ و احکام کا ماہر بتلاتے ہیں اور جب تک خطیبِ منبر سلونی وارثِ مرتبہ ہارونی جناب مرتضوی پر انہیں ترجیح و تفضیل نہیں دے لیتے آرام نہیں پاتے۔ یہی شاہ ولی اللہ کہ خطبہ مذکورہ کے راوی ہیں۔ ازالۃ الخفا میں کس کس پیرایہ میں اس مطلب کو لکھتے اور بزعمِ خود ثابت کر کے چھوڑتے ہیں۔ صاحبو ذرا انصاف کرو، تحقیقی عدالت نہیں تو عدل تقدیری عمری ہی کام میں لاؤ، تو بھی معلوم کر سکتے ہو کہ ان لوگوں کو اس جناب کے مقابل کرنا، پرکاہ کو کوہِ عظیم الشان سے ٹکرانا اور ذرۂ ناچیز کو آفتابِ عالم تاب کی برابر ٹھہرانا ہے، حضرت امیرؑ تو اپنی جگہ ہیں، تمہارے خلفا علم و معرفت میں عبداللہ بن عباسؓ کی برابری تو کر سکتے ہی نہیں، جو آپ کی شاگردی پر فخر کرتے اور اپنے علم کو اس جناب کے علم کے آگے تالاب کے سامنے قطرہ بتاتے تھے، اب اس کی سند اپنی کتابوں سے لیجئے۔ جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان میں نقل کرتے ہیں کہ ایک بار ابنِ عباسؓ خانہ کعبہ کے آگے بیٹھے اور لوگ چار طرف سے انہیں گھیرے تفسیرِ قرآن کے سوال کر رہے تھے، نافع بن ازرق نے نجدہ بن عویمر سے کہا آؤ ذرا اس مرد کے پاس چلیں کہ قرآن کی تفسیر میں بلا علم جرأت کرتا ہے یہ کہہ کر دونوں ان کے پاس آئے اور کہا ہم تم سے کچھ کلام مجید کی باتیں دریافت کیا چاہتے ہیں تم ان کی تفسیر بیان کرو اور کلام عرب سے ان کی سند لاؤ کیوں کہ قرآن عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا سوال کرو جو کچھ کہ چاہو۔ نافع نے کہا بتلاؤ قول حق سبحانہٗ تعالیٰ **عن الیمین و عن الشمال عزین** میں لفظ عزین کے کیا معنی ہیں اور کلام عرب سے اس کو مدلل فرماؤ ابن عباسؓ نے بے تامل کہا کہ عزین سے مراد خلق رفاق

علم عبداللہ بن عباس

سی باتوں سے جن کے لکھنے میں طول ہے ظاہر ہے کہ خلیفہ صاحب اول تو حضرت رسالت پناہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہی کم ہوتے تھے۔ کیوں کہ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں بیشتر اوقات تحصیل اغراض دُنیوی کے واسطے بازاروں میں گھومتے اور چکر لگاتے رہتے تھے اور پیشتر گذرا کہ وہ مدینہ میں بھی دلالی کا پیشہ کرتے تھے۔ اور جو گاہ گاہ حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا تھا تو قرآن وحدیث کے سیکھنے سے مطلقاً سروکار نہ رکھتے تھے۔ نہیں تو ممکن نہ تھا کہ ایسے ایسے ادنیٰ مسائل ان پر پوشیدہ رہیں اور یوں بات بات میں شرمندگی اٹھائیں اب اس آئے دن کی رسوائی اور ان مشکلات کی دلدل میں پھنسے رہ جانے سے نجات کی تدبیر کہ حضرت نے سوچی وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ **خلیفہ ثانی نے اپنے فرائض خلافت دوستوں پر تقسیم کر دیئے:** توجہ سے سنئے اور آپ کے کمال عقل وفطانت کی داد دیجئے اور اس پر صاد کیجئے وہ تدبیر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے فرضِ منصبی کو حصہ حصہ کر کے اپنے خاص دوستوں اور ہوا خواہوں پر بانٹ دیا اور آپ ہلکے پھلکے ہو گئے یعنی مقرر کیا کہ قرآن اور اس کی تفسیر وتشریح کے مسائل ابی ابن کعب سے پوچھا کریں اور فرائض و حصہ کشی کے مشکلات زید بن ثابت حل کیا کرے اور فقہ واحکام کا بکھیڑا معاذ بن جبل چکائے اپنے لئے کیا رکھا فقط مال کہ سینہ کا سکھ، کلیجہ کی ٹھنڈک، آنکھوں کا نور، دل کا سرور تھا شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا وقرۃ العینین میں علیؑ بن ریاح لخمی سے روایت کرتے ہیں **ان عمر بن الخطاب خطب الناس فقال من اراد ان یسئل من القران فلیات ابی بن کعب و من اراد ان یسئل عن الحلال و الحرام فلیات معاذ بن جبل و من اراد ان یسئل عن الفرائض فلیات زید بن ثابت و من اراد ان یسئل من المال فلیاتنی فان اللہ جعلنی خازناً** کہ عمر خطاب نے خطبہ میں کہا ایہا الناس جو کوئی قرآن سے کوئی بات پوچھنا چاہے ابی ابن کعب کے پاس جائے اور جس کو حلال وحرام سے کچھ دریافت کرنا ہو معاذ جبل سے دریافت کرے اور فرائض کے مسائل پوچھنا چاہے تو زید بن ثابت سے پوچھے اور جو احکام مال کا طلب گار ہو وہ میرے پاس آئے بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو اس کا خازن بنایا ہے انتہی۔ کیا کہنے آپ کی اس صاف گوئی کے قرآن کو فلاں سے پوچھو اور حلال وحرام کو فلاں سے ہم تو فقط مال کے لئے ہیں درحقیقت آپ مال کے لئے تھے اور مال آپ کے لئے در ایں چہ شک پس طلب گار مال آپ کے پاس نہ جائے تو اور کہاں جائے گا اس کے خازن جو آپ ٹھہرے اور نہ خود بخود بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص وحی کے ذریعہ آپ کو اس پر مسلط کیا تھا ایک خزانہ دار کسی زمانہ میں قارون ذون تھا دوسرے اس عہد کے آپ قارون ہوئے مگر وہ کمبخت ایک کوڑی کسی کو نہ دیتا تھا تجتاً اپنا خزانہ سر پر لئے تحت الثریٰ کو گیا مگر آپ خدانخواستہ ایسے نہیں تھے آپ دیتے بھی تھے اِلا ویسا ہی دینا جیسا کہ ہم تصرفاتِ بیت المال

سودے میں خلیفہ صاحب سے دو غلطی ہوئی۔ ایک بیگانی شے میں بلا رضاء مالک تصرف کرنا دوم اتنی بات نہ جاننا کہ اونٹ کے ہمراہ اس کا ساز و سامان نہیں بک جاتا۔ ایک اور عجیب امر کہ سر سبد عجائب و غرائب ہے یہ ہے کہ آپ کو باوجودیکہ حضرت متمم مکارم اخلاق کے ساتھ اس قدر دراز مدت صحبت رہی یہ **معلوم نہ ہوا کہ اگر کوئی کسی کے مکان پر جائے تو چاہیئے کہ مالک مکان سے اذن دخول طلب کرے** اگر وہ اذن دے تو جائے ورنہ لوٹ جائے۔ بخاری نے عبید بن عمران سے روایت کی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے عمر کے یہاں جا کر اذن طلب کیا آپ اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اجازت نہ ہوئی ابوموسیٰ الٹے پاؤں پھر گیا تھوڑی دیر بعد عمر کو شغل سے فراغت ہوئی تو پوچھا عبیداللہ بن قیس یعنی ابوموسیٰ کی آواز نہیں سنائی دیتی اس کو اندر آنے دو کسی نے کہا وہ واپس چلا گیا کہا اس کو بلواؤ حاضر ہوا تو اس نے کہا ہم کو رسولؐ اللہ نے امر کیا ہے کہ اجازت نہ پاؤ تو پلٹ جاؤ۔ عمر نے کہا اس پر کوئی شاہد رکھتا ہے تو ابوموسیٰ مجالس انصار میں جا کر خواستگار ہوا کہ کسی نے یہ حدیث پیغمبرؐ خدا سے سنی ہو تو شہادت دے۔ انصار نے کہا کوئی ہم سے اس امر میں شہادت نہ دے گا، اِلا عمر میں سب سے چھوٹا۔ پس ابوسعید خدری کو بھیجا اس نے جا کر گواہی دی عمر نے کہا یہ امر مجھ پر مخفی رہا اور بازاروں میں پھرنے اور سیر کرنے نے مجھ کو اس سے باز رکھا۔ بخاری کہتا ہے سیر بازار سے مراد تجارت کے کاروبار میں جو عمر کو درپیش رہتے تھے۔ سبحان اللہ کیا علم و فقہات تھی کہ ایسی چھوٹی بات جس کو علم اخلاق کی الف بے کہنا چاہیئے اس بزرگوار پر مخفی رہی۔ اگر یہ حدیث بالخصوص حضرت رسولؐ خدا سے نہیں سنی تھی تو کیا آنحضرت کا رات دن کا برتاؤ بھی مشاہدہ نہ کیا تھا۔ اسی سے یہ قاعدہ معلوم ہو سکتا تھا ملا جامی نے راست کہا ہے۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نداشت

دیدنِ روئے نبی سود نداشت

ہمارے نزدیک انصار نے خوب سمجھ کر ایسی چھوٹی بات کی گواہی کو اپنی کسر شان جانا اور سب سے کم سن کو اپنے درمیان سے اس کار کے لئے انتخاب کر کے بھیجا کرمانی شارح بخاری کہتا ہے **قال النودی قال الانصار انکار اعلیٰ عمر فیما قالہ قالوا انہ حدیث مشھور متنا معروف عندنا حتی ان اصغرنا حفظہ و سمعہ من رسولؐ اللہ** یعنی نووی نے کہا کہ انصار نے کلام عمر کے رد کرنے اور اس پر انکار کرنے کی غرض سے یہ کہا تھا کہ یہ حدیث از روئے متن کے ہمارے نزدیک معروف و مشہور ہے حتیٰ کہ ہم میں سب سے چھوٹی عمر والے نے بھی اس کو رسولؐ اللہ سے سنا اور یاد رکھا ہے۔ شاباش انصار یو شاباش کیا ہی لطافت سے تم نے اس بوڑھے شیخ کی خبر لی ہے اور ان کی حدیث دانی کو عالم پر روشن کیا ہے جزاکم اللہ المختصر ان سے اور ان کی مثل اور بہت

باتیں نہ جاننے کو ذرا مخل خلافت نہ جانتے تھے نیز عمر کو اس قدر معلوم نہ تھا کہ نمازِ عیدین میں جو بآواز بلند پڑھی جاتی ہیں اور بار ہا حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ آپ کو یہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ کیا کیا سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ **سورہ ہائے نماز عیدین:** حمیدی جمع بین الصحیحین میں لکھتا ہے کہ عمر نے ابواونی سے دریافت کیا کہ رسول اللہ نمازِ عیدین میں کیا پڑھتے تھے **وسئل الواقد الليثي ماكان يقرأ رسول الله في الاضحى والفطر** یعنی واقد لیثی سے پوچھا کہ رسولؐ خدا عید الفطر و عید الضحیٰ کی نمازوں میں کیا کیا پڑھا کرتے تھے اس سے بھی عجیب تر یہ کہ اس قدر معلوم نہ تھا کہ روزہ میں جماع کرنا مفسدِ صوم ہے۔ **کنز العمال** میں سعید بن مسیّب سے نقل کیا ہے کہ عمر نے اپنے اصحاب سے کہا کہ فتویٰ دو مجھ کو اس کار میں کہ آج میں نے کیا ہے، کہا کیا کام کیا ہے تم نے اے امیر المومنینؓ، فرمایا ایک کنیز میرے سامنے سے گذری کہ مجھ کو خوب معلوم ہوئی میں نے اس کے ساتھ نزدیکی کی حالاں کہ میں روزہ سے تھا۔ **جماع بحالتِ صوم:** پس یہ امر لوگوں پر عظیم گزرا علی علیہ السلام خاموش تھے عمر نے کہا یا ابن ابی طالب تم اس میں کیا کہتے ہو آپ نے کہا تم نے حلال کام کیا ہے روزہ کی عوض روزہ رکھ لو۔ عمر نے کہا **انت خير هم فتوىٰ** کہ تمہارا فتویٰ ان سب سے بہتر ہے۔ یہاں دو صورتیں ہیں یا تو خلیفہ صاحب جانتے تھے کہ جماع مفسدِ صوم ہے اور انہوں نے دیدۂ و دانستہ یہ حرکت کی تو بڑی دلیری و جسارت کے مرتکب ہوئے گو ان سے بعید نہیں اور یا اس حکم سے مطلقاً واقف نہ تھے تو پرلے سرے کی نابلدی وغباوت ہے کہ باوجود اس قدر تقرب کے حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ، کہ ان کے معتقد اس کے دعوے دار ہیں آپ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ مقاربت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے نیز کنز العمال میں ہے کہ خلافت مآب ایک مرتبہ کچھ اونٹ خرید کر رہے تھے قیمت ہنوز طے نہیں ہوئی تھی کہ آپ ان کو ٹھوکریں مار مار کر اٹھاتے اور دوڑاتے اور کداتے تھے اعرابی مالکِ شتران اس سے مانع آیا مگر وہ باز نہ آئے حتیٰ کہ اس نے خفا ہو کر کہا **خل ابل لا ابالك** یعنی عرب کے محاورے میں کوس کر کہا۔ میرے اونٹ چھوڑ دے مگر عمرؓ پر اس کا بھی اثر نہ ہوا تا اینکہ انہوں نے اس طرح پر ایک ایک اونٹ کو دوڑایا اعرابی نے کہا **لا ظنك رجل سوء** کہ میرا گمان یہ ہے کہ تو برا آدمی ہے۔ غرض معاملہ طے ہوا اور اونٹ خریدے گئے تو آپ کی پالان و دیگر ساز و سامان پر تکرار ہوئی مالک کہتا تھا میں نے صرف اونٹ بیچے ہیں خلافت پناہ سب چیزوں کو اپنی بتلاتے تھے آخرش حضرت امیر المومنینؑ کو حکم کیا آپ نے فرمایا اے امیر اگر تم نے خریداری کے وقت شرط کی تھی تو خیر ورنہ یہ اشیا تمہاری نہیں ہوسکتیں کیوں کہ بیشتر اوقات تاجر لوگ اپنے مال کی ایسی چیزوں سے زینت کرتے ہیں کہ ان کی قیمت اصل مال کی قیمت سے زیادہ ہوتی ہے۔ پس وہ تم کو کیوں کر دیں گے آخر معلوم ہوا کہ کوئی شرط نہیں ہوئی تھی پس مالک نے صرف اونٹ دیئے اور قیمت لے کر لمبا ہوا۔ اس

معلومات کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں لیکن یہاں چند ایسے خاص مسئلے نقل ہوتے ہیں جن کے کثیر الوقوع ہونے اور بیشتر اوقات کار آمد ہوتے رہنے سے ادنیٰ مسلمان بھی ناواقف نہیں ہوسکتا مگر خلافت پناہ باجود سربراہ ریاستِ مسلمانان ہونے کے ان کو نہ جانتے تھے۔ مثلاً مسائل متعلقہ نماز پنجگانہ کہ ان کا جاننا ہر مکلّف کو لازم ہے مگر عمر اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ اگر کوئی جُنب ہو اور پانی نہ پائے تو خاکِ پاک سے تیمّم کرے اور نماز بجالائے وہ اس صورت میں سرے سے نماز ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ چنانچہ بخاری ومسلم میں ہے کہ کسی نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا تو فرمایا چاہئے کہ نماز نہ پڑھے، اور ابوداؤد نے اپنے سنن میں روایت کی ہے کہ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا ہم بعض مقامات میں مہینے مہینے اور دو دو مہینے رہتے ہیں اور پانی نہیں پاتے آپ نے فرمایا میں تو ایسی جگہ ہوں تو نماز نہ پڑھوں جب تک پانی نہ ملے گویا آیہ شریفہ **فلم تجدو ماءً فتمیمو صعیداً طیباً** کہ اگر پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی سے تیمّم بجالاؤ آپ کے گوش زد نہ ہوئی تھی اور طرفہ یہ کہ بموجب تتمہ حدیث حضرت عمار نے آپ کو آگاہ کیا کہ اے عمر تم کو یاد نہیں رہا کہ ایک مرتبہ ہم دونوں ہمراہ تھے جُنب ہوئے تو میں نے زمین پر لوٹ کر تیمّم کیا اور نماز پڑھی تم نے نہ پڑھی۔ حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں آکر یہ قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ کافی تھا تجھ کو یہ کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے اور جھاڑ کر پیشانی اور دونوں ہاتھوں کا ان سے مسح کرے تو خلافت پناہ سخن پروری کی راہ سے حدیث عمار کو خاطر میں نہ لائے اور مرتے دم تک اپنے اسی قول پر ثابت قدم رہے مگر شکر ہے کہ اہلِ سنت نے دیگر مسائل متعہ وغیرہ کی طرح اس مسئلہ میں حضرت کی تقلید نہیں کی اور ان کے برخلاف جُنب فاقد الما کے لئے بالاتفاق تجویز تیمّم کرتے ہیں ازالۃ الخفا میں ہے **ترک الفقھا الاربعتہ قول عمر لانھم وجدوہ مخلالفاتہ صح عن النبی من مسند عمران بن الحصین و ابی ذرو عمر و بن العاص وغیر ھم امرہ للجنب بالتیمم اذالم تجدا لماء** یعنی فقہا اربعہ ابوحنیفہ شافعی احمد بن حنبل و مالک نے قولِ عمر کو ترک کیا، اس لئے کہ اس کو مخالف پایا اس کے جو صحیح ہوا ہے پیغمبرؐ خدا سے حدیث عمران بن حصین و ابوذر عمرو عاص وغیرہ سے کہ آپ نے جُنب کو تیمّم کر لینے کا حکم دیا جب کہ پانی نہ پائے۔ **رکعاتِ نماز میں شک**: نیز آپ کو عدد رکعات میں شک کا حکم معلوم نہ تھا ازالۃ الخفا میں ہے کہ عمر نے صحابہ سے احکام شکِ رکعات دریافت کئے تو عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ دو اور تین رکعت میں شک کرے تو دو پر بنا رکھے اور تین چار میں شک ہو تو تین پر تا کہ زیادہ نماز بجالایا ہو۔ فرمایئے جس کو شکیات نماز کے مسائل تک معلوم نہ ہوں تو وہ اور کیا جانے گا تعجب ہے کہ خلافت مآب عبداللہ اپنے بیٹے کے حکم طلاق عورت کے نہ جاننے کو مانع استحقاقِ خلافت بتلاتے تھے لیکن اپنے لئے ایسی موٹی

شافی حضرت خطیب منبر سلونی سے سنے تو ایک چیخ ماری اور اپنا کستیج (چھوٹا زنار) توڑ کر پھینک دیا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تم وصی رسولؐ خدا ہو اور سزوار ہو سب سے بلند رتبہ پانے کے اور کسی کو تم پر فوقیت نہیں پہنچتی حضرت اس کو اپنے ساتھ دولت سرا میں لے گئے اور معالم دین و معارف صدق ویقین تلقین فرمائے۔ **صاحب تشئید** علیہ الرحمہ نے کتاب زین الفتی احمد بن محمدؐ بن علیؑ عاصمی سے نقل کیا ہے کہ عمر خطاب کے پاس نصارائے نجران سے ایک اسقف باحسن و جمال و جاہ وجلال آیا انہوں نے اس کو دین اسلام کی طرف دعوت دی اور فضیلت اسلام اور خیر و برکت کہ مسلمانوں کے واسطے ہے بیان فرمائی۔ **سوالات پادری نجران**: پادری نے کہا اے عمر تمہارے قرآن میں لکھا ہے **جنة عرضها كعرض السماء والارض** جب جنت کا عرض زمین و آسمان کے عرض کی برابر ہوا تو پھر دوزخ کی کہاں گنجائش رہی۔ خلیفہ صاحب کو جواب بن نہ آیا علی علیہ السلام تشریف رکھتے تھے فرمایا اے نصرانی تو بتلا کہ جب رات ہوتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے، اور دن کو رات کہاں رہتی ہے۔ اسقف حیران تھا کہ کیا جواب دے کہا یہ جوان مجیب کون ہے عمر نے کہا ابن عم و دامادِ رسول الثقلینؐ پدر حسنؑ و حسینؑ علیؑ بن ابی طالب ہیں اسقف نے کہا وہ قطعہ زمین کون ہے جس پر صرف ایک مرتبہ آفتاب چمکا نہ اس سے پہلے کبھی چمکا ہے نہ کبھی بعد کو چمکے گا حضرت نے فرمایا وہ دریائے نیل کا وہ قطعہ زمین ہے جہاں نبی اسرائیل کے لئے راستہ کھل گیا تھا پادری نے کہا راست ہے۔ آیا دنیا میں کوئی شے مثل میوہ ہائے جنت موجود ہے کہ ہر چند اس سے صرف کریں کم نہ ہو فرمایا ایسی شے کلام اللہ ہے کہ لوگ جتنا چاہتے ہیں فائدہ اٹھاتے ہیں مگر وہ بحال خود باقی ہے۔ کہا راست کہا تم نے پھر پوچھا آسمانوں کے قفل کیا ہیں اور ان کی کنجیاں کیا۔ آپ نے فرمایا شرک کرنا خدا میں ان کے قفل ہیں، اور اقرارِ وحدانیت خدا کلیدان قفلوں کی، کہ اس کے لئے عرش تک کہیں روک نہیں۔ عرض کی کہ اول خون کہ زمین پر گرا کون سا ہے فرمایا بقول تمہارے چمگادڑ کا خون ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نفاسِ حوا ہے بوقت تولد ہابیل کے، اس نے کہا صدقت پھر عرض کی کہ ایک مسئلہ اور باقی ہے، فرمایئے حق تعالیٰ کہاں ہے عمر کو غصہ آیا مگر علیؑ نے کہا میں جواب دوں گا اے اسقف ہم ایک روز رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا پوچھا کہاں سے آتا ہے کہا ساتویں آسمان سے خداوند عالمیان کے پاس سے دوسرا فرشتہ پہنچا اس نے بیان کیا کہ طبقہ ہفتم زمین سے حضرت رب العالمین کے پاس سے علیٰ ہذا تیسرا مشرق سے اور چوتھا مغرب سے آیا اور اظہار کیا کہ خدا تعالیٰ کے پاس سے آرہے ہیں پس حق تعالیٰ یہاں وہاں بالائے عرشِ بریں وزیرِ زمیں سب جگہ موجود ہے۔ **خلیفہ ثانی کی روزمرہ واقع ہونے والے مسائل سے بھی عدم واقفیت**۔ ہر چند جو کچھ اوپر مذکور ہوا اس سے ناظرین خلیفہ صاحب کی عام دینی

باتیں ہم کو اور بتایئے اول یہ کہ پیغمبرؐ خدا کے بعد کتنے امام ہوں گے۔ دوسرے وہ حضرت کس بہشت میں ہوں گے۔ تیسرے پہلا پتھر کہ آسمان سے نازل ہوا کون سا ہے حضرت نے فرمایا اے یہودی بہ تحقیق کہ آنحضرتؐ کے بعد بارہ امام ہوں گے کہ ان کو کسی ظالم کا ظلم نقصان نہ پہنچا سکے گا اور نہ کسی مخالف کی مخالفت سے دل تنگ ہوں گے اور سید کائنات معہ ان بارہ اماموں کے جنتِ عدن میں ہوں گے اور سنگ اول کہ آسمان سے نازل ہوا تمہارے قول کے موافق صخرۂ بیت المقدس ہے مگر درحقیقت حجر الاسود خانہ کعبہ ہے کہ جبرئیل اس کو آسمان سے لائے یہودی نے کہا قسم خدا کی میں نے کتاب ہارون علیہ السلام میں اسی طرح لکھا دیکھا ہے اب ایک بات اور باقی ہے کہ وصی خاتم الانبیا کی کتنی عمر ہوگی اپنی موت سے مریں گے یا کوئی ان کو قتل کرے گا حضرت نے فرمایا وصی پیغمبرؐ آخر الزماں میں ہوں میری عمر تریسٹھ سال کی ہوگی اور تلوار کے زخم سے شہید ہوں گا میرا قاتل ناقہ صالح کے قاتل سے بدتر ہوگا یہودی یہ سن کر زار زار رونے لگا اور کہا **اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدؐ ارسولؐ اللہ وانک وصی رسولؐ اللہ** بعد ازاں ایک ورق کاغذ جس پر بخط عبرانی لکھا ہوا تھا اپنی آستین سے نکال کر حضرت امیرؑ کو دیا آپ نے اس کو پڑھا اور اپنا اسم مبارک اس میں دیکھ کر گریاں ہوئے اور فرمایا **الحمد اللہ** کہ میرا نام کتب وصحف ابرار میں ثبت ہے فراموش نہیں ہوا۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث بحار الانوار میں چند طریق سے روایت ہوئی ہے ایک روایت میں ہے کہ یہ یہودی سائل جوان خوبصورت خوش لباس اولاد ہارون پیغمبرؑ سے تھا اور بروایتے بزرگان یثرب وعظما یہود سے بگمان یہود مدینہ اس زمانہ کے تمام یہودیوں سے اعلم و دانا تھا۔ پس اس نے عمر سے کہا اے امیر المومنینؑ تم اس امت میں سب سے زیادہ خدا و سنتِ رسولؐ اللہ کے عالم ہو عمر نے جواب نہ دیا اور سر جھکا کر خاموش رہ گئے یہودی نے دوبارہ کہا میں تم ہی کو کہتا ہوں کہا کیا مدعا تیرا ہے کہا مجھ کو اپنے دین میں شک عارض ہوا ہے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں کہا تو اس جوان (امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کیا) سے پوچھ یہودی نے وہی ان سے کہا کہ ایسا ہے تو تم کس لئے خلیفہ بنے ہو آپ نے حضرت کی مدح سرائی کی۔ یہودی نے حضرت امیر سے کہا میں تین اور تین اور ایک سوال کرنا چاہتا ہوں آپ متبسم ہوئے اور فرمایا کیوں نہیں ایک مرتبہ کہتا کہ سات سوال رکھتا ہوں یہودی ہارونی نے کہا اول تین سوال کروں گا اگر ان کے جواب باصواب پائے تو تین اور کروں گا ورنہ جانوں گا کہ تمہارے درمیان کوئی عالم نہیں حضرت نے اس سے اقرار لیا کہ درصورت حق وصدق جواب پانے کے دین اسلام قبول کرے گا۔ بعد ازاں وہی سوال و جواب مذکور ہیں جو ابھی بروایت مناقب گزرے۔ سنگ اسود کی نسبت آپ نے یہی فرمایا کہ وہ بہشت سے آیا تو برف سے زیادہ سفید تھا بعد ازاں عصاۃ و بدکاران بنی آدم کے استلام سے سیاہ ہوگیا۔ آخر حدیث میں ہے کہ یہودی نے یہ جوابات

بندوں کو کافروں پر مظفر و منصور فرما اور حمار عشار کو لعنت کرتا ہے اور شیاطین کی نظر کے سامنے رینگتا ہے اور مینڈک کہتا ہے **سبحان ربی المعبود یسبح فی بحج البحار** پاک ہے میرا معبود جو گرداب ہائے بحار میں پیدا ہوا ہے یا تسبیح کردہ شدہ ہے۔ اور قبرہ (چنڈول) کہتا ہے خداوندا لعنت کر دشمنان آل محمد کو۔ راوی کہتا ہے کہ یہود تین شخص تھے یہ جوابات سن کر دو نے ان میں سے کلمہ شہادتین پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ تیسرے نے کہا یا علیؑ ایک سوال اور ہے اس کو بتلا دو گے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا فرمایا سوال کر جو کچھ کہ چاہے، کہا وہ کون لوگ ہیں کہ تین سو نو برس تک موئے پڑے رہے پھر حق تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا ان کا قصہ بتلایئے کس طرح پر ہے، فرمایا وہ اصحاب کہف ہیں اور ان کا قصہ قرآن میں مذکور ہے تو کہے تو میں اسکو قرأت کروں یہودی نے کہا قرآن مجمل ہے آپ مفصل ان کا نام اور ان کے شہر و بادشاہ کا اور کتے اور پہاڑ اور غار کا نام بتلاویں اور تمام داستان اول سے آخر تک بیان کریں حضرت نے تمام قصہ معہ جملہ اسما و احوال کے تقریر کیا اور وہ یہودی بھی مشرف با اسلام ہوا۔ اس مقام پر دیکھنا چاہیئے کہ کیسا معرکہ آپڑا تھا اگر حضرت حلال مشکلات یہ جواب شافی ان یہودیوں کو نہ دیتے تو دین اسلام کی سبکی تھی اور یہودیوں نے اقرار حقیقت اسلام اور نبوت خیر الانام کو جواب مسائل پر منحصر کیا تھا پس اگر یہ جواب ان کو نہ ملتے تو وہ بعوض اس کے اسلام لائیں اسلام پر ہنستے چلے جاتے۔ مناقب مرتضوی میں احسن الکبار سے نقل کیا ہے کہ ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ کے لئے مسند حکومت آراستہ ہوئی تو علما یہود سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا تم میں کتاب خدا اور سنت مصطفیٰؐ کا سب سے زیادہ کون عالم ہے عمر نے علیؑ مرتضیٰؑ کی طرف اشارہ کیا یہودی نے کہا اے خلیفہ جب کہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ وہ اعلم ہیں تو تم باوجود ان کے لوگوں سے کیوں بیعت لیتے ہو آپ نے فرمایا کہ وہ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے پس یہودی امیر المومنینؑ کی طرف رجوع ہوا اور کہا اچھا آپ بتلایئے کہ اول قطرۂ خوں جو زمین پر ٹپکا کون سا تھا۔ اور اول چشمہ کہ روئے زمین پر جاری ہوا کون سا۔ اور پہلا درخت کون سا زمین پر پیدا ہوا۔ حضرت نے فرمایا تمہارے عقیدت کے موافق پہلا خون ہابیل کا تھا جب کہ قابیل نے اسے قتل کیا۔ مگر یہ درست نہیں بلکہ پہلا خون حوّا کا تھا کہ قبل ولادت شیث زمین پر گرا اور تمہارے عندیہ میں پہلا چشمہ بیت المقدس کا تھا ایسا نہیں بلکہ وہ چشمہ آب حیات ہے کہ خضر ذوالقرنین کے عہد میں اس پر پہنچے اور ماہی مردہ اس کے پانی سے زندہ ہوئی۔ اور موسیٰ و یوشع بن نون بھی اس چشمہ پر پہنچے ہیں اور تم کہتے ہو کہ پہلا درخت زیتون کا ہے کہ نوح نے اس کو کشتی میں رکھا یہ صحیح نہیں وہ درخت عجوہ (ایک قسم کا خورما) ہے کہ آدم بہشت سے اپنے ساتھ لائے تھے اور ہر قسم کے اشجار اس سے بہم پہنچے۔ یہودی نے کہا قسم بخدا کہ جو کتاب میرے باپ ہارون نے موسیٰ کے بتانے سے لکھی ہے اس میں ایسا ہی لکھا ہے جیسا آپ نے ارشاد کیا۔ اب تین

چاہو۔ کہا آسمانوں کے قفل کیا ہیں اور ان کی کنجیاں کیا۔ اور وہ قبر کون سی ہے کہ اپنے صاحب کو لئے پھری ہے۔ اور وہ نبی کون تھا جس نے اپنی قوم کو انداز کیا اور ڈرایا حالاں کہ نہ نوع بشر سے تھا نہ جنات سے۔ اور خبر دو ہم کو ان پانچ جانداروں سے کہ روئے زمین پر رواں ہوئے اور سیر کی باوجودیکہ پشت پدر و رحم مادر سے متولد نہیں ہوئے تھے۔ اور تیتر بولتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ اور مرغ خانگی کیا کہتا ہے اور اسپ وحمار کیا آوازیں نکالتے ہیں۔ اور مینڈک اور چنڈول کیا کیا صدائیں لگاتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ عمر یہ سوالات سن کر سرنگوں ہو گئے اور کہا **لا عیب لعمر اذا سئل عمالا یعلم ان تقول لا اعلم** کہ عمر سے ایسی باتیں پوچھیں کہ وہ ان کو نہ جانتا ہو۔ اور کہے کہ میں نہیں جانتا تو یہ اس کے لئے کوئی عیب کی بات نہیں پس یہود اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ محمدؐ نبیؐ نہ تھے اور دین اسلام باطل ہے اس وقت سلمان فارسی اٹھے اور کہا ذرا ٹھہرو اور دوڑے ہوئے علی علیہ السلام کی خدمت میں گئے اور کہا اے ابوالحسنؑ دین اسلام کی فریاد کو پہنچو فرمایا کیا بات ہے۔ سلمان نے تمام قصہ بیان کیا تو حضرت ردائے رسولؐ خدا زیب تن کئے خراماں خراماں تشریف لائے عمر نے یہودیوں کو طلب کیا اور جناب امیر نے فرمایا سوال کرو جس امر سے کہ چاہو بہ تحقیق کہ حضرت رسولؐ خدا نے ایک ہزار باب علم کے مجھے تعلیم کئے ہیں کہ ہر باب سے ہزار باب اور مجھ پر منکشف ہوتے ہیں پس یہود نے پوچھنا شروع کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا لیکن شرط یہ ہے کہ اگر میں نے تمہاری توریت کے موافق ٹھیک ٹھیک جواب دیئے تو تم کو دین اسلام قبول کرنا ہوگا یہود نے اقرار کیا پس وہ ایک ایک بات پوچھتے تھے اور حضرت اس کا جواب فرماتے تھے۔ قفلہائے آسمان کی نسبت آپ نے فرمایا کہ وہ شرک خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے کہ مشرک کا کوئی عمل خیر اوپر نہیں جاتا اور کنجیاں اس کی شہادت وحدانیتِ خدا و رسالت محمد مصطفیؐ ہیں یہ سن کر یہودی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ یہ جوان راست کہتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ جو قبر اپنے صاحب کو لئے پھری وہ مچھلی ہے کہ یونس بن متیٰ پیغمبرؑ کو نگل گئی تھی اور ان کے سمیت سات سمندروں میں پھری۔ اور رسولؑ جس نے اپنی قوم کو انداز کیا مور چہ سلیمان بن داؤد ہے کہ اس نے کہا **یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم لایحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لایشعرون** اے گروہ مور چگان اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہ مبادا سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تم کو پاؤں میں نہ کچل ڈالے۔ اور پانچ چیزیں کہ زمین پر رواں ہوئیں حالاں کہ ارحام مادراں سے پیدا نہ ہوئیں تھیں ایک آدمؑ ہیں دوسری حوا تیسرے ناقہ صالح چوتھے دنبہ ابراہیم پانچویں عصائے موسیٰ۔ اور دراج کہتا ہے **اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى** کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اور مرغ پکارتا ہے **اذکر اللہ یا غافلین** غافلو خدا کو یاد کرو اور گھوڑا جب مومن کافر پر جہاد کو جاتے ہیں تو دعائے خیر کرتا ہے کہ خداوندا اپنے مومن

الفرح کہتا ہے کہ عمر نے ابوبکر، سے کہا کہ توبہ کر اس نے کہا تو اس لئے مجھ سے توبہ کراتا ہوگا تاکہ آئندہ میری گواہی قبول نہ ہو کہا ہاں۔ ابوبکر نے کہا جب تک تو زندہ ہے میں کبھی دو شخصوں کے درمیان گواہ نہ ہوں گا پس جب اس کو گواہی کے لئے بلاتے وہ کہتا کسی اور کو اس کار کے لئے طلب کرو بہ تحقیق کہ زیاد نے میری گواہی فاسد کر دی۔ حد لگ چکی تو مغیرہ نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو خوار کیا۔ عمر نے کہا خاموش رہ خوار وہ جگہ ہوئی جہاں کہ انہوں نے تجھ کو دیکھا ہے ابوالفرح کہتا ہے کہ اس کے بعد عمر حج کو گئے تو ام جمیل اور مغیرہ دونوں وہاں ان کو ملے کہا وائے ہو تجھ پر اے مغیرہ تو جان بوجھ کر میرے سامنے جاہل بنتا ہے قسم بخدا کہ میرا گمان نہیں کہ ابوبکرا نے تجھ پر جھوٹ لگایا ہو میں جب تجھ کو دیکھتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسیں اور امیر المومنین علیہ السلام کہتے تھے کہ مجھ کو قدرت ہوگی تو مغیرہ کو سنگ باراں کراؤں گا۔ **بعض مسائل جو یہود و نصاریٰ نے عہدِ خلیفۂ ثانی میں پوچھے اور ان کے جوابات امیر المومنینؑ کے سوا کسی سے ممکن نہ ہوئے:** علامہ سبط ابن الجوزی نے کتاب تذکرہ خواص الامہ میں روایت کی ہے کہ ابن مسیب نے یحیٰی بن سعید سے کہا تو جانتا ہے کہ عمر خطاب جو کہا کرتے تھے **اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابوالحسن** پناہ لے جاتا ہوں میں خدا کی طرف اس شدت و سختی سے کہ جس کے حل کرنے کو ابوالحسن موجود نہ ہوں۔ تو اس کا کیا سبب تھا۔ اس کا یہ باعث تھا کہ شاہ روم نے چند مسائل عمر سے دریافت کرائے تھے خلافت پناہ نے وہ مسئلے تمام صحابہ کو دکھلائے کوئی ان کا جواب نہ دے سکا علی علیہ السلام کے سامنے پیش کئے تو آپ نے بہت جلد تمام کے جواب لکھ دیئے۔ پھر سوال و جواب نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ قیصر روم نے یہ جواب دیکھے تو کہا درست ہیں اور یہ کلام سوائے خانوادۂ نبوت کے دوسری جگہ سے نہیں نکل سکتا۔ پھر دریافت کیا کس نے یہ جواب لکھے معلوم ہوا نبی کے ابنِ عم علی مرتضیٰؑ نے پس قیصر نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں نامہ لکھا۔ اما بعد مجھ کو تمہارے جوابات پہنچے معلوم ہوا کہ تم اہل بیت نبوت و معدنِ رسالت سے ہو۔ اور موصوف ہو ساتھ علم و شجاعت کے۔ سبحان اللہ کفار تک بھی جانتے تھے کہ علومِ پوشیدہ مخصوص اہلِ بیت رسالت ہیں۔ اور امیر المومنینؑ ان کے جاننے میں ممتاز ہیں، اور نہیں جانتے تو ہمارے سنی بھائی اس کو نہیں جانتے حضرات شیخین کو آنحضرتؐ سے افضل و اعلم بتلاتے ہیں اور خود حضرت عمر کے ارشاد **لو لا علیٰ لھلک عمرو اعوذ باللہ من المعضلتہ الخ** وغیرہ کو خیال میں نہیں لاتے۔ ثعلبی نے قصص الانبیا میں روایت کی ہے کہ عمر خطاب خلیفہ ہوئے تو چند نفر علما و احبار یہود سے ان کے پاس آئے اور کہا اے عمر تم محمدؐ کے بعد ان کے خلیفہ و جانشین ہو ہم تم سے سوال کرتے ہیں اگر تم نے درست جواب دیئے تو جانیں گے کہ دینِ اسلام برحق ہے اور محمدؐ رسول خدا ہیں ورنہ اس کے برعکس جانیں گے۔ عمر نے کہا سوال کرو جو

کتاب آغانی میں کہتا ہے کہ اس وقت رنگ روئے عمر متغیر ہو گیا اور حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا **ذھب ربعك یا مغیرہ** اے مغیرہ چوتھائی ایمان تیرا گیا اور ہلاک ہوا پس نافع گواہ دوم طلب ہوا اس نے کہا میری گواہی بھی مثل ابوبکر کی گواہی کے ہے عمر نے کہا **لاحتی تشھد انك رایتیہ یلج فیھا ولوج المرود فی المكحلتہ** نہیں جب تک گواہی نہ دے کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ سلائی کی طرح سرمہ دان میں اس کو داخل کرتا تھا اس وقت تک کچھ فائدہ نہیں اس نے کہا میں یہی گواہی دیتا ہوں اور ایسا ہی میں نے دیکھا ہے کہ پرسوفار تک اس میں داخل ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس سے اثر عظیم عمر میں ہوا امیر المومنینؑ نے فرمایا **ذَھَبَ نِصُفُكَ** کہ اے مغیرہ تیرا نصف ایمان گیا گذرا۔ پس تیسرا گواہ آیا اور وہ شبل بن معبد تھا اس نے بھی ویسی ہی گواہی دی آپ نے فرمایا تین ربع مغیرہ کے گئے۔ اور رنگ روئے عمر اس وقت ایسا ہو گیا گویا خاکستر اس پر ملا ہے گواہ چہارم زیاد بن ابیہ تھا کہ ہنوز داخل مدینہ نہ ہوا تھا مغیرہ روتا تھا اور مہاجرین سے استغاثہ کرتا تھا کہ اس کی سفارش کریں اور ازواج رسولؐ اللہ کے پاس جا کر آہ وزاری ونالہ و بے قراری کرتا کہ اس اثنا میں زیاد بھی آ گیا عمر نے دوبارہ مجلس آراستہ کی تو دیکھا کہ وہ جوان مغرور ہے ہاتھوں کو ہلاتا چلا آ رہا ہے عمر نے اس کو دیکھ کر کہا **اری رجلا لا یجزی اللہ علیٰ لسانہ رجلا من المھاجرین** کہ میں ایک مرد کو دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کی زبان سے ایک مرد کو مہاجرین سے رسوا نہ کرے گا یہ اس کو سمجھانا اور سکھانا تھا پاس آیا تو ڈرانے اور دھمکانے کی غرض سے چیخ مار کر کہا **ماعندك یا سلح العقاب** کہ اے بچہ عقاب تو کس امر کی گواہی دیتا ہے عبد الکریم یکے از راویان حدیث کہتا ہے کہ ابوعثمان ہندی مجھ سے یہ حدیث نقل کرتا تھا جب اس مقام پر پہنچا تو عمر کی چیخ کی نقل و حکایت میں اس نے ایک نعرہ مارا جس کو سن کر قریب تھا کہ میں غش کھا کر گر پڑتا۔ غرض اسی نرمی و گرمی کا یہ اثر ہوا کہ زیاد اپنی گواہی کو اس طرح سوئی کے ناکے سے نہ نکال سکا جیسا پہلوں نے نکالا تھا۔ یعنی میل و مکحلہ والی مثال پر پہنچ کر اس کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ ابوالفرخ کہتا ہے کہ بہت سے راویوں نے روایت کی ہے کہ زیاد نے کہا میں نے مغیرہ کو دیکھا کہ ام جمیل کے پاؤں اٹھائے ہے اور اس کے خصیے اس کی رانون کے درمیان تردد کرتے ہیں اور صدائے بلند و انفاسِ تند میں نے سنی عمر نے کہا تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اس طرح اس میں ڈالتا اور نکالتا ہے جیسے کہ سلائی سرمہ دان میں ڈالتے اور نکالتے ہیں۔ کہا نہیں عمر نے فرطِ سرور میں صدائے تکبیر بلند کی اور کہا اٹھ مغیرہ اور ان گواہوں کو حد قذف یعنی اسی اسی کوڑے لگا۔ راوی کہتا ہے کہ عمر کو زیاد کا قول اور مغیرہ سے حد کا دفع ہونا بہت ہی خوش معلوم ہوا مگر ابوبکرا نے حد لگنے کے بعد کہا گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے زنا کیا ہے عمر نے چاہا کہ دوبارہ اس کو حد لگوائے امیر المومنینؑ مانع آئے اور کہا اگر تو پھر اس کو حد لگائے گا تو میں مغیرہ کو سنگسار کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ ابو

شور مچانے کی پروانہیں کی، عمر کا ہر ایک فعل تہ دار ہوتا تھا وہ ثبوتِ جرم مغیرہ ہی میں سد راہ ہوئے اور گواہوں کو ذرا دھمکا سکھا و سمجھا کر تکمیلِ شہادتِ زنا نہ ہونے دی۔ لکھا ہے کہ یہ مغیرہ زمانہ جاہلیت میں انتہا درجہ کا زانی تھا اسلام میں داخل ہوا تو چارنا چار دین کے قیود میں جکڑا گیا تاہم اس میں اس خصلت زبوں کا بقیہ رہ گیا تھا جو حکومتِ بصرہ کے دنوں میں اس سے ظاہر ہوا ابن ابی الحدید نے اقرار کیا ہے کہ وہ دورِ جاہلیت کا ایک مشہور زنا کار تھا اور اپنے اصحاب اہل بغداد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا جس کا اسلام یہ ہو کہ بخوف و مصلحتہ مسلمان ہو، اور خاتمہ یہ کہ منبروں پر چڑھ کر امیر المومنین علیؑ کی سب کرے اور مرتے دم تک اس بدکاری سے باز نہ آئے اور وسطِ عمر میں مشغول زنا رہے اور خواہشات شکم وفرج کے پورا کرنے اور فساق و فجار کی اعانت میں مصروف ہو اور نافرمانیٔ خدا میں عمر بسر کرے، ہم ایسے شخص کو کس لئے دوست رکھیں، اور کیوں اس کا فسق و فجور جہان پر ظاہر نہ کریں۔ غرض مغیرہ عاملِ عمر ہو کر بصرہ میں گیا تو وہاں ایک عورت مسماۃ اقطار سے کہ بنی ہلال سے تھی اور اُمِ جمیل کنیت کرتی تھی اس کی آشنائی ہوگئی وہ خفیہ اس کے مکان پر جاتا اہل بصرہ کو یہ حال معلوم ہوا تو ان کو سخت ناگوار ہوا طبری کہتا ہے کہ مغیرہ وابوبکرا کے مکان پاس پاس تھے صرف ایک راستہ درمیان تھا دونوں مکانوں میں ایک کھڑکی مقابل یک دیگر واقعہ تھی ایک روز ابوبکرا اپنے مکان میں بیٹھا اپنے اصحاب سے باتیں کر رہا تھا کہ ہوا سے کواڑ کھڑکی کا کھل گیا اور وہ اس کے بند کرنے کو اٹھا تو اس کی نظر مقابل کی کھڑکی پر کہ اس کے کواڑ بھی ہوا سے کھل گئے تھے جا پڑی کیا دیکھتا ہے کہ مغیرہ ام جمیل پر چڑھا ہوا اس سے زنا کر رہا ہے آہستہ سے اپنے سب اصحاب کو بلایا کہ دیکھو سب نے دونوں کو اس حال میں دیکھا فارغ ہو کر اٹھی تو پہچانا کہ ام جمیل ہے پس مغیرہ نے مسجد میں جا کر چاہا کہ بدستور نماز پڑھائے ابوبکر نے منع کیا کہ ہم تیرے ساتھ نہ پڑھیں گے اور یہ تمام حال عمر کو لکھ بھیجا خلافت پناہ نے ابوموسیٰ اشعری کو اس کی جگہ بھیج کر مغیرہ کو معہ شہود کے مدینہ بلوایا۔ واقدی کہتا ہے کہ مغیرہ روانہ مدینہ ہوا تو اس نے راہ میں ایک عورت کے ساتھ بنی مرہ سے جماع کیا۔ عمر کے سامنے گیا تو اس نے کہا **انک لفارغ القلب شدید الشبق طول العزمول** یعنی تو بہت بے پرواہ ہے اور شہوت جماع از حد رکھتا ہے اور عزمول تیرا دراز ہے۔ پس مجلس قضا مرتب ہوئی تو پہلے ابوبکرا پیش ہوا خلافت پناہ نے اس سے پوچھا کیا گواہی دیتا ہے۔ کہا میں نے مغیرہ کو اس کے دورانوں کی درمیان دیکھا ہے۔ گویا دیکھ رہا ہوں کہ چیچک کے داغ عورت کی ران پر نمایاں ہیں مغیرہ نے کہا نظر دقیق ولطیف کی تو نے۔ ابوبکرا نے کہا ہاں۔ تیری فضیحت و رسوائی کا پورا ثبوت دوں گا عمر نے کہا **لا واللہ** جب تک کہ گواہی نہ دے کہ مثل سلائی کے سرمہ دانی میں داخل ہوتے اور نکلتے دیکھا ہے تب تک شہادت پوری نہ ہوگی ابوبکرا نے کہا میں نے ایسا ہی دیکھا ہے اور اسی پر شہادت دیتا ہوں۔ ابوالفرج اصفہانی

وہاں لکھ کر اجازت منگالوں پس عمرو عاص نے حقیقتِ حال مدینہ کو لکھی حضرت فاروق نے جواب میں لکھا کہ جو کچھ تو نے کتابوں کے بارے میں کہ اس ملک کے بادشاہوں کے خزانے میں تھیں لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو جمع کر کے تمام کو جلوا دے اس لئے کہ اگر جو کچھ ان میں لکھا ہے قرآن کے موافق ہے تو قرآن اس کے لئے کافی ہے اور ان کی احتیاج نہیں اور جو ان کا مضمون خلافِ قرآن ہے تو ان کا جلا دینا واجب ہے امیر المومنین علیؑ نے یہ سنا تو عمر کو منع کیا اور کہا کہ ان کا مضمون قرآن کے مطابق ہے الاقرآن مجمل ہے اور ہر شخص ان مضامین کو اس سے استنباط نہیں کر سکتا اور بالفرض قرآن کے خلاف بھی ہوں تب بھی ان کا جلانا روا نہیں اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ شرائع ولوا لیس سابقہ پر مشتمل ہوں اور پہلی شریعتوں کا جلوانا کسی صورت میں جائز نہیں مگر فاروق پر اس سے ذرا اثر نہ ہوا۔ ادھر عمر عاص کو عمر کا فرمان پہنچا تو اس نے مصر اور اس کے گرد و نواح سے تمام کتابیں جمع کرا کر اس ملک کے حماموں پر تقسیم کر دیں کہ بجائے گھاس پھونس کے جلا کر ان سے پانی گرم کریں یحیٰی یہ درخواست کر کے بہت پشیمان ہوا مگر کچھ فائدہ نہ تھا۔ **حقیر مترجم کہتا ہے** کہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو کُتبِ عقل و حکمت کے ساتھ کچھ خاص عداوت تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ان کو دیکھے یا ان کا وجود روئے زمین پر رہے۔ روضۃ الاحباب میں ایک اور قصہ اسی قسم کا لکھا ہے کہ ایک شخص نے عمر سے کہا کہ مدائن فتح ہوا تو ہم کو وہاں سے ایک کتاب ہاتھ آئی جس میں بہت سی خوب مرغوب باتیں کہ باعثِ طمانیتِ قلب ہوں درج تھیں، آپ نے کہا وہ باتیں کتاب اللہ سے مستند تھیں کہا نہیں تو خلافت مآب نے اس شخص کی درہ سے خبر لی کہ کس لئے اس کتاب کو دیکھا پھر کچھ آیتیں فضیلت قرآن میں پڑھیں گویا وہ قرآن کا منکر تھا۔ بعد ازاں فرمایا کہ پہلی امتیں کُتبِ حکما کو دیکھ کر اور اسقفوں کی باتیں سن کر ہلاک ہوئیں، اور احکامِ توراۃ و انجیل کو چھوڑ بیٹھیں۔ ہم کہتے ہیں کہ احکامِ توریت و انجیل کو چھوڑا نہیں بلکہ ان میں تحریف و تبدیل کی، سو یہ ان کی اپنی نفسانی شرارت و خیانت تھی یا شیطانی وساوس کتبِ حکمت کا اس میں کیا قصور حکمت بموجب آیہ وافی ہدایہ **مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا** موجبِ خیر و برکت ہے اور ہرگز کُتبِ آسمانی کے خلاف نہیں بلکہ ان پر متفرع اور ان کے اجمال کی تفصیل ہے جیسا کہ حضرت باب مدینہ علم نبی نے ارشاد کیا پس مسلمانوں کو چاہئے کہ مضامین حکمیہ کو کتاب اللہ سے مطابقت بخشیں نہ کہ سرے سے اس کو چھوڑ بیٹھیں اور ڈریں کہ ان کتابوں کو دیکھیں گے تو عقائد مختل ہو جائیں گے ایسا کہنا بودے پن کی دلیل ہے۔ **دفع حدِ زنا از مغیرہ بن شعبہ:** اگر خلیفہ اول نے خالد ولید کی خاص رعایت کر کے حدِ زنا وغیرہ اس پر جاری نہیں کی تو خلیفہ ثانی نے بھی اپنے عہدِ حکومت میں یہ رعایت مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ استعمال کی ہے۔ تفاوت اتنا ہے کہ ابوبکرؓ نے صاف کہہ دیا تھا کہ خالد ہمارے کام کا آدمی ہے ہم اسے قتل نہیں کریں گے اور عمرؓ وغیرہ کے

میں ایک کلمہ **الصلوٰۃ خیر من النوم** مختل المعنے اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ بھلا خواب صبح میں کون سی دینی خوبی تھی کہ نماز کو اس سے خوب تر کہا اور صرف خواب صبح سے بہتر ہوئی تو یہ کیا اس کی مدح ومنقبت ٹھہری۔غرض ایسی ہی نوایجاد باتیں (بدعتین) ہیں جن کی طرف اشارہ کر کے حضرت امیرؑ مکرر فرماتے تھے **لو قد استوت قد مای فی هذه المداحض لغير اشياء** کہ اگر میرے دو قدم ان لغزش گاہوں میں قرار پکڑتے تو میں بہت سی باتوں کو بدل ڈالتا۔ **کتب خانہ مصر:** ایک اور عظیم نادانی کا کام جو خلافت پناہ سے حضرت نفسِ رسول صلوات اللہ علیہ کے برخلاف سرزد ہوا یہ تھا کہ آپ نے اسکندریہ مصر کا بہت بڑا کتب خانہ کہ علوم قدیم کا بے بہا ذخیرہ تھا یک لخت جلوا دیا۔ اس زمانہ میں کہ ملک فرنگستان میں حکمت وفلسفہ کا چرچا کمال کو پہنچا تو نصاریٰ وہاں کے باشندے اس کتب خانہ کو یاد کر کے اس کے تلف ہو جانے پر اندوہ وملال کرتے ہیں اور خلفیہ صاحب کی اس حرکت پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ عقل وعلم سے کورے تھے نہیں تو کتابوں کو کیوں جلواتے۔ ہمارے سنی بھائی خصوصاً نیچری جب ان کے مقابلے میں عمرؓ کے اس فعل کی کوئی توجیہ وتاویل نہیں کر سکے تو اصل قصئے سے انکار کرنے لگے ہیں مگر ان کا یہ انکار کسی نادان کے آگے چل سکتا تھا فرنگیوں کے پاس مسلمانوں کی تاریخیں اس قدر ہیں کہ شاید خود مسلمانوں کے پاس بھی نہ ہوں گی۔اس قصے سے انکار کرنے والے اس کو ان کتب سے کیوں کر نکال دیں گے۔صاحب تاریخ الفی نے کتاب طبقات الامم قاضی ساعد اندلسی سے نقل کیا ہے کہ عمر کے زمانہ میں ملکِ مصر عمرو عاص کے ہاتھ پر فتح ہوا تو مشہور حکیم یحییٰ نام کہ زمانہ نصرانیت میں عمر ماطیغوس کے نام سے معروف تھا۔عمرو عاص کے پاس آیا۔عمرو نے اس کی بہت آؤ بھگت کی اور اس کی صحبت سے محظوظ ہوتا تھا پس یحییٰ کا مرتبہ عمرو عاص کے نزدیک دن بدن بڑھنے اور بلند ہونے لگا اس لئے کہ وہ باوصف حکیم متبحر ہونے کے خوش صحبت اور ادب داں بھی تھا چوں کہ عرب میں حکیم کم ہوتے تھے اس کی حکمت آمیز باتوں پر فریفتہ ہو گیا پس اس کے نزدیک اس کا تقرب راسخ اور اس کی صحبت مستحکم ہوگئی تو ایک روز اس نے بڑے بھروسے سے کہا اے امیر مصر و اسکندریہ کے نفائس، غنائم، سونا، چاندی، جواہرات وغیرہ پر تم قابض ہوئے مجھ کو اس میں ذرا طمع نہیں ایک چیز باقی ہے کہ تمہارے کام کی نہیں نہ تمہاری سپاہ کی نظر میں کچھ قدر وقیمت رکھتی ہے اور ہم اس کے حاجت مند ہیں اگر اس کو ہمارے لئے چھوڑ دو تو کمالِ عنایت ہے عمرو عاص نے کہا وہ کیا چیز ہے یحییٰ نے کہا وہ حکمت کی کتابیں ہیں کہ یہاں کے بادشاہوں کے خزانے میں جمع تھیں از بسکہ وہ علومِ حکمیہ کے پڑھنے پڑھانے اور شائع کرنے اور پھیلانے میں خاص اہتمام رکھتے تھے ان کی بہت نگہداشت کرتے تھے۔عمرو عاص نے کہا ہر چند یہ کتابیں ہمارے کار آمد نہیں۔الا امیر المومنینؓ عمر خطاب سے اجازت حاصل کئے بغیر میں تجھ کو ان میں تصرف کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا اتنا صبر کر کہ

زیادہ واضح وصریح معاندہ رسولؐ خدا کے ساتھ اور کیا ہوگا کہ آنحضرتؐ کی سنت کو دیدۂ ودانستہ برطرف کر کے بدعت کفر وجاہلیت کا احیا کیا جائے۔ **ازانجملہ** یہ کہ چوں کہ حضرت رسولِ خدا امیر المومنینؑ کو کہتے سنا تھا کہ ہمارے دوست و انصار اہلِ عجم سے ہوں گے اس لئے ان سے عداوت رکھتے تھے حتیٰ کہ احکامِ اسلام ان پر جاری نہ ہونے دیتے تھے امر کیا تھا کہ قریش عرب وعجم سے دختر لیں اور عرب عجم سے لیں، مگر قریش عرب وعجم سے کسی کو بیٹی نہ دیں اور عرب عجم کو نہ دیں حالاں کہ بموجب ارشادِ نبوی تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں اور صاحب جامع الاصول نے موطا مالک سے نقل کیا ہے کہ عمر نے منع کیا تھا کہ عرب کی میراث عجم کو نہ دی جائے اِلا اس عجم کو جو عرب میں پیدا ہوا ہو یہ بلاتشبیہ ایسی ہی صورت ہے جیسی کہ آج کل انگریزوں نے فاتح ومفتوح کا فرق کر کے یوروپ زادہ کے ہندوستانیوں کے مقابلہ میں کچھ خاص خاص حقوق مقرر کر رکھے ہیں اور یہ ہدایات اخوتِ اسلام کے اور احکامِ میراث کے جو قرآن میں نازل ہوئے برخلاف ہیں **ازانجملہ** تقسیمِ فرائض میں عول کا اختراع کرنا یعنی ترکے کو حسب زیادتی سہام بڑھا کر تمام ورثا کو نقصان پہنچانا، باوجودیکہ بموجب شرع نقصان صرف بنات واخوت وغیرہ پر پڑتا ہے۔ جس کے دو سہم فرائض میں مقرر نہیں مثلاً کوئی عورت مرے اور شوہر و مادر وخواہر تین شخص وارث چھوڑے تو شوہر اپنا مفروض حصۂ شوہری ایک نصف لے گا اور مادر کو ایک ثلث بلا کم وکاست پہنچے گا کمی خواہر پر ہوگی کہ ان کو بجائے نصف کے بقیہ ترکہ یعنی چھٹا حصہ اصل کا ملے گا کیوں کہ شوہر کے نہ ہونے میں زیادتی تھی اسی کو ملتی کہ دو ثلث پاتی یہی ہے مذہب علما امامیہ کا۔ اس مسئلہ میں مگر حضرت خلیفہ ثانی نے زید بن ثابت وغیرہ اپنے مشیروں کے مشورہ سے عول ایجاد کیا۔ مثلاً صورت مذکورہ میں بجائے اس کے کہ چھ سے تقسیم کریں آٹھ سہم کر کے نصف چھ کا یعنی تین سہم شوہر کو اور ثلث اس کا یعنی دو سہم مادر کو اور باقی کہ تین سہم رہے ان کو نصف سمجھ کر خواہر کو دے دیئے گویا اپنے نزدیک ایک شے میں سے دو نصف اور ایک ثلث نکال دیا۔ کنز العمال میں ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ اس تقسیم کے اس قدر خلاف تھے کہ اس کے قائلوں کے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار تھے اور کہتے تھے کہ خدائے کریم کہ بیابانِ عالج کے ریگ کی تعداد جانتا ہے کیوں کر ہوسکتا ہے کہ وہ اتنی بات کو نہ جانے کہ ایک شے میں سے نصف اور نصف اور ثلث نہیں نکل سکتے جب دو نصف نکل گئے تو پھر ثلث کہاں رہا۔ علیٰ ہذا نمازِ جنازہ میں خلافت مآب نے پانچ تکبیر سے ایک کم کر کے چار مقرر کی تاریخ الخلفا میں ہے **وھو اول من جمع الناس فی صلوٰۃ الجنائز علی اربع تکبیرات** کہ عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو نماز جنازے میں چار تکبیروں پر جمع کیا۔ اسی طرح فصول اذان میں آپ نے یہ کتر بیونت کی کہ ایک فصل **حی علیٰ خیر العمل** یہ کہہ کر نکال دی کہ لوگ نماز کو خیر عمل جانیں گے تو جہاد کو چھوڑ بیٹھیں گے اور بجائے اس کے اذان صبح

کیفیت سنئے جن سے پوچھ کر خلیفہ صاحب بقول خود تمام کاروبار کرتے تھے اسی کنز العمال میں ہے۔ **عن علیؑ ان شاء اعتق الرجل ام ولده وجعل عتقها مهرها** کہ اگر کوئی مرد چاہے کہ اولاد والی کنیز کو آزاد کر کے اس کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے تو ایسا کر سکتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کے نزدیک ام ولد از خود آزاد نہیں ہو جاتی تھی۔ نیز کنز العمال میں حکم بن عینیہ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ علی علیہ السلام نے ام ولد کے مقدمہ میں عمر خطاب سے مخالفت کی کہ وہ بجبر د بچہ جننے کے آزاد نہیں ہوتی اور ''شاہ عبدالعزیز باب امامت تحفہ میں کہتے ہیں کہ علیؑ در زمانہ خلیفہ ثانی وخلیفہ ثالث در مقدمہ بیع امہات اولاد وحج تمتع و دیگر مسائل مناظرہ فرمودہ واز جانبین نوبت بعنف وخشونت رسیدہ'' انتہی۔ بلکہ کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے امیر المومنینؑ کے دیگر بزرگان اصحاب مثل ابوبکر ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وزید بن ثابت وعبداللہ زبیر وغیرہ کا یہی مذہب تھا کہ بیع امہات اولاد پر مثل دیگر کنیزوں کے فتویٰ دیتے تھے۔ مگر عمر کسی کی نہیں سنتے تھے اور انہوں نے اس مسئلہ میں ایسا غلو کیا تھا کہ جو ایسی کنیزیں فروخت ہو کر دور کے شہروں میں چلی گئی تھیں ان کو واپس منگایا اور ان کی قیمتیں ان کے مالکوں سے واپس دلوائیں۔ از انجملہ: حرم کعبہ کے اندر خلافت پناہ نے یہ تصرف کیا کہ مقامِ ابراہیم کو اس کے مقام سے اٹھوا کر وہاں رکھوا دیا جہاں کہ ایام جاہلیت میں رکھا تھا مقام مذکور ایک سنگ بزرگ ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم خلیل نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا ہے وہ سنگ اس وقت آنحضرتؐ کے اعجاز سے بقدرِ ضرورت پست و بلند ہو جاتا تھا چنانچہ اس میں پائے مبارک ابراہیمؑ کے نشان اب تک موجود ہیں اور اس کے نزدیک کھڑے ہو کر نماز بجالانا ارکان حج میں داخل ہے۔ چوں کہ تعمیر کعبہ میں یہ پتھر پہاڑ کا کام دیتا تھا اس لئے ظاہر ہے کہ اس کا اصلی مقام دیوارِ کعبہ کے قریب تھا لیکن کفارِ قریش نے ایام جاہلیت میں براہ جہالت وہاں سے اٹھا کر فاصلہ سے رکھ دیا تھا حضرت رسولؐ خدا نے مکہ فتح کیا تو اس کو پھر اس کی اصلی جگہ رکھوایا چنانچہ عمرؓ کے زمانہ تک وہیں تھا آپ نے سنتِ کفر کو پھر تازہ کیا اور مقام ابراہیم کو اسی مقام پر رکھوا دیا جہاں مشرکوں نے رکھ چھوڑا تھا سنی حضرات فخریہ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ تاریخ الخلفا میں اس کو بھی اولیاتِ عمر میں شمار کیا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین میں کہتے ہیں کہ عمر سال اول خلافت حج کو گئے تو پوچھا کہ جاہلیت میں یہ مقام کہاں رکھا تھا۔ ایک منافق نے کہا میں نے تسمہ سے اس کا اندازہ لگا رکھا ہے اور وہ تسمہ میرے پاس موجود ہے عمر نے اس کو منگایا اور خود ناپ تول کر فاصلہ ٹھیک کیا اور مقام کو عین اس جگہ رکھوایا جہاں سے رسولؐ اللہ نے اٹھوایا تھا چنانچہ اب تک اسی جگہ پر ہے اور وہیں رہے گا جب تک کہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام پھر اس کو اصلی جگہ پر نہ پہنچائیں بعد ازاں صاحب کشاف اور ابن ابی الحدید کی عبارتیں اس کے شہادت میں نقل کر کے کہتے ہیں کہ اس سے

موجب حرمت نہ ہوگا بن سوچے سمجھے دیا تھا کہ حضرت کو اس میں صلاح کی ضرورت ہوئی بالجملہ بہت لوگوں نے عمر کی اس سینہ زوری کو نہیں مانا اور وہ ویسے ہی حکم شرع پر قائم رہے کہ ان سے تین طلاق کو طلاق واحد گنتے تھے ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں کہتے ہیں کہ علی وعبداللہ مسعود وعبدالرحمن عوف وزبیر کا یہی مذہب تھا اور مشائخ قرطبہ مثل محمد بن تقی بن مخلد ومحمدؒ بن عبدالسلام حسمی وغیرہ اس پر فتویٰ دیتے تھے اور ابن منذر نے اصحاب ابن عباسؓ عطلو طاؤس وعمر بن دینار سے اسے نقل کیا ہے اور احمد بن حنبل نے تصریح کی ہے کہ محمدؒ بن اسحاق کا یہ مذہب تھا اور طاؤس وعکرمہ اس کے قائل تھے۔ اور لکھا ہے کہ ابن عباسؓ اس مذہب پر حدیث ابورکانہ سے سند لاتے تھے کہ اس نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیئے تھے اور ملول تھا کہ مبادا زوجہ سے ہاتھ دھوئے حضرت رسولؐ خدا نے اس سے پوچھا کہ تو نے کس طرح طلاق دیئے آیا مجلس واحد میں تو نہیں دیئے کہا ہاں یا رسولؐ اللہ مجلس واحد ہی میں دیئے ہیں فرمایا تو یہ ایک طلاق ہوا اگر تو چاہے تو اپنی زوجہ کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔ **از انجملہ** خلافت پناہ نے ایک اور اصلاح شرع میں یہ کی کہ حکم دیا جو کنیز اپنے آقا سے بچہ جنے وہ کنیز، کنیز نہ رہے، آزاد ہوجائے، بلکہ اگر حاملہ ہو اور وہ حمل گر بھی جائے تب بھی مالک اس کو فروخت نہیں کرسکتا، یہ حکم بموجب روایاتِ کثیرہ سنیہ شارع مقدس کے خلاف تھا، اور نیز حضرت ابوبکر کے بھی، جن کے زمانہ میں کنیزانِ ذات الوالد برابر فروخت ہوتی تھیں بلکہ حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں بھی یہ عمل جاری رہا۔ **کنز العمال** میں زید بن وہب سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا **باتیع عمر امہات الاولاد ثم رجع** کہ عمر اول اول بیع ام ولد کے قائل تھے، بعد ازاں انہوں نے اس مسئلہ سے رجوع کیا، مشکوۃ میں سنن داؤد سے نقل کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے تھے کہ ہم، رسولؐ اللہ اور ابوبکر، دونوں کے زمانہ میں کنیزانِ ذات الولد کو فروخت کرتے تھے حتیٰ کہ عمر نے اپنے عہدِ خلافت میں اس سے منع کیا پس باز رہے۔ **تاریخ الخلفا** میں اولیاتِ (بدعات) عمر میں لکھتے ہیں **واول من منع عن بیع امہات الاولاد** کہ وہ یعنی حضرت عمر پہلے ہیں جنہوں نے بچے والی لونڈیوں کے بیچنے سے ممانعت کی پس کیا یہ ترمیم شریعت بھی آپ نے حضرت امیرؑ کے اذن واجازت سے فرمائی تھی؟ **نیز کنز العمال** میں ہے کہ عبداللہ بن فارط نے چار ہزار درہم کو ایک لونڈی خریدی، جو اپنے مالک سے حاملہ تھی۔ اس کا حمل ساقط ہوا تو عمر نے ابن فارط کو کہ آپ کے دوستوں میں سے تھا اس کے خریدنے پر بہت سرزنش کیا اور کنیز بیچنے والے مالک کی تازیانہ سے خبر لی۔ کہ کس لئے تم ان کو بیچتے ہو اور ان کی قیمتیں کھاتے ہو جب کہ تمہارے گوشت وخون ان کے گوشت وخون کے ساتھ مل چکے ہیں۔ سبحان اللہ یہ نکتہ خدا اور رسولؐ پر پوشیدہ تھا۔ اور وہ نہ جانتے تھے کہ جب گوشت و خون شامل ہوگیا تو پھر بیچنا سزاوار نہیں کہ بیع امہات اولاد سے قطعاً ممانعت نہ فرمائی۔ اب حضرت امیر علیہ السلام کی

اس حدیث کے بدعت تراویح کا راستہ بھی معہ اس کے عاملوں کے جہنم کی طرف ہوگا۔ طرفہ یہ کہ حضرات اہل سنت خود نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے یہ نماز آپ نہیں پڑھی صرف اوروں ہی کو اس کے بجالانے کا حکم دیا ہے اس پر ان کو اس بلا کا اہتمام ہے اگر خود تکلیف مسجد میں آنے اور جماعت کرانے کی گوارا فرماتے تو نہ معلوم یہ لوگ کیا کچھ کرتے۔ ملا علی قاری شرح موطا میں حدیث مذکور کے فقرہ **ثم خرج لیلة اخری والناس یصلون بصلوٰتهم قارئهم** کہ عمر دوسری شب مسجد میں آئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری (امام) کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کی شرح میں لکھتا ہے **وهو صریح فی ان عمر کان لایصلی بهم لانه کان یری ان الصلوٰة فی بیته ولا سیما فی اخر اللیل افضل** کہ اس سے صریح ظاہر ہے کہ عمر خود ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے کیوں کہ ان کے نزدیک نماز کو گھر میں پڑھنا خاص کر آخرِ شب میں بجا لانا افضل تھا۔ **بہر کیف** حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے عہدِ خلافت میں اس بدعت کے مٹانے میں بہت سعی کی مگر کارگر نہ ہوئی اور بدعتِ تراویح بدستور جاری رہی چنانچہ جلد (حالاتِ خلافتِ ظاہری) میں اس کا ذکر گزرا۔ **منجملہ** ان کے خلافت پناہ نے حکمِ طلاق میں خدا اور رسولؐ کے خلاف عظیم تبدیلی اپنی طرف سے کی تفصیل اس کی یہ ہے کہ طلاق بموجب آیہ وافی ہدایہ **الطلاق مرتان** دو مرتبہ ہے یعنی دو مرتبہ ایک طلاق کے بعد رجوع ہو سکتا ہے ہاں تیسری طلاق پر عورت مردِ طلاق دہندہ پر حرام ہو جاتی ہے اور پھر حلال نہیں ہوتی **حتی تنکح زوجاً غیره** تا انیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے یعنی نکاح کرکے جب تک طلاق وغیرہ سے اس سے جدا نہ ہو تب تک شوہر اول پر حلال نہ ہوگی۔ حضرت خلیفہ ثانی نے دو مرتبہ تک جواز رجوع کی سہولت کو مسلمانوں سے اٹھا کر صرف تین طلاق زبان سے کہہ لینے کو تین مرتبہ جدا جدا طلاق دینے کے قائم مقام گردانا گو وہ تینوں ایک ہی مجلس میں دیئے ہوں اور گو ایک ہی مرتبہ لفظ تین طلاق زبان سے کہا ہو پس اس پر **حتی تنکح زوجا غیره** کا حکم عائد کرکے مردِ طلاق دہندہ پر اس کی زوجہ کو حرام گردانا۔ صحیح مسلم و سنن ابوداؤد وغیرہ صحاح اہل سنت میں مروی ہے کہ زمانہ رسولؐ خدا و ابوبکر و دو سال اول خلافتِ عمر تک یہ قاعدہ تھا کہ تین طلاق کو ایک گنتے تھے پس جو شخص تین طلاق بغیر درمیان میں رجوع کرنے کے دیتا وہ ایک ہی طلاق اعتبار ہوتا۔ مگر عمر نے کہا **ان الناس استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلوا مضینا علیهم** کہ لوگ جلدی کرتے ہیں اس امر میں کہ ان کے لئے درنگ و توقف تھا پس بہتر ہے کہ ہم اس کو ان پر جاری کریں یعنی ان کے تین طلاق کو ہر چند کہ مجلس واحد میں ہوں تین شمار کرکے ان کی ازواج کو ان پر حرام کریں **فامضاه** پس انہوں نے اس حکم کو جاری کر دیا کہ خدا اور رسولؐ نے یہ حکم کہ جب تک دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع ہو تب تک تیسرا طلاق

ہے۔ تاریخ الخلفا میں ہے **وھو اول من حرم المتعته** کہ عمرؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے متعہ حرام کیا پس کیا انہوں نے یہ مخالفتِ رسولؐ اللہ بھی امیر المومنینؑ کی اجازت سے اور ان سے پوچھ کر کی تھی۔ صحیح ترمذی میں روایت کی ہے کہ کسی نے عبداللہ بن عمر سے نکاح متعہ کی نسبت سوال کیا انہوں نے کہا حلال ہے سائل نے کہ اہل شام سے تھا کہا تمہارے باپ اس کو حرام کہتے تھے کہا باپ حرام کہتے تھے اور رسولؐ اللہ نے حلال فرمایا تو میں باپ کے کہنے سے رسولؐ اللہ کے قول کو تو نہیں چھوڑ سکتا۔ پس جب کہ عمر کے لختِ جگر تک اس مسئلہ میں ان کے ساتھ نہ رہے تو امیر المومنینؑ تو اس کو کیوں کر گوارا کر سکتے تھے۔ **واضح رہے** کہ امیر المومنینؑ و جملہ اہل بیت اطہار نے حلتِ متعہ پر اجماع و اتفاق کیا ہے اور بزرگان صحابہ مثل عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ انصاری و عبداللہ بن مسعود ابوسعید خدری وغیرہ حلتِ متعہ کے برخلاف خلیفہ صاحب قائل تھے اور حضرت امیر علیہ السلام افسوس کرتے تھے کہ اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو پھر کوئی شقی ہی زنا کرتا تو کرتا ورنہ کوئی نہ کرتا چنانچہ **لولا مانھی عمر عن المتعته مازنی الا شقی** آپ کا قول مشہور ہے اور تفسیرِ ثعلبی اور تاریخِ طبری میں مذکور اور بعض نے شقی بقاف کو شفی بفا یکنقطہ پڑھا ہے یعنی بصورت عدم ممانعت عمر کوئی کمتر ہی زنا کرتا۔ ابن اثیر نہایہ میں کہتا ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا متعہ نہ تھا مگر ایک رحمت خدا کی، کہ حق تعالیٰ نے امتِ محمدؐ پر اس سے رحم کیا تھا **لولا نھیه عنھا ما احتاج الی الزنا الا شفا** یعنی اگر عمر اس سے منع نہ کرتا تو کوئی زنا کا محتاج نہ ہوتا مگر قلیل و کمتر۔ اور اکثر کتبِ فقہ اہلِ سنت میں ہے کہ امام مالک اباحت متعہ پر فتویٰ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ ایک امر مشروع ہے جب تک کوئی ناسخ ظاہر نہ ہو۔ ویسا ہی مشروع رہے گا منجملہ ان امور کے ایک بدعت تراویح ہے یعنی ماہِ مبارک رمضان میں نماز نافلہ کو بجماعت کرانا حضرت عمر ہی کی ایجاد ہے تاریخ الخلفا میں تعداد اولیات عمر میں لکھتے ہیں **واول من سنّ قیام شھر رمضان** کہ خلیفہ ثانی اول ہیں جنھوں نے قیامِ شہر رمضان کو سنت کیا۔ بخاری وغیرہ میں ہے کہ عمر ایک رات کو شب ہائے رمضان سے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ نمازیں پڑھ رہے ہیں فرمایا اچھا ہوتا اگر مل کر ایک قاری کے ساتھ بجماعت پڑھتے۔ پھر حکم دیا کہ ابی بن کعب نماز پڑھائے اور سب اس کے ساتھ پڑھیں چنانچہ دوسرے روز جو مسجد میں گذر ہوا تو دیکھا کہ حکم کی تعمیل ہو رہی ہے یعنی ابی بن کعب کھڑا تراویح پڑھا رہا ہے بہت خوش ہوئے اور فرمایا **نعمت البدعته التراویح** کہ تراویح اچھی بدعت ہے۔ پس تراویح کا بدعت ہونا خود بقول عمرؓ ثابت ہے۔ اور بدعات کے لئے جو کچھ شارع مقدس نے ارشاد فرمایا ہے ہر کوئی جانتا ہے مشہور ہے کہ فرمایا **کل بدعته ضلالته وکل ضلالته سبیلھا الی النار** کہ ہر ایک بدعت ضلالت و گمراہی ہے اور تمام گمراہیوں کی راہ آتش دوزخ کی طرف ہے پس بموجب

عمر نے کہا اگر میں توبہ نہ کروں فرمایا اس وقت تیری گردن ماریں۔ جب حضرت سے یہ کلام سنا اور دیکھا کہ وہ حضرت حمایت دینِ ختم المرسلین میں ویسے ہی مستعد و سرگرم ہیں جیسے کہ جنگِ بدر واحد کے وقت تھے تو عمر اس کے تئیں اور طرف لے گئے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس امت میں ایسے شخص کو مقرر کیا ہے کہ جب ہم راہِ راست سے منحرف ہوں تو وہ ہماری خامیوں کو درست کرے اور ہم کو سیدھے راستے پر لاوے۔ صاحب کشف الغمہ اس حدیث کے نقل کے بعد لکھتے ہیں **وهذا عجيب و فيه حب يظهر لمن تامله** کہ یہ عجیب سوال وجواب ہے، اور اس میں ایک راز ہے کہ جو اس میں تامل کرے اور سوچے اس پر ظاہر ہوگا۔ صاحب قطب شاہیہ جس سے مولف اوراق نے حدیث مذکور نقل کی ہے کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ وہ راز یہی تھا کہ خلیفہ صاحب کو دین سے پھر جانے کی فکر تھی۔ اور اس میں رفقا چاہتے تھے۔ لہٰذا یاروں سے استفسار کرتے تھے کہ کوئی موافقت کرتا ہے یا نہیں جب کسی سے جواب نہ سنا اور حضرت امیرؑ نے جواب دیا تو ایسا کچھ دیا تو اپنے آپ کو شکر وحمد پر لائے اور حاضرین کو راضی کرنے میں ساعی ہوئے۔

وہ مقامات جہاں خلیفۂ ثانی نے ''الحق مع علیؑ'' کو جاننے کے باوجود ارشاداتِ امیر المومنینؑ کی مخالفت کی

اب ہم ان امور کا ذکر کرتے ہیں جن میں خلیفہ اپنی خلافت کے زمانے میں امیر المومنینؑ نفس رسولؐ رب العالمین کی مخالفت کے مرتکب ہوئے۔ واضح رہے کہ خلافت پناہ کا یہ کہنا کہ **والله ماتقطع امرا دونه ولا نعمل شيئا حتى تستاذنه** کہ خدا کی قسم کہ ہم بغیر آنحضرتؐ کے کوئی امر طے نہیں کرتے اور کوئی کام نہیں کرتے جب تک کہ ان سے اجازت نہیں لے لیتے کہ پیشتر بروایت راغب اصفہانی وابن مردویہ سے نقل ہوا ہرگز صحیح نہ تھا۔ کیوں کہ جو باتیں انہوں نے دورانِ خلافت میں خلاف شرع کیں اور جس قدر بدعتیں دین میں جاری فرمائیں آنحضرتؐ ان سب کے خلاف تھے ہر چند ایسے امور بکثرت آپ سے سرزد ہوئے، الا یہاں حسبِ حیثیت اس رسالہ کے تھوڑے سے ذکر ہوتے ہیں۔ از انجملہ ایک آپ کا برخلاف حکمِ خدا اور رسولؐ متعہ نساء ومتعہ حج کو حرام کرنا ہے یہ مخالفت خلافت مآب سے ایسی صریح وصاف واقع ہوئی ہے کہ خود آپ کی عبارت **متعتان كا نتا فى عهد رسول الله وانا احرمهما واعاقب عليها متعته النساء ومتعته الحج** کہ دو متعہ یعنی متعہ زنان ومتعہ حج زمانہ رسولؐ خدا میں تھے میں ان کو حرام کرتا ہوں ان کے کرنے والے کو عذاب کروں گا، بہ ندائے بلند اس کی شہادت دیتی

سے کرتے ایسا ہی حرمین کو بھی بالکل خالی کر دینا قرین مصلحت نہیں، اعراب بدوی کہ لوٹ مار کے عادی ہیں فوراً آ پڑیں گے پس مسلمانوں کی جان و مال وعزت و آبرو کی نگہداشت سب سے زیادہ ضرور ہے۔ علاوہ براین اہلِ عجم خلیفہ کو بہ ہیئت کذائی دیکھیں گے کہ اصل عرب و راس و رئیس اسلام یہ ہے، اسے مار لیا تو تمام خرخشہ مٹ جائے گا۔ پس جہاں تک ان سے بنے گا جی توڑ کر لڑیں گے اس لئے مصلحت یہ ہے کہ خلیفہ اصلاً یہاں سے حرکت نہ کرے۔ اور یہ بات کہ ان کی تعداد زیادہ ہے اور ہماری کم سو ہم کبھی کثرتِ عدد پر نہیں لڑے، بلکہ ہمارے محاربے فقط تائید الٰہی و امدادِ غیبی پر ہوئے ہیں، سو اب بھی وہی جل شانہ مسلمانوں کی نصرت کرے گا۔ **کم من فئتہٍ قلیلتہ غلبت فئتہ کثیرۃ باذن اللّٰہ** بہت سے چھوٹے گروہ بڑے گروہوں پر باذن خدا غالب آئے ہیں پس بہتر ہے کہ تو اہل بصرہ کو لکھے کہ ایک حصہ ان میں سے اپنے اہل وعیال پر رہے ایک حصہ اس نواح کے ذمی کفار کی نگرانی رکھے کہ عہد شکنی کر کے اہلِ حرب کے ساتھ نہ شامل ہو جائیں باقی کوفیوں کی امداد کو معرکہ جنگ میں جائیں، علاوہ براین یہاں سے جس قدر ممکن ہو ان کی مدد کے لئے سپاہ بھیجی جائے۔ روضتہ الاحباب میں ہے کہ خلیفہ ثانی شاہ مرداں کی یہ باتیں سن کر شاد ہو گئے اور شدت سرور میں انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا بخدا سوگند میں بھی یہی چاہتا تھا۔ مگر منتظر تھا کہ اصحاب الباب سے کوئی اور بھی میرا ہم رائے ہو۔ کیوں نہیں بے شک آپ کا یہی مقصود تھا کہ گھر میں بیٹھے آرام سے مزے لوٹیں، اور ذرا اپنے ہاتھ پاؤں کو تکلیف نہ دیں، سو آپ کو یہ حاصل تھا۔ ایک عجیب حمایت دینی و مسلمانی وغریب حفاظت ونگہبانی خلیفہ ثانی کہ حضرت علیؑ عمرانی سے بمنصبۂ ظہور وشہود جلوہ گر ہوئی وہ تھی جس کو صاحب کشف علی بن عیسیٰ الاربلی اور ابو المؤید خوارزمی نے محمدؐ بن خالد جہنی سے روایت کیا ہے کہ ایک روز عمرؓ خطاب نے منبر پر جا کر خطبہ کہا اور اس کے درمیان میں فرمایا۔ **لو صرفناکم عما تعرفون الی ماینکرون ما کنتم صانعین قال فازمو افقال ذلک ثلاثا فقام علیہ السلام وقال اذاکنا نستنبک فان تبت قبلناک فقال عمر و ان لم قال تضرب الذی فیہ عیناک فقال الحمد للّٰہ الذی جعل فی ھذہ الامتہ من اذا اعوجنا اقام او دنا۔** اے امت محمدؐ اگر ہم تم کو اس چیز سے جس کو تم پہچانتے ہو یعنی دین اسلام سے اس شے کی طرف پھیریں جس کے تم منکر ہو یعنی مسلمانی سے ہٹا کر تمہارے اصلی کفر و بت پرستی کی طرف تم کو لے جائیں تو تم کیا کرو گے۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ یہ عمیق سوال سن کر خاموش تھے حتیٰ کہ خلیفہ صاحب نے تین مرتبہ اس کو زبانِ مبارک سے ارشاد کیا اس وقت امیر المومنینؑ نے کہ گوشہ مسجد میں نماز پڑھتے تھے بے تاب ہو گئے اٹھے اور فرمایا کہ ایسا ہو ہم تجھ سے توبہ کرائیں اگر توبہ کرے تو (چوں کہ عمر اصلی مسلمان نہ تھے کافر سے مسلمان ہوئے تھے) تیری توبہ قبول کریں، پس

نے یہ شرط بھی قبول کی اور جا کر جزیرہ پر فتح یاب ہوا۔ دیگر بحار الانوار میں تہذیب الاخبار شیخ طوسی سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنینؑ اور عمرؓ خطاب حمام میں داخل ہوئے عمر نے کہا **بئس البیت الحمام یکثر فیه العناء ویقل فیه الحیا** کہ حمام بری جگہ ہے کہ زحمت اس میں زیادہ ہوتی ہے اور حیا کم۔ حضرت نے فرمایا **نعم البیت الحمام یذهب الاذیٰ ویذکر بالنار** کہ اچھا مکان ہے حمام، کہ مرض کو دفع کرتا ہے اور آتشِ جہنم کو یاد دلاتا ہے۔ دیگر حضرت امیر المومنینؑ کا خلیفہ ثانی کو جنگ ہائے روم وایران کی شرکت سے باز رکھنا عظیم مصلحت وجزیل منفعت پر شامل تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بعض موقعوں پر جب کہ کفار نابکار ہجوم کرتے اور مسلمانوں پر کار دشوار ہو جاتا تو بعض اصحاب کی یہ صلاح ہوتی کہ خلافت پناہ برائے چندے دار الخلافہ کو خیر باد کہیں اور بہ نفسِ نفیس شریکِ معرکۂ جہاد ہو کر جوہر مردانگی دکھائیں تا کہ ان کو دیکھ کر مسلمانوں کا جوش دوبالا ہو جائے اور داد جہاد دے کر نصرت پائیں مگر حضرت امیرؑ کبیر نظر بمصالح، اس رائے کے خلاف ہوتے اور خلیفہ کا خود شریک معرکہ ہونا تجویز نہ کرتے ایک مرتبہ جنگ یرموک میں جب کہ ماہان رومی بھاری جمعیت کے ساتھ چڑھ آیا اور ابوعبیدہ نے بکمال تشویش واضطراب یہ حال خلافت مآب کو لکھ کر مدد ومعاونت طلب کی تو صلاح ہوئی کہ خلیفہ خود اس طرف متوجہ ہوں۔ شیرِ خدا پر آپ کی دلیری ودلاوری کا حال بخوبی روشن تھا اور ان کی پائیداری کو جنگِ احد وغیرہ میں ملاحظہ فرما چکے تھے اس سے مانع آئے اور فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں نظر بخدا چاہیئے جس جل شانہ نے جب کہ ہم قلیل تھے مظفر ومنصور کیا ہے وہ اب بھی زندہ ہے تم خود لڑائی میں جاؤ گے تو مسلمانوں کی پشت پناہ جس کی طرف وہ بازگشت کریں باقی نہ رہے گی، اس لئے بہتر ہے کہ کسی جنگ آزما پختہ کار کو اس طرف بھیج دو اور خود یہیں رہو اگر کام حسب دلخواہ انجام پایا تو بہتر ورنہ اور مدد یہاں سے جا سکتی ہے فائدہ کی بات تھی خلیفہ صاحب کے فوراً سمجھ میں آ گئی اور شکریہ کے ساتھ قبول فرمائی اور بقول اعثم کوفی سوید بن صلامت انصاری کو تین ہزار سپاہ کے ساتھ بھیج دیا گیا اور کام سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ علیٰ ہذا ہجرت کے اکیسویں برس عراق سے خبر آئی کہ اہلِ عجم پھر جمع ہو گئے ہیں حتیٰ کہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب ان کی بھیڑ بھاڑ ہو گئی ہے عمرؓ نے اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کیا حضرت عثمان کی یہ رائے تھی کہ افواج شام ویمن طلب کی جائیں اور مکہ ومدینہ سے جس قدر آدمی بہم پہنچیں خلیفہ صاحب سب کو ساتھ لے کر خود عزمِ جہاد کریں خلیفہ آپ خاموش تھے امیر المومنینؑ نے فرمایا شام کی فوج آئے گی تو رومی دلیر ہو جائیں گے اور اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے اہل وعیال واسباب و اموال کو لوٹ لیں گے، پس ایسا وسیع ملک جو اس قدر عرق ریزی سے لیا ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ نیز یمن سے فوج منگانے میں اندیشہ ہے کہ اہل حبش کی رگ طمع جنبش میں آئے اور وہ یمانیوں کے ساتھ وہ سلوک کریں جو رومی شامیوں

میں لکھتا ہے **فجعل عمر علیٰ نفسه ان لا یحمل فی البحر احدا بدا** یعنی عمر نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ وہ کسی کو دریا پر جہاد کے لئے سوار نہ ہونے دیں گے اور نیز انہوں نے حکم دیا تھا کہ جو کشتیاں مصر سے غلہ لاتی ہیں وہ اصلاً تردد نہ کریں اور ظاہر یہ کیا کہ یہ امر شتربانوں کے جو کرایہ پر غلّہ بھر کر لاتے ہیں نقصان کا باعث ہے۔ ابن اعثم کہتا ہے کہ معاویہ نے کنارِ بحر پر پہنچ کر عمر کو لکھا کہ جزیرہ قبرس کہ نہایت سرسبز و زرخیز ملک ہے اور نعمات گونا گوں سے مملو و مشحون ہے ہم سے اس قدر نزدیک ہے کہ صدائے مرغان وہاں سے سنتے ہیں اگر امیر المومنینؑ اجازت دیں تو کشتیوں میں بیٹھ کر اس کو فتح کرلیں یقین ہے کہ بے شمار غنیمت وہاں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے گی۔ عمر کو دریا کے نام سے عداوت تھی سن کر غوطے میں چلے گئے بڑی دیر میں سر ابھارا تو عمرو عاص کو کہ اسکندریہ مصر میں تھا یہ حال لکھا اور اس سے مشورہ طلب کیا۔ عمرو کو رشک ہوا کہ معاویہ یہ میدان مار لے جائے گا۔ جواب میں لکھا کہ امیر المومنینؑ جو دریا میں سوار ہونے سے کراہت رکھتے ہیں بہت درست ہے وہ نہایت خوف و خطر کا مقام ہے جو کچھ کہ میں نے اس کے ہول و ہیبت و تلاطم امواج کا مشاہدہ کیا ہے آپ دیکھتے تو اس سے زیادہ اس کو مکروہ جانتے جتنا کہ اب جانتے ہیں غرض پیش گاہِ خلافت سے حکم ممانعت صادر ہوا۔ اور جزیرہ کی فتح برسوں پر جا رہی معاویہ کو فرمان ممانعت پہنچا تو کہا عمرو عاص کو گوارا نہ ہوا کہ یہ کام میرے ہاتھوں نکلے۔ اس لئے یہ صلاح دی اگر اس کو کہتے تو فوراً چلا جاتا۔ مورخ مذکور کہتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو معاویہ کا قول پہنچا تو فرمایا سچ کہتا ہے اگر ہم اس کو اجازت دیتے تو وہ کبھی نہ چوکتا۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ جب آپ کو عمرو کی دیانت داری یہاں تک معلوم تھی تو اس سے صلاح ہی کیوں لی۔ اور نیز جب جزیرۂ قبرس خشکی سے اتنا نزدیک تھا کہ جانوروں تک کی آوازیں وہاں سے سنائی دیتی تھیں تو اس سے ڈرنے کی ہی کیا وجہ تھی اور سرے سے آپ کشتی میں سوار ہونے اور دریا میں سفر کرنے سے اس قدر کیوں گھبراتے تھے اس کا سبب کہیں یہ تو نہ تھا کہ سفینۂ اہل بیت سے کہ مثل کشتیِ نوح کشتیِ نجات ہے اور **من تخلف عنها فقد غرق وهوىٰ** اس کی شان میں آیا تھا آپ نے تخلف کیا تھا۔ اور نیز ان حالات سے صحت قول شیعہ کہ فتح ممالک کسریٰ و قیصر بموجب ارشاد پیغمبرؐ موعود من اللہ تھی ہوتی ہے اور ہونی ہی چاہئے تھی خلیفہ ثانی کا اس میں کچھ احسان نہیں۔ بخوبی ظاہر ہے کہ آپ اور الٹے ترقی اسلام کے سدِ راہ ہوتے تھے کبھی خراساں پر چڑھائی کے تصور سے ہراساں ہوتے کبھی دریائی سفر کے خوف سے جزیرہ قبرس پر لشکر کو نجانے دیتے تھے مگر جو کچھ منظورِ الٰہی تھا وہ ہو کر رہا خراساں بھی فتح ہوا اور جزیرہ قبرس پر بھی اسلام کا تسلط ہو گیا۔ طرفہ یہ ہے کہ بقول اعثم کوفی حضرت عثمان بھی بہ تاسّی خلیفہ ثانی اول اول دریائی جہاد کو تجویز نہ کرتے تھے اور آخر میں معاویہ کے اصرار سے اس پر رضامند ہوئے تو اس شرط پر کہ وہ اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے جائے چنانچہ اس

ان کے گلے سے نہ اترے گا۔ یعنی دل پر اس کا ذرا اثر نہ ہوگا اور دین سے اس طرح نکل جائیں جیسا کہ تیر کمان سے اور آخر زمانے میں ان پر ریگ برسے گی حتیٰ کہ اس کے نیچے دب جائیں گے۔ سختی ہو تو بیخ پر کہ وہاں سے تیس دجال نکلیں گے کہ ہر ایک ان میں سے ایسا بے باک ہوگا کہ اگر تمام بندگان خدا اس کے ہاتھ پر قتل ہوں تو ذرا اندیشہ نہ کرے۔ لیکن نیشاپور کے باشندے رعد و برق سے ہلاک ہوں گے اور وہ شہر کمال رونق و آبادی کے بعد ایسا ویران ہوگا کہ پھر آباد نہ ہوگا اور گرگان کے لوگ سنگدل ہیں اور بدکاران میں زیادہ، برخلاف اس کے قومس میں نیکوکار بہت ہیں اور وہ اہلِ صلاح سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ اور دامغان پوری ترقی پر پہنچ کر اجڑ جائے گا، اور اہلِ سمنان ظہورِ مہدی علیہ السلام تک تنگی سے زندگی بسر کریں گے۔ طبرستان میں مومن کم فاسق فاجر بہت ہوں گے دریا اس شہر کے نزدیک ہے اس لئے اس کے پہاڑ اور میدان سب زرخیز ہیں شہر رےؔ فتنہ وفساد کا مقام ہے آخر عہد میں دیلموں کے ہاتھ سے تباہ ہوگا اور دروازہ متصل بکوہ میں بے انتہا خلق اللہ ماری جائے گی اور نیز اس دروازے پر آٹھ شخص بزرگان بنی ہاشم سے نماز پڑھیں گے کہ ہر ایک ان سے دعوے دار خلافت ہوگا اور ایک بزرگ ہمنام پیغمبر علیہ السلام کو چالیس روز محاصرے میں رکھ کر قتل کریں گے اور سفیانی کے زمانے میں رےؔ والوں کو سخت مصیبت پیش آئے گی اور قحطِ عظیم ان میں پڑے گا خلیفہ ثانی نے یہ حالات خراساں کے شہروں کے امیر المومنینؑ سے سنے تو کہنے لگے اے ابوالحسن تم نے مجھ کو فتح خراسان کی رغبت دلائی حضرت نے فرمایا کہ ہر چند جو کچھ میں نے بیان کیا اس میں ذرا شک وشبہ نہیں اِلا چاہئے کہ تو اس کی فتح کا ارادہ نہ کرے۔ اس لئے مقدر یہ ہے کہ اس کی فتح کی ابتدا بنی امیہ سے ہو اور انتہا بنی ہاشم پر ہو۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ بعض ان شہروں میں سے کہ اس روایت میں مذکور ہیں مثل تالقان وغیرہ کے بعض اوقات مجمع اہلِ ایقان ومظہرِ انوار ایمان رہے ہیں چنانچہ تفصیل اس کی مجالس المومنین وغیرہ کتب شیعہ میں مذکور ہے اور سب سے زیادہ جو فخر وفضیلت خراسان کو حاصل ہے بوجہ روضہ منورہ امام ضامن ثامن علیؑ بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہما کے ہے کہ لوگ اطراف واکناف عالم سے اس بقعہ مبارکہ کی زیارت کو آتے ہیں اور اجر وثواب بے حساب پاتے ہیں۔ لیکن خلیفہ ثانی کی باتیں اکثر ایسی ہی ہوتی تھیں وہ اپنی بوالفضولی سے جس امر کے چاہتے خلاف ہوجاتے اور مذمت کرنے لگتے تھے جیسے یہاں خراساں کی فتح سے پرلے سرے کی نفرت ظاہر فرمائی اور آرزو کی کہ کاش ہمارے اور اس کے درمیان کوہ آہن اور دریائے آتش ہوتے ویسے ہی ایک اور دانائی کی بات آپ کی یہ تھی کہ وہ سفر دریا کے بالکل خلاف تھے۔ حتیٰ کہ دریائی جہاد سے مسلمانوں کو قطعاً منع کر دیا تھا۔ یعنی جو فوائد کہ بحری سفر سے خلائق کو خاص کر مسلمانوں کو آپ کے بعد پہنچے یا اس سے محض غافل تھے یا دیدہ و دانستہ ان کو اس برکت سے محروم رکھنا چاہتے تھے گویا ترقی اسلام کو محدود بلکہ مسدود کرنا چاہتے تھے ابن اثیر کامل

تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ جب ابوموسیٰ اشعری نے فارس و کرمان کو فتح کیا تو عمرؓ خطاب کو نامہ لکھا عمر نے اس کے جواب میں لکھا کہ تیرا خط پہنچا مضمون معلوم ہوا جو فتح و نصرت عنایتِ الٰہی سے تجھ کو حاصل ہوئی اور فارس و کرمان ہاتھ آئے اس پر خدا کا شکر ادا کیا گیا اور یہ جو لکھا ہے کہ میں یہ خط سرحدِ خراسان سے لکھتا ہوں ظاہراً تیرا ارادہ آگے بڑھنے اور خراسان پر چڑھائی کرنے کا ہے، سو خبردار اس طرف کا عزم نہ کرنا بلکہ مقبوضہ شہروں پر حکمران نصب کر کے واپس چلا آ اور بصرہ میں مقیم ہو کہ ہم کو خراسان سے، اور خراسان کو ہم سے کچھ سروکار نہیں، کاش ہمارے اور خراسان کے بیچ میں لوہے کا پہاڑ اور آگ کے دریا ہوتے اور سد سکندر جیسی ہزار سدیں درمیان حائل ہوتیں، کیوں کہ وہ ایک ملک پر شور و شر ہے اور وہاں کے باشندے حیلہ جو اور منافق ہیں حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا اے ابوحفص ایسا نہیں بلکہ خراسان میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ **امیر المومنین کی زبانِ مبارک سے خراسان کے اوصاف:** اس کی زمین پاکیزہ ہے اور چشمہ ہائے آب اس میں جاری ہیں اور ایک شہر اس میں ہے جسے ہرات کہتے ہیں سکندر ذوالقرنین نے اسے آباد کیا ہے۔ اور عزیز پیغمبرؑ نے اس میں نماز پڑھی ہے اس کے ہر ایک دروازہ پر ایک فرشتہ شمشیر بکف کھڑا ہے کہ آفات و بلیات کو اس شہر اور اس کے گرد و نواح سے دور کرتا ہے اور دور کرتا رہے گا تا بروزِ قیامت اس شہر کو کوئی بزور نہیں لے سکتا اور نہ کبھی لے سکے گا اِلا قائم آل محمدؐ صلوات اللہ علیہ نیز خراسان میں ایک شہر خوارزم نام ہے وہ اسلام کی سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے جو کوئی وہاں جا کر آباد ہو اس قدر ثواب اس کو ملے کہ گویا تلوار ہاتھ میں لے کر کفار پر جہاد کر رہا ہے پس خوشا حال اس کا جو خوارزم میں سکونت اختیار کرے عبادت خدا اور رکوع و سجود وہاں بجالائے۔ اور خراساں میں ایک شہر بخارا ہے کہ وہاں کے باشندے کثرتِ ریاضت سے اپنے بدن کو مثل ادھوڑی کے زمین پر ملتے ہیں۔ نیکی ہو اہل سمرقند پر کہ وہ عبادت و پرستش کا مقام ہے اِلا آخر میں برکت ان پر غلبہ پائے گی اور وہ ترکوں کے ہاتھ پر ہلاک ہوں گے۔ اور اہل شاش و فرغانہ کے حق میں حق تعالیٰ کی نیک تقدیرات ہیں خوشا حال اس کا جو اس مقام پر چند رکعت نماز بجالائے اور شحاب میں جو مرے رتبہ شہادت پائے۔ بلخ ایک مرتبہ خراب ہو چکا ہے دوبارہ ویران ہوگا تو پھر کبھی آباد نہ ہوگا۔ نیکی ہو اہلِ طالقان پر کہ وہاں حق تعالیٰ کے خزانے ہیں لیکن سونے چاندی کے نہیں بلکہ کچھ مرد ہوں گے کہ حق تعالیٰ کو جیسا چاہیے پہچانیں گے۔ اور جب میرا فرزند مہدیؑ پیدا ہوگا تو وہ اس کے اصحاب سے ہوں گے۔ اور ترمذ میں مومنین ہوں گے کہ سوائے رضائے حق سبحانہ تعالیٰ و دوستی محمد مصطفیٰؐ اور ان کے اہل بیت نجبا کے کوئی چیز ان کے دلوں پر نہ گذرے گی۔ مگر وہ طاعون سے ہلاک ہوں گے اور سرخس میں زلزلہ عظیم آئے گا کہ اس کی ویرانی کا باعث ہوگا۔ اکثر باشندگان شہر اس کے خوف سے مر جائیں گے اور سیستان میں کچھ لوگ ہوں کہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن

نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی ذریت کو، اور اس کو ان کے نفسوں پر گواہ گردانا، آیا نہیں ہوں پروردگار تمہارا، انہوں نے کہا ہاں ہم گواہی دیتے ہیں، پس جب انہوں نے حق تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا، تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اس عہد و میثاق کو ایک کاغذ پر لکھ کر حجرِ اسود کے منہ میں ودیعت رکھا، اور بہ تحقیق کہ ہیں اس سنگ اسود کے زبان اور دو آنکھیں، اور دو ہونٹ، کہ گواہی دے گا۔ اس کی جو اس کے پاس پہنچا، اور اس کا استلام و تقبیل کیا، اور وہ حق تعالیٰ کا امین ہے اس مکان میں۔ عمر نے یہ سن کر کہا **لا ابقانی اللہ تعالیٰ بارض لست بھایا ابا الحسن** اے ابوالحسن حق تعالیٰ مجھ کو اس ملک میں باقی نہ رکھے کہ تم نہ ہو۔ **ابن ابی الحدید** معتزلی شرح نہج البلاغہ میں اس روایت کی نقل کے بعد لکھتا ہے کہ ہم نے عمرؓ سے ایسی بہت سی باتیں دیکھی ہیں چنانچہ انہوں نے اُس شجرۂ مبارکہ کو جس کے نیچے بیٹھ کر رسولؐ اللہ نے بیعت رضواں کا انصرام کیا تھا کٹوا دیا رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد لوگ اس مبارک درخت کے پاس آتے اور اس کے سایہ میں آرام لیتے عمر نے پہلے لوگوں کو دھمکایا کہ کوئی اس کے پاس نہ جائے اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو کاٹ ڈالیں۔ **تاریخ ہجری کی ابتدا:** کہ جس پر مسلمانوں کے حساب کتاب واور داد وستد وغیرہ تمام معاملات و جملہ کاروبار کا مدار ہے اور قیامت تک رہے گا۔ بالا تفاق حضرت امیر المومنینؑ کے ارشادِ ہدایت بنیاد کے موافق قائم ہوئی۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ عاملِ بصرہ نے عمر کو لکھا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں حالاں کہ بعض ان میں سے باعتبار مضامین بایک دیگر متضاد و متخالف ہوتے ہیں، معلوم نہیں ہوتا کہ متقدم کون ہے اور متاخر کون سا، کہ ناسخ و منسوخ جان کر ٹھیک ٹھیک تعمیل کی جائے۔ لہٰذا اگر ہر حکم کے آخر تاریخ لکھ دی جایا کرے تو یہ دِقت رفع ہو جائے۔ بروایت محمدؐ بن سیرین اہلِ مجلس میں سے کسی نے تقرر تاریخ کا التماس کیا، عمر تاریخ کے نام تک سے واقف نہ تھے فرمانے لگے کہ تاریخ کیا چیز ہوتی ہے عرض کی وہ بڑے کام کی چیز ہے وثیقوں خطوں اور واقعات پیدائش واموات وغیرہ میں اس کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے اہلِ عجم اس کا بڑا اعتبار کرتے ہیں۔ اس وقت سمجھے اور فرمایا کہ واقعی فائدہ مند شے ہے پس صحابہ کو جمع کر کے کمیٹی کی، کہ ابتدائی تاریخ کس وقوعہ سے کرنی چاہیے۔ کسی نے ولادتِ حضرت رسالت پناہ کی صلاح دی کوئی بعثت آنحضرتؐ کی رائے دیتا تھا مگر لوگ ان پر اعتراض کرتے تھے حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ ہجرتِ رسول خدا سے ابتدائی تاریخ مقرر ہو۔ کیوں کہ وہ حق و باطل میں فرق ہونے اور ظہورِ علیہ السلام و نزولِ شرع واحکام کا زمانہ ہے سب نے اس کو پسند کیا اور اسی پر تاریخ کی بنیاد رکھی گئی اور ماہِ محرم کہ شہرِ حرام ہے اور لوگ اس میں حج سے اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں ابتدائی سال کے لئے مقرر ہوا۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ عمرؓ نے سولہویں سال ہجرت سے اپنی خلافت کے اڑہائی سال بعد علی علیہ السلام کی صلاح سے تاریخ ہجری لکھنی شروع کی۔ دیگر

مقرر سزا وارِ حد ہے اس لئے کہ جب آیہ حرمتِ شراب نازل ہوئی تو بعض اصحاب نے کہا یا رسولؐ اللہ ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے مسلمان ہوکر شراب پی اور اب مرگئے اس وقت یہ آیہ نازل ہوئی پس یہ آیہ ان مُردوں کے حق میں ہے قدامہ تو زندہ ہے عمر نے یہ سن کر اس کو بلایا کہ حد لگائیں مگر جانتے نہ تھے کہ حد شرب خمر کیا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی تازیانے لگائے جائیں۔ **فان شارب الخمر اذا شربها سکرو اذا سکر هذی و اذا هذی افتریٰ** بہ تحقیق کہ شراب خوار جب شراب پیتا ہے تو مست ہوتا ہے اور ہذیان بکنے لگتا ہے اور ہذیان میں افترا کرتا ہے۔ حق تعالیٰ نے افترا پرداز کی حد اسی تازیانے مقرر فرمائے ہیں۔ اسی قضیہ میں آپ نے دو مرتبہ خطا کی ایک واجب الحد کو چھوڑ دیا دوم حدِ شرب الخمران کو معلوم نہ تھی، جو خلیفہِ رسولؐ کا اول فرض ہے۔ **زیورات بیت المال:** بیت اللہ کے خزانے میں سونا چاندی زیورات بکثرت تھے عمر کے منہ میں ان کو دیکھ کر پانی بھر آیا اور بحیلہ تجہیز لشکر و تیاریٔ جہاد اس پر قبضہ کرنا چاہا، امیر المومنین علیہ السلام مانع آئے اور فرمایا قرآن رسولؐ اللہ پر نازل ہوا تو اموال چار طرح پر تھے ایک مسلمانوں کا اپنا مال اس کو ان کے ورثا پر حسب فرائض تقسیم فرمایا۔ دوسرے مالِ غنیمت اس کو اس کے مستحقوں پر قسمت کیا۔ تیسرے خمس اس کو اس کے محل پر خرچ کیا، چوتھے صدقات ان کا جو مصرف مناسب جانا ارشاد کیا اموال خانہ کعبہ اس وقت بھی موجود تھے حق تعالیٰ نے ان کو بحال خود رہنے دیا اور یہ رہنے دینا از روئے سہو ونسیان کے نہ تھا اور نہ ان کا محل و مکان باری تعالیٰ پر مخفی تھا، پس تم بھی ان کو اسی طرح رہنے دو جس طرح خدا اور رسولؐ نے رہنے دیا، بروایت جلال الدین سیوطی رسالہِ اخبار مہدی میں آپ نے فرمایا **امض یا امیر المومنین فلست بصاحبه انما صاحبه شاب من قریش و یقسمه فی سبیل الله فی اخر الزمان** اس خیال سے درگزر و، یہ کار تم سے تعلق نہیں رکھتا اس کا صاحب ہم میں سے ایک جوان قرشی (امام مہدیؑ) ہے وہ اس کو راہِ خدا میں تقسیم کرے گا، آخر زمانہ میں، پس حضرت عمرؓ نے فرمایا یا علیؑ تم نہ ہوتے تو ہم فضیحت و رسوا ہوگئے تھے، یہ کہا اور ان اموال کو بحال خود چھوڑ دیا۔ دیگر روضۃ الاحباب میں ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہم ایک دفعہ عمرؓ کے ساتھ حج میں تھے جب حجرِ اسود کو بوسہ دینے لگے تو انہوں نے کہا **حضرت عمرؓ اور حجرِ اسود کی توہین:** اگر میں پیغمبرؐ خدا کو تقبیل کرتے نہ دیکھتا تو ہرگز یہ کام نہ کرتا تو صرف ایک پتھر ہے نہ کوئی نفع تجھ سے متصور ہے نہ ضرر علی مرتضیٰؑ نے فرمایا اس سے نفع و ضرر دونوں متصور ہیں اگر تم اس آیہ کی تاویل و تفسیر جانتے ہوتے تو میرے کلام کی راستی تم پر ظاہر ہوتی۔ **واذا اخذ ربك من بنی اٰدم من ظهورهم ذریتهم وا شهدهم علیٰ انفسهم الست بربکم قالوا بلیٰ شهدنا** یعنی جب کہ لیا تیرے رب

گناہگار نہیں ہوتا۔ پس بچہ کس لئے ماں کے جرم میں سزا پائے خلافت مآب اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور فرمایا **عجزت النساء ان یلدن مثل علیؑ ابن ابی طالب** عورتیں عاجز ہیں کہ علیؑ بن ابی طالب کی مثل بچہ جنیں **لولا علیؑ لھلك عمر** اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ عمر کو اس عورت کے حمل کا حال معلوم نہ تھا اس لئے یہ حکم دیا تھا نہ یہ کہ ان کو مسئلہ عدم جواز رجم حاملہ معلوم نہ تھا۔ واضح رہے کہ یہ صرف دھوکہ دہی ہے اگر خلیفہ صاحب یہ مسئلہ جانتے ہوتے اور امیر المومنینؑ صرف حمل کی خبر دیتے تو اس طرح نہ کہتے **ان یکن لك علیھا سلطان** الخ کہ اگر تجھ کو اس عورت پر دست قدرت ہے تو اس بچہ پر دست قدرت نہیں جو اس کے پیٹ میں ہے صرف اس قدر کہنا کافی تھا کہ یہ عورت حاملہ ہے اور نہ عمر صرف خبر حمل دینے پر آنحضرتؐ کی لمبی چوڑی مدح فرماتے۔ بعض خیر خواہان خلفا نے اس روایت میں ایک اور ہوشیاری کی ہے کہ بجائے حضرت امیرؑ کے معاذ بن جبل کا نام روایت کیا ہے یعنی معاذ نے عمر کو ان کی غلطی پر آگاہ کیا۔ اور انہوں نے معاذ کی نسبت فرمایا کہ عورات معاذ کی مانند جنے سے عاجز ہیں **لولا معاذ لھلك عمر** مگر اس سے کچھ فائدہ بحال عمر نہیں پہنچا اس کا ایسے عام مسئلہ سے ناواقف رہنا بدستور ثابت رہا بلکہ ہمارے نزدیک تو بجائے باب مدینہ علم نبی کے معاذ جیسوں کا خلافت پناہ کو ان کی غلطی پر ٹوکنا اور عمرؓ کا ان کی اس طرح مدح سرائی کرنا ان کے لئے اور بھی کسر شان کا باعث ہے۔ علیٰ ہذا ایک زنِ مجنونہ کی نسبت بھی جس سے وقوع زنا ثابت ہوا تھا رجم کرنے کا حکم فرما دیا تھا۔ چنانچہ اس کو سنگسار کرنے کو لے جا رہے تھے کہ راہ میں حضرت امیر المومنینؑ ملے اور فرمایا اس مجنونہ کو کہاں لئے جاتے ہو۔ کہا خلیفۂ وقت نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت اس کو اپنے ساتھ واپس لے آئے اور خلافت پناہ سے ارشاد کیا **اما سمعت النبی یقول رفع القلم عن ثلٰث** کہ کیا نہیں سنا تم نے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ یعنی کوئی گناہ ان پر نہیں لکھتے **عن النائم حتیٰ یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتیٰ یفیق** سونے والے سے جب تک کہ بیدار نہ ہو، اور کم سن سے جب تک کہ بالغ نہ ہو، اور دیوانہ سے جب تک کہ اس حالت سے افاقہ نہ پائے۔ خلیفہ ثانی مدح و ثنائے امیر مومناں میں رطب اللسان ہوئے۔ اور فرمایا **لولا علیؑ لھلك عمر** دیگر قدامہ بن مظعون نے شراب پی خلافت پناہ کے سامنے لائے کہ اجراء حد کریں قدامہ نے اس آیہ شریفہ کو تلاوت کیا **لیس علی الذین امنو اوعملو الصالحات جناح فیما طعموا** الخ کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے انہوں نے جو کچھ کھایا پیا اس میں ان پر کوئی گناہ نہیں عمرؓ نے یہ آیہ سنی تو اس کی حد سے درگزر رے۔ حضرت امیرؑ کو خبر ہوئی تو فرمایا یا قدامہ ان لوگوں سے نہیں جن کے حق میں آیہ نازل ہوئی ہے اور وہ

حالتِ احرام میں شتر مرغ کے انڈے کھانے کا کفارہ: کہا ہم چند جوان حج کے لئے چلے تھے۔ راہ میں ہم کو شتر مرغ کے بیضے ملے ان کو توڑ کر کھا گئے حالاں کہ حالتِ احرام میں تھے بعد فراغتِ حج عمرؓ خطاب کے پاس آئے اور یہ مسئلہ ان سے پوچھا انہوں نے کہا میرے ساتھ آؤ ہم کو لے کر حجرہ ہائے رسولؐ خدا کی طرف گئے اور ان میں سے ایک حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک عورت نے اندر سے کہا کہ کون ہے عمرؓ نے کہا ابوالحسن کہاں ہیں کہا وہ اپنے مزرعہ پر تشریف لے گئے ہیں پس عمر وہاں سے چلے اور ہم کو کہا میرے ساتھ چلے آؤ حتی کہ آنحضرتؐ کے پاس پہنچے آپ اس وقت اپنے دستِ مبارک سے مٹی کو برابر کر رہے تھے۔ امیر المومنینؑ کو دیکھ کر عمر نے کہا ان لوگوں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے بیضے توڑے ہیں ان کا کفارہ کیا ہے امیر المومنینؑ نے فرمایا تم نے کس لئے زحمت اٹھائی مجھ کو کیوں نہ بلا بھیجا کہا میں زیادہ سزاوار ہوں تمہارے پاس آنے کے لئے پس فرمایا کہ جتنے بیضے توڑے ہیں اسی قدر شتران نر کو مادوں پر چھوڑیں پس جو بچے ان سے پیدا ہوں ان کی قربانی کریں عمر نے کہا کبھی وضع حمل سے پہلے حمل ساقط ہو جاتا ہے فرمایا ایسا ہی کبھی بیضے بھی گندے نکلتے ہیں عمر وہاں سے چلے اور کہتے جاتے تھے۔ **اللهم لا تنزل بی شدة الاوابوالحسن الی جنبی** خداوندا کوئی سختی مجھ پر نازل نہ کر مگر یہ کہ ابوالحسن میرے پہلو میں موجود ہوں اور **مودة القربیٰ** میں سید علیؒ ہمدانی نے عبداللہ بن خولقہ سے روایت کی ہے کہ عمر خطاب کے پاس دو مرد آئے اور ان سے طلاق کنیز کی بابت سوال کیا وہ ان کو ہمراہ لئے حلق ہائے مردم سے ایک حلقہ میں گئے جس میں ایک مرد صالح بیٹھے تھے ان سے دریافت کیا کہ لونڈی کے طلاق میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ **اطلاقِ کنیز:** انہوں نے اپنی دو انگلیوں ایک انگشت شہادت اور ایک اس کے پاس کی انگلی سے اشارہ کیا عمر نے ان سے کہہ دیا کہ دو یعنی دو طلاق ہیں ان دو مردوں میں سے ایک نے کہا **سبحان الله** ہم امیر المومنین سمجھ کر تمہارے پاس مسئلہ پوچھنے آئے تھے تم ایک مرد کے پاس گئے جس نے تمہارے ساتھ قسم خدا کی زبان سے بات تک بھی نہ کی۔ عمر نے کہا جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے کہا نہیں کہا یہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ کہتے تھے اگر اہل آسمان وزمین کے ایمان ایک پلے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلے میں تو بھی علیؑ کے ایمان کا پلہ جھک جائے گا۔

امیر المومنینؑ کا حضرت عمر کی بعض غلطیوں پر ان کو تنبیہ کرنا: منقول ہے کہ ایک حاملہ عورت کو حضرت خلیفہ صاحب کے سامنے لائے اور کہا اس نے زنا کیا آپ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کریں، حضرت امیر المومنینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو مانع آئے اور کہا اگر تم کو اس عورت پر دست قدرت ہے تو بچہ پر کہ اس کے شکم میں ہے اختیار نہیں رکھتے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لا تزروازرة وزرا اخریٰ**۔ کوئی گناہ گار دوسرے کے گناہ میں

آ قا سے اس کے مرنے کے بعد کروں حضرت نے ذرا نا خوشی ظاہر کر کے خنجر دوسرے غلام کو دیا اور کہا تو اس کا سر کاٹ کہ وہ اسی سزا کا مستوجب ہے اس نے چند قدم چل کر سونچا کہ کیوں کر اپنے ولی نعمت ومخدوم سے اس طرح پیش آؤں۔ پلٹ کر وہی عذر کیا جو غلام اول نے کیا تھا۔ حضرت نے تیسرے کو کہا وہ سنتے ہی خنجر لے کر تیر کی طرح سے چلا آپ نے ایک شخص کو مقرر کیا کہ اس کے پیچھے رہے اگر قبر کھودنے کا ارادہ کرے تو نہ کھودنے دے اور واپس لے آئے غلام نمک حرام وہاں پہنچ کر نبش قبر میں مشغول ہوا اس مرد نے اس کو پکڑ لیا اور حضرت کی خدمت میں لا کر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا غلام اول جس نے اپنے آقا کے حقوق کا خیال کر کے خنجر ہاتھ سے بھی نہیں چھوا مستحق اس کی دختر اور مال وجائیداد کا ہے۔ اور دوسرا جو چند قدم جا کر لوٹ آیا اس کو ہزار دینار دے کر آزاد کریں اور تیسرا بموجب وصیت خواجہ واجب القتل ہے اِلا بحسب شرع اس کو قتل نہیں کر سکتے اس لئے چاہئے کہ غلامِ اول یعنی شوہرِ دختر کی خدمت کرتا رہے کہ یہ بھی قائم مقام قتل ہے۔ خلیفہ ثانی نے اس حکم کو نافذ کر کے درمیانِ دو چشم امیر المومنینؑ کے بوسہ دیا اور کہا اے ابوالحسن حق تعالیٰ مجھ کو تمہارے بغیر دنیا میں زندہ نہ رکھے اور ازالۃ الخلفا وتذکرہ خواص الامتہ میں ہے **قصہ امانت دار عورت کا**: کہ دو شخصوں نے ایک زن قرشیہ کے پاس سو دینار امانت رکھے اور کہا ہم میں سے کسی ایک کو یہ مال نہ دینا۔ جب تک کہ دونوں اکٹھے ہو کر تیرے پاس نہ آئیں سال بھر گزرا تھا کہ ان میں سے ایک شخص آیا اور کہا میرا صاحب مر گیا ہے وہ مال مجھ کو واپس دے عورت نے انکار کیا وہ اصرار کرتا تھا تا اینکہ رشتہ داران عورت سے شفاعت خواہ ہوا آخر عورت نے وہ سو دینار اس کو دے دیئے ایک سال بعد دوسرا آیا اور طالبِ مال ہوا عورت نے کہا کہ تیرے رفیق نے آ کر کہا کہ میرا صاحب مر گیا ہے وہ مال مجھ کو دے۔ میں نے اسے دے دیا اس میں تنازعہ ہوا اور یہ قضیہ عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے فیصلہ کرنا چاہا۔ بروایتے حکم دے دیا کہ عورت اس مال کی ضامن ہے عورت نے کہا خدا کے لئے امیر المومنینؑ اس قضیہ کو علیؑ بن ابی طالب کے پاس بھیج دو خلیفہ صاحب نے فریقین کو حضرت کی خدمت میں بھیج دیا آپ اس قصہ کو سنتے ہی جان گئے کہ ان دونوں مردوں کی چالاکی ہے مل کر فریب کیا چاہتے ہیں فرمایا تم نے نہیں کہا کہ ہم میں سے تنہا ایک کو مال نہ دینا کہا ہاں کہا فرمایا تو تمہارا مال موجود ہے تو جا کر اپنے صاحب کو بلا لا کہ تم دونوں کو دیا جائے، چوں کہ ان کا فریب تھا اور سازش کر کے اس عورت کو لوٹنا چاہتے تھے لہٰذا وہ خاموش چلا گیا عمر نے یہ سنا تو کہا **لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب** کہ حق تعالیٰ مجھ کو علیؑ بن ابی طالب کے بعد زندہ نہ رکھے۔ **ریاض النضرہ** میں محمد بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں مسجدِ دمشق میں داخل ہوا۔ ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اس کے دو استخوانِ گردن ضعف پیری سے مڑ گئے ہیں پس میں نے پوچھا کہ اے شیخ تو نے کس کا زمانہ ادراک کیا کہا عمرؓ کا جنگِ یرموک میں ان کے ساتھ تھا، میں نے کہا کوئی حدیث بیان کر جو تو نے سنی ہو

میراث اس کے باپ یعنی اپنے شوہر کے ترکے سے طلب کرتی تھی۔ عمرؓ نے اصحاب رسولؐ کو جمع کر کے فتویٰ طلب کیا وہ کچھ حکم نہ دے سکے پس جناب امیر علیہ السلام کو بلایا۔ حضرت نے فرمایا اس کی خبر بعد میں معلوم ہوگی فی الحال اس عورت کو معہ اس مولود کے اپنے پاس نظر بند رکھوا ور اس کے مال کو ضبط کر واور اس میں سے ان کے لئے ایک خادم مقرر کر دو حضرت عمر نے ایسا ہی کیا کچھ عرصہ بعد وہ عورت مرگئی اور عجیب الخلقت بڑا ہو کر طالب میراث ہوا حضرت نے حکم دیا کہ ایک خادم خصی ان دو فرجوں کے لئے مقرر ہو پس ایک بدن ان سے طالب جماع ہوا عمرؓ نے اس کی بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ اس کا ایک بندہ اپنی زوجہ سے مجامعت کرے اور دوسرا اس کو دیکھے اس کو تین روز رہنے دو کہ عنقریب حق تعالیٰ اپنا حکم اس میں جاری کرے گا اس شخص نے جماع کی خواہش نہیں کی الا یہ کہ اجل اس کے نزدیک آ گئی پس تین روز بعد وہ بدن کے طالب جماع ہوا تھا مرگیا پس عمر حیران ہوئے کہ اب کیا کریں اس کو کاٹ کر علیحدہ کرتے ہیں تو زندہ بھی مرجاتا ہے نیز اس زندہ نے غل مچایا کہ یارو مجھ کو مارتے ہو حالانکہ میں مسلمان ہوں قرآن پڑھتا ہوں پھر حضرت حلال مشکلات کی طرف رجوع کی آپ نے فرمایا کہ مردے کو غسل وکفن کر کے اس کے بھائی کے ساتھ چھوڑ دو کہ وہی معین و مددگار رہے وہ اپنے ساتھ اٹھائے پھرے جب خشک ہو جائے تو اس کو قطع کرنا تا کہ زندہ کو ایذا نہ پہنچے مگر میں جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کو بھی تین دن سے زیادہ زندہ نہ رکھے گا اس کے بوئے بد کی اذیت پا کر وہ بھی جلد مرجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا دوسرا بدن بھی تین دن میں مرگیا اس وقت عمرؓ نے کہا **یا ابن ابی طالب مازلت کاشف کل شبھۃ وموضح کل حکم** اے پسر ابی طالب تم ہمیشہ ہر شبہ کے کھولنے والے اور ہر حکم کے واضح کرنے والے ہو۔ **قصہ تین غلاموں اور اُن کے مالک کا:** مناقب مرتضوی میں احسن الکبار سے نقل کیا ہے کہ عمر خطاب کے زمانہ میں ایک خواجہ مال دار صاحب عزت و جاہ فوت ہوا اس کے تین غلام تھے مرض کی شدت میں وصیت کی کہ ایک غلام کو اس کی دختر معہ تمام مال ومتاع و املاک و جائیداد کے ملے۔ دوسرے کو ایک ہزار دینار دے کر آزاد کر دیں۔ تیسرا قتل کیا جائے آقا کے مرنے پر غلاموں میں تکرار ہوا ہر ایک کہتا تھا کہ دختر و تمام مال میرا ہے کوئی نہ جانتا تھا کہ کس کے لئے دختر و مال کی وصیت کی ہے اور کس کے واسطے ہزار دینار کی اور کون قتل ہونا چاہئے دختر خواجہ تینوں غلام سمیت دار الشرع میں حاضر ہوئی، خلیفہ صاحب معہ جماعت اصحاب حیران تھے کہ کیا کریں آخر سب کے سب حاضر درگاہ جناب ولایت پناہ ہوئے امیر المومنینؑ ان کے ساتھ دار الشرع میں تشریف لائے اور تین غلاموں میں سے ایک کو کہا کہ باعث اس فتنہ وفساد کا تمہارا آقا ہے جس نے علیحدہ علیحدہ ہر شخص کو معین نہیں کیا، یہ خنجر مجھ سے لے اور جا کر اس کا سر کاٹ لا غلام نیک انجام نے کہا یا امیر المومنینؑ یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ ایسی بے ادبی اپنے

کہ میں جانتا ہوں جو اس مشکل کا حل کرنے والا اور ایسی شدتوں میں فریاد رس و جائے پناہ ہے، کہا گویا آپ کا مقصود علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ کہا ہاں وہی حضرت ہیں کہ ان کا مثل و مانند شکمِ مادر سے پیدا نہیں ہوا۔ اٹھو کہ ان کے پاس چلیں عرض کی آپ ان کو یہیں بلوالیں فرمایا ہیہات وہ بنی ہاشم سے ہیں اور رسول اللہ سے قرابتِ قریبہ رکھتے ہیں اور بقیہ علم و آثار اولین ہیں علم حاصل کرنے کو ان کے پاس جانا چاہیے نہ ان کو بلوانا پس اس طرف روانہ ہوئے حضرت امیرؑ اس وقت اپنے باغ میں تشریف رکھتے تھے اور آیہ شریفہ **ایحسب الانسان ان یترك سُدًی** ترجمہ آیا گمان کرتا ہے انسان کہ مہمل چھوڑ دیا جائے۔ کی تلاوت کرر ہے تھے بار بار اس کو پڑھتے اور گریاں ہوتے عمر نے شریح قاضی سے کہا خبر دے ابوالحسن کو یہ بات کہ تو نے مجھ سے کہی شریح نے کہا کہ ایک شخص اپنی دو عورتیں ایک آزاد اور ایک کنیز ایک کے سپرد کر گیا کہ جب تک میں سفر سے نہ پھروں ان کے نان نفقہ کی خبر لیتا رہے۔ آج شب کو دونوں کا حمل وضع ہوا ایک کے لڑکا دوسری کے لڑکی پیدا ہوئی مگر ہر ایک کہتی ہے کہ لڑکا میرا ہے لڑکی سے انکار کرتی ہے تا کہ میراث پسر ہاتھ آئے حضرت نے شریح سے پوچھا کہ تو نے اس میں کیا حکم کیا اس نے کہا اگر میں اس کا حکم جانتا تو آپ کے پاس کیوں ان کو لاتا پس حضرت نے ایک گھاس کا تنکا زمین سے اٹھالیا اور فرمایا میرے نزدیک اس معاملے میں حکم کرنا۔ اس پر کاہ سے بھی آسان تر ہے پس ایک پیالہ منگوایا اور ان میں سے ایک عورت سے کہا کہ اپنا دودھ اس میں دوہے اس کو وزن کیا پھر دوسری کا دودھ دوہایا اور اس کو تولا پس اس کا دودھ پہلی عورت کے دودھ سے وزن میں آدھا نکلا اس کو فرمایا کہ لڑکی تیری ہے۔ اور لڑکا پہلی کا اور شریح سے فرمایا کہ لڑکی کا دودھ لڑکے کے دودھ سے نصف ہوتا ہے اور اس کی میراث نصف اور اس کی عقل نصف اور شہادت نصف اور خون بہا نصف ہوتا ہے عمرؓ یہ صورت دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہا یا اباالحسنؑ **لا ابقانی اللّٰہ لشدید ۃ لست لھا ولا فی بلد لست فیه** اے ابوالحسن حق تعالیٰ مجھ پر کوئی سختی نہ ڈالے جس کے دور کرنے کو تم موجود نہ ہو، اور نہ کبھی ایسے شہر میں رکھے جس میں تم نہ ہو۔ **مخفی نہ رہے** کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک یحیی بن عبدالحمید ہے کہ بعض علما اہل سنت ذہبی وغیرہ نے اس کے بارہ میں کلام کیا ہے مگر اوروں نے اسے رد کیا ہے۔ یحیی بن معین سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ اس کی مدح کرتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ ایک ہے محدثوں کا اور مشہور راست گو ہے کوفہ کا رہنے والا جو کچھ اس کی نسبت لوگ کہتے ہیں حسد سے کہتے ہیں اور تقریب ابن حجر و کاشف ذہبی سے ظاہر ہے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں یحیی مذکور سے روایت کی ہے اور یہ اس کی روایت کے قبول کرنے میں کافی ہے۔ نیز کنز العمال میں ہے کہ عمر خطاب کے پاس ایک عورت آئی کہ عجیب الخلقت بچہ جنی تھی جس کے دوسر، دو سینے، چار ہاتھ، دو شکم اور دو فرج تھے لیکن نیچے کا جسم اکہرا یعنی دو رانیں دو ساقیں دو پانوں رکھتا تھا پس عورت اس کی

امسك علي و التم والتم فان سمعتها من غيرك لم انم بين لا (۱) بثيها کہ چپ رہ اوراس کو چھپا اور مخفی رکھ کیوں کہ اگر میں تیرے سوا کسی اور سے یہ بات سنوں گا۔ تو درمیان دوسنگستانِ مدینہ خواب نہ کرسکوں گا عجیب ارشاد ہے آپ جو تن تنہا باغ میں حیران پریشان بیٹھے تھے ظاہر ہے قضیہ خلافت ہی میں غلطاں پیچاں تھے پس امیر المومنینؑ کو دیکھ کر بے اختیار آہ وبکا کرنا قطعاً دلالت کرتا ہے کہ اس وقت غصب خلافت کا مواخذۂ آخرت آپ کو یاد آ گیا تھا اس لئے بے تاب ہو گئے چنانچہ ابن عباس کے قول **بم تناوه يا امير المومنين** اے امیر کس لئے آپ آہ آہ کرتے ہیں کے جواب میں انہوں نے جو دل میں تھا ظاہر کر دیا **من اجل صاحبك** الخ کہ تیرے صاحب یعنی امیر المومنینؑ کی وجہ سے کہ وہ تمام اہل بیت رسولؐ میں بے مثل و یکتا ہیں اور اسی سبب سے کوئی ان کے برابر خلافت کے لائق نہ تھا۔ پھر سنبھل کر اپنے عذر در بارے غصب خلافت ابن عباس سے بیان کئے جن کے انہوں نے وہ شافی جواب دیئے کہ خلیفہ صاحب لاجواب ہو گئے اور ابن عباس کو اخفا کیفیت جلسہ کی تاکید اکید کی پس اس تاکید سے انہوں نے دنیوی انتظام تو کرلیا کہ خلافت میں خلل وخرخشہ پیدا نہ ہوا مگر مواخذۂ آخرت کا کیا انتظام سوچا دوسنگستان مدینہ کے درمیان خواب وآرام کا بندوبست کیا تھا تو قبر کی دو دیواروں کے بیچ میں بھی میٹھی نیند سونے کا فکر کرنا چاہئے تھا۔ بڑا رونا تو وہاں کا تھا۔ **فَاِنَّ عَذابَ الاخِرةِ اَشَدُّ وَاَقوىٰ والعَاقِبَةَ خَيرٌ لِمَن اتَّقىٰ** بہ تحقیق کہ عذابِ آخرت شدید تر وقوی تر ہے اور نیکیاں آخرت کی پرہیز گاروں کے لئے ہیں۔ **بعض مشکل فیصلے جن کو حل کرنے کے لئے امیر المومنینؑ سے حضرت عمر نے درخواست کی اور آنحضرت نے تفکر وتدبر سے ان کو فیصل فرمایا:** ایسے قضیئے بکثرت ہیں مگر ہم یہاں چند ان میں سے نقل کرتے ہیں۔ از انجملہ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمر کو ایک قضیہ مشکل پیش آیا بحدیکہ آسائش وآرام ان کا جاتا رہا اور فکر وتردد عارض ہوا، اور حال ان کا متغیر ہوا، ماتھے پہ بل ابرو پہ چین پڑ گئے۔ پس آپ نے اصحاب رسولؐ اللہ کو جمع کر کے وہ قضیہ ان کے روبرو بیان کیا اور مشورہ چاہا سب نے کہا اے امیر المومنین تم ہمارے جائے پناہ اور ملجا و ماویٰ ہو ہر بات کو ہم سے بہتر جانتے ہو عمر کو غصہ آیا اور کہا خدا سے ڈرو اور وہ بات کہو جس سے تمہارے کام اصلاح پذیر ہوں پس انہوں نے کہا اے امیر المومنین جو بات آپ دریافت کرتے ہیں اس کا جواب ہم کو معلوم نہیں عمرؓ نے کہا قسم بخدا

---

(۱) طانہ سنگ لاخ سوختہ، حدیث میں ہے کہ رسولؐ خدا نے درمیان دولابتہ مدینہ کے حرم قرار دیا اور وہ دو پہاڑ کی چوٹی ہیں جن کے درمیان مدینہ آباد ہے۔۱۲ انتہی۔

میں نہ ہوتیں تو خلافتِ رسولؐ اللہ کا ان کے سوا کوئی دوسرا لائق نہ تھا میں نے کہا وہ کیا باتیں ہیں کہا ایک کثرتِ مزاح و خوش طبعی دوم عداوتِ قریش کہ ان سے رکھتے ہیں تیسرے ان کی کم عمری، حضرت امیرؑ نے پوچھا پھر تو نے کیا جواب دیا ابن عباس نے کہا یہ سن کر مجھ کو وہ جوش آیا جو ایک ابنِ عم کو اپنے ابنِ عم بھائی کی خاطر آتا ہے پس میں نے کہا اے امیر المومنین لیکن کثرتِ مزاح وخوش طبعی پس رسولؐ اللہ مزاح بحق کرتے تھے، اور بچوں سے ایسی باتیں کرتے جن سے ان کی دلجوئی ہو اور ان کو ناگوار نہ گزریں اور قریش کا آنحضرتؐ سے بغض وعداوت رکھنا قسم بخدا کہ اس کی ذرا پرواہ نہیں چاہئے کیوں کہ آنحضرتؐ نے راہِ خدا میں ان پر جہاد کیا اور بہ تائید ایزدی ان کے سرداروں کو قتل فرمایا اور ان کے معبودوں کو خاک میں ملایا اور ان کی عورتوں کو بیوہ بنایا لیکن صغرسنی پس تم کو معلوم ہے کہ جب سورۂ برات نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے ابوبکر کو دی کہ آنحضرتؐ کی طرف سے مکہ میں لے جائے پس آپ پر وحی نازل ہوئی کہ اس کو وہ شخص لے جائے جو تمہارے اہل سے ہو اس لئے علیؑ کو ابوبکر کے پیچھے روانہ کیا کہ اس سے یہ سورہ لے لیں، پس کس لئے حق تعالیٰ نے ان کو کم سن نہ جانا، عمر نے یہ سن کر کہا خاموش رہ۔ اور ان باتوں کو مخفی رکھ اگر کسی اور نے یہ سن پایا تو میں مدینہ میں آرام نہ لے سکوں گا۔ مترجم کہتا ہے کہ عداوتِ قریش کا بھی عجب عذر ہے قریش رسولؐ اللہ کے بھی شروع شروع میں دشمن تھے بلکہ وہ دشمنی بدرجہا زیادہ تھی۔ پس چاہئے تھا کہ حضرت عمر نبی کو نبی بھی نہ ہونے دیتے۔ اس کے سوا حضرت امیر المومنینؑ نے جو قتل وقمع کیا کسی اپنی ذاتی غرض سے نہیں کیا دین کے لئے کیا پس قریش سے جو دین دار مومن خالص تھے وہ کاہے کو یہ عمل برا جانتے اور کیوں آنحضرتؐ کے دشمن ہوتے۔ رہے منافقین بدکار، ان کا کیا لحاظ و پاس تھا، اور کم سنی کا عذر بالکل لغو و پوچ ہے کیوں کہ رسولؐ اللہ کی رحلت کے وقت امیر المومنینؑ کا سن شریف موافق مشہور تینتیس سال کا تھا اس سن وسال کا آدمی ہرگز صغیر السن نہیں ہوتا بلکہ اس وقت شباب ختم ہو کر سن کہولت شروع ہو جاتا ہے دیگر یہ کہ معلوم ہے کہ حضرت سلیمان وعیسیٰؑ و یحییٰؑ وغیرہم انبیائے کرام کم سنی میں نبی ہو گئے تھے پس کم سنی مانع نبوت نہ ہوئی مانع امامت کیوں کر ہو سکتی ہے اور مانا کہ اس وقت آپ کم سن ہی تھے خلیفہ ثانی کا انتقال تو رسولؐ خدا سے بارہ تیرہ سال بعد ہوا اس وقت تو کم سن نہیں رہے تھے اور خوش طبعی کی نسبت عبداللہ بن عباس نے بہت درست کہا کہ رسولؐ اللہ خود مزاح بحق کرتے تھے علیٰ ہذا امیر المومنینؑ بھی مزاح بحق کرتے تھے۔ پس یہ مزاح آنحضرتؐ کی مدح ومنقبت تھی نہ کہ عیب و منقصت۔ ہم حضرت رسولؐ خدا کی مزاحیں آئندہ بحث شوریٰ میں کتبِ اہل سنت سے انشاء اللہ تعالیٰ نقل کریں گے جن کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ خلیفہ صاحب کا یہ مزاح کا اعتراض بہت ہی بے ہودہ تھا۔ اور آخر روایت میں خلافت پناہ کا ارشاد

اس کو اختیار کرتے، اور تمہارا یہ کہنا کہ انہوں نے نہ چاہا کہ خلافت و نبوت ہمارے لئے جمع ہوں پس بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اس قوم کا حال بیان کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ **ذٰلك بانهم كرهوا ما انزل الله فاحبط اعمالهم** یعنی یہ اس لئے کہ انہوں نے مکروہ جانا اس امر کو جو اللہ نے ان کے لئے نازل کیا تھا پس حبط و ضائع ہوگئے ان کے عمل۔ عمر نے کہا اے پسر عباس مجھ کو تیری طرف سے کچھ باتیں پہنچی ہیں کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ راست ہوں اور جو قدر و منزلت تیری میرے نزدیک ہے جاتی رہے ابن عباسؓ نے کہا وہ کیا باتیں ہیں بیان کیجئے اگر صحیح ہوں گی تو کیوں میری قدر و منزلت ان سے جانے لگی اور باطل ہیں تو اپنے تئیں ان سے پاک اور بری کروں گا۔ عمر نے کہا میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ ہم سے خلافت حسد و ظلم و بغاوت کی راہ سے چھینی گئی ہے ابن عباس نے کہا لیکن ظلم سے لی گئی ہے پس یہ بات ہر جاہل و حلیم پر روشن ہے، اور حسد سے، پس بہ تحقیق کہ آدم علیہ السلام پر حسد کیا گیا اور ہم ان کی اولادِ محسود ہیں عمر نے کہا ہیہات ہیہات اے بنی ہاشم تمہارے دلوں سے حسد نہیں نکلتا، ابن عباس نے کہا اے امیر المومنین ذرا ٹھہرو اور ان لوگوں کے دلوں کو حسد و غش سے نسبت نہ دو جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے بہ تحقیق کہ رسولؐ اللہ کا دل بھی بنی ہاشم کے دلوں میں شامل ہے یہ سن کر خلیفہ صاحب بھڑک اٹھے اور وہ عبداللہؓ بن عباسؓ ابن عم خیر الناس کو جھڑکنے لگے اور کہا **اليك عني** دور ہو میرے پاس سے عبداللہ اٹھنے لگے تو کچھ حیا آئی۔ کہا بیٹھ جا اے ابن عباس قسم بخدا کہ میں تیرے حق کا رعایت رکھنے والا اور تیرا خیر خواہ ہوں ابن عباس نے کہا اے امیر المومنین میرا حق تم پر اور تمام مسلمانوں پر ہے پس جس نے اس کی حفاظت کی اپنا بہرہ حاصل کیا جس نے اسے ضائع کیا اپنا حصہ و نصیبہ کھو دیا۔ یہ سُن کر اٹھے اور چلے گئے۔ **مولانا مفتی محمد قلی** علیہ الرحمہ نے **کتاب نظم درر السمطین زرندی مدنی** سے نقل کیا ہے کہ نبیط بن شریط نے کہا کہ میں علیؑ ابن ابی طالب کے ساتھ چلا عبداللہ بن عباس بھی ہمارے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک انصاری کے باغ میں پہنچے دیکھا کہ عمر خطاب وہاں تنہا سراسیمہ و پریشان بیٹھے ہیں علی علیہ السلام نے کہا اے عمر کس لئے آپ یہاں اکیلے بیٹھے ہیں کہا میں ایک امر میں متردد ہوں، حضرت نے کہا کہو تم ہم میں سے ایک مرد تمہارے پاس ٹھہر جائے کہا یہی ہے تو عبداللہ عباس کو چھوڑ دو پس عبداللہ ان کے پاس رہ گئے اور ہم دونوں روانہ ہوگئے تھوڑی دیر بعد عبداللہ بھی ہمارے پاس آگئے علی علیہ السلام نے ان سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے کہا عجیب و غریب کیفیت ہے اے ابا الحسنؑ میں آپ کو سناتا ہوں آپ پوشیدہ رکھیں جب آپ نے وہاں سے پشت موڑی تو میں نے دیکھا کہ عمر تمہاری طرف دیکھتے ہیں اور ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین کس لئے آپ آہ آہ کرتے ہیں کہا تیرے اس بھائی کے سبب اے ابن عباس انہوں نے وہ فضل و کمال پایا ہے کہ آل محمدؐ سے کسی کو نصیب نہیں ہوا اگر تین باتیں ان

ہوا کہ خلیفہ صاحب حضرت امیرؑ کے مظلوم ہونے اور اپنے بظلم خلافت پر متصرف ہونے کا اقرار رکھتے ہیں **فللّٰہ الحمد** اور **راغب اصفہانی** نے محاضرات میں مطابق روایتِ ابن مردویہ کے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ میں ایک رات عمر خطاب کے ساتھ جا رہا تھا عمر خچر اور میں گھوڑے پر سوار تھا کہ انہوں نے ایک آیہ پڑھی۔ جس میں علیؑ بن ابی طالب کا ذکر تھا پھر کہنے لگے اے پسران عبدالمطلب قسم بخدا کہ علیؑ مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ اولیٰ بخلافت تھے میں نے اپنے دل میں کہا **لا اقالنی اللّٰہ ان اقلت** کہ خدا مجھ سے درگذر نہ کرے اگر میں اس وقت تجھ سے درگزر کروں۔ پس میں نے کہا اے امیر المومنین تم اور تمہارے یار ابوبکر ہی نے تو ہمارا حق غصب کیا ہے کسی اور نے نہیں یہ سن کر خلیفہ صاحب بگڑ گئے اور لگے اولادِ عبدالمطلب کی توہین کرنے اور ابن عباسؓ کو بھی دھمکایا ابن عباس کہتے ہیں کہ اس وقت میں ذرا پیچھے کو کھسک گیا اور عمر آگے بڑھ گئے پھر مڑ کر کہنے لگے پھر تو وہ بات کہہ جو تو نے پہلے کہی تھی میں نے کہا اے امیر المومنین تم نے ایک بات کہی میں نے اس کا جواب دیا اگر تم خاموش رہتے تو میں بھی کچھ نہ بولتا پس فرمایا قسم بخدا کہ ہم نے جو کچھ کیا عداوت کی رو سے نہ تھا۔ مگر ان کو کم سن دیکھا اور جانا کہ عرب ان پر اتفاق نہیں کرے گا اور قریش ان کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میرا ارادہ ہوا کہ کہوں کہ رسولؐ خدا ان کو لڑائیوں پر بھیجتے تھے اور وہ وہاں جا کر لشکروں کو تہ وبالا کر ڈالتے تھے آنحضرتؐ نے کبھی ان کو کم سن نہ جانا تم کم سن جانتے ہو۔ الا ابھی زبان سے کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ عمر خود بولے کہ جیسا کہ تم دیکھتے ہو ہم کوئی کام ان کے بغیر طے نہیں کرتے ہر کام میں ان کی صلاح لے لیتے ہیں۔ **حقیر مترجم کہتا ہے** کہ ہر چند خلیفہ ثانی بعض مشکلات میں حضرتِ حلال مشکلات کی خدمت میں التجا لے جاتے اور وہ حضرت ان کی عقدہ کشائی فرماتے تھے تاہم بہت سی باتوں میں آنحضرتؐ کو خبر تک بھی نہ کرتے اور بعض اوقات آپ کا کہنا نہ مانتے اور صریح آپ کی مخالفت کرتے تھے جیسا کہ ہم آگے اس کا ذکر مفصل کرنے والے ہیں۔ **روایات کامل ابن اثیر** میں ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباسؓ کچھ اشعار زہیر بن ابی سلمیٰ کے بنی غطفان کی مدح میں کہے گئے تھے خلافت مآب کے سامنے پڑھ رہے تھے عمر ان کو سن کر بولے کہ خوب شعر ہیں یہ، اور قسم بخدا کی غطفانیوں کی نسبت بنی ہاشم اس مدح کے زیادہ سزاوار ہیں کیوں کہ ان کو رسولؐ اللہ کی قرابت کی وجہ سے خاص فضیلت ہے ابن عباس نے کہا توفیق پائی تم نے اے امیر المومنین اور تم ہمیشہ توفیق پاتے رہتے ہو۔ عمر نے کہا یا ابن عباس تجھے معلوم ہے کہ خلافتِ رسولؐ اللہ کو تم سے کس لئے منع کیا۔ اس لئے کہ نبوت اور خلافت دونوں تمہارے لئے جمع نہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر فوقیت نہ چاہو، پس قریش نے اپنے درمیان سے ایک کو خلیفہ بنایا اور خوب کیا اور توفیق پائی انہوں نے، ابن عباس نے کہا کہ خوب جب ہوتا جب کہ جسے حق تعالیٰ نے ان کے لئے اختیار کیا تھا

کھلا اور آشکارا ہوتا تھا۔ یعنی کہ انہوں نے سر منبر فرمایا تھا **لَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ** کہ میں تم سے بہتر نہیں درآنحالیکہ علی علیہ السلام تمہارے درمیان ہیں چنانچہ روایت طبری وغیرہ میں پیشتر گذرا۔ لیکن عمر تدبیر ملک داری کے ماہر خیال کئے جاتے ہیں لامحالہ وہ اس بارے میں سخت محتاط ہوں گے۔ مگر پھر بھی حق ان کے چھپائے نہ چھپا اور چار نا چاران کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا اور نہ ایک مرتبہ بلکہ بارہا ہم اس جگہ چند روایتیں اس مضمون کی کتبِ اہل سنت سے نقل کرتے ہیں۔ مولانا علیؒ بن طاؤس علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب حافظ ابن مردویہ سُنّی سے نقل کیا ہے کہ عمر شام کو گئے تو عباسؓ بن عبدالمطلب آپ کے ہمراہ تھے چوں کہ عباس مردِ شکیل دوجیہ تھے تو جو لوگ خلیفہ صاحب سے ملنے آتے عباسؓ کو خلیفہ جان کر بخطاب امیر المومنینؑ ان پر سلام کرتے عباسؓ عمر کی طرف اشارہ کر کے کہتے **هذا صاحبکم** تمہارا مقصود یہ ہیں جب بار بار ایسا ہی اتفاق ہوا تو عباسؓ عمر سے کہنے لگے **تری واللّٰہ احق لھذا الامر منی ومنك رجل خلّفته انا وانت بالمدینة علیؑ بن ابی طالب** یعنی دیکھتے ہو قسم بخدا کہ اولے و احق امر خلافت کے لئے مجھ سے اور تم سے زیادہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں جن کو ہم نے مدینہ میں چھوڑا ہے خلافت پناہ یہ سن کر خاموش ہو گئے یعنی کچھ جواب نہ سوجھا جس سے اس کی تردید کرتے اس لئے سکوت کیا ان کا یہ سکوت قبول وتسلیم پر دال تھا اور نیز اس روایت سے آپ کی شان وشوکت وشکل وصورت کا بھی پتا لگتا ہے اور ابن الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں کتاب **موفقیاتِ** زبیر بکار سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ میں ایک مرتبہ بعض کوچہ ہائے مدینہ میں عمر خطاب کے ساتھ جا رہا تھا انہوں نے کہا اے ابن عباس میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے صاحب یعنی علیؑ ابن ابی طالب پر ظلم ہوا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ قسم بخدا مجھ کو پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا پس میں نے کہا اے امیر المومنین ایسا ہے تو جو شے تم نے ان سے بظلم لی ہے اس کو واپس کیوں نہیں کر دیتے، اس پر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوڑا لیا اور کچھ بڑبڑ کرتے آگے چلے تھوڑی دور جا کر پھر ٹھٹکے اتنے میں میں بھی ان کے پاس پہنچ گیا کہنے لگے اے پسر عباس میرا گمان یہ ہے کہ ان لوگوں نے جوان کو خلافت نہیں دی تو صغیر السن جان کر نہیں دی میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلے سے بھی بدتر ہے اور ان سے کہا قسم بخدا، خدا اور رسولؐ نے ان کو کم سن نہیں جانا جب کہ تمہارے دوست ابوبکر سے سورۂ برات لے لینے کا حکم دیا یہ سن کر خلیفہ صاحب نے میری طرف سے منہ پھیر لیا اور جلد جلد وہاں سے روانہ ہو گئے۔ مخفی نہ رہے کہ زبیر بکار جس سے یہ روایت نقل ہوئی ہے۔ زبیر بن عوام کی اولاد سے پکا سُنّی اور ان کے ثقہ وسند عالموں میں سے ہے ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ علما اعیان سے ہے اور مکہ کا قاضی تھا اور اسی قضا کے درمیان ۲۵۶ھ ہجری میں اس نے قضا کی اور وہی مصنف ہے فائدہ مند کتابوں کا پس ایسے ثقہ وسند کی روایت سے ثابت

گو اس روایت میں بیت المال کا ذکر نہیں کیا مگر فتح الباری میں صاف لکھا ہے کہ یہ مال خلیفہ صاحب کے ذمہ بیت المال کا تھا اور عمر نے عبداللہ کو بطریق مذکور گدائی کر کے بیت المال ہی میں اس کے داخل کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور وہاں تمہ روایت میں اس قدر اور ذکر کیا ہے کہ اس وقت عبدالرحمٰن بن عوف نے خلیفہ صاحب سے اس قرضہ کی بابت استفسار کیا تو انہوں نے کہا میں حج کرتا تھا اور مشکلات و سختیاں مجھ پر پڑتی رہتی تھیں اس سبب سے قرض دار ہو گیا انتہی ۔ کوئی ذاتی سختی و مصیبت جس میں خلیفہ صاحب کو اس قدر قرض اٹھانے کی ضرورت ہوئی ہو دورانِ خلافت میں ہم کو نظر نہیں آتی ، باقی رہا حج وہ خود قرض لے کر جانا ضرور نہ تھا۔ قطع نظر اس کے آپ سفر حج میں ایسی تنگ چشمی سے خرچ کیا کرتے تھے کہ اس میں واجبی ہی خرچ ہوتا تھا۔ تاریخ الخلفا میں ہے **عن ابن عمران عمر حج فانفق فی حجته ستة عشر دینار افقال یا عبداللّٰہ اسر فنافی ھذا لمال** کہ عبداللہ عمر نے کہا کہ عمر نے ایک بار حج کیا اس میں کل سولہ دینار خرچ ہوئے تو مجھ سے کہا اے عبداللہ ہم نے اس مال میں فضول خرچی کی ۔ پس جن حجوں میں سولہ دینار خرچ ہونا فضول خرچی سمجھی جائے وہ کیا قرض داری کا باعث ہو سکتے ہیں ۔ علاوہ آپ کا ہی قول **اسرفنا فی ھذا المال** ہم نے اس مال میں فضول خرچی کی صاف بتاتا ہے کہ یہ ان کا اپنا مال نہ تھا بلکہ جیسے تمام خرچ خوراک پوشاک وغیرہ اپنا اور اپنے عیال کا بیت المال سے لیتے تھے ویسا ہی مصارفِ حج بھی وہیں سے نکالتے تھے ابن ابی الحدید نے کتاب طبقات میں بن سعد سے نقل کیا ہے کہ عمر نے خطبہ کہا لوگو مجھ کو اس مال سے صرف اس قدر حلال ہے کہ ایک حلہ گرمی میں اور ایک سردی میں پہننے کے لئے لوں اور سواری جس پر کہ حج و عمرہ بجالاؤں اور اپنا اور اپنے عیال کا خرچ خورد و نوش جتنا کہ قریش سے ایک متوسط درجہ کے آدمی کو جو نہ بہت امیر ہو نہ نہایت غریب درکار ہے حاصل کروں بس اس کے سوا میں سب مسلمانوں کی برابر ہوں میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ اوروں کا اور تاریخ الخلفا میں ہے کہ خلافت پناہ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ وہ جواب دیتے کہ بادشاہ ظلم سے مال وصول کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دے ڈالتا ہے خلیفہ وہ ہے کہ بحق مال لے اور بحق خرچ کرے بعض خوشامدی یہ بھی کہہ دیتے کہ آپ فضلِ الٰہی سے ایسے ہی ہیں لیکن سلمان فارسی سے جو ایک مرتبہ سوال کیا تو انہوں نے کہا اگر تو نے مسلمانوں کے مال سے ایک درہم یا اس سے کم و زیادہ لیا ہے اور اس کو بے جا صرف کیا ہے تو بادشاہ ہے خلیفہ نہیں **فاستعبر عمر** عمر یہ سن کر رونے لگا۔ **عبداللہ بن عباس سے خلیفہ ثانی کے مباحثات واعتراضات کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا حق خلافت اولٰی ہے:** واضح رہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے احق بخلافت رسولؐ اللہ ہونے کا اقرار خلیفہ اول نے بھی کیا ہے اور خلیفہ ثانی نے بھی ، خلیفہ اول کا اقرار تو مجمع عام میں

ہے کہ وہ اس کو نہ مانتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ کیوں کر قرض دار ہو سکتے ہیں حالاں کہ اتنے بڑے مال دار تھے کہ مرنے کے بعد ترکہ تقسیم ہوا تو متعدد ورثا سے بعض کو لاکھ روپے کی مالیت ملی۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ علامہ حسینؑ علیؒ رضائے اردکانی شیرازی نے استیعاب ابن عبدالبر سے سفینۃ النجات میں نقل کیا ہے کہ خلیفہ صاحب اس قدر متمول تھے کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ سے ان کی ایک ایک زوجہ کو کہ بروایتے چار و بقولے تین تھیں اسی اسی ہزار دینار زرسرخ ملے تھے۔ غرض ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے روایت گذشتہ نافع کو نقل کر کے جب دیکھا کہ یہ توجیہ نافع کی محض لغو و پوچ اور اصلاً نافع بحال عمر نہیں تو اس کو بدیں عبارت رد کیا ہے **هٰذا لا ینفی ان یکون علیه دین عند موته فقد یکون النلخص کثیر المال ولا یستلزم نفی الدین عنه** یعنی یہ (عمر کا اس قدر مال کثیر ورثا کے لئے چھوڑ جانا) مانع نہیں اس کا بوقتِ مرگ وہ قرض دار ہوں، کیوں کہ بعض اوقات آدمی مال دار ہوتا ہے اور یہ اس کے قرض دار نہ ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا۔ اور یہ بہت درست ہے خاص کر ایسی صورت میں جب کہ قرضہ حاصل کرنے میں دشواری نہ ہو، نہ اس کے ادا کی کوئی ضرورت تو اس وقت کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو اس کو بھی قرض لینے میں کچھ تامل نہ ہوگا اس کے بعد ابن حجر کہتے ہیں **فلعل نافعا انکر ان یکون دینه لم یقض** کہ شاید نافع نے اس قرضہ سے انکار کیا ہو کہ ادا نہیں ہوا۔ یعنی انکارِ قرض سے نافع کی یہ مراد ہوگی کہ قرض ان کے ذمہ باقی نہیں رہا سب ادا ہو گیا تھا۔ مگر یہ تاویل ابن حجر کی اس وقت درست ہو سکتی تھی کہ جب کسی صحیح روایت سے وہ یہ ثابت کر دیتے کہ یہ قرضہ واقعہ میں بھی ادا ہو گیا **وانی له ذٰلِکَ** یہ بات ان کو کہاں میسر تھی۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ عمر خطاب کو جب ضرورت پیش آتی تو وہ داروغہ بیت المال کے پاس جاتے اور روپیہ قرض لے لیتے جب وہ اس کے ادا کرنے کا تقاضا کرتا تو ٹالتے اور حیلہ کرتے اور بعض اوقات جب کہ ان کا حصہ عطیات برآمد ہوتا تو ادا کرتے۔ مگر اس ادا کرنے کے باوجود بھی چھیاسی ہزار کی رقم مرتے وقت ان کے ذمہ نکلی کیوں کہ تاریخ الخلفا ہی میں ہے کہ انہوں نے آخر وقت میں اپنے بیٹے سے کہا اے عبداللہ دیکھ میرے ذمہ کس قدر مال قرض ہے لوگوں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم ہے عمر نے عبداللہ سے کہا کہ آل عمر کا مال اس کو وفا کرے تو ان سے لے کر اس کو ادا کرے ورنہ بنی عدی سے اس کی درخواست کرنا ان کی املاک بھی کافی نہ ہوں تو تمام قریش سے سوال کرنا کہ اس کو ادا کریں، انتہیٰ۔ اس وصیت ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کے نزدیک اس کا ادا کرنا کوئی ضروری امر نہ تھا۔ ورنہ وہ باوجود اس قدر مال چھوڑ جانے کے کہ ایک ایک زوجہ کو اسی اسی ہزار دینار ملیں۔ اس کی ادائیگی ایسی مہمل، پادر ہوا، باتیں نہ بناتے اور ادائے قرض بیت المال جیسے اہم مسئلہ کو یوں براتِ عاشقاں برشاخ آہو کا مصداق نہ بناتے واضح رہے کہ علامہ سیوطی نے

بعد خلیفہ اول بھی اسی سنت پر کار بند رہے مگر خلیفہ دوم نے یہ دونوں باتیں بدل دیں بجائے فوری تقسیم کے انہوں نے سال بسال بانٹنے کا رویہ نکالا اور علی السویہ تقسیم آپ کو مطلقاً پسند نہ تھی، لہٰذا اس کو یک قلم موقوف کر کے مسلمانوں کے درجے اور رتبے قرار دیئے مہاجرین کو انصار پر اور ان کو دیگر مسلمانوں پر ترجیح دی اور عرب کے رہنے والوں کو اور ملک کے باشندوں پر فوقیت بخشی اور مہاجر و انصار میں بھی شرکتِ بدر وغیرہ کے لحاظ سے تفریق کی تاانیکہ پندرہ پندرہ ہزار درہم سالانہ تک لوگ پاتے تھے اور مسلمانوں ہی میں ایسے بھی تھے جن کو صرف دوسو درہم سال میں ملتا تھا۔ ازواجِ رسولؐ سے بعض کو پانچ پانچ چھ چھ ہزار مابقی کو دس دس ہزار الا عائشہ بقولے عائشہ وحفصہ دونوں کو بارہ بارہ ہزار درہم ہر سال ملتے تھے خلاصہ یہ کہ جس کی رعایت منظور تھی۔ یا جس کو ذرا چلتا ہوا اپنے کام کا پایا، جس سے اندیشہ ہوا اسے نہال کر دیا باقیوں کو کچھ یوں ہی سا اشک شوئی کے طور پر دے دیا جاتا تھا۔ بخاری و مسلم وغیرہ نے باسناد متعددہ نقل کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے قربِ زمانِ وفات میں انصار کو تسلی دیتے وقت کہا **ستلقون بعدی اثرۃً فاصبر واحتی تلقونی علی الحوض** یعنی میرے بعد تم پر زیادتی کریں گے پس تم صبر کرنا تاانیکہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو پس وہ زیادتی یہی تھی کہ انہیں مہاجرین سے کم دیا حالاں کہ رسولؐ اللہ انہیں ان کے برابر رکھتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انتظام تفاوت درجات کا بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا اس سے اس وقت جس قدر سلطنت کو فائدہ پہنچا اس سے چوگنا نفع یہ ہوا کہ عہدِ خلافتِ امیر المومنینؑ میں بیعت کے ہوتے ہی بکھیڑے کھڑے ہو گئے۔ طلحہ زبیر نے کہ ان بُردوں کے عادی ہو رہے تھے آنحضرتؐ کی بالسویہ تقسیم سے ناراض ہو کر نکثِ بیعت کی اور جنگِ جمل اس سے قائم ہوئی پھر جنگِ صفین ونہرواں بلکہ خلافتِ آلِ ابوسفیان و بنی مروان وقتل وقمع اولادِ رسولؐ اسی شاخ کے شگوفے ہیں اگر وہی برابر تقسیم کا قاعدہ جاری رہتا تو اس وقت طلحہ زبیر کا فساد نہ اٹھتا شاید معاویہ کی بغاوت ہوتی جو رفع دفع ہو جاتی۔ غرض کہاں برابر کی سیدھی سادھی تقسیم کہاں سلطانی عہدہ داروں کی طرح اعلیٰ وادنیٰ تنخواہیں اس کے لئے ویسے ہی لازمی منشی محرر دفتر رجسٹر تمام شاہانہ سامان درکار ہوا جو کسریٰ وقیصر کے ڈھنگ پر مہیا کیا گیا کہتے ہیں کہ ابوبکر کو بھی خلافت مآب نے یہی صلاح دی تھی۔ مگر وہ اس تہ کو نہ پہنچے یا کچھ اور مصلحت سمجھ کر خاموش ہو رہے کہ یہ امور اس وقت رائج نہ ہو سکے لیکن عمر نے اپنی خلافت کے دوسرے ہی سال اس پر عمل درآمد شروع کر دیا اس بندوبست میں جیسا کہ امید تھی خاطر خواہ کامیابی ہوئی خزانے میں ان گلوتراشیوں سے کافی بچت ہونے لگی۔ **حضرت عمر کے ذمہ بیت المال کا قرضہ:** گاہ گاہ قرض کے نام سے روپیہ نکالا جاتا تھا حتیٰ کہ بڑھتے بڑھتے رقم قرضہ چھیاسی ہزار کو پہنچ گئی جس کو خلیفہ صاحب قبر میں اپنے سر پر لے گئے بعض علما نے ازراہِ جہل یا تجاہل، عمر کے مقروض مرنے سے انکار کیا ہے، اور نافع غلامِ عمر سے نقل کیا

کے قابل ہے کبھی اسے ناقہ صالح کی کھال کا بتلاتے ہیں کبھی اس دنبہ کی جلد کا جو فدیہ اسمٰعیلؑ میں حضرت خلیل اللہ پر نازل ہوا تھا۔ کبھی شعیب پیغمبرؑ کی بکریوں کے چمڑے کا۔ غرض یہ سب کچھ بطیب خاطر، قبول و منظور ہے الا ذوالفقارِ حیدر کرارؑ کی نسبت جس سے بنا اسلام قائم ہوئی اگر کوئی انہی کے علما کے قول کے موافق یہ کہہ دے کہ آسمان سے نازل ہوئی تو پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے فوراً روایت پر کذب و وضع کے اور راوی پر کفر و رفض کے فتوے لگ جاتے ہیں خدا ایسے تعصب سے بچائے۔

مسلمانوں کے بیت المال میں حضرت عمر کے تصرفات

عمر کے زمانہ میں کچھ تو کثرتِ فتوحات سے مال کی خود ہی فراوانی تھی۔ کچھ انہوں نے خمس کہ حقِ اقرباء رسولِ خدا تھا اور حق تعالیٰ نے بعوض اس کے صدقہ ان پر حرام کیا تھا، یہ حصہ ان کو عنایت کیا تھا، ضبط کرلیا، فدک اس سے پہلے خلیفہ اول کی نذر ہو چکا تھا ذوی القربیٰ دوسرے صاحب نے لیا، چلئے کوئی صورت خاص اہل بیت علیہم السلام کی اوقات بسری کی نہ رہی۔ اس کے علاوہ خلیفہ ثانی نے توفیر مال کی ایک اور تدبیر یہ کی کہ برخلاف حکم خدا اور رسولؐ زکوٰۃ کو موقوف کرکے زمین پر بروئے پیائش محصول لگا دیا چنانچہ عراق میں یہ محصول فی جریب (۱) ایک درہم وصول ہوتا تھا اور مصر میں ایک دینار فی جریب ٹھیک اسی شرح سے کہ شاہانِ مصر فراعنہ کے زمانہ میں لیتے تھے۔ غرض کچھ ہو، ان تدابیر سے روپے کی ریل پیل ہوگئی پھر مال بھی مال ہے اس نے بھی اپنا اثر دکھلایا اور خلافت پناہ کی رگِ طمع نے زیادہ جنبش کی اور ان کو جمع مال اور خزانہ رکھنے کی خواہش ہوئی۔ آگے مسلمانوں کا بیت المال برائے نام بیت المال تھا ورنہ جو روپیہ آتا فوراً تقسیم ہو جاتا ٹھہرنے نہیں پاتا تھا۔ اور سب کو برابر ملتا۔ چنانچہ عہدِ عدالت مہد رسولؐ اللہ میں یہی دستور تھا، آپ کے

---

(۱) یہ موافق مشہور کے ہے لیکن علامہ حلی علیہ الرحمہ منتہی المطلب میں رقم طراز ہیں کہ خراج مذکورہ اس شرح سے لگایا گیا تھا کہ زمین خرما میں فی جریب دس درہم اور زمین انگور میں اٹھارہ درہم اور دیگر اشجار میوہ دار تر و تازہ پر چھ درہم اور اراضی گندم پر چار درہم اور جو پر دو درہم تھا اور یہ تمام اس زمین پر لگایا گیا تھا کہ فارس سے قہر و غلبہ ہاتھ آئی تھی۔ اور سواد عراق کے نام سے موسوم تھی پھر اس کے حدود اربعہ بتلائے ہیں اور لکھا ہے کہ عثمان بن حنیف انصاری نے حضرت عمر کے حکم سے اس کو پیائش کیا تو تین کروڑ بیس لاکھ جریب برآمد ہوئی اس کا مالیانہ سالانہ عمرؓ کے زمانہ میں سولہ کروڑ درہم تھا اور ارض سواد اس کو اس لئے کہا کہ اول جو لشکرِ اسلام بادیہ عرب سے اس زمین پر داخل ہوا تو کثرتِ اشجار سے وہ ان کو سیاہ نظر آئی پس انہوں نے ارض سواد کے نام سے اس کو موسوم کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام خلافت پر فائز ہوئے تو اس بدعت کو تغیر نہیں دے سکے لہٰذا آپ کے عہد میں بھی یہ خراج اسی طرح وصول ہوتا تھا۔ ۱۲۔ منہ۔ عفی عنہ۔

انہوں نے فرمایا کہ کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے گا اور کون سی زمین مجھ کو اپنے اوپر اٹھائے گی اگر میں کتاب خدا میں وہ بات کہوں گا جو مجھ کو خود نہ آتی ہو۔ غرض ابا کے معنے ابوبکر و عمر دونوں کو نہیں آتے تھے فرق اتنا تھا ابوبکر نے سادگی سے اپنی نادانی کا اقرار کر لیا عمر چالاکی سے اس کے جاننے ہی کو فضول بتلانے اور بتلانے والے کو مارنے لگے گویا کیا آپ کو الفاظِ قرآن کو زبان سے کہہ لینے کا حکم ہے اس کے معانی کے کہنے اور سننے سے منع کئے گئے ہیں۔ کیا خوب کہا ہے اس مقام پر مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں کہ روایات اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر لفظ ابا دونوں شیخوں کے نزدیک عقدۂ لاینحل تھی۔ اور انہوں نے اس کے جاننے کی توفیق نہیں پائی حالاں کہ گدھے (۱) تک اس کو جانتے ہیں۔ **بنیاد اعتقاد** مولانا مفتی سید محمد عباس شوشتری۔

جمع الجوامع ایک سیوطی کی ہے کتاب	لکھی ہے اس میں نقل یہ سنئے باآب وتاب
ایک شخص تھا نمازِ حق بے نیاز میں	کوڑا اسے عمر نے لگایا نماز میں
اُس نے کہا اشارہ سے بیٹھ اس مقام پر	جب پڑھ چکا نماز تو بولا کہ اے عمر
کس واسطے نماز میں ایذا یہ مجھ کو دی	بولا کہ بعدِ عصر نماز اور کیوں پڑھی
اس شخص نے کہا کہ عبث تو خفا ہوا	پڑھتے تھے یہ نماز اسی وقت مصطفیٰؐ

نیز مفتی صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔

مارا ہے تازیانہ اسی نے بتولؑ کو	ایذا سے جس کی ہوتی تھی ایذا رسولؐ کو
دروازۂ علیؑ پہ جو وہ تند خو گیا	آنے میں کچھ جو دیر ہوئی آگ ہوگیا
توڑا درِ مدینۂ علمِ نبی کا در	سرگرم اس پہ تھا کہ جلائے علیؑ کا گھر
اس کو ہراس آتشِ عقبیٰ کا کچھ نہ تھا	پاس و لحاظ فاطمہ زہراؑ کا کچھ نہ تھا

القصہ خلافت مآب کی اس درہ بازی سے خلقت کا ناک میں دم تھا حتیٰ کہ آپ کے بعد بھی مدتوں تک عرب میں اس کے ظلم و ستم کا چرچا رہا۔ اور لوگ اس کو حجاج کی تلوارِ ستم آثار سے زیادہ خوف ناک گنتے تھے چنانچہ **لدرۃ عمر اھیب من سیف الحجاج** مشہور و معروف ہے۔ باوجود اس کے متعصبین جو اس تازیانے کی مدح سرائی کرتے ہیں تماشے

(۱) ابؔ لغت میں چوپاؤں کے کھانے کی چیز کو کہتے ہیں اور وہ بہائم کے لئے ایسا ہے جیسا کہ انسان کے لئے فاکہہ (میوہ) پس کون گدھا ایسا ہوگا جو اپنی خوراک کو نہ پہچانے۔ ۱۲ منہ۔

تاریخ الخلفا میں ہے کہ ایک مرتبہ خود بدولت گھر میں داخل ہوئے ایک لڑکا بالوں میں کنگھی کیئے اجلے کپڑے پہنے نظر پڑ گیا۔ کوئی بات نہ چیت اس کے کوڑا کھینچ مارا بچہ بلبلا اٹھا بی بی حفصہ آپ کی دخترِ نیک اختر حاضر تھیں یہ بے دردی دیکھ کر بولیں کیوں تم نے اس کو مارا کیا خطا اس کی تھی فرمایا یہ اپنے تئیں دیکھتا اور خوش ہوتا تھا میں نے چاہا کہ اس کے نفس کو اس کے آگے ذلیل کروں۔ اور تو اور صحابہ کبار تک کو تو اس تازیانہ ستم نشانہ سے امان نہ تھی سعد بن ابی وقاص کہ مبشر بہ نعیم جنت و داخل عشرہ مبشرہ تھے اور خود عمر نے اپنے بعد ان کو بنام نہاد خلافت داخل شوریٰ فرمایا ایک مرتبہ کسی مقام میں بیٹھے تھے شامتِ نفس سے کہیں خلیفہ ثانی بھی وہاں آ نکلے ان کو بیٹھا دیکھ کر ایک کوڑا سر پر رسید کیا اس لئے کہ تعظیم کو نہیں اٹھا اور فرمایا کہ تو خلافت سے ہیبت نہیں مانتا تو خلافت بھی تجھ سے ہیبت نہیں مانتی۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں مطاعن عثمان کے جواب میں اس حکایت کو نقل کر کے کہتے ہیں جب عمر ایسا کرتے تھے اور کوئی دم نہ مار سکتا تھا تو عثمان نے بھی اگر عبداللہ مسعود کو پٹوایا عمار یاسر کو ٹھوکریں ماریں تو کیا ہوا کہتے ہیں کہ یہ بنائے فاسد علی الفاسد ہے عمر نے سعد وقاص کو بے خطا تازیانہ لگایا تو بے جا کیا عثمان نے ان جلیل القدر صحابیوں پر دست درازی کی تو اور بھی برا کیا ایک کی ظلم و زیادتی سے دوسرے کی تعدی جائز نہیں ہوسکتی عمر کی یہ حرکت بلاشبہ ظالمانِ بے باک کی حرکت کی مانند تھی کہ خواہی نخواہی لوگوں کو اپنی تعظیم کے لئے اٹھانا چاہتے تھے نہ اٹھتے تو کوڑوں سے انہیں سدھاتے تھے اس ظلم کو اگر کوئی سہ گیا اور زبان سے کچھ نہ بولا تو وہ نہ جائز ہوسکتا ہے نہ اوروں کے لئے مثال بن سکتا ہے اور عمر کا یہ کہنا کہ **انك لم تهب الخلافة فاردت ان تعرف ان الخلافة لاتهابك** کہ تو خلافت کا رعب نہیں مانتا اس لئے میں نے چاہا کہ تجھ کو معلوم کراؤں کہ خلافت بھی تیرا رعب نہیں مانتی عجیب وغریب استدلال ہے سعد سے ڈرتے ہیں کہ کوڑا مار کر اسے بتلایا گیا کہ ہم تجھ سے نہیں ڈرتے۔ اور سنئے جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں نقل کرتے ہیں کہ کسی نے آیہ شریفہ **فاكهته واباً** میں لفظ ابا کے معنے آپ سے دریافت کیئے آپ کو علم نہ تھا چاہئے تھا کہ خاموش رہتے یا حاضرین سے سوال کرتے فرمانے لگے **ما كلفنا بهذا وما امرنا بهذا** ہم کو اس کی تکلیف نہیں دی گئی۔ ہم کو اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے اس کے بتلانے کا ارادہ کیا تو عمر درہ لے کر اس کے سر پر آئے اور بضرب تازیانہ اسے تادیب کیا۔ کیا خوب خود تو معانی قرآن سے بے خبر ہوں اور جو کوئی اور بتانا چاہے تو اس کی دروں سے خبر لی جائے۔ اس کا احسان مند ہونا چاہئے تھا نہ کہ الٹا کوڑوں سے مارنا۔ ہاں ہم کو یاد آیا یہ ابا لفظ ہی غضب کا بجھا ہوا ہے اس کے معنی حضرت ابوبکر کو بھی نہ آتے تھے پس اس حساب سے تو انہوں نے خلیفہ اول کی خیر خواہی کی، کیوں کہ اس میں ان کی بھی رسوائی تھی اس لئے اس شخص کو ڈانٹا۔ سیوطی نے تفسیر اتقان میں روایت کی ہے کہ ابوبکر سے یہ سوال کیا گیا تو

تھا۔ عقلاً کمالِ انسانی ہے اور مظنّہ خیر و خوبی، ملا جلال الدین دوانی اخلاقِ جلالی میں لکھتے ہیں کہ حکیموں نے کہا ہے کہ آدمی کے باطنی اخلاق بیشتر اس کے ظاہری خلقت کے تابع ہوتے ہیں یعنی جس کی صورت شکل چہرہ مہرہ اچھا ہے اس کی عادت و اخلاق بھی اکثر اوقات اچھے ہوتے ہیں اور اس کے خلاف شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اور فارس کے حکیم کہتے ہیں کہ بدصورت بھونڈی شکل والے میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہوتی اس کے بعد کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا سے حدیث وارد ہوئی ہے کہ **اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ** کہ خیر خوبی کو خوبصورتوں سے طلب کرو اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب چاہیں کہ کہیں قاصد بھیجیں، چاہئے کہ نیک نام اور خوبصورت ہو کیوں کہ حسن صورت پہلی نعمت ہے کہ آدمی سے پہنچتی ہے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ تمام انبیا خوبصورت اور خوش آواز گزرے ہیں۔ پس یہاں دیکھنا چاہئے کہ خلیفۂ ثانی نے بخلاف ارشادِ پیغمبرؐ (**اللّٰہ جمیل " یحب الجمال**) نصر بن حجاج کی خوبصورتی بے بدی طلب کی اور بے حجت و برہان اس کے حسن صورت کو منشا شر و فساد گنا، بہرحال چوں کہ حضرت خود بھدے بے ہنگم ناموزوں لمبے اور سیاہ (۱) فام عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے خوبصورتوں سے عداوت رکھتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی ایک قبول صورت بی بی کو طلاق دے دیا تھا۔ گو پیچھے سے ارادت مندوں نے یہ بات بنائی کہ اس خوف سے کہ مبادا کاروبارِ خلافت میں دخل دے اور آپ کو فرطِ محبت سے اس کا کہنا ماننا پڑے اس کو طلاق دیا تھا۔

حضرت عمر کا دُرّہ : آثارِ مشہورہ خلیفہ ثانی سے ایک آپ کا تازیانہ تھا کہ ہر وقت حضرت کے ہاتھ میں رہتا تھا اور جا بے جا جہاں چاہتے تھے اس کو کھینچ کر مارتے تھے۔ ظاہرا ان کی شوکت عوام میں بہت مشہور ہے اس کی بنیاد اسی تازیانہ پر ہے۔ مسجد میں نماز کے لئے صفوفِ جماعت کھڑی ہوتیں تو عمر درہ لئے نمازیوں کے آگے دیوانہ وار پھرتے تھے جس کا پاؤں ذرا آگے یا پیچھے پاتے تڑاق سے اس کے کوڑا مارتے۔ بچے اور عورتیں تک اس تازیانے کی زد سے نہ چھوٹتے تھے۔ کوچہ ہائے مدینہ میں جہاں آپ کا گذر ہوتا لڑکے شکل دیکھتے ہی پتا توڑ وہاں سے بھاگتے کہ مبادا اس کوڑے کے ہاتھوں کسی کی شامت نہ آجائے۔ روایت ہے کہ خلافت پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جس پر اس کوڑے سے ہاتھ صاف کیا گیا وہ ام فروہ خواہر خلیفہ اول حضرت ابوبکر تھیں ابوبکر کے جنازہ پر زنانِ قرابت دار حسب معمول مشغولِ گریہ و بکا تھیں عمر نے ان کو منع کیا باز نہ آئیں پھر کہا چپ نہ ہوئیں آخر عورتوں میں گھس گئے اور ان کے درمیان سے امِ فروہ کو جس کی آواز سب میں بلند سنائی دیتی تھی پکڑ لیا اور عورتوں سے علیحدہ کر کے کوڑوں سے اس کی خبر لی دیگر خواتین یہ دیکھ کر منتشر ہو گئیں۔

---

(۱) مروج الذہب میں ہے کہ خلیفہ ثانی کی ماں حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ سیاہ رنگ تھی۔ ۱۲۔ منہ۔

عورت کے ٹوکنے سے اپنی رائے بدل دی اور لوگوں کو زیادہ مہر مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی کنز العمال میں ہے **ثم رجع الی المنبر فقال للناس انی کنت نهيتكم ان لا تغالوا فی صداق النساء فليفعل رجل فی ماله ما شاء** یعنی بعد اس کے عمر واپس آئے اور دوبارہ منبر پر جا کر کہا میں نے تم کو بھاری مہر باندھنے سے منع کیا تھا اب ہر شخص کو اختیار ہے اپنے مال میں جو چاہے سو کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کے تنبیہ کرنے سے خلیفہ صاحب کو اپنی رائے کی غلطی معلوم ہوئی اور وہ اس سے باز رہے۔ پس انکسار کی کہاں گنجائش رہی۔ خیر اس مقام پر تجسس عیوب وشب گردی کا مذکور تھا یہاں جو امر در پیش ہے اس کی نسبت سنئے خلیفہ صاحب کے اس راتوں دوڑے دوڑے پھرنے سے بجائے نفع کے خلقت کو نقصان پہنچتے تھے بے چارہ۔ **نصر بن حجاج سلمی** حضرت کے اسی کوچہ گردی کا شکار ہوا ہے۔ مجمل کیفیت اس کی اس طرح پر ہے کہ ایک رات عمر حسب معمول روند کو اٹھے تو ایک مقام سے ایک عورت کی آواز آئی کہ یہ شعر پڑھتی ہے۔

هل من سبيل الى خمر فاشربها

ام هل سبيل الى نصر بن حجاج

اے کاش مجھ کو شراب کی طرف راستہ ملتا کہ اس کو پیتی یا کوئی راہ نصر بن حجاج ہی کی طرف پاتی۔ خلیفہ صاحب کے یہ شعر سن کر کان کھڑے ہو گئے اور صبح سویرے اٹھ کر پوچھنے لگے کہ یہ نصر بن حجاج کون شخص ہے معلوم ہوا کہ قبیلہ سلیم سے ایک جوان رعنا جمال باکمال وزلف وخال بے مثال رکھتا ہے حکم دیا کہ فوراً حاضر کریں سامنے آیا تو دیکھا کہ فی الواقع حسن و خوبی کا پتلا ہے۔ غرض خلیفہ صاحب دیکھتے ہی اس کے دشمن ہو گئے۔ کیوں کہ اپنی کمال دانائی سے یہ سمجھ لیا کہ ضرور وہ عورت اس پر عاشق ہے اس کے فراق میں اشعار پڑھتی تھی اور اس کا یہ قصور ہے کہ عورتیں اس کے اوپر فریفتہ ہو کر آوارہ ہوتی ہیں۔ حالاں کہ یہ گمان ان کا باطل تھا اس لئے کہ ممکن ہے کہ کسی شاعر نے اپنے اشعار میں نصر کے حسن کو تمثیلاً ذکر کیا ہو اور وہ عورت بطور نقل وحکایت اس کو پڑھتی ہو اور سلمنا کہ شعر بھی عورت ہی کا تھا اور وہ نصر پر عاشق بھی تھی اور اپنا ہی حال اس شعر میں بیان کرتی تھی۔ تاہم نصر کا اس میں کیا قصور تھا۔ غرض پیش گاہِ خلافت سے حکم صادر ہوا کہ اس کے موئے سر کہ باعثِ زیب وزینت ہیں تراش دیں۔ مگر حسن خداداد اس سے کم نہ ہوا بلکہ زیادہ تر دمکنے لگا۔ تو خلافت مآب نے بے گناہ بلا خطا اس کو بصرہ کی طرف جلاوطن کرا دیا۔ مدینہ میں اس کی ضعیفہ ماں تھی اس نے بہتیرا داد فریاد کی شور وغل مچایا خود نصر نے بہت کچھ منت وسماجت کی خطوط لکھے۔ مگر یہاں ایک سماعت نہ ہوئی بے چارہ یوں ہی کرب وغربت میں وطن کی صورت کو ترستا مر گیا۔ تنبیہ: واضح رہے کہ حسنِ ظاہری کہ حضرت عمر کے نزدیک بدظنی کا منشا ٹھہرا

جس طرح اس شرابی کا جواب بن نہ آیا اسی طرح وہ اکثر مقامات میں بند ولا جواب ہو جایا کرتے تھے حتیٰ کہ لڑکوں اور عورتوں کے مقابلے میں مبہوت وحیران رہ جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی بھرے مجمع میں اپنی جہالت کا اقرار بھی کر لیتے تھے حتیٰ کہ تمام عالم کو اپنے سے فقیہہ اور عالم تر بتلاتے تھے چنانچہ اسی سبب سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے تھے **ھو یکثر العثار و الا عتذا ر منھا** کہ عمر بار بار غلط اور خطا کرتے تھے اور اس سے عذر چاہتے تھے۔ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ عمر ایک روز انصار سے ایک جوان کے پاس سے گذرے چوں کہ تشنہ تھے پانی مانگا اس نے شہد کا شربت آپ کے لئے حاضر کیا آپ نے اس کے پینے سے استکراہ کیا اور فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے **اذھبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا** یعنی لے گئے تم اپنی اچھی چیزوں کو زندگانی دنیا میں اس جوان نے کہا اے امیرالمومنینؑ یہ کافروں کا حال ہے مسلمانوں کا نہیں اور قبل آیہ کو آپ کے سامنے پڑھا **ویوم نعرض الذین کفر و علی النار اذھبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا** جس روز کہ عرض کئے جاویں وہ لوگ کہ کافر ہیں آتش جہنم پر اور کہا جائے ان کو کہ لے گئے تم اپنی طیبات کو زندگانی دنیا میں۔ پس عمر نے وہ شہد پیا اور کہا **کل الناس افقہ من عمر** کہ تمام آدمی عمر سے زیادہ فقیہہ ہیں۔ اور مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سر منبر فرمایا ایہا الناس اپنے ازواج کے مہر کو گراں اور بھاری نہ کرو بہ تحقیق کہ جو کوئی چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرے گا میں اس زیادتی کو چھین کر بیت المال میں داخل کروں گا۔ خطبہ کہہ کر واپس آرہے تھے کہ قریش سے ایک عورت نے آگے آکر کہا اے پسر خطاب خدا کا کلام پیروی کے لائق ہے یا تمہارا کہا خدا کا عورت نے کہا پھر تم زائد مہر کو کیوں کر لے سکتے ہو جب کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **واتیتم احدھن قنطارا فلاتا خذوا منہ شیئا** اگر تم کسی عورت کو بقدر قنطار (۱) مال بھی دے دو تو اس میں سے ذرا سا بھی واپس نہ لو۔ بروایتے بہادر عورت نے مسجد ہی میں یہ جواب دیا تھا بہر تقدیر عمر نے دو یا تین مرتبہ فرمایا **کل الناس افقہ من عمر حتی النساء** کہ تمام آدمی عمر سے زیادہ فقیہہ ہیں یہاں تک کہ عورتیں بھی۔ بروایتے فرمایا تم تعجب نہیں کرتے ایک عورت سے کہ اس نے درست بات کہی اور ایک امام سے کہ خطا کی بروایت دیگر کہا **امرأۃ خاصمت عمر فخصمتہ** کہ ایک عورت نے عمر سے خصومت کی اور اس پر غالب آئی۔ شاہ عبدالعزیز تحفہ میں کہتے ہیں کہ ایسا کہنا عمر کا براہ انکسار تھا نہ کہ واقعہ میں ان سے خطا ہوئی تھی ہم کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں اگر انکسار کی راہ سے ہوتا تو وہ اس مسئلے سے رجوع نہ فرماتے حالاں کہ انہوں نے

---

(۱) قنطار ایک چرم گاؤ پراز زر یا پُر از سیم۔

کے ساتھ دورہ کرر ہے تھے کہ ایک چراغ کی روشنی نظر آئی اس کی طرف چلے قریب پہنچے تو مکان کے اندر سے صدائے شور وغل سنی ابن عوف سے کہا تو جانتا ہے کہ یہ کس کا مکان ہے کہا نہیں فرمایا ربیعہ بن امیہ بن خلف کا اب ہم کو کیا کرنا چاہئے عبدالرحمٰن نے کہا ہم نے وہ کام کیا جس سے حق تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے یعنی تجسس کیا کہ اس سے نہی فرمائی ہے پس عمر نے ان سے تعرض نہ کیا اور وہاں سے واپس چلے آئے اور کنز العمال میں ایک اور موقع کا ذکر کیا ہے کہ عمر کسی کے گھر کے اندر جا گھسے تو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے اور زوجہ پیالے میں بھر بھر کر اسے شراب پلا رہی ہے۔ اس وقت عبدالرحمٰن نے کہا یہ عیب جوئی وتجسس ہے خلافت پناہ نے کہا اس نے کی توبہ کیا ہے کہا یہ کہ تو اپنے علم سے اسے آگاہ نہ کرے اور بجز بھلائی کے اس کی طرف سے دل میں کچھ نہ رکھے یہ کہہ کر دونوں پلٹ آئے اور نیز کنز العمال میں ابومحجن ثقفی اور اس کے اصحابِ شراب خوار کے سر پر آپ کا دفعتہً جا پہنچنا روایت کیا ہے اس مرتبہ زید بن ثابت وعبدالرحمٰن بن ارقم اردلی میں تھے دونوں نے کہا اے امیر المومنینؑ یہ تجسس منہی عنہ ہے غرض اس قسم کی بہت سی حکایتیں صاحب تشئید علیہ الرحمہ نے کتبِ اہل سنت سے نقل کی ہیں کہ لوگ آپ کو اس خصلتِ زبوں سے منع کرتے تھے مگر وہ باز نہ آتے تھے۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ عمر ایک دفعہ مدینہ میں رات کے وقت تجسس کر رہے تھے کہ ایک مکان سے ایک مرد کے گانے کی آواز سنی دیوار پھاند کر اندر گئے تو دیکھا ایک عورت بھی بیٹھی ہے اور شراب رکھی ہے کہا **یا عدو اللّٰہ اظننت ان اللّٰہ یسترك وانت علیٰ معصیتہ** کہ اے دشمن خدا تو جانتا ہوگا کہ حق تعالیٰ تیری پردہ پوشی کرے گا درانحالیکہ تو اس کی نافرمانی میں مشغول ہے وہ بے باک بھی بڑا چالاک تھا۔ **ایک شرابی کا حضرت عمر کو ملزم ٹھہرانا:** بولا اے امیر المومنینؑ جلدی نہ کرو اگر میں نے خدا کی ایک معصیت کی تو تم سے تین گناہ سرزد ہوئے اول یہ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجسس مت کرو تم نے تجسس کیا دوسرے تم دیوار پھاند کر گھر میں آئے اللہ جل شانہ فرماتا ہے **واتوا البیوت من ابوابھا** کہ آؤ تم گھروں میں ان کے دروازوں سے۔ سوم ارشاد فرماتا ہے **لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا** کہ تم بے گانے گھروں میں مت جاؤ جب تک کہ موانست نہ ہو اور سلام کرو گھر والوں پر۔ تم بے محابہ بلا کسی موانست کے چلے آئے اور سلام کا تو کیا ذکر ہے۔ خلیفہ صاحب یہ برجستہ تقریر سن کر بغلیں جھانکنے لگے اور کہا تو یہ کہا کہ اگر میں تیرا قصور معاف کردوں تو تیرے پاس کوئی بھلائی ہے اس شخص نے کہا ہاں اے امیر المومنینؑ آپ یہ خطا معاف کردیں گے تو میں پھر ایسا کام کبھی نہ کروں گا۔ پس وہاں سے چلے آئے۔ ابن ابی الحدید اس روایت کی نقل کے بعد شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے **وروی فی روایۃ اخریٰ فلحقہ اخجل** یعنی دوسری روایت میں ہے کہ خلیفہ صاحب کو بہت شرمندگی عارض ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ خلافت پناہ سے

دیا ہے مسلمان ان سے سن کر کہنے لگے رسولؐ خدا سے اس بارے میں کچھ نہیں پہنچا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ محمد بن سعد کاتب واقدی از زہری روایت کردہ کہ گفت بما رسیدہ کہ اہل کتاب اول وے (عمر) را فاروق خواندند ومسلماناں متابعت ایشاں کردن واز پیغمبر علیہ وآلہ درایں باب چیزے بما نرسیدہ۔ انتہیٰ۔

تجسسِ خلیفۂ ثانی: غرائب حالاتِ خلافت پناہ سے ایک آپ کا راتوں کو گلی کوچوں میں چکر لگانا اور مسلمانوں کے خفیہ عیوب کی تلاش کرنا ہے یہ بدعت اسلام میں ان سے شروع ہوئی پیشتر نہ تھی کیوں کہ شرع میں تجسس کی سخت ممانعت آئی ہے حق تعالیٰ قرآن شریف میں بصیغہ نہی **لَا تَجَسَّسُوْا** اس سے منع کرتا ہے اور حضرت رسولؐ خدا سے احادیثِ کثیرہ تجسس کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں از انجملہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے لوگو کہ ظاہر از بان سے اسلام لائے اور ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کو ایذا نہ دو اور ان کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کی لغزش اور خطاؤں کی تلاش میں نہ رہو۔ بہ تحقیق کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی خطائیں ڈھونڈتا ہے حق تعالیٰ اس کی خطائیں ڈھونڈتا ہے اور اس کو اس کے گھر کے اندر فضیحت اور رسوا فرماتا ہے یہ حدیثِ کتبِ معتبرہ اہلِ سنت میں بطرق متعددہ متکثرہ وارد ہوئی ہے اور نیز ان کے یہاں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص ان پلیدگیوں سے کسی میں مبتلا ہووے چاہئے کہ اس کو مخفی رکھے۔ کیوں کہ ہمارے سامنے ظاہر ہوں گی تو ہم ان پر حدودِ شرعی جاری کریں گے۔ صاحب شرح مواقف ایسے احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں **وقد علم من سیرتہ انہ کان لا تجسسُ عن المنکرات بل یسترھا ویکرہ اظہارھا** یعنی معلوم ہے کہ رسول اللہ کی عادت تھی کہ بدکاریوں کی تجسس و تفتیش نہ کرتے تھے بلکہ ستر پوشی کو کام میں لاتے اور اس کے اظہار سے کراہت فرماتے تھے۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ درحقیقت آنحضرتؐ کی ایسی ہی شریف عادت تھی۔ مگر خلیفہ ثانی اس کے برعکس مسلمانوں کی پردہ دری سے رغبت اور ان کی عیب جوئی کا شوق رکھتے تھے اور گو ان کے خیر خواہ ان کو روکتے اور مانع آتے بلکہ وہ خود بار بار اس میں ندامت و خجالت اٹھاتے مگر اس سے باز نہ آتے تھے وہ راتوں کو اکیلے دوکیلے راستوں بازاروں میں گشت لگاتے اور بے دھڑک گھروں میں گھس جاتے دروازے بند پاتے تو بکمال چستی وچالاکی دیواروں کو پھاند جاتے یا پشتِ خانہ سے چھت پر چڑھ کر دفعتہً لوگوں کے سر پر جا پہنچتے اور ان کو خجل وشرمندہ فرماتے تھے گویا حضرت مخبر صادقؐ ان ہی کے حال ومآل پر نظر فرما کر بہ تکرار کہتے تھے **یا معشر من اسلم بلسانہ ولم ید خل الایمان فی قلبہ لا تتبعو اعورات المسلمین** اے ظاہر کے مسلمانو دلی ایمان کی دولت سے بے نصیبو، تم مسلمانوں کی عیب جوئی کرو گے تو حق تعالیٰ تم کو فضیحت ورسوا کرے گا۔ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں رقم طراز ہیں کہ خلیفہ صاحب ایک رات عبدالرحمن عوف

سے وہ پہچانا جائے گا قسم بخدا کہ مکر وفریب کام میں نہ لاؤں گا اور اپنے تئیں اس شدت وتنگی میں نہ ڈالوں گا۔ اور یہ بات کہ امیر المومنینؑ لقب خاص حضرتِ امیرؑ کا ہے کُتبِ اہل سنت میں متواترات سے ہے اور اس کتاب میں بھی جا بجا اس کا ذکر آیا ہے۔ صاحب مودۃ القربیٰ نے کہ ان کی کتاب رشید الدین خاں جیسے بزرگوں کے لئے مایہ ناز ہے ایک علیحدہ باب اس امر کے بیان میں ترتیب دیا ہے چنانچہ کہتے ہیں۔ **المودۃ الرابعہ فی انه امیر المومنینؑ وسید الوصیین** کہ چوتھی مودت اِس کے بیان میں ہے کہ وہ حضرت امیر ہیں مومنوں کے اور سید وسردار ہیں وصیوں کے پھر پیغمبرؐ خدا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا **ان فی اللوح المحفوظ تحت العرش مکتوب علیؑ بن ابی طالب امیر المومنینؑ** کہ لوح محفوظ پر زیر عرش لکھا ہوا ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام امیر المومنین ہیں و یگر حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علیؑ کب سے امیر المومنینؑ کے نام سے نامزد ہوئے کبھی بھی ان کی فضیلت کا انکار نہ کرتے آپ کا نام امیر المومنینؑ رکھا گیا حالاں کہ آدمؑ ہنوز روح وجسد کے درمیان تھے یعنی روح ان کے بدن میں داخل نہ ہوئی تھی انتہی۔ فقط امیر المومنینؑ ہی پر موقوف نہیں صدیق و فاروق بھی اسی جناب کے خاص القاب ہیں کہ اہل سنت زبردستی ابو بکر و عمر کے ناموں کے ساتھ لگاتے ہیں۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ کی تیسوں حدیث میں فضائل امیر المومنینؑ سے بروایت عبداللہ بن عباس نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا **الصدیقون ثلثه حزقیل مومن اٰل فرعون وحبیب النجار صاحب یسین وعلیؑ بن ابی طالب** کہ صدیق کل تین ہیں حزقیل مومنِ آلِ فرعون اور حبیب النجار صاحبِ یسین اور علیؑ بن ابی طالب، اور ابونعیم اور ابن عساکر نے اس قدر اور زیادہ نقل کیا ہے **وعلیؑ بن ابی طالب وھو افضلھم** یعنی تیسرے ان تین کے علیؑ بن ابی طالب ہیں اور وہ ان سب میں افضل ہیں اور یہ بہت صحیح ہے چنانچہ اسی وجہ سے وہ جناب اپنے آپ کو صدیق اکبر کہا کرتے تھے جیسا کہ نسائی نے خصائص میں نقل کیا ہے کہ فرمایا آنحضرتؑ نے کہ میں ہوں بندۂ خدا اور برادر رسولؐ اللہ کا اور صدیق اکبر ہوں سات سال پہلے سب سے ایمان لایا۔ میرے سوا کوئی اس کو نہ کہے گا مگر کذاب۔ اور طبرانی نے بسند خود سلمان و ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے علی علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے پہلے بروز قیامت میرے ساتھ مصافحہ کریں گے اور وہ ہیں صدیق اکبر اور فاروق اس امت کے کہ فرق کنندہ ہیں درمیان حق وباطل کے اور وہ ہیں یعسوب مومنوں کے بموجب ان روایات کے صدیق و فاروق صرف حضرت امیرؑ کے القاب ہیں اور اوروں نے جو یہ نام اپنے مقرر کر لئے وہ جھوٹے کذاب ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ اہل سنت نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر کو فاروق کا لقب پہلے یہود ونصاریٰ نے

لقب و نام بھی نہ چھوڑا۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ عمر نے کہا لوگ ابوبکر کو خلیفہ رسولؐ اللہ کہتے تھے مجھ کو خلیفۂ رسولؐ اللہ کہیں گے تو طول ہوگا اور روزمرہ کی گفتگو میں تکلیف اور تنگی واقع ہوگی۔ مغیرہ بن شعبہ حاضر درگاہ تھا بولا ہم مومنین ہیں اور تم ہمارے امیر پس تمہارا نام امیر المومنینؑ ہونا چاہئے عمر نے اس کو پسند کرلیا۔ **بروایت** دیگر جس نے سب سے پہلے خلافت پناہ کو اس نام سے آگاہ کیا وہ عمرو عاص تھا۔ **مدارج النبوۃ** میں ہے کہ مغیرہ بن شعبہ عمرو عاص معاویہ بن ابوسفیان زیاد بن ابیہ یہ چار شخص عقلاء عرب سے شمار کئے گئے ہیں یعنی دنیا طلبی کے ہتھکنڈے ان کو خوب آتے تھے خواہ بحق یا بباطل اپنا کام نکال لینے میں مشق و مہارت رکھتے تھے۔ کیوں کہ ذرا آگے بڑھ کر صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ لفظ عقل تین معنوں میں بولا جاتا ہے ایک قوت عاقلہ نفس ناطقہ دوسرے دریافت ہونا ان امور کا جن سے انسان کے مبدا و معاد کے کاروبار اصلاح پذیر ہوں۔ تیسرے تحصیل اغراض دینوی اور اس کی تدابیر گو جھوٹ و باطل سے ہوں اس تیسری قسم کی مثال میں شیخ عبدالحق دہلوی مصنف مدارج عمرو عاص وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں وغیرہ سے وہی معاویہ و مغیرہ بقرینۂ سابق مراد ہیں مگر ہم حیران ہیں کہ جب یہ جماعت صحابہ کی بقول اس فاضل کے حق و ناحق دنیا طلبوں کی سرگروہ ٹھہری تو **کلیه الصحابة کلهم عدول** کہ ضروری مذہب سنت و جماعت ہے کہاں سلامت رہا۔ علاوہ بریں ان لوگوں کی حالتِ ظاہری کو اس حدیث کے ساتھ ملایئے کہ **اَصحابی کَالنُّجُومُ بائهم اقتدینم اهتدیتم** کہ میرے اصحاب مثل ستارہ ہائے آسمان ہیں ان سے جس ایک کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اس وقت دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ اس دنیا سازی و حیلہ بازی میں بھی ان کی اقتدا موجب ہدایت ٹھہرتی ہے پس دیکھنا چاہئے کہ یہ حضرات صحابہ کی طرف داری میں کس قدر حق سے دور جا پڑے۔ یہی مغیرہ بن شعبہ دیگر خلفا کی طرح حضرت امیر المومنینؑ کے نزدیک بھی قرب و رسوخ حاصل کیا چاہتا تھا چنانچہ ابتدائی خلافت اس جناب میں حاضر خدمت ہو کر کہنے لگا یا امیر المومنینؑ آپ معاویہ وغیرہ عاملان عثمان کو ابھی معزول نہ کریں ثانی الحال جب کہ بنائے خلافت مضبوط ہو جائے تو اختیار ہے جو چاہے سو کیجئے یہ صلاح نظر بہ معالج سلطنت اچھی تھی۔ مگر دنیوی بادشاہی کے لئے نہ کہ دینی فرمانروائی کے، اس لئے وہاں قبول نہ ہوئی، جواب میں ارشاد ہوا **لا واللہ لا اتخذ المضلین عضداً** نہیں قسم خدا کی نہیں، میں گمراہوں کو اپنا مددگار نہ بناؤں گا مغیرہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ دوسرے موقع پر اس مضمون کو زیادہ وضاحت سے ارشاد کیا ہے فرماتے ہیں قسم بخدا کہ معاویہ مجھ سے عقل و ذہانت میں زیادہ نہیں مگر وہ فسق و فجور و مکر و زور کا مرتکب ہے میں اس سے کراہت کرتا ہوں ایسا نہ ہوتا تو سب سے زیادہ داہی میں تھا۔ لیکن قیامت کے روز ہر غدار بدکار کے لئے ایک نشان ہوگا جس

کہ وہ لکڑی کا گٹھا اپنے سر پر لاد کر لاتا تھا اور نیز اس کے باپ خطاب کے سر پر ویسا ہی گٹھا ہوتا تھا حالاں کہ میرا باپ عاص بن وائل لباس ہائے ابریشمین اور عشرت اور عیش میں تھا اب وہ خلیفہ ہے اور مجھ کو اس کا تابع و عامل ہونا پڑا انتہی۔ کبھی کبھی عمر کو پہلی باتیں یاد آتیں تو کہا کرتے تھے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ میں خطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور اس میں غفلت ہوتی تو وہ مجھ کو مارتا تھا۔ یا اب میں ہوں کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی تیسرا نہیں جس سے کہ میں خوف کروں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر آخری حج میں جس کے بعد پھر حج نہیں کیا، مکہ سے واپس آرہے تھے وادی ضحبان میں پہنچے تو اپنی پچھلی کیفیت کو یاد کر کے بولے **الحمد للّٰہ لا الہ الا اللّٰہ یعطی من یشاء مایشاء** خدا کا شکر ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں جس کو جو چاہتا ہے بخشتا ہے قسم بخدا کہ میں اس جنگل میں خطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ تند خو سخت مزاج آدمی تھا۔ کام کرتا تو تعب میں ڈالتا کوتاہی ہوتی تو مارتا تھا **ولقد اصبحت وامسیت ولیس بینی وبین اللّٰہ احد ااخشاء الا اللّٰہ** اور ابن اثیر نہایہ میں لفظِ خبط کے معنوں میں لکھتا ہے کہ وہ ورق شجر یعنی برگ درخت ہے چنانچہ حدیث عمر میں ہے۔ **لقد رامیتنی فی ھذا الجبل احتطب مرۃ واختبط اخریٰ** کہ میں نے اپنے تئیں اس پہاڑ میں دیکھا ہے کہ کبھی سوکھی لکڑیاں چنتا تھا اور کبھی درختوں سے پتے جھاڑتا تھا یہ حضرت عمر کے ابتدائی حالات ہیں جب ذرا بڑے ہوئے تو ولید بن مغیرہ مخزومی کے یہاں نوکر ہو گئے اس کے اونٹ چراتے اور بوجھ اٹھاتے اور اسباب کی نگاہ بانی کرتے اس سے ترقی کی تو بازاروں میں دلالی کا پیشہ کرتے تھے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں نہایہ ابن اثیر سے نقل کیا ہے کہ عمر زمانہ جاہلیت میں مبرطش تھے اور وہ مثل دلال کے ایک شخص ہوتا ہے کہ بائع و مشتری کے درمیان سعی کرتا ہے اور یہ لفظ سین مہملہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی مبرطس اور وہ صاحبِ قاموس کے نزدیک وہ شخص ہے کہ لوگوں کو اونٹ اور گدھے کرایہ پر لے دے اور اپنا بھی کچھ حق اس میں ٹھہرا لے۔ اور یہ پیشہ آپ کا اسلام میں بھی رہا ہے۔ چنانچہ زمانۂ خلافت میں جب کوئی حدیث ان کو معلوم نہ ہوتی اور لوگ اس کو بتلاتے تو وہ اس کے عذر میں کہا کرتے تھے **الھانی عنه الصفق بالاسواق** کہ مجھ کو بازاروں میں پھرنے نے اس کے جاننے سے باز رکھا۔

خلافتِ خلیفہ ثانی کے بعض حالات

حضرت ابوبکر کے مرنے پر جناب عمر خطاب نے عنان حکومت ہاتھ میں لی ابوبکر اپنے آپ کو خلیفہ رسولؐ اللہ کہلاتے تھے عمر کو یہ پسند نہ آیا انہوں نے اپنا نام امیر المومنینؑ مقرر کیا یعنی جس طرح حضرت امیر علیہ السلام کا منصب و مقام لیا تھا

کام سے باز رہو۔ نیز ان کا خاندانی قبیلہ تیم عرب میں کوئی نامی قبیلہ نہ تھا ان کے درمیان کبھی کوئی سردار مشہور و تاجر معروف نہیں گزرا جریر شاعر کہتا ہے۔

ویقضی الامردون رجال تیم
ولا یستاذنون وھم شھود

یعنی کاروبار بلاشرکت مردانِ بنی تیم طے ہوتے تھے اور ہر چند وہ حاضر ہوتے تھے پر کسی بات میں دخل نہ دے سکتے تھے۔ وغفل نسّابہ معاویہ سے قبائلِ عرب کا حال بیان کرتا تھا۔ آخر میں تیم کا ذکر آیا تو کہا وہ ایک جماعت ہے کہ فحش و زنا ان میں ظاہر و عام ہے **ان شبعو اشحووان افتقر والحوا** ان کی خصلت ہے کہ سیر ہوتے ہیں تو بخل کرتے ہیں، اور فقر و احتیاج میں بالحاح و سماجت پیش آتے ہیں۔ ابوبکر سے بیعت ہوئی اور اس کی خبر ابو قحافہ کو پہنچی تو بہت تعجب کیا اور کہا **کیف رضی بنو عبد مناف بذلك** کہ اولادِ عبد مناف اس پر کیوں کر رضا مند ہوئے چوں کہ جانتے تھے کہ اشرافِ قریش ان کے بیٹے کی اطاعت نہیں کریں گے، تو حیرت میں تھے اور یقین نہ کرتے تھے جب تحقیق ہوا تو کہا **اللھم لا مانع لما اعطیت** پروردگار تو جس کو عطا کرے کوئی روک نہیں سکتا مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ ابوبکر کو ابوسفیان بن حرب کی طرف سے ایک امر پہنچا تھا اس لئے اس کو بلوایا تھا اور اس پر خفا ہو رہے تھے اور چلا رہے تھے۔ اور ابوسفیان خوشامد کی باتیں کرتا تھا اتنے میں ابو قحافہ بھی وہاں آ نکلے ایک آدمی ان کی لاٹھی پکڑے لئے آ رہا تھا ابوبکر کی چیخیں سن کر اس مرد سے پوچھا کہ میرا بیٹا کس پر خفا ہو رہا ہے اس نے کہا ابوسفیان پر ابو قحافہ نے ابوبکر کے پاس جا کر کہا اے عتیق تم اپنے طور و طریق پر نہ رہے اور اپنی مقدار سے تجاوز کر گئے یعنی اپنے آپ کو نہیں دیکھتے اور ابوسفیان سے اس طرح پیش آتے ہو یہ سن کر ابوبکر و دیگر مہاجر و انصار کہ وہاں موجود تھے ہنسنے لگے اور ابوبکر نے کہا **ان اللہ قد رفع بالاسلام قوماً واذل به اخرین** اے پدر حق تعالیٰ نے اسلام کی وجہ سے پست مرتبہ لوگوں کو بلند کیا اور بلند درجہ والوں کو پست فرمایا ہے۔ فی الواقع ابوبکر انہیں لوگوں سے تھے جو کہ پستی سے بلندی کو پہنچے تھے جو حال ابوبکر کے قبیلہ کا ہے اسی کے قریب قریب بنی عدی خلیفہ ثانی کے کنبہ کا ہے اور خود حضرت عمر اور ان کے باپ خطاب محنت و مزدوری کر کے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سروں پر لاتے تھے جب بسر اوقات ہوتی تھی۔ عقد ابن ربّہ میں ہے کہ عمر نے عمرو عاص کا مال جرمانہ کر کے ضبط کر لیا تو اس نے کہا **قبح اللہ زمانا یعمل فیه عمرو بن العاص لعمر بن الخطاب** برا ہو اس زمانے کا جس میں عمرو عاص عمر (خطاب کے بیٹے) کا عامل بنے **واللہ انی لا عرف یحمل علی رأسه حزمة حَطَب وعلیٰ ابیه مثلها** قسم بخدا کہ مجھ کو یاد ہے

حاضر نہ تھے کیوں کہ اس وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں اخذ بیعت میں مشغول تھے لیکن تعین روزِ وفات کی بابت ان کا استفسار کرنا، پس ہوسکتا ہے کہ چوں کہ وہ حضرت شب چارشنبہ کو دفن ہوئے تو ان کو تردد ہو گیا کہ آیا انتقال دوشنبہ کے روز ہوا یا سہ شنبہ کے **الحاصل** خلیفہ اول بقول مشہور درمیان علما اہل سنت شب سہ شنبہ ۲۳/ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری کو فوت ہوئے اور عمر خطاب نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی اور اسی رات کو حجرۂ رسولؐ خدا میں پہلوئے چپ آنحضرتؐ کے دفن ہوئے اور اس دفن میں جو ان کے اعلیٰ فضائل سے شمار ہوتا ہے علما شیعہ نے بہت سی معقول بحثیں وارد کی ہیں بخوف طوالت مناسب اس کتاب کے نہ جان کر ترک کی گئیں۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ وہ کشیدہ قامت ہلکے چہرہ کے معروق الوجہ تھے۔ یعنی رگیں منہ پر نمودار تھیں اور آنکھیں اندر کو بیٹھی ہوئیں اور استخوان رخسار باہر کو ابھرے ہوئے تھے انگلیوں کے پوروں پر بال نہ رکھتے تھے اور نیل و مہندی سے خضاب کیا کرتے تھے۔ تتمہ حضرت ابوبکر کو جو عزت و امتیاز دنیوی حاصل ہوئی اسلام کی بدولت حاصل ہوئی۔ ورنہ وہ پہلے سے قریش میں کوئی خاص مقام نہ رکھتے تھے خاص شرافت تو درکنار وہ ایک معمولی اوسط درجہ کے آدمی بھی نہیں گنے جاتے تھے ان کے باپ ابوقحافہ پہلے چڑی مار کا پیشہ کر کے پیٹ پالتے تھے۔ فاختہ وغیرہ پکڑتے اور ذوالحلیفہ میں بیچ آتے۔ بعد کو جب نابینا ہو کر اس سے بھی بیٹھ رہے تو عبداللہ بن جذعان رئیس مکہ سے التجا کی یہ شخص بہت بڑا مال دار اور سخی تھا۔ اس کا دسترخوان ہر وارد و صادر مقیم و مسافر کے لئے کھلا رہتا تھا۔ اس نے ابوقحافہ کو مہمانوں کے بلانے پر نوکر رکھ لیا وہ آوازیں لگاتے کہ لوگو کھانا کھانے چلو اور اس کی اجرت میں ان کے آگے کا بچا کھچا کھانا ان کو مل جاتا بعض علما نے کہا ہے کہ پس خوردے کے علاوہ ایک درہم بھی ہر روز پاتے تھے اور بعض کا قول ہے کہ ابوقحافہ منادی گری پر نوکر تھے اور ابوبکر کھانا پکانے پر باورچی تھے مگر بعض نے ابوبکر کا پیشہ معلم اطفال بیان کیا ہے اور بقولے اول خیاطی اس کے بعد بزازی سے بسر اوقات کرتے تھے یعنی گاہڑہ گزی موٹے کپڑوں کا گٹھ لے کر دروازے دروازے بیچتے پھرتے تھے چنانچہ منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو بھی یہی پیشہ کرتے تھے حضرت عمر خطاب و ابوعبیدہ جراح نے خلافِ شانِ خلافت جان کر اس سے روکا۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ جب امر خلافت ابوبکر پر قرار پایا تو اگلے روز بازار کو چلے کہ بدستور عہدہ رکھنے کے باوجود خرید و فروخت کریں عمر و ابوعبیدہ راستے میں ملے کہا تم اب مسلمانوں کے سردار اور حاکم ہو مناسب نہیں کہ پہلے کی طرح سودا بیچتے پھرو فرمایا عیال کو کیا کھلاؤں۔ انہوں نے دیگر اصحاب کے مشورہ سے کھانا کپڑا ان کا اور ان کے عیال کا بیت المال سے مقرر کر دیا اور حاشیہ زین العرب مشکوٰۃ سے منقول ہے کہ ابوبکر سے بیعت ہوئی تو دیکھا کہ کپڑوں کا پشتارہ کندھوں پر رکھے لئے جا رہے ہیں مسلمانوں کو یہ سخت ناگوار گزرا انہوں نے کہا مال خدا اور ہمارے اموال موجود ہیں اس میں سے جتنا چاہو لے لو اور اس

الائمۃ من قریش جسے پیش کر کے آپ نے سقیفہ میں انصار سے میدان مارا اور جواب تک بھی ارادت مندوں کی زبان پر ہے کدھر گئی۔ غرض خلیفہ اول کے ان آخری کلمات پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے مناسب رسالہ ہذا نہ جان کر چھوڑ دی گئی۔ کامل بھائی وغیرہ میں کتب شیعہ سے ابوغسان مالک بن اسمٰعیل نہدی نے روایت کی ہے کہ محمدؑ بن ابی بکر نے کہا کہ میں بوقت نزع اپنے باپ کے پاس حاضر تھا ان کو حالت کرب واضطراب میں دیکھ کر میں نے کہا اے پدر میں تم کو اس وقت بہت زبوں حالت میں پاتا ہوں انہوں نے کہا اے محمدؑ ایک شخص کا مجھ پر مظلمہ ہے اگر وہ عفو کرے تو امید نجات ہے ورنہ نہیں میں نے پوچھا وہ کون شخص ہے کہا علیؑ بن ابی طالب میں نے کہا میں جاتا ہوں کہ علیؑ سے معافی کی درخواست کروں بہ تحقیق کہ وہ ایک مرد سلیم ہیں ضرور معاف کر دیں گے پس امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے باپ اس وقت بہت بری حالت میں ہیں چوں کہ انہوں نے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اور آپ کا حق بزور دبا لیا ہے لہٰذا سوء عاقبت پر یقین کامل رکھتے ہیں میں ضامن ہوا ہوں کہ آپ سے ان کی عفو و بخشش کا خواستگار ہوں حضرت نے فرمایا **کرامتہ لك یا محمد** "اے محمدؑ میں تیری خاطر سے بحل کرتا ہوں الا اس کو کہہ کہ سب کے سامنے اقرار کرے کہ خلافت و امامت میرا حق نہ تھا بظلم اس پر متصرف ہو گیا تھا میں اس کو عفو کر دوں گا میں نے واپس آ کر ابوبکر سے کہا تو انہوں نے کہا اگر ایسا کروں تو قیامت تک مجھ کو لعن و نفرین کریں پس تلاوت کیا اس آیہ شریفہ کو **وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالك ماکنت منه تحید** (ترجمہ) آئیں موت کی سختیاں بحق راستی کہ جن سے تو جدا اور علیحدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ پس ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کاش مجھ کو فاطمہؑ و خانۂ فاطمہؑ سے کچھ سروکار نہ ہوتا۔ اور کاش میں فجار سلمٰی کو آگ میں نہ جلاتا، اور اشعث قیس کو زندہ نہ چھوڑتا، اور اپنی بہن کا اس کے ساتھ نکاح نہ کرتا۔ یہ کہتے تھے اور آہ و فغاں کرتے تھے تاانیکہ جان بحق تسلیم ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب وقت وفات ابوبکر کا نزدیک آیا تو انہوں نے عائشہ سے پوچھا **فی کم کفنتم النبی** کہ تم نے رسولؐ خدا کو کتنے پارچوں میں کفن دیا اس نے کہا تین پارچہ سفید سحولیہ (۱) میں کہ قمیص و عمامہ ان میں شامل نہ تھا۔ پھر پوچھا کس روز آنحضرتؐ نے وفات پائی کہا بروز دوشنبہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعید ہے کہ باوصف قرب عہد کے ابوبکر کو تعداد پارچہائے کفن حضرت رسالت پناہ یاد نہ رہی ہو۔ لیکن اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ رسولؐ اللہ کی تجہیز و تکفین کے وقت

---

(۱) سحولیہ سحول بروزن صبور ایک موضع ہے یمن میں کہ جہاں عمدہ کپڑا بنا جاتا ہے یا سحول کے معنے گاذر یعنی دھوبی کے ہیں اور پارچہ سحولیہ منسوب ہے اس موضع کی طرف یا دھوبی کی طرف کہ اس کو دھووے۔ ۱۲۔ کذا فی منتہی الارب۔

افعال مشہور ہیں آخر مختار کے ہاتھ سے فی النار ہوا اور جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کیا غرض شرارتیں اشعث اور اس کی اولاد کی کسی پر مخفی نہیں۔ **بروایت** بیضاوی اس نے زوجۂ رسولؐ خدا سے جس نے بوقت خلوت آپ سے معذرت کی اور اس وجہ سے حضرت نے اس سے کنارہ کیا تھا نکاح کیا اور امیر المومنینؑ کے ساتھ جو کچھ اس ملعون نے کیا تھوڑا سا اس میں سے۔ اسی کتاب کی دوسری جلد ''حالات خلافتِ ظاہری امیر المومنینؑ'' میں مذکور ہے اور نوبتِ عداوت اس کی آنحضرتؑ کے ساتھ اس درجہ کو پہنچی تھی کہ حسبِ روایت ابن ابی الحدید اس نے اپنے گھر میں ایک ماذنہ (مینارِ اذان) بنایا تھا جب مسجد کوفہ سے صدائے اذان حضرت امیرؑ سنتا تو اپنے اس ماذنہ پر چڑھ کر پکارتا اے مرد تو ساحر و کذاب ہے، کہتے ہیں کہ اشعث بعد شہادت آنحضرتؑ کے کل چالیس روز زندہ رہا چالیسویں دن اپنے رہنے کی جگہ کو چلا گیا۔ اور قول ابوبکر **ودتُ انی سئلة من فی هذا الامر فلا تنازع اهله** کہ دوست رکھتا تھا کہ رسولؐ اللہ سے امر خلافت کی بابت دریافت کرتا کہ کس کا حق ہے کہ پھر اس کے ساتھ نزاع نہ کرتا۔ اور نیز ان کا ارشاد وسئلته **هل للانصار فی هذا الامر شی** کہ پوچھتا کہ آیا انصار کے لئے بھی اس میں کچھ شرکت ہے، عجیب وغریب سے حیرت ہے کہ جب نہ اصل حق دارِ خلافت آپ کو معلوم تھا، نہ انصار کی عدم شرکت ہی کا یقین رکھتے تھے۔ تو پھر کس طرح خلافت ان کو حلال ہوئی اور کس حجت و دلیل سے اموال ونفوسِ مسلمانان میں اتنے دنوں تصرف فرماتے رہے ایسے تذبذب کی حالت میں اس سے علیحدہ رہنا چاہئے تھا نہ کہ خلیفہ بن بیٹھنا۔ الا یہ کہ کہا جائے کہ یہ بے چارے تو اپنی سی بہت کچھ کرتے رہے۔ بہتیرا سر منہ غل مچایا کئے **اقیلونی لست بخیر کم و علیٰ فیکم** مجھ کو خلافت سے نکالو کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں درانحالیکہ علی علیہ السلام تمہارے درمیان موجود ہیں مگر یہ تمام کارسازی و سقیفہ پردازی حضرت ثانی و لا ثانی کی تھی، انہوں ہی نے اول ان کو اس جنجال میں پھنسایا اور وہی اس سے مستعفی نہ ہونے دیتے تھے کچھ روز آپ نے وزارت کے لطف اٹھائے پھر امارت و خلافت پر ترقی پائی مگر اس خود مطلبی کو تو دیکھئے کہ جب اپنا مطلب سید ہا کر چکے تو آخر میں آپ بھی کانوں پر ہاتھ دھر کر الگ ہو گئے اور صاف کہہ دیا، کہ بیعت ابوبکر ایک فلتہ یعنی بن سوچی سمجھی بات تھی، خدا نے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچا لیا جو کوئی پھر ایسا ارادہ کرے اسے قتل کرو۔ جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آتا ہے۔ اور نیز ہم کہتے ہیں کہ جب خود حضرت ابوبکر کو مستحقِ خلافت معلوم نہ تھا اور وہ اس میں مشتبہ و مذبذب تھے اور رسولؐ خدا سے اس کے پوچھنے کی حسرت گور میں اپنے ساتھ لے گئے تو ان کے مریدوں نے کس طرح اطمینان کر لیا کہ انعقادِ خلافت کے لئے اجماعِ اہل حل وعقد درکار ہے اور وہ خلافتِ ابوبکر میں حاصل ہو گیا تھا۔ اور جب کہ انصار کا امر خلافت میں شریک ہونا حضرت عتیق کے دل میں آخر وقت تک کھٹکتا رہا تو صحتِ حدیث

جو لشکر اہل ردہ پر بھیجا تھا آپ بھی اس کے ساتھ جاتا اور ذی القصہ میں توقف کرتا کہ جب ان کو ضرورت امداد ہوتی تو میں ان کی مدد کرتا۔ اور تین سوال کہ رسولؐ اللہ سے نہ پوچھے ایک یہ کہ چاہئے تھا کہ خلافت کی نسبت آنحضرتؐ سے پوچھ لیتا کہ کس کا حق ہے کہ پھر اس کے ساتھ ذرا نزاع نہ کرتا۔ دوم آنحضرتؐ سے استفسار کرنا چاہئے تھا۔ **مولف کہتا ہے** کہ یہ حدیث کنز العمال و مروج الذہب وغیرہ کتبِ معتبرہ اہلِ سنت میں مذکور ہے اس کی صحت میں کلام نہیں ہوسکتا۔ پس پہلا یعنی کشفِ خانۂ فاطمہ زہراؑ جس پر حضرت خلیفہ اول اپنے آخر وقت میں تاسف کرتے تھے اور کہتے تھے **لم اکن اکشف بیت فاطمة وان اغلق علی الحرب** کہ کاش میں خانہ فاطمہؑ کو بے پردہ نہ کرتا اور اس کو بحال خود رہنے دیتا گو وہ میرے ساتھ جنگ کرنے پر بند کیا جاتا۔ کثرتِ نقل سے کتبِ اہلِ سنت میں حد تواتر کو پہنچ گیا ہے روایت مروج الذہب میں بعد عبارت مذکورہ اس قدر اور لکھا ہے **وذکر فی ذلک کلاما کثیرا** یعنی ابوبکر نے اسی امر کشفِ خانہ فاطمہؑ میں بہت سا کلام ذکر کیا۔ ظاہرا وہ کلام کثیرا نہیں شدائد اور سختیوں کا ذکر ہوگا جو اس معصومہ اور ان کے شوہر عالیقدر کے ساتھ کی گئیں کہ خانہ ملائک آشیانہ کے جلانے کو آتش اور ایندھن لے گئے اور وہ تشدد و ہتک اس معصومہ کے کئے جن کے تصور سے بدن کے بال کھڑے ہوتے ہیں کہ کچھ ان سے پہلے اس کتاب میں ذکر ہوئے دل سوز راویوں نے ابوبکر کی زبان سے ان کا شائع ہونا نامناسب جان کر روایت سے نکال دیئے اور فجارۃ سلمی جس کا نام ایاس بن عبد یالیل لکھا ہے اعراب سے ایک مومن مسلمان شخص تھا اس کا یہ قصور تھا کہ اس نے بیعتِ خلافت مآب سے انکار کیا تھا اور ہر چند اس سے بیعت کو کہا گیا مگر اس نے نہ مانا نتیجتاً بہ تہمتِ رہزنی و قزاقی اس کو پکڑ کر اور آگ روشن کر کے زندہ جلا دیا خلیفہ اول کے اس جوشِ غضب پر حضرت عمر نے بھی اعتراض کیا تھا اور حدیثِ پیغمبرؐ **لایعذب بالنار الارب النار** کہ سزاوار نہیں کہ آگ سے سوائے خدا کے کوئی کسی کو عذاب کرے ان کو یاد دلائی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ **منقول ہے** کہ فجار مذکور آگ کے درمیان کلمۂ توحید کی تکرار کرتا اور خدا اور رسولؐ کو یاد کرتا تھا تا اینکہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ **حال اشعث بن قیس**: اور اشعث بن قیس کے ساتھ حضرت خلافت پناہ نے یہی رعایت نہیں کی کہ باوصف اس کے کفر و ارتداد کے اس کی جان بخشی فرمائی بلکہ اس کے قرب و قرابت کو موجب فخر و عزت جان کر اپنی نابینا ہمشیر ام فروہ بنت ابی قحافہ کا اس کے ساتھ نکاح کر دیا چنانچہ لوگ آپ کے اس فعل پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے **اکان ثواب الکفر تزویجه البکر** کہ آیا اس کفر کا اجر و ثواب یہ تھا کہ اپنی خواہر دوشیزہ کی اس کے ساتھ شادی کر دی ام فروہ سے اشعث کے گھر میں محمدؐ و اسمٰعیل و اسحاق تین بیٹے اور جعدہ بنت اشعث ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ **ازانجملہ** محمدؐ بن اشعث معرکہ کربلا میں عمرِ سعد کے لشکر میں حاضر تھا اور اس کے اعمال و

کرے گا۔ بی بی عائشہ راوی حدیث کہتی ہیں کہ ابوبکر کو یہ باتیں سن کر اس قدر غصہ آیا کہ اس سے پہلے کبھی اس کو اس قدر غصہ میں نہ دیکھا تھا اور کہا تم مجھ کو خدا سے ڈراتے ہو جس وقت وہ سبحانہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا کہ میرے بندوں پر کس کو امیر مقرر کیا تو میں کہوں گا کہ ایسے شخص کو مقرر کیا ہے کہ تقویٰ و پرہیز گاری میں تمام آدمیوں سے بڑھا ہوا اور رضائے خدا کو رضائے مخلوق پر مقدم جانتا ہے اور بہت سے محامد اوصاف خلیفہ ثانی کے بیان کئے۔ **نیز** روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوبکر نے ایک کاغذ سر بمہر اپنے ایک معتمد کے ہاتھ مہاجر وانصار اصحابِ رسولِ مختار کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ جو مسلمان مطیع وفرمان بردار ہے چاہئے کہ جس شخص کا نام اس کاغذ میں درج ہے اس کے ساتھ بیعت بجالائے حاضرین نے حسب الایما بیعت کی جب علیؑ بن ابی طالب کی باری آئی تو انہوں نے کہا **بایعت ممن کان فیھا وان کان عمر** مولف روضۃ الصفا اس کے بعد کہتا ہے کہ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ یہ قول خالی از ضعف نہیں۔ **نیز** روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوبکر نے علی علیہ السلام کے خطاب میں کہا کہ ماہمہ کارگزار ایم وسرور بادشاہ وامیر توئی و ماہمہ نجوم سپھر ہستیم وتو بدر منیری بعد ازاں فرمود کہ من عمر را بر شما والی وخلیفہ ساختم باید کہ ہیچک از شما پائے از دائرہ مطاوعت و ومتابعت او بیروں نہ نہد وگردن از فرماں واجب الاذعان او نکشد باوجود حسن تدابیر او حال شما منتظم ومہم متمم خواہد بود۔

سبحان اللہ اس مختصر اور چھوٹی سی تقریر میں اتنا تناقض آپ ہی حضرت امیر المومنینؑ کو اپنا سردار و بادشاہ وامیر کہتے ہیں اور آپ ہی ان پر ایک تندخو درشت گو کو فرمانروا مقرر کر کے اس کی اطاعت کی تاکید اکید فرماتے ہیں جب وہ حضرت بدر کامل اور دیگر صحابہ ستارے تھے تو ان کے ہوتے عمر کو خلیفہ کرنا چاند کو چھوڑ کر ستارے سے روشنی طلب کرنا کون سی دانائی کی بات تھی۔ **روایت** ہے کہ ابوبکر مرض الموت میں کہتے تھے کہ میں کبھی اس قدر آزردہ ودلگیر نہیں ہوا جتنا کہ تین امر سے دلگیر ہوں جن کا مرتکب ہوا اور سزاوار یہ تھا کہ ان کو نہ کرتا اور تین امر سے جن کو ترک کیا حالاں کہ چاہئے تھا کہ ان کو عمل میں لاتا اور دیگر تین امر سے کہ حضرت رسولؐ خدا سے ان کی بابت استفسار نہ کیا۔ لیکن وہ تین امر جن کا کہ مرتکب ہوا اور لائق تھا کہ نہ کرتا یہ ہیں پہلے یہ کہ دوست رکھنا تھا کہ خانۂ فاطمہؑ کی پردہ دری اور اس کو کشف نہ کرتا۔ گو اس میں بیٹھ کر میرے ساتھ جنگ کرنے کی تدبیریں سوچتے۔ دوسرے فجارۃ سلمی کو آگ میں نہ جلاتا۔ قتل کرنا تھا تو قتل کرتا ورنہ چھوڑ دیتا۔ تیسرے بروز سقیفہ بنی ساعدہ امر خلافت کو ان دومرد یعنی عمر وابوعبیدہ میں سے کسی ایک کے گلے میں ڈالتا، کہ وہ امیر ہوتا اور میں اس کا وزیر۔ لیکن وہ تین امر جو کرنے سے رہ گئے ایک اشعث بن قیس مرتد ہے کہ جب اسیر ہو کر آیا تو اس کو قتل کرنا چاہئے تھا میں نے اس کو چھوڑ دیا بہ تحقیق کہ وہ شریر ہے جہاں شرارت پائے گا البتہ اس کی مدد کرے گا۔ دوم خالد ولید کو شام پر بھیجا تھا تو عمر خطاب کو عراق پر بھیجتا تا کہ اپنا دہنا اور بایاں ہاتھ راہِ خدا میں مشغول رکھتا۔ سوم

مالک بن نویرہ کو قتل کیا اس نے کہا اے امیر المومنینؑ خفا نہ ہوئے اگر میں نے اپنی عداوت میں مالک کو تہ تیغ کیا تو تمہاری عداوت کی وجہ سے سعد عبادہ کو بھی تو قتل کیا ہے عمر یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اس کو سینہ سے لگا لیا اور فرمایا **انت سیف اللہ وسیف رسولہ** کہ تو ہے شمشیر خدا اور شمشیر اس کے رسولؐ کی۔ **ذکرِ وفاتِ حسرت آیات ابوبکر:** حضرت خلیفہ اول تقریباً تریسٹھ سال دنیا میں زندہ رہے ہیں منجملہ اس کے زمانۂ حکومت و امارت جس کے لئے اتنے بکھیڑے کئے اس قدر مواخذے آخرت کے سر پر لئے کل دو سال تین مہینے چند روز ہے مرض الموت جس میں آپ نے قضا کی یہ تھا کہ ایک روز ہوائے خنک تھی نہا لئے سردی لگ کر بخار چڑھ آیا پندرہ روز اس میں مبتلا رہ کر راہی دار البقا ہوئے۔ خلافت آپ کو زیادہ تر جنابِ عمر کی جد و جہد سے حاصل ہوئی تھی ان کے بعد اس کے حق دار وہ تھے چنانچہ پہلے ہی سے پخت و پز ہو چکی تھی اب وعدہ وفائی کا وقت آیا بنا بریں آپ کو خلیفہ و جانشین بنایا اور اس معاملہ میں ایک وثیقہ تحریر کیا کاتبِ وثیقہ حضرت عثمان تھے جو خود ہر قسم کے محرم راز ہم پیالہ ہم نوالہ ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ ابوبکر نے ان سے کہا لکھ یہ عہد ہے کہ خلیفہ رسولؐ اللہ ابوبکر نے اس کو لکھا ہے کہ خلیفہ اس کے بعد۔ اتنا کہہ کر بے ہوش ہو گئے عثمان نے یہ لکھ کر اپنی طرف سے لکھ دیا۔ ''عمر بن خطاب ہوگا''۔ ابوبکر کو حواس آئے تو عمر کا نام کاغذ میں درج پایا پوچھا یہ نام کس نے لکھا عثمان نے کہا میں نے تحریر کیا بہت خوش ہوئے اور کہا مرحبا شاباش۔ **ناظرین** اس حکایت کو کہ ابن اثیر وغیرہ مورخین معتبرین نے نقل کیا ہے۔ حدیث قرطاس بخاری سے ملائیں اور آنحضرتؐ کی خودغرضی کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہاں تو حضرت عقل کل کی وصیت کو ہجر و ہذیان کے حیلے سے روک دیا اور نہ لکھنے دیا اور یہاں کہ واقعی حضرت ابوبکر وصیت نامہ لکھاتے وقت بے ہوش ہو جاتے تھے ان کی بات سر و آنکھوں پر رکھی جاتی ہے اس کی کوئی وجہ نہیں بجز اس کے کہ وہ وصیت امیر المومنینؑ کے حق میں تھی اور یہ خود اپنے لئے الغرض سب سے پہلے جس نے اس تجویز و تحریر سے مخالفت کی وہ طلحہ بن عبید اللہ تھے کہ داخل عشرۂ مبشرہ ہیں انہوں نے دوبدو خلیفہ اول پر اعتراض کیا کہ عمر ایک درشت خوسخت آدمی ہے تیری زندگی میں خلقت اس کی شدت و غلظت سے نالاں رہتی تھی تیرے بعد تو کیا حال ہوگا اے ابوبکر جب کہ دنیا سے رحلت کر کے حق جل وعلا کے سامنے جائے گا تو تجھ سے سوال کریں گے کہ رعایا و زیر دستوں پر کس کو چھوڑا تو وہاں کیا جواب دے گا۔ **بروایت** کنز العمال یہ اعتراض امیر المومنینؑ اور طلحہ دونوں نے کیا۔ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ اصحاب رسولؐ اللہ جمع ہو کر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا تو عمر کو ہم پر حاکم مقرر کرتا ہے حالاں کہ وہ مردِ تند خو، درشت گو ہے اور ریاست و حکومت کے لئے رفق و مدارا مطلوب ہے فردا قیامت جب کہ حق تعالیٰ تجھ سے سوال کرے گا کہ میرے بندوں پر کس کو والی مقرر کیا تو کیا جواب دے گا اور خطابِ با عتاب حضرت رب الارباب کو کس حجت سے دفع

خالد مدینہ میں آیا تو عمر نے اس سے پوچھا کہ یہ ثروت و تونگری تجھ کو کہاں سے حاصل ہوئی، کہا غنائم سے اور اپنے حصوں سے کہ ساٹھ ہزار درہم سے زیادہ اگر میرے پاس ہو وہ تمہارا مال ہے، لے لو، عمر نے اس کے جملہ اموال و اثاثہ کی قیمت کرائی تو بیس ہزار زیادہ کا نکلا وہ بیت المال میں شامل کیا گیا۔ تمام ہوئی روایت ابن اثیر کی کسی قدر اختصار سے اور روضۃ الصفا میں ہے کہ ''خالد بجانب مدینہ رواں شد بعد از انکہ باں بلدہ مکرمہ رسید بسعادت خدمت عمر استسعاد یافتہ بار دیگر از موقف خلافت بہ تصنیف مال او حکم صادر شدہ و چہل ہزار درہم دیگر از وے گرفتہ اضافہ بیت المال مسلمین کردہ'' اور تاریخ طبری میں ہے **وکان عمر کلما مرَّ بخالد قال یا خالد اخرج مال الله من تحت استك (۱) فیقول والله ماعندی من المال** یعنی جب عمر خالد کے پاس سے گزرتے اس کو کہتے کہ اے خالد مالِ خدا کو اپنی مقعد کے نیچے سے نکال، وہ کہتا قسم بخدا کی میرے پاس کچھ بھی مال نہیں۔ جب زیادہ اصرار کیا تو کہا اے امیر المومنینؑ میں نے جو کچھ تمہاری سلطنت میں کمایا ہے اس تمام کی قیمت چالیس ہزار درہم کو نہیں پہنچتی عمر نے کہا ہم نے اس کو چالیس ہزار پر خرید لیا، خالد نے کہا بہتر ہے میں نے بیچا۔ پس اس کی قیمت کرائی گئی تو کل اسی ہزار درہم کی مالیت کا تھا عمر نے اس کو نصفا نصف کر لیا چالیس ہزار کا اس کو دیا اور چالیس ہزار باقی کو داخل بیت المال فرمایا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنینؑ خالد کا مال رد کر دیتے تو بہتر ہوتا فرمایا میں مسلمانوں کا تاجر ہوں، ان کی تجارت میں یہ نفع ہوا ہے واللہ کہ ہرگز اس کو واپس نہ کروں گا اس کے بعد مورخ مذکور لکھتا ہے **فکان عمر یر انه قد اشتفی من خالد حین صنع به ذٰلك** کہ عمر خیال کرتے تھے کہ ایسا کرنے سے انہوں نے خالد کی طرف سے اپنے دل کو شفا بخشی تھی۔ لیکن **مولف** اوراق کہتا ہے کہ گو یہی کس قدر شفائے غیظ خلیفہ صاحب کا باعث ہوا ہو کہ انہوں نے بار بار اس کو ذلیل و رسوا کیا اور بہت سا مال اس کا چھین کر داخلِ خزانہ فرمایا الاتمام تر ان کے غصہ کے فرو ہونے بلکہ بہ کلی اس سے رضا مند ہو جانے کا باعث خالد کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو اس سے قتل سعد بن عبادہ انصاری میں بروئے کار آیا پیشتر گزارش ہوا کہ سعد عبادہ شروع خلافتِ عمر میں شام کو چلے گئے تھے۔ اس وقت خالد نے وہاں پہنچ کر عمر کے خوشنود کرنے کے لئے اس کو حیلہ سے قتل کیا اور یاروں نے شوشہ یہ اڑایا کہ جن اس کو مار گئے ہیں **مجلسی** علیہ الرحمہ بحار الانوار میں رقم طراز ہیں کہ عمر ایک روز بعض حیطان (۲) مدینہ میں خالد سے ملے اور کہا تو وہی نہیں جس نے

---

(۱) اِسْت بالکسر کون اصل اس کی بستہ ہے۔۱۲

(۲) حیطان جمع حائط بمعنی باغ ولا رست۔۱۲ انتہی

معزول کیا اس پر ایک مرد نے بنی مخزوم سے کہا کہ تو اس شخص کو معزول کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں شمشیر براں کھینچی اور اس کو دافع اہل شرک بنایا ہے، بہ تحقیق کہ ابوبکر سے کہا گیا تھا کہ اس کو معزول کرے تو اس نے کہا تھا کہ میں تلوار کو میان نہیں کرتا جس کو خدا نے کھینچ رکھا ہے، اور اپنے دین کی اس سے نصرت فرمائی ہے پس اے عمر ضرور تم کو حق تعالیٰ معذور نہ رکھے گا، اور نہ مسلمانوں کے نزدیک تو معذور ہوگا۔ اگر تو نے شمشیر خدا کو میان کیا اور اس شخص کو معزول کیا جس کو خدا نے امیر مقرر فرمایا ہے تو اس میں شک نہیں کہ تو نے قطع رحم کیا اور اپنے پسر عم پر حسد کیا ہے پس عمر یہ باتیں اس مخزومی کی جس کا نام بعض روایات میں عمرو ابن حفص لیا گیا ہے سن کر بجائے اس کے کہ اپنی صولت وشوکت کا اثر دکھاتے اور اس گستاخی کی اس کو سزا دیتے۔ اور خوشامد کی سی باتیں بنانے لگے چنانچہ اسی روایت واقدی میں ہے **ثم نظر عمر الی مخزومی فراه غلاما حدث السن فقال شاب حدث السن غضب لا بن عمه** یعنی عمر نے اس مخزومی کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ ایک جوان نوخیز ہے۔ فرمایا جوان نوعمر ہے اس کو اپنے چچازاد بھائی (خالد) کے لئے غصہ آ گیا ہے۔ فرمایئے یہاں صولت عمر کہاں چلی گئی کہ اس جوان مخزومی نے جو دل میں آیا کہہ ڈالا اور برملا خلافت پناہ کو قاطع رحم وحاسد بتلایا اور ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ **القصہ** عزل خالد دومرتبہ عمل میں آیا ایک امارت لشکر ہائے شام سے صدر خلافت عمر میں دوم حکومت قنسرین سے جہاں کہ وہ ابوعبیدہ کی طرف سے حکومت کرتا تھا ۱۷ ہجری میں اس دوسری معزولی کی وجہ ابن اثیر وغیرہ نے یہ بتلائی ہے کہ کچھ لوگ جن میں اشعث بن قیس بھی شامل تھا طلب احسان خالد کے لئے اس کے پاس گئے تھے اس نے ہر ایک کو زر ومال بخشا چنانچہ ایک اشعث کو دس ہزار درہم ملے اس کی خبر عمر کو پہنچی تو بہت برہم ہوئے اور انہوں نے اسی خواری سے قنسرین سے اس کا معزول کرنا تجویز کیا، جیسا کہ پیشتر سپہ سالاری سے ہو چکا تھا چنانچہ انہوں نے ابوعبیدہ کو کہ حمص میں حکومت کرتا تھا لکھا کہ اس کو ویسے ہی ٹوپی پگڑی اتار کر اور پگڑی سے مشکیں باندھ کر کھڑا کر اور پوچھ کہ یہ دس ہزار درہم کہاں سے اشعث کو دیئے اگر اپنے پاس سے دیئے تو سخت فضول خرچ وہ ہے، نہیں تو اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کا مال لٹاتا ہے اور پکا خائن ہے اور کسی صورت لائق حکومت نہیں اس کے علاقہ کو اپنی حکومت میں شامل کر لے پس ابوعبیدہ نے اس کو قنسرین سے طلب کیا اور اہل لشکر کو جمع کر کے منبر پر گیا اور قاصد عمر نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ امیر المومنینؑ دریافت کرتے ہیں کہ اس قدر مال اشعث کو کہاں سے دیا خالد خاموش تھا اور ابوعبیدہ بھی منبر پر چپکا بیٹھا تھا۔ اس وقت بلال نے اٹھ کر کہا کہ امیر المومنینؑ کا تیرے بارے میں ایسا اور ایسا حکم ہے اور اس کا عمامہ اتار لیا اور ٹوپی نیچے ڈال دی پھر کھڑا کر کے عمامہ سے اس کو باندھا اور وہی سوال کیا کہ دس ہزار اشعث کو کس گھر سے دیئے خالد نے کہا اپنے مال سے دیئے پس اس کو رہا کیا اس کے بعد

میں سے بھی ایک پوائی لے لی۔ پس لوگوں میں عمر کی نسبت گفتگوئیں ہونے لگیں اور انہوں نے کہا قسم بخدا کہ یہ خالد کی عداوت کے سبب سے ہے اور صحابہ کو اصلاً پسند نہ آیا جو کچھ خالد کے ساتھ کیا گیا۔ اور کہتے ہیں کہ خالد نے مجمع میں اس طرح بے غیرت ہونا گوارا نہ کیا جب بلال بن حمامہ موذن کھڑا ہوا کہ اس کو اس کے عمامہ سے باندھے تو اس نے بلال کو جھڑکا اور کہا ایہہ (۱) تو کیا چاہتا ہے اور اس کو دشنام دی پھر تھوڑی دیر بعد کہا کر جو چاہے، پس بلال نے اس کے عمامہ سے اس کو باندھا۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ نے یہ فعل عمر کا پسند نہیں کیا اور اس میں لوگوں نے گفتگوئیں کیں، اور بحلف شرعی کہا کہ عمر نے صرف عداوت سے خالد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اور نیز خالد نے بھی سیدھی طرح سے اس حکم کو نہیں مانا بلکہ بلال حبشی جیسے بزرگوار صحابی کو جب کہ وہ اجرا حکم کے لئے کھڑا ہوا دھتکار اور گالیاں تک اسے دیں کہ لفظ **نَالَ مِنْهُ** کہ روایت میں ہے، اس پر دلالت صریح رکھتا ہے، پس صاحب ازالتہ الخلفا نے جو جوشِ مدحِ خلیفہ ثانی میں لکھ دیا کہ تحفہ تر اینکہ خالد با اینہمہ جلادی کہ داشت براین ماجرا مجال دم زدن ندید دیگر لشکریان وامراز دید ابن معاملہ بد دل نشد نداز سرتا پا باطل ہے، اور علیٰ ہذا جو کہ بمفاد بنائے فاسد علی الفاسد اس پر متفرع ومترتب فرمایا ہے، کہ این از خصائص صولت حضرت فاروده است وہ بھی صحیح نہ ہوگا، کیوں کہ یہاں ناظرین نے دیکھ لیا کہ خالد نے بھی اس میں کم زنی نہیں کی، اور اہلِ لشکر بھی خلیفہ صاحب کی عیب جوئی سے باز نہ رہے، بلکہ وہاں تو وہاں خود مدینہ میں حضرت عمر کی روبرو عین اس وقت جب کہ وہ منبر پر فخر یہ اس عزل ونصب کا ذکر فرما رہے تھے لوگوں نے ان پر ردو انکار کیا ہے، اور ذرا پاس ولحاظ صولتِ عمر کا نہیں رکھا۔ واقدی فتوح الشام میں کہتا ہے کہ عمر نے عزلِ خالد کے بعد خطبہ کہا **ایها الناس انی امرت ابا عبیدة الرجل الامین وقد راية ذلك اهلا وقد عزلت خالد اعن امارته فقال رجل من بنی مخزوم العزل رجلا اشهر الله بیده سیفا ناطقا جعله دافعا للمشرکین وقد قیل لابی بکر اعزله فقال لا اعزل سیفا سله الله ونصربه دینه وان الله یعذرك ولا المسلمون انت غمدت سیف الله وعزلت امیر امره الله لقد قطعت الرحم و حسدت ابن العم** یعنی عمر نے کہا، لوگو میں نے ابو عبیدہ کو کہ مرد امین ہے امیر مقرر کیا ہے اور میرے نزدیک وہ اس عہدہ کے لائق ہے اور خالد کو میں نے

---

(۱) مراد ان بعض کتب سے انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون تصنیف علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی ہے کہ یہ اصلی وجہ عداوت کی اس میں بضمن سریہ خالد بن الولید ابی بنی خذیمہ ذکر کی ہے جیسا کہ مولانا مفتی محمد قلی علیہ الرحمہ نے تشیدُ المطاعن میں نقل کیا ہے۔ ۱۲۔

کہ مسلمانوں کو مالِ حرام کھلایا اور ناجائز لونڈی غلاموں پر ان کو تصرف بخشا کہ انہوں نے ان کی عورتوں سے بحرام جماع کیا اور اولادِ زنا ان سے پیدا ہوئی اور جو ان کا فعل حق و درست تھا تو نہایت ناروا جسارت حضرت عمر سے سرزد ہوئی کہ انہوں نے یہ مالِ حلال مسلمانوں سے اگلوایا اور غلام کنیزوں کو ان کے جائز مالکوں سے چھینا اور غیر مستحقوں کو بلا بیع و نکاح بخشا کہ وہ بحرام ان پر متصرف ہوئے۔ غرض دونوں باتوں سے ایک بات ضرور لازم آئے گی۔ **الغرض** کتبِ تاریخ میں لکھا ہے کہ بعدِ بیعت، اول کلمہ کہ خلیفہ ثانی کی زبان سے نکلا ان کا خالد کو امارتِ لشکرِ شام سے معزول کرنا تھا، وہ کلمہ یہ تھا۔ **لایلی لی خالد عملاً ابداً** یعنی خالد کبھی میرے کسی کام کا والی نہ ہوگا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ یہ پہلا خط جو خلافت پناہ نے لکھا ابوعبیدہ کی طرف تھا۔ جس میں خالد کو سپہ سالاری سے معزول کر کے ابوعبیدہ کو اس کی جگہ مقرر کیا تھا۔ کیوں کہ وہ تمام زمانہ خلافت ابوبکر خالد سے ناراض تھے، بباعث قضیۂ مالک بن نویرہ کے، اور بوجہ ان افعال کے جو وہ لڑائیوں میں کرتا تھا اور بعض کتب میں ہے کہ اصلی باعث عداوت کا خالد اور عمر کے درمیان یہ تھا کہ ایک مرتبہ شروع جوانی میں ان دونوں کی باہم کشتی ہوئی خالد ازبس طاقتور مسٹنڈا تھا اس نے جو عمر کو اٹھا کر پٹکا تو ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی، جو بہت سے علاج معالجہ کے بعد درست ہوئی تھی، اس وقت سے عمر اس کی طرف سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔ بہرکیف آپ نے ابوعبیدہ کو لکھا کہ خالد کو مجمع عام میں کھڑا کر کے اس کے سر سے ٹوپی اور عمامہ اتارے اور اسی عمامہ سے اس کے ہاتھ باندھ کر اس سے ان افعال کے بابت جو اس سے سرزد ہوئے دریافت کرے اگر وہ اپنی تکذیب کرے تو اپنے کام پر بدستور برقرار رہے انکار کرے تو امیر تو ہے اس کے اموال مقاسمہ کر کے نصف اس کا بیت المال میں داخل کر۔ ابوعبیدہ نے مضمون خط خالد کو سنایا تو اس نے کہا اتنی مہلت دے کہ میں اس بارے میں مشورہ کرلوں ابوعبیدہ نے مہلت دی پس خالد نے فاطمہؑ بنت ولید اپنی بہن سے کہ حارث بن ہشام کے نکاح میں تھی۔ صلاح لی۔ اس نے کہا **واللّٰہ لایحبك ابدا ومایرید الا ان تکذب نفسك ثم ینزعك** کہ قسم خدا کی عمر کبھی تجھ سے دوستی نہ کرے گا وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ تو اپنے تئیں تکذیب کرے پھر تجھ کو علیحدہ کر دے خالد یہ کلام دانش نشان اپنی عاقلہ بہن سے سنا تو بے اختیار اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا **صَدقتِ واللّٰہ** قسم بخدا تو نے راست کہا پس اس نے اپنی تکذیب سے انکار کیا۔ اور مراۃ الزماں میں ہے کہ خالد نے یہ حکم خلیفہ صاحب کا ابوعبیدہ سے سنا تو کہا **فعلها الا عیسر بن ختمه** یعنی حسب عادت خود عمر کی دونوں طرح کی مذمت کی کہ پسر حنتمہ اور چپہ دست (بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا) کا یہ کام ہے **لا یذال کذا** وہ ہمیشہ ایسا ہی کرے گا اور ابوعبیدہ کو کہلا بھیجا کہ میں اپنی تکذیب نہیں کرسکتا تو آ کر میرے مال کا مناصفہ کرلے۔ ابوعبیدہ نے ٹھیک نصفا نصف کرلیا تا اینکہ اگر ایک جفت نعلین پایا تو اس

خلیفہ صاحب کو پہنچا اور ادھر خلیفہ ثانی کا بھائی زید بن الخطاب اس معرکہ میں قتل ہوا تھا ان کو یہ حالات معلوم ہوئے تو بہت زور سے خالد کی شکایت کی اور کہا اس کو اب امیر لشکر نہیں رکھنا چاہئے بارے حضرت ابوبکر نے اسے معزول تو نہ کیا لیکن ایک نامہ بکمال زجر وعتاب تحریر کیا جس کو ہم اصل عبارت روضۃ الصفا سے نقل کرتے ہیں وھو ھذا اے خالد دائم الاوقات با ازدواج واختلاط نسواں اشتغال مینائی واستیلائے شہوت میان تو وحیا وشرم ومصلحت حائل است واز مصیبت ہزار ودویست مسلماناں کہ ہفتصد ازاں قرآن خواں بودند فراغت داری وغرائے یاران پیغمبر گاہے نداشتی و فیداری داریں حرکات ناشایستہ علاوہ قتل مالک بن نویرہ شد۔ نفرین برتو واحوال واقوال قبیح واعمال شنیع تو باد کہ نسبت بنی مخزوم را معیوب گردانیدی والسلام۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے زوجہ مالک کے ساتھ زنا کرنے پر بھی خالد کو بہت جھڑکا تھا کیوں کہ لڑائی کے موقعوں پر یوں لذات نسا میں منہمک ہوجانا عرب میں نہایت معیوب گنا جاتا تھا اور اس وقت تو بے حیا و بے شرم، یاران پیغمبرؐ کے قتل سے بے پروا، بنی مخزوم کی ذات کو بٹہ لگانے والا، سبھی کچھ کہہ ڈالا۔ اور لعن ونفرین تک نوبت پہنچادی اگر اہل تشیع کسی ادنیٰ صحابی کی نسبت بھی یہ کلمات زبان پر لاتے تو خدا جانے اہل سنت ان کا کیا حال کرتے مگر یہ خلفیہ اول ہیں انہیں کچھ نہیں کہتے۔ طرہ یہ کہ خالد نے خلیفہ صاحب کی اس درازنفسی پر ذرا بھی خیال نہیں کیا اور خالی باتوں میں بلکہ اسے ٹھٹھہ میں اڑادیا، اس لئے کہ اس خط پڑھنے کے بعد کی جو اس کی کیفیت روضۃ الصفا میں تحریر ہے وہ یہ ہے۔ چوں نامہ ابوبکر بخالد رسید واز فحوائے آں وقوف یافت بقہقہہ خندید وگفت ایں کلمات از سخنان عمر است و ابوبکر از ہمہ آنہا بخیر۔ ایہا الناظرین آپ نے خالد کے حالات پڑھے اور معلوم کیا کہ وہ کس قماش کا آدمی تھا ہم نے بھی ان کوائف کو ذرا بسط سے اس واسطے قلم بند کیا تا کہ آپ دیکھیں کہ یہ وہی شخص ہے جس نے نور خدا کے مٹانے اور عمود دین کے گرانے یعنی امیر المومنینؑ نفس رسولؐ رب العالمین کے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا تھا ہر چند کہ وہ عمل میں نہیں آیا مگر وہ کسی طرح پسر ملجم قاتل امیر المومنینؑ سے کم نہیں رہا۔ پس آپ جانیں کہ آنحضرتؐ کی دشمنی ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو اس طرح دین وایمان سے بے گانہ اور فسق وفجور میں مستغرق ہوں، اب ہم کچھ سلوک خلیفہ ثانی کے جو انہوں نے اپنے باختیار ہونے کے زمانہ میں خالد کے ساتھ کئے اور لکھتے ہیں اور اس قصہ کو تمام کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت عمر کو جو حصہ غنائم قبیلۂ مالک سے ملا تھا انہوں نے اس پر اصلا تصرف نہ کیا بلکہ بجنسہ اٹھا رکھا تا انیکہ خلافت پر فائز ہوتے ہی جو لوگ اس قبیلے کے رہ گئے تھے ان کو بلایا اور وہ حصہ معہ دیگر اموال ونفوس کے جو مسلمانوں کے پاس سے دستیاب ہوئے ان کو دلوادیا، تا انیکہ کہتے ہیں کہ کچھ عورات نواحی شستر سے واپس منگائی گئیں کہ بعض ان میں سے حاملہ تھیں۔ یہاں قدرتی طور سے اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس مقدمے میں حضرت ابوبکر برسر خطا تھے تو وہ سخت مواخذہ دار آخرت ہیں

اسما بنت عمیس مومنہ پاک کے پاس کہ ان ایام میں زوجۂ ابوبکر تھی بھیج دیا کہ اچھی طرح رکھے تا انیکہ کچھ دنوں بعد اس کا بھائی آیا اور حضرت نے اس کے ساتھ نکاح پڑھالیا۔ جابرؓ نے اتمام حدیث کے بعد عرض کی اے ابوجعفر قسم بخدا کہ علیؑ نے بعد اتمام حجت وثبوت شاہد و بینۂ اسیر بنکاح اس پر تصرف فرمایا، پس لعنت خدا کی اس پر کہ حق اس پر واضح اور روشن ہو جائے پھر وہ آنحضرتؐ کی فضیلت سے انکار کرے اور ان کے اور حق کے درمیان اوروں کو حائل گردانے۔ **رجوع بحال خالد ولید:** خالد میں جہاں اور اوصاف شنیعہ جمع تھے۔ وہاں یہ بھی ایک وصف تھا کہ وہ فضول خرچ پرلے سرے کا تھا۔ اموالِ غنیمت کو وہ بہت بے دردی سے اڑاتا تھا اور ابوبکر کو مطلقاً اس کا حساب نہ بھیجتا تھا ہر چند ابوبکر بھی اس سے ناواقف نہ تھے مگر وہ دیدہ و دانستہ اغماض کرتے تھے عمر نے چاہا کہ اس کا ہاتھ روکا جائے ابوبکر سے کہا کہ اس کو لکھو کہ بغیر تمہاری اجازت کے کسی کو کچھ نہ دے ابوبکر نے اس کو لکھا تو اس نے حضرت کو لکھا **اما ان تدعنی وعملی و الافشانك وعملك** یعنی یا تو مجھ کو میرے کام پر چھوڑ دے کہ میں جو چاہوں سو کروں ورنہ تو جان اور تیرا کام، عمر نے کہا اس کو معزول کرنا چاہئے ابوبکر نے کہا اس کو معزول کروں تو اس کی بجائے کون میرا کام انجام دے، عمر تیار ہو گئے کہ سپہ سالاری کا کام میں کروں گا مگر اور لوگوں نے ابوبکر کو کہا کہ عمر کو تمہارے پاس رہنا چاہئے اور خالد اسی کام کے لئے موزوں ہے جس پر کہ ہے اور معاملہ رفت گذشت ہوا۔ چنانچہ یہ تمام کیفیت زبیر بن بکار کی روایت سے ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں نقل کی ہے۔ **اور ایک اور حرکت** اس پسر ولید کی یہ ہے کہ جنگ یمامہ میں بارہ سو مرد اصحاب رسولؐ اللہ سے شہید ہوئے تھے کہ اکثر ان سے مہاجرین وانصار و حافظانِ قرآن تھے اس مصیبتِ عظیم میں کہ اسلام و مسلمین پر واقع ہوئی چاہئے تھا کہ وہ محزون و مغموم ہوتا۔ مگر اس نے اسی موقع پر دختر مجاعہ بن مرارہ سے کہ ارکان دولت مسیلمہ کذاب سے تھی شادی کی ٹھہرائی ہر چند خود مجاعہ نے کہا اے امیر اس وقت مصیبت میں کہ کثرتِ قتل و قمع سے گھر گھر میں سوگ و ماتم بپا ہے کون موقع شادی کا ہے مگر اس شہوت پرست نے ایک نہ سنا اور مزے سے شادی کدخدائی رچائی اور ایک لاکھ درہم دلہن کے مہر میں دے کر نکاح کیا اور وہیں عیش و عشرت میں غرق ہو گیا اور ایسا مست بادہ و سرور ہوا کہ بجز اقربا دلہن کے اس کی نظر میں کسی کی وقعت نہ رہی صحابہ کبار رسول مختار کو وہ منہ نہ لگاتا تھا چنانچہ کبراء صحابہ اس کی اس حرکت سے ناخوش ہو گئے اور حسان بن ثابت نے ایک قطعہ ابوبکر کو بدیں مضمون لکھ کر بھیجا کہ تو خلیفۂ رسولؐ اللہ ہے روا رکھتا ہے کہ ہمارے شہیدوں کا خون خشک نہ ہوا اور خالد عروس کے ساتھ حجلۂ عشرت میں پاؤں پھیلائے اور اعضا و جوارح مسلمانوں کے ہنوز خاک و خون میں غلطاں میدان میں پراگندہ ہوں اور وہ دلجمعی سے مسند حریر و دیبا پر تکیہ لگائے خویش و اقاربِ منکوحہ کو محترم رکھے اور ہمارے سلام کا جواب بھی مشکل سے دے، یہ قطعہ

ماں کہتی تھی کہ تو ایک منحوس حمل ہے جو ایسے نحس وقت میں رہا۔ جب نو مہینے پورے ہوئے تو تیری ماں نے خواب میں دیکھا کہ گویا تو تولد ہوئی اور اس نے تجھے کہا تو منحوس ہے کہ نامبارک زمانہ میں پیدا ہوئی تو نے کہا اے مادر ایسا نہ کہو بہ تحقیق کہ میں بابرکت ہوں مبارکی سے نشوونما پاؤں گی پھر ایک سید و سردار سے میرا عقد ہوگا اور اس سے میرے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بنی حنیف کے لئے عزت اور فخر کا باعث ہوگا خولہ نے کہا راست کہا تم نے اب فرمایئے کہ میرے اور میری ماں کے درمیان کیا علامت تھی۔ فرمایا جب تو پیدا ہوئی تو اس نے اس خواب کو تیرے کلام سمیت ایک تانبے کی تختی پر کھدوا کر عتبہ خانہ کے نیچے دفن کر دیا جب پانچ برس کی ہوئی تو یہ ماجرا تجھ سے بیان کیا تو نے اس کی تصدیق کی چھ سال کی ہوئی تو پھر اس قصے کو تجھ پر دوہرایا۔ تو نے پھر اس کا اقرار کیا اس وقت اس نے وہ تختی نکال کر تیرے حوالہ کی اور کہا اس کو بازو پر باندھ لے اور حفاظت کر اس کی جب اس قبیلہ پر مصیبت پڑے اور وہ شخص ان پر چڑھ آئے جو ان کے مردوں کو قتل اور زن و بچہ کو اسیر کرے اور مال واسباب کو لوٹ لے اور تو بھی ان کے درمیان قید ہو جائے تو اس لوح کو اپنے پاس رکھنا جو شخص اس خواب کا حال تجھ سے بیان کرے اور عبارت لوح تجھ کو بتلائے اس سے نکاح کرنا خولہ نے کہا **صَدَقْتَ یا امیر المومنینؑ** راست کہا تم نے اے امیر مومنون کے یہ کہہ کر وہ تختی نکال کر حضرت کے آگے ڈال دی بہ روایت ابن شہر آشوب وخرائج حضرت نے فرمایا جب تو گرفتار ہوئی تو بڑا اہتمام تجھ کو اس کا تھا کہ وہ تختی تجھ سے گم نہ ہو جائے پس تو نے اسے اپنے بازوئے راست پر محکم باندھا اب وہ تختی مجھ کو دے کہ میں اس کا صاحب ہوں اور میں ہی باپ ہوں اس پسر ارجمند کا اور نام اس کا محمدؐ ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ خولہ روبقبلہ ہوئی اور کہا **اَللّٰھُم (۱) انت المتفضل المنان او دعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیٰ ولم تعطھا لاحدالا و اتممتھا علیه اللھم بصاحب النبوۃ التی اخبر بما ھو کائن الا اتممت فضلك علیٰ** یہ دعا پڑھ کر اس لوح کو نکال کر حضرت کے آگے ڈال دیا۔ ابوبکر نے اسے اٹھایا اور عثمان کو دی کہ قرأت کرے عثمان نے پڑھا قسم خدا کی کہ جو کچھ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا اس سے نہ ایک حرف زیادہ تھا نہ کم تھا۔ دوست شاد دشمن نامراد ہوئے اور صدا مجلس سے بلند ہوئی کہ راست کہا ہے رسولؐ اللہ نے **انا مدینته العلم وعلیؑ بابھا** کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ابوبکر نے خولہ کو امیر المومنینؑ کے حوالہ کیا اور آپ نے

---

(۱) ترجمہ پروردگارا تو ہی ہے فضل و احسان کرنے والا پروردگارا الہم وموفق کر تو مجھ کو کہ میں تیری نعمت کا کہ تو نے مجھ کو عطا کی شکر بجالاؤں، اور خداوندا تو نے کسی کو کوئی نعمت عطا نہیں کی الا یہ کہ اس پر تمام کی، خداوندا بحق اس صاحب نبوت کے جس نے خبر دی اس امر کی جو کہ ہونے والا ہے تو اپنے فضل و کرم کو مجھ پر تمام کر۔ ۱۲۔

نہیں بجز اس کے کہ تمہارے اہل بیت کو دوست رکھتے ہیں پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا ایہا الناس کس لئے تم نے ہم کو قید کیا بحالیکہ ہم شہادتین کا اقرار کرتے ہیں ابوبکر نے بقولے زبیر اُس سے کہا اس سبب سے کہ تم نے مال خدا کے ہمارے پاس ادا کرنے سے انکار کیا کہا انکار نہیں کیا، ایسا اور ایسا کہا اور مانا کہ انکار ہی کیا تھا، تو مردوں نے کیا تھا، عورتوں کا اس میں کیا قصور تھا ابوبکر کو اس کا کچھ جواب نہ آیا پس مہاجرین سے دو مرد یعنی طلحہ زبیر نے اس پر چادر ڈال دی (یہ نشان تھا خریداری کنیز کا) خولہ نے کہا اے معشر اعراب تم کو کیا ہوا کہ اپنی عورتوں کو چھوڑ کر پرائی عورتوں کی ہتک حرمت کرتے ہو، کہا ہم تجھ کو بھاری قیمت پر خرید کریں گے خولہ نے کہا تم مجھ کو نہیں لے سکتے قسم خدا کی اور محمد مصطفیٰؐ کی کہ مجھ کو وہ لے سکتا ہے جو بتلائے کہ میرے حمل کے وقت میری ماں نے کیا خواب دیکھا اور کیا میں نے اس سے کہا، اور میرے اور اس کے درمیان کیا علامت تھی۔ اور جو بغیر اس کے میرا قصد کرے گا میں اپنے ہاتھ سے اپنا پیٹ پھاڑ لوں گی اور یوں میری قیمت ضائع ہوگی ابوبکر نے کہا اگر تو نے کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کر کہ اس کی تعبیر کی جائے بروایتِ الخرائج والجرائح فرمایا اس مجمع کو دیکھ کر خوف اس پر چھا گیا اور بے ہوشانہ یہ باتیں کرتی ہے۔ خولہ نے کہا جو میرا شوہر بننا چاہتا ہے وہی اس خواب کی تعبیر بتلائے گا دوسرا نہیں بتلا سکتا پس طلحہ زبیر نے مایوس ہو کر اپنے اپنے کپڑے اٹھالئے بروایتے اس نے کہا **ایھا الناس لست بعریانة فنلبسونی ولا سائلة فتصدقون علی** لوگو میں ننگی نہیں ہوں کہ تم مجھ کو ڈھانپتے ہو نہ سائل ہوں کہ مجھے خیرات دیتے ہو۔ غرض یہی باتیں تھیں کہ حضرت امیر کبیر وہاں تشریف فرما ہوئے لوگوں نے یہ حکایت حضرت سے بیان کی آپ نے فرمایا راست کہتی ہے یہ حال اس سے بیان کرو اور اس پر متصرف ہو جاؤ کہا اے ابوالحسن تم جانتے ہو کہ جب سے رسولؐ اللہ نے رحلت کی تو اخبار سماوی ہم پر بند ہو گئے پھر علم غیب کے دریافت ہونے کی کیا صورت ہے فرمایا اگر میں اس سے خبر دوں تو معترض تو نہ ہو گے کہا نہیں پھر خولہ سے فرمایا اگر تجھے تیرے قصہ سے آگاہ کروں گا تو تجھ پر قبضہ کرلوں گا کہا تو کون ہے فرمایا علیؑ ابن ابی طالب کہا تم وہی ہو جن کو رسولؐ اللہ نے بروز غدیر امامت پر نصب فرمایا۔ فرمایا ہاں وہی ہوں خولہ نے کہا ہم تمہاری ہی وجہ سے تباہ ہوئے کیوں کہ ہمارے مرد کہتے تھے کہ ہم سوائے امام نصب کردہ پیغمبرؐ خدا کے کسی کی اطاعت نہیں کریں گے اور کبھی زکوٰۃ نہ دیں گے امیر المومنینؑ نے فرمایا **اجرکم غیر ضائع وان اللّٰہ توفی کل نفس ما عملت من خیر** کہ تمہارا اجر ضائع نہ ہوگا اور حق تعالیٰ پورا کرے گا ہر شخص کے لئے بدلہ نیکی کا جو اس نے کی ہے۔ پھر فرمایا اے حنفیہ کیا یہ راست نہیں کہ تیرا حمل قحط سالی میں رہا تھا جب کہ آسمان سے قطرۂ آب نہ برستا تھا اور نہ زمین سے پرکاہ نکلتا، نہریں اور چشمے خشک ہو گئے تھے اور جانورانِ صحرا چراگاہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے نہ ملتی تھی۔ تیری

خدمتِ دربانی پر مامور تھا رشک پیدا ہوا اور یہ کہہ کر حضرت رسالت پناہ اس وقت کسی کام میں مشغول ہیں حضرت کو اندر نہ جانے دیا تھوڑی دیر میں پھر رسولؐ خدا نے دعا کی پھر امیر المومنینؑ تشریف لائے انس نے پھر وہی خلاف واقع جواب دے کر حضرت کو لوٹا دیا۔ غرض تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت رسولؐ دعا کرتے اور امیر المومنینؑ برطبق اس کے درِ دولت پر حاضر ہوتے اور انس جھوٹ بول کر آپ کو ٹال دیتا۔ چوتھی مرتبہ جو حضرت نے دعا کی تو حضرت امیرؑ نے آ کر بزور دروازہ کھٹکایا رسولؐ اللہ نے آواز سن کر اندر بلا لیا۔ فرمایا اے انس کیا باعث ہوا کہ تو نے علیؑ کو میرے پاس نہ آنے دیا عرض کی میں چاہتا تھا کہ یہ دعا آپ کی انصار میں سے کسی کے حق میں قبول ہو فرمایا کہ کوئی انصار میں ہے کہ علیؑ سے بہتر و افضل تر ہو بروایتے کہا **اَحْبَبْتُ ان یکونا فی رجل من قومی** کہ میں نے چاہا کہ یہ دعا میری قوم میں سے کسی کے حق میں ہو فرمایا **ان الرجل یحبّ قومہٗ** بے شک آدمی اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے۔ غرض نبیؐ و وصی نے ساتھ بیٹھ کر وہ مرغ تناول کیا بموجب اس روایت کے امیر المومنینؑ محبوب ترین خلائق تھے خدائے رب العالمین کے نزدیک اور یہ ایک بے نظیر منقبت ہے آپ کے لئے افسوس کہ خلیفہ ثانی آپ کے ہوتے سالم مولائی ابی حذیفہ کی آرزو کرتے تھے کہ بموجب ان کے اپنی روایت کے شدید الحب فی اللہ تھے نہ کہ احب الخلق الی اللہ ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے القصہ حضرت امیر المومنینؑ نے حدیث وصایت حدیث مواخات حدیث منزلت وغیرہ کو مجمع کے سامنے پڑھا استخلاف عظیم روزِ غدیر خم کو یاد دلوایا۔ ابلاغ سورۂ برات کا عزل و نصب جتلایا۔ غرض فضیلتوں کے انبار اور حجتوں کے تودے لگا دیئے مگر ناحق شناس عبدالرحمٰن بن عوف پر کہ یک طرفہ کارروائی کر چکا تھا ذرا اثر نہ ہوا۔ اور کہا تو یہ کہا جو کہ روضۃ الاحباب میں منقول ہے ''دریں حال عبدالرحمٰن گفت یا ابوالحسن ہمہ فضائل را کہ شمردی چنین است کہ تحت تصرف بیان آوردی وجمیع اصحاب بدیں امور اقرار واعتراف دارند۔ لیکن اکنوں اکثر مردم بعثمان بیعت نمودہ اند متوقع از جناب تو آں کہ با جمہور موافقت نمائی و بقدم قبول پیش آئی'' حضرت نے اس کا جواب بموجب روایت اسی روضۃ الاحباب کے اس طرح پر دیا بخدا سوگند کہ شما میدانند کہ احق بخلافت کیست وبا ایں بمقتضاء علم خود عمل نے نمائید بنا بر ملاحظہ اغراض ومصالح دینوی خود واللہ کہ من مسلم داشتم برخود تیرا کہ مے دانم کہ سلامت مسلمانان دراں تنزل وتسلیم است چہ دراں تسلیم حیف خاصہ بر من ست و بر اسلام ومسلمانان ترک مناقشہ ومنافہ کردم طلبا للاجر پھر صاحب روضہ کہتے ہیں کہ یہ اشعار آبدار اس ابر گوہر بار سے صفحہ روزگار پر یادگار ہے مناسب اس قول و گفتار کے ہیں۔

قد یعلم الناس انا خیرھم نسبا	**ونحن افخرھم نسبا اذا فخروا**
رھط النبی وھم ماوی کرامۃ	**وناصر الدین والمنصور من نصروا**

والارض تعلم انا خیر ساکنها کما یشهد به البطحاء والمدروا
والبیت ذی السر والارکان لوسالوا نادی بذلك رکن البیت والحجروا

اور مناسب مقام ہیں یہ اشعار۔

کمال قدر تو ہرگز کجا تواند دید بچشم سرفلک کحل گر شود زرقا
فراز قدر تو قدر دگر چناں باشد کہ وہم ازاں سوئے گردن گماں برد صحرا
اگر ز کوہ بپرسد کسے ز بانگِ بلند کہ درمیانہ اولاد آدمؑ و حوّا
کسے نظیر تو خیز از زمانہ دید ہر انچہ گفت گواہی دہد زبان صدا

اور احتجاج میں ہے کہ بعد اتمامِ مناشدہ کے حضرت امیر المومنینؑ نے جماعت حاضرین سے فرمایا کہ اب جب کہ تم نے ان باتوں کا اقرار کیا۔ اور یہ ارشاد حضرتِ رسولؐ خدا یہ امر اچھی طرح تمہارے اوپر ظاہر و آشکار ہو گیا تو خدا سے ڈرو اور اس جل شانہ کی مخالفت و نافرمانی نہ کرو پس حق کو اہل حق کی طرف واپس کرو تا کہ سنتِ رسولؐ اللہ کی متابعت ہو۔ پس وہ یہ سن کر ایک دوسرے کو دیکھنے اور باہم غمزہ و کنایہ کرنے لگے کہ بے شک یہ سب سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں اور تمام پر فضیلت و فوقیت رکھتے ہیں۔ الا اگر خلافت ان کو ملی تو سب کو برابر رکھیں گے اور کسی کو کسی پر ترجیح و تفضیل نہ دیں گے بخلاف عثمان کے کہ تمہاری مرضی کے موافق کام کرے گا پس عثمان کے ساتھ بیعت کی۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے **فخرج عثمان علی الناس ووجهه متهلل وخرج علیؑ وهو کاسف الباطل مُظلِمٌ** کہ عثمان لوگوں میں برآمد ہوئے۔ حالاں کہ ان کا چہرہ مارے خوشی کے چمکتا تھا اور علی علیہ السلام شکستہ دل و غمگین تھے۔ پس مغیرہ بن شعبہ نے عثمان سے کہا کہ اگر تمہارے سوا کسی دوسرے کے ساتھ بیعت ہوتی تو ہم نہ کرتے عبدالرحمٰن نے کہا جھوٹ کہتا ہے تو قسم بخدا کہ اور سے بیعت ہوتی تو لابد تجھ کو بیعت کرنی پڑتی تجھ کو اس میں دخل ہی کیا ہے اے پسر زن دباغت کنندہ چرم کے۔ قسم بخدا کہ اگر کوئی اور خلیفہ ہوتا تو اس کے سامنے بھی خوشامد و طمع دنیا سے ایسی ہی باتیں بناتا جیسی عثمان کے آگے بناتا ہے دور ہو یہاں سے مغیرہ نے کہا اگر امیر المومنینؑ (عثمان) کا لحاظ نہ ہوتا تو میں بھی تجھے ایسا جواب دیتا جو تیرے تئیں ناگوار گزرتا پس دونوں وہاں سے چلے گئے۔ پھر شعبی سے نقل کرتا ہے کہ عثمان اپنے مکان پر پہنچے تو بنی امیہ اس کے گرد جمع ہو گئے حتیٰ کہ تمام مکان ان سے پُر ہو گیا۔ پس دروازہ بند کر لیا۔ اس وقت ابوسفیان بن حرب نے کہ نابینا ہو گیا تھا پوچھا آیا تمہارے درمیان کوئی غیر شخص تو نہیں۔ کہا نہیں۔ اس نے کہا اے گروہ بنی امیہ اب تم اس بادشاہت سے کہ تمہارے درمیان آ گئی ہے منتفع ہو۔ اور ایک دوسرے کی طرف

گیند کی طرح اس کو لڑکاؤ اور اس سے کھیلو۔ ابوسفیان بن حرب کا دین: **فوالذی یحلف بہ ابوسفیان مامن عذاب و لاحساب ولاجنۃ ولا نارو لابعث ولا قیامۃ** یعنی اسی کی قسم ہے۔ جس کی کہ ابوسفیان قسم کھایا کرتا ہے کہ کوئی عذاب ہے نہ حساب و کتاب نہ بہشت نہ دوزخ نہ حشر ونشر و نہ قیامت راوی کہتا ہے کہ اس پر عثمان نے اسے جھڑکا اور یہ کلام اس کو برا معلوم ہوا اور اس کو وہاں سے نکال دیا۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ عثمان نے جھڑکا الخ یہ فقرہ راوی نے ظاہر اصلاح معاملہ اور عثمان کو اعتراض سے بچانے کی غرض سے بڑھایا ہے نہیں تو خلیفہ ثالث ایسے ہی جھڑکنے والے ہوتے تو پہلے سے مکان کا دروازہ کاہے کو بند کیا جاتا دروازہ بند کرنے سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ خلوت کر کے ایسا ہی زہر اگلنا اور کفر و زندقہ کی باتیں کرنی چاہتے تھے۔ نیز اگر عثمان ٹھیک ٹھیک پائے بند شرع ہوتے تو اس ظاہر و باطن کے اندھے کو پکڑوا کر اس سے توبہ کراتے نہ کرتا تو اس کو قتل کرواتے۔ یہ جھڑک کر چپکا ہو رہنا کیسا۔ مرتد کے لئے صرف جھڑک دینا اور گھر سے نکلوانا کب کافی ہے۔ بہر کیف امیر معاویہ کے باوا صاحب کے دین و ایمان کی شعبی جیسے بزرگوں کے قول کے موافق یہ کیفیت تھی۔ مگر تعصب بھی کیا بری بلا ہے کہ آدمی کو از خود رفتہ کر دیتا ہے۔ ابن حجر مکی تیمی نے رسالہ تطہیر الجنان واللسان عن مثالب سیدنا معاویہ بن ابی سفیان میں اسی ابوسفیان کی کیا کچھ مدح گستری نہیں کی اور تو اور اس کے ایمان کو سراہا یعنی اس کو اکابر صادقین و افاضل مومنین میں سے ایک قرار دیا ہے **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات نمازِ عشاء کے بعد مسجد میں بیٹھا تھا اور لوگ سب متفرق ہو گئے تھے صرف ابوسفیان اور اس کا بیٹا معاویہ رہ گئے تھے۔ میں ستون کی اوٹ میں تھا کہ ابوسفیان نے معاویہ سے کہا دیکھ کہ اس مسجد میں کوئی آدمی تو باقی نہیں حالاں کہ ابوسفیان اس وقت نابینا تھا۔ معاویہ نے مسجد کا چراغ ہاتھ میں اٹھا لیا اور اسے لے کر چار طرف گھومتا اور تلاش کرتا تھا میں ستون کے پیچھے گردش کرتا جاتا تھا تا انیکہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے جب اچھی طرح دیکھ بھال کر چکا تو کہا یہاں کوئی نہیں ابوسفیان نے کہا **یا بنی اوصیك بدین الاباء والاجداد** اے فرزند میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ تو اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑے **وایاك ودین محمدؐ فانہٗ سبب فقرنا** اور خبردار کہ محمدؐ کا دین نہ اختیار کرنا کیوں کہ وہ باعث ہمارے فقر اور درویشی کا ہے۔ **ولا یھولنك قول محمدؐ من البعث والنشور** اور زنہار کہ تو محمدؐ کی باتوں سے ڈرے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے اور حشر ونشر بہشت و دوزخ ہوگا۔ جب نصیحت تمام ہوئی تو معاویہ نے کہا **ذلك رائی یا ابتاہ** اے پدر گرامی اطمینان رکھو کہ میرا یہی اعتقاد ہے جو تمہارا ہے۔ پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ علیؑ اپنے مقام پر پہنچے تو اپنے کنبے والوں کو خطاب کر کے کہنے لگے اے پسران عبدالمطلب یہ لوگ پیغمبرؐ خدا کی

وفات کے بعد تم سے ویسی ہی عداوت کرتے ہیں جیسی کہ آنحضرتؐ کی حیات میں ان کے ساتھ کرتے تھے۔ جہاں تک ان کا مقدور ہوگا وہ کبھی خلافت وامارت کو تم تک نہ پہنچنے دیں گے اور بلا زور شمشیر ہرگز حق کی طرف نہ رجوع لائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت عبداللہ بن عمر خطاب امیر المومنینؑ کے پاس آئے اور انہوں نے آتے ہوئے حضرت کا یہ کلام سنا اندر آئے تو کہا اے ابوالحسن تم لوگوں کو باہم دگر لڑوانا اور قتل کروانا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا خاموش ہو وائے ہو تجھ پر اگر تیرا باپ اور اس کے پہلے پچھلے سلوک ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو آج پسر عفان اور ابن عوف کی مجال نہ تھی کہ میرے ساتھ نزاع کرتے عبداللہ اتنا سن کر وہاں سے الٹے پھرے اور چل دیئے۔ اگلے روز مقداد، عبدالرحمٰن سے ملے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے جو تو نے کیا ہے اگر اس سے رضائے خدا کا ارادہ کیا ہے تو حق تعالیٰ ثواب دنیا و آخرت تجھ کو دے گا ورنہ محض دنیا چاہی ہے تو دنیا تجھے ملے گی اور مال تیرا زیادہ ہوگا یعنی آخرت سے بے نصیب رہے گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا خدا تجھے رحمت کرے سن، مقداد نے کہا میں کچھ نہیں سنتا، اور اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھوڑا کر چلے گئے۔ اور ابن اثیر کامل میں کہتا ہے کہ مقداد اسود نے عبدالرحمٰن سے کہا تو نے اس شخص کو چھوڑا ہے جو بحق فیصلہ کرنے والا اور عدل ونصفت میں یکتا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا قسم بخدا میں نے مسلمانوں کی خاطر بہت جدوجہد کیا مقداد نے کہا کسی کو وہ پیش نہیں آیا جو اہل بیت پیغمبرؐ کو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد پیش آیا تعجب ہے کہ قریش نے اس شخص کو ترک کیا جس کے برابر حاکم عادل ہو نہیں سکتا۔ قسم بخدا کہ اگر مجھ کو مددگار ملیں تو ان سے جنگ کروں عبدالرحمٰن نے کہا اے مقداد خدا سے ڈر اور فتنہ انگیزی نہ کر بروایت اول علی علیہ السلام کے پاس جا کر کہا اٹھو اور جہاد کرو اس قوم پر کہ ہم بھی تمہارے ساتھ جہاد کریں۔ آنحضرتؑ نے کہا **رحمك الله** کن لوگوں کو لے کر ان پر جہاد کروں اتنے میں عمار یاسر بھی وہاں آئے اور اس شعر کو زور زور سے پڑھتے تھے۔

یا ناعی الاسلام قم فانعه
قدمات عرفٌ وبدا نکر

یعنی اے اسلام کی موت کے خبر دینے والے اٹھ اور اس کے مرگ کی خبر دے بتحقیق کہ نکوکاری جاتی رہی اور بدکاری ظاہر ہوئی۔ پھر کہا قسم بخدا کہ اگر میں معاون و مددگار پاتا تو ان لوگوں پر جہاد کرتا اور قسم خدا کی اگر ایک آدمی بھی ان سے جنگ کرے تو میں اس کا دوسرا ہوں، علیؑ نے کہا اے ابوالیقظان قسم بخدا کہ میرے پاس اعوان وانصار نہیں کہ ان کو ساتھ لے کر جنگ کروں اور نہیں چاہتا کہ تم کو تمہاری طاقت سے زیادہ تکلیف دوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد علیؑ معہ چند نفر اپنے اہل بیت کے اپنے گھر میں بیٹھے رہتے تھے اور بخوف عثمان کوئی ان کے پاس آتا جاتا نہ تھا۔ شیخ سدید مفید

علیہ الرحمہ نے جندب ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں عثمان کی بیعت کے بعد علیؑ بن ابی طالب کے پاس داخل ہوا دیکھا میں نے کہ وہ حضرت سر جھکائے ملول وحزیں بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کی عجب صدمۂ عظیم آپ صاحبوں کو پہنچا ہے۔ فرمایا **فصبرٌ جمیل**" میں نے کہا سبحان اللہ قسم بخدا کہ آپ بڑے صابر ہیں فرمایا اگر میں صبر نہ کروں تو کیا کروں۔ عرض کی گھر سے نکل کر ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہوں اور ان کو اپنی طرف دعوت کریں اور قرابتِ پیغمبرؐ اور سبقتِ اسلام کا واسطہ دیں اور ان غاصبوں پر ان سے طلب گار اعانت ہوں اگر سو میں دس آدمی بھی آپ کی نصرت کریں تو ان دس سے ان سو کو مغلوب فرمادیں اطاعت کریں تو فبہا ورنہ ان کے ساتھ جنگ کریں فتح ہوئی تو وہ ایک سلطنت ایزدی ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو بخشی آپ سب سے زیادہ اس کے حق دار ہیں اور جو اس میں کام آئے تو درجۂ شہادت آپ کو ملیگا اور بوجہ وراثتِ رسولؐ اللہ آپ خدا کے نزدیک معذور وماجور ہوں گے۔ فرمایا اے جندب تیرے نزدیک سو میں سے دس آدمی اس دعوت کو قبول کرلیں گے میں نے کہا ہاں مجھ کو اس کی امید ہے آپ نے فرمایا لیکن مجھ کو تو یہ امید نہیں بلکہ سو میں سے دو کی بھی امید نہیں کرتا اور میں اس کی وجہ تجھے بتلاتا ہوں یہ اس لئے ہے کہ تمام خلائق کی نظر اس مقدمے میں قریش کی طرف ہے اور قریش کہتے ہیں کہ آل محمدؐ اپنے تئیں اوروں سے برتر گنتے ہیں اور سب سے زیادہ آپ کو اس کا مستحق جانتے ہیں پس اگر ہم ان کو حکومت دیں تو وہ ہمیشہ ان ہی کے درمیان رہے گی اور کوئی دوسرا اس سے منتفع نہ ہوگا اور جو اوروں کو خلیفہ مقرر کریں گے تو باری باری سب اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے قسم بخدا کہ قریش بطوع ورغبت کبھی ہم کو خلافت نہ دیں گے۔ میں نے کہا کہ میں جا کر آپ کی یہ باتیں لوگوں کو سنا کر آپ کی طرف دعوت کروں فرمایا اے جندب ابھی اس کا موقعہ نہیں جندب کہتا ہے کہ میں اس کے بعد عراق کو واپس آیا پس جہاں کہیں آپ کے فضائل ومناقب اور آپ کے حقوق مسلمانوں کے سامنے بیان کرتا تو وہ مجھ کو دھمکاتے اور جھڑکیاں دیتے تاانیکہ میری باتیں ولید بن عقبہ تک کہ عثمان کی طرف سے حاکم کوفہ تھا پہنچیں اس نے مجھ کو بلا کر قید کرلیا اور اس وقت تک جب تک میرے حق میں اس کے پاس شفاعت نہ ہوئی مجھ کو رہا نہ کیا۔

خطبہ خلیفہ ثالث

حضرت عثمان کو اخذ بیعت سے فارغ ہو کر گھر پر آئے بہت دیر نہ ہوئی تھی اور ابھی وہ اپنے بھائی بندوں کے ساتھ مبارک سلامت ہی میں مصروف تھے کہ اتنے میں عبدالرحمٰن بن عوف آپ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ یہ وقت گھر میں بیٹھنے کا نہیں چلو چل کر مسجد میں خطبہ کہو اور لوگوں کو وعظ وپند کرو اور عدل واحسان کے وعدے سے ان کے دل کو تسلی واطمینان

بخشو بنابریں عثمان مسجد میں آئے۔ حضرت رسولؐ خدا کا منبر تین درجے کا بنا ہوا تھا۔ حضرت سب سے اوپر کے درجہ پر جلوہ فرما ہوتے تھے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو بپاس ادب اس درجے کو چھوڑ کر درمیان کے زینے پر بیٹھنے لگے عمر نے ان کا بھی لحاظ کیا اور آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ عثمان فرطِ مسرت میں سب کا پاس و لحاظ بھول گئے آپ سیدھے درجۂ مقام رسولؐ خدا پر جا بیٹھے۔ اس مرد آدمی نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اور تو اور سیرتِ شیخین کی پیروی کا تو ابھی قول و اقرار کر چکا ہوں کہ اسی اقرار سے میدان مارا اور خلافت جیتی ہے اسی دم اس کے خلاف کرنا کون سی انسانیت ہوگی۔ حضرت باحیا کا ابوبکر و عمر کی سنت کے برخلاف منبر کے اوپر کے درجہ پر بیٹھ جانا صاحب روضۃ الاحباب نے بیان کیا ہے الا وہ یہ عذر کرتے ہیں کہ پایہ زیرین پر بیٹھتے تو عمر کی برابری کا گمان ہوتا دوسرے پر بیٹھنے میں ابوبکر کی ہمسری پائی جاتی اس لئے وہ رسولؐ اللہ کی جگہ بیٹھ گئے کہ اس قسم کا خیال ہی نہ ہو خیر پیچھے سے بات کو سنوارنا اور بگڑی کا بنانا مریدوں اور معتقدوں کا کام ہی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ قبیح جسارت جناب عثمان سے سرزد ہوئی کہ جو مقام حضرت رسولؐ خدا کا مخصوص تھا اور ان کے بعد امام بحق علی مرتضٰی کے سوا کسی کو شایان نہ تھا اس پر چڑھ بیٹھے حضرت رسالت پناہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ بندر آنحضرتؐ کے منبر پر بازی کرتے ہیں اور اس کی تعبیر بنی امیہ سے کی تھی گویا اس کی تصدیق اسی وقت سے شروع ہوگئی۔ الغرض اس مقدس جگہ پر پہنچ کر کچھ خلائق کا اژدہام کچھ رعبِ مقام رسولؐ انام اور زیادہ تر علم و لیاقت کی کمی اوسان خطا ہو گئے۔ سٹی گم ہوگئی بہتیرا چاہا کہ کچھ کہیں مگر بولا نہ گیا اب تمام مجمع کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ نئے خلیفہ کچھ زبانِ مبارک سے ارشاد کریں۔ وعظ و نصیحت فرمائیں مگر وہاں منہ خشک زبان سے ایک حرف نہیں نکلتا۔ کریں تو کیا کریں۔ آخر خلیفہ گر جنابِ عبدالرحمٰن ہی نے اپنے کئے کی لاج رکھی۔ اٹھے اور کہا **الحمد للہ رب العلمین** کہو اور نیچے اتر آؤ عثمان نے الحمد للہ کہا اور شکر خدا کیا کہ اس ورطہ سے نجات ملی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس مکان کے ہول و دہشت سے عثمان کی زبان ادائے خطبہ سے عاجز رہی اور انہوں نے کہا **ایھا الناس انکم الی امامٍ فعّالٍ احوج منکم الیٰ قول اقول قولی اواستغفراللہ لی ولکم** لوگو تم کارکنندہ امام کے زیادہ حاجت مند ہو بہ نسبت بہت بولنے والے امام کے یہ کہہ کر استغفار کی اور اتر آئے۔ پھر کہتے ہیں "روایتے آنکہ گفت الحمد اللہ و راہ کلام بروے بستہ شد" بروایتے فرمایا ہر کام کا آغاز سخت ہوتا ہے ابوبکر و عمر اس جگہ کے واسطے پہلے سے کلام بنا کر لایا کرتے تھے۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ جیسا چاہئے تم کو خطبہ سنایا کروں گا۔

قضیہ قتل ہرمزان: سب سے پہلا مقدمہ کہ بیعت کے بعد خلیفہ سوم کے اجلاس میں پیش ہوا ہرمزان کا قتل تھا۔ یہ

ہرمزان شاہانِ عجم سے ملک اہواز کا فرمانروا تھا عمر خطاب کے زمانے میں اس کا ملک مسلمانوں نے فتح کیا تو وہ مدینہ آ کر عباسؓ بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا اس وقت سے زیر سایہ حمایت بنی ہاشم میں رہتا تھا ابولؤلؤ نے عمر کو قتل کیا تو ان کے منجھلے بیٹے عبیداللہ کے سر میں یہ جنون سمایا کہ جتنے عجمی مدینہ میں ہیں سب کو نابود کر ڈالئے کیوں کہ اس کے حساب میں وہ سب خلیفہ کے قتل میں شریک تھے عمر کو دفن کر کے پلٹے تھے کہ عبیداللہ نے تلوار سونت لی اور پہلے ابولؤلؤ کی صغیرسن معصوم لڑکی کو مارا پھر ہرمزان کے گھر پر آ کر اس بے گناہ کو قتل کیا بعدازاں سعد وقاص کے گھر پر چڑھ گیا۔ وہاں جفنہ نام نصرانی کو تہ تیغ کھینچا سعد یہ غلغلہ سن کر بیتابانہ باہر نکل آیا اور عبیداللہ سے کہا تو نے ہمارے آدمی کو کیوں مارا، عبیداللہ شدت غیظ میں ایسا ازخود رفتہ ہو رہا تھا کہ بولا مجھ کو تجھ سے بھی عمر کے خون کی بو آتی ہے تجھے بھی مارنا چاہیئے یہ روایت محمد بن جریر طبری کی ہے۔ اور بقول ابن اثیر کامل میں عبیداللہ کہتا تھا کہ قسم بخدا کہ میں ان تمام کو قتل کروں گا جو میرے باپ کے خون میں شریک تھے اور مراد اس کی اس تعریض سے مہاجرین وانصار تھے کہ انہوں نے اسے قتل کرایا ہے۔ غرض سعد وقاص نے جھپٹ کر عبیداللہ کے سر کے بال شانوں تک لٹکتے تھے پکڑ لئے اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھین کر اسے زمین پر پچھاڑا پھر اپنے نوکروں کو کہا کہ اس کو فلانے مکان میں لے جا کر قید کرو۔ عثمان تختِ خلافت پر بیٹھے تو یہ خونی مجرم ان کے سامنے پیش کیا گیا مسلمان نگراں تھے کہ دیکھئے خلافت مآب اس سے قصاص لیتے ہیں یا عمر کی رعایت سے چھوڑ دیتے ہیں عثمان نے اس سے پوچھا کس چیز سے تو نے مرد مسلم کا خون گرایا۔ عبیداللہ نے کہا اس خنجر سے دوسرے جس سے عمر قتل ہوئے اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نے دوروز پہلے ہرمزان کے پاس دیکھا اس لئے وہ قتل عمر میں شریک تھا۔ مگر شرع میں ایسی بادہوائی باتوں سے اثباتِ خون کسی کے ذمہ نہیں ہوسکتا۔ علاوہ بریں عبیداللہ کو اس کی طرف سے شبہ تھا تو صبر کرنا چاہیئے تھا۔ اور امر خلافت کے تصفیہ ہو جانے پر، حاکمِ شرع سے رجوع کرتا وہ اپنے آپ کسی کے مارنے کا مجاز نہیں تھا۔ اس لئے اکثر صحابہ اس قتل کو ناحق ناروا بتلاتے تھے اور عبیداللہ سے قصاص لینے پر بالاتفاق فتویٰ دیتے تھے۔ امیر المومنینؑ نے عثمان سے کہا کہ اس فاسق خبیث کو کہ ناحق مسلمان کا خون کیا قتل کرنا واجب ہے، لیکن عمرو عاص نے کہا یہ وقوعہ تیرے عہدِ حکومت سے پہلے کا ہے، کل عمر قتل ہو آج اس کا بیٹا مارا جائے گا۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ عثمان نے عبیداللہ کا قصور معاف کیا اور ہرمزان کا خون بہا بیت المال سے دلوادیا، پس یہ پہلا امر تھا کہ مسلمانوں کو عثمان سے ناپسند ہوا۔ اور وہ اپنی خلافت کے پہلے ہی روز اس طعن سے مطعون ہو گئے امیر المومنینؑ نے عبیداللہ سے کہا اے فاسق مجھ کو جس وقت تجھ پر دسترس ہوگا ہرگز قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اسی لئے بعد قتلِ عثمان آنحضرت سے بیعت ہوئی تو عبیداللہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکا معاویہ کے پاس چلا گیا اور جنگِ صفین میں شامیوں کے ساتھ مارا گیا اور قول

امیر المومنینؑ کا **ان فاتنی الیوم فلن یفوت غدا** کہ اگر آج وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تو کل نہیں چھوٹنے پائے گا صادق آیا چنانچہ اس کا قصہ اپنے محل میں مفصل مذکور ہے۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شافی میں نقل کرتے ہیں کہ عثمان نے عبید اللہ کو عفو کیا تو مسلمانوں نے کہا یہ تجھ کو جائز نہیں امیر المومنینؑ مسلمانوں کے قول کی تائید کرتے تھے عثمان نے دیکھا کہ یہ لوگ اس کے قتل کیے بغیر راضی نہ ہوں گے تو اس کو کوفہ بھیج دیا اور وہاں ایک مکان اور کچھ زمین اس کی مدد معاش کے لئے عطا کی کہ بنام کرشہ ابن عمر معروف ہے **فعظم ذلك عند المسلمين واكبروه وكثر كلامهم** پس مسلمانوں کے نزدیک یہ امر عظیم ہوا اور انہوں نے اسے بزرگ جانا اور اس میں بہت سا کلام کرتے تھے حضرت عثمان نے حکومت پاتے ہی پہلے طرز و طریق بدل دیئے خلافتِ رسولؐ اللہ ان کے عہد میں بادشاہتِ دنیوی کے رنگ پر آ گئی قصرہائے عالیشان اپنے رہنے کے لئے تعمیر کرائے۔ غلامانِ رومی ترکی خطائی۔ خدمتوں پر مقرر ہوئے حکم بن عاص و مروان بن حکم کو کہ طریدانِ (۱) رسولؐ و ابوبکر و عمر تھے واپس مدینہ بلوایا اور مروان اور اس کے بھائی سعید بن حکم سے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کر کے مروان کو اپنا وزیر اعظم و مختار کل کیا۔ عاملان و نائبانِ عمر خطاب میں سے ایک معاویہ تو حکومتِ شام پر بحال رہا باقی معزول ہو کر ان کی جگہ جوانان بنی امیہ بھرتی ہوئے۔ ولید بن عتبہ برادر مادری عثمان کو حکومتِ کوفہ ملی عبداللہ بن عامر بن کریز کہ آپ کا ماموں زاد بھائی پچیس برس کے سن و سال میں تھا ولایتِ بصرہ پر سرفراز ہوا، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح برادر رضاعی عثمان نے امارتِ مصر پائی۔ بیت المال پر دستِ تصرف دراز ہوا تو ہزاروں لاکھوں کا شمار نہ رہا جو کچھ چاہا اپنے رشتہ داروں کو بخش دیا اشرار و بنی اُمیہ اس سلطنت میں مالا مال تھے اور صلحاء مسلمین محتاج و پریشان حال۔ چار لاکھ دینار اپنی لڑکیوں کے جہیز میں دیئے مال افریقہ سے آیا تو مروان کو اس میں سے ایک لاکھ بقولے دو لاکھ دینار دیئے اور بموجب قول واقدی کل مال سب کا سب اس کو بخش دیا۔ حکم بن عاص پدر مروان کو عامل زکوٰۃ قضاعہ مقرر کیا تین لاکھ دینار وہاں سے وصول ہوئے سب کے سب اسی نابکار کو دے ڈالے ایک لاکھ سعید بن عاص کو دیئے علیٰ ہذا الحکم بن حارث بن حکم کو مال کثیر عنایت کیا۔ عبداللہ بن خالد دامادِ عثمان کہیں گیا ہوا تھا حاضر ہوا تو ایک لاکھ دینار اس کو عطا کیے صحابہ ان کی ان حرکات پر معترض تھے۔ سعد وقاص خازن بیت المال نے خزانہ کی کنجیاں

---

(۱) طرید مطرود بمعنی دور کیا گیا نکالا گیا۔ حکم بن عاص کہ بروز فتح مکہ بظاہر اسلام لایا۔ دل میں حضرت رسولؐ خدا کا سخت دشمن تھا اور اپنی پاجیانہ حرکات سے حضرت کو اس قدر ایذائیں دیتا تھا کہ آخر آپ نے اس کو معہ اس کے اہل و عیال کے طائف کی طرف اخراج کیا ابوبکر و عمر نے اپنے اپنے عہد خلافت میں اسے اور بھی دور کر دیا تھا عثمان نے خلافت پاتے ہی اسے واپس مدینہ بلوا لیا تھا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

مسجد میں ڈال دیں کہ میں خازن نہیں رہ سکتا جب کہ طرید رسولؐ خدا مستحق ایک لاکھ دینار کا ہو۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ عثمان نے عبداللہ بن ارقم خازن بیت المال کو لکھا کہ عبداللہ بن خالد بن اسد بن ابی العاص بن امیہ کو تین لاکھ دینار اور اس کے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ دینار عطا کیا عبداللہ نے وہ نوشتہ رد کیا اور روپیہ نہ دیا عثمان نے کہا تو خزانچی ہے جو کچھ میں کہوں اس کے موافق عمل کر عبداللہ نے کہا میں خازن اموال مسلمین ہوں تیرا خزانچی تیرا غلام ہوگا یہ کہہ کر کنجیاں بیت المال کی منبر پر لٹکا دیں اور بروایتے عثمان کے آگے پھینک دیں اور قسم کھائی کہ پھر کبھی یہ کام نہ کروں گا۔ عثمان نے وہ کنجیاں لے کر نائل نام اپنے غلام کے سپرد کیں۔ واقدی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عثمان نے تین لاکھ درہم عبداللہ بن ارقم کے پاس بھیجے زید بن ثابت حامل مال نے اس سے کہا کہ امیر المومنینؑ نے یہ مال تجھے دیا ہے کہ اپنے اہل وعیال پر صرف کرے عبداللہ نے کہا مجھ کو اس کی حاجت نہیں میں نے بیت المال کی خدمت اس لئے نہیں کی کہ عثمان مجھ کو اجرت دے قسم بخدا کہ اگر یہ مال مسلمانوں کا ہے تو میرا کام اس قدر نہیں کہ اس کی اجرت تین لاکھ درہم ہو اور جو عثمان کا اپنا ہے تو نہیں چاہتا کہ اس کو اتنا ضرر پہنچے تا کہ وہ بیت المال سے حق وناحق جسے جو کچھ چاہے دے دے ابن ابی الحدید نے زہری سے روایت کی ہے کہ ایک جوہر غنائم عجم سے عمر کے پاس آیا تھا جب آفتاب اس پر پڑتا تو مثل مشعل روشن ہو جاتا۔ عمر نے خازن سے کہا کہ اس کو جلد مسلمانوں پر قسمت کر کہ مبادا فتنۂ عظیم اس کے سبب سے حادث ہو خازن نے کہا یہ ایک عدد تمام مسلمانوں میں کیوں کر تقسیم ہو سکتا ہے بالفعل کسی کو ایسی مقدرت ہی نہیں کہ اس کو خرید لے کہ اس کی قیمت تقسیم ہو جائے۔ سال آئندہ شاید کوئی فتح مسلمانوں کو میسر ہو تو کوئی اس کو خرید سکے پس ابھی اس کو بیت المال میں رہنے دینا چاہیے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ گوہر خزانے میں تھا تا اینکہ عمر قتل ہوئے اور عثمان نے خلافت پائی اس وقت انہوں نے وہ دانہ اپنی لڑکیوں کو دے دیا علیٰ ہذا اس قسم کی اور بہت سی حکایتیں کتب تاریخ میں ہیں کہ بخوف طوالت یہاں نقل نہیں ہو سکتیں ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ حرکات ناشائستۂ عثمان مسلمانوں کو از بس ناگوار معلوم ہوئیں اور انہوں نے اس کی شکایت عبدالرحمٰن عوف سے کی کہ **مصرع** اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔

چوں کہ تو نے ان کو خلافت دی ہے لہٰذا ان تمام غلط کاموں کا وبال تیری گردن پر ہے۔ علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام نے عبدالرحمٰن سے ملاقات کر کے کہا کہ تو دیکھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے اس نے کہا اگر جو کچھ کہ عثمان کی نسبت مشہور ہے بیان واقعی ہے تو ہم کو چاہیے کہ تلوار میان سے نکالیں یہ خبر عثمان کو پہنچی تو بہت برہم ہوئے اور کہا عبدالرحمٰن مرد منافق ہے اس سے بعید نہیں کہ میرے خون میں ہاتھ رنگین کرے عبدالرحمٰن نے یہ سنا تو آتش خشم دوبالا ہوگئی اور کہا میرا گمان نہ تھا کہ یہ وقت دیکھوں کہ عثمان مجھ کو منافق کہے اور قسم کھائی کہ تا بزیست عثمان سے کلام نہ کروں گا۔ نیز ابن اعثم کہتا ہے کہ

افعالِ ناصواب عثمان کے حد سے گزر گئے تو اصحابِ رسولؐ اللہ نے جمع ہو کر کہا کہ لازم ہے کہ ہم اس مرد کو اس کے عیبوں پر مطلع کر کے حق نصیحت بجا لائیں قبول کیا تو فبہا ورنہ کوئی اور تدبیر سوچنی چاہئے۔ پس جملہ افعال نکوہیدہ کہ ابتدائے خلافت سے ان سے سرزد ہوئے تھے ایک کاغذ میں درج کیے اور وہ کاغذ عمار یاسر کو کہ بزرگان صحابہ سے صاحب منصب جلیل تھے دیا کہ عثمان کو پہنچائیں عمار وہ کاغذ لے کر دار الخلافہ کے دروازے پر آئے۔ عثمان اس وقت اندر سے باہر آ رہے تھے کہ انہوں نے وہ نوشتہ ان کے حوالے کیا۔ عثمان نے چند سطریں اس کی پڑھی تھیں کہ غضب ان پر مستولی ہوا اور کاغذ کو ہاتھ سے پھینک دیا عمار نے کہا کہ اس کو اصحابِ رسولؐ اللہ نے لکھا ہے زمین پر مت ڈالو۔ بلکہ غور و تامل سے اس کا مطالعہ کرو میں تمہاری خیر خواہی کی رو سے یہ کہتا ہوں فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے اپنے غلاموں کو امر کیا کہ ان کو ٹھوکریں ماریں۔ چنانچہ انہوں نے اسقدر مارا کہ عمار زمین پر گر گئے بعد ازاں خلافت پناہ نے خود آگے بڑھ کر چند لاتیں ان کے شکم اور اعضاء اسفلیہ پر لگائیں کہ اس کے صدمے سے حالتِ غشی ان پر طاری ہوئی اور علت فتق (۱) ان کو عارض ہوگئی بے ہوش زمین پر پڑے تھے بنی مخزوم کہ بنی اعمام ورشتہ دارانِ عمار تھے یہ سن کر دوڑے آئے اور ان کو اٹھا کر گھر لے گئے بستر پر لٹایا مگر وہ ایسے ہی بدحواس تھے انہوں نے قسم کھائی کہ اگر عمار اس ضرب سے مر گئے تو ہم اس کی عوض عثمان کو قتل کریں گے عمار آدھی رات تک بے ہوش پڑے تھے چنانچہ چار نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء ان سے فوت ہوئیں بعد نصف شب ہوش آیا تو اٹھے اور وضو کر کے نمازیں قضا پڑھیں۔

قصۂ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ: جن لوگوں نے حضرت خلیفہ ثالث کے دست تعدی سے ایذا و اہانت پائی ان میں سب سے بڑا حصہ ابوذر غفاری صحابی رسولؐ خدا کا ہے۔ حضرت ابوذر بڑے پرہیزگار باخدا اول درجہ کے صابر و شاکر شخص تھے ان کا قصہ بہت دردناک ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ حضرت قتیلِ دار کو ایذا و آزار و قتل و حصار سے جو کچھ پیش آیا وہ ایسے ہی ستم دیدوں کے نالہ سحری و سوز درونی کا اثر ہو۔

آتشِ سوزاں نکند باسپند
آنچہ کند دودِ دلِ درد مند

منقول ہے کہ ابوذر عمر خطاب کے زمانہ میں شام گئے اور وہیں رہ گئے تھے چوں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ان کو خاص اہتمام تھا اور حاکم شام معاویہ ابن سفیان کا فسق و فجور و مکر و زور ظاہر و علانیہ تھا تو ہمیشہ اس کے ساتھ اُن کی ان بن رہتی تھی یہ اس پر باب پند و نصائح کھولتے، نہ مانتا، خفا ہوتے، اور ذم و تہجین کرتے وہ تخمِ عداوت دلمیں بوتا۔ عثمان کے حالات و عمار وغیرہ صحابہ کے ساتھ ان کے سلوک شام میں شائع ہوئے تو ابوذر نے اُن پر طعن کیا، اور اُن کی اور اُن کے

عاملوں کی مذمت کرنے لگے قطع نظر اس کے فضائلِ اہلِ بیت اطہار و مناقبِ حیدر کرار ان کا وظیفہ تھا۔ اُٹھتے بیٹھتے ان کا تذکرہ کرتے اور لوگوں کو آنحضرتؐ کی محبت و ولایت کی طرف دعوت فرماتے، تا انیکہ ان کے فیضِ صحبت سے بہت سے اشخاص تشیّع کی طرف مائل ہو گئے۔ حتیٰ کہ مشہور ہے کہ دمشق و جبلِ آمل وغیرہ میں جس قدر شیعہ مذہب رائج ہوا یہ برکتِ اباذر رہوا، معاویہ نے ان کی شکایت خلافت پناہ کو لکھی، کہ جلد اس کو یہاں سے طلب کرنا چاہیئے، اگر چندے اور اس جگہ رہا تو ملکِ شام کو ہم پر تباہ کر دے گا، عثمان نے جواب میں لکھا کہ جس وقت میرا خط تجھ کو پہنچے فوراً ابوذر کو ایک شتر تیز و تند پر بے کجاوے و پالان کے سوار کر کے ایک سرہنگِ زشت رُو درشت خو کو اس کے ہمراہ کہ جو رات دن اونٹ کو ہنکاتا رہے اور کہیں آرام نہ لینے دے تا کہ خواب اس پر غلبہ کرے اور ہماری اور تیری یاد اس کے دل سے فراموش ہو جائے، اس فرمان کے پہنچتے ہی معاویہ نے ابوذر کو بلوایا اور حسبِ ارشاد خلیفہ صاحب کو ہان شتر بے جامہ و جہاز پر سوار کر کے روانہ مدینہ کیا، اور راہبر سے تاکید کر دی کہ اثناءِ راہ میں آرام و قرار نہ لینے دے ابوذر مردِ دراز قامت و لاغر اندام تھے اور پیری نے ان کے بدن میں اثر تمام کیا تھا، سر اور داڑھی کے بال سفید و ست ہو گئے تھے راہ میں ذلیل کی سختی اور شتر کی ناہمواری سے ان کو سخت زحمت ہوئی۔ ٹانگیں چھل کر زخمی ہو گئیں، اور رانوں کا گوشت اُڑ گیا تھا کوفتہ و بیمار مدینہ پہنچے اور عثمان کے حضور میں حاضر کئے گئے تو انہوں نے کہا کوئی آنکھ تیرے دیدار سے روشن نہ ہو، اے جندب، ابوذر نے کہا میرا نام میرے باپ نے بے شک جندب ہی رکھا تھا۔ مگر رسولؐ اللہ نے اس کو بدل دیا اور عبداللہ رکھا، عثمان نے کہا تو دعوائے مسلمانی کرتا ہے اور ہماری طرف سے لوگوں میں کہتا ہے کہ **اللّٰہ فقیر و نحن اغنیاء** خدا فقیر ہے اور ہم تو انگر بتا تو میں نے یہ بات تجھ سے کب کہی تھی۔ ابوذر نے کہا یہ کلمہ میری زبان سے نہیں نکلا۔ اِلّا میں نے حضرت رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ فرمایا جب پسرانِ ابوالعاص (۱) تیس نفر کو پہنچیں گے تو مالِ خدا کو اپنی حشمت و جاگیر قرار دیں گے اور دینِ خدا میں خیانت کریں گے اور بندگانِ خدا کو چاکر و خدمت گار بنائیں گے۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے ہاتھ سے نجات دے۔ عثمان نے برہم ہو کر کہا تو دروغ کہتا ہے حاضرینِ مجلس نے بھی براہ خوشامد کچھ ایسا ہی کہا۔ عثمان نے حضرت امیر المومنینؑ کو بلوایا۔ اور ان سے اس حدیث کی بابت استفسار کیا آپ نے فرمایا اے عثمان ابوذر دروغ گو نہیں بتحقیق کہ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے **ما اظلت الخضراء واقلت الغبراء اصدق لهجةٍ من ابی ذر** کہ آسمان سبز کسی پر سایہ فگن نہیں ہوا اور زمین غبار آلود نے کسی کو اپنے اوپر نہیں اٹھایا

---

(۱) ابوالعاص عثمان کے دادا کا نام ہے یعنی عفان پدر عثمان کے باپ کا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

کہ ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔ جملہ حاضرین نے حضرت کی تصدیق کی کہ بے شک ہم نے یہ حدیث پیغمبرؐ خدا سے سنی ہے ابوذر نے کہا اے جماعت حاضرین میں نے حدیث اولا دابوالعاص زبان مبارک سید المرسلین سے سنی ہے افسوس کہ تم نے مجھ کو جھٹلایا میرا گمان نہ تھا کہ یہ زمانہ دیکھوں کہ تم میری تکذیب کرو اس پر عثمان کا غصہ اور بڑھ گیا اور کہا مجھ کو بتلاؤ کہ اس پیر کذاب کا کہ فتنہ پردازی کرتا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہے کیا علاج کروں امیر المومنینؑ نے فرمایا اس کو بحال خود چھوڑ دے اگر اس روایت میں کاذب ہے تو اس کا وبال اس کو پہنچے گا عثمان یہ سن کر آپے سے باہر ہو گئے اور کہا کہ خاک ہو تیرے منہ میں امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خاک تیرے منہ میں ہو گی۔ تو ابوذر کو کہ دوست ومصاحب رسولؐ اللہ ہے ایسی باتیں کہتا ہے اور معاویہ کی ایک بے سروپا تحریر پر اس کو تفرقہ پرداز فتنہ انگیز ٹھہراتا ہے عثمان خاموش ہو گئے یہ روایت ابن اعثم کوفی کی ہے کہ بقول صاحب کامل بہائی اپنے مذہب میں اس قدر متعصب تھا کہ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ جو کچھ روایاتِ اہل سنت ہیں یہ ہیں باقی روایتیں میں نہیں لکھتا کہ مبادا شیعوں کے ہاتھ لگیں اور وہ ہم پر حجت لائیں پس دیکھنا چاہئے کہ باوجود اس قدر احتیاط اور حفظ ماتقدم کے کیا کچھ اس مورخ کے قلم سے نکل گیا ہے خاص کر کلمہ کہ حضرت باحیا نے حضرت علیؑ مرتضٰی کے خطاب میں فرمایا قابلِ غور ہے **سبحان اللہ** یہ حضرات نفسِ رسول کے ساتھ ایسے بے باک اور اس قدر دریدہ دہن تھے کہ ایسی گستاخی سے بھی درگزر نہ کرتے تھے کہ جس کے جواب میں آنحضرتؑ کو بھی مضمون جواب ترکی بہ ترکی وہی کلمہ کہنا پڑا۔ احادیث شیعہ میں ہے کہ جب عثمان شکنجۂ عقوبت کے بعد قتل ہوئے تو ان کے منہ میں باعجاز حضرت امیرؑ خاک بھری ہوئی تھی۔ اور نیز مروی ہے کہ ایک روز ابوذر عثمان کی مجلس میں حاضر تھے کہ کچھ مال بیت المال کا ان کے پاس لائے تاکہ بنی امیہ کے درمیان قسمت کریں عثمان نے کہا اس کو رہنے دو تاانیکہ اسی قدر اور آ جائے اس وقت تقسیم ہو گا۔ ابوذر نے کہا اے امیر تم کو یاد ہے کہ ایک روز صبح کو ہم رسولؐ خدا کی خدمت میں گئے تو آپ کو محزون پایا شام کو حاضر ہوئے تو اس کے برخلاف شاد وخورم تھے میں نے صبح کی دلگیری اور اس وقت کی بشاشت کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ صبح اموالِ بیت المال مسلمانوں میں تقسیم کیا چار درہم اس سے باقی رہ گئے کوئی مستحق نہ تھا کہ اس کو دیئے جاتے اس وقت تمہارے آنے سے ذرا پہلے وہ دراہم مستحق کو دے دیئے لہٰذا خوش وقت ومسرور ہوں عثمان نے کعب الاحبار سے پوچھا اگر خلیفہ وقت کچھ مال اہل استحقاق کو پہنچائے باقی اپنے پاس رہنے دے کہ بتدریج صرف ہو تو اس میں کیا قباحت ہے کعب نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ابوذر نے کہا اے کعب تو احکام شرع سے واقف نہیں پس تلاوت کیا آیہ شریفہ **والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ** کو کہ حاصل ترجمہ اس کا یہ ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اس کو راہِ خدا میں نہیں صرف کرتے بشارت دے

تو (اے محمدؐ) ان کے تئیں ساتھ عذاب دردناک کے۔ عثمان یہ سن کر برہم ہوئے اور یہ باعث زیادتی عداوت ہوا ابوذر کے ساتھ بروایتے کعب نے کہا اگر امام وقت ایک خشت طلا اور ایک نقرہ کی بنا لے جب بھی کچھ ڈر نہیں ابوذر نے یہ سن کر کعب کے سر پر عصا ماری اور کہا اے یہودی زادے تیرا کیا منصب ہے کہ مسلمانوں کے احکام میں دخل دے خدا کا کلام تیرے کلام سے زیادہ راست ہے پس آیۂ مذکورہ کو پڑھا بہرکیف خلیفہ ثالث نے حضرت ابوذر سے ناراض ہو کر سزائے جلاوطنی ان کے لئے تجویز کی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ "بعد از ردوقدح بسیار وقیل وقال بے شمار عثمان ابوذر را از افتا منع کرد حکم باخراج او نمود۔" تاریخ ابن اعثم کوفی میں ہے کہ عثمان نے کہا کہ تو ہمارے شہر سے باہر نکل ابوذر نے کہا میں تمہارے پاس رہنا نہیں چاہتا تو کہے تو شام کو چلا جاؤں۔ کہا شام سے تو تجھ کو بلوایا ہے کہ اس ملک کو فاسد کرتا تھا پھر وہاں کیوں کر جا سکتا ہے کہا عراق کو جاؤں عثمان نے کہا اہل عراق فتنہ جُو ہیں وہاں نہ بھیجوں گا ابوذر نے کہا پھر کہاں بھیجنا چاہتا ہے جہاں جاؤں گا کلمہ حق سے باز نہ رہوں گا عثمان نے کہا کون مقام تجھ کو زیادہ ناپسند و ناگوار ہے ابوذر نے کہا ربذہ جہاں قبل اسلام مقیم تھا۔ عثمان نے کہا تو وہیں جا اور وحشی جانوروں اور درندوں کی ہمسائی گی میں زندگی بسر کر۔ اور مروان کو حکم دیا کہ اس کو شتر پر سوار کر کے شہر سے نکال دو اور خبردار کوئی اہل مدینہ سے اس کی مشائعت نہ کرنے پائے۔ پس مروان حسب الامر خلیفہ ان کو اونٹ پر بٹھا کر لے گیا۔ کلینی علیہ الرحمہ نے مطابق روایت ابوبکر جوہری صاحب کتابِ سقیفہ روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے عثمان کے حکم کی اطاعت نہ کی اور وہ حضرت معہ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عقیل بن ابی طالب و عمار یاسر مشائعت ابوذر کے لئے بیرون شہر تک تشریف لے گئے پس امیر المومنینؑ نے فرمایا **وداعِ ابوذر کے وقت کلماتِ امیر المومنینؑ**: اے ابوذر تیرا غیظ و غضب محض حق تعالیٰ کے لئے تھا اسی جل شانہ سے امیدوار رہ بہ تحقیق کہ ان لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ مبادا تو ان کی دنیا میں تصرف کرے اور تو ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ تیرے دین کو بگاڑ دیں، پس تو نے ہی دین کی حفاظت کی اور اس کے ہاتھ سے اپنے تئیں بچایا، انہوں نے تجھے آوارہ وطن مبتلائے درد و محن کیا قسم بخدا کہ اگر زمین و آسمان کے راستے کسی پر بند کر دیں اور تقویٰ و پرہیزگاری اس کے ساتھ ہو تو ضرور حق تعالیٰ اس کے لئے مخرج نکال لے گا۔ پس تیری مونس تنہائی تیری حقانیت ہوگی۔ اور باطل سے تیرا وحشت کرنا، پس حسنین علیہما السلام سے فرمایا وداع کرو اپنے چچا کے تئیں اور عقیل و عمار کو کہا کہ وداع کرو اپنے بھائی کو سب حضرات ابوذر کو تسلی و دلاسا دیتے اور صبر و شکیبائی کی وصیت کرتے تھے۔ ابوذرؓ یہ جوشِ محبت و غایت لطف و عنایت آنحضرات سے دیکھ کر گریاں ہوئے اور کہا رحمت خدا ہو تم پر اے اہل بیت، راحت میں تم کو دیکھتا تھا تو رسولؐ اللہ مجھ کو یاد آتے مجھ کو اس شہر سے تمہارے سوا کوئی علاقہ و دل بستگی نہیں، بتحقیق کہ عثمان کو میرا مدینہ میں رہنا

ناگوار ہوا اور اس نے نہ چاہا کہ میں کوفہ و بصرہ میں بھی اس کے دو بھائیوں کے ساتھ رہوں کہ مبادا ملک ان سے برگشتہ ہو جائے پس ایسے مقام کو بھیجا جہاں بجز ذات پروردگار کوئی میرا معین و مددگار نہیں قسم بخدا کہ وہ سبحانہ مجھ کو کافی و وافی ہے اور میں ذرا وحشتِ تنہائی سے نہیں ڈرتا۔ القصہ مروان نے یہ ہمدردی آنحضرات سے مشاہدہ کی تو بولا کیا عثمان نے امر نہیں کیا کہ کوئی اس کو وداع نہ کرے۔ پھر کس لئے تم یہاں جمع ہوئے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ دور ہوا ے پسر زرقا تیری یہ مجال نہیں کہ ہمارے قول و فعل پر اعتراض کرے یہ کہہ کر ایک تازیانہ شتر مروان کے لگایا پس ابوذر نے منزل مقصود کی راہ لی اور حضرت امیر معہ اصحاب واپس تشریف لائے لیکن مروان نے عثمان کے پاس جا کر شکایت کی اور ماجرائے گزشتہ بیان کیا۔ عثمان نے حضرت امیرؑ کو بلوایا اور کہا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی وداع ابوذرؓ کے لئے باہر نہ جائے پھر تم کس لئے وہاں گئے اور نیز مروان تم سے گلہ کرتا ہے کہ اس کے شتر کے سر پر تازیانہ مارا اور اس کو سب وشتم کیا۔ آپ نے فرمایا واجب نہیں کہ جو تو امر کرے ہم اس کو بجالائیں اور رہا تازیانہ لگانا۔ سو میرا شتر دروازہ پر کھڑا ہے مروان کو کہہ کہ اس کے تازیانہ لگائے یہ آپ کی کمال حاضر جوابی اور منتہائے ظرافت تھی پھر فرمایا لیکن اگر کوئی کلمہ بے جا مروان زبان سے نکالے گا تو اس کا جواب زبان تیغ سے دوں گا کیوں کہ وہ میرا ہمسر نہیں یہ کہہ کر خشم ناک وہاں سے اٹھے۔ اب حضرتِ ابوذرؓ کا حال سنئے وہ چلتے چلتے ربذہ پہنچے یہ مقام ویران جنگل میں ایسی جگہ واقع تھا کہ بقول مورخین دور دور تک اس کے چاروں طرف کہیں آبادی کا نشان نہ تھا۔ ابوذرؓ ناچار قہرِ درویش بجانِ درویش اسی ویرانے میں رختِ اقامت ڈال کر رہنے لگے کوئی نہ تھا کہ مونسِ تنہائی و موجبِ شکیبائی ہوتا الا ایک زوجہ پیرزن و بروایتے ایک دختر کہ حق خدمت بجالاتی اور ابوذر لیل و نہار مصروفِ عبادتِ پروردگار رہتے چوں کہ یہ مقام راہِ کوفہ و حجاز پر واقع تھا تو گاہ گاہ حجاج و زوار وہاں سے گزرتے اور بعض اوقات بعض دین داروں کی طرف سے کچھ تحفہ تحائف بھی لاتے مگر وہ ایک قبول نہ فرماتے اور اسی وحشت سرا میں یادِ خدا میں بسر اوقات کرتے حتیٰ کہ رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ مروی ہے کہ جب ربذہ میں کسی نے ابوذر سے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ جس کو رسولؐ اللہ سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے اسی کو تم رکھو گے پس بتلاؤ کہ تمہارے نزدیک سب سے زیادہ دوست کون ہے ابوذر نے کہا محبوب ترین خلق میرے نزدیک وہ پیرِ مظلومؑ ہے کہ جس کا حق غصب کیا ہے، یعنی علیؑ ابن ابی طالب۔ نعیم بن قعنب کہتا ہے کہ میں ابوذر کے ملنے کے شوق میں ربذہ گیا وہاں ایک بوڑھی عورت کو دیکھا اس سے پوچھا ابوذر کہاں ہیں کہا کسی اپنے حاجت کے لئے باہر گئے ہیں تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ آئے اور دو شتر کو کہ ان کی گردن میں ایک ایک مشکِ پُر آب بندھی ہوئی لاتے تھے میں نے اٹھ کر سلام کیا جواب سلام دیا اور گھر میں گئے۔ پس ایک کاسہ جس میں ایک پرند مثل اسفرود کے پکا ہوا تھا لا کر میرے

آگے رکھ دیا اور کہا کھاؤ میں روزے سے ہوں پھر اٹھے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر آ کر میرے ساتھ کھانے میں شریک
ہوئے میں نے کہا تم کہتے تھے کہ میں روزے سے ہوں۔ کہا ہاں میں اس مہینہ میں تین روزے رکھ چکا ہوں اور تمام مہینے
کے روزوں کا ثواب رکھتا ہوں اب چاہوں روزہ رکھوں چاہوں افطار کروں۔ ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ جب وقتِ
وفات ابوذرؓ کا نزدیک پہنچا تو نیک بی بی سرہانے بیٹھی رو رہی تھی۔ سبب گریہ دریافت کیا تو کہا اپنے حال زار پر روتی
ہوں کہ بے خانہ وخانماں اس صحراء غربت میں پڑے ہیں کوئی پرسان حال شریکِ رنج وملال نہیں رکھتے اور نیز اندیشہ
مند ہوں کہ تم کو زمان ناگزیر پیش آئے تو میں تن تنہا تمہاری تجہیز وتکفین سے کیوں کر عہدہ برآ ہوں گی۔ ابوذر نے کہا اے
ام ذر اندیشہ کو دل میں راہ نہ دو کہ حضرت رسولؐ خدا نے مجھ کو خبر دی ہے کہ تیری وفات غربت میں ہوگی اور چند مومن نیکو
کار اس وقت وہاں پہنچیں گے اور تجہیز وتکفین کے متکفل ہوں گے۔ پس میں رحلت کروں تو تو ایک گوسفند ذبح کر کے
طعام تیار کر، اور راہ گزر پر بیٹھ، ایک جماعت مسلمانوں کی وہاں گزرے گی ان کو اس حال سے خبر دے وہ تجھ سے اس مہم
کو کفایت کریں گے اس وقت ان کو کھانا کھلا اور چندے ربذہ میں قیام کر پھر مدینہ کو چلی جا اور بقیہ زندگانی وہاں بسر کر
لکھا ہے کہ رسولؐ اللہ جنگِ تبوک کو روانہ ہوئے تو ابوذر بھی ہم رکاب تھے لیکن ان کا شتر از بس لاغر وناتواں تھا ساتھ نہ
چل سکا پیچھے رہ گئے آخر انہوں نے شتر کو چھوڑا اور اپنا اسباب اپنی پشت پر رکھا اور پیادہ پا روانہ ہوئے گرمی کا موسم تھا
دن چڑھا اور آفتاب گرم ہوا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ ایک مرد تنہا اپنا سامان اٹھائے ہانپتا چلا آرہا ہے حضرت رسولؐ
خدا نے فرمایا ہو نہ ہو ابوذرؓ ہے اور وہ پیاسا ہے جلد پانی پہنچاؤ لوگ پانی لے کر دوڑے ابوذرؓ پانی پی کر حضرت رسالت پناہ
کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پانی سے بھری ہوئی چھاگل ان کے پاس تھی آپ نے فرمایا اے ابوذرؓ پانی موجود تھا کس
لئے نہ پیا اس عاشق رسولؐ اللہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میں ایک پتھر پر پہنچا کہ آبِ باراں وہاں جمع تھا چکھا تو سرد و
شیریں پایا دل میں کہا کہ جب تک میرے حبیب رسولؐ خدا اس میں سے نہ پئیں گے میں نہ پیوں گا۔ حضرت نے فرمایا
اے ابوذرؓ رحمت خدا ہو تم پر تم تنہا غربت وبیکسی میں زندگی بسر کرو گے تنہا مرو گے اور تنہا مبعوث ہو گے اور اکیلے ہی جنت
میں جاؤ گے اور ایک جماعت اہل عراق سے توفیق تمہاری تجہیز وتکفین کی پائے گی۔ القصہ ابوذرؓ اپنی زوجہ کو وصیت کر کے
عالم باقی کو سدھارے۔ ام ذر اٹھی اور ان کے کہنے کے موافق طعام مرتب کیا۔ پس سرِ راہ بیٹھ کر انتظار کرنے لگی ناگاہ
حاجیوں کا ایک گروہ مکہ سے واپس آرہا تھا وہاں پہنچا اس میں شرفاء عراق مثل احنف بن قیس تمیمی وصعصہ بن صوحان
عبدی وجریر بن عبداللہ بجلی ومالک بن حارث الاشتر النخعی۔ وخارجہ بن الصلت التمیمی وغیرہ شامل تھے۔ ایک بوڑھی
عورت کو سرِ راہ بیٹھا دیکھ کر سمجھے کہ سائل ہے کچھ چاہتی ہوگی۔ نزدیک آئے تو ام ذر نے کہا اے مسلمانو ابوذر صحابی رسولؐ اللہ

نے انتقال کیا میں غریب الوطن بیکس اس کی زوجہ ہوں تم سے التجا کرتی ہوں کہ برائے خدا اس کے کفن دفن میں میری مدد کروانہوں نے یہ حال سنا تو گریاں ہوئے اور دعائے مغفرت کی ابوذرؓ کے لئے اور اپنی سواریوں سے اترائے اور انکو غسل دیا لیکن کفن کے لئے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اپنے پاس سے دے آخر بہت قیل و قال کے بعد قرار پایا کہ سب اس میں شریک ہوں اور تھوڑا تھوڑا پارچہ سب نے دیا اس سے کفن تیار ہوا کفن کے بعد حنوط کیا اور نماز پڑھ کر دفن فرمایا اس وقت مالک اشتر قبر ابوذرؓ پر کھڑے ہوئے اور کہا پروردگارا یہ ابوذرؓ تیرے پیغمبرؐ کا مصاحب ہے کہ تیری کتابوں اور نبیوں پر ایمان لایا اور تیری راہ میں جہاد کیا۔ اور آخر وقت تک دین اسلام پر ثابت قدم رہا چند امورِ خلافِ شرع دیکھ کر ان پر انکار کیا تھا اس لئے اسے ستایا اور آزار دیا اور جوار پیغمبرؐ سے نکالا کہ اس غربت کربت میں جان دی خداوندا تو اعلیٰ درجہ بہشت میں اس کو عطا کر اور جن لوگوں نے اسے آوارۂ وطن کیا سزائے واجبی ان کو دے اشتر یہ دعا مانگتے تھے اور حاضرین آمین کہتے جاتے تھے دن آخر ہوا تو ام ذر نے وہ کھانا حاضر کیا سب نے کھانا کھایا رات کو وہاں رہے صبح رہ گزرائے مقصد ہوئے۔ ابن اعثم کہتا ہے کہ خبر وفات ابوذرؓ مدینہ میں پہنچی تو عمار یاسر اس وقت حاضر مجلس خلیفۂ ثالث تھے اس خبر کو سن کر کہنے لگے **رحم اللہ اباذرؓ** خدا رحمت کرے ابوذر پر میں دل و جان سے یہ کہتا ہوں۔ عثمان برہم ہوئے کہ اے ناکس تو خیال کرتا ہو گا کہ میں نے جو اس کو اخراج کیا تو اس سے پشیمان ہوں گا۔ عمارؓ نے کہا **لا واللہ** میرا یہ گمان نہیں۔ عثمان نے چیخ مار کر کہا اس کو مارو اور وہیں بھیج دو جہاں ابوذر تھا۔ عمارؓ نے کہا قسم بخدا مجھ کو تیری نزدیکی سے کتوں اور درندوں کی ہمسائیگی پسندیدہ تر ہے یہ کہہ کر وہاں سے اٹھے عثمان نے ارادہ کیا کہ عمارؓ کو بھی مدینہ سے اخراج کریں لیکن بنی مخزوم اقرباء عمار یہ سن کر افروختہ ہو گئے اور کہا ہم ہرگز ایسا نہ ہونے دیں گے امیر المومنینؑ عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو فہمائش کی کہ اس ارادہ سے باز آئیں عثمان نے جھنجلا کر کہا مجھ کو چاہئے کہ سب سے پہلے تجھ کو اس شہر سے نکالوں کہ عمارؓ وغیر عمارؓ کو تو مجھ پر تباہ کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تیرا مقدور نہیں کہ ایسا خیال بھی دل میں لائے عمل میں لانا تو درکنار اگر یقین نہیں تو امتحان کر کے دیکھ لے کہ حقیقتِ حال تجھ پر کھل جائے خود تو خلافِ شرع کام کر کے لوگوں کو آزردہ کرتا ہے جب وہ شکایت کرتے ہیں تو الٹا ان پر خفا ہوتا اور سزائیں تجویز کرتا ہے یہ حرکات مروت و انصاف سے بسا بعید ہیں۔ غرض اس قسم کی نرم گرم باتیں کر کے وہاں سے باہر آئے اور عثمان بنی مخزوم کے اتفاق کرنے اور شاہ مرداںؑ کی حمایت سے عمارؓ کے جلاوطن کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ **نیز حضرت عثمان کو ایک اور** معاملہ پیش آیا جو عام ناراضگی کا باعث ہوا انہوں نے چاہا کہ تمام مسلمانوں کو قرأت زید بن ثابت پر جمع کریں بنا بریں جس جس کے پاس قرآن تھے بجبر و قہر ان سے چھین لئے **جنابِ عثمان کا نسخہ ہائے قرآن کو جلوانا: عبداللہ**

بن مسعود کہ پرانے قرآن داں اور اپنے مصحف کی صحت پر بہت نازاں تھے بقدم انکار پیش آئے عثمان خود ان کے گھر پر گئے اور ہر چند وہ عذر کیا کئے مگر مسموع نہ ہوا اور ان کا قرآن بھی اوروں کی طرح لے لیا گیا بعد ازاں ان سب کو جمع کر کے کچھ حذف واسقاط وتقدیم وتاخیر کے بعد ایک نسخہ تیار کیا۔ اور اس کی چار نقلیں کرا کر چار بڑے بڑے شہروں میں بھیج دیں اور باقی تمام مصاحف کو آگ میں جلوا دیا بروائتے پہلے ان کو پانی میں دھویا پھر آگ میں جلایا۔ یہ حرکت مسلمانوں کو بہت ناپسند ہوئی اور قرآنوں کا جلانا ان کے نزدیک اس کی کمال بے حرمتی اور توہین ٹھہرا پس اس سے نہ صرف وہی اشخاص ناخوش ہوئے جن کے مصاحف جلائے گئے بلکہ تمام صحابہ وغیر صحابہ نے ان کے اس فعل کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ ام المومنین عائشہ نے کہ **بمفاد خذوا ثلثیٰ دینکم من الحمیراء** دوتہائی دین حمیرا (عائشہ) سے حاصل کرو مقبول القول تھیں اور خصوص اس زمانے میں دین کا بہت کچھ مدار ان کے فتویٰ پر آ رہا تھا صاف صاف کہہ دیا **اقتلوا احراق المصاحف** کہ قتل کرو اس قرانوں کے جلانے والے کو زیادہ تر عبداللہ مسعود کو اپنے قرآن کا جلایا جانا سخت ناگوار تھا۔ وہ برملا مذمتِ عثمان کرتے اور ان کے اس فعل کو بدعت وضلالت سے تعبیر فرماتے تھے بالآخر عثمان نے اپنے غلاموں کو اشارہ کیا انہوں نے اس قدر مارا کہ بے چارہ تیسرے روز جان سے گزر گیا، کہتے ہیں کہ اس زدوکوب میں ایک یا دو استخوان ان کے پہلو کا ٹوٹ گیا۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ شدتِ مرض عبداللہ کی خبر عثمان کو پہنچی تو ان کی عیادت کو گئے اور سرہانے بیٹھ کر پوچھا جس چیز کو تیرا دل چاہتا ہو بیان کر کہا سوائے رحمتِ الٰہی کے کوئی آرزو نہیں رکھتا فرمایا تو کہے تو طبیب کو تیرے لئے حاضر کروں کہا طبیب ہی نے تو مجھ کو بیمار کیا ہے پھر کہا چاہتا ہے کہ رزق وعطیہ جو تجھ سے بند ہو گیا ہے کھول دوں کہا جب اس کی حاجت تھی تو تو نے بند کیا اب کہ اس سے مُستغنی ہوں عطا کرتا ہے کہا اگر تجھ کو حاجت نہیں تو تیری اولاد کے لئے کام آئے گا عبداللہ نے کہا اولاد کا رزق خدائے تعالیٰ پر ہے وہ کریم ضرور ان کو پہنچائے گا۔ عثمان نے کہا ابو عبدالرحمٰن میرے لئے حق تعالیٰ سے طلب بخشش کر کہا میں اس جل شانہ سے دعا کرتا ہوں کہ بروزِ قیامت میرا انصاف تجھ سے لے پس عثمان وہاں سے اٹھ کر دارالامارہ کو آئے اور ابن مسعود نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔ نیز ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے عمار یاسر کو وصیت کی تھی کہ عثمان میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے بنابریں عمارؓ نے چند آدمیوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھ کر دفن کیا عثمان کو یہ حال معلوم ہوا تو اس کی قبر پر آئے اور عمارؓ سے کہا کیا باعث ہوا کہ تو نے ہم کو اطلاع نہ کی عمارؓ نے کہا مجھ کو یہی وصیت کی تھی۔ عثمان عمارؓ پر ناراض ہوئے اور یہ ایک اور سبب تھا ناراضگی عثمان کا عمارؓ سے۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود جو اس طرح سرپنجۂ ستم عثمانی سے ناچیز ہوئے بزرگان صحابہ سے

داخل عشرۂ مبشرہ ہیں۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے ابوعبیدہ جراح کو ان دس سے نکال کر ابن مسعود کو ان میں داخل کیا تھا۔ عمرو عاص عمر خطاب کے عہد سے حاکم مصر تھا اور خلیفہ ثالث کی بہن کلثوم نام سے اس کا نکاح بھی ہو گیا تھا۔ بنابریں اس کو گمان تھا کہ ریاستِ مصر پر برقرار رہوں گا چنانچہ اول اول وہ ان کی خوشامد کرتا اور طرف دار بنا ہوا تھا۔ مگر جب پیش گاہِ خلافت سے حکومتِ مصر اس سے چھینی جا کر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو دے دی گئی تو اس نے بھی اپنا ڈھنگ بدل دیا۔ کلثوم کو طلاق دے کر دشمن جانی حضرت عثمانی بن گیا۔ محمدؐ بن جریر طبری کہتا ہے کہ یہ طلاق دینا اس کا عثمان کو سخت ناگوار گزرا اور وہ اس وقت سے عمرو عاص سے عداوت رکھنے لگے۔ علیٰ ہذا مغیرہ بن شعبہ و سعد بن ابی وقاص بھی یکے بعد دیگرے ایالت کوفہ سے معزول ہوئے تھے وہ بھی خلافت پناہ سے سینہ صاف نہ تھے۔ نیز ایک اور امر عام برانگیختگی کا باعث یہ ہوا کہ فدک جس پر جناب سیدہ کا خلیفہ اول کے ساتھ کیا کچھ نزاع و تکرار نہ ہوا تھا اور جس کو ابوبکر نے حدیث موضوع **نحن معاشر الانبیاء** کی سپر منہ پر لے کر آنحضرت سے چھینا اور داخل بیت المال کیا تھا عثمان نے اسے مروان کو بخش دیا چنانچہ تادم زیست اس کے قبضہ میں رہا اور اس کے بعد اس کی اولاد کے تصرف میں تھا تا اینکہ عمر بن عبدالعزیز کو خلافت ہوئی اس نے ان سے لے کر بدستور بیت المال میں شامل کیا جیسا کہ کتاب ابی الفداء میں ہے بالجملہ دار الخلافہ کی یہ کیفیت تھی اور صوبجات میں عاملان عثمان نے کہ اکثر بنی امیہ ان کے رشتہ دار تھے ایک طوفان برپا کر رکھا تھا قانون شریعت بالکل بالائے طاق، نفسانی خواہشوں سے جو چاہتے تھے سو کرتے تھے شام سے معاویہ کے فسق و فجور کی متواتر شکایتیں آتی تھیں، اہل مصر ابن ابی سرح کے پنجۂ ظلم سے جدا نالاں تھے،

ولید بن عتبہ کا شراب پی کر مسجد میں نماز پڑھانا: ولید بن عقبہ حاکم کوفہ کہ نص قرآن فاسق و فاجر تھا۔ علانیہ شراب پیتا و دیگر منہیات کا مرتکب ہوتا تھا۔ ایک روز صبح کی نماز تھی کہ ولید پلید نشہ شراب میں سرشار مسجد میں آیا اور بجائے دو رکعت فریضۂ صبح کے چار رکعت پڑھ گیا اور پھر مقتدیوں کی طرف پھر کر کہتا ہے کہ آج مجھ کو سرخوشی و سرور ہے کہو تو اور رکعات تمہارے لئے زیادہ کر دوں عبداللہ بن مسعود کہ جملہ ماموین سے تھے بولے ہم اول دن سے تیرے ساتھ زیادتی میں ہیں اور ہمیشہ زیادتی میں رہیں گے اہل کوفہ پر کہ اس امامت و اقتدا سے مارے شرم کے پانی پانی ہوئے جاتے تھے یہ واقعہ بہت گراں گزرا عثمان نے ولید کو معزول کر کے سعید بن عاص کو کوفہ کا فرمانروا کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اس کی درشت خوئی زیادہ تر خلقت کی وحشت کا باعث ہوئی ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سعد وقاص کے برادرزادے سے باتوں باتوں میں بگڑ گیا اور اس کو اس قدر زدوکوب کیا کہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ پھر اس کے مکان کو آگ لگا کر جلوا دیا سعد نے اس کی شکایت مدینہ میں خلافت پناہ کے آگے کی کچھ شنوائی نہ ہوئی سعد تو پہلے ہی سے کبیدہ

خاطر تھے۔اس سے زیادہ بے آبروئی کیا چاہتا تھا مگر ام المومنین عائشہ کے منع کرنے سے باز رہا۔نیز اس سعید نے سعادت کی آتش مزاجی سے مالک اشتر سے کہ کوفہ میں اول درجہ کے شخص تھے اس کی ان بن ہوگئی اور اس نے بایماء خلیفہ ان کو معہ بعض دیگر رؤساء صعصعہ بن صوحان و کمیلؒ بن زیاد وغیرہ کے پکڑ کر شام کو اور وہاں سے حمص کو جلاوطن کیا یہ باتیں کوفیوں کے دل میں خاص کر اور جملہ مسلمانوں میں عموماً اثر پیدا کرتی تھیں اور طرفہ یہ کہ جب ان بے باک ظالموں کی بارگاہِ خلافت میں شکایت وفریاد ہوتی تو ادھر سے الٹی ان کی حمایت کی جاتی کہ اس سے یہ چھٹانک تھے تو، سیر روباہ سے شیر بن جاتے تھے اور رعایا کو پاؤں میں پیسے ڈالتے تھے۔پس مشہور ہے کہ **الملك يبقى مع الكفر والشرك ولا يبقى مع الظلم والجور** کہ ملک وبادشاہت کفر وشرک کے ساتھ بھی قائم رہتی ہے نہیں رہتی تو ظلم وستم کے ساتھ نہیں رہتی۔لازماً ان سب باتوں کا وہی نتیجہ ہوا جس کا بیان آگے آتا ہے۔روضتہ الصفا میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام عثمان کے پاس داخل ہوئے اور فرمایا اے ابوعمر تجھ کو معلوم ہے کہ خلقت تیرے عاملوں کی نسبت کیا کچھ کہتی ہے میں حیران ہوں کہ تجھ کو کیا سمجھاؤں تو سالہا سال حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں رہا۔پسر ابو قحافہ وابن خطاب ملک داری میں تجھ سے اولی لائق نہ تھے کیا تو نہیں جانتا کہ عدل وانصاف کیا چیز ہے اور جور وظلم کیا شے؟اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور اس کا ثمرہ کیا ہے مجھے خوف ہے کہ اگر چندے اور یہی حال رہا تو ملک چار طرف سے اٹھ کھڑا ہوگا اور تو اس بلوائے عام میں مارا جائے گا۔اگر ایسا ہوا تو دروازہ ہائے فتنہ وفساد اس امت پر کھل جائیں گے اور روز قیامت تک بند نہیں ہونے کے،عثمان نے کہا اے ابوالحسن تم میری جگہ ہوتے اور اپنے عزیزوں کے ساتھ اس طرح کے سلوک کرتے تو میں تم کو ملامت نہ کرتا۔مغیرہ بن شعبہ کے اطوار سب کو معلوم ہیں عمر نے اسے عامل کوفہ مقرر کیا معاویہ کو شام کی حکومت بخشی میں نے اگر اپنی قرابت کے لحاظ سے عبداللہ بن عامر کو والیٔ بصرہ کیا معاویہ کو شام کی حکومت پر برقرار رکھا تو کیا برا کیا امیر المومنینؑ نے کہا عمر اگر اپنے کسی عامل کی نسبت ایک حرف بھی شکایت کا سن پاتا تھا تو اس کو معزول کر کے شکنجہ عتاب میں کھینچتا تھا اور بدرجہ غائت زجر وملامت کرتا تھا تو یہ کچھ دیکھتا اور سنتا ہے اور کچھ نہیں کرتا معاویہ ودیگر عاملان،عمر سے اس قدر ڈرتے تھے کہ اس کے غلام بھی اتنا نہ ڈرتے ہوں گے۔امیر المومنینؑ اس گفت و شنید کے بعد گھر تشریف لے گئے اور عثمان پر اثر معکوس اس نصیحت کا یہ ہوا کہ لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا اور خود منبر پر جا کر ان کو سخت سرزنش ولعنت وملامت کی اور کہا میں تم سے ایسی ایسی باتیں سنتا ہوں میرے سے پہلے عمر کی نسبت بھی تم یہی باتیں کیا کرتے تھے مگر وہ درشت خو سخت آدمی تھا تم کو کوفتہ ومالیدہ رکھتا تھا میں تمہارے ساتھ نرمی ومدارا کرتا ہوں لہٰذا تم دلیر ہوگئے ہو۔اس کے ساتھ ہی مروان نے کھڑے ہو کر بہت سا لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور خوف قتل دلایا عثمان نے اسے

منع کیا۔ بالجملہ کچھ مروان وغیرہ کی شرارت و بدذاتی سے اور بہت کچھ خلافت پناہ کی اپنی کوتاہ اندیشی سے کارِ خلافت میں خلل کلی پڑ گیا۔ رعب داب سلطنت مطلقاً جاتا رہا اور لوگ ان کے اختیارات میں دخل دینے لگے بلکہ رُو در رُو برا کہتے اور ڈانٹ بتلانے لگے اور آخر آخر میں مار پیٹ تک بھی نوبت پہنچ گئی تھی۔ ابن اثیر جزری کامل التواریخ میں کہتا ہے کہ اول جس نے عثمان پر لوگوں کو دلیر کیا عبدالرحمٰن بن عوف تھا راقم حروف کہتا ہے کہ وہی عبدالرحمٰن عوف کہ عقد اخوت کی رو سے خلافت پناہ کا سگا بھائی اور علاقہ سببی میں آپ کا بہنوئی اور محبت و یک جہتی میں آپ کا گہرا یارِ غار جس کو خلیفہ ثانی مجلسِ شوریٰ کا صدر انجمن بنا گئے تھے اور جس نے، ابھی ذکر ہوا، کہ انصاف و دیانت کا خون کر کے عثمان کو ذاتِ مجموعہ صفات حضرت مرتضوی پر تفضیل و ترجیح دی تھی۔ قدرتِ خدا ہے اور اثر دعائے مولیٰ کہ وہی عبدالرحمٰن باوجود اتنے رابطوں کے آج اپنی حرکت پر اس قدر نادم و پشیمان ہے کہ اپنے ہاتھ کا لکھا آپ مٹاتا ہے اور خود خلیفہ صاحب کی بے حرمتی کرتا اور اوروں کو بغاوت و سرکشی کا سبق دیتا ہے۔ کامل میں ہے **ان ابلاً من الصدقته قدم بها علیٰ عثمان فوهبها لبعض بنی الحکم فبلغ ذالك عبدالرحمن بن عوف فاخذها و قتمها بین الناس و عثمان فی الدار** یعنی کچھ اونٹ شتران صدقہ سے پیش گاہِ خلافت میں آئے تھے عثمان نے (حسبِ معمول) وہ حکم بن عاص کے بیٹوں میں سے ایک کو بخش دیئے۔ عبدالرحمٰن نے یہ سنا تو بابِ عالی کا ذرا پاس ادب نہ کیا اور وہ اونٹ اس سے واپس لے کر لوگوں کے درمیان ان کو تقسیم کیا۔ عثمان گھر میں بیٹھے رہے کچھ نہ کر سکے۔ سبحان اللہ عجب انقلاب و نادر نیرنگیاں زمانہ کی، حضرت امیر علیہ السلام معائنہ فرماتے تھے، پہلے بیعت ابوبکر کے لئے خلیفہ ثانی کا وہ تلملانا آپ نے دیکھا، کہ آگ اور ایندھن لائے تھے کہ بیت الرسالت کو جلا ڈالوں گا نہیں تو نکل کر بیعت کرو، پھر اسی منہ سے اس بیعت کو فتنہ و شرارت کہتے ہیں، اور اس جیسے کے مرتکب کے لئے قتل کا فتویٰ دیتے تھے، آپ نے سماعت فرمایا، عثمان کے خلیفہ بنانے میں جناب ابن عوف کیسے کچھ سرگرم تھے کہ وہ چالیس اس کے لئے چلے پھر تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی تخریب کے درپے ہو گئے اور اس قدر اس پر پشیمان ہوئے کہ مرتے مر گئے مگر خلیفہ صاحب کی صورت دیکھنے کے روادار نہ ہوئے اس سے بھی غریب تر بی بی عائشہ اور میاں طلحہ زبیر و عمرو عاص کا قصہ ہے کہ کس اہتمام کے ساتھ انہوں نے عثمان کو قتل کرایا۔ بعد کو حضرت ہی سے ان کے خون کے طلب گار بنے اور کیسے کچھ فتنے و فساد برپا کیئے کہ الاماں۔ زبیر کو دیکھئے کہ ابتدا میں کس قدر عقیدت و اخلاص کی ڈینگ مارتے اور تلوار گھماتے پھرتے تھے کہ علیؑ کو چھوڑ کر ہم ابوبکر کی بیعت کریں یہ کبھی نہ ہو گا۔ آخر کو جنگِ جمل میں وہی تلوار حضرت کے سامنے کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔ کبھی اپنے اصحاب کے ایک فرقہ کے بے ہودہ اصرار سے

آپ تحکیم حکمین پر مجبور ہوتے تھے۔ پھر انہی اصحاب کو اس تحکیم پر معترض ہو کر **لا حکم الا اللہ** کہتے اور اپنا دین وایمان گنواتے ملاحظہ فرماتے تھے الحق طالبان دنیا جس وقت جس صورت میں اپنی مصلحت جانتے تھے گرگٹ کی طرح ویسا ہی رنگ بدل لیتے تھے لیکن آنحضرت کا چنداں نفع ونقصان اس تغیر وتبدیلی سے وابستہ نہ تھا آپ لاکلام خدا کی طرف سے نائب رسولؐ وامام انام تھے پس امت کی فلاح و بہبودی تمام تر آپ کی اطاعت وفرمان برداری میں تھی یہ ان کا اختیار تھا کہ اس فرض کو ادا کریں یا نہ کریں۔ اور اس بارہ میں آنحضرت کی مثال ٹھیک خانہ کعبہ کی سی تھی۔ پس اگر کوئی واجب الحج، حج نہ کرے تو کعبہ کو اس سے کیا ضرر ہے، اپنا سر کھائے۔ یزیدیوں نے عبداللہ زبیر کے محل رہنے سے اس پر سنگ وآتش برسائے تو کیا کعبہ، کعبہ نہ رہا، علیٰ ہذا اگر کچھ لوگ آپ کی امامت کی تصدیق سے محروم رہے تو انہوں نے کچھ اپنا کھویا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو احادیثِ متفق علیہ میں خانہ کعبہ سے تشبیہ دی ہے **یا علیؑ انت مثل الکعبہ توتی ولا تاتی** ترجمہ اے علیؑ تو مثل کعبہ کے ہے تیرے پاس لوگ آئیں تجھ کو کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اور صواعق محرقہ میں ہے **علیؑ باب حطۃٍ من دَخَلَ فیه کان مؤمناً ومن خرج منه کان کافرا** کہ علیؑ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بنی اسرائیل میں بابِ حطّہ تھا جو اس میں داخل ہوا مومن ہوا اور جو خارج ہوا کافر پھرا۔ ابنِ اثیر کہتا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جس نے عثمان کے سامنے گفتگو میں جرأت کی وہ جبلہ بن عمرو الساعدی تھا ایک مرتبہ عثمان جا رہے تھے وہ اپنی قوم کے ساتھ مجلس میں بیٹھا تھا اور ایک رسن اس کے ہاتھ میں تھی عثمان نے ان لوگوں کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا جبلہ نے کہا کس لئے تم نے ایسے شخص کے سلام کا جواب دیا جس نے ایسا اور ایسا کیا ہے اور عثمان سے کہا قسم بخدا کہ تو اپنے ان خبیث رفیقوں مروان وابن عامر وابن سعد وغیرہ سے کنارہ کش ہو جن کی مذمت میں قرآن نازل ہوا اور رسولؐ اللہ نے ان کا خون حلال کیا ہے ورنہ یہی رسی تیری گردن میں ڈالوں گا اور نیز وہ ایک روز خطبہ کہہ رہے تھے اور ہاتھ میں وہ عصا تھی جس پر رسولؐ اللہ خطبہ کہا کرتے تھے پھر ابوبکر وعمر بھی اسی کو ہاتھ میں لے کر خطبہ کہتے تھے جہجاہ غفاری اٹھا اور وہ عصا خلیفہ کے ہاتھ سے چھین لی اور گھٹنوں میں دے کر اسے توڑ ڈالا **قتلِ عثمان بن عفان اور حضرت امیرؑ کا اس بارے میں رویّہ:** مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب جور وعدوان عاملانِ عثمان کا اہلِ قریات وبلدان خصوصاً ساکنینِ مصر وعراق پر حد سے گزر گیا اور باوجودیکہ وہ لوگ بارہا بار رسل عرائض وچند بار خود حاضر درگاہ ہو کر مستدعی انصاف وفریاد رسی ہوئے مگر بابِ خلافت سے کوئی انتظام وانسداد اس جور وبے داد کا عمل میں نہ آیا اور سوائے حیلے وحوالے کے کوئی ٹھیک بات عتبہ خلافت سے حاصل نہ ہوئی بلکہ یہ امر زیادتی غیظ وغضب وشور وشغب ان ظالموں کا ہو کر نتیجہ برعکس پیدا ہوا، چنانچہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کہ حاکم

مصر اور ظلم و جور میں وحید عصر و فرید دہر تھا بعض فریادیوں کو تہِ تیغِ بے دریغ کھینچا اور بہتوں کو ضرب و شتم سے تادیب کیا ماقی کو قید کر لیا تو اہل مصر حرکاتِ ناشایستہ عبداللہ مذکور سے بیش از بیش خستہ و دل ریش ہو کر رؤساء و شرفاء مصر بجمعیت سات سو مرد کے، اور نیز بمعیت اہل کوفہ و بصرہ کے متوجہ مدینہ منورہ ہوئے اور مسجد نبی میں داخل ہو کر اوقات نماز میں صحابہ کبار سے شکایت ان حرکات کی کرتے تھے۔ ابن اعثم کہتا ہے کہ اول شخص جو اہل کوفہ سے داخلِ مدینہ ہوا مالکِ اشتر تھا ان کے ساتھ ایک سو مرد کوفیوں سے تھے ان کے بعد حکیم بن جبلہ عبدی اہل بصرہ سے اڑھائی سو مرد کے ساتھ وارد ہوا اور اس کے ساتھ ہی عمرو بن بدیل و وہب بن ورقاء خزاعی و کنانہ بن بشر تحمی و اسید بن حمران مرادی چار سو مصریوں کے ساتھ وہاں پہنچے اور جماعۃ مہاجر و انصار سے جن کو عثمان کے ہاتھ سے ایذا و آزار پہنچے تھے متفق ہو کر اس مقدمے میں گفتگو کرنے لگے۔ ابن ابی الحدید اپنے شیخ و استاد ابو جعفر سے نقل کرتا ہے کہ اہل مدینہ صحابہ و غیر صحابہ نے اطراف و اکنافِ ملک میں خطوط لکھے کہ جہاد کا ارادہ رکھتے ہو تو یہاں آؤ اور خلیفہ کو جس نے دین محمد کو فاسد کر دیا خلافت سے خلع کرو مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایت تنہا ابنِ ابی الحدید کی نہیں ابن اثیر نے بھی کامل میں اس کو اسی طرح روایت کیا ہے کہ اہل مدینہ صحابہ و غیر صحابہ نے باہر کے مسلمانوں کو یہ لکھ کر بلایا تھا کہ اگر جہاد کرنا چاہتے ہو۔ تو یہاں آؤ اور عثمان کو معزول کرو جس نے دین محمدؐ کو بگاڑ رکھا ہے پس اس سے زیادہ ثبوت صحابہ کے خلافت پناہ سے ناراض ہونے کا اور ان کے قتل میں اعانت کرنے کا اور کیا ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز تحفہ میں زبردستی اس سے انکار کرتے ہیں۔ القصہ بہت سے صلاح مشورے کے بعد ان سب کی رائے اس پر ٹھہری کہ خلیفہ ثالث کو مجبور کریں کہ اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں نہ مانیں تو ان کو قتل کرنا چاہئے۔ ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ عثمان نے یہ صورت دیکھی تو عبداللہ بن عمر خطاب کو طلب کیا اور کہا اے عبداللہ تو دیکھتا ہے کہ یہ لوگ کیا ارادہ رکھتے اور چاہتے ہیں کہ مجھ کو خلافت سے خلع کریں۔ عبداللہ نے کہا زنہار ایسا نہ کرنا تحقیق کہ تیری زندگی اب زیادہ نہیں رہی اور جو زیادہ ہوتی تب بھی سزاوار نہ تھا کہ یہ بدعت اسلام میں چھوڑ جائے کہ جب رعایا امام سے آزردہ ہوئی اس کو خلع کر دیا۔ پس جو خلعت کہ حق تعالیٰ نے تم کو پہنایا ہے اسے بدن سے نہ اتارنا نصیحت عثمان کو بہت پسند آئی۔ اور انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کچھ ہو خلافت سے دستبردار نہ ہوجئے پس امیر المومنین علیہ السلام کو بلایا اور کہا اے ابوالحسنؑ بذل احسان کرو اور آبِ پند و نصیحت اس آتشِ سوزاں کو بجھاؤ آئندہ کوئی امر خلافِ شرع مجھ سے صادر نہ ہوگا، جو کچھ وہ کہیں سب میری طرف سے قبول و منظور کرو آپ نے فرمایا میں آج تک جو کچھ نیک صلاح تجھ کو دیتا رہا اس پر کاربند نہیں ہوا اب بھی اپنے قول و قرار پر قائم نہ رہے گا۔ مروان و سعید و معاویہ و عبداللہ بن ابی سرح جو تجھے کہیں گے وہ کرے گا، عثمان نے کہا یا علیؑ گزشتہ باتوں کو جانے دو اب جو تم کہو گے وہی کروں

گا اور ہرگز تمہارے کہنے سے باہر نہ ہوں گا غرض حضرت عہد استوار لے کر اس مجمع میں تشریف لے گئے پہلے تو یہ لوگ کچھ مانتے نہ تھے بارے حضرت کی فہمائش سے ڈھیلے ہوئے اور کہا عثمان ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ آئندہ ہر کار میں کتابِ خدا وسنتِ رسولؐ اللہ پر کاربند ہوں گے اور جو امور خلافِ شرع ان سے سرزد ہو چکے ہیں حتی المقدور ان کی اصلاح عمل میں لائیں جن کو آوارہ وطن کیا ہے واپس بلائیں جن کا رزق روزینہ بند کیا ہے اجرا کریں اور عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کر کے محمدؑ بن ابوبکر کو ان کی جگہ والی مصر مقرر کریں غرض اس پر تراضی طرفین ہو کر وثیقہ مرتب ہوا اعظماء مہاجر وانصار نے اپنی اپنی گواہی ثبت کی پس اہلِ مصر محمدؑ کو ہمراہ لے کر اور اہلِ کوفہ وبصرہ بوعدہ ہائے واثق تسلی پا کر اپنے اپنے وطن کو واپس ہوئے۔ **روضتہ الاحباب** میں ہے کہ اس وقت مروان حکم نے عثمان سے کہا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ تو نے بمنت وسماجت مصریوں کو واپس کیا ہے اگر ایسے وقت میں خاموش رہے گا تو یہ بات ان کو متیقن ہو جائے گی پس اوروں کو جرأت ہوگی۔ جس کا جی چاہے گا چڑھ آیا کرے گا۔ صلاح وقت یہ ہے کہ لوگوں کو جمع کر کے کہو کہ یہ گروہ فتنہ وفساد کی نیت سے یہاں آیا تھا جب دیکھا کہ ہمارا مدعا حاصل ہونے والا نہیں، اور محض باطل پر ہیں، تو خائب وخاسر پلٹ گئے، یہ خطبہ مسجد میں مجمع عام کے سامنے پڑھا گیا تو عمرو عاص نے اٹھ کر کہا اے عثمان خدا سے ڈر کس وقت اور حسن حیل سے تو وہ لوگ واپس کئے گئے ہیں، تو کہتا ہے کہ نادم وپشیمان ہو کر گئے، توبہ کر، آئندہ ظلمۂ بنی امیہ کے ہاتھ سے خلائق کو نجات دے، ورنہ ایسی مصیبت میں مبتلا ہوگا کہ اس سے رہائی نہ ملے گی عثمان نے اس کو دھتکارا کہ اے پسر نابالغہ تو تمام گناہوں سے توبہ کر چکا ہے کہ مجھ کو تائب ہونے کا امر کرتا ہے، تیرا تمام شور وشر اس لئے ہے کہ حکومتِ مصر سے معزول ہوا عمر نے کہا میں رسولؐ اللہ اور ابوبکر وعمر کے زمانہ میں کہ بمراتب تجھ سے بہتر تھے عامل رہا ہوں تو نے معزول کیا تو کیا ہوا، تیرے تمام کام سنتِ خیر الانام کے خلاف ہیں اپنی حرکت نکوہیدہ سے تائب ہو ورنہ پشیمان ہوگا پس ایک گوشۂ مسجد سے آواز آئی **تب الی اللہ یا عثمان** عثمان اس کی طرف دیکھنے لگے کہ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں، اے عثمان خدا سے ڈر اور توبہ کر، کہتے ہیں کہ اس روز عثمان نے حیران ہو کر کہا **اللھم انی اتوبُ الَیکَ** پروردگارا میں توبہ کرتا ہوں تیری جانب اور میں ہوں اول توبہ کرنے والوں کا، اس کے بعد عمرو عاص جس سے ملتا اس کو عثمان کے برخلاف بھڑکاتا۔ یہ روایت روضتہ الاحباب کی ہے لیکن تاریخ ابن اعثم کوفی میں ہے کہ اس وقت ہر طرف سے پتھر ان پر برسنے لگے، اور اس پر بھی بس نہ کر کے کسی نے ٹانگ پکڑ کر منبر سے گھسیٹ لیا، عثمان بے ہوش ہو کر زمین پر گرے اور ان کے غلام ان کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ پھر صاحب روضتہ الاحباب کہتے ہیں کہ ایک روایت یہ ہے کہ جب علیؑ مصریوں کو واپس کر کے عثمان کے پاس واپس آئے تو ان سے کہا اب مناسب یہ ہے کہ جلسۂ عام کر کے

تو ایسی باتیں کہے کہ لوگ ان کو سن کر امیدوار اور مسرور ہوں اور جان لیں کہ تو اپنے عاملوں سے بے زار ہے، اور ان کے افعال نکوہیدہ ناپسند کرتا ہے، تاکہ یہ امر نزدیک و دور معروف و مشہور ہوا اور جو لوگ تجھ سے متنفر ہو گئے ہیں درست ہو جائیں ورنہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ مصریوں کی طرح اور شہروں کے باشندے بھی چڑھ آئیں، اور تو پھر کہے کہ یا علیؑ ان کو جا کر واپس کرو، نہ جاؤں تو کہے کہ علیؑ قطع رحم کرتے اور میرے حق کو خفیف جانتے ہیں، پس عثمان نے مسجد میں جا کر حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا ایہا الناس اولادِ آدم سے خطا وعصیان سرزد ہوتے ہیں میں آدمی ہوں معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے **التائب من الذنب کمن لاذنب له** کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں پس تمام ناہموار کاموں سے جو مجھ سے سرزد ہوئے توبہ کرتا ہوں، جب یہاں سے فارغ ہو کر گھر کو جاؤ تو چاہیئے کہ تم سے چیدہ لوگ میرے پاس حاضر ہوں اور کاروبار میں مجھے مشورہ دیں کہ میں ان کی صلاح سے کام کروں گا، اور مروان وغیرہ کو جن سے تم ناراض ہوا اپنے پاس سے نکال دوں گا۔ حاضرین عثمان کی رقت آمیز ورقت خیز باتوں کو سن کر رونے لگے خود عثمان بھی گریاں ہوئے علیؑ مرتضٰی نے کہا جو کچھ اس شخص پر واجب تھا بجالایا، حق تعالیٰ توفیق دے کہ اپنے عہد پر استوار رہے، پس اکابر واشرافِ مدینہ عثمان سے امیدوار ہو کر اپنے گھروں کو پلٹے۔ **نائیلہ زوجہ عثمان اور مروان کے درمیان گفتگو**: راوی کہتا ہے کہ مروان وسعید بن عاص وغیرہ بنی امیہ، کہ ادائے خطبہ کے وقت حاضر نہ تھے یہ سن کر عثمان کے پاس داخل ہوئے ازانجملہ مروان نے مبادرت کر کے کہا یا امیر المومنینؑ میں کلام کروں یا خاموش رہوں نائلہ بنت فرافصہ زوجۂ عثمان کہ زنِ عاقلہ تھی پس پردہ سے بولی اے مروان تیرا خاموش رہنا ہی بہتر ہے، تو جو کہے گا میں جانتی ہوں تو امیر المومنینؑ کو آج کے خطبہ میں ملامت کرنا چاہتا ہے، آگاہ رہ کہ آج وہ یہ باتیں نہ کہتا تو اس کو قتل اور اس کے بچوں کو یتیم کر دیا جاتا قسم بخدا کہ اس نے جو اقرار کیا ہے اس سے تجاوز کرنا ہرگز قرین مصلحت نہیں، مروان نے کہا اے نائلہ تجھ کو ان باتوں سے کیا نسبت بخدا کہ تیرا باپ فوت ہوا حالاں کہ اچھی طرح وضو کرنا بھی نہ جانتا تھا، نائلہ نے کہا اے مروان اپنی زبان کو تھام اور اموات کی عیب جوئی سے باز رہ، تیرا باپ میرے باپ سے ہرگز فائق نہ تھا اگر وہ امیر المومنینؑ کا چچا نہ ہوتا تو ابھی تجھ کو اس کی حقیقت سے آگاہ کرتی۔ تجھ کو مطلق عقل و شعور نہیں، امیر المومنینؑ کو لازم ہے کہ تجھ سے دوری اختیار کرے۔ مروان نے نائلہ کے جواب سے اعراض کر کے پھر کہا اے امیر میں کچھ بولوں یا چپ رہوں عثمان نے اجازت دی تو کہا جو خطبہ امیر المومنینؑ نے آج کہا ہے ہرگز مناسب واقع نہیں ہوا، اس سے سخت بے آبروئی ہوئی اور عزت واعتبار کو بٹہ لگا علیؑ ابن ابی طالب کا مقصود یہی تھا کہ خلقت کے سامنے تم کو رسوا کریں اور تمہاری خطاؤں کا اقرار تمہاری زبان سے کرائیں، سو وہ مقصود حاصل ہو گیا اب

لازم ہے کہ ان لوگوں کو کہ پہاڑوں کی طرح صف باندھے تمہارے دروازہ پر کھڑے ہیں یہاں سے دور کرو کہ مبادا کوئی کلمہ بے جا سامنے منہ سے نکالیں اور باعث فتنہ وفساد ہو، عثمان نے کہا تو جا کر کہہ دے کہ لوٹ جائیں، مجھ کو ان کے سامنے جانے سے شرم آتی ہے مروان نے باہر جا کر کہا تم لوگ کس لئے یہاں جمع ہوئے ہو کیا اس گھر کو غارت کرو گے، یا خلافت و بادشاہی ہم سے چھیننے کو آئے ہو اور بہت سخت وسست باتیں کمالِ نخوت وغرور سے کہیں، کہ لوگ از بس دل شکستہ وآزردہ ہو کر متفرق ہوئے، اور بعض نے علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں جا کر ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث سے پوچھا کہ تو نے بھی عثمان کی یہ باتیں سنی ہیں عرض کی ہاں، یہی حال ہے جو ان لوگوں نے بیان کیا، ولایت مآب سن کر کمال پیچ تاب میں آئے اور فرمایا بندگان خدا مجھ کو اس شخص کے ساتھ عجب طرح کا معاملہ پڑا ہے، اگر اس کے قضیئے جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہوں تو کہتا ہے کہ قطع رحم کرتے اور حقِ قرابت نہیں بجالاتے ہیں، اور جو اس میں دخل دیتا ہوں تو یہ امور اس سے ظاہر ہوتے ہیں، باوجود صحبتِ رسولؐ خدا اور اس سن وسال کے مروان نے اس کو اپنا کھلونا بنا رکھا ہے اور مثلِ شتر اس کی مہار پکڑ کر جس طرف چاہتا ہے دوڑاتا ہے اور اسی جوشِ غضب میں عثمان کے مکان پر جا کر کہا، کہ مروان نے تیرا عقل ودین سب لے لیا ہے، اونٹ کی طرح تیری ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہتا ہے کھینچتا ہے قسم بخدا کہ وہ اہلِ عقل ودانش سے نہیں پس تیری وہ مثال ہے کہ کہا ہے **من میشی علی العزاب سیرجع الی الخراب**۔

ہر کرا راہبر غراب بود
بے گماں منزلش خراب بود

شعر

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھد یھم طریق الھالکینا

کہ جس قوم کا راہبر کوّا ہوتا ہے، وہ عنقریب ان کو ہلاک ہونے والوں کا راستہ دکھائے گا، پھر فرمایا کہ تو نے مروان کے کہنے سے اپنا اعتبار کھویا اور جماعتِ مسلمین میں رسوا ہوا۔ میں اب تیرے کاروبار میں ہرگز دخل نہ دوں گا۔ اور کبھی تیرے پاس نہ آؤں گا۔ یہ کہہ کر اپنے گھر چلے آئے۔ آپ کے اٹھ جانے کے بعد نائلہ وہاں آئی اور کہا میں نے علیؑ کی باتیں سنیں وہ بہت دلگیر ہو کر گئے ہیں اب مشکل ہے کہ تیرے پاس آئیں، معلوم نہیں کہ مروان کی متابعت کو کس لئے اس قدر لازم جان رکھا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہی کرتا ہے، گو اہلِ بیتِ کرام واصحابِ عظام اس سے ناخوش ہوں۔ عثمان

نے کہا اب کیا کرنا چاہئے۔نائلہ عاقلہ بولی۔۔کرنا کیا چاہئے خوفِ خدا و اتباع سنتِ رسولؐ خدا و اتباع سیرتِ ابو بکر وعمر کرنا، اور ظلمہٗ بے باک کو ان کے کاموں سے معزول فرمانا، اور مروان کی پیروی ترک کرنا چاہئے۔ **القصہ** نائلہ نے بہت کہہ سن کر عثمان کو مجبور کیا کہ علیؑ ابن ابی طالب کے گھر جا کر جس طرح ہو ان کو رضا مند کریں اور عثمان اس کے کہنے کے بموجب رات کے وقت آنحضرتؐ کے مکان پر گئے ہر چند امداد و اعانت کی درخواست کی، مگر فائدہ نہ ہوا علیؑ اس کے بعد اپنے تئیں ان کے کام سے علیحدہ رکھتے تھے تا انیکہ عثمان کے گھر کا محاصرہ ہو کر پانی ان پر بند کیا گیا، اس وقت بہ نفسِ نفیس ان کے دروازہ پر تشریف لے گئے اور آبِ شیریں کی مشکیں اندر بھجوائیں۔ **منقول ہے** کہ ابھی اہل مصر کہ مدینہ سے واپس ہوئے تھے راستہ ہی میں تھے کہ تیسری منزل پر انہوں نے غلام سیاہ عثمان کو دیکھا کہ شترِ خاص پر سوار مدینہ سے بجانبِ مصر رواں، اور تشویش و اضطراب اس کے بشرے سے عیاں ہے گویا کسی سے بھاگا ہے یا کسی گریختہ کی تلاش میں باختہ حواس ہے دریافت کیا تو غلام نے کہا کہ قاصدِ عثمان ہوں والی مصر کو اس کی طرف سے پیغام لئے جاتا ہوں حاضرین نے محمدؓ بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا کہ والی مصر یہ ہے غلام نے کہا ان سے غرض نہیں میرا مقصود عبداللہ بن ابی سرح سے متعلق ہے پوچھا کیا پیغام لئے جاتا ہے غلام نے کہا اپنے آقا کا راز افشا نہ کروں گا۔ پوچھا کوئی مکتوب تیرے پاس ہے، کہا نہیں، تفحص کیا تو اس کے اسباب سے ایک خط برآمد ہوا، ایک ظرفِ آب خشک چمڑے کا اس کے پاس تھا۔ اس کو ہلایا تو کوئی شے کھڑکتی اندر معلوم ہوئی اسے چیر کر دیکھا تو ایک شیشہ سر بمہر اس سے نکلا شیشہ میں ایک خط تھا جس کے اوپر لکھا ہوا تھا **من عبداللہ امیر المومنینؑ عثمان بن عفان الی عبداللہ بن ابی سرح** خط کو کھولا تو لکھا تھا کہ محمدؓ بن ابی بکر وہاں پہنچے تو اس کو معہ فلاں وفلاں کے قتل کر، اور فلاں وفلاں کے ہاتھ پیر کان ناک کاٹ کر باقی کو مقید و محبوس کر لے اور اپنے کام پر مستقل رہ جب تک کہ اور حکم تیرے پاس نہ پہنچے۔ بروایتے لکھا تھا کہ یہ لوگ فتنہ انگیزی کے لئے مدینہ آئے تھے کامیابِ مراد نہیں ہوئے وہاں پہنچیں تو قتل وحبس وقطع اعضا سے ان کے تئیں سیاست کر، تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرنے پائے۔ خاتمہ مکتوب پر مہر خلافت پناہ کی ثبت تھی، اہلِ مصر مہاجر وانصار، کہ اس قافلہ میں تھے یہ دیکھ کر حیران وانگشت بدنداں ہوئے اور عذر وخیانت حضرت باحیا سے العجب گویاں۔ **المختصر** عزم مصر ملتوی کر کے باارادہ انتقام مدینہ کو پھرے اور اہلِ عراق کو بھی بار سال خطوط واپس بلالیا۔ علاوہ بر ایں یہ سانحہ ہوش ربا حیرت افزا جس نے سناز بانِ نفرین دراز کر کے ساتھ ہولیا حتیٰ کہ یہ انبوہ کثیر وجم غفیر دوبارہ وارد مدینہ ہوا، اور ایک مجلس میں کہ بہ وجود ذی جود مولائے مومنین ووجودِ انصار ومہاجرین رشکِ فردوس بریں تھے حاضر ہو کر زبانِ شکایت کھولی اور مکتوب مکیدت اسلوب پیش کیا، تو

حضرت امیر المومنینؑ اس خط کو لے کر معہ طلحہ زبیر وسعد وقاص وغیرہ عثمان کے پاس داخل ہوئے اور یہ عجیب داستان ان سے بیان کی خلیفہ صاحب نے تحریرِ خط بلکہ اطلاع کیفیت سے انکار کیا حضرت نے کہا اے عثمان خدا سے ڈر تیرا غلام تیرے شتر پر سوار ہو کر تیری مہر کا خط مصر کو لے جائے اور تجھ کو خبر نہ ہو۔ کیوں کر قیاس میں آسکتا ہے دیگر حاضرین نے کہا اگر تحریر میں تو شریک تھا تو قتل سزاواجب ہے کہ ناحق ناروا چند مسلمانوں کے خون گرانے کا امر کیا ورنہ واجب العزل ہے اور خلافت تجھ کو شایاں نہیں کہ ایسے غدار مکار لوگوں کو کار خلافت سپرد کر کے خود خوابِ غفلت میں سوتا ہے۔ خط کو دیکھا تو مروان کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا پس عثمان سے کہا اگر تیری مرضی سے نہیں لکھا تو مروان کو ہمارے حوالہ کرتا کہ تحقیقات کریں اور بعد ثبوتِ جرم سزادیں، عثمان نے مروان کے دینے سے انکار کیا حالاں کہ مروان اس وقت ان کے گھر میں موجود تھا پس صحابہ خشم ناک وہاں سے اٹھے اور جانا کہ یہ کام بلا اطلاع عثمان اکیلے مروان کا نہیں۔ نہیں تو وہ اس کی حمایت میں ایسا سرگرم کیوں ہوتے، ہمارے دل اب ان سے کبھی صاف نہ ہوں گے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب خبرِ مکتوب وقاصد مدینہ میں شائع ہوئی تو اہل مدینہ سے کوئی نہ رہا اِلا یہ کہ عثمان کو طعن کرتا اور عیب لگاتا تھا۔ اہل کوفہ وبصرہ کو خبر پہنچی تو وہ بھی مدینہ کی طرف واپس آئے اور قبیلہ بنی زہرہ و بنی مخزوم و بنی ہزیل کہ عبداللہ بن مسعود وعمار یاسر وابوذر غفاریؓ کے مقدمے میں عثمان سے پہلے سے مکدر خاطر تھے یہ امر ان کی زیادتی جوش وخروش کا باعث ہوا محمدؓ بن ابی بکر نے قبیلہ تیم سے امداد چاہی ایک جماعت اس کی مدد کو اٹھ کھڑی ہوئی۔ اہل مدینہ سے کچھ لوگ ان کے مددگار ہو گئے آخرکار ان سب نے اتفاق کر کے قصرِ خلافت کا محاصرہ کرلیا یہ محاصرہ چالیس شبانہ روز اور بقولے چھ ماہ رہا کہ عثمان نماز کے لئے بھی مسجد میں نہ جا سکتے تھے اور منع کیا کہ آب شیریں کوئی ان کے پاس نہ لے جائے تا کہ لاچار ہو کر یا اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں یا مروان کو ان کے حوالے کریں مگر ان کو دونوں باتوں سے انکار تھا بالجملہ اکابر صحابہ نے قتل خلافت مآب پر فتوے دے دیئے اور ایسا تو مدینہ میں کوئی نہ رہا کہ اس قتل پر راضی نہ ہوا اکثر و بیشتر ان سے ان کے قتل میں ساعی وسرگرم تھے اور اہل مصر وعراق کی امداد واعانت کرتے تھے اور بعض نے کنارہ کشی میں مصلحت جان کر خانہ نشینی اختیار کی تھی چنانچہ مولائے مومنین ان بعض سے تھے اور اعلیٰ وافضل پہلے گروہ کے ام المومنین عائشہ وطلحہ بن عبیداللہ وعمرو عاص تھے کہ بعدہ عہدِ خلافتِ امیر المومنینؑ میں ان کی خون خواہی کے ٹھیکہ دار بنے تھے ابن ابی الحدید

(۱) نعثل بروزن جعفر گفتار مرد پیر نادان اور ایک یہودی کا نام ہے کہ مدینہ میں رہتا تھا اور نیز ایک مرد لمبی ڈاڑھی والا۔ عثمان کی مذمت کرتی ہوتی تھی تو ان کو اس سے تشبیہ دے کر نعثل کہا کرتی تھی۔ ۱۲ منتہی الارب۔

کہتا ہے کہ سب سے زیادہ حریص قتل عثمان پر عائشہ تھی۔ وہ لوگوں کو ترغیب و تحریص کرتی تھیں کہ انہیں قتل کریں واقدی مورخ اہل سنت نے اس زیادتی عائشہ کا سبب یہ لکھا ہے کہ جو روزینہ ابو بکر و عمر کے زمانہ میں ان کا مقرر تھا عثمان اس کے دینے میں مضائقہ کرتے تھے اس لئے عائشہ ان سے ناراض رہتی تھیں اب کہ مسلمان ان کے قتل کے درپے ہوئے تو اس کا حوصلہ کھل گیا اور بالمشافہ عثمان سے کہا کہ تو نے بیت المال مسلمانان پر دست تصرف دراز کیا اور امت محمدؐ کو رنج و کلفت میں ڈالا، اشرارِ بنی امیہ کو بلادِ اسلام پر مسلط کیا، حق تعالیٰ آبِ آسمان سے تجھے سیراب نہ کرے اور برکاتِ زمین سے بے نصیب رکھے اگر ظاہری سلام مانع نہ ہوتا کہ تو نماز پنج گانہ بجالاتا ہے تو مثل شتران قربانی تجھے ذبح کرتے عثمان نے اس کے جواب میں یہ آیہ قرانی پڑھی جس میں حق تعالیٰ زن نوح ولوط کی مثال لایا ہے کہ باوجودیکہ وہ دو پیغمبروں کی بیویاں تھیں مگر خیانت صادر ہوئی تو اس زوجیت نے ان کو کچھ نفع نہ بخشا اور دیگر جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوئیں۔ القصہ بی بی عائشہ بقدر اپنی وسعت و طاقت کے قتل عثمان کی ترغیب دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ہنوز پیرہن رسولؐ اللہ کہنہ نہیں ہوا کہ عثمان نے ان کی شرع کو کہنہ کر دیا **اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً** اس یہودی ریش دراز کو قتل کرو اللہ اس پیر گفتا کو قتل کرے۔ واقدی کہتا ہے کہ جب عثمان محصور تھے تو عائشہ نے مکہ جانے کا ارادہ کیا مروان حکم اس کے پاس گیا اور کہا اے مادر مومنان اگر اس وقت یہاں ٹھہرتی کہ یہ فتنہ فرو ہوتا اور عثمان قتل سے نجات پاتا تو اس کا ثواب حج سے زیادہ تھا عائشہ نے کہا میں ارادہ مصمم کر چکی ہوں اور حج مجھ پر واجب ہو گیا ہے ٹھہر نہیں سکتی مروان نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

حرقُ قیسٌ علی البلاد
حتیٰ اذا اضرمت احجما

یعنی قیس نے شہروں میں آگ لگا دی جب وہ آگ جل اٹھی تو علیحدہ ہو گیا۔ مراد یہ کہ عائشہ اس فتنہ کو برپا کر کے اب علیحدہ ہوتی ہے اور کنارہ کرتی ہے عائشہ نے یہ شعر سن کر کہا میں تیرا مدعا سمجھی تیرا گمان یہ ہے کہ میں عثمان کے حال سے بے خبر ہوں۔ قسم بخدا کہ میری دلی آرزو ہے کہ اس کو ایک تھیلے میں ڈال کر گلے میں لٹکاؤں اور لے جا کر بحرِ خضر میں ڈال آؤں مروان نے کہا آخر جو تیرے دل میں تھا ظاہر ہوا، پر ہوا۔ عائشہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے یہ کہہ کر مکہ کو روانہ ہو گئی اثناء راہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے ملی تو کہا یا ابن عباسؓ تجھ کو حق تعالیٰ نے دلِ بینا و زبانِ گویا عطا کی ہے زنہار کہ اس طاغی (عثمان) کے قتل سے کسی کو مانع آئے بتحقیق کہ یہ اپنی قوم کے لئے ایسا نحس ہے جیسا کہ ابوسفیان بروز بدر ان کے لئے نحس تھا، یہ حال بی بی عائشہ کا ہے لیکن طلحہ کی کیفیت روضۃ الاحباب میں اس طرح پر مسطور ہے کہ ایام محاصرہ

میں ایک روز عثمان بالائے بام چڑھ کر اہل محاصرہ کے سامنے ہوئے اور کہا السلام علیکم کوئی اس طرف ملتفت نہیں ہوا۔ عثمان نے کہا آیا طلحہ بن عبداللہ تمہارے درمیان ہے، کہا ہاں ہے، عثمان نے کہا **انا للہ وانا الیہ راجعون** افسوس کہ میں ان لوگوں پر کہ مدعی اسلام ہیں سلام کروں اور طلحہ کھسیانا ہو کر بولا میں نے جواب سلام دیا تھا عثمان نے کہا سنت جواب میں یہ ہے کہ سلام کرنے والا اس کو سن لے میں نے تیرا جواب نہیں سنا پھر کہا اے طلحہ قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ آیا پیغمبرؐ خدا سے تو نے نہیں سنا کہ کسی مسلمان کا خون تین باتوں سے ایک کے بغیر روا نہیں، یا اسلام کے بعد کافر ہو جائے، یا محصن ہو کر زنا کا مرتکب ہو، یا ناحق کسی مسلمان کا خون کرے، میں ان میں سے ایک امر کا مرتکب نہیں ہوا سامعین میں سے ایک نے کہا کہ حدیث مذکور ماؤل با مقید ہوگی اس لئے کہ ساعی فساد اور باغی مصر کا قتل کرنا بنصِ قرآن جائز و مباح ہے۔ نیز روضۃ الاحباب میں عبداللہ بن عباس بن ربیعہ سے نقل ہے کہ اس نے کہا میں ایام محاصرہ میں ایک روز عثمان کے پاس حاضر تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ آ سنیں کہ یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں پس ہم نے دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر سنا کہ بعض ان میں سے کہتے ہیں کہ اس مرد کو مہلت نہ دینی چاہئے۔ اوروں نے کہا نہیں مہلت دینی چاہئے کہ شاید راہ راست پر آجائے اس اثنا میں طلحہ عبیداللہ ان کے پاس آیا اور پوچھا عبدالرحمٰن (۱) بن عدیس کہاں ہے پس ابن عدیس اس کے پاس آیا تھوڑی دیر دونوں میں بطور سرگوشی کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ بعد ازاں ابن عدیس نے امر کیا کہ کسی کو اندر سے باہر اور باہر سے اندر نہ جانے دو تا کہ تشدد و سختی زیادہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ عثمان نے مجھ سے کہا کہ دیکھا تو نے کہ یہ طلحہ کی تعلیم و ترغیب کا اثر ہے۔ خداوندا طلحہ نے ان لوگوں کو مجھ پر دلیر کیا ہے اس کی شرارت کو مجھ سے دفع کر، اور جو آرزوئے خلافت اس کے دل میں جاگزین ہے تیرے کرم سے امیدوار ہوں کہ اس مراد کو نہ پہنچے اور اس کی طلب میں ذلت و خواری سے مارا جائے۔ لیکن عمرو عاص۔ پس ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ وہ لوگوں کو قتلِ عثمان پر برانگیختہ کرتا اور بہکاتا تھا اور اس بارے میں اس قدر سخت و شدید تھا کہ کہتا تھا کہ ایک گڈریے سے بھی ملوں گا تو اس کو بھی قتلِ عثمان پر ترغیب دوں گا چہ جائیکہ رؤساء و شرفاء کو، جب مدینہ میں آتش فتنہ کو اچھی طرح سلگا چکا تو فلسطین میں اپنے مقام کو چلا گیا ایک روز وہاں قصر میں بیٹھا تھا اور محمدؐ و عبداللہ اس کے بیٹے معہ سلامہ بن روح جذامی کے اس کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک سوار مدینہ سے آیا اس نے عثمان کا حال دریافت کیا تو اس نے

---

(۱) یہ عبدالرحمٰن بن عدیس صحابی شریک بیعت رضوان تحت الشجرہ تھا۔ ابن عبدالبر کتاب استیعاب میں لکھتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی مصری ان لوگوں سے ہے جنہوں نے حضرت رسولؐ خدا سے زیر شجر بیعت کی اور وہ اس لشکر کا کہ مصر سے مدینہ آیا اور جنہوں نے عثمان کو محصور کر کے قتل کیا امیر تھا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

کہا ہنوز محصور ہے عمرو نے کہا **ابو عبداللہ العیر یضرط والمکواۃ فی النار** یعنی اے ابوعبداللہ حمار گوز لگاتا ہے اور مکواۃ (آلہ داغ کردن جانوراں) ہنوز آگ میں ہے پھر ایک اور سوار وارد ہوا۔ اس نے عثمان کا قتل ہونا بیان کیا۔ عمرو نے کہا **انا ابو عبداللہ اذا حککت قرحۃً ادمیتھا** کہ میں ابوعبداللہ ہوں، قرحہ یعنی دنبل کو کھجلایا تو اس کو لہولہان ہی کر کے چھوڑا، سلامہ بن روح نے کہا اے معشر قریش تمہارے اور عرب کے درمیان ایک دروازہ لگا ہوا تھا تم نے اسے توڑ ڈالا۔ عمرو نے کہا ہاں ہم نے چاہا کہ حق کو باطل کے پہلو سے نکالیں تا کہ لوگ اس امر میں ایک طریقہ پر ہوں۔ **نقل ہے** کہ ایام محاصرہ میں جب تشنگی عثمان اور ان کے متعلقان پر غالب ہوئی تو وہ بامِ قصر پر آئے اور پکار کر کہا کہ کوئی تمہارے درمیان ہے کہ علیؑ بن ابی طالب کو ہماری پیاس سے آگاہ کرے یہ خبر امیر المومنینؑ کو پہنچی تو رحم جبلی وسخائے عادی اس جناب کی جوش زن ہوئی اور چند مشک پر از آبِ شیریں دارالخلافہ کو روانہ کیں اہل محاصرہ اندر نہ جانے دیتے تھے بارے بنی ہاشم کی سعی موفور سے پانی اندر پہنچا اور محصورین سیراب ہوئے۔ **مولف** کہتا ہے کہ حضرت ساقیٔ کوثر نے خاص کر زنان واطفال بے خطا پر رحم کھا کر پانی بھیجا اور غالباً امام حسنؑ کو اس کے ہمراہ کیا کہ بحفاظت اندر پہنچا آئیں تو ہوا خواہانِ خلیفہ صاحب نے اس پر یہ حاشیہ چڑھایا، کہ حضرت امیرؑ نے امام حسنؑ وامام حسینؑ کو خلافت پناہ کی ڈیوڑھی پر ان کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا تھا، اور حاشا کہ ایسا واقع ہوا ہو، یا امیر المومنینؑ اصلاً عثمان کی حفاظت وحمایت کا خیال خصوصاً ان خرابیوں کے بعد رکھتے ہوں اگر آپ کے نزدیک خلیفہ کی نگہبانی لازم تھی تو حسنینؑ کو اس کے لئے بھیجنا کیسا، چاہئے تھا کہ خود تلوار لے کر موقع پر جاتے اور محاصرین کو منتشر و پراگندہ فرماتے نہ یہ کہ آپ تو گھر میں بیٹھ رہے اور بیٹوں کو بھیج دیا۔ کیوں؟ کیا خود تقیہ کی حالت میں تھے اور یہی کلام طلحہ زبیر کے بیٹوں کے حق میں جاری ہے کہ وہ بھی ہرگز ان کی حفاظت پر متعین نہ ہوئے تھے بلکہ چوں کہ طلحتین خود اہلِ محاصرہ کے شریک اور ان کے مشیر بنے ہوئے تھے تو کیا انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنے ساتھ لڑنے کو مقرر کیا تھا۔ اس سے بھی گرم تر، یہ فقرہ تراشا گیا ہے کہ خبر قتل عثمان امیر مومنانؑ کو پہنچی تو وہ بے تابانہ دوڑے ہوئے گھر سے آئے اور حسنؑ کے منہ پر طمانچہ اور حسینؑ کے سینہ پر مکا مار کر کہا کہ تم موجود تھے اور امیر المومنینؑ (عثمان) قتل ہو گئے تم نے مدد نہ کی۔ بھلا اس افترا کا بھی کوئی ٹھکانا ہے امیر المومنینؑ اور فرزندان رسولؐ اللہ کو بے خطا بے گناہ طمانچے ماریں اگر وہ بالفرض وہاں گئے ہوتے تو بھی کیا حضرت اس قدر نہ جانتے تھے کہ یہ تن تنہا ہزاروں کے نرغے کو کیوں کر روک سکتے ہیں۔ طرفہ یہ کہ اہل سنت خود ناقل ہیں کہ قاتلان عثمان دروازہ کی راہ سے اندر نہیں گئے پشتِ مکان سے دیوار توڑ کر گھسے تھے پس اس صورت میں حسنین علیہما السلام کا کہ بقول ان کے دروازہ پر تھے کیا قصور تھا کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا۔ روضۃ

الصفا میں ہے کہ ایام محاصرہ میں ایک شخص نے کہ اصحابِ جناب رسالت مآبؐ سے تھا درخواست کی کہ عثمان بام خانہ پر آئیں کہ چند کلمات نصیحت ان سے کہے جائیں سامنے آئے تو صحابی نے کہا یا ابن عفان اب قرین مصلحت یہ ہے کہ بساطِ خلافت تہ کر رکھو کہ اس بلا سے نجات ہو۔ ابھی اس کا کلام پورا نہ ہوا تھا کہ کثیر بن صلت کندی نے کہ ہوا خواہانِ عثمان سے تھا ایک تیرِ جگر دوز بامِ قصر سے تاک کر اس صحابی پر ایسا لگایا کہ بے چارہ جان سے گزر گیا اہل محاصرہ نے کثیر رامی تیر کو عثمان سے طلب کیا کہ قصاص صحابی میں قتل کریں۔ عثمان نے اس سے صاف انکار کیا اور کہا کب ہوسکتا ہے کہ میں اپنے معین و مددگار کو دشمنانِ جفا کار کے ہاتھ میں دے کر خود اس کے قتل کا باعث ہوں۔ اسی اثناء میں غلط مشہور ہوگیا کہ معاویہ سپاہ شام لے کر عثمان کی امداد کو آتا ہے۔ مجبوراً انہوں نے قدم سعی آگے رکھ کر باب دار الخلافہ میں آگ لگا دی، اور پسِ پشت سے دیوار پھاند کر یا دیوار توڑ کر گھر میں داخل ہوئے ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ جب کار، عثمان اور ان کے متعلقین پر تنگ ہوا تو محمدؒ بن ابی بکر آگے گئے اور کہا اے پیر حماقت شعار ہشیار ہو عثمان نے کہا میں عثمان بن عفان خلیفہ رسولؐ اللہ ہوں تو دروغ کہتا ہے کہ درپے میری تذلیل و اہانت کے ہے محمدؒ نے ہاتھ بڑھا کر ان کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا تقدیر الٰہی کو اپنے حق میں کس طرح پاتا ہے کہا اس جل شانہ نے ہمیشہ میرے ساتھ نیکی کی ہے اے برادر زادے خدا سے ڈر اور میری ڈاڑھی سے ہاتھ اٹھا اگر ابوبکر زندہ ہوتا تو ہرگز راضی نہ ہوتا کہ یہ ذلت مجھ کو پہنچے۔ محمدؒ(۱) نے کہا میرا باپ زندہ ہوتا تو گوارا نہ کرتا کہ تو یوں خلاف شرع کام کرے عثمان نے قرآن اٹھالیا اور کہا یہ کتاب خدا میرے اور تمہارے درمیان ہے اس کے موافق تمہارے ساتھ عمل کروں گا اور بہر نوع تمہاری رضامندی کا خواہاں رہوں گا۔ جو مطلوب تیرا ہے کہہ کہ سب قبول و منظور ہے اصلاً مضائقہ نہ ہوگا محمدؒ نے کہا **الآن وقد عصیت من قبل وکنت من**

---

(۱) ہر چند اہل سنت محمدؒ بن ابی بکر سے ان کے خلیفہ ثالث کے ساتھ ایسی گستاخی سے پیش آنے سے سخت ناخوش ہیں اور زیادہ تر اس خلیفہ زادے کا ان کے نزدیک یہ جرم ہے کہ وہ صلحاء تابعین اور شیعیان و مخصوصان حضرت امیر المومنینؑ سے تھے اور آنحضرتؐ کے دامن تربیت میں پرورش پاتے تھے چنانچہ صاحب تحفہ نے بھی اسی وجہ سے ان کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ الاہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ حق کسی کے چھپائے نہیں چھپتا باوجود ان سب باتوں کے بھی بزرگان اہل سنت کو محمدؒ کی مدح سرائی اور ان کی اوصاف بیان کرنے پڑے ہیں۔ امام ابوالحسن علیؒ بن الحسین المسعودی مروج الذہب میں بمقام مقدار اولاد ابوبکر محمدؒ مذکور کے ذکر میں لکھتے ہیں وکان محمد بن ابی بکر یدعی عابد قریش لنسکم وزہدہ ورباہ علیؑ بن ابی طالب کہ تھے محمدؒ بن ابی بکر کو پکارے جاتے تھے ساتھ لقب عابد قریش کے بوجہ ان کے زہد و عبادت کے اور پرورش کیا تھا ان کو علیؑ ابن ابی طالب نے افسوس کہ حضرت خلیفہ ثالث کی ایسے بزرگوار کے ہاتھ سے یہ بے حرمتی ہوئی۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

المفسدین کہ تو اب یہ کہتا ہے حالاں کہ اس سے پیشتر عصیان و نافرمانی کرتا تھا اور تھا تو جملہ مفسدین سے اس وقت ایک دستہ تیروں کا محمدؑ کے ہاتھ میں تھا عثمان کی گردن پر لگایا جس سے گردن زخمی ہوگئی اور خون رواں ہوا۔ منقول ہے کہ اس وقت کسی نے کہا اے عثمان اب بھی اپنے تئیں خلافت سے خلع کرو کہ جان بچ جائے مگر ان کو عبداللہ بن عمر کی نصیحت یاد تھی کہا لَستُ بخالعِ قمیصٍ کسانیه الله حتی یکرم اهل السعادة ویهان اهل الشقاوة یعنی جو کرتہ حق تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے اس کو بدن سے نہ اتاروں گا تا کہ اہل سعادت عزیز اور اشقیاء بدبخت و ذلیل ہوں۔ بالجملہ جب متحقق ہوا کہ عثمان جان دیں گے مگر خلافت سے دست بردار نہ ہوں گے تو مالکِ اشتر باشمشیر برہنہ ان کے سر پر آئے عثمان نے بہ نگاہِ عجز مالک کی طرف دیکھا ان کو حیا آئی۔ لوٹ گئے مسلم ابن کثیر کندی نے کہا اشتر اس کے قتل کو آگے بڑھے دیکھا تو ڈر گئے۔ اشتر نے کہا ڈرا نہیں بلکہ جب دیکھا کہ بے یار و مددگار ہے تو مجھ کو شرم آئی کہ ایسی بیکسی کی حالت میں قتل کروں پس کنانہ بن بشر آیا اور ایک گرز بے تحاشا سرِ عثمان پر لگایا۔ بعد ازاں سودان بن حمران مرادی نے تلوار ماری اس کے صدمے سے پشت کے بل گرے اوروں نے چپ و راست سے چوٹیں لگائیں تا اینکہ جان سے گزر گئے منقول ہے کہ نائلہ زوجہ عثمان زن قوی الحبشہ فربہ اندام تھی اہل مصر سے کسی نے خلیفہ کی ناک کاٹنے کا ارادہ کیا تو نائلہ نے دوڑ کر اس کی تلوار کو ہاتھ میں پکڑ لیا مصری نے زور سے تلوار کو کھینچا تو نائلہ کا انگوٹھا کٹ گیا۔ اس نے شور مچایا کہ لوگو جانتے ہو کہ کس پارسا پاک دامن کو قتل کرتے ہو۔ انہوں نے نائلہ کے مارنے کا ارادہ کیا تو وہ بھاگ گئی علیٰ ہذا مروان نے حمایت عثمان میں تلوار میان سے نکالی حجاج بن عرنیہ انصاری نے ایک تلوار اس کی گردن پر لگائی کہ زرہ کٹ کر کچھ خراش گردن میں آئی۔ مروان بھاگ کر عورتوں میں جا چھپا۔ مروی ہے کہ کسی نے حضرت امام بحق ناطق جعفر بن محمدؑ صادق علیہما السلام سے پوچھا کہ کیا باعث تھا کہ جس قدر ابوبکر و عمر سے لوگوں کو حسنِ عقیدت تھا اتنا عثمان سے نہ تھا۔ فرمایا ابوبکر و عمر خاندان رسالت کے سوا سائر خلائق کے ساتھ بعدل و انصاف پیش آتے تھے لیکن عثمان کا ظلم عام تھا یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ان سے چنداں اعتقاد نہیں رکھتے الا بنا بر ضد شیعہ کے بعض علماء شیعہ نے شرح حدیث میں لکھا ہے کہ یہ بات کہ ابوبکر و عمر سائر خلقت سے بعدل و انصاف پیش آتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا ظلم عامہ خلائق پر عثمان کی نسبت کم تھا۔ الا اہل بیت رسالت پر کہ ان کے حق میں تینوں متساوی الاقدام تھے ورنہ اگر کلام آنحضرتؐ کا اپنے ظاہر پر محمول ہو تو لازم آتا ہے کذب ان احادیث کا کہ تعدی شیخین پر بہ نسبت عامہ خلائق کے دلالت واضح رکھتی ہیں۔ القصہ مورخین نے لکھا ہے کہ لاشہ عثمان تین روز تک مزبلہ پر پڑا رہا غسل و کفن و نماز و دفن سے منع کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے پاؤں میں رسی باندھ کر بازاروں میں کھینچتے پھرتے

تھے تا انیکہ حضرت امیر المومنینؑ اس حرکت سے مانع آئے کہ اہل کتاب ہم پر عیب کریں گے کہ مسلمان اپنے امام سے کس طرح پیش آتے ہیں اور نہ جانیں گے کہ وہ امام کیسا تھا ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ لاش عثمان تین روز تک خراب وخستہ پڑی رہی اور کتے اس کا پیر گھسیٹ لے گئے تھے عبداللہ بن سواد کہ بزرگان مصر سے تھا کہتا تھا کہ ہم اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں گے وہ مسلمان نہ تھا کیوں کہ تحقیق ہوا ہے کہ ایک روز اپنے مکان سے مسجد کو جارہا تھا اور بنی امیہ اس کے گرد تھے کہ ابوسفیان نے کہا **یا بنی امیة تلقفوھا تلقف الکرة فوالذی یحلف بہ ابوسفیان مامن عذاب ولا جنةٍ ولا نارٍ ولا قیامةٍ** اے بنی امیہ اس سلطنت و بادشاہی کو اپنے درمیان گیند کی طرح لڑکاؤ اور قسم کھا کر کہا کہ حسب کتاب بہشت و دوزخ حشر ونشر کوئی شے نہیں۔ پس عثمان نے بجائے اس کے کہ اس پر مرتد کی حد جاری کرتا اور اس کو قتل کراتا دولاکھ دینار بیت المال مسلمانان سے اس کو بخشے روضتہ الصفا میں ہے کہ لاشہ عثمان تین روز تک پڑا رہا کوئی اس کے دفن پر متوجہ نہ ہوا حتیٰ کہ جبیر بن مطعم وحکیم بن حزام نے امیر المومنین علیؑ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ عبدالرحمٰن بن عدیس سے التماس کریں کہ دفن کی اجازت دے بارے حضرت کے کہنے سے اجازت ہوئی تو ہر چند تابوت تلاش کیا کہیں دستیاب نہ ہوا ناچار مکان کا کواڑ اتار کر اس پر لاش کو رکھا اور بخوف شور وغوغا درمیان مغرب وعشا بقیع کو لے گئے باوجود تاریکی شب لوگ تعاقب کرتے اور اینٹ پتھر پھینکتے تھے کہتے ہیں کہ وہ کواڑ بہ نسبت قامت اس جناب کے چھوٹا تھا اس لئے پاؤں باہر نکل رہے تھے اور سر ہلتا تھا اور تختہ پر لگ کر طق طق کرتا تھا جنتہ البقیع میں پہنچے تو انصار دفن سے مانع آئے لاچار گورستانِ یہود میں کہ قریب بقیع واقع ہے لے گئے اور وہاں دفن کیا جب ملکِ حجاز معاویہ کے قبضہ میں آیا تو اس نے دیوار بقیع کو توڑ کر قبر کو اس میں شامل کیا۔ مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین میں کہتے ہیں کہ اعاظم مطاعنِ عثمان سے ایک یہ ہے کہ صحابہ کبار مہاجر وانصار نے کہ باتفاق مخالفین عادل وثقہ تھے، اور ان کے اقوال وافعال ان کے نزدیک حجت ہیں۔ عثمان کی تکفیر وتفسیق کی۔ اور اس کے ظلم وکفر پر گواہی دیتے تھے، مثل عمارؓ کے، کہ بطرق بسیار روایت ہے، کہ وہ کہتے تھے کہ آیہ شریفہ **ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الکافرون** ترجمہ جو لوگ حکم نہیں کرتے بموجب اس کے خدا نے نازل کیا ہے، پس وہ کافر ہیں۔ عثمان کے کفر پر گواہ ہے اس لئے کہ وہ بلاشبہ خلافِ **ما انزل اللہ** حکم کرتا تھا اور مثل ابوذر وعبداللہ مسعود کے، اور حذیفہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا **الحمد للہ** امر عثمان میں مجھ کو شبہ نہیں بجز اس کے، کہ آیا کافر کو کافر نے قتل کیا یا مسلم نے اگر قاتل عثمان مسلمان تھا تو شک نہیں کہ اس کا ایمان سب سے بڑھ کر تھا، کہ بہ نیتِ خالص اس امر کا مرتکب ہوا اور نیز حذیفہ نے کہا جو کوئی کہے کہ عثمان بظلم مارا گیا اس کا گناہ بروز قیامت گوسالہ

سامری کے پوجنے والوں کے گناہ سے زیادہ ہوگا۔ زید بن ارقم سے پوچھا کہ تم کس لئے عثمان کو کافر جانتے ہو کہا تین سبب سے، مالِ خدا کو زینت دنیا قرار دیا۔ مہاجر رسولؐ اللہ کو محارب ٹھہرایا۔ کتاب اللہ کے برخلاف عمل کیا۔ مجلسیؒ بعد نقل ان روایات کے فرماتے ہیں کہ تمام مہاجر وانصار کہ مدینہ میں تھے اور باقی مسلمان کہ باہر سے آئے تھے بجز چند نفر بنی امیہ کے سب کے سب قتل عثمان پر متفق ہو گئے تھے اس لئے کہ جو اشخاص اس موقع پر حاضر تھے یا خود مرتکب ومباشر قتل تھے یا اعانت کرتے تھے، شرکاء قتل کی، یا ان کے اس فعل پر رضا مند تھے کیوں کہ اس کی نصرت کے تارک تھے۔ پس اہلِ سنت کہ خلافتِ ابوبکر کو باجماع ثابت کرتے ہیں، لازم ہے کہ یہاں بھی وجوبِ قتل عثمان کے قائل ہوں کہ کاشف اُس کے کفر یا فسق وارتکابِ گناہِ کبیرہ سے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں امر منافی استحقاقِ خلافت ہوں یا اقرار کریں بطلانِ خلافتِ ابوبکر کا اس لئے اکثر شرکا اس اجماع کے اس اجماع میں شریک تھے اور کتبِ اہل سنت میں منقول ہے کہ امیر المومنینؑ سے سوال کیا گیا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا فرمایا **قَتَلَهُ اللّٰهُ وَاَنَا مَعَهٗ** یعنی خدا نے اسے قتل کیا اور میں اس کے ساتھ تھا، اِس سے اور مثل اس کے دیگر اقوال وافعال سے آنحضرتؑ کا قتل عثمان پر راضی ہونا ظاہر ہے بلکہ اکثر علماء قائل ہوئے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے اس قتل پر فتویٰ دیا۔ **نقل** ہے کہ زمانِ سلطنتِ امیر تیمور گورگان میں علماء ماوراء النہر نے متفق ہو کر ایک محضر لکھا، کہ ہر شخص پر بغض وعداوتِ علیؑ ابن ابی طالب واجب ہے، اگر چہ بہت ہی تھوڑی ہو۔ اس سبب سے کہ وہ قتل عثمان پر فتویٰ دیتے تھے۔ پس اس محضر کو امیر تیمور کی خدمت میں پیش کر کے ملتجی ہوئے کہ امیر اس کو اپنی قلمرو میں رواج دے، تیمور نے محضر کو ملاحظہ کیا تو حکم دیا کہ اس کو شیخ زین الدین ابوبکر تایۂ بادی کے پاس لے جائیں اور اس کی رائے اس مقدمے میں دریافت کریں۔ وہ نوشتہ شیخ کی نظر سے گزرا، تو اس کی پشت پر لکھ دیا، کہ وائے اس عثمان پر کہ علیؑ مرتضیٰ اس کے قتل پر فتویٰ دے، تیمور کو کلام شیخ زین الدین کا بہت پسند آیا اور حکم دیا کہ اس کاغذ کو پھاڑ ڈالیں۔ **لطیفہ** ابن جوزی نے کہ اکابرِ علمائے اہل سنت سے ہے ایک روز بتقلید امیر المومنینؑ اثناء واعظ میں کہا **سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ** یعنی جس طرح امیر المومنینؑ منبر پر فرماتے تھے کہ سوال کرو مجھ سے جو چاہو قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ، ایسا ہی اس نے بہ غرورِ اپنے علم وفضل کے یہ دعویٰ کیا۔ ایک عورت اہل مجلس سے اٹھی اور کہا **ایھا العالم** کہتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ نے مدائن میں انتقال کیا اور علیؑ مرتضیٰ مدینہ سے باجودیکہ ایک ماہ کا راستہ تھا، ایک رات میں وہاں گئے اور سلمان کی تجہیز وتکفین فرمائی، پھر مدینہ واپس چلے آئے۔ آیا یہ صحیح ہے ابن جوزی نے کہا ہاں ایسا روایت ہوا ہے، عورت نے کہا اور عثمان مدینہ میں قتل ہوئے ان کی لاش تین روز تک مزبلہ پر پڑی رہی، باوجودیکہ علیؑ مدینہ میں تھے تو اس پر نہ نماز پڑھی نہ دفن کرایا۔ ابن جوزی نے عاجز ہو کر کہا اے عورت تو جو اس وقت اپنے

گھر سے یہاں آئی ہے تو اپنے شوہر کی اجازت سے آئی ہے یا بلا اجازت آئی ہے۔ اگر تیرے شوہر نے تجھے اس مجمع میں آنے کی اجازت دی تو اس پر لعنتِ خدا ہے ورنہ تو قابل نفرین ولعنت ہے، عورت نے بے تامل کہا کہ ام المومنین عائشہ کہ جنگِ جمل میں امیر المومنین علیؑ سے لڑنے گئی تھیں با جازتِ رسولؐ اللہ گئی تھیں یا بلا اجازت، ابن جوزی یہ سن کر مبہوت وحیران ہو گیا اور کچھ جواب اس کو بن نہ آیا۔ **لطیفہ دیگر** ملا احمد بن نصر اللہ سندہی بموجب حکم جلال الدین اکبر بادشاہ تاریخ الفی یعنی حالاتِ ہزار سالہ لکھتے تھے اور جس قدر ہر روز لکھتے اسی قدر بادشاہ کو سنا دیتے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ قتلِ عثمان پر پہنچے تو تفصیلِ اسبابِ قتل اور اجماعِ صحابہ میں کلام کو طول ہو گیا۔ بادشاہ خلیفہ ثالث کی رسوائی سرِعام سن کر ذرا محجوب ہوئے کہنے لگے۔ "ملا احمد قصہ قتل عثمان راچرا دور دراز بردی" ملا نے فی البدیہ عرض کیا "جہاں پناہ قصہ کشتہ شدن عثمان روضۃ الشہداء اہل سنت است بہ کمتر ازیں اکتفا نمی تواں کرد۔" بادشاہ یہ سن کر متبسم ہوئے اور ملا کو تحسین و آفرین کیا۔ ہر چند یہ امر کہ حضرت امیرؑ خلافتِ خلفاء ثلثہ پر رضامند نہ تھے اور ہمیشہ ان کی، اور ان کے مددگاروں کے ظلم وزیادتی کی شکایت فرماتے رہتے تھے ناظرین پر پہلے سے مخفی نہیں، الا اس مقام پر مزید توضیح کے لئے بعض خطبات وعبارات آنحضرتؑ کی نقل ہوتی ہیں جن سے یہ معلوم ہو گا کہ اہلِ سنت کا دعویٰ کہ یہ حضرات باہم شیر وشکر تھے کہاں تک خلافِ واقعہ ہے۔ امام محمدؑ باقرؑ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جب سے حق تعالیٰ نے محمدؐ مصطفیٰ کو مبعوث برسالت فرمایا مجھ کو آرام نہیں ملا، بچپن میں قریش مجھ کو ڈراتے اور دھمکاتے تھے جوان ہوا تو میرے دشمن جان بن گئے تا اینکہ آنحضرتؐ نے رحمتِ خدائے متعال کی طرف انتقال فرمایا **فکانت الطامة الکبریٰ واللّٰہ المستعان علیٰ ما تصفون** پس اس وقت مصیبتِ عظیم کا سامنا تھا، اور اللہ ہے نصرت طلب کردہ شدہ اس پر جو کہ تم اس کو کہتے ہو۔ اور نہج البلاغہ میں ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا پروردگارا میں تجھ سے طلبِ اعانت کرتا ہوں اوپر قریش کے جنہوں نے مجھ سے قطع رحم کیا اور میرے ظرف کو اوندھایا۔ اور میرے اس حق میں میرے ساتھ نزاع کی جس میں ان تمام کی نسبت اولیٰ والیق تھا اور وہ مجھ سے چھین لیا اور اس پر بھی بس نہ کر کے، اس ظلم میں بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوئے کہا **لا ان فی الحق ان ناخذہ فی الحق ان نمنعہ فاصبر معموماً اومت متاسِفاً** کہ آگاہ رہ کہ یہ حق ہمارا ہے خواہ ہم اس کو لیں خواہ ترک کریں تو اس غم ویاس پر صبر کر یا حسرت وافسوس سے مر جا۔ پس میں نے دیکھا تو بجز اپنے اہلِ بیت کے کسی کو اپنا معین ومددگار نہ پایا لہٰذا ان کو ہلاکت سے بچایا اور صبر کیا اور اپنے غصے کو ضبط کیا کہ تلخ وتند تھا اور دل کے لئے اس کا ضبط کرنا چھریوں سے ریزہ ریزہ ہونے سے زیادہ ناگوار تھا۔ اور مجالسِ شیخ مفیدؒ سے نقل ہوا ہے کہ حضرت امیرؑ نے خطبہ کہا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی

حالاں کہ میں اس منصب و مقام کے لئے تمام سے زیادہ اولیٰ اور حق دار تھا پس میں اپنے غصے کو پی گیا اور منتظرِ حکم اپنے پروردگار کا رہا اور اپنے سینے کو زمین سے لگایا۔ پھر ابا بکر نے مرتے وقت عمر کو اپنا قائم مقام کیا قسم بخدا کہ وہ خوب جانتا تھا کہ میں اس کام کے لئے زیادہ حق دار تھا پس میں نے اپنے غیظ کو ضبط کیا اور اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کیا عمر ہلاک ہوا تو اس نے چھ اشخاص کا شوریٰ مقرر کیا جس میں مجھے چھٹا چھ کا بقدر حصہ جدہ (دادی) کے ٹھہرایا اور کہا فریق کمتر کو قتل کرو اس سے اس نے صرف میرا قتل کرانا چاہا تھا۔ پس میں نے بدستور اپنے غیظ کو روکا اور انتظار حکم ایزدی میں رہا اور اپنے سینے کو زمین سے لگایا۔ بعد ازاں ان لوگوں نے میرے ساتھ بیعت کر کے جو سلوک کیا سو ظاہر ہے۔ قسم بخدا کہ اب مجھے چارہ نہیں بجز اس کے کہ یا ان کے ساتھ جنگ و قتال کروں یا حق تعالیٰ سے کافر ہو جاؤں۔ نیز نہج البلاغہ میں ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا **واعجباه اتكون الخلافة بالصحابة ولا تكون بالصحابة والقرابة** یعنی بڑے تعجب کی بات ہے کہ خلافت صحبتِ پیغمبرؐ پر ملے، اور صحبت اور قرابت دونوں پر نہ ملے۔ سید رضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ مضمون آنحضرتؑ سے نظم میں بھی نقل ہوا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

فان كنت بالشوریٰ ملكت امورهم

فكيف بهذا والمشيرون غيب

وان كنت بالقربیٰ حججت خصيمهم

فغيرك اولیٰ بالنبی اوقرب

یعنی اگر تو مشورے سے ان کے کاروبار کا مالک ہوا ہے تو یہ درست نہیں، کیوں کہ مشورہ دینے والے اس وقت وہاں موجود نہ تھے اور بوجہِ قرابتِ رسولؐ اللہ اس کے مدعیوں پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیوں کہ اور لوگ آنحضرتؐ سے تیری نسبت اولیٰ اور زیادہ قریب ہیں۔ ابن ابی الحدید معتزلی اس کی شرح میں لکھتا ہے کہ کلام نثر آنحضرتؑ کا عمر کی طرف متوجہ ہے کہ انہوں نے بروز سقیفہ ابوبکر سے کہا تھا **امدد يدك انت صاحب رسولؐ الله فی المواطن كلها شدتها ورخائها** یعنی ہاتھ بڑھا کہ تیرے ساتھ بیعت کروں کیوں کہ تو صاحب رسولؐ اللہ ہے اور ہر موقعہ پر سختی و آسانی میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہا ہے پس حضرت امیر علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا کہ اگر صحابت اور ساتھ رہنے سے استحقاق خلافت حاصل ہو سکتا ہے تو وہ شخص کیوں کر مستحق نہ ہوگا جس کو صحابت بھی ہے اور قرابت اس پر مزید ہے، لیکن نظم۔ پس وہ ابوبکر کے خطاب میں ہے، کیوں کہ انہوں نے بروز سقیفہ انصار کو کہا تھا ہم رسولؐ اللہ کے عزیز و یگانے ہیں اور اس حجت سے ان کو مغلوب فرمایا تھا اور اس کے بعد کہتے

تھے کہ میری بیعت اہل حل و عقد کے اختیار و مشورے سے ہوئی ہے تو حضرت نے ان دونوں باتوں کا جواب دیا کہ اگر قرابت باعثِ استحقاق خلافت ہے تو میں تجھ سے زیادہ آنحضرتؐ سے قرابت رکھتا ہوں اور جو اختیار صحابہ و اجماع اہل حل و عقد پر دار و مدار ہے تو بزرگان صحابہ اس وقت حاضر نہ تھے پس یہ بیعت کیوں کر صحیح ہوئی۔ نیز ابن ابی الحدید نے اقرار کیا ہے کہ کلماتِ تظلم و شکایتِ غاصبین خلافت بکثرت و تواتر آنحضرتؐ سے ثابت ہوئے ہیں چنانچہ لکھتا ہے کہ وہ جناب مکرر فرماتے تھے **ما زلت مظلوماً منذ قبض الله نبیه الی یومنا هذا** یعنی میں ہمیشہ ستم رسیدہ و مظلوم رہا ہوں جب سے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی ہے آج تک، اور اسی قبیل سے کلامِ بلاغت نظام آنحضرتؐ کا **اللهم اخسن قریشاً فانها منعتنی حقی و غصبتی امری** یعنی بارِ خدایا خم کر تو پشت کو قریش کی۔ بہ تحقیق کہ انہوں نے میرا حق غصب کیا اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جزائے بد دیئے جائیں قریش بہ تحقیق کہ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا اور میرے ابن عم کی بادشاہت کو مجھ سے چھین لیا۔ پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کے سمع شریف میں آواز نالہ و آہ کسی کی پہنچی کہ وہ اس طرح پکارتا تھا **اَنَا مَظْلُومٌ فَرْدٌ** یعنی میں ستم رسیدہ ہوں اور اکیلا ہوں تو اس وقت آپ نے فرمایا اے شخص یہاں آ تا کہ میں اور تو دونوں ہمدرد ہیں باہم مل کر آہ و فریاد کریں کہ ہم پر ظلم و ستم واقع ہوا ہے۔ اور نیز فاضل معتزلی لکھتا ہے کہ آپ شیخین کے حق میں فرماتے تھے۔ **هما اصغیا بانائنا وحملا الناس علیٰ رقابنا** کہ ان دونوں نے کج کیا ہمارے برتن کو اور لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا۔ اور نیز ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرؑ ایک بار خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آواز نالہ و فریاد اس نے بلند کی، آپ نے اسے قریب بلایا جب پاس آیا تو کہا **لقد ظُلِمتُ عَدَدَ الحجَرَ والمَدَر** یعنی اے اعرابی مضطرب نہ ہو اور گھبرا نہیں کیوں کہ میں بھی مظلوم ہوں اور بقدر سنگریزوں اور ڈھیلوں کے مجھ پر ظلم ہوئے ہیں۔ اور معاویہ کہ بتصریح علماء اہلِ سنت امامِ برحق و خال المومنین و باقرار صاحب ازالۃ الخفا صاحبِ فضیلت جلیل القدر ہے اور نزد ابن حجر مکی بغایت ممدوح و موتمن ہے عدم رضائے جناب امیر کا خلافتِ خلفاء ثلثہ پر بلکہ مسرور ہونے آنحضرتؐ کا قتل عمر پر مُقر ہے اور آنحضرتؐ کو اعانتِ قتل عثمان میں شریک جانتا ہے اور آنحضرتؐ کے ساتھ بیعت کرنے میں آپ کو شترِ نر سے جو مہار سے کھینچا جائے تشبیہ دیتا ہے چنانچہ اسی خط میں جو اس نے بنام مولائے مومنین لکھا ہے اور مورخین معتبرین اہل سنت نے مثل طبری وغیرہ کے نقل کیا ہے بتصریح ان امور کے موجود ہے چوں کہ وہ خط طولانی ہے اس لئے بقدر ضرورت اس سے یہاں لیا جاتا ہے۔ لکھتا ہے **لقد حَسَدتَ ابابکر والتویت علیه ورمت افساد امره وقعدت فی بیتك عنه واستغتریت عُصَابه من**

الناس حتی تاخر و اعن بیعته ثم کرهت خلافة عمرو حسد ته و استطلت مدته و سررت بقتله واظهرت الشماتَةَ بمصابه حتی انك حاولت قتل ولده لانه قتل قاتل ابیه ثم لم یکن اشد حسداً منك لا بن عمك عثمان نشرت مقابحه و طویت محاسنهٗ وطعت فی فقه ودینه ثم فی سیرته ثم فی عقله واغرَیتَ به السفهاء من اصحابك وشیعتك حتی قتلوه بمحضرِ منك لا تدفع عنهم بلسان ولا یدٍ وما من هوء لاء الا بغیت علیه و تلکات فی بیعته حتی حملت الیه قهر اتساق بحرائم الاقتار کما تساق الفحل المخشوش ترجمہ البتہ حسد کیا تم نے ابوبکر پر اور تاخیر کی اس کی بیعت میں اور چاہا کہ اس کا کام خراب کردو اور اس سے جدا ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور ایک گروہ کو بہکایا کہ انہوں نے اس کی بیعت میں توقف کیا بعد اس کے تم نے عمر کی خلافت سے کراہت کی اور اس پر حسد لے گئے اور اس کا طولِ مدت تم کو ناگوار ہوا اور اس کے مارے جانے پر مسرور ہوئے اور اس کی مصیبت پر شماتت کی حتیٰ کہ اس کے بیٹے کو قتل کرنا چاہا جس نے کہ اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا تھا بعد از اں کسی نے عثمان پر اس قدر حسد نہیں کیا جس قدر کہ تم نے کیا حالاں کہ وہ تمہارا چچا زاد بھائی تھا۔ تم نے اس کے عیبوں کو آشکار کیا اور اس کے محاسن اور خوبیوں کا اخفا کیا اور طعن کیا اس کے دین اور دانائی پر اور اس کی سیرت و عقل پر اور ورغلایا چند نادانوں کو اپنے اصحاب اور اپنے شیعوں میں سے تا اینکہ انہوں نے تمہارے سامنے اس کو قتل کر ڈالا اور تم نے ہاتھ اور زبان سے ذرا اس سے ممانعت نہ کی اور تینوں خلیفوں سے ایسا کوئی نہیں کہ تم نے اس سے مخالفت نہ کی ہو اور اس کے ساتھ بیعت کرنے میں مساہلہ اور سستی تم سے واقع نہ ہوئی ہو تا اینکہ اس کے لئے بجبر اس طرح کھینچے جاتے تھے جس طرح کہ شتر نر کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے کھینچتے ہیں''۔ پس یہاں سے بشہادتِ خال المومنین اہل سنت مثل آفتاب نیمروز ظاہر و آشکار ہے کہ حضرت امیرؑ نے خلفاء سے جو بیعت کی بجبر واکراہ کی ورنہ بہ دل وہ ہرگز اس پر راضی نہ تھے بلکہ ہمیشہ درپے فساد ان کی خلافت کے رہتے تھے اور اپنے شیعوں کو اس پر انگیختہ کرتے اور خلیفہ ثانی کے قتل ہونے پر وہ مسرور ہوئے اور شماتت کی۔ اور عثمان کو انہوں نے اپنے دوستوں اور شیعوں کو سکھلا کر قتل کرایا اور وہ آپ کے سامنے قتل ہوئے، نہ ہاتھ سے ان کی مدد کی نہ زبان سے پس دعوے موافقت و مخالطت جنابِ امیر علیہ السلام با خلفاء ثلثہ کہ اہل سنت رجماً بالغیب اپنی طرف سے کرتے ہیں بالکل صحیح نہیں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اکثر مورخین و محدثین سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے بروز سقیفہ اپنی مظلومیت کا اظہار کیا اور روضۂ رسولؐ خدا کی طرف خطاب کر کے فرمایا یا ابــن ام القــوم

استضعفوني و كادو يقتلوننی یعنی اے پسر مادر بتحقیق کہ اس قوم نے مجھ کو ضعیف و ناتوان کیا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں اور نیز وہ حضرت کہتے تھے **واجعفراه لا جعفر لی اليوم واحمزتاه لاحمزة لی اليوم** یعنی افسوس تم پر اے جعفر آج میرے لئے کوئی جعفر نہیں اور افسوس تم پر اے حمزہ آج کوئی حمزہ میرے لئے نہیں کہ مجھ کو قیدِ غم سے چھڑا دے اس کے بعد شارح مذکور کہتا ہے کہ میں نے نقیب ابو جعفر یحیٰ بن محمد ابی زید سے پوچھا کہ اگر جعفر و حمزہ زندہ ہوتے تو کیا حضرت امیرؑ سے بیعت کرتے اور ان کی خلافت پر راضی ہوتے **کلامِ نقیب ابو جعفر**: اس نے کہا البتہ جس طرح کہ آتش چوب خشک عرفج میں درآتی ہے اسی طرح وہ آنحضرتؐ کی بیعت میں داخل ہوتے۔ میں نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ جعفر تو ان سے بیعت کر لیتے لیکن حمزہ چوں کہ مردِ جبار، قوی النفس، درشت خو، شجاع و مفتخر تھے اور علی علیہ السلام سے سن میں بڑے اور رشتہ میں ان کے چچا ہوتے تھے اور نیز ان کے اخبار و آثار جہاد میں مشہور اور ان کی دلاوری و مردانگی غیر مستور ہے ان سے البتہ مشکل تھا کہ یہ امر واقع ہو۔ نقیب نے کہا اخلاق و عادات حمزہ البتہ ایسے ہی تھے جیسے کہ تو نے بیان کئے لیکن وہ صاحبِ دین قوی تھے اور بے شک و ریب تصدیق بنی انہوں نے کی تھی اگر اس وقت زندہ ہوتے۔ اور حالات امیر المومنینؑ پر اطلاع پاتے اور جو قرب و منزلت ان کو حضرت رسالت پناہ سے حاصل تھا اس کو ملاحظہ کرتے تو البتہ اپنی نخوت سے تنزل فرماتے اور ان کو واسطے رضاء خدا و رسولؐ خدا اپنے اوپر اختیار کرتے اور خلافت ان کی تسلیم کرتے اور اخلاق حمزہ کو اخلاقِ امیر المومنینؑ سے کوئی نسبت نہیں اس لئے کہ آنحضرتؐ کے اخلاق روحانی اور اصلی تھے کہ بباعثِ صفائی فطرت بلا احتیاجِ ریاضتِ تعلیم آپ کو حاصل تھے۔ معانی باریک و دقیق کو وہ اپنی قوت رائے سے اس طرح استخراج کرتے تھے کہ حکمائے مدقق ان کے فہم و ادراک سے عاجز آتے اور باوجود اس کے قوت و شجاعتِ حمزہ بھی ان میں موجود تھی اگر حمزہؓ اس وقت زندہ ہوتے اور محاسن عادات و مکارمِ اوصاف امیر المومنینؑ کو ملاحظہ کرتے تو ابوذرؓ و مقدادؓ سے زیادہ مطیع ہوتے اور یہ جو تو نے کہا کہ حمزہؓ حضرت کے چچا اور سن میں ان سے بڑے تھے تو عباسؓ بھی آپ کے چچا اور سن میں زیادہ تھے باوجود اس کے جس قدر سعی آنحضرتؐ کی خلافت میں ان کو تھی کسی کو نہ تھی۔ اور چچا ہمیشہ اپنے بھتیجوں کی متابعت اور خدمت کرتے رہے ہیں۔ حمزہؓ و عباسؓ دونوں پیغمبرؐ خدا کے چچا تھے اور پھر ان کی اطاعت کرتے تھے اور ان کے ثبوت کی تصدیق کرتے تھے اور ابو طالبؑ کہ شیخ و رئیسِ بنی ہاشم تھے اور تمام قریش ان کے تابع تھے کس طرح شرائط اطاعت و انقیاد حضرت رسالت پناہ بجالاتے باوجودیکہ پیغمبرؐ خدا ان کے عیال اور ان کے پرورش کردہ اور بمنزلہ ان کی اولاد کے تھے نیز خطب و عبارات حضرت امیر المومنینؑ مندرجہ کتابِ مستطاب نہج البلاغہ کہ بالیقین آنحضرتؐ کا کلام ہے شکایت قوم سے صراحۃً

وکنایۃً لبریز ہیں کسی قدر ان سے یہاں نقل ہوتے ہیں ایک مقام پر فرماتے ہیں **فلما مضی تنازع المسلمون الامر من بعده** یعنی جب رسولؐ خدا نے وفات پائی تو مسلمانوں نے ان کے بعد آنحضرتؐ کی خلافت کے بارے میں نزاع کی **فواللہ ماکان یلقیٰ فی روعی ولا یخطر علیٰ بالی ان العرب یزعج ھذا الامر من بعده عن اھلبیتہٖ ولا انھم منعوه عنی** یعنی قسم بہ خدا کہ میرے دل میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور میری خاطر میں خطور نہ کرتا تھا کہ اہلِ عرب خلافتِ رسولؐ خدا کو ان کے اہل بیت سے نکال لیں گے اور میں نہ جانتا تھا کہ مجھ سے اس کو مانع آئیں گے **فمارا عنی الا انثیال الناس علیٰ فلان بیا بعونہٗ** پس باز رکھا مجھ کو اپنے حق کی طلب سے، مگر لوگوں کی بیعتِ ابوبکر پر ہجوم لانے نے **فامسکت بیدی حتی رایت راجعتہ الناس قدرجعت عن الاسلام یدعون الی محودین محمدؐ** پس میں نے اپنے ہاتھوں کو روکا تا اینکہ دیکھا میں نے کہ لوگ دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو گئے اور ان امور کی طرف دعوت کرتے ہیں جن سے دینِ محمدؐ محو ہو جائے۔ **فخشیت ان لم انصر الاسلام واھلہ ان اری فیہ ثلما او ھدماً یکون المصیبۃ علیٰ اعظم من فوت ولا تیکم** پس مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر اسلام کی مدد نہ کروں تو اس میں کوئی رخنہ یا ویرانی پاؤں گا، کہ اس کا صدمہ مجھ پر عظیم تر ہوگا۔ تمہاری حکومت کے فوت ہونے سے۔ یعنی غصبِ خلافت کے بعد جو میں ان لوگوں کو راہِ راست دکھاتا اور ہدایت کرتا رہا تو اس کا سبب یہ تھا کہ اگر ایسا نہ کرتا تو مسلمان گمراہ ہو جاتے اور دینِ محمدؐ مٹ جاتا۔ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں **حتی اذا قبض اللہ رسولہ رجع قوم علی الا عقاب** یعنی تا اینکہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح کو قبض کیا پس ایک جماعت پچھلی یا تو پھر گئی یعنی اپنے پہلے کفر پر چلی گئی۔ اور ہلاک کیا۔ ان کے تئیں راہ ہائے باطل نے **واتکلوا علی الولائج ووصلوا غیر الرحم** اعتماد کیا انہوں نے ہر امر نادرست پر اور وصل کیا اور مل گئے غیر اقربا پیغمبرؐ سے **وھجر والسبب الذی امر وابمودتہ** چھوڑ دیا اور ترک کیا ذریعہ نجات اپنے کو، جس کے ساتھ محبت رکھنے پر حکم دیئے گئے تھے یعنی اہل بیت رسولؐ خدا کو کہ ان کی محبت اجرِ رسالت اور مسئول بہ امت تھی چھوڑ بیٹھے **وانقلوا البناء عن رص اساسہ فبنوه بغیر موضحہ** اور عمارت کو اصل و مضبوط بنیاد سے ہٹایا اور دوسرے مقام میں، کہ اس کے مناسب نہ تھا قائم کیا مراد یہ کہ خلافت کو اہل بیت عصمت سے لے کر جائز الخطا لوگوں کے حوالے کیا **معادن کل خطیئۃ وابواب کل اضارب فی غمرۃ** وہ لوگ معدن ہیں ہر خطا و گناہ کے اور دروازہ ہائے آمد شد ہر گمراہ کے ہیں **قد بادوافی الحرۃ وذھلوا**

فی السکرۃ علی سنۃ من آل فرعون بہ تحقیق کہ چلے گئے وہ وادیٔ حیرانی و سرگردانی میں اور غافل و مست ہو گئے بے ہوشی و گمراہی میں مثل آل فرعون کے ظلم و کفر میں بسر کرتے تھے۔ اور ذرا اندیشہ روزِ جزا دل میں نہ لاتے تھے۔ **خطبہ شقشقیہ** یہ خطبہ جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ کے غائت درجہ مظلوم و متالم ہونے پر دلالت رکھتا ہے ویسا ہی آنحضرت سے اس کا صدور بھی قطعی و یقینی ہے ہمیشہ سے علما فریقین کے درمیان مشہور و متواتر چلا آیا ہے **مجلسی علیہ الرحمہ** بحار میں کہتے ہیں کہ خطبہ شقشقیہ کو شیعہ و سنی دونوں نے روایت کیا ہے اور شرح کی ہے اس کی اور اس کے الفاظ کو ضبط فرمایا ہے شیعہ سے شیخ مفید و شیخ الطائفہ و شیخ ابوجعفر طوسیؒ و شیخ صادقؒ نے اسے نقل کیا ہے اور سید رضی رضی اللہ عنہ نے نہج البلاغہ میں اور علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور قطب راوندی نے شرح نہج البلاغہ میں بسند خود روایت کیا ہے اور اہل سنت سے ابن جوزی نے مناقب میں اور ابن عبدربہ نے جزو چہارم عقد میں اور ابو علیؒ جبائی نے اپنی کتاب میں اور ابن الخشاب نے اپنی درس میں اور حسن بن عبداللہ بن سعید العسکری نے کتاب المواعظ والزواجر میں اس کے تئیں نقل کیا ہے اور ابن اثیر جزری نے نہایہ میں اور فیروز آبادی نے قاموس میں اس کے بہت سے الفاظ کی توضیح و تفسیر فرمائی ہے۔ اور عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے اس کی شرح میں ان لوگوں پر رد تبلیغ فرمائی ہے جو اسے سید رضی کے کلام سے بتاتے ہیں اور کہا ہے کہ میں نے بہت سا حصہ اس خطبے کا اپنے شیخ ابوالقاسم بلخی کی تصانیف میں دیکھا ہے جو زمانۂ سلطنتِ مقتدر عباسی میں شیخ معتزلہ بغداد اور سید رضی کی پیدائش سے مدت دراز پہلے تھا اور نیز بہت سا اس خطبے سے کتاب ابوجعفر بن قبہ متکلم امامیہ میں پایا ہے کہ شیخ ابوالقاسم مذکور کے تلامذہ سے تھا اور رضی کے پیدا ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ پھر اپنے شیخ و استاد ابوالخیر مصدق واسطی سے حکایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں اس خطبے کو اپنے شیخ ابومحمدؒ عبداللہ بن احمد معروف بہ ابن الخشاب کے پاس قرأت کرتا تھا اثنا قرأت میں اس سے حکایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ کیا یہ کلام حضرت امیر پر باندھا گیا ہے تو اس نے کہا کہ قسم بخدا کہ میں اس کو اس طرح پر آنحضرتؐ کا کلام جانتا ہوں جیسا کہ تجھ کو پہچانتا ہوں کہ تو مصدق ہے میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ یہ سید رضی کا کلام ہے ابن الخشاب نے کہا رضی اور غیر رضی کو کہاں یہ طاقت تھی کہ ایسا کلام کر سکے بہ تحقیق کہ ہم رسائلِ رضی پر واقف ہوئے اور نثر میں اس کی طرز و اسلوب کو دیکھا اس کا کلام اس کلام سے کوئی نسبت نہیں رکھتا پھر اس نے کہا قسم بخدا کہ میں نے اس خطبہ کو ان کتابوں میں دیکھا ہے جو رضی کی پیدائش سے دو سو برس پہلے کی تصنیف کی ہوئی ہیں اور ان علماء ادب کے ہاتھ سے اس کو لکھا ہوا پایا ہے جن کی نسبت مجھ کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ یہ انہی کا خط ہے قبل اس کے کہ نقیب ابواحمد پدر رضی پیدا ہوں اور ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ دیکھا جس پر ابوالحسن علیؒ بن محمد بن الفرات مقتدر

باللہ کے وزیر کے ہاتھ کی تحریر ثبت تھی اور یہ ولادت رضی سے کچھ اوپر ساٹھ سال کا واقعہ ہے پھر کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ نسخہ ابن الفرات کی پیدائش سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ روایات و حکایات کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ایک اور دلیل، اس دعوۂ واہیہ فاسدہ کے بطلان کی، کہ یہ خطبہ سید رضی کی تصنیف سے ہے، یہ ہے، کہ قاضی عبدالجبار معتزلی کہ متعصبین معتزلہ سے ہے کتاب مغنی میں اس کے بعض کلمات کی تاویل کرتا ہے کہ مطاعن خلفاء سابقین پر دلالت نہیں کرتے اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ برادر بزرگ سید رضی نے کتابِ شافی میں اس کے اقوال کی تردید و تزئیف کی ہے اور زمانہ اس قاضی مذکور کا ان دونوں بھائیوں کے زمانوں سے مقدم تھا پس اگر اس کو اس خطبہ کے حضرت امیر کی طرف منسوب ہونے میں گنجائشِ کلام ہوتی تو وہ ہرگز ان رکیک تاویلات کی طرف متوجہ نہ ہوتا اور بے تکلف کہہ دیتا کہ یہ آنحضرتؑ کا کلام نہیں ان پر لگایا گیا ہے جیسا کہ اور بہت سی روایات میں اس نے قدح کی ہے۔ پھر مجلسیؒ کہتے ہیں کہ کافی ہے منصف کے لئے پایا جانا اس خطبہ کا تصانیفِ شیخ صدوق میں حالاں کہ وفات ان کی ۳۲۹ھ ہجری میں ہوئی اور سید رضی ۳۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ملا حسین علی رضائی اردکانی سفینۃ النجاۃ میں کہتے ہیں کہ قطع نظر ان سب باتوں کے جو شخص سید رضی علیہ الرحمہ کے خصوص حالات ان کی جودتِ طبع و کمالِ فضیلت و تجرِ علوم و علو ہمت و شرافت و نسب و غایت اطلاع بر فنون بلغاً و احاطہ اطراف کلامِ فصحا اور انتہائی ورع و تقویٰ سے ذرا بھی واقف ہوگا اور جو فضائل و کمالات اس جناب کے سُنّی علما نے مثل ابن ابی الحدید کے شرح نہج البلاغہ میں اور قاضی (۱) ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں نقل کئے

---

(۱) شریف رضی ابوالحسن محمدؒ بن ابی احمد الحسین الطاہر ذی المناقب معروف موسوی صاحبِ دیوان اشعار میں ثعالبی کتاب متیمہ میں ان کے حال میں لکھتا ہے کہ انہوں نے دس سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اور آج وہ اعجوبہ زمان و نجیب ترین ساداتِ عراق ہیں باوجود اپنے نسب شریف و فخر منیف کے ادب ظاہر و فضیلت باہر سے آراستہ و جملہ محاسن و مکارم سے پیراستہ ہیں تمام طالبین گذشتہ موجودین سے باجودیکہ ان میں کملا دشعرا ہیں وہ فن شعر میں گوئے سبقت لے گئے بلکہ اگر کہا جائے کہ تمام قریش سے اس فن میں بڑھے ہوئے ہیں تو بالکل درست ہے چنانچہ ان کے اشعار عالی اس دعوے کے شاہد عادل ہیں ان کے باپ ابواحمد ذی المناقب طالبیوں کے نقیب النقباء اُن کے درمیان حکم کرنا اور ان کے مظالم میں نظر کرنا اور خلقت کے ساتھ حج کرنا ان کے مناسب جلیلہ سے تھے اور ۲۸۸ھ ہجری میں کہ ہنوز ابواحمد زندہ تھے یہ جملہ امور سید رضی کی طرف رجوع ہوئے ابوالفتح ابن جنی نے اپنے ایک مجموعہ میں لکھا ہے کہ سید رضی موصوف لڑکپن میں ابن سیرامی نحوی سے علم کو پڑھتے تھے ایک روز حلقۂ درس میں بیٹھے اعراب میں مذاکرہ کر رہے تھے کہ ابن سیرانی نے ان سے پوچھا کہ جس وقت ہم کہیں **رایتُ عمر** تو عمر میں علامت نصب کیا ہوگی سید نے بے توقف کہا کہ بغض علیؑ ابن ابی طالب سیرانی یہ جدّتِ ذہن اور تیزی طبع دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ ان کا دیوان چار جلدوں میں مشہور و معروف ہے چھوٹے سے سن میں قرآن پڑھا

(باقی اگلے صفحے پر)

ہیں جانتا ہوگا وہ جانے گا کہ ایسے امر ناصواب کو اس سید جلیل القدر سے نسبت دینا نہایت خطا ہے، کیوں کر ہوسکتا ہے کہ ایسا بزرگوار پرہیزگار اپنے کلام کو آنحضرتؑ سے منسوب کرے یا اتنی تمیز اسلوبِ کلام کے جاننے اور اس قدر ذوقِ سلیم اس کے پہچاننے میں نہ رکھتا ہو کہ اوروں کے کلام کو آنحضرتؑ کے کلام سے جدا نہ کرسکے یا اوروں کے کلام کو ان کے کلام کے ساتھ مخلوط روایت کرے اب ہم اصل خطبہ کو کتابِ مستطاب نہج البلاغہ سے نقل کرتے ہیں، اور ساتھ ساتھ اس کا حاصل ترجمہ لکھتے ہیں۔ **اما واللّٰہ لقد نَصَّصَها فلانٌ** (۲) **وانه لیعلم ان محلی منها محل القطب من الرحیٰ ینحدر عنی السَّیل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونها ثوبا وطویت عنها کشحاً وطفقت ارتای بین ان اصول بیدٍ جذاء و اصبر علی طخیةٍ عمیاء یهرم فیها الکبیر ویشیب فیها الصغیر ویکدح فیها مومن حتی یلقی ربه فرایت ان الصبر علیٰ هاتا احجیٰ فصبرت وفی العین قذیٰ وفی الحلق شجیٰ اریٰ تراثی نهباً۔ حتی مضی الاوّلُ لسبیله وادلیٰ بها الی فلان بعده۔ ثم تمثل بقول الاعشی ۔**

اور یاد کرلیا تھا۔ پھر ایک کتاب معانی قرآن میں لکھی کہ اس کا مثل نہیں ہوسکتا اور وہ ان کی وسیع لغت دانی اور کمال نحویت پر دلیل کافی ہے اور ایک کتاب مجازات قرآن میں لکھی جو اپنے فن میں بے نظیر ہے ابوالحسن بن محفوظ کے سامنے کہ سرآمد روساء تھا کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رضی اشعر قریش تھے کہا یہ درست ہے کیوں کہ ہر چند قریش میں اور بھی عمدہ عمدہ شعر گو ہوئے ہیں الا ان کا کلام کم ہے، زیادہ اور عمدہ کلام کرنے والا رضی کے برابر کوئی نہیں ہوا سید رضی ۳۵۹ھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور صباح شنبہ ۶ محرم یا صفر ۴۰۶ھ ہجری کو انہوں نے وفات پائی اور بغداد میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔ ان کے بھائی سید مرتضٰی ابوالقاسم علیؒ کو ان کے مرنے سے اس قدر قلق ہوا تھا کہ ان کے دفن میں شریک نہیں ہوئے اور جنازہ نہیں دیکھ سکے مشہد موسیٰ بن جعفر (کاظمین) کو چلے گئے تھے لہٰذا نماز جنازہ رضی وزیر فخر الملک نے بہت سے آدمیوں کے ساتھ پڑھی۔ ۱۲۔ ابن خلکان ملخصاً۔

(۲) فلاں سے مراد ابوبکر ہے یقیناً جیسا کہ آئندہ فلاں سے کہ **ادلی بها الی فلان** میں ہے مراد عمر خطاب ہے چنانچہ بعض نسخ نہج البلاغہ میں بجائے فلاں اول ابن ابی قحافہ اور بجائے فلاں دوم ابن الخطاب موجود ہے حتیٰ کہ نسخہ ابن ابی الحدید میں اور نسخہ قاضی عبدالجبار معتزلی میں جس پر مغنی میں اپنی تاویلات رکیکہ کی بنیاد رکھی ہے دونوں جگہ تصریح اسم موجود ہے اور عدول کرنا صریح اسم سے طرف کنایہ کے بعض نسخ میں ممکن ہے کہ بسبب خوف وتقیہ کے ہو بعض اوقات میں یا بعض کاتبین کی طرف سے ہو۔ ۱۲۔ بحار۔

شتان ما یومی علی کورها
ویوم الحیان(۱) اخی جابر

فیا عجبا بینا ھو یستقیلھا فی حیٰوته اذ عقد ھا الأخر بعد وفاته۔ لَشَدَّ ما تشطَّرَ اضرعیھا۔ فصیرھا فی جوزۃ خشنا(۲)ءَ یَغلظ کلمھا ویخشن مسنھا۔ ویکثر العثار فیھا والاعتذار منھا فصاحبھا کراکب الصعبة ان اشنق لھا خرم وان اسلس لھا تقحم فمنی الناس لعمراللّٰہ بخبط و شماسٍ وَ تلون و اعتراضٍ۔ فصبرت علی طول المدۃِ وشدۃ المحنة حتی اذا مضی لسبیله جعلھا فی جماعةٍ زَعَمَ انی احد ھم فباللّٰہ وللشوریٰ۔ متی اعترض الریب فی مع الاول منھم حتی صرت اقرن الی ھذہ النظائر لکنی اسففت اذا سفو اوطرت اذا طاروا۔ فصَغَارجُلُ منھم لضغنه(۳) ومال الاخرۃ لصِھرہ(۴) الی ان قام ثالث القوم نافجار حضنیه بین نثیله

---

(۱) حیان ایک شخص بزرگان ورؤسائی حنفیہ سے تھا وہ یمامہ میں ایک قلعہ رکھتا تھا اور اپنی قوم میں نافذ الامر ومطاع تھا چوں کہ کسریٰ بادشاہ عجم اس کو ہر سال جائزہ وانعام بھیجتا رہتا تھا لہٰذا وہ بکمال عیش وآرام اپنے گھر میں بسر کرتا تھا۔ کبھی سفر کرنے اور شدائدِ سفر برداشت کرنے کی اس کو ضرورت نہیں ہوتی تھی اس کا ذکر کرتا ہے کہ میرے اور اس کے حال میں بڑا فرق ہے۔۱۲ بحار۔

(۲) جوزہ خشناء سے لے کر تلون واعتراض تک تمام صفات وحالات خلیفہ ثانی اور ان کے عہدِ خلافت کے ہیں چنانچہ جو مختصر کیفیت ان کے عہد خلافت کی کتاب ہذا میں پیشتر گزری اس سے یہ تمام باتیں ظاہر ہیں۔ خلافت پناہ کی خشونت اور درشت مزاجی ضرب المثل ہے اور ان کا بار بار قضایا ومعاملات میں غلطیاں کرنا اور حضرت امیرؑ کی تنبیہ ہو کر عذر خواہ ہونا اور اپنی خطا کا اقرار کرنا بھی ان کی تاریخ کے جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرتؐ کا کام اس عہد میں نہایت نازک تھا۔ اگر ٹھیک ٹھیک ان کو راہِ راست پر چلاتے ہیں تو رنج وآزردگی پیدا ہو کر اس قدر اصلاح دین اسلام سے بھی دست بردار ہونا پڑتا ہے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑتے ہیں تو نابینا وچاہ کی مثل صادق آتی ہے۔ طول مدت سے اشارہ ان کے زمانہ خلافت کی طرف ہے کہ بقول سُنّی مورخین دس سال چھ ماہ تقریباً تھا۔۱۲ منہ عفی عنہ۔

(۳) یہ ضغن وعداوت رکھنے والا سعد وقاص تھا کہ اس نے عہد خلافت اس جناب میں بھی آپ سے بیعت نہیں کی اور سبب اس عداوت کا اس کے، بقول قطب راوندی یہ ہے کہ اس کا باپ ابووقاص مالک بن ابووہب روز بدر امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا مگر ابن ابی الحدید اس کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ بنی زہرہؓ سے کوئی شخص آنحضرت کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا پس سعد وقاص کی عداوت کا آنحضرتؐ سے اس کے نزدیک یہ سبب ہے کہ اس کی ماں حمنہ بنت سفیان ابن امیہ بن عبد شمس تھی پس اس کے اخوان آنحضرتؐ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔۱۲ بحار۔

(۴) قرابت زوجہ کے سبب سے پھرنے والا عبدالرحمٰن عوف ہے کیوں کہ اس کی زوجہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط خواہر مادری عثمان تھی کہ ان کی ماں اروی بنت کویز بن ربیعہ سے پیدا ہوئی تھی۱۲ بحار۔

ومعتلفه وقام معه بنوابيه بخضمون مال الله خضم الابل نبتة الربيع الى ان انتكث عليه قتله ـ اجهز عليه عمله وكبت به بطنته ـ فماراعنى الا والناس يهر عون الى كعرف(۱) الضبع ـ ينثالون على من كل وجهٍ حتى لقد وطى الحسنانُ وشق عطافى ـ مجتمعين حولى كربيضة(۲) الغنم ـ فلما نهضت بالامر نكثت(۳) طائفة ومرقت اخرى وفسق اخرون كانهم لم يسمعوا تلك الدار الاخرة تجعلها للذين لايريدون عُلوًّا فى الارض ولا فساد والعاقبة للمتقين بلى والله لقد سمعوها و رعوها ولكنهم حليت الدنيا اعينهم وراقهم زبرجها(۴) اما والذى فلق الحبة وبرئ السنمة لا لا حضور الحاضر و قيام الحجة بوجود الناصر وما اخذالله على العلماء الا يقاروا على كظة ظالم ولا سغب مظلوم لالقيت حبلها على غاربها ـ ولسقيت اخرها بكا س اولها ولا لفيتم دنياكم هذه عندى ازهد من عطفة عنتر ترجمہ ہاں قسم بخدا کہ پہن لیا جامہٗ خلافت کو فلاں یعنی ابوبکر نے حالاں کہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ میرا محل ومقام خلافت سے ایسا ہے جیسا کہ قطب کا چکی سے، بہہ جاتا ہے میرے پاس سے رَو پانی کا یعنی مقام ومرتبہ میرا بلند ہے اور بلندی اُس کی اس قدر ہے کہ پرندہ مجھ تک پر نہیں مار سکتا پس ڈھانپ دیا میں نے اس پر کپڑا یعنی اغماض کیا اس سے اور پہلو تہی کی اور فکر کرنا شروع کیا میں نے اس امر میں کہ آیا میں حملہ کروں دستِ بریدہ سے یعنی آیا بے دست وپا، بے یار ومددگار، اس سے لڑوں یا صبر کروں، اس بلائے ناگہانی پر

---

(۱) قولہ کعرف عرف وہ موٹے موٹے بال ہیں جو چار پایوں کی گردن پر کھڑے ہوتے ہیں اور عرف الضبع ضرب المثل ہے کثرت وہجوم کے لئے ـ۱۲ـ

(۲) ربیضۃ الغنم گلہ گوسفند جو اپنے مربض یعنی آرام گاہ وجائے پناہ میں جمع ہوتا ہے۱۲ـ

(۳) نکثت طائفہ اس سے مراد ناکثین یعنی طلحہ زبیر وغیرہ اصحابِ جنگِ جمل میں جنہوں نے بیعت شکنی کر کے یہ فتنہ وفساد برپا کیا۔ روایت ہے کہ حضرت ان سے بیعت لیتے وقت اس آیہ شریفہ کو تلاوت کرتے تھے وَمَنْ نکث فَاِنَّما ینکُثُ علیٰ نفسہ یعنی جو توڑے گا اس عہد کو وہ توڑے گا اس کو اپنے نفس کی ضرر رسائی کے لئے اور مارقین سے مراد فرقہ خارج ہے جو دین سے اس طرح نکل گیا جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے اور ارباب فسق وفجور معاویہ ودیگر شامیان اصحاب ہیں جنہوں نے جنگ صفین قائم کی اور مفصل حالات ان تینوں لڑائیوں کے اس کتاب کی دوسری جلد زیر طبع میں مذکور ہیں۱۲ـ منہ۔

(۴) زبرج بالکسر آرائش جو نقش ونگار وجواہرات سے کی جائے یا زر خالص بہ نہایت زینت۱۲ـ

جو کہ مثل ابرِ تیرہ و تار کے محیط ہوگئی تھی، اور وہ ایسی سخت بلا تھی کہ بوڑھے لوگ اس میں بوڑھے پھونس ہو جائیں اور کم سن بوڑھے ہو جائیں اور تا دمِ مرگ کسی مومن کا چھٹکارا اس سے نہ ہو سکے، پس دیکھا میں نے کہ صبر ہی کرنا اس مصیبت پر بھلا ہے، پس صبر کیا، حالاں کہ میری آنکھ میں خاشاک تھا اور گلے میں گریہ اٹکا تھا، دیکھ رہا تھا کہ میری جائیداد لوٹی جا رہی ہے، یہاں تک کہ پہلا راہِ عدم کو چلا گیا اور فلاں یعنی عمر خطاب کو اپنے بعد اس پر مقرر کر گیا۔ پھر حسبِ حال خود یہ شعر اعشیٰ شاعر کا پڑھا۔ یعنی کہاں ہیں میرے یہ دن، جنہیں میں کوہانِ شترِ برہنہ پشت پر شدتِ گرمی و تعب میں کاٹتا ہوں۔ اور کہاں وہ دن ناز و نعمت میں بسر ہوتے تھے۔ پھر فرمایا بڑے تعجب کا مقام ہے کہ ابوبکر اپنی حیات میں تو خلافت سے استعفا کرتا رہا اور ہمیشہ منبر پر کہتا رہا **اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم وعلیؑ فیکم** یعنی نکالو مجھ کو خلافت سے، اور معزول کرو اس سے، کہ تم سے بہتر نہیں ہوں درانحالیکہ علیؑ تم میں ہیں اور مرتے وقت وہ خلافت کو اور کے لئے مقرر کر گیا بہت ناگوار ہے مجھے یہ کہ انہوں نے خلافت کو آپس میں بانٹ لیا مجھے محروم رکھا اور وہ (ابوبکر) خلافت کو ایسے مقام میں رکھ گیا یعنی اس شخص (عمر) کے سپرد کر گیا جس کی جراحت بہت غلیظ یعنی گہرا زخم تھا اور ایسی خشونت و رعونت اسمیں تھی کہ چھو جانا ہی اس کا غضب تھا وہ اس میں بہت لغزشیں اور دھوکے کھاتا تھا اور بکثرت اس سے عذر خواہی کرتا۔ پس اس کا ساتھی مثل اس شخص کے ہے جو ناقۂ سرکش پر سوار ہو۔ اگر اس کی مہار کھینچتا ہے تو اس کی ناک شگافتہ ہوتی ہے اور جو ڈھیلی چھوڑتا ہے تو منہ کے بل گرتا ہے پس قسم بخدا ابتلا ہوئے آدمی راستے سے بھٹکنے اور بے راہ چلنے میں اور اضطراب اور رنگ بدلنے اور راہِ راست سے نفرت کرنے میں پس میں نے مدتِ مدید و عرصۂ بعید تک اس مصیبتِ عظمیٰ و رنج شدید پر صبر کیا، یہاں تک کہ جب اس نے بھی اپنی راہ لی تو چلتے وقت اس کو ایک جماعت پر چھ آدمیوں کی ڈال گیا کہ گمان کیا کہ میں بھی ان میں سے ایک ہوں پس حکم خدا کو شوریٰ اور کمیٹی سے کیا نسبت کب اور کس وقت شک عارض ہوا تھا میرے اور اس کے درمیان جو ان سے اول تھا۔ یعنی میری فضیلت بہ نسبت ان سب کے سرگروہ (ابوبکر) کے تو مشتبہ تھی ہی نہیں چہ جائیکہ میں ان جیسوں کے برابر کیا جاؤں یعنی عثمانؔ، طلحہؔ، زبیرؔ، ابن عوفؔ، وسعدؔ وقاص کے لیکن میں پست ہو گیا۔ جب کہ وہ پست ہوئے اور بلند پروازی کی جب کہ وہ اوپر اڑے یعنی موافقت اور مماثات کی ان کے ساتھ اور داخلِ شوریٰ ہو گیا۔ پس ایک ان میں سے بسبب اپنے بغض و عداوت کے مجھ سے منحرف ہوا، اور دوسرا اپنی زوجہ کے رشتہ دار کی طرف مائل ہوا، تا انیکہ کھڑا ہوا، اس پر تیسرا اس قوم کا پھیلاتا ہوا اپنی دونوں بغلوں کو گوبر کرنے اور چرنے کے درمیان اور اٹھے اس کے ساتھ ہم جدّی اس کے، یعنی بنی امیہ اس کے شریک حال ہو گئے کہ کھاتے تھے مالِ خدا کو بغیر دانت لگائے یعنی بڑے بڑے منہ مارتے تھے۔ جس طرح پر کہ اونٹ موسمِ بہار

کی ہری گھانس پر منہ مارتا ہے تاانیکہ توڑا گیا اوپر اس کے قتل اس کا، یعنی اس کی بیعت کو توڑ کر اسے مار ڈالا اور اس کی بدکاریوں کے سبب سے اس پر چڑھائی کی، اور اس کا پیٹو پن اس کو لے بیٹھا۔ پس نہیں تعجب آیا مجھ کو مگر اس بات سے، کہ وہ لوگ اس وقت میری طرف متوجہ ہوئے اور بیعت کے لئے انہوں نے ہجوم کیا اور پروانوں کی طرح ہر طرف سے مجھ پر ٹوٹ پڑے، تاانیکہ ان کی کثرت اور ہجوم سے حسنین پیروں میں کچلے گئے اور میری ردا کے ٹکڑے ہو گئے گلہ گوسفند کی طرح سرنہوڑائے میرے گرد جمع ہوئے پس جب میں ایستادہ وآمادۂ حکمرانی ہوا تو بیعت شکنی کی ایک گروہ نے اور تیر کی طرح دین سے نکل گئے، کچھ اور فسق وفجور اختیار کیا بعض دیگر نے، گویا کہ نہ سنا تھا انہوں نے یہ قول حق سبحانہ تعالیٰ کا کہ وہ خانۂ آخرت ہے، کہ مقرر کرتے ہیں ہم اس کو ان لوگوں کے لئے، جو نہیں ارادہ کرتے علو اور بلندی کا زمین پر اور نہ فساد چاہتے ہیں، اور خوبیاں آخرت کی پرہیزگاروں کے لئے ہیں پھر فرماتے ہیں کیوں نہیں سنا انہوں نے، قسم خدا کی اس کو سنا ہے، اور وہ ان کو بخوبی یاد ہے لیکن آراستہ ہوئی دنیا ان کی نظروں میں اور عجیب اور زیبا معلوم ہوئی ان کو زینت اس کی۔ اور فریب میں آگئے اس کے۔ ہاں قسم ہے اس خدا کی جس نے شگافتہ کیا دانہ کو اور پیدا کیا انسان کو اگر نہ ہوتا حاضر ہونا ان لوگوں کا جو حاضر ہوئے، اور نہ قائم ہو جاتی حجت بوجہ موجود ہو جانے مددگاروں کے۔ اور نہ ہوتی یہ بات کہ حق تعالیٰ نے لیا ہے عالموں پر، یعنی مقرر کیا ہے ان پر کہ نہ آرام لیں وہ ظالموں کے پیٹ بھرنے اور مظلوم کے بھوکا رہنے پر۔ یعنی مظلوموں پر ظالموں کا ظلم دیکھ کر خاموش نہ ہوں، اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اس کی، یعنی خلافت کی رسی کو، اس کے کندھے پر ڈال دیتا کہ جہاں چاہے چلی جائے، اور سیراب کرتا اس کے آخر کو اس کے پہلے پیالے سے اور پاتے تم اپنی اس دنیا کو میرے نزدیک کمتر اس رطوبت سے جو چھینک لینے میں بھیڑ کی ناک سے نکلتی ہے، یا مردار سے کمتر دیکھتے۔ راوی کہتا ہے کہ جب کلام اس مقام پر پہنچا تو ایک مرد دیہاتیوں میں سے اٹھا۔ اور حضرت کو ایک نوشتہ (ا) دیا

(ا) ابوالحسن کندری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے کتبِ قدیمہ میں دیکھا کہ وہ نوشتہ جو امیر المومنین علیہ السلام کو اثناء خطبہ میں دیا گیا چند مسائل پر مشتمل تھا جن کا جواب آنحضرتؑ نے دیا۔ پہلا مسئلہ ان میں یہ تھا کہ وہ کون حیوان ہے کہ دوسرے حیوان کے شکم سے نکلا اور رشتہ نسبی ان کے مابین قرار نہ پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ یونس بن متیٰ علیہ السلام ہیں کہ شکمِ ماہی سے برآمد ہوئے دوسرا۔ وہ کیا شے ہے کہ تھوڑا اس کا حلال ہے اور بہت سا حرام فرمایا کہ وہ نہرِ طالوت ہے کہ چلو بھر پانی اس سے بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ **الا من اعترف غرفةً بيده** کے حلال تھا زیادہ حرام۔ تیسرا وہ کون سی عبادت ہے کہ اگر اس کو کرے تو بھی عذاب کا مستحق ہو نہ کرے تو بھی۔ فرمایا وہ نماز سکران (مست) ہے۔ چوتھے پوچھا وہ کون سا طائر ہے جس کے نہ فرج ہے نہ فرع نہ اصل فرمایا وہ طائر عیسیٰؑ ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اذا تخلق من الطين كهيئة الطير باذني فتنفخ فيه فيكون طيرا باذني**

(باقی اگلے صفحے پر)

آپ اسے دیکھنے لگے اس کو پڑھ کر فارغ ہوئے تو عبداللہ بن عباسؓ نے کہا یا امیر المومنینؑ اگر آپ اپنے کلام کو وہیں سے شروع کرتے جہاں سے کہ چھوڑا تھا تو بہتر ہوتا فرمایا **ھیھات یا ابن عباسؓ تلك شقشقة ھدرت ثم قرت** اے ابن عباسؓ گزر گیا جو کہ تو نے دیکھا تھا وہ ایک حالت تھی مثل شقشقہ (۱) شتر کے کہ اب

یعنی جب کہ بنائے تو اے عیسیٰ گارے سے بصورت پرندہ کے میرے اذن سے پس پھونکے تو اس میں پس ہو جائے وہ اڑنے والا میرے اذن واجازت سے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ ایک شخص کے ذمہ ہزار درہم ہیں اور اس کے پاس تھیلی میں ہزار درہم موجود ہیں اور ایک دوسرا شخص اس سے ہزار درہم کا ضامن ہو گیا پس زکوٰۃ ان دو مال سے کس کے اوپر فرض ہوگی پس حضرت نے کہا کہ اگر ضامن اس مقروض کی اجازت سے ضامن ہوا ہے تو اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی اور جو اس کی اجازت سے نہیں ہوا تو زکوٰۃ اس کے مال میں فرض ہوگی۔ چھٹے سوال کیا کہ کچھ لوگ حج کو گئے اور مکہ میں ایک مکان میں فروکش ہوئے ان میں سے ایک نے مکان کا دروازہ بند کیا حالاں کہ اس میں کبوتر تھے۔ کہ جوان کے واپس مکان میں آنے سے پہلے مارے پیاس کے مر گئے تو کس کو اس کا کفارہ دینا ہوگا فرمایا جس نے دروازہ بند کیا اور نہ ان کو نکالا اور نہ ان کے لئے پانی رکھا۔ ساتویں چار شخصوں نے ایک محصن (صاحب زوجہ) پر زنا کی شہادت دی اور امام نے ان کو اس کے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا لیکن ان میں سے ایک نے اس کو رجم کیا اور تین باقی ساتھ نہ ہوئے لیکن اور اجنبی لوگ رجم میں اس کے ہمراہ ہو گئے پس اس نے قبل اس کے کہ مرحوم مر جائے اپنی شہادت سے رجوع کیا پھر وہ مر گیا بعد از اں وہ تین باقی بھی اپنی شہادت سے پلٹ گئے تو اس مقتول مرحوم کی دیت کس کے ذمے ہوگی۔ فرمایا جس شاہد نے اسے رجم کیا اور جن اجنبی لوگوں نے اس کا ساتھ دیا ان پر واجب ہوگی۔ آٹھویں۔ دو یہودیوں نے گواہی دی ایک یہودی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے آیا ان کی شہادت قبول ہوگی یا نہیں۔ فرمایا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ وہ خدا کے کلام کا بدل دینا اور جھوٹی گواہی دینا جائز جانتے ہیں۔ نواں مسئلہ یہ تھا کہ دو نصاریٰ نے گواہی دی اوپر نصرانی یا مجوسی یا یہودی کے کہ وہ مسلمان ہو گیا آیا ان کی بھی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں فرمایا قبول کی جائے گی۔ بسبب اس قول حق تعالیٰ کے **ولتجدن اقربھم مودة للذین اٰمنو الذین قالو انا نصاری** اور البتہ پائے گا تو قریب تر واسطے مودت ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں ان کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یعنی نصاریٰ بہ نسبت یہود وغیرہ کے زیادہ تر قریب المحبت ہیں مومنوں کے ساتھ۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی عبادت خدا سے تکبر نہیں کرتا وہ جھوٹی گواہی نہ دے گا۔ دسویں ایک آدمی کی چار گواہوں نے امام کے آگے گواہی دی کہ اس نے اس کا ہاتھ کاٹا ہے اور اس نے زنا کیا ہے حالاں کہ محصن ہے۔ پس امام نے اس کے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ قبل اس کے قطع ید کے صدمہ سے مر گیا۔ آپ نے فرمایا جس نے ہاتھ قطع کیا اس پر صرف قطع ید کی دیت ہے اور اگر وہ شہادت دیتے کہ اس نے بقدر نصاب مقررہ چوری کی تو ہاتھ کی دیت اس پر نہ ہوتی ۱۲۔ شرح نہج البلاغہ۔

(۲) شقشقہ بالکسر ایک شے ہے مثل ریہ کہ شتر اس کو بحالت جوش ومستی اپنے منہ سے نکالتا ہے۔ چوں کہ اس خطبہ میں شقشقیہ کا مذکور آیا ہے لہٰذا یہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم ہوا بحار میں ہے کہ یہ کلام آنحضرت کا کہ وہ ایک شقشقیہ تھا کہ نکل گیا تھا پھر ساکن ہو گیا اشارہ ہے کہ اس کی پرواہ کم ہے یا تو اس سبب سے کہ وہ سننے والوں کے دلوں میں جیسا چاہئے تاثیر بخش نہ تھا یا یہ کہ وہ حضرت بحیثیت سلطنت دنیاوی خلافت کا خیال نہیں رکھتے تھے یا اشارہ تھا اس طرف کا کہ اب محل وموقعہ ہی اس کا گزر گیا کیوں کہ یہ خطبہ آپ نے قرب زمانہ شہادت میں کہا ہے یا تقیہ وغیرہ کا لحاظ ہو۔ ۱۲۔ منہ۔

اس میں سکون ہو گیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قسم بخدا کہ میں کسی کلام پر اس قدر متاسف نہیں ہوا جتنا کہ اس کلام پر ہوا کہ امیر المومنینؑ نے حسب مرضی اپنی کے تمام نہ کیا۔ ابن ابی الحدید ابن خشاب سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا اگر میں اس وقت ہوتا اور ابن عباسؓ سے یہ سنتا تو کہتا کہ آیا تمہارے ابن عم کے دل میں کوئی اور بات بھی رہ گئی تھی جس کو انہوں نے نہ کہا ہو کہ تم اس پر تالیف کرتے ہو قسم خدا کی انہوں نے اولین وآخرین سے کسی کو بھی تو نہیں چھوڑا پھر ابن ابی الحدید چوں کہ اس نے شرح نہج البلاغہ میں جابجا اقرار کیا ہے کہ یہ خطبے حضرت امیرؑ کے کلام سے ہیں اور قائل ان مضامین کے تواتر کا ہوا ہے آنحضرتؐ سے۔ لہٰذا بڑی کوشش وتکلف بعید سے تاویل دور از کار یہ کرتا ہے کہ مقصود آنحضرتؐ کا ان تمام باتوں سے بطلانِ خلافتِ خلفاء ثلثہ نہیں۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ ہر چند وہ بھی خلیفۂ برحق تھے مگر میں ان کی نسبت اولیٰ واحق ہوں اس لئے بہتر تھا کہ اس کو میرے لئے چھوڑ دیتے پس انہوں نے ترک اولیٰ کیا۔ مگر یہ بالکل لغو ہے۔ ہر ذی شعور ان کلمات سے جان سکتا ہے کہ وہ ان کو اصلاً مستحق خلافت نہ جانتے تھے بلکہ ظالم اور اپنے حق کا غاصب سمجھتے تھے۔ تب تو اس قدر شاکی تھے ورنہ خلفاء بحق کو کیوں کر ظلم وضلالت وجہالت سے نسبت دیتے۔ خود ابن ابی الحدید نے یحییٰ بن سعید بن علی حنبلی سے کہ معروف بہ ابن عالیہ تھا روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں ایک بار اسمٰعیل بن علی حنبلی فقیہہ کے پاس کہ وہ اس زمانہ میں مقدم وپیشوائے حنابلۂ بغداد تھا حاضر تھا اور ہر قسم کی علمی باتیں ہمارے درمیان ہو رہی تھیں کہ اس وقت ایک شخص حنبلیوں میں سے اس کے پاس آیا۔ جس کا اہلِ کوفہ میں سے ایک پر کچھ قرضہ تھا اور وہ اس کے وصول کرنے کو کوفہ گیا تھا۔ اور اتفاقاً غدیر کے روز کہ روضۂ منورہ حضرت امیر المومنینؑ پر کثرت خاص وعام ہوتا ہے وہاں تھا۔ پس شیخ اسمٰعیل اس سے وہاں کے حالات پوچھنے لگا کہ تیرا قرض سب وصول ہو گیا یا کچھ باقی رہ گیا اور وہ جواب دیتا تھا تا اینکہ اس نے کہا اے سید وسردار میرے کاش تم بروزِ زیارت غدیر وہاں ہوتے اور جو قبیح وشنیع باتیں فضیحت ورسوائی کی اور جس قدر مذمت صحابہ کی علی الاعلان بلاخوف وکتمان قبر علیؑ بن ابی طالب پر اس روز ہوئیں دیکھتے اور سنتے اسمٰعیل نے درجواب اس کے کہا کہ ان لوگوں کا جن کو تو نے یہ باتیں کرتے دیکھا کچھ قصور نہیں ان کو دلیر نہیں کیا اور یہ راستہ ان کے لئے نہیں کھولا مگر صاحبِ قبر نے اس مرد نے کہا صاحبِ قبر کون کہا علیؑ بن ابی طالب اور کون؟ اس نے کہا اے سید میرے انہوں نے ان کو ایسا کرنے کو کہا ہے اور یہ امر ان کا سکھایا ہوا اور یہ راستہ ان کا کھولا ہوا ہے۔ کہا ہاں قسم خدا کی یہ سب انہوں ہی نے کیا ہے۔ اس حنبلی نے کہا اگر وہ ان باتوں میں حق پر ہیں تو ہم کس لئے فلاں وفلاں کے ساتھ دوستی رکھیں اور جو وہ باطل پر ہیں تو کیوں ان سے کنارا نہ کریں تمہارے اس کلام کی بموجب دو باتوں میں ایک بات ہم کو لازم ہے یا علیؑ سے تبرا کریں۔ یا ان دونوں (شیخین) سے ابن عالیہ نے کہا یہ سن کر اسمٰعیل جلدی سے اٹھا اور اپنی نعلین

پہنچی اور کہا لعنت ہو اسمعیل پر اگر وہ اس مسئلہ کا جواب جانتا ہو۔ یہ کہہ کر گھر میں چلا گیا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے شیخ اسمعیل مذکور کو دیکھا تھا اور اس کی مجلس میں حاضر ہوا تھا باوجود صاحبِ عقل و دانش ہونے کے شیریں کلام بھی تھا ۶۱۰ ھ میں فوت ہوا فی الواقع اگر دیگر علماء اہلِ سنت اس اسمعیل کی طرح ذرا انصاف کو کام میں لائیں تو سب اس مسئلے کے حل سے عجز کا اعتراف کریں۔ مشہور ہے کہ جنید بغدادی کہتا تھا کہ اگر امیر المومنینؑ ان لڑائیوں سے جو ان کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آئیں فارغ ہوتے تو البتہ اس قدر علوم ان سے نقل ہوتے کہ قلوب ان کے سننے کی تاب نہ لاتے۔ ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان مشاغل کے بھی جس قدر اسرار و حکم اس جناب سے باقی رہے صحابہ و غیر صحابہ سے ان کا عشر عشیر بھی نہیں سنا گیا۔ چنانچہ خطبے اس جناب کے مثل خطبۂ توحید و خطب ملاحم و خطبہ لوءلوۃ و غرّا و قاصعہ و اشباح و درہ یتمہ وغیرہ وغیرہ بلکہ تمام کتاب نہج البلاغہ سید رضی کی اور کتاب خطب اسمعیل بن مہران سکونی کی اور دیگر کتابیں اس خصوص کی نثر و نظم میں کافی شاہد اس کے ہیں علامہ قطب الدین راوندی کہتے ہیں کہ میں نے بعض علماء حجاز کی زبانی سنا کہ کہا، ہم نے مصر میں ایک مجموعہ امیر المومنینؑ کے کلام کا دیکھا جو چوبیس پچیس جلدوں میں تھا۔ شواہد النبوۃ میں ہے کہ علیؑ بن ابی طالب سرِّ عارفان ہیں اور آنحضرتؐ کے لئے کلام ہے کہ اس سے پہلے کسی سے ایسا نہیں سنا گیا، نہ ان کے بعد کوئی ویسا لایا ہے حتیٰ کہ ایک روز منبر پر فرماتے تھے کہ سوال کرو مجھ سے جملہ حالات زیرِ عرش سے بہ تحقیق کہ میرے دو پہلوؤں کے درمیان بہت سا علم ہے اور یہ لعاب رسالت پناہ کا اثر ہے اور یہ وہ شے ہے کہ چکھایا ہے اس کو میرے تئیں رسولؐ خدا نے قسم خدا کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ اگر توریت و انجیل کو اذن کلام ہو اور میں مسند پر بیٹھوں اور ان کے مضامین سے خبر دوں تو وہ البتہ تصدیق کریں اور کہیں کہ راست کہا اس نے۔

کلامش غیرتِ عقد لئالیست	دلش بحر یست پُر از گوہرِ علم
بیانش سر بسر سحرِ حلال است	زبانش مظہرِ اسرارِ ذاتست
کہ دانائے جواب ہر سوال است	چناں بروے خلائق منکشف شد

ایک مرد وعلب یمانی نام اس مجمع میں تھا کلام صدق نظام سن کر از روئے انکار و اکراہ بولا اس مرد نے بڑا لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے میں اس سے ایک سوال کرتا ہوں جس کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور فضیحت و رسوا ہو گا یہ کہہ کر اٹھا اور کہا میں ایک سوال رکھتا ہوں امیر المومنینؑ نے فرمایا، وائے ہو تجھ پر سوال کرتا ہے تو فقہ و بصیرت کے لئے یا تعنت و آزمائش کے لئے کہا تمہیں نے مجھ کو اس پر آمادہ کیا ہے پھر کہا **هل رايت ربك يا عليُّ حتىٰ عرفته** یا علیؑ تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے کہ اس کو پہچانا۔ آپ نے فرمایا **ما كنت لاعبد رباً لم اره** میں اس خدا کی عبادت نہیں کر سکتا۔

جس کو میں نے نہ دیکھا ہو۔ اس نے کہا کیوں کر دیکھا تم نے اس کے تئیں فرمایا **لم تراه العیون بمشاهدة العیان ولکن راتهُ القلوب بحقائق الایقان ربی واحد لاشریك له احدٌ لاثانی له فرد الامثل له لا یحویه مکانٌ ولا یدا وله زمانٌ لایدرك بالحواس ولایقاسُ بالناس** نہیں دیکھا ہے اس کو آنکھوں نے بمشاہدہ ظاہر بلکہ دیکھا ہے اس کے تئیں دلوں نے از روئے حقائق ایمان کے میرا رب واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ایک ہے اس کا دوسرا نہیں، اکیلا ہے اس کا کوئی مثل نہیں، نہ کوئی مکان اس پر حاوی ہوتا ہے، نہ زمانہ اس کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتا ہے، وہ حواس سے ادراک نہیں ہوتا، اور آدمیوں پر اس کا قیاس نہیں کیا جاتا، یہ قول آنحضرتؐ کا دلالت کرتا ہے اس پر کہ حق تعالیٰ آنکھوں سے نظر نہیں آتا جیسا کہ اہل سنت اس کے دیدار کے قائل ہیں۔ نہج البلاغہ میں بحقائق الایمان کے بعد یہ عبارت ہے **قریبٌ من الاشیاء غیر ملامسٌ بعیدٌ منها غیر مبائن متکلم لابرویة مریدٌ بلا همة صانع بلاجارحةٍ لطیفٌ لایوصف بالخفا کبیر لا یوصف بالجفاء بصیرٌ لایوصف بالحاسة رحیم لایوسف بالرقة تعنو الوجوه لعظمة و توجل القلوب من مخافة** یعنی نزدیک ہے وہ خدا اشیاء کے بغیر اس کے کہ ان سے چھو جائے اور دور ہے ان سے بلا مباینت کے کلام کرنے والا ہے بلا فکر و اندیشہ کے ارادہ کرنے والا ہے بلا ہمت کے کاریگر ہے بغیر ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا کے، لطیف و پاکیزہ ہے مگر خفا و پوشیدگی سے وصف نہیں کیا جاتا، بڑائی رکھتا ہے مگر ظلم نہیں کرتا، بینا ہے، مگر نہ حسِ بصر (آنکھ) سے، رحم کرتا ہے مگر رقتِ قلبی انسانوں کی طرح اس میں نہیں، چہرے اس کی بزرگی کے آگے خاضع و ذلیل ہیں اور دل اس کی ہیبت سے ترسناک ہیں۔ شواہد النبوۃ میں ہے کہ وعلب نے یہ سخنان معرفت نشان اس پیشوائے اربابِ عرفان سے سنے تو ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گیا۔ جب ہوش آیا تو کہا میں نے حق تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ کبھی تعنت و امتحان کی نظر سے سوال نہ کروں گا حضرت امیرؑ نے فرمایا اگر کام تیرے قبضہ وقدرت میں ہو تو اس وقت ایسا کرنا مروی ہے کہ حضرت نے سنا کہ ایک شخص کہتا ہے **والذی احتجب بسبع طباقٍ** یعنی قسم ہے اس خدا کی جو سات آسمانوں کے اندر پردہ میں ہے آپ نے تازیانہ سے اسے تادیب کیا اور فرمایا وائے ہو تجھ پر حق تعالیٰ بزرگ و برتر ہے اس سے کہ کسی شے سے محتجب ہو سکے **سبحان الذی لایحویه مکانٌ ولا یخفی علیه شی فی الارض ولا فی السماء** پاک ہے وہ خدا کہ کوئی مکان اس کو احاطہ نہیں کرتا اور کوئی شے اس پر پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان پر اس مرد نے کہا یا امیر المومنینؑ آیا میں اپنی اس قسم کا کفارہ ادا کروں۔ فرمایا نہیں تو نے خدا کی قسم نہیں کھائی کہ حانث ہو اور کفارہ قسم تجھ پر

لازم آئے کسی اور ہی شے کی قسم کھائی ہے جو خدا نہیں۔ نیز آپ نے تنزیہ شرک بخدا کے مقام پر فرمایا۔ **اول الدین معرفته وکمال معرفته التصدیق به وکمال التصدیق توحیده وکمال التوحیدالاخلاص له وکمال الاخلاص نفی (۱) الصفات عنه بشهادة کل صفة انها غیر الوصوف وشهادة کل موصوف انه غیر الصفة فمن وصف الله سبحانه فقد قرنه ومن قرنه فقد ثناه ومن ثناه فقد جزاه ومن جزاه فقد جهله** اول دین خدا کا پہچاننا ہے اور پورا پہچاننا اس کی تصدیق کرنا ہے اور کمال تصدیق یہ ہے کہ اس کو واحد و یکتا جانیں، اور کمال واحد و یکتا جاننے کا اخلاص یعنی ماسوا اللہ سے اپنے تئیں خالی کرنا ہے اور کمال اخلاص یہ ہے کہ صفات کی اس سے نفی کریں یعنی صفات کو کوئی شے علیحدہ وجدا اس کی ذات سے نہ جانیں بشہادت اس کے کہ ہر صفت غیر موصوف ہے اور ہر موصوف غیر صفت ہے پس جس کسی نے وصف کیا حق سبحانہ کو ان معنوں سے پس اس نے قیاس کیا اس کو دوسری شے سے اور جس نے قرین کیا اس کو وہ دو چیزوں کا قائل ہو گیا اور جو دو شے کا قائل ہوا اس نے خدا کے دو جز (موصوف وصفت) قرار دیئے اور جس نے دو جز قرار دیئے اس کے نہیں جانا اس کو، اور جاہل رہا اس سے۔

قضا و قدر کے بیان میں

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ جنگِ صفین سے واپس آئے تو ایک مرد آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی یا امیر المومنینؑ مجھ کو خبر دیجئے کہ آیا ہمارا ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کو جانا قضائے الٰہی اور اس کی تقدیر سے تھا۔ حضرت نے فرمایا ہم نے ایک قدم نہیں اٹھایا اور کسی پستی و بلندی سے نہیں گزرے اِلا سب قضا و قدرِ خدا سے تھا اس مرد نے کہا اگر ایسا ہے تو جس قدر تکلیفیں اور تعب ہم نے اس سفر میں برداشت کئے سب بے کار گئے حضرت نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ تمہارا ثواب اس آمد و رفت میں عظیم واجر جسیم ہے، اس لئے کہ تم باغیوں سے لڑنے گئے تھے اس نے کہا کہ جب قضائے الٰہی ہم کو کشاں کشاں لے گئی اور جملہ کاروبار ہمارے تقدیرِ خدا سے

---

(۱) مقصود اس کلام معجز نظام سے اشاعرہ وغیرہ جیسوں کے توہمات کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ خدا حی ہے حیات سے اور عالم ہے علم سے اور قادر ہے قدرت سے اور حیات اور علم و قدرت کو اس کی ذات سے ایک علیحدہ شے قرار دیتے ہیں اور ان کو معانی اور صفاتِ زائدہ حالہ فی الذات اور صفاتِ حقیقیہ کہتے ہیں اور ہر ایک کو ان میں سے مثل خدا کے قدیم جانتے ہیں پس حضرت نے اس خیال کے ابطال کے لئے فرمایا کہ کمال تصدیق باری تعالیٰ کی یہ ہے کہ ایسی صفات کی اس سے نفی کی جائے۔۱۲۔ حدیقہ سلطانیہ۔

ہوتے ہیں تو پھر طاعت پر ثواب کیسا اور معصیت پر عذاب کے کیا معنی۔ آپ نے فرمایا **او ظننت یا رجل انه قضاء" حتم وقدر لازم لا تظن ذلك فان القول به مقاله عبدة الاوثان و حزب الشیطان و خصماء الرحمن وقدریة هذه الامة وبحوسها ان الله امر تخیرا ونهی تحدیرا و کلف یسیراً و لم یطع مکرهاولم یعص مغلوباً ولم یرسل الرسل عبثاولم السموات والارض وما بینهما باطلا ذلك ظن الذین کفر وا فویل للذین کفر وامن النار فقال الرجل فما القضاء والقدر الذی ذکرته یا امیر المومنین فقال الامر بالطاعة والنهی عن المعصیة والتمکین من فعل الحسنة و ترك السیئة والمعونة علی القربة الیه والخذلان ملن عصاه والوعد والوعید والترغیب والترهیب کل ذلك قضاء الله فی افعالنا وقدره لاعمالنا فما غیر ذلك فلا تظنه فان الظن له محبط الاعمال** ترجمہ: آیا گمان کیا تو نے اے مرد کہ وہ قضائے حتمی اور قدرِ لازم ہے ایسا کبھی خیال نہ کرنا۔ کیوں کہ یہ قول بت پرستوں اور شیطان کے پیروں اور خدا کے دشمنوں کا ہے اور قائل ہیں اس قول کے قدریہ اس امت کے اور مجوس ان کا قول سرتاپا باطل ہے بلکہ حق تعالیٰ نے حکم کیا ہے طاعت کا حالاں کہ ان کو اختیار دیا ہے کرنے اور نہ کرنے کا اور منع فرمایا ہے ان کو معصیت سے، از روئے تحذیر کے اور تکلیف کی ہے کم واندک یعنی تکلیف مالا یطاق نہیں دی کوئی اس کی اطاعت اجبار و اکراہ سے نہیں کرتا، اور کوئی نافرمانی از روئے قہر و غلبہ کے عمل میں نہیں لاتا، اس نے رسولؑ عبث و بے فائدہ نہیں بھیجے، اور نہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں بے فائدہ اور باطل بنائی ہیں، یہ ان

---

(۱) **قوله قدریة هذه الامة ومجوسها**۔ قدریہ اور مجوس اس امت کے مجبرہ یعنی اشاعرہ ہیں کیوں کہ ان کو کئی طرح سے مجوس سے مشابہت ہے ایک یہ کہ مجوس کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ ایک شے کو پیدا کرتا ہے۔ پھر اس سے بے زار ہو جاتا ہے ایسا ہی اشاعرہ کہتے ہیں کہ خدا خود کفر کو بعض انسان میں خلق کرتا ہے پھر اس سے برأت چاہتا ہے۔ نیز مجوس کہتے ہیں کہ ماں بہنوں کے ساتھ جماع قضا و قدرِ خدا سے ہوتا ہے۔ اور مجبرہ تمام نیکی بدی کو خدا کی طرف سے جانتے ہیں اور بندہ کو محض مجبور بتلاتے ہیں مولانا احمد اردبیلی حدیقۃ الشیعہ میں کہتے ہیں کہ اکثر کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک مرد قائل بجبر اپنے گھر میں گیا دیکھا کہ ایک مرد بے گانہ اس کی دختر کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ تلوار کھینچ کر چاہتا تھا کہ مرد کو مع اپنی لڑکی کے قتل کرے اس کی بی بی نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا کہ کیا غضب کرتا ہے کہ اپنا دین و مذہب (سب خیر و شر خدا کرتا ہے) چھوڑ کر صاحب بن عباد رافضی کا مذہب اختیار کرتا ہے اور ایک مرد مسلمان اور بے گناہ دختر کو مار ڈالتا ہے جبری نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسئلہ دان عورت مجھ کو عنایت کی۔ قریب تھا کہ دو بے گناہ کا خون اپنے سر پر لے کر رافضیوں کا مذہب اختیار کر لوں۔ ۱۲۔ حدیقہ سلطانیہ۔

لوگوں کا گمان ہے کہ جنھوں نے کفر کیا، پس عذاب ہے کافروں کے لئے آتش جہنم سے، پس اس مرد نے کہا کہ قضاو قدر کہ ہم بغیر اس کے نہیں کئے کیا ہے فرمایا وہ امر ہے طاعت کا اور نہی ہے معصیت سے، اور قدرت دینا ہے نیکی پر اور ترک کرنا اور چھوڑ دینا ہے بدی کو، اور اعانت کرنا ہے ان امور پر کہ قربۃً الی اللہ کئے جائیں اور خذلان اور ترک کرنا ہے گناہ گاروں کا اور وعدہ دینا ہے نیکی پر اور ڈرانا اور دھمکانا بدی پر، اور ترغیب ہے، یہی سب باتیں قضاء خدا میں ہمارے افعال میں اور تقدیر اس کی ہمارے اعمال میں باور کر، اسکا، اور کسی امر کا گمان نہ کر کیوں کہ ایسا گمان کرنا اعمال کو حبط وضائع کرتا ہے۔ پس وہ مرد یہ سن کر خوش ہوگیا اور بولا **فرج اللہ عنك یا امیر المومنینؑ کما فرجت عنی** اے امیر المومنینؑ خدائے تعالیٰ تمہارے کام کو کشادہ کرے جیسا کہ تم نے میرے کارِ بستہ کو کشادہ کیا ہے پھر ذوق طرب میں یہ اشعار اس نے پڑھے۔

انت الامامُ الذی نرجوا بطاعته یوم المأب من الرحمن غفرانا
اوضحبت من دیننا ماکان ملتبساً جزاكَ رَبُّكَ بالاحسان احسانا

یعنی تم وہ امام برحق ہو کہ تمہاری اطاعت کی وجہ سے ہم خدا کی درگاہ سے بروز قیامت بخشش اور مغفرت کے امیدوار ہیں تم نے ہمارے دین سے اس امر کو واضح فرمایا جو مشتبہ تھا حق تعالیٰ بعض اس احسان اور نیکی کے تمہارے ساتھ بھی احسان اور نیکی کرے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے امیر المومنینؑ کے عدل باری تعالیٰ اور نفی جبر اور ثبوت حکمۃ اس کے افعال میں اور نہ ہونا عبث کا اس کے کاروبار میں بخوبی ظاہر ہے۔ کلام در فضیلت اہل بیت۔ **ان اللہ خص محمدؐ ا بالنبوۃ واصطفاء بالرسالۃ وابناہ بالوحی فانال فی الناس وانال۔ وعندنا اھل البیت معاقل العلم وابواب الحکم و ضیاء الامر فمن یحبنا ینفعه ایمانهٗ ویتقبل عمله ومن لا یحبنا لا ینفعه ایمانه ولا یتقبل عمله وان داب فی اللیل والنهار** ۔ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مخصوص کیا محمد مصطفیؐ کو ساتھ نبوت کے اور برگزیدہ فرمایا ان کو رسالت کے لئے اور خبر دی ان کو وحی سے پس پہنچایا اس کو امت کے درمیان اور پہنچا جو کچھ کہ پہنچا ترویج حق واعلاء کلمۃ اللہ میں رنج وتعب سے آنحضرتؐ کو اور ہم اہل بیت کے پاس چشمہ ہائے علم، ودروازے حکمت کے، اور نور وضیاء امور ہے، پس جو شخص ہم کو دوست رکھتا ہے اس کا ایمان اسے نفع بخشتا ہے اور اس کے اعمال قبول ہوتے ہیں اور جو ہم کو دوست نہیں رکھتا اس کا ایمان اسے فائدہ نہیں دیتا نہ اس کے اعمال قبول ہوتے ہیں ہر چند وہ رات دن گردش کرتا رہے۔

بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے

ایک اور خطبہ میں ارشاد کیا بقدر ضرورت اس میں سے یہ ہے۔ **الحمد لله الذی هدانا من الضلالة وبصرنا من العمیٰ ومن علینا بالاسلام و جعل فینا النبوة و جعلنا النحباء وجعل افرا طنا افراط الانبیاء وجعلنا خیرامة اخرجت للناس نامر بالمعروف و ننهی عن المنکر و نعبدالله ولا نشرك به شیئا ولا نتخذ من دونه ولیا فنحن شهد الله والرسولؐ شهیدٌ علینا نشفع فنشفع فیمن شفعنا له وندعوا فیستجاب دعاؤنا ویغفرلمن ند عوله ذنوبه** تمام تعریفیں ثابت ہیں خدا کے لئے جس نے ہم کو گمراہی سے بچایا اور ہم کو اندھے پن سے بینا کیا اور اسلام سے ہم پر منت رکھی، اور گردانا ہمارے درمیان نبوت کو اور ہم کو منتخب و برگزیدہ کیا اور کیا ہمارے پیش رووں کو پیش روانبیاء کا، اور گردانا ہم کو بہترین امت کہ نکالی گئی لوگوں کے لئے ہم امر کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں بدی سے اور بندگی کرتے ہیں خدا کی اور ذرا شرک اس میں نہیں لاتے اور اس کے سوا کسی کو دوست نہیں بناتے۔ پس ہم شہداء خدا ہیں اور رسولؐ خدا ہماری شہادت دینے والے ہیں۔ شفاعت کرتے ہیں اور شفاعت ہماری جس کے حق میں شفاعت کرتے ہیں قبول ہوتی ہے اور دعا کرتے ہیں۔ اور دعا ہماری مستجاب ہوتی ہے اور جس کے لئے دعا کرتے ہیں اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔ **لایقاس بآل محمدٍ من هذه الامة احدٌ ولا یستوی بهم من جرت نعمتهم علیه ابداً هم اساس الدین وعماد الیقین الیهم یفیٔ الغالی وبهم یلحق النالی ولهم خصائص حق الولایة وفیهم الوصیة والوراثة الان قدرجع الحق الی اهله ونقل الی منتقله** آل محمدؐ پر اس امت سے کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا اور ہرگز وہ شخص ان کی برابری نہیں کر سکتا جس پر کہ خود انہیں کی طرف سے انعام جاری ہے یعنی جنہوں نے علم و معرفت ان سے حاصل کی ہے کبھی ان کے برابر نہ ہو سکیں گے۔ وہ بنیاد ہیں دین کے اور ستون، علم و یقین میں بڑھ جانے والا ان کی طرف رجوع کرتا ہے اور پیچھے آنے والا ان سے ملحق ہوتا ہے، اور ان کے لئے ہیں خصائص اور شروط استحقاق خلافت کے، اور ان کے درمیان ہے وصیت اور وراثت اب مراجعت کی حق نے اہل حق کی طرف اور منتقل ہوا وہ اپنی منتقل ہونے کی جگہ **عالم کی صفت اور علم حاصل کرنے والے کے آداب کے بارے میں فرمایا:** حارث اعور روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے۔ **من حق العالم ان لایکثر علیه السوال ولا یعنت فی الجواب و لا یلح**

علیه اذا کسل و لا یوخذ بثوبه اذا نهض ولا یشار الیه بیدفی حاجةٍ ولا یغشی له سراً ولا یغتاب عنده احدٌ ویعظم کما حفظ امر اللّٰه ولا یجلس المتعلم الا امامه والا یعرض من طول صحبته واذاجاءہٗ طالب العلم وغیره فوجده فی جماعة عمهم بالسلام وخصه بالتحیة ویحقظ شاهد او غائبا ولیعرف حقه فان العالم اعظم اجرا من الصائم القائم المجاهد فی سبیل اللّٰه فاذا مات العالم ثلم فی الاسلام ثلثه لا یسدها الا خلف منه و طالب العلم تستغفرله الملائکة وتد عواله مافی السموٰت والارض (ترجمہ) کہ عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے کثرت سے سوال نہ کریں، اور جواب میں اس کے ساتھ تعنت وایذا دہی سے پیش نہ آئیں، اور جب اس کو تکان وسستی ہو تو الحاح واصرار نہ کریں، جب وہ اٹھنے لگے تو اس کا پلہ نہ پکڑیں، اور کسی کام میں اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ نہ کریں، اور اس کے راز کو آشکار نہ کریں، اور کسی کی اس کے سامنے غیبت نہ کریں، اور تعظیم کریں اس کی جیسا کہ اس نے امرِ حق کی حفاظت کی، اور طالب علم اس کے سامنے بیٹھے اور اس کے طولِ صحبت سے اعراض نہ کرے، اور جب طالبِ علم یا کوئی اور اس کے پاس آئے اور وہ ایک مجمع میں ہو تو اس مجمع عام پر عمومیت سے سلام کرے اور اس کو خاص دعا دے اور اس کا ادب سامنے اور پیٹھ پیچھے ملحوظ رکھے، اور اس کے حق کا عارف ہو، کیوں کہ عالم کا ثواب روزہ دار اور عابدِ شب زندہ دار اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے سے بھی زیادہ ہے۔ جس وقت عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایک رخنہ پڑتا ہے اس کو بند نہیں کرتا اِلا اس کا جانشین، اور طالبِ علم کے لئے ملائکہ آسمان استغفار کرتے ہیں اور آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کے واسطے دعا مانگتے ہیں۔ اور نیز آپ نے فرمایا اری العلم فی ذلٍ وجوع وفاقةٍ وبعد من الأباء والاهل والوطن لوکان کسب العلم اسهل حرفة لما کان ذوجهل علی الارض فی الزمن (ترجمہ) پاتا ہوں میں علم کو ذلت اور بھوک اور فاقہ کشی میں، اور دور ہونے میں اپنے ماں باپ، اور اہل وعیال اور وطن سے، اگر علم حاصل کرنا کوئی آسان کام ہوتا تو تمام زمانہ میں روئے زمین پر کوئی بھی جاہل باقی نہ رہتا۔ **نیز** آپ نے فرمایا انما العلماء فی الناس کالبدر فی السماء یضی نوره علیٰ سائر الکواکب خذوا من العلم مابداء لکم وایاکم ان تطلبوه لخصال اربع لتبا هو به العلماء اوتماروا به السفهاء اوترائوا به فی المجالس او تصرفو اوجوه الناس الیکم للترائوس۔ (ترجمہ) کہ صاحبانِ علم لوگوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے کہ چودھویں رات کا چاند آسمان میں اس کا نور تمام ستاروں کے نور پر

غالب ہے علم سے جس قدر چاہو حاصل کرو۔ مگر خبردار چار خصلتوں کے لئے علم طلب نہ کرنا، ایک اس لئے کہ اس سے علماء پر فخر ومباہات کرو، دوسرے اس واسطے کہ جاہلوں بیوقوں کے ساتھ جنگ وجدل پیش آ وَ، تیسرے تاکہ مجالس میں اس سے ریا کرو۔ چوتھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرو اوران پر فوقیت وریاست چاہو۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے امالی میں روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ طالبانِ علم تین نوع پر ہیں ان کے صفات وعلامات سے ان کو پہچان رکھو۔ ایک جو مراء (جنگ) وجدل کے واسطے علم حاصل کرے۔ دوم استطالہ (درازی) وختل (فریب دہی) کے لئے۔ سوم فقہ (بصیرت حاصل کرنے) اور عمل کے لئے۔ لیکن صاحبِ جنگ وجدل کہ وہ مجالس بحث وگفتگو میں لوگوں کو ایذا دیتا ہے گو اظہار خشوع کرے، مگر پرہیزگاری سے کورا ہے حق تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے منہ اور دھڑ کو توڑے گا۔ لیکن استطالہ وختل والا وہ اپنے برابر والوں پر اپنے تئیں کھینچتا اور ان پر فخر چاہتا ہے اور اغنیا کے سامنے تواضع وفروتنی سے پیش آتا ہے۔ پس وہ ان کے خوانِ احسان سے بہرہ ور ہوتا ہے الا اپنے دین کو تباہ وبرباد کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ اس کے بصر بصیرت کو کور کرتا ہے اور آثارِ علماء سے اس کا نشان مٹا دیتا ہے۔ لیکن صاحب فقہ وعمل۔ پس تو جب اس کو دیکھے حزین ودردمند نظر آئے گا وہ شب ہائے تاریک میں عبادتِ خدا بجالاتا ہے باوصف اس کے عذابِ خدا کے خوف سے ہر وقت ترساں ولرزاں رہتا ہے حق تعالیٰ اس وجہ سے اس کے ارکان مضبوط کرتا ہے اور قیامت کے روز اس کو امان ہوگی۔ **صفت شیعیانِ خالص** منقول ہے کہ ایک رات حضرت امیر المومنینؑ مسجد سے برآمد ہوئے اور ارادہ گورستان کا کیا چاندنی رات تھی کچھ لوگ آپ کے پیچھے ہوئے کہ ساتھ جائیں آپ نے جوان کو دیکھا تو ٹھہر گئے اور فرمایا تم کون لوگ ہو عرض کی یا امیر المومنینؑ تمہارے شیعہ ہیں حضرت ان کے چہروں کو غور سے دیکھنے لگے کہ کیا بات ہے علامات ونشان شیعہ تم میں نظر نہیں آتے انہوں نے کہا کہ علاماتِ شیعہ کیا ہیں فرمایا۔ ان کی علامت یہ ہے **صُفْرُ الْوَجُوْهُ من السهر عمش العيون من البكاء حدب الظهور من القيام خمص البطون من الصيام ذبل الشفاه من الدعاء عليهم غبرة الخاشعين** ۔ کہ ان کے چہرے کثرتِ بیداری سے زرد ہوں اور ان کی آنکھیں روتے روتے کمزور وضعیف ہوگئی ہوں اور ان کی کمر کثرت قیام بعبادت سے خمیدہ کبڑی ہوجائیں اور ان کے شکم روزوں کے سبب خالی اور ان کے ہونٹ زیادتی دعا سے خشک ہوں اور ان کے اوپر ہو غبارِ فروتنی اور تذلل کا۔ مواعظ مختلفہ فرماتے ہیں۔ **ان افضل ماتوسل به المتوسلون الى الله سبحانه تعر الايمان به وبرسوله والجهاد فى سبيله فانه ذروة الاسلام وكلمة الاخلاص فانها الفطرة واقام الصلوٰة فانها الملة ايتاء الزكوة فانها فريضة**

واجبة و صوم شهر رمضان فانه جنه من العقاب وحج البيت و اعتماره فانها ينفيان
الفقر و ير خصان الذنب و صلة الرحمه فانها مزاة فی المال ومنساه فی الاجل
وصدقة السرفا فانها تكفر الخطيئة وصدقة العلانية فانها تدفع منية السوء وصنائع
المعروف فانها تقی مضارع الهوان افيضوا فی ذكر الله فانه احسن الذكرو ارغبو
افيها وعدالمتقين فان وعده اصدق الوعد و اقتدر وايهدی بينكم فانه افضل
الهدی واستنوا بسنة فانها اهدی السنن وتعلموا القرآن فانه احسن الحديث
وتفقهوا فيه فانه ربيع القلوب واستشفو ابنوره فانه شفاء الصدور و احسنو تلاوته
وان العالم العامل بغير علمه كالجاهل الحائر الذی لايستفيق من جهله بل الحجة
عليه اعظم والحسرة له الزم وهو عند الله الوم (ترجمہ) بہ تحقیق کہ افضل اور بہتران وسائل کا کہ
وسیلہ جوان سے قرب و وسیلہ خدا حاصل کرتے ہیں حق سبحانہ تعالیٰ اور اس کے نبی محمد مصطفیؐ پر ایمان لانا ہے اور اس کے
راہ میں جہاد کرنا کیوں کہ جہاد مسلمانی کا اعلیٰ مقصد اور اونچا مدعا ہے اور خالص توحید کا دل سے اقرار کرنا کہ یہ مقتضائے
فطرتِ انسانی ہے جس پر کہ آدمی مخلوق ہوا ہے اور نماز کا برپا رکھنا کیوں کہ یہ تمامی دین و مذہب ہے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا
کہ وہ فرائض و واجب ہے اور ماہِ رمضان میں روزہ رکھنا کہ وہ سپر اور پناہ ہے عذاب و جہنم سے اور حجِ خانہ کعبہ اور عمرہ
بجالانا کیوں کہ یہ دونوں فقر و درویشی کو دفع کرتے ہیں اور آلائش عصیاں کو دھو ڈالتے ہیں اور صلہ رحم (اقربا کے ساتھ
احسان و نیکی کرنا) کہ اس سے ثروۃ زیادہ اور عمر دراز ہوتی ہے اور پوشیدہ خیرات کرنا کہ کفارۂ خطیات و معاصی ہے اور
ظاہر میں تصدق دنیا کہ بری موت سے مثل جل جانے ڈوب جانے مکان یا دیوار کے نیچے دب جانے وغیرہ سے محفوظ
رکھتا ہے اور نیکی اور احسان کرنا ذلت و خواری میں پڑنے سے بچاتا ہے لوگو اپنے تئیں ذکرِ خدا میں ڈالو کیوں کہ وہ تمام
اذکار سے بہتر ہے اور جو وعدہ ہائے ثواب اس نے پرہیزگاروں سے کئے ہیں ان میں رغبت کرو کیوں کہ اس کے
وعدے تمام وعدوں سے سچے اور پکے ہیں اور اپنے نبیؐ کی ہدایت پر کار بند ہو کہ وہ ہدایت سب سے بہتر ہے اور
آنحضرتؐ کی سنت پر عمل کرو کہ سب سنتوں سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہے علم قرآن سیکھو کیوں کہ وہ تمام باتوں
سے بہتر ہے اور اس میں فقہ و بصیرت حاصل کرو اس لئے کہ وہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا چاہو کہ سینوں کی
شفا اس میں ہے اور اچھی طرح سے اس کی تلاوت کرو کہ سب قصوں سے زیادہ نافع ہے اور جو عالم کہ اپنے علم کے موافق
عمل نہیں کرتا وہ اس حیران کی مانند ہے جو کہ اپنی جہالت سے افاقہ نہیں پاتا بلکہ اس پر حجت زیادہ تمام ہے اور حسرۃ اس

کو زیادہ لازم ہے اور وہ خدا کے نزدیک بہت ملامت کیا گیا ہے **اور حارث ہمدانی** (۱) کو خط میں لکھا۔ قرآن کو لازم پکڑ اور اس سے نصیحت لے اور جس چیز کو قرآن حلال کرے حلال جان، جسے حرام کہے حرام سمجھ، دنیا کے گزشتہ حالات سے اس کے آئندہ کے لئے عبرت حاصل کر، کیوں کہ وہ باہم یک دیگر مشابہ ہیں اور مابعد ماقبل سے مل جانے والا ہے خدا کے نام کو حق الامر کے سوا کسی کام میں زبان پر نہ لا، موت اور اس کے بعد کی حالت کو یاد رکھ۔ موت کی آرزو نہ کر مگر جب کہ اپنے اعمال خیر پر بھروسہ کر لے کہ وہ باعث نجات ہوں گے، کوئی کام نہ کر جس سے کہ تیرا نفس راضی ہو، اور عام مسلمان ناراض، اور اس کام سے پرہیز کر کہ چھپ کر اسے کرے ظاہر ہو تو خفت و ندامت اٹھائے۔ اور اس سے سوال کریں تو یا انکار و یا عذر کرنا پڑے اپنی آبرو کو تیر ہائے ملامتِ مردم کا نشانہ نہ بنا۔ ہر ایک بات جو سنے اس کے نقل کرنے پر مباورت نہ کر کہ جھوٹا ٹھہرے گا اور ہر امر جو تجھ سے کہیں اس کی تکذیب نہ کر کہ یہ جہالت ہے۔ غصہ اور غیظ کے وقت حلم اختیار کر اور قدرت پانے پر درگزر فرما۔ اور شکر نعمت سے نعمات کی اصلاح کر کہ پائدار ہوں اور ضائع نہ ہونے پائیں پس نعمات کا اثر تجھ پر ظاہر ہونا چاہیئے۔ جان کہ مومن کامل وہ ہے کہ اپنے نفس اور اہل و عیال سے توشہ آگے بھیجے یعنی نفس کو جہادِ راہ خدا میں کام میں لائے اور اہل و عیال کو خیرات و مُبرات کی تاکید کرے اور مال سے زکوٰۃ وغیرہ حقوق واجب و مستحب نکالے اس شخص کی مصاحبت سے پرہیز کر جس کی رائے مقبول ہو اور عمل مردود کیوں کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے اور آدمی اپنے ہم صحبت سے اس کی خصائل اخذ کرتا ہے بڑے شہروں میں سکونت اختیار کر کہ مجمع مسلمین ہیں اور دیہات خورد سے کنارہ کش ہو کہ غفلت و گمنامی میں بسر ہوگی اور طاعتِ خدا میں مددگار کمتر ملیں گے۔ کارآمد باتوں پر دل کو لگا اور رائے کو مقصود رکھ بازاروں کو نشست گاہ نہ بنا کہ محل شیاطین اور مقام فتن ہیں اپنے سے کمتر پر نظر

---

(۱) حارث بن عبداللہ کبار تابعین و خواص اصحاب امیر المومنینؑ سے ہے اور وہ ہے مخاطب اشعار مشہورہ آنحضرت کا کہ ایک شعر ان سے یہ ہے۔ **یا حارث ہمدان من یمیت ہونی من مومن اومنا فق قبلا تا آخر ابیات** یعنی اے حارث ہمدانی جو کوئی مرتا ہے مجھ کو قبل موت دیکھتا ہے خواہ مومن ہو یا منافق نقل ہے کہ وہ ایک مرتبہ رات کو بے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کون چیز تجھ کو اس وقت یہاں لائی اے حارث عرض کی قسم خدا کی سوائے تمہاری محبت کے کوئی شے مجھ کو نہیں لائی حضرت نے فرمایا تو جان اے حارث کہ کوئی مجھ کو دوست نہیں رکھتا الا یہ کہ مرنے کے وقت مجھ کو دیکھتا اور امیدوار رحمت الٰہی ہوتا ہے اور کوئی مجھ کو دشمن نہیں رکھتا مگر یہ کہ مرنے کے وقت مجھے دیکھتا اور خجل اور مایوس ہوتا ہے اور امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حرام ہے روح پر کہ بدن سے مفارقت کرے جب تک کہ خمسہ آل عبا محمد مصطفیٰؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنین علیہم السلام کو نہ دیکھ لے اس وقت اگر مومن ہے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں ثواب آخرت سے۔ برعکس اس کے منافق کافر عقوبات اخروی معلوم کر کے محزون و مغموم ہوتا ہے۔ ۱۲ مجالس۔

رکھ اور خدا کا شکر بجالا جمعہ کے روز سفر نہ کر جب تک کہ نماز جمعہ نہ پڑھ لے الا جب کہ جہاد پر جائے یا کوئی اور ایسا عذر معقول رکھتا ہو۔ ہر قول و فعل میں اطاعت حکم خدا لازم جان کیوں کہ وہ جملہ امور سے زیادہ ضروری ہے اپنے تئیں پھسلا کر عبادت پر رکھ کہ ذوق و نشاط سے اس کو بجالائے اور جبر نہ کر الا واجبات میں کہ ان کا ادا کرنا بہر کیف لازم ہے۔ خوف کر کہ موت تجھ پر وارد ہو درانحالیکہ تو طلب دنیا میں مصروف ہو فساق و فجار کے سایہ سے بچ کہ ان کی شرارت تجھ میں سرایت نہ کرے۔ حق سبحانہ کی عظمت کو ملحوظ رکھ اور اس کے دوستوں کا دوست ہو اور غضب سے باز رہ کیوں کہ وہ شیطان کے لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہے۔

درمسامحت بطلب رزق **یا ابن ادم الرزق رزقان رزق تطلبه ورزق یطلبك فان لم تاته اتاك فلا تحمل هم سنتك علىٰ هم یومك كفاك كل یوم مافیه فان تكن السنة من عمرك فان الله سیاتك فی كل یومٍ جدید بما قسم لك وان لم تكن السنة من عمرك فما تصنع بالهم مالیس لن یسبقك الی رزقك طالب ولن یغلبك علیه غالبٌ ولن یبطئ عنك ماقدرلك** اے پسر آدم رزق دو طرح پر ہے ایک وہ رزق ہے جس کو تو طلب کرتا ہے دوسرا وہ جو تجھے ڈھونڈتا ہے اگر تو اس تک نہ پہنچے گا تو وہ تیرے پاس پہنچ جائے گا ایک روز کے رزق کی فکر کے بجائے تو سال بھر کے رزق کی فکر اپنے اوپر نہ ڈال ہر روز کا رزق جو اس روز تجھے ملے کافی ہے۔ اگر برس بھر زندہ رہا تو حق تعالیٰ ہر روز نیا رزق جو اس روز کا تیرے لئے مقرر ہے تجھے پہنچائے گا اور جو وہ سال تیری زندگی کا نہیں تو ناحق ایسی شے کے لئے جو تیری واسطے نہیں اپنے تئیں رنج و تعب میں ڈالتا ہے تو جان لے کہ جو تیرا رزق ہے کوئی اس کی طرف سبقت نہیں لے جاسکتا اور کوئی غالب اسے دبا نہیں سکتا جو تیرے لئے مقدر ہو چکا ہے ہرگز اس کے پہنچنے میں دیر نہ ہوگی۔ ایام ہفتہ از دیوان منسوب بہ آں حضرت صلوات اللہ علیہ۔ معہ ترجمہ نظمیہ اردو از مولف۔

لنعم الیوم یوم السبت حقاً	**لصیدان اردت بلا امتراء**
ہفتہ کا پہلا روز کہ ہفتہ کا روز ہے	بے شبہ خوف از پئے صید و شکار ہے
وفی الاحد البناء لان فیه	**تبدی الله فی خلق السماء**
یک شنبہ ہے بناء عمارت کے واسطے	حق نے فلک کو اس میں کیا آشکار ہے
وفی الاثنین ان سافرت فیه	**ستظفر بالنجاح وبالثراء**

دو شنبہ کے سفر میں ملے مال و مدعا — انسب مسافرت کے لئے سوموار ہے

وان یرد الحجامۃ فالثلثا — ففی ساعاتھا ھرق الدماء

سہ شنبہ ہے جو فصد و حجامت کا قصد ہو — گھڑیوں میں اس کی خون گرانے کا کار ہے

وان شرب امرء یوماً دواء — فنعم الیوم یوم الاربعاء

جام دوا کو نوش کرے چار شنبہ کو — اپنی شفا کا جبکہ کوئی خواستگار ہے

وفی یوم الخمیس قضاء حاج — فضیہ اللّٰہ یاذن بالدعاء

ہوتی ہیں پنج شنبہ کو پوری جو حاجتیں — کرتا عنایت اذنِ دعا کردگار ہے

وفی الجمعات تزویج وعرس — ولذات الرجال مع النساء

جمعہ ہے بس جماع عروسی کے واسطے — لذاتِ مرد و زن کی یہ لیل و نہار ہے

وھذا العلم لم یعلمہ اِلا — نبیؐ اووصیؑ الانبیاء

یہ علم ان علوم سے ہے جن کا جاننا — پیغمبر اور ان کے وصی کا شعار ہے

ان وصیتوں میں سے کچھ جو امیر المومنینؑ نے اپنے فرزندِ سعید کے لئے تحریر فرمائیں: یہ وصیت کہ ہنگامِ مراجعت از جنگِ صفین مقام حاضرین پر کہ نواحِ شام میں ایک موضع ہے لکھی۔ بقول جناب سید رضی رضی اللہ عنہ نہج البلاغہ میں حضرت امام حسنؑ کے لئے تحریر فرمائی تھی پس تمام خطابات اس کے آنحضرتؑ کی طرف راجع ہوں گے لیکن شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ محمدؒ بن حنفیہؒ کو کی ہے، بہرکیف وہ بہت مبسوط و مشرح ہے اور پر مضامینِ عالیہ و نصائح ارجمند دنیا و عقبیٰ و فوائد بسیار کے یہاں بہت جزوی، بطور انتخاب نقل د ترجمہ ہوتی ہے۔ در تحریص صدقہ برائے فائدہ اخرو یہ فرماتے ہیں **واعلم ان امامك وطریقاً ذا مسافةٍ بعیدةٍ ومشقة شدیدةٍ وانه لا غنابك فیه عن حسن الا رتیا دو قدر بلا غك من الزادمع خفة الظھر فلا تحملن علیٰ ظھرك فوق طاقتك فیكون ثقل ذلك وبالا علیك و اذا وجدت من اھل الفاقة من یحمل الك وادك الیٰ یوم القیامة فوافیك به غداحیث تحتاج الیه فاغتنمه وحمله ایاه اكثر من تزویدوانت قادر علیه فلعك تطلبه فلا تجده واغتنم من استقرضك فی حال غناك لیجعل قضائوه لك فی یوم**

عسرتك ترجمہ جان تو اے فرزند کہ تجھ کو ایک راہ درپیش ہے جس کی مسافت دراز اور تکلیف شدید ہے اور تجھ کو چارہ نہیں بجز اس کے کہ اچھی طرح فکر کرے۔ اور بقدر اس راہ کے طے ہونے کے توشہ اپنے ساتھ لے۔ اور ساتھ ہی سُبک رہنے کا بھی خیال رکھے پس اپنی پشت پر اپنی طاقت سے زیادہ بار نہ کر کیوں کہ اس کا بوجھ تیرے اوپر وبال ہوگا اور اگر تجھ کو اہلِ فقر و فاقہ سے کوئی شخص ایسا مل جائے جو قیامت تک کے لئے تیرا بوجھ اٹھالے اور پھر فرداء قیامت اس وقت جب کہ تو اس کا محتاج ہو تجھے دے دے تو چاہئے کہ تو اس کو بہت غنیمت جان اور اپنا بوجھ اس پر بار کر دے اور جس قدر تجھ سے لادا جا سکے لاد دے کہ مبادا پھر لادنا چاہے اور تجھے نہ ملے۔ یعنی دنیا میں محتاج کو خیرات دینا ایسا ہے جیسا کہ توشہ سفرِ آخرت کو دوسرے پر بار کر دے، اور آپ ہلکا پھلکا ہو جائے، پھر منزل پر پہنچ کر اس سے واپس لے لے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ بوقت تو انگری کوئی تجھ سے قرض لے اس وعدے پر کہ تیرے افلاس اور احتیاج میں واپس دے دے تجھے تو ایسے قرض خواہ کو بہت ہی غنیمت جاننا چاہئے اور فوراً اس کو قرض دے دینا چاہئے۔ ترغیبِ دعا اور قبولیتِ دعا میں تاخیر کی وجوہات: واعلم ان الذی بیده خزائن السموات والارض قداذن لك فی الدعا و تکفل بالاجابة وامرك ان تسئله لیعطیك و تسترحمه لیرحمك ولم یجعل بینك وبینه من یحجبك عنه ولم یلجئك الی من یشفع لك الیه ولم یمنعك ان اسات من التوبة ولم یعاجلك بالنقمه ولم تفضحك حیث تعرضت الفضیحته ولم یشدد علیك فی قبول الا نابة ولم ینا قشك بالجریمة ولم یوئسك من الرحمة بل جعل نزوعك عن الذنب حسنةً و حسب سیئك واحدة و فتح لك باب المتاب وباب الاستعتاب فاذا نادیةً سمع ندائوك واذا انا جیتهٔ اعلم نجواك فافضیت الیه بحاجتك وانبثته ذات نفسك وشکوت الیه همومك واستکشفته کروبك واستعنة علیٰ امورك وسئلة من خزائن رحمته مالا یقدر علیٰ اعطاه غیره من زیادة الاعمار وصحة الابدان وسعته الا رزاق ثم جعل فی یدیك مفاتیح خزائنه بما اذن لك فیه من مسئلته فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب نعمته واستمطرت شئابیب(۱) رحمة فلا یقنطك ابطاء اجابته العطیة علیٰ قدر النیة

(۱) شؤبوب وہ زن عصفور، ایک مرتبہ کی بارش اور پارۂ ابر بڑے قطرہ والا اور جدھر ایک چیز کی اور شدت سے دفع ہونا کسی شے کا، اور جو خوبی کسی چیز کے اول ظاہر ہو اور سختی اور گرمی آفتاب کی اور شآبیب اس کی جمع ہے۔

وربما اُخِرَتَ عنك الاجابة ليكون ذٰلك اعظم اجر السائل واجزك لعطاء الامل وربما شئت الشئَ فلا توتاه واوتيت خيراً منه عاجلا واٰجلا وصرف عنك لماهو خيرٌ لك و دلزك امر قد طلبته فيه هلاك دينك لوا اوتيته فلتكن مسئلتك فيما يبقي لك جماله وينفي عنك وباله والمال لا تبقي ولا تبقي له (ترجمہ) جان تو اے فرزند کہ جس خدائے عزوجل کے قبضہ میں زمین وآسمان کے خزانے ہیں اس نے تجھ کو دعا مانگنے کی اجازت دی ہے اور اس کے قبول کرنے کا کفیل ہوا ہے بقول خود (**دعونی استجب لکم** دعا کرو مجھ سے اجابت کروں گا تمہارے لئے) اور امر کیا ہے مجھ کو کہ اس سے سوال کرے کہ وہ عطا کرے، اور رحم چاہے اس سے کہ وہ رحم کرے، اور تیرے اور اپنے درمیان کوئی حاجب اور پردہ دار قرار نہیں دیا اور کسی کا محتاج نہیں کیا کہ وہ اس کے آگے تیرا شفاعت خواہ ہو اگر بدکاری کے بعد تو تائب ہو تو تجھ کو اس سے روکتا نہیں۔ نیز تیرے عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور نہ تجھ کو فضیحت و رسوا کرتا ہے، جب کہ تو خود ان امور کا معترض ہوتا ہے بلکہ اس پر پردہ ڈھانپ دیتا ہے، اور قبول توبہ وانابت میں تجھ پر سختی روا نہیں رکھتا، اور مواخذہ جرم میں تیرے ساتھ مضائقہ نہیں کرتا، اور اپنی رحمت سے تجھ کو مایوس نہیں ہونے دیتا بلکہ ترکِ معصیت کو تجھ سے ایک حسنہ شمار کرتا ہے، اور ایک گناہ کو ایک اور ایک نیکی کو دس حساب کرتا ہے۔ **بمفاد قوله تعالىٰ من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى بها الا مثلها** اور دروازہ توبہ کرنے کا تیرے لئے کھولا اور گناہ سے عذر خواہی کا تجھے موقعہ دیا جب تو اسے پکارتا ہے تو وہ تیری آواز سنتا ہے اور جب مناجات کرتا ہے تو وہ اس سے واقف ہوتا ہے تا کہ تو اپنی حاجت کو اس تک پہنچائے اور جو کار تجھے پیش آئے اسکے آگے اسے ظاہر کرے اور اپنے غموں کی اس سے شکایت کرے اور اپنی سختیوں کے کھولنے کی اس سے درخواست کرے اور اپنے کاروبار میں اس سے اعانت وامداد مانگے اور اس کے خزائنِ رحمت کا کہ کوئی دوسرا اس کے سوا عطا نہیں کرسکتا اس سے سوال کرے اور زیادتی عمر اور صحت بدن اور وسعتِ رزق کا اس سے طلب گار ہو۔ پھر اپنے خزانوں کی کنجیاں تجھ کو دیں تا کہ تو ابواب رحمت کو بوسیلہ جمیلہ دعا مانگنے کے کہ اس کا تجھے اذن دیا ہے کھولے پس تو جب چاہے دعا کے ذریعہ سے اس کے نعمت کے ابواب کو کھول سکتا ہے اور بارانِ رحمت اس کی، کا سوال کرسکتا ہے پس ہرگز تجھ کو دعا کا دیر میں قبول ہونا مایوس نہ کرے۔ کیوں کہ عطاء الٰہی بقدر نیت سائل ہوتی ہے اور اکثر اوقات قبولِ دعا میں اس لئے تاخیر ہوتی ہے تا کہ سائل کا اجر اس سے بزرگ ہو اور امیدوار کی عطا و بخشش جزیل ہو۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے

کہ تو نے ایک شے کی دعا مانگی اور وہ تجھ کو نہ دی گئی لیکن دوسری شے اس کی عوض دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر مرحمت ہوگی۔ پس اس سے تیرا باز رکھنا تیری بہتری کے واسطے تھا۔ اور اکثر اوقات یہ صورت ہوتی ہے کہ تو نے نادانستگی سے وہ شے طلب کی ہے کہ اگر دے دی جائے تو تیرا دین تباہ ہو جائے۔ پس تجھ کو چاہئے کہ حق تعالیٰ سے ایسی شے طلب کرے جس کی خوبی تیرے لئے باقی رہے اور اس کا وبال تجھ سے دور ہو اور مال وہ شے ہے کہ تیرے لئے باقی نہ رہے گا اور نہ تو اس کے لئے باقی رہے گا۔ سلوک با یارانِ باصفا و دشمنانِ پُر جفا۔ **احمل نفك من اخيك عند صرمه على الصِلَة وعند صدوده على اللطف والمقارية وعند جموده على البذل وعند تباعده على الذنوو عند شدته على اللين وعند جرمه على العذر حتىٰ كانك له عبدو كانه ذونعمة عليك واياك ان تصنع ذلك فى غير موضعه وان تفعله بغير اهله ولا تتخذ نَّ عَدُوٌّ صديقك صديقا فتعادى صديقك وامحض اخاك النصيحة حسنة كانت امٌ قبيحة وتجرع الغيظ فانى لم اجرعة احلىٰ منها عاقبة ولا الذّ مغبة(۱) ولن لمن غالظك فانه يوشك ان يلين لك وجد علىٰ وك بالفضل فانه احدا لظفهين وان اردتَ قطيعة اخيك فاستبق له من نفسك بقية يرجع اليها ان بداء ذلك له يوماً مّا ومن ظن بك خير اً فصدق ظنه ولا تضيعن حق اخيك انكالاً علىٰ مابينك وبينه فانه ليسَ باخٍ من اضعت حقه** ترجمہ برداشت کر اور اٹھا اپنے دوست سے اپنے اوپر یہ باتیں کہ اگر وہ تجھ سے قطع وجدائی ڈھونڈے تو تو اس سے ملاپ کر اور جو اعراض وروگردانی کرے تو تو لطف اور نزدیکی چاہ اور جو وہ بخل اختیار کرے تو تو جود واحسان سے پیش آ اور جو وہ دوری چاہے تو تو قریب ہو جب تجھ سے سختی کرے تو تو ملامت اور نرمی کر اور جس وقت تیرے اوپر ظلم یا تیرا کوئی جرم کرے تو اسے معاف کر بلکہ جو عذر خواہی اسے کرنی چاہئے تھی تو بجالا اور اس کو شرمندہ نہ ہونے دے اور اس طرح اپنے دوست سے پیش آ گویا تو اس کا بندۂ احسان ہے اور وہ تیرا ولی نعمت اور صاحبِ امتنان۔ اور خبردار کہ یہ امور اس شخص کے ساتھ کرے کہ ان کا اہل و مستحق نہ ہو کیوں کہ ایسا کرے گا تو وہ حماقت سے تیری تواضع وفروتنی کو عجز وزبونی پر حمل کرے گا۔ ہرگز اپنے دوست کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرنا کہ وہ درحقیقت اس دوست کو دشمن بناتا ہے دوست سے نصیحت کو باز رکھنا نہیں چاہئے خواہ شیریں ہو یا تلخ صاف صاف اس کے روبرو بیان کرنا چاہئے۔ غصہ کو پی جا کیوں کہ میرے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں کہ آخر کار ایسا شیریں اور لذیذ ہو جیسا کہ غصہ کا ضبط کرنا ہے اور جو تیرے ساتھ غلظت اور سختی کرے اس سے نرمی کر کہ وہ بھی آخر نرمی کی

طرف مائل ہوگا اور اپنے دشمن پر جب کہ وہ تیرے قابو میں آئے فضل واحسان کر کہ وہ عظیم فتح ہے۔ اگر اپنے دوست سے محبت قطع کرنا چاہتا ہے تو بالکل قطع نہ کر بلکہ کسی قدر اس سے باقی رہنے دے کہ اگر وہ دوست صلح کرنا چاہے تو اس بقیہ سے تمسک کرے اگر کوئی دوست تجھ میں کسی خوبی کا گمان کرے کہ وہ خوبی تو نہ رکھتا ہو تو اس کے گمان کی تصدیق کر اور اس خوبی کو اپنے لئے حاصل کر۔ کسی دوست کے حق کو اس بھروسہ پر کہ وہ میرا دوست ہے ہرگز ضائع نہ کر کیوں کہ جس کا حق ضائع کیا وہ دوست دوست نہیں رہتا۔ **اندرونِ خانہ پردہ دار مستورات اور خادموں کے ساتھ طرزِ معاشرت**

ایاک ومشاورۃ النساء فان رائھن الیٰ فن و عزمھن الیٰ وھن واکفف علیھن من ابصارھن بحجابک ایاھن فان شدۃ الحجاب ابقی علیھن ولیس خروجھن باشد من ادخالک من لا یوثق بہ علیھن وان استطعت ان لا یعرفن غیرک فافعل ولا تملک المراءۃ من امرھا ماجاوز نفسھا فان المراءہ ریحانۃ ولیست بقھرمانہ ولا تعد بکر امتھا ماجاز نفسھا ولا تطمع ھا فی ان تشفع لغیر ھا وایاک والتغائر فی غیر موضع غیرۃ فان ذٰلک ید عو الصحیحۃ الی السقم والبریۃ الی الریب۔ واجعل لکل انسان من خدمک عملا تاخذہ فانہ احریً ان لایتوا کلوا فی خدمتک واکرم عشیرتک فانھم جناحک الذی بہ تطیر و اصلک الذی الیہ تصیرو یدک الذی بھا تصول ترجمہ خبردار عورتوں سے مشورہ نہ کرنا کیوں کہ ان کی رائے فن وفریب کے قریب ہے اور ان کا عزم وارادہ سستی وضعف سے خالی نہیں۔ اپنی عورتوں کو بے گانہ کی نظر سے بچا اور ان کو پردہ سے باہر نکلنے نہ دے، کیوں کہ پردہ داری کو مضبوط کرنا ان کی حفاظت کا عمدہ ذریعہ ہے اور ان کو تہمت سے چھوڑانے کا اچھا وسیلہ، اس شخص کو ان کے پاس نہ آنے دے جس کی صلاحیت پر وثوق واعتماد نہ رکھتا ہو کیوں کہ بے گانے کا اندر آنا عورتوں کے باہر نکلنے سے کم نہیں، بلکہ اس کی خرابی اس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے کہ تیری عورتیں تیرے سوا کسی دوسرے کو نہ جانیں، تو ایسا کر، عورت کو کسی کام میں جو اس کے اپنے نفس کے سوا ہیں دخل نہ دینے دے کیوں کہ عورت بمنزلہ گل خوشبو کے ہے کہ اس سے منتفع ہونا چاہئے، نہ کہ حاکم جابر کہ اس کے زیر فرماں رہیں اور اس کو ایسی عزت کی عادت مت ڈال جو اس کے نفس سے زائد ہو، تا کہ اس کو طمع اوروں کے لئے سفارش کرنے کی پیدا ہو۔ زنہار کہ عورت کے مقدمے میں جو موقعہ غیرت کا نہیں وہاں غیرت کرے۔ اور بلاوجہ کافی اس کو متہم جانے، بتحقیق کہ اس سے تندرست بیمار اور پاک دامن ناپرہیز گار ہو جائے گی، اپنے خدمت گاروں میں سے ہر ایک کا کام جدا

جدا معین کر اور اس کی بھلائی برائی کا اس سے مواخذہ فرما۔ اس صورت میں وہ خیانت سے باز رہیں گے اور کام کو ایک دوسرے پر نہ ٹالیں گے اور اپنے کنبے اور خاندان کے لوگوں کی عزت کر کیوں کہ وہ تیرے باز و ہیں جن سے تو پرواز کرے اور تیری بیخ و بنیاد ہیں جن کی طرف رجوع لائے اور تیرے ہاتھ ہیں جن سے اوروں پر حملہ آور ہو۔ **استغفار کے معنی :** مروی ہے کہ کسی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا یا امیر المومنینؑ میں استغفار کرنا چاہتا ہوں فرمایا **تکلتك امك** تیری ماں تیرے ماتم میں مبتلا ہو تجھ کو معلوم بھی ہے کہ استغفار کے کیا معنے ہیں یہ تحقیق کہ استغفار ایک رتبۂ اعلیٰ و درجۂ رفیع ہے اور وہ چھ معنوں پر بولا جاتا ہے **اولها الندم علیٰ ما مضی الثانی العزم علیٰ ترك العود الیه ابدا لثالث ان تودی الی المخلوقین حقوقهم حتیٰ تلقی اللّٰه عزوجل املس لیس علیك تبعةٌ الرابع ان تعمد الی کل فریضة علیك ضیعتها فتودی حقوقها الخامس ان تعمد الیٰ اللحم الذی نبت علی السحت فتذیبه بالاحزان حتی یلصق الجلد بالعظم وینشأ بینهما لحم جدید السادس ان تذیق الجسم الم الطاعة کما اذقته حلاوة المعصیة فعند ذلك تقول استغفرا للّٰه** (ترجمہ) اول یہ کہ جو گناہ تجھ سے سرزد ہوئے ہوں ان پر نادم و پشیمان ہو دوسرے ارادہ کرے کہ پھر کبھی اس کی طرف عود نہ کروں گا۔ تیسرے حقوق خلائق کو جو تجھ پر ہوں ان کی طرف ادا کرے تا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات ہو درآنحالیکہ تو پاک وصاف ہو اور کوئی زرو مال تجھ پر نہ ہو۔ چہارم ہر ایک فریضہ کہ تجھ پر فرض تھا اور تو نے اس کو ضائع کیا پس اس کے حقوق کو ادا کرے پانچویں جو گوشت تیرے بدن پر حرام سے پیدا ہوا ہے اس کو غم واندوہ میں گھلا دے تا آنکہ صرف پوست و استخوان تیرے جسم پر باقی رہ جائے پھر از سرنو اور گوشت پیدا ہو، چھٹے یہ کہ تو اپنے بدن کو طاعت خدا کا الم اسی طرح چکھا دے جیسا کہ اس کو معصیت کا ذائقہ چکھایا ہے پس اس وقت تو استغفار کرنا اور استغفر اللہ کہنا۔ **دُنیا کی ناپائیداری کا ذکر اور سفر آخرت کی تیاری کی ترغیب :** چوں کہ وہ حضرت زاہد ترین خلائق تھے۔ آپ کا کلام بیشتر مذمت دُنیا اور اس کی دلبستگی سے باز رکھنے، موت اور عذاب آخرت سے ڈرانے، اور اس کے ثواب کی رغبت وحرص دلانے پر مبنی ہوتا تھا۔ **سید رضی** علیہ الرحمہ شرح نہج البلاغہ میں کہتے ہیں کہ عجائبات حضرت امیر المومنینؑ سے جس میں آپ اپنا شریک وسہیم وعدیل ونظیر نہ رکھتے تھے ایک یہ ہے، کہ آپ کا کلام کہ تذکیر و وعظ و زہد وتقویٰ میں وارد ہوا ہے، اگر کوئی تامل کرنے والا اس میں تامل کرے، اور سوچے تو اس کو ظاہر ہو کہ یہ ایک درویش تارک الدنیا کا کلام ہے، جو سوائے زہد وعبادت وفقر وقناعت کے دنیا سے سروکار نہیں رکھتا اور بالکل جہان سے

قطع تعلق کر کے زاویہ خانہ یا شگافِ کوہ میں عزلت گزیں ہے اور ہرگز اس کے خیال میں نہ آئے گا کہ یہ اس شخص کا کلام ہے جو پائے گاہ عالی اور منصبِ عظیم رکھتا ہے اور اس کے احکام اقطارِ عالم میں نافذ اور ایک دنیا اس کے زیر فرمان ہے، یا اس کا، جو ہمہ تن جنگ و جہاد میں ڈوبا، تیغ آبدار ہاتھ میں لئے کھڑا ہے اور بہادروں اور سرکشوں کے سر قلم کرتا اور دلیروں اور دلاوروں کو خاک ہلاک پر ڈالتا ہے اور وہ باوجود اس کے زاہدوں کا زاہد اور بدل الابدال ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ آپ کے فضائلِ عجیب و خصائصِ لطیف سے ہے جس نے اضداد کو جمع اور اشتات کو متوالف کیا ہے۔ میں اکثر اپنے دوستوں آشناؤں سے اس کا تذکرہ کرتا، اور ان کے تعجب کو بڑھاتا ہوں۔ (اور واقعی یہ مقامِ تفکر و غور و عبرت ہے انتہیٰ۔ **ما اصف من دار اَوَّلُهَا عِناء" واٰخرها فناء في حلالها حساب وحرامها عقاب" من استغنیٰ فيها فتن و من افتقر فيها حزن و من سَاعها فاتته ومن قعد عنها واٰتته ومَن اَبصَرَ بها بصرته ومن اَبصَرِ اليها عَمَتهُ** صفتِ دنیا میں ارشاد کرتے ہیں کیا بیان کروں اس گھر کا جس کا آغاز رنج و عنا سے ہے، اور انجام نیست اور فنا پر، اور جس کے حلال میں حسابِ دنیا اور حرام میں عذاب بھگتنا ہے؛ کیفیت اس کی یہ ہے کہ جو اس میں غنی اور مال دار ہوتا ہے وہ مفتوں ہو جاتا ہے اور جو فقیر و محتاج ہوتا ہے دردمند و محزون رہتا ہے اور جو سعی کرتا اور اس کے لئے دوڑتا ہے اس سے فوت ہو جاتی ہے اور جو اسے چھوڑ بیٹھتا ہے اس کے پاس آتی ہے اور جو اس سے بینائی حاصل کرنا چاہتا ہے اسے بینا کر دیتی ہے اور جو اس کی طرف بنگاہِ رغبت دیکھتا ہے اس کو اندھا بناتی ہے نیز بے ثباتی دنیا میں فرماتے ہیں **ايها الناس انما الدينا دار مجاز و الاٰخرة دار قرار فخدوا من ممركم لمقركم ولا تهتكوا استاركم عند من يعلم اسراركم واخرجوا من الدنيا قلوبكم من قبل ان تخرج منها ابدانكم ففيها اختبرتم ولغيرها خلقتم ان المرأ اذا هلك قال الناس ماترك وقالت الملائكة ماقدم لله اٰبائوكم(۱) فقدموا بعضاً يكن لكم ولا تخلفوا فيكون عليكم** (ترجمہ) لوگو دنیا خانۂ مجاز و فانی ہے اور آخرتِ دار باقی پس اس اپنی گزرگاہ سے آخرت کے لئے، کہ جائے ثبات و قرار ہے، توشہ حاصل کرو اور اپنے تئیں اس حق جل و علا کے آگے فضیحت و رسوا نہ کرو، جو تمہارے خفیات و اسرار سے واقف ہے۔ اپنے دلوں کو دنیا سے جدا کرو قبل اس کے کہ تمہارے بدن اس سے جدا ہوں، کیوں کہ اس میں صرف

---

(۱) قولہ للہ ابوک یا للہ اباؤکم ایک کلمہ ہے کہ اہل عرب مخاطب کی عزت و تعظیم کے موقعہ پر اس کا استعمال کرتے ہیں۔۱۲

آزمائش کے لئے آئے ہو، اس کے غیر کے یعنی آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ بہ تحقیق کہ جب آدمی مرتا ہے تو آدمی کہتے ہیں کہ کس قدر مال ہمارے لئے چھوڑ گیا اور فرشتے پوچھتے ہیں کہ کتنے اعمالِ خیر لے کر آیا۔ میرے پیاروں اپنے اموال سے کسی قدر اپنے ساتھ لے جاؤ، کہ تمہارے کام آئے اور سب یہیں مت چھوڑ جاؤ کہ تم پر وبال ہو یعنی اموال سے تھوڑا سا خیرات ومبرّات زکوٰۃ وخمس وغیرہ میں بھی خرچ کرنا چاہئے ورنہ کل مال موجب وبال ہوگا۔ اور راویانِ اخبار ونا قالانِ آثار نے حکایت کی ہے کہ بیشتر اوقات رات کو جب کہ نماز عشاء سے فراغت پاتے تو بہ ندائے بلند کہ جملہ اہلِ مسجد اور اس کے قرب وجوار کے لوگ سنتے ارشاد فرماتے۔ **تَجَهَّزُوا رحمكم الله فقد نودی فیکم بالرحیل واقلوا العرجة علی الدنیا وانقلبوا بصالح ما بحضرتکم من الزاد فان امامکم عقبة کوداً و منازل مخوفة لا بد من الورود علیها والوقوف عندها واعلموا ان ملاحظ المنیة نحوکم دانیة وکانکم بمخالبها وقد نشبت فیکم وقدد همتکم منها مفظعات الامور و معضلات المحذور فقطعوا علائق الدنیا واستظهر وا ابزاد التقوی** ترجمہ بندگان خدا خدا تم کو رحمت کرے کوچ کی تیاری کرو اور آمادۂ سفرِ آخرت ہو بہ تحقیق کہ تمہارے درمیان ندائے رحیل دی گئی ہے۔ پس اس دنیائے دنی پر دل نہ لگاؤ اور توشۂ راہ عقبیٰ کہ اعمالِ صالحہ ہیں اپنے ساتھ لو۔ کیوں کہ عقبات دشوار گزار و منزلہائے خطرناک تم کو درپیش ہیں کہ جن سے گزرنا اور ان پر قیام کرنا تم کو ناگزیر ہے۔ یقین جانو کہ نگاہیں موت کی ہمیشہ تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور اس کے پنجے تمہارے اوپر کشادہ، پس اپنے تئیں شہبازِ اجل کے چنگل میں جانو، اور اس کے ناخنوں کو اپنے اندر گڑے ہوئے خیال کرو اور سکراتِ موت اور اس کی سختیاں ہمیشہ مدِّ نظر رکھو اور ایک لحظہ اس کی یاد سے غافل نہ رہو۔ دنیا اور علائقِ دنیا سے قطع تعلق کرو اور زادِ تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنے ساتھ لو۔ نیز آپ نے فرمایا **ایها الناس انظر والی الدنیا نظر الزاهدین فیها الصادقین منها فانها والله عماقلیل تزیل الثاوی الساکن و تفجع المترف الآمن لایرجع ماتولی منها فادبرو لا یدری ماهوات فینظر سرورها مشوب بالحزن و جلد الرجال فیها منسوبٌ الی الضعف والوهن فلا تغرّنکم کثرة ما یعجبکم فیها لقلة مایصحبکم منها رحم الله امرءً اتفکراً فاعتبر واعتبر فابصر۔ فکان ماهو کائن من الدنیا عن قلیل لم یکن وکان ماهو کائنٌ من الاخرة عما قلیل لم یزل کل معدود منقضٍ وکل متوقع آتٍ وکل آتٍ قریب دانٍ** ترجمہ لوگو دنیا کی طرف اس نظر سے دیکھو جس سے کہ زاہد لوگ تنفر اور اعراض کی رو سے اس کو دیکھتے

ہیں کیوں کہ قسم بخدا کہ وہ جلدی ہی اپنے مہمانوں اور سکونت پذیر کو نکال دیتی ہے اور اپنے پناہ گزین، کو جسے ناز و نعمت سے پالتی ہے درد مند کرتی ہے، اس کی نعمات عمر و شباب وغیرہ سے جو گزر جاتے ہیں ہرگز واپس آنے والے نہیں اور آئندہ حالتوں کا کچھ ٹھیک ٹھکانا معلوم نہیں تا کہ ان کا انتظار کیا جائے، اس کی خوشیاں غموں اور کدورتوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اور اس کے جوان مردوں کی طاقت ضعف و سستی سے منسوب ہے۔ اس کی بہت سی دلپسند چیزیں دیکھ کر تم ہرگز دھوکا نہ کھاؤ کیوں کہ ان میں سے جو تمہارے ساتھ جائیں گی بہت ہی قلیل ہیں۔ خدا اس آدمی پر رحم کرے جو اس کی ناپائیداری میں غور کرے اور نصیحت پکڑے اور نصیحت لے کر بینائی حاصل کرے، دنیا کی موجودات عنقریب نیست و نابود ہو جائیں گی گویا تھی ہی نہیں اور آخرت کے حالات اس طرح آگے آ جائیں گے گویا وہ زائل ہونے والے نہیں۔ ایامِ زندگانی کہ معدود ہیں گزر جائیں گے اور موت کہ آنے والی ہے آ جائے گی اور جلد اور نزدیک آئے گی۔ نیز مذمتِ دنیا میں ارشاد فرمایا بندگانِ خدا تم کو ذم و نکوہشِ دنیا اور اس کے مساوی و معائب کے جاننے میں رسولؐ خدا کی تاسی کفایت کرتی ہے، کہ اس کے اطراف آنحضرتؐ سے منقبض سمٹے رہے حالاں کہ اس کے پہلو اوروں پر کشادہ اور اس کے دروازے عیش و عشرت کے اغیار پر باز تھے۔ یعنی کسریٰ و قیصر و دیگر سلاطین کفر و شرک۔ آرام و رفاہت میں بسر کرتے تھے اور حضرت رسولؐ خدا تنگی معیشت میں مبتلا تھے، پستانِ دنیا سے انہوں نے دودھ نہیں پیا اور اس کے زخارف سے اصلاً منتفع نہیں ہوئے اور چاہو تو نظر کرو طرف حال موسیٰ کلیم اللہ کے جب کہ وہ کہتے تھے۔ **رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر** پروردگارا میں اس احسان کا جو تو مجھ پر کرے گدائے حاجت مند ہوں قسم بخدا کہ اس سے انہوں نے سوائے کھانے کی روٹی کے خدا سے اور کچھ نہیں مانگا تھا کیوں کہ آنحضرتؑ کو سوائے نباتاتِ زمین کے اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہ آتی تھی اور شدت فقر و فاقہ سے اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ جو کچھ بقولات سے تناول کرتے تھے اس کی سبزی پیٹ کے اندر سے دکھائی دیتی تھی۔ اور چاہو تو خیال میں لاؤ خوش آواز شیریں نوا حضرت داؤد قاری اہل جنت کا کہ وہ اپنے دستِ حق پرست سے بوریا برگ ہائے خرما کا بنتے تھے اور اپنے مصاحبوں سے کہتے تھے کہ کون تم میں سے اس کو بیچ آوے پس اس کی قیمت سے نانِ جو خرید کر نوش کرتے اور غور کرو طرف حال جنابِ عیسیٰؑ پسر مریم کے کہ پتھر کا تکیہ لگاتے اور لباسِ درشت و خشن پہنتے اور روکھی روٹی کھاتے نانِ خورش ان کی جوع و فاقہ تھی، اور چراغ ان کا ماہ جہاں آرا اور سائبان موسم زمستان میں مشارق و مغارب عالم، میوہ اور گل خوشبو ان کا زمین کی روئید گیاں تھیں کہ چار پایوں کے لئے اگتی ہیں نہ زوجہ رکھتے تھے کہ اس پر مفتوں ہوں نہ اولاد، کہ اس کے لئے متفکر و محزوں، نہ مال رکھتے تھے کہ ان کو یادِ خدا سے باز رکھے نہ حرص و طمع، کہ ان کو فریب دے، ان کی سواری ان کے دو قدم تھے اور ان کا خدمت گاران کے دو ہاتھ۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ یہ چند کلمات ہیں کہ آنحضرت سے ذم و نکوہشِ دنیا میں بکمالِ

اختصار ہم نے نقل کیے۔ تفاصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے اور وہ حضرت زاہدِ زہاد تھے کہ اصلا دنیا ولذاتِ دنیا کی طرف کبھی مائل نہیں ہوئے اور انہوں نے دنیا کو تین طلاق دیئے تھے جس کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا۔ پس یہاں سے باحسن وجوہ ظاہر ہے کہ آپ جو طالبِ خلافت تھے اور ہمیشہ غاصبوں کی شکایت کرتے رہتے تھے تو فقط اس لئے تھا کہ اجراءِ حق واشاعت دین پر متمکن ہوں اور ہدایتِ خلق کہ فرائضِ الٰہی سے تھی باطمینان بجالائیں نہیں تو جو دلی نفرت اس جیفۂ دنیا سے آپ کو تھی ان کے ہر ایک قول وفعل سے ظاہر ہے۔ سفرِ بصرہ میں ربذہ کے مقام پر فروکش تھے کہ کچھ لوگ حجاج سے حضرت کے کلام ہمایوں کے شوق میں جمع ہوگئے۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں داخل ہوا دیکھا کہ آپ خیمہ میں بیٹھے اپنی جوتی کی اصلاح فرمارہے ہیں میں نے کہا ہم اپنے کاروبار کی درستی میں اس سے زیادہ محتاج ہیں۔ جس میں کہ آپ مصروف ہیں کچھ جواب نہ دیا اور مصروفِ اصلاحِ نعل مبارک رہے جب اسے سی کر درست کرلیا تو دوسری پوائی لے کر اس کے ساتھ ملائی اور فرمایا اے ابن عباسؓ تمہارے نزدیک اس جفتِ نعلین کی کیا قیمت ہوگی، کہا کچھ بھی نہیں، فرمایا پھر بھی، تو عرض کی کوئی حصہ درہم کا۔ فرمایا **واللہ انھما احب الی من امرکم ھذا الا ان اقیم حقاً اوادفع باطلاً** یعنی قسم بخدا کہ یہ پرانا جوڑا جوتے کا میرے نزدیک تمہاری اس حکومت وامارت سے محبوب تر ہے الا یہ کہ اس میں کسی امر حق کو قائم کروں یا باطل کو دفع فرماؤں یہ کہہ کر باہر تشریف لائے اور تشنگان کلام کو آبِ فصاحت وزلالِ پند ونصیحت سیراب فرمایا۔ افسوس کہ دشمن ایسے باخدا تارک الدنیا کو بھی عیب لگانے سے باز نہ رہے، اور ان کی نسبت بھی یہ کہہ دیا کہ (نعوذ باللہ) ان کو حرص دنیا ہے اس لئے خلافت چاہتے ہیں۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں بھی ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک روز عمر خطاب کے پاس داخل ہوا انہوں نے کہا اے ابنِ عباس اس شخص نے بروئے ریا بہت تکلیف اٹھائی اور عبادت کر کرا پنے تئیں سخت زحمت میں ڈالا، ابنِ عباس نے کہا کون مرد، کس کا تم ذکر کرتے ہو، کہا علیؑ بن ابی طالب کا، کہا کیوں وہ ریا کی عبادت کس لئے کرتے، ان کا اس سے کیا مدعا تھا۔ عمر نے کہا اس لئے تا کہ اپنے تئیں آراستہ کریں اور مستحق خلافت بنائیں ابن عباسؓ نے کہا کیا ان کو رسولؐ اللہ نے نہیں سنوارا اور مستحق خلافت نہیں قرار دیا تھا۔ مگر کیا ہوا آخر ان تک نہ پہنچنے دی۔ کہا اس وقت وہ جوان نوعمر تھے عرب نے ان کو کم سن خیال کیا، اب کامل ہیں۔ مگر تجھ کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ نے چالیس سال سے پہلے کسی نبیؐ کو نبوت پر مبعوث نہیں کیا۔ ابن عباسؓ نے کہا لیکن اہلِ عقل ومعرفت کے نزدیک وہ اسی وقت سے کامل تھے جب سے کہ حق تعالیٰ نے منارِ اسلام بلند کئے مگر محروم رہے اور ان کا حق ان کو نہ پہنچا، عمر نے کہا وہ آخرکار ایک نہ ایک روز خلافت پائیں گے مگر ان کے قدم اس میں قائم نہ رہیں گے اور لغزش کر جائیں گے۔ لہٰذا کامیابِ مراد نہ ہوں گے اس وقت تو دیکھے گا اور عرب پر صحتِ رائے مہاجرین اولین کی جنہوں نے ابتدا میں ان کو

خلافت نہ دی منکشف ہو جائیں گے۔ اے عبداللہ حرص موجب حرمان ہے اور دنیا تیرے سایہ کی مانند ہے کہ جس قدر تو اس سے نزدیک ہونا چاہئے وہ اتنا ہی دور ہوتا جائے گا۔ انتہیٰ یہ روایت ابن ابی الحدید نے امالی محمد بن حبیب سے نقل کی ہے پس اس کے موافق دیکھنا چاہئے کہ کیسی خباثتیں حضرت امیر المومنینؑ نفس رسولؐ رب العالمین کی طرف سے جس کی طہارت و پاکی پر کتاب وسنت متفق اللفظ ہیں ان حضرات کے دلوں میں بھری ہوئی تھیں کہ العیاذ باللہ آنحضرتؐ کو حریص طالب دنیا، دنیا کے لئے ریا سے عبادت کرنے والا بتاتے تھے۔ یہاں ہم صرف اس قدر کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد ان کا تصدیق قرآن واحادیث سید الانس والجان کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوسکتا۔ پس اور کچھ نہیں کہنا چاہتے بلکہ بمفاد مثل مشہور **ان المرء یقیس علیٰ نفسه** کہ آدمی اوروں کو بھی اپنے نفس پر قیاس کیا کرتا ہے، کسی قدر خلیفہ صاحب کو معذور گنتے ہیں البتہ امیر المومنینؑ کو جو اپنے عہد خلافت میں جنگ وجدل پیش آئے اور جتنے فتنے وفساد اس وقت برپا ہوئے ان کی نسبت پہلے بھی عرض کیا گیا، اب مکرر کہا جاتا ہے کہ زیادہ تر وہ حضرت خلیفہ صاحب ہی کی پیش بندیوں کے نتیجے تھے ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست **موت** کو یاد کر کے فرمایا **فلو انَّ اَحداً یَجِدُ الی البقاء سُلَّمًا ولد فع الموت سبیلا لکان ذلك لسلیمان بن دائود الذی سخر له ملك الجن والانس مع النبوه و عظیم الزلفة فلما استوفی طعمة واستکمل مُدَّته رمَتْه قِسِیُّ الفناء بنبال الموت و اصحبت الدیار منه خالیةً والمساکن مُعَطَّلَةً وورثها قوم اٰخرون** ۔

باتوا علیٰ قلل الجبال تحرسهم	**غلب الرجال فلم ینفعهم القلل**
واستنزلو بعد عِزِعن معاقلهم	**الی مقابرهم یا بئس ما نزلوا**
نادهم صارخٌ من بعد ماد ُفنوا	**این الا سِرَّة والتیجانَ والحلل**
این الوجوه التی کانت مُحَبَّةً	**من دونها یضرب الاستاروالکلل**
فافصح القبر عنهم حین سائِلَهُمْ	**تلك الوجوه علیها الدود تنتقِلُ**
قد طال ماا کلوا فیها وما شربوا	**فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا**

ترجمہ کسی کو ہمیشہ دنیا میں رہنے کی طرف راستہ ملتا، یا کوئی موت کے دفعیہ کی جانب راہ پاتا، تو البتہ وہ سلیمان بن داؤد علیہم السلام پیغمبرؑ تھے جس کے واسطے جنات وانسان کی بادشاہی مسخر کی گئی تھی باوجود ان کی نبوت اور اس عظیم قرب ومنزلت کے جو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک رکھتے تھے پس جب کہ انہوں نے اپنا آذوقہ پورا کرلیا اور ان کی عمر تمام ہوگئی تو کمان ہائے فنا سے موت کے تیر ان کے لگے اور جہان ان سے خالی ہوگیا اور ان کے محل ومکانات تہی رہ گئے اور، اور قوم ان

کی وارث ہوگئی۔ اسی مضمون کونظم میں یوں ارشاد کیا۔ شب باش ہوتے تھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر یعنی قصر ہائے رفیع و مستحکم میں رہتے تھے اور نگہبانی کرتے تھے ان کی طاقتور آدمی پس ان بلند اور استوار مکانوں نے ان کو کچھ نفع نہ بخشا۔ پس اتارے گئے وہ اپنی پناہ گاہوں سے بعد اس کے کہ عزت وحرمت سے زندگی بسر کرتے تھے اور قبروں کے اندر ساکن کئے گئے۔ کیسی بری طرح سے اتارے گئے دفن ہوجانے کے بعد ایک پکار کر آواز دینے والے نے ان کو آواز دی کہاں ہیں وہ تمہارے تخت وتاج وحلہ ہائے بادشاہی کہاں ہیں تمہاری وہ صورتیں جن پر نقاب پڑے رہتے تھے اوران کے آگے ستر اور پردے لگائے جاتے تھے۔ جب اس سوال کرنے والے نے ان کی بابت سوال کیا تو قبر نے ان کی طرف سے بزبانِ فصیح جواب دیا کہ وہ صورتیں جن کا حال تم پوچھتے ہوان پر کرم ہائے قبر پھر رہے ہیں۔ بعد اس کے کہ وہ عرصہ دراز تک دنیا میں کھاتے پیتے رہے پس بہت کھاتے کھاتے اب ان کی یہ حالت ہوگئی کہ خود کھائے گئے۔ منقول ہے کہ یہ اشعار حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے متوکل عباسی کے سامنے پڑھے تو متوکل باوجود کمال قساوت وسنگدلی کے ان کو سن کر رونے لگا تاانیکہ ڈاڑھی اس کے آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ نیز آنحضرتؑ سے پوچھا گیا کہ موت کے لئے مستعد وتیار ہوں تو کیوں کر ہوں فرمایا۔ اداء الفرائض وَ اجتناب المحارم والاشتمال علی المکارم ثم لایبالی اوقع علی الموت ام وقع الموت علیه کم من غافل ینسج ثوباً لیلبسه وانما هو کفنه وبینی بیتاً لیسکنه وانما هو موضع قبره ان العبداذ اکان فی اخر یوم من الدنیا و اول یوم من الاخرة مثل مالهٗ وَوُلده وعمله فَلْیَلتفِتُ الی ماله فیقول والله انی کنت علیك لحریصاً شیحاً فماذا عندك فیقول خذمِنّی کفنك فیلتفت الی ولده ویقول والله انی کنت لکم محباً وانی کنت علیکم محامیاً فماذا عند کم فیقولون نؤدیك الی حفرتك ونواریك فیها فیلتفت الی عمله ویقول والله انك کنت علیّ لثقیلا وانی کنت فیك لزاهد فما ذا عندك فیقول انا قرینك فی قبرك ویوم حشرك حتی اَعرِضَ انا وانتَ علیٰ رَبك (ترجمہ) واجبات کوادا کرو اور حرام کاموں سے پرہیز کرو اور مکارمِ اخلاق ومحاسنِ آداب سے متخلی ہو پھر پروانہیں کہ موت پر تم وارد ہو یا موت تم پر وارد ہو اور نیز آنحضرتؑ نے فرمایا بہت سے غافل ایسے ہیں کہ اپنے پہننے کے لئے کپڑا بنتے ہیں مگر وہ ان کا کفن ہوتا ہے۔ اور اپنے گھر کو بناتے ہیں مگر وہاں ان کی قبر بنتی ہے نیز آنحضرتؑ نے فرمایا جب کہ بندہ کا، دنیا کا، آخری اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے تو اس کا مال اور اولاد اور عمل متشکل ہوکر آگے آتا ہے تو وہ پہلے اپنے مال کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے خدا کی قسم میں تجھ پر بہت حریص اور بخیل تھا۔ پس اب تو میری کیا مدد

کرتا ہے۔ مال کہتا ہے کہ اپنا کفن مجھ سے لے لے اور میں کیا کر سکتا ہوں اس وقت وہ اپنی اولاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان سے کہتا ہے قسم بخدا کہ میں تم کو دوست رکھتا تھا اور تمہاری حمایت کرتا تھا اب تم میری کیا مدد کرو گے وہ کہتے ہیں کہ ہم تجھ کو گور تک پہنچا دیں گے اور اس میں تجھ کو مدفون کر دیں گے اس سے زیادہ ہم اور کچھ نہیں کر سکتے پس اپنے اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے قسم خدا کی تو مجھ پر گراں و دشوار تھا اور میں ذرا تیری طرف رغبت نہ کرتا تھا۔ اب تو بھی میرے لئے کچھ کر سکتا ہے نامہ عمل کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں تیری قبر میں اور روزِ قیامت کو حتیٰ کہ تیرے ہمراہ حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں۔ مولف کہتا ہے کہ مناسب ہے کہ اس مقام پر چند فقرے زندوں کے سوال اور مردوں کے جواب کے۔ رسالہ تنبیہ الراقدین تصنیف جناب محمدؒ طاہر بن محمد حسینؒ سے نقل ہوں جو ہر چند بعینہ تو کلام حضرت امیرؑ نہیں الا اس میں بھی شک نہیں کہ اکثر ان کا کلام انہی حضرت کے کلام سے ماخوذ و مستنبط ہے خطاب احیا باموات

السلام علیکم یا اصحاب القبور من الشیوخ والشباب السلام علیکم ایها المفارقون للا قارب و الاحباب السلام علیکم ایها المحرومون عن الاموال و الاسباب کنتم رحمکم الله مغرورین بالقوۃ والشباب مشغولین باللهو والصحاب طالبین للعیش والبقاء غافلین عن الموت والفناء منعمین فی الدور والقصور مستانسین بالنساء ذوات الخدور مشتغلین باللّذۃ والرّاحة والسرور فترکتم مجبورین سعة الدور وسکنتم مقهورین فی مضائق القبور واودعتم بطون الثریٰ وحجبتم عن عیون الوری لیت شعری ماذا تعوضتم عن الاولاد والاحباب ومن یونسکم تحت هذا التراب وکیف انتم فی وحدتکم وانفرادکم وکیف بلیت فی التراب اجسادکم وکیف خلق من ابدانکم الدود وکیف اکل اللحوم والجلود وکیف سالت الاحداق علی الخدود و کیف تفرقت الاعضاء والاوصال وانقطعت الیمین والشمال فان سالتم ایها النارکون للا هل و العیال والقاطعون للا مانی والا مال عما سخ بعد کم من الاحوال فاقبلوا علیّ و اسمعوا هذا المقال اسکنت الدور و زوجت الازواج و قسمت الاموال و تفرق اهل البیت من اولاد والا طفال الذین اتیتموهم بالنعمة والدلال ونسیکم الصواحب والرفقا و غفل عنکم القارب والجلساء ولا یذکر السمائو کم قط فی الاسماء ولا تخطرون لقلب الا جنة والخلطاء ترجمہ سلام

ہو ہمارا تم پر اے صاحبانِ قبور، بوڑھے اور جوانوں، اور سلام ہو ہمارا تم پر اے جدا ہونے والوں رشتہ داروں اور دوستوں کے، سلام ہو ہمارا تم پر کہ محروم رہے ہو تم اموال و اسباب سے حالاں کہ خدا رحمت کرے تم پر کہ مغرور تھے قوت و جوانی پر۔ اور مشغول تھے تم کھیل کود اور مصاحبت و دوستی میں۔ طلب گار تھے تم زندہ رہنے کے ہمیشہ کے لئے اور غافل تھے مرنے اور فنا ہو جانے سے عیش و عشرت کرتے تھے تم مکانوں اور محلوں میں اور انس پذیر تھے پردہ دار عورتوں کے ساتھ اور مشغول تھے لذت و آرام و خوشحالی میں پس تم کو مجبوراً وہ فراخ مکانات چھوڑنے پڑے اور بے اختیار تنگ قبروں میں ساکن ہوئے اور زمین کے شکموں میں سپرد کیے گئے اور خلائق کی نظروں سے پردے میں ہو گئے کاش مجھ کو معلوم ہوتا کہ تم کو اولاد اور دوستوں کی عوض وہاں کیا ملا اور اس زمین کے اندر کون تمہارا انیس و غم گسار ہوا اور معلوم ہوتا کہ اس وحشتِ تنہائی میں تمہاری کیا کیفیت ہے اور کیوں کر مٹی کے نیچے تمہارے جسم بوسیدہ ہوئے کیوں کر تمہارے جسموں سے کیڑے پیدا ہوئے اور کس طرح وہ گوشت و پوست کو کھا گئے اور کس طرح حدقہائے چشم رخساروں پر بہے اور رواں ہوئے اور کیوں کر جوڑ بند تمہارے کھل گئے اور دہنے بائیں جدا ہوئے اے تارکانِ اہل و عیال واے قاطعانِ امانی و امال اگر تم ان حالات کی بابت جو تمہارے بعد یہاں واقع ہوئے ہم سے سوال کرنا چاہو تو ذرا میری طرف متوجہ ہو اور میرا کلام سنو تمہارے مکانوں میں لوگ رہنے لگے۔ اور تمہاری بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لئے اور تمہارے مال لوگوں نے بانٹ کھائے تمہاری اولاد و اطفال جن کو تم نے بکمال ناز و نعمت پرورش کیا تھا متفرق و پریشان ہو گئے تمہارے مصاحب اور رفیقوں نے تم کو بھلا دیا اور تمہارے اقربا اور ہم نشین تم سے غافل ہوئے کبھی تمہارا نام بھی ناموں کے درمیان نہیں آیا اور کبھی دوستوں اور یاروں کے دل میں تمہارا خیال بھی نہیں آتا۔ **زبانِ حال سے مرنے والوں کا جواب** اے بندہ خدا ہم نے تیرا کلام سنا اور تیری گفتگو پر دھیان کیا اب تو ہمارا جواب سن اور عبرت پکڑ۔

قدلبسنا اثواب النَّدامَةِ ودَخلنا فی ابواب القیامة صرعنا المنایا فی اعجب المضارع واضبحعنا اهلونا فی اصیق المضاجع و او دعونا فی بطون قبورنا واضحبعونا علی الایمان فی لحودنا ووضعوا علیٰ ترب القبور خدودنا و بنوابا للبن سقوف بیوتنا ودعنا اخوتنا واهلو ننا ثم الملائکة للسوال حضرونا وعما شاء ربنا سلونا ثم اجتمع علینا فکلوناں عن صورتنا وهیئنا غیرونا ونصبح و نمسی بغیر اهل وعیال فی بیوتٍ خالیةٍ من الاسباب والاموال وقد وقعنا فی امرِ هائلٍ وخطرٍ شاملٍ نسمع من القبور تخویفاً وتهدیداً وتعنیفاً شدید اینادی بعضها ویقول انابیت الظلمة ان الفتنة انا بیت الغربة والکربة

انا بیت الوحدة والوحشة انا بیت الحیة والعقرب والدود انا سجنٌ لمن عصی المعبود انا حفرةٌ من جفر النار ان اسجنُ لمن عَصَی الجبار و یقول بعضها مبشرٌ الا هلها انا بیت الراحة والنعیم لمن عبد الغفور الرحیم انا بیت النعمة والسرور لمن اتقی واجتنب الشرور و تناوی بقاء الارض ویقول ایها المغتر بظا هر الدنیا هلا اعتبرت بمن دفن فینا من اهلك وحشمك واخواتك وجیرانك مارأیت کیف حی صوا علی الدنیا واجمعو الاموال و اطالو الأمال فترکوا ماجمعو او قطعوا ما املوا مجبورین ودفنوا فینا صاغرین

تفکر کیفَ افنی الموتُ قوماً ثمودَ و قومَ فرعون و عادا

وسَئل دارِ البلاکم قَدْاَبادَتْ مَلُوکاً طال مارکبوا الجباد

وسَئل بیت الفناکم من ملوكٍ عظیم شانهم صَاروا رمادا

ترجمہ بہ تحقیق کہ ہم نے لباسِ ندامت پہنے اور دروازہ ہائے قیامت میں داخل ہوئے موت نے ہم کو بہت بری طرح گرایا اور ہمارے لواحقوں نے نہایت تنگ خواب گاہوں میں ہم کو سلایا اور شکم ہائے قبور کے سپرد کیا اور لحد کے اندر داہنی کروٹ سے لٹایا اور خاکِ قبر پر ہمارے رخساروں کو رکھ دیا اور خشت خام بجائے چھت کے ہم پر پاٹ دی اور دوستوں اور بھائیوں نے ہم کو وداع کیا اور یہاں چھوڑ کر گھروں کا رستہ لیا بعد ازاں نکیریں ہمارے پاس آئے جو کچھ خدا نے چاہا ہم سے سوال کیا پس کرمہائے قبر ہم پر جمع ہو گئے اور ہم کو کھا کھا کر ہماری شکل وصورت کو بگاڑ ڈالا اب ہم کو انہی خالی گھروں میں جن میں مال واسباب کا نشان تک نہیں بغیر اہل وعیال کے شام سے صبح ہو جاتی ہے اور صبح سے شام اور مارے خطروں اور ہولوں کے جان خلجان میں ہے قبروں سے صدائے سخت و ہیبت ناک ڈرانے اور دھمکانے کی آتی رہتی ہے کوئی پکارتی ہے کہ میں خانۂ تنگ وتاریک بلا وفتنہ کا گھر غربت وکربت کا ٹھکانا وحشت وتنہائی کا مسکن ہوں۔ میں سانپوں بچھوؤں اور کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں۔ میں خدائے معبود کے نافرمانوں کا زندان ہوں میں ایک غار ہوں غار ہائے جہنم سے اور قید خانہ ہوں خدائے جبار کے گناہ گاروں کا اور کوئی اپنے صاحب کو بشارت دیتی ہے کہ میں خانہ راحت ونعمات ان کے لئے ہوں جنہوں نے غفور رحیم کی عبادت کی ہے اور خانہ نعمت وخوشحالی ہوں واسطے پرہیز گاروں اور گناہ وشرور سے بچنے والوں کے اور آواز دیتے ہیں قطعات زمین اور کہتے ہیں اے وہ کہ ظاہر دنیا کو دیکھ کر اس کے فریب میں آ گیا ہے۔ کبھی تو نے اپنے اہلؔ وعیالؔ وخدمؔ وحشمؔ اور بھائیوںؔ اور ہمسایوںؔ کے حال سے بھی کہ ہمارے درمیان مدفون ہیں عبرت حاصل کی ہے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ دنیا پر حرص کرتے تھے مال جمع کرتے اور

امیدوں کو دراز کرتے پس جو جمع کیا تھا اس کو چھوڑ گئے اور جس کے متوقع تھے اس سے مجبوراً قطع امید کی اور خواری سے ہمارے اندر دفن کئے گئے، سوچ اور فکر و اندیشہ کر کہ کیوں کر موت نے قوموں کی قوموں کو فنا کر دیا یعنی قوم ثمود اور فرعون اور عادؔ کو۔ اور خانہ کہنگی یعنی ہر چیز کے کہنہ کرنے والے گھر سے دریافت کر کہ کتنے بادشاہوں کو جو سالہا سال اسپانِ تازی پر سوار ہوتے تھے۔ ہلاک کر ڈالا اور اس فنا ہو جانے والے گھر سے پوچھ کہ کتنے عظیم الشان سلاطین کو اس نے جلا کر خاکستر کر دیا۔ صفتِ جنت **فلورميت ببصر قلبك نحوماً يوصف لك منها لغرفت نفسك عن بدائع ما اخرج الى الدنيا من شهواتها ولذاتها وزخارفِ مناظر ها ولذهلت بالفكر فى اصطفاق اشجارٍ غيبت عروقها فى كثبان المسك على سواحلِ النهار ها فى تعليق كنائس اللؤلؤ الرطب عساليجها و افنا نها وطلوعِ تلك الثمار مختلفة فى غلاف اكمامها تحنى من غير تكلف قتانى على منية ويطاف علىٰ نزالها فى افنية قصورها بالا غسال المصفقتو الخمور المروقة قوم لم ترنل الكرامة تتمادى بهم حتىٰ حلوا دارالقرارو امنوا نقلة الاسفار فلو شغلت قلبك ايها المستمع بالوصلول الىٰ مايهجم عليك من تلك المناظر الموانقة لزهقت نفسك شوقا اليها ولتحملت من مجلسى هذا الى مجاورة اهل القبور استعجالاً جعلنا الله واياكم ممن بسيعى بقلبه الى منازل الابرار رحمته** ترجمہ اگر تو اپنی دل کی آنکھ کو بعض ان اشیاء کی طرف لگائے جو نعماتِ بہشت سے تیرے لئے بیان ہوتی ہیں تو البتہ تیرا نفس دنیا کی عجیب خواہشوں اور نادر لذتوں اور آبدار منظروں سے نفرت کرنے لگے اور مدہوش ہو جائے، جب کہ اس کے درختوں کے مشک کے انباروں پر اگنے اور انہارِ جنت کے کناروں پر کھڑے جھومنے کا خیال دل میں لائے کہ ان کی شاخوں میں خوشے مرداریدِ تر کے لٹک رہے ہیں اور طرح طرح کے پھل اپنے غلافوں سے نکلے ہوئے ہیں، اور تو بے رنج و کلفت ان کو چنتا ہے اور وہ حسبِ خواہش اس کے چنے والے کے پاس آ جاتے ہیں اور اہلِ بہشت پر ان کے قصروں کے صحنوں میں گردش کرتے رہتے ہیں حالاں کہ شہدِ صافی اور شرابِ مروّق ان کے ساتھ ہے۔ اہلِ بہشت وہ لوگ ہیں کہ ہمیشہ ان کی تواضع و بزرگداشت ہوتی رہتی ہے جب تک کہ وہ دار القراء میں وارد ہوتے اور نقل و سفر کی زحمت سے امن میں ہو جاتے ہیں۔ پس اے سننے والے ان باتوں کے، اگر تو اپنے دل کو اس کیفیت کی طرف جو ان سیرگاہوں سبزہ زاروں کے دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے، مشغول کرے تو تیری جان ان کے شوق میں بدن سے نکل جائے اور تو مارے جلدی کے ہماری اس مجلس سے اہلِ قبور کی ہمسائیگی میں لے جایا جائے، خدا ہم کو

اور تم کو اپنی رحمت سے ان لوگوں میں شامل کرے جو بہ دل مدارجِ ابرار کی طرف سعی کرنے والے ہیں۔ عذابِ دوزخ کے بارے میں ذرا سا بیان: **واعلموا انه ليسَ لهذا الجلد الرقيق صبر على النار فارحموا انفوسَكم فانكم قد جربتموها فى مصائب الدنيا افرايتم جزع احدكم من الشوكة تصيبه والعثرة تدميه والرمضاء تحرقه فيكف اذا كان صابقتين من نار ضبيع حجرٍ وقرين شيطان۔ اعلمتم ان مالكا اذا غضيت على النار حطم بعضها بعضاً لغضبه واذا زجرها فوثبت من ابوابها جزعاً من زجرته ايها اليفن الكبير الذى قد لهزه القير كيف اذت ذالنحمت اطواق النار بعظام الاعناق ونشيت الجوامع حتىٰ اكلت لحوم السواعد** ترجمہ جانو تم کہ تمہاری یہ پتلی اور رقیق جلد آتشِ دوزخ پر صبر نہیں کرسکتی پس اپنے نفسوں پر رحم کرو کیوں کہ تم ان کو مصائب دنیا میں آزما چکے ہو آیا تم نے اپنے درمیان سے کسی ایک کی بے قراری نہیں دیکھی، جب کہ کوئی کانٹا اس کے چبھ جاتا ہے، یا ٹھوکر سے خون نکل آتا ہے، یا ریگِ گرم پر پاؤں جا پڑتا ہے۔ پس کیا حال ہوگا اس وقت جب کہ جہنم کے دو طبقوں کے بیچ میں مقام ہوگا، اور سنگہائے آتشین ہم بستر اور شیاطین قرین و ہم نشین ہوں گے، آیا تم جانتے ہو کہ جب مالک آتشِ جہنم پر غضب ناک ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کو ریزہ ریزہ کرڈالتی ہے اور جب اس کو زجر کرتا ہے تو وہ اس کے زجر سے مضطرب ہوکر ابوابِ جہنم سے نکلنے لگتی ہے اے پیرِ سن رسیدہ کہ بوڑھاپا تیرے گوشت و پوست میں سرایت کرگیا ہے کیا حالت ہوگی تیری، جب کہ طوقہائے آتشین گردن کی ہڈیوں میں پڑیں گے اور تجھ کو غل و زنجیر کریں گے تاانیکہ آگ تیرے پہنچوں کے گوشت کھالے گی۔

امیر المومنینؑ کے بعض فضائل، خصائل، لطافت ومحاسن: صواعق محرقہ میں ہے کہ فضائل علیؑ زیادہ اور مناقب ان کے عظیم و مشہور ہیں حتیٰ کہ احمد بن حنبل نے کہا ہے **ماجاء لاحد من الفضائل ماجاء لعليٍ** کہ کسی کے لئے اس قدر فضائل نہیں آئے جتنے کہ علیؑ کے لئے آئے ہیں۔ اور اسمٰعیل قاضی اور نسائی اور ابوعلیؒ نیشاپوری کا قول ہے کہ صحابہ سے کسی کے حق میں اس قدر فضائل بسند حسن وارد نہیں ہوئے جتنے علیؑ کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ایک ہزار بردے آپ نے اپنے کدّ ید (ہاتھ کی محنت) سے راہِ خدا میں آزاد کئے۔ ایک بار ایک وسق (بارِ شتر) گٹھلیاں آپ کے پاس دیکھی گئیں۔ دریافت کیا گیا کہ کس لئے یہ جمع کی ہیں فرمایا یہ ایک لاکھ درخت ہیں انشاءاللہ تعالیٰ۔ پس آپ نے وہ گٹھلیاں بودیں تمام اُگ آئیں اور درخت ہوگئے چنانچہ وہ باغ آپ کے اوقاف سے ہے اور نیز خیبر و وادی القرے وغیرہ میں حضرتؑ کے وقفیات ہیں اور ایک سو چشمے پانی کے مینبع میں نکالے اور حاجیوں پر وقف فرمائے کہ آج تک موجود ہیں اور مکہ اور کوفہ کے راستوں میں اور مسجد فتح میں اور کوہِ احد میں مقابل قبرِ حمزہؓ کے

اور میقات میں اور کوفہ اور جامع بصرہ میں اور دیگر مقامات میں آپ نے کنوئیں کھدوائے اور وہ حضرت کہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو ہزار رکعت نماز بجالاتے سات سال اکیلے رسول اللہ کے ساتھ اور تیس برس نبیؐ کریم کے بعد عبادت کی۔ دس حج ان کے ساتھ کیئے۔ نبیؐ کریم کی زندگی میں کفار پر اور وفات کے بعد باغیانِ سرکش پر جہاد کیئے۔ ان کے فتوے جہان میں رائج اور ان کے علوم دنیا میں شائع ہیں اور وہ ہیں جنہوں نے احیاء سنت کیا اور بدعت کو محو فرمایا۔ ام سعید کنیز امیر المومنینؑ سے پوچھا آپ ماہ رمضان میں رات کو کس قدر نماز پڑھتے تھے۔ کہا رمضان وشوال سب ان کے نزدیک یکساں تھے۔ ہمیشہ رات بھر مشغولِ عبادت رہتے تھے۔ مروی ہے کہ بعض اوقات یہ صورت ہوتی کہ نمازِ مغربین پڑھ کر مشغولِ قرآن ونماز ہوتے تا اینکہ بوقت طلوع فجر تجدیدِ وضو کر کے باہر آتے اور نماز صبح بجماعت ادا کرتے پھر طلوعِ آفتاب تک مشغول تعقیبات رہتے پس اہلِ معاملہ جمع ہو جاتے تا زوالِ آفتاب لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ فرماتے پھر بتجدیدِ وضو نماز ظہر پڑھتے اور تعقیب پڑھتے رہتے تا اینکہ نماز عصر بجالاتے پھر حکم کرنے اور فتوے دینے میں شام ہو جاتی۔ منقول ہے کہ نماز کا وقت آتا تو رنگِ روئے مبارک متغیر ہو جاتا اور بدن کانپنے لگتا۔ اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اس امانت کا وقت آیا ہے جس کو حق تعالیٰ نے آسمان وزمین و پہاڑوں پر عرض کیا انہوں نے اس کے تحمل سے انکار کیا مگر انسان نے باوجود اپنے ضعفِ قوت کے اسے اٹھایا پس میں نہیں جانتا کہ اس کو اچھی طرح اٹھا سکوں یا نہ

ے حیدرؑ وہ تھے کہ کرتے تھے جب طاعتِ خدا
ہیبت سے کانپتا تھا بدن سر سے تا بہ پا

اور نماز میں آپ کے استغراق ومحویت کی یہ نوبت تھی کہ ایک مرتبہ جنگِ احد میں تیر لگا تھا کہ اس کی بھال بدنِ اطہر میں اُتر گئی تھی اور بلا زحمت شدید نکل نہیں سکتی تھی۔ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا جس وقت علی نماز کو کھڑے ہوں اس وقت اس کو نکالو کہ ہمہ تنِ محویادِ الٰہی ہوتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے اصلا خبر نہیں رکھتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مصلا تمام خون میں تر ہو گیا تھا مگر امام اتقیا کو ذرا احساس نہ ہوا حتیٰ کہ بعد فراغتِ نماز پوچھا کہ یہ خون کہاں سے آیا۔ فرید عطار کہتا ہے

ے چناں شد در نماز او محو سُجاں
کہ از پایش بروں کردند پیکاں

اور ملا عبدالرحمٰن جامی نے بھی اس قصہ کو تحفۃ الاحرار میں نظم کیا ہے۔

روایت ہے کہ ابوبکر خلیفہ ہوئے تو منبرِ رسول اللہ پر آنحضرتؐ کی نشست گاہ سے ایک درجہ نیچے بیٹھے۔ عمر نے اپنے عہدِ خلافت میں وہ درجہ بھی چھوڑ دیا۔ عثمان اُن سے بھی ایک درجہ نیچے بیٹھتے تھے۔ امیر المومنینؑ سے بیعت ہوئی تو

آپ نے رسولؐ اللہ کے مقام پر جلوس فرمایا۔ حاضرین اس بارے میں کچھ سرگوشی کرنے لگے، آپ نے فرمایا یہ کیا گفتگو ہے، کہا لوگ آپ کے رسول اللہ کے مقام پر بیٹھنے میں معترض ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ جو میری جگہ بیٹھے اور میرے عمل کے موافق عمل نہ کرے حق تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔ پس قسم بخدا کہ میں آنحضرتؐ کے عمل کے موافق عمل کرتا ہوں اور ان کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور اوروں کو اس کا حکم دیتا ہوں مجھ کو آنحضرتؐ کی جگہ میں بیٹھنا جائز ہے بروایتے فرمایا **انا الذی وَضَعتُ قدمیّ علی خاتم النبوة فما هذه الاعواد** میں وہ ہوں کہ اپنے قدموں کو دوشِ نبی پر مہرِ نبوت کے اوپر رکھا تھا یہ تختے تو کیا چیز ہیں **انا مُحمّدٌ و مُحمّدٌ مِنّی** میں محمدؐ سے ہوں اور محمدؐ مجھ سے ہیں۔ نیز منقول ہے کہ ابوبکر مرے تو کچھ اوپر چالیس ہزار درہم کا قرضہ بیت المال کا ان کے ذمے تھا علیٰ ہذا عمر چھیاسی ہزار اپنے سر لے گئے۔ عثمان کے ذمہ بیت المال کا تو کوئی حدو حساب ہی نہیں مگر امیر المومنینؑ نے شہادت پائی تو آپ کے عطایا سے سات سو درہم فاضل آپ کے پاس تھے جس سے ایک خادم مول لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین فرماتے تھے اے اہلِ کوفہ میں تمہارے شہر میں اپنے پہننے کے کپڑے اور پالانِ شتر اور شتر لے کر آیا ہوں۔ اگر ان کے سوا کوئی اور شے لے کر جاؤں تو جاننا کہ یہ خائن ہے اور اہلِ بصرہ سے آپ نے فرمایا کہ تم میرے اوپر کیا اعتراض کرو گے یہ (پیراہن مبارک کی طرف اشارہ کیا) میرے گھر کے کتے ہوئے سوت کا ہے۔ مناقبِ مرتضوی میں ہے کہ زمانہ خلافتِ امیر المومنینؑ میں بصرہ سے سمرقند تک حضرت کے قبضۂ قدرت میں تھا باوجود اس کے اس قدر متواضع تھے کہ بازارِ کوفہ میں پیادہ پا جاتے لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے اور آپ سے واقف نہ ہوتے جب زیادہ ہجوم آگے جمع ہو جاتا تو بکمالِ شفقت فرماتے مومنو علیؑ کو راستہ دو یہ آوازِ دلنواز حضرت کی سن کر خلقت ایک طرف ہو جاتی اور آپ وہاں سے گزر جاتے۔ نیز مناقب میں ہے کہ معمول تھا کہ ہر ہفتہ ایک صاع جو پسوا کر ایک کدوئے خشک میں بھر لیتے اور اس کے منہ کو بند کر کے مہر لگا دیتے۔ کبھی ایک قرص نان اس سے تیار کراتے اور کبھی ایک مٹھی آٹے پر قناعت فرماتے اور پھر سر کدو کو مہر کر دیتے۔ عرض کیا گیا یا امیر المومنینؑ مہر کس لئے لگاتے ہیں فرمایا مبادا حسنینؑ آرد گندم اس میں شامل کر دیں۔ ایک روز ایک شخص ملوکِ عرب سے جناب حسنؑ مجتبیٰ کی

ا۔ پیشتر حالاتِ خلافتِ عثمان میں گزرا کہ وہ بروز بیعت منبر رسول اللہ پر آنحضرت کے درجہ پر بیٹھے اور اس روایت سے ان کا عمر کے درجہ سے بھی نیچے بیٹھنا پایا جاتا ہے۔ صورت جمع ان کی قطع نظر اس کے کہ وہ روایت اہل سنت کی روضۃ الاحباب وغیرہ سے منقول ہے اور یہ مناقب بن شہر آشوب کی ہے۔ یہ ہے کہ اول بار خلیفہ ثالث درجہ اعلیٰ پر بجائے رسول اللہ بیٹھے بعد ازاں درجہ عمر سے نیچے بیٹھتے رہے ہوں خصوصاً جبکہ اس جگہ بیٹھ کر خفت اٹھا چکے تھے۔ ۱۲۔ منہ عفی عنہ۔

ملاقات کو آیا جس وقت نمازی نمازِ مغرب پڑھ کر مسجد سے متفرق ہوئے تو دیکھا کہ ان حضرت نے کدو نکالا اور آرد جو اس میں سے نکال کر افطار کرتے تھے کہ وہ شخص بھی نماز سے فارغ ہوا آپ نے ایک مشت آرد اسے عطا کیا اس نے گوشۂ عمامہ میں باندھ لیا اور حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب دستر خوان بچھا اور انواع و اقسام کے کھانے اس کے آگے چنے گئے تو اس مرد نے تھوڑا سا کھانا اس میں سے اٹھا لیا اور کہا مسجد میں ایک مرد درویش شدّتِ گرسنگی سے آٹا کھا رہا ہے اگر اجازت ہو تو یہ کھانا اس کو پہنچا آؤں۔ امام حسنؑ نے یہ سنا تو رونے لگے اور فرمایا وہ درویش جن کو تو نے دیکھا بادشاہِ دین و دنیا خلیفہ وقت ہیں انہوں نے یہ حالت بقصد اختیار کی ہے۔ ایک روز ایک باپ بیٹا آنحضرت کے یہاں مہمان ہوئے کھانا آیا تو قنبر طشت و آفتابہ لائے کہ ہاتھ دھلائیں حضرت خود اٹھے اور آفتابہ ان سے لے لیا کہ آپ اپنے مہمان کے ہاتھ دھلائیں۔ وہ شخص قدم مبارک پر گر پڑا اور عرض کی یا امیر المومنینؑ میں کیونکر راضی ہوں کہ خداوند عالم دیکھے کہ آپ میرے ہاتھ دھلائیں فرمایا بیٹھ جا میں دوست رکھتا ہوں اس امر کو کہ خدا دیکھے کہ ایک مومن اپنے برادر مومن کی خدمت کرتا ہے تا کہ اس کو بہشت میں دس گونہ خدمت گار اور غلام عنایت کرے پس وہ شخص بیٹھ گیا اور حضرت نے اس کو اپنے حقِ امامت کی قسم دے کر کہا کہ باطمینانِ خاطر ہاتھ دھوئے گویا کہ قنبر تیرے ہاتھ دُھلا رہا ہے۔ پس فارغ ہو کر محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ تم اس کے بیٹے کے ہاتھ دھلاؤ اگر یہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہی اس کے ہاتھ بھی دھلاتا مگر حق تعالیٰ راضی نہیں کہ باپ بیٹے کی حرمت برابر کی جائے جبکہ دونوں ساتھ ہوں۔ باپ نے باپ کے ہاتھ دھلائے ہیں تو چاہیے کہ بیٹا بیٹے کے ہاتھ دھلائے۔ قنبر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولائے مومنین غسل کے لئے دریائے فرات پر تشریف لے گئے کرتہ اتار کر کنارے رکھ دیا اور دریا کے اندر داخل ہوئے۔ ناگہاں ایک موج آئی اور کرتہ بہا لے گئی۔ حضرت غسل کر کے نکلے تو کرتہ نہ پا کر سخت متردد ہوئے اس وقت ایک آواز ہاتف کی آئی کہ ابوالحسنؑ اپنے داہنے ہاتھ کی طرف نگاہ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پارچہ ایک کپڑے میں لپٹا ہوا رکھا ہے کھولا تو معلوم ہوا کہ کرتہ ہے اس کو اٹھایا اس کی جیب میں سے ایک رقعہ گرا اس میں لکھا تھا **ھدیة من الله العزیز الحکیم الی علی بن ابی طالب وھذا قمیص ہارون بن عمران واورثنا ھا قوماً اخرین** کہ یہ تحفہ ہے خدائے عزیز حکیم کی طرف سے علی بن ابی طالب کے لئے اور یہ کرتا ہارون پسر عمران برادر موسیٰؑ کا ہے اور وارث کیا ہے ہم نے اس کا اوروں کے تئیں۔ ابنِ عباس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ دو ناقے بلند قامت فربہ اندام حضرت خیر الانام کے پاس ہدیہ میں آئے آپ نے اصحابِ کرام سے فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے کہ دو رکعت نماز و بہ قیام وقعود و رکوع و سجود و خضوع و خشوع بجا لائے اور اس کے درمیان امورِ دنیا سے کسی امر کا خیال دل میں نہ آنے دے تا کہ میں ایک ناقہ ان دو ناقوں سے اس کے

تئیں عطا کروں۔ حضرت نے تین مرتبہ اس کلام کا تکرار کیا مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ تب امیر المومنینؑ نے فرمایا یا رسول اللہ میں ایسی نماز پڑھوں گا فرمایا یا علیؑ پڑھ رحمت خدا ہو تجھ پر پس آپ کھڑے ہو گئے اور تکبیرۃ الاحرام کہہ کر نماز پڑھی، سلام پھیرا تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ حق تعالیٰ بعد تحفہ درود و سلام کے ارشاد کرتا ہے کہ علی کو ایک ناقہ حسب اقرار اپنے عطا کرو۔ رسولؐ خدا نے فرمایا برادر جبرئیل میں نے شرط کی تھی کہ نماز کے درمیان کسی امور دنیوی کا خیال دل میں نہ لائے علی جو تشہد کے لئے بیٹھے تو سوچتے تھے کہ کون سا ناقہ ان دو سے لوں۔ جبرئیل نے کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا یہ خیال کرنا کہ کون سا ناقہ ان سے لوں خدا کے واسطے تھا اپنے نفس اور دنیا کے واسطے نہ تھا وہ چاہتے تھے کہ ان دو ناقوں میں سے جو بزرگ تر وفربہ زیادہ ہو وہ لوں اور اس کے نحر کر کے اس کا گوشت راہِ خدا میں خیرات کر دوں۔ رسولِ خداؐ یہ سن کر گریاں ہوئے اور دونوں ناقے حضرت امیر المومنین کو بخش دیئے۔ پس آیہ شریفہ **فی ذلک لذکریٰ وموعظة** الخ اس مقدمے میں نازل ہوئی اور ابو ہریرہ سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرد رسولؐ اللہ کے پاس آیا اور گرسنگی کی شکایت کی آپ نے ازواج کے پاس کسی کو بھیج کر کھانا طلب کیا۔ معلوم ہوا کہ کسی کے پاس پینے کے پانی کے سوا دوسری شے نہیں پس فرمایا کہ کون ہے جو آج رات کو اس کے تئیں مہمان کرے اور کھانا دے۔ حضرت امیرؑ نے اسے قبول کیا اور اس شخص کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور جنابِ فاطمہؑ سے کہا اے دخترِ رسول خدا تمہارے پاس کچھ کھانا حاضر ہے کہا صرف قوت شبینہ بچوں کو رکھا ہے مگر ہم مہمان کو ان پر ایثار و اختیار کریں گے۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا بچوں کو بھوکا سلا دو اور چراغ گل کر دو پھر مہمان کو بلایا اور اس کے ساتھ کھانے بیٹھے اور منہ چلاتے تھے گویا کھاتے ہیں مگر کھاتے کچھ نہ تھے بعد فراغتِ طعام چراغ روشن کیا تو دیکھا کہ خوان کھانے سے پُر ہے۔ صبح کو رسولؐ اللہ نے بعد نماز حضرت کی طرف منہ کیا اور کہا یا علیؑ تمہاری یہ مہمان نوازی حق تعالیٰ کو کمال پسند آئی۔ پس تلاوت فرمایا آیہ شریفہ **ویو ثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصة** کو یعنی اختیار کرتے ہیں وہ اوروں کو اپنے نفسوں پر ہر چند کہ ان کے تئیں خصاصہ یعنی بھوک لگی ہوئی ہو۔ ایک مرتبہ رسول خدا کے پاس تین سو دینار ہدیے میں آئے آپ نے وہ تمام امیر المومنین کو بخشے۔ **خیرات عجیب** حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے وہ دینار لئے اور ارادہ کیا کہ شب کو ان میں سے کچھ دینار خیرات کروں کہ حق تعالیٰ اسے قبول کرے۔ پس نمازِ عشا مسجد رسولؐ میں آنحضرت کے ساتھ پڑھ کر اور سو دینار ساتھ لے کر مسجد سے نکلا۔ ایک عورت آگے آئی اس کو دے دیئے۔ صبح ہوئی تو سنا کہ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ نے رات کو ایک زنِ بدکار کو سو دینار عطا کئے۔ سخت افسوس اس بات کے سننے سے عارض ہوا۔ دوسری رات اندھیرے میں پھر سو دینار لے کر مسجد سے چلا اس رات کو ایک مرد سامنے آیا وہ اس کے حوالے کئے صبح کو لوگوں کو چرچا کرتے سنا کہ علیؑ نے شب کو ایک سارق (چور) کو سو دنیار

دے دیئے۔ یہ سن کر نہایت غمگین ہوا۔ تیسری رات باقی سو دینار لئے اور تاریکی شب میں مسجد سے چلا پھر ایک مرد ملا بغیر صورت دیکھے کے وہ سو اس کو دیئے۔ صبح ہوئی تو لوگ کہتے تھے کہ علیؑ نے سو دنیار ایک مرد غنی و مالدار کو دیئے۔ میں یہ سن کر بے تاب ہو گیا اور جا کر رسولؐ خدا کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یا علیؑ یہ جبرئیل موجود ہیں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تمہارے صدقات قبول کئے اور تمہارے عمل کو مزکّےٰ اور پاکیزہ گردانا۔ سو دینار کہ تم نے پہلی رات خیرات کئے ایک بدکار عورت کے ہاتھ لگے وہ اپنے گھر گئی اور بدکاری سے بصدق دل خدا کے آگے توبہ کی اور ان سو دیناروں کو اصل مال اپنا قرار دیا اب شوہر کی تلاش کر رہی ہے کہ اس کے ساتھ نکاح پڑھائے اور صدقہ ثانیہ ایک چور کو ملا اس نے چوری چھوڑ دی اور اس سو دینار کو راس المال بنا کر تجارت شروع کی۔ تیسرے دن کا صدقہ ایک مالدار نے پایا جس نے سالہا سال سے زکوٰۃ اپنے مال کی ادا نہیں کی تھی۔ یہ روپیہ پا کر اپنے تئیں ملامت کیا کہ برا ہو تیرا اے نفسِ شوم یہ علیؑ ابن ابی طالب ہے کہ بایں ناداری سو اشرفی راہِ خدا میں خیرات کرتا ہے اور تیرے پاس اتنا کچھ مال ہے اور اس کی زکوٰۃ واجبی بھی نہیں دیتا۔ تف ہے تجھ پر یہ کہہ کر تمام مال کا حساب لگایا اور زکوٰۃ نکالی کہ اتنا اور اتنا روپیہ ہوا پھر حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ حق تعالیٰ نے تمہارے بارہ میں یہ آیہ نازل فرمائی **رجال لاتلهيهم تجارة ولابيع** الخ بالجملہ نوبت سیر چشمی و سخا اس کان نوال و عطا کی یہاں تک پہنچی تھی کہ سیم و زر و حجر نظر مبارک میں سب یکساں تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے سوال کیا تو آپ نے اس کے لئے ایک ہزار کا حکم دیا وکیل نے عرض کی کہ ہزار چاندی کے (درہم) دوں یا سونے کے (دینار) فرمایا **کلاهما عندی حجران فاعط الاعرابی انفعهما** کہ میرے نزدیک دونوں یکساں پتھر ہیں تو اعرابی کو دونوں میں سے وہ دے جو اس کو زیادہ فائدہ بخشے۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ کہتا ہے کہ میں نے امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کو دیکھا کہ یتیم بچوں کو بلاتے اور اس لطف و شفقت سے ان کو شہد کھلاتے ہیں کہ بعض اصحاب آنحضرت نے آرزو کی کہ کاش میں یتیم ہوتا کہ اس طرح سے ان کے دستِ مبارک سے شہد کھاتا۔ ابن مردویہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ہم لوگوں کے خبثِ ولادت کو علی ابن ابی طالب کے بغض و عداوت سے دریافت کیا کرتے تھے۔ نیز انس نے ایک حدیثِ طویل میں کہا کہ جنگِ خیبر کے بعد تو یہ صورت تھی کہ ایک مرد اپنے بچے کو کندھے پر سوار کر کے آنحضرت کے رہگذر پر کھڑا ہوتا جب وہاں سے گزرتے تو ان کی طرف انگشت سے اشارہ کرتا اور لڑکے سے پوچھتا اے فرزند تو ان سے محبت رکھتا ہے اگر اقرار کرتا تو اپنی فرزندی میں قبول کرتا ورنہ زمین پر پٹک دیتا کہ جا اور اپنی ماں سے ملحق ہو مجھ کو تجھ سے کچھ علاقہ نہیں۔ اصبغ بن نباتہ نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تین شخص مجھ کو کبھی دوست نہ رکھیں گے، والد الزنا، منافق اور وہ جس کا نطفہ حیض مادر میں منعقد ہوا ہو۔ مسعودی مروج

الذہب میں کہتا ہے **قصہ ابودلف عجلی** کہ عیسیٰ بن ابودلف[1] نے کہا میرا بھائی دلف جس کے نام پر میرے باپ کی کنیت ابودلف تھی امیر المومنینؑ کی مذمت کرتا اور ان کو اور ان کے شیعوں کو برا کہتا اور جہل سے نسبت دیتا تا اینکہ ایک روز ابودلف حاضر نہ تھا دلف اس کی مسند پر بیٹھا اہلِ مجلس سے کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی علی کی عیب جوئی نہیں کرتا الاحرام زادہ تم لوگوں کو امیر ابودلف کی غیرت کا حال معلوم ہے کہ کوئی اس کی ازواج کو کسی فحش آلودگی سے متہم نہیں کرسکتا میں اس کا بیٹا ہوں اور علی کی بدگوئی کرتا ہوں راوی کہتا ہے کہ ہنوز جملہ تمام نہ ہوا تھا کہ ابودلف بھی وہاں آن پہنچا لوگ اسے دیکھ کر اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے مگر اس نے بیٹھتے ہی کہا جو کچھ دلف نے اس وقت کہا میں نے سنا وہ حدیث جھوٹی

---

[1] امیر ابودلف قاسم بن عیسیٰ العجلی مامون و معتصم کے زمانہ میں ایک امیر کبیر گزرا ہے ملوک و خلفا اس کی رائے جہاں آرا سے حل مشکلات چاہتے اور آئین حکومت و بادشاہت اخذ فرماتے تھے۔ اس کی جود و سخاوت و جوانمردی و شجاعت وادب و بلاغت مشہور و معروف ہے۔ ابوبکر بن بطاح و علی بن جبلہ دو شاعر اس کی مدح گستری کرتے اور محامد اوصاف کو پھیلاتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر اس کی فیاضی کو اس طرح سراہتا ہے۔

یا طالبا الکیمیاء و علمہ — مدح بن عیسی الکیمیاءُ الاعظم
لولم یکن فی الارض الا درھم — ومدحتہ لا تاک ذالک الدرھم

یعنی اے کیمیا اور علم کیمیا کے خواہش کرنے والے۔ ابن عیسیٰ (ابودلف) کی مدح سرائی بڑی کیمیا ہے اس کو اختیار کر کیونکہ اگر روئے زمین پر صرف ایک ہی درہم ہو اور تو اس کی مدح کرے تو وہ تجھ کو وہی درہم دے دے گا۔ ابن خلکان مورخ کہتا ہے کہ ابودلف نے ابوبکر مذکور کو ان دو شعروں کے صلہ میں دس ہزار درہم عنایت کئے جس سے اس نے نہر ابلّہ کے کنارے ایک گاؤں خرید کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پھر ابودلف کے پاس آیا اور یہ دو اور شعر اس کو گزرانے۔

بک اتبعت فی نھر الابلة قریة — علیھا قصر بالرخام مشید
الی جنبھا اخت لھا یعرضونھا — وعندک مال "للھبات عتید"

یعنی تمہاری بدولت میں نے نہر ابلہ پر ایک گاؤں خریدا ہے جس میں ایک محل سنگ رخام سے مضبوط بنا ہوا ہے۔ اس موضع کے پہلو میں اس کی بہن ایک اور گاؤں معرض بیع میں ہے اور تمہارا مال بخششوں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ ابودلف نے کہا وہ گاؤں کہاں تک مل جائے گا کہا دس ہزار تک ابودلف نے دس ہزار درہم اس کو دلوا دیئے اور کہا اے ابوبکر نہر ابلہ بہت لمبی نہر ہے اس کے کنارے بہت سے دیہات بستے ہیں اور ہر گاؤں دوسرے گاؤں کے پہلو میں اور اس کی بہن ہے زنہار کہ تو یہ دروازہ نہ کھولیو کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ ابوبکر ہنسا اور روپیہ لے کر چلتا ہوا۔ اس کے آثار شجاعت سے ہے کہ بہادران کردے کہ اکثر اس کے ملک میں رہزنی وقزاقی کرتے رہتے تھے۔ تنہا شکار میں ملا اور ان پر حملہ کیا وہ بھاگے ابودلف نے پیچھے سے پہنچ کر ایک کی پشت میں برچھی لگائی کہ اس کے سینہ سے پار ہو کر دوسرے کی کہ اس کے آگے جا رہا تھا پشت میں لگی اور دونوں گھوڑوں سے گر کر ٹھنڈے ہو گئے۔ ابودلف نے ۲۲۶ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔ رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۔ مجالس المومنین۔

نہیں قسم بخدا کہ دلف ولد زنا وُلد حیض ہے۔ کیفیت اس کی یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار تھا میری بہن نے اپنی کنیز میری خدمت میں بھیج دی مجھ کو وہ اچھی معلوم ہوئی اور اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا اس کے ساتھ مباشرت کی حالانکہ وہ حائض تھی جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو ہمشیر نے وہ لونڈی مجھ کو ہبہ کر دی پس دلف اس سے پیدا ہوا۔ ابن مردویہ نے باسناد خود روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے علی اگر کوئی ہزار سال خدا کی عبادت کرے اور اس کے پاس بقدر کوہ احد سونا ہو اور تمام کو راہ خدا میں تصدق کرے اور اس کی عمر اس قدر ہو کہ ایک ہزار حج پیادہ پا بجا لائے پھر صفا و مروہ کے درمیان مظلوم مقتول ہو اور تیرے ساتھ محبت نہ رکھتا ہو تو وہ کبھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا بلکہ اس کی بو بھی نہ سونگھے گا۔ منقول ہے کہ ایک روز تمازتِ آفتاب میں حضرت امیرؑ کہیں سے تشریف لائے تھے دروازے پر ایک عورت کو دیکھا کہ کھڑی کہہ رہی ہے کہ میرا شوہر مجھ پر تعدی کرتا اور مجھ کو دھمکاتا ہے اور قسم کھائی ہے کہ تجھے ماروں گا فرمایا اے عورت اتنا صبر کر کہ حدت دھوپ کی کم ہو اس وقت تیرے ساتھ چل کر اس کو فہمائش کروں کہا اتنی دیر میں اس کی آتشِ غضب اور تیز ہو جائے گی حضرت نے سر جھکا لیا پھر فرمایا نہیں قسم خدا کی ستم رسیدہ کی دادرسی میں تاخیر نہیں چاہئے۔ اے نیک بخت تیرا مکان کدھر ہے غرض عورت حضرت کو گھر لے گئی آپ نے دروازہ پر پہنچ کر آواز دی السلام علیکم ایک جوان باہر آیا فرمایا اے بندۂ خدا، خدا سے ڈر اور اپنی عورت کو ناحق ایذا نہ دے۔ جوان نے کہا تم کون ہو اور تمہیں اس میں کیا مداخلت، میں تمہاری سفارش پر اس کو اور زیادہ ستاؤں گا، حضرت نے فرمایا میں تجھ کو امر بالمعروف کرتا ہوں اور تو الٹا برخلاف جواب دیتا ہے۔ اتنے میں راہ گیر حضرت کو دیکھ کر جمع ہو گئے اور سلام علیکم یا امیر المومنینؑ کہتے تھے۔ وہ جوان یہ دیکھ کر حضرت کے پاؤں میں گر پڑا کہ للّٰہ میرا قصور معاف فرمایئے قسم خدا کی اگر اب یہ عورت میری گردن کو بھی پاؤں رکھ کر کچلے گی تب بھی اسے کچھ نہ کہوں گا۔ حضرت نے تلوار میان کر لی اور کہا اے عورت اپنے گھر میں جا اور اپنے شوہر کی اطاعت کر ابو مطر بصری کہتا ہے کہ امیر المومنین خرما فروشوں کے بازار سے جا رہے تھے دیکھا کہ ایک کنیز ایک دکان پر کھڑی زار زار رو رہی ہے فرمایا اے لونڈی کس لئے روتی ہے عرض کی میرے آقا نے ایک درہم کے خرمے منگائے تھے۔ اس دکان سے لے گئی تھی وہ اس کو پسند نہ آئے واپس کئے اب دکاندار کو پھیرتی ہوں تو نہیں لیتا۔ آپ نے خرما فروش سے کہا اے شخص یہ خادمہ ہے اس کا قصور نہیں کھجوریں لے لے اور درہم اس کو دے دے وہ بد بخت حضرت کو نہ پہچانتا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بے دھڑک ایک دھول سینۂ مبارک میں ماری لوگ یہ دیکھ کر دوڑے کہ کیا غضب کیا تو نے کہ امیر المومنین کے ساتھ ایسی گستاخی کی دکاندار کا یہ سن کر رنگ فق ہو گیا اور تھرتھر کانپنے لگا اور جلد کھجوریں عورت سے لے کر درہم اس کو دے دیا اور کہا یا امیر المومنینؑ میرا قصور معاف فرمایئے کہ نادانستہ مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی ہے فرمایا تو نے جو عورت کے ساتھ اپنا معاملہ درست کر لیا تو میں

اس لئے تجھ سے رضا مند ہوں۔ دیگر مشہور ہے کہ ایک عورت کہ پانی سے بھری ہوئی مشک لئے جا رہی تھی راہ میں آپ سے ملی آپ نے وہ مشک اس سے لے لی اور جہاں اس نے کہا وہاں پہنچا دی اور اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا علی ابن ابی طالب نے میرے شوہر کو کسی سرحد پر بھیجا تھا وہ وہاں مارا گیا میرے پاس یتیم بچے رہ گئے ان کی خاطر لوگوں کی محنت مزدوری کرتی پھرتی ہوں۔ حضرت دولت سرا کو تشریف لائے اور عورت کے خیال میں رات بھر بے چین رہے۔ صبح ہوئی تو ایک زنبیل اشیاء خوردنی سے پُر کی اور اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے راہ میں کسی نے کہا یہ زنبیل ہم کو دیجئے کہ ہم اس کو پہنچائیں قبول نہ کیا اور فرمایا قیامت کو میرا بوجھ کون اٹھائے گا۔ پس اس کے گھر پر جا کر دستک دی عورت نے اندر سے کہا کون ہے فرمایا وہی بندۂ خدا جس نے کل مشکِ آب اٹھوانے میں تمہاری امداد کی تھی۔ دروازہ کھولو کہ بچوں کے لئے کچھ کھانا لے کر آیا ہوں۔ عورت نے کہا خدا تجھ سے راضی ہو اور میرے اور علیؑ کے درمیان بحق حکم کرے۔ غرض حضرت اندر داخل ہوئے اور فرمایا میں بنظر ثواب تیری خدمت کرنا چاہتا ہوں یا تو تو آٹا گوندھ کر روٹی پکا یا بچوں کو بہلا کہ میں روٹی پکاؤں۔ عورت نے کہا روٹی میں اچھی پکاؤں گی تو بچوں کو کھلا تا رہ پس اس نے آرد خمیر کیا اور حضرت نے بچوں کو لیا اور گوشت پکایا جب پک گیا تو بوٹیاں اور کھجوریں ان کو کھلاتے اور کہتے جاتے تھے کہ بچو میرے علی ابن ابی طالب کا گناہ بحل کرد۔ آرد خمیر ہو چکا تو عورت نے کہا اے بندۂ خدا تنور میں آگ روشن کر آپ آگ سلگانے لگے۔ پھونکیں مارتے تھے حتیٰ کہ آگ کی گرمی سے چہرۂ مبارک تمتما گیا۔ فرمایا چکھ اے علی اس کے تئیں جو بیواؤں اور یتیموں کی خبر نہ لے اس کی یہی سزا ہے۔ پس ایک عورت نے ہمسایہ سے جو آپ کو پہچانتی تھی دیکھا اور چلائی وائے ہو تجھ پر امیر المومنینؑ سے خدمت لے رہی ہے عورت نے اپنا منہ پیٹ لیا کہ وائے بے حیائی کہ میں آنحضرت سے اس طرح پیش آئی آپ نے فرمایا اے عورت میں تجھ سے شرمندہ ہوں کہ تیری خبر گیری میں کوتاہی کی۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ عاشقانِ خلفا نے جہاں ان کی اصلاح حال میں اور طرح بے حد سعی فرمائی ہے وہاں اس قسم کے فضائل بھی کہ مذکور ہوئے ان کے سر تھوپنے میں کمی نہیں کی چنانچہ روایت مذکورہ مشہور ہے۔ بہت ہی ملتا جلتا ایک قصہ حضرت عمر کے حال میں یہ تراشا گیا ہے کہ وہ ایک رات گشت میں تھے کہ دور سے ایک روشنی آگ کی دکھلائی دی قریب گئے تو دیکھا ایک عورت ہے اور اس کے گرد چند بچے ایک ہنڈیا چولھے پر چڑھائے ان کی دلداری کر رہی ہے۔ نزدیک جا کر حال پوچھا تو اس نے بھوک اور سردی کی شکایت کی اور کہا یہ ہنڈیا خالی پانی سے بھر کر بچوں کی تسلی کے لئے چولھے پر رکھ چھوڑی ہے اور یہ بھی کہا کہ خدا ہمارا انصاف عمر سے لے کہ اس کے عہدِ حکومت میں یہ مصیبت ہم پر پڑی۔ روضۃ الاحباب میں ہے یہ سن کر حضرت عمر کو بہت قلق و اضطراب ہوا اور دوڑ کر بیت المال میں گئے اور ایک بوری آٹے اور روغن وغیرہ کی بھر کر اپنے کندھے پر اٹھالی۔ اسلم مولائے عمر کہتا ہے کہ یہ تمام

اشیاء لے جا کر عورت کو دیں تا کہ بچوں کے لئے کھانا پکائے۔ دیکھئے کیا صاف خاکہ اتارا اور کیسی اچھی صورت کی مورت کر دکھائی ہے۔ حضرت امیرؑ تو حضرتِ امیرؑ، حضرت رسول خدا کے خصائص و معجزات تک تو ان بزرگواروں کے دست بُرد سے نہیں بچے یعنی جو امور کہ وہ حضرت بہ وحی آسمانی و تائید یزدانی ظاہر کرتے تھے ان کے قول کے بموجب حضرت عمر بھی ویسے ہی بلکہ ان سے بڑھ کر دکھا دیتے تھے۔ جنگ موتہ میں زید بن حارثہ و جعفر بن ابی طالب و عبداللہ بن رواحہ یکے بعد دیگرے لڑ لڑ کر شہید ہو رہے تھے تو حضرت رسول خدا حسب وحی سماوی مدینہ میں اپنے اصحاب کو اس کی خبر دیتے جاتے تھے یہ تو حضرت رسالت پناہ کا معجزہ تھا اب جو اس کا جواب حضرت خلیفہ ثانی نے اپنے عہدِ خلافت میں دکھایا وہ بھی سنئے جنگ نہاوند کے دنوں میں جبکہ لشکرِ اسلام مصروفِ جہاد کفار تھا۔ ایک روز آپ نے مسجد مدینہ میں اثناء خطبہ جمعہ میں دو مرتبہ فرمایا **یا ساریة الجبل یا ساریة الجبل** اے ساریہ (نام سردار) پہاڑ کی طرف مائل ہو یہ آواز حضرت کی معرکۂ جنگ میں جو بمنازل و مراحل وہاں سے دور تھا، پہنچی اور مخاطب نے اس پر عمل کیا اور فتح پائی دیکھئے حضرت رسولؐ خدا نے تو صرف خبر ہی دی تھی حضرت عمر نے اتنی دور سے ان کو تدبیرِ جنگ تلقین کر کے فتح دلوائی تو وہ رسولؐ اللہ سے بڑھ کر ہوئے یا نہیں۔ بالجملہ یہاں حضرت امیرؑ کے سچے کمالات اور واقعی فضائل کا مذکور ہے ان میں کسی قدر اور سنئے اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک مرد امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور کہا **انا اُحِبُّکَ فی السّر کما اُحِبُّکَ فی العلانیة** کہ میں آپ کو دل میں بھی ایسا ہی دوست رکھتا ہوں جیسا کہ ظاہر میں حضرت ایک لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے پھر سر مبارک بلند کر کے فرمایا واللہ کہ تو جھوٹا ہے پھر ایک اور مرد آیا اور کہا **انی احبك** میں آپ کا دوست ہوں حضرت دیر تک لکڑی سے زمین کو کریدا کئے بعد ازاں فرمایا تو راست کہتا ہے۔ بہ تحقیق کہ ہماری طین (گل) یعنی مٹی طین مرحومہ ہے۔ حق تعالیٰ نے بروزِ میثاق اس پر عہد لیا ہے پس ہمارے دوستوں کی جماعت معیّن ہے نہ ان میں کوئی زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہم کسی مرد کو دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں اور ہم حقیقتِ ایمان و حقیقتِ کفر و نفاق سے واقف ہیں۔ **معجزۂ تجہیز و تکفینِ سلمانؓ فارسی** جابر انصاری ناقل ہیں کہ سلمانِ فارسیؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو زادان نے ان سے پوچھا کہ اے صحابیِ رسولؐ اللہ تم کو غسل کون دے کہا جس نے رسولؐ اللہ کو غسل دیا تھا کہا علیؑ بن ابی طالبؑ مدینہ میں ہیں اور تم مدائن میں وہ تم کو کیونکر غسل دے سکتے ہیں۔ کہا اے زادان وہ بحکمِ خالقِ الانس والجان یہاں آ جائیں گے۔ زادان نے کہا جونہی سلمان کی روح قبض ہوئی دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت دروازے سے آ رہے ہیں آتے ہی مجھ سے پوچھا ابو عبداللہ نے رحلت کی میں نے کہا **نعم یا سیدی** آگے بڑھ کر چادر روئے سلمانؓ سے سرکائی۔ سلمان حضرت پر متبسم ہوئے فرمایا مرحبا ہو تم پر اے ابو عبداللہ رسولؐ اللہ سے ملاقات ہو تو جو کچھ تمہارے بھائی کو اس قوم سے پیش آیا آنحضرت سے

بیان کرنا۔ پس متوجہ ان کی تجہیز کے ہوئے نماز پڑھی تو تکبیر بہت بلند کہی دو مرد آپ کے ساتھ اور تھے فراغت ہوئی تو میں نے پوچھا کہ وہ دو مرد کون تھے فرمایا ایک میرا بھائی جعفر طیار دوسرا خضر پیغمبر اور ہر ایک کے ساتھ ان سے ستر ستر صفیں ملائکہ کی تھیں کہ ہر صف میں ہزاراں ہزار فرشتے تھے۔ قاضی نور اللہ رحمہ اللہ مجالس المومنین میں کہتے ہیں کہ ایک روز مستنصر خلیفہ زیارتِ قبر سلمانؓ کو آیا۔ سید عزیز الدین اقسائی کوفی اس کے ساتھ تھے ان سے کہنے لگا کہ کتنا جھوٹ شیعہ بولتے ہیں کہ علی بن ابی طالب ایک رات میں یثرب سے مدائن آئے اور سلمانؓ کو غسل دے کر اسی رات کو لوٹ گئے۔ سید نے فی البدیہ چند اشعار پڑھے جس کا حاصل مضمون یہ ہے کہ امیر المومنینؑ کے لئے اس امر کو جھوٹ جانتے ہو اور آصف بن برخیا وزیر سلیمان نے ایک آن کے آن میں تخت بلقیس شہر سبا سے منگوالیا اس کا انکار نہیں کرتے اگر محمد مصطفےٰ تمام انبیا سے بہتر تھے تو ان کے وصی خیر اوصیا ہوں گے اور سب سے زیادہ قدرت ایسے امور کے اظہار کی رکھتے ہوں گے ورنہ جملہ امور کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیا خوب کہا ہے صاحب بن عباد وزیر نے مدح جناب امیر میں **صنوه الذی واخاه واجابه حین دعاه وصدقه قبل الناس ولباه وساعده وواساه وشیدالدین وبناه وهزم الشرك واخذاه وبنفسه علی الفراش فداه ومانع عنه و حماه وارغم من عانده وقلاه و غسله وواراده وادی دینه وقضاه وقام بجمیع ما اوصالا ذلك امیرالمومنین لا سواه** ہمسر رسولؐ خدا کے جن کے ساتھ انہوں نے عقد مواخات (بھائی چارہ) باندھا، اور اجابت کرنے والے ان کے جبکہ دعوت کیا ان کے تئیں اور تصدیق کی تمام آدمیوں سے پہلے ان کی، اور لبیک کہا ان کے تئیں اور یاری کی ان کی اور غم خواری فرمائی اور مضبوط و مستحکم گردانا دین کو، اور اس کی جڑ بنیاد کو اور منہزم فرمایا شرک کو اور خوار کیا اس کے تئیں اور ان کے بچھونے پر لیٹ کر اپنے تئیں آنحضرت پر فدا کیا، اور حفاظت کی آنحضرت کی، اور حمایت فرمائی، اور ان کے معاندوں کی ناک زمین پر رگڑی، اور دشمنی کی ان سے اور غسلِ میت دیا آنحضرت کے تئیں اور دفن کیا اور ادا کیا ان کے قرض کو اور سبکدوش کیا ان کو اور جو جو انہوں نے وصیتیں کی تھیں تمام کو بجالائے ان سب کاموں کے کرنے والے اور جملہ امور کے بجالانے والے امیر المومنینؑ ہیں ان کے سوا کوئی نہیں۔ ابوبکر ہروی شطرنج کھیلا کرتا تھا ایک مرد جبلی نے اس سے سوال کیا کہ رسول اللہ کے بعد امام خلق کون ہے ابوبکر نے ایک شاہ اور چار پیادے اس کے آگے رکھ دیئے کہ یہ نبی اور یہ چاروں اس کے خلیفے۔ کوہستانی نے پوچھا کہ یہ جوان کے پہلو میں ہے کون ہے آیا ان کا بیٹا ہے کہا نہیں ان سے کوئی بیٹا نہیں رہا صرف ایک بیٹی انکے بعد باقی رہی کہا تو یہ ان کا داماد ہے کہا نہیں داماد ان سب سے اخیر کا ہے کہا تو وہ ان سب کی نسبت ان سے نسب میں اقرب ہے یا علم وشجاعت و زہد و تقویٰ میں سب سے زیادہ ہے کہا یہ

باتیں بھی اسی اخیر میں ہیں۔ کہا تو یہ ان کے پہلو میں (سب سے اوّل) کس لئے کھڑا ہوا ہے۔ مجدالدین سنائی کہتا ہے۔

گویند چو پیغمبر مارفت زِ عالم — میراثِ خلافت بفلاں دادو بہ بہماں
ہرگز ملکے ملک بہ بیگانہ ندا داست — رودفترِ شاہانِ جہاں جملہ تو برخواں
بادسرے و داماد و بنی عم و نبیسرہ — میراث بہ بیگانہ دہد ہیچ مسلماں

نیز سنائی نے مدح جناب مرتضوی میں لکھا ہے۔

ہم نبی را وصی و ہم داماد — چشم پیغمبر از جمالش شاد
نائبِ مصطفٰے بروز غدیر — کردہ در شرع خود مرا ور امیر
خواندہ در دین و ملک مختارش — ہم درِ علم وہم علمدارش
جان آزاد مردی و تنِ دیں — خسر و سنت و تہمتنِ دیں
وانکہ طاہا طہار تش دادہ — وانکہ یٰسین امارتش دادہ
راز دارِ خدائے پیغمبرؐ — راز دارِ پیمبرش حیدرؓ
عقل در آب ردیش آغشتہ — سہو درِ گرد و پیش ناگشتہ
بہر او گفتہ مصطفٰے بآلہ — کائے خداوند آلِ من والاہ
کد خدائے زمانہ چاکرِ او — خواجۂ روزگار قنبرِ او
ہر کہ تن دشمن ست و یزداں دوست — وانکہ الراسخون فی العلم اوست
مرتضائے کہ کرد یزدانش — ہمرہِ جانِ مصطفٰےؐ جانش
ہر دو یک قبلہ و خرو شان دو — ہر دو یک روح و کالبد شان دو
دوروندہ چو افسر و گردوں — دو برادر چو موسیٰ و ہارون
ہر دو یک دُرِ زیک صدف بودند — ہر دو پیرایۂ شرف بودند
از پئے سائلے بیک دو غیف — سورہء ہل اتیٰ ورا تشریف
سرِ توحید اندر این گلشن — پیشِ جانِ عزیز او روشن
قوت حسرتش ز فوت نماز — چرخ را داشتہ ز گشتن باز
تابہ نکشادہِ علم حیدر در — نہ دہد سنتِ پیمبر بر

چرخ را رہنمائے علم او بود	دہر را کد خدائے علم او بود
تاجِ علمش گزشتہ از پردیں	تختِ حلمش نہا وہ بردرِ دین
حلم را کار بست روزِ جمل	عفو کرد ازعدو خلافِ جدل
بازبا خصم خویش در صفین	با عدو کار بست رائی زریں زیں
در قیام و قعود جود او کرد	درمیانِ سجود جود او کرد
خاتم اینجا بداد بردرر از	ملک آنجا جزا ونہ بستد باز
نائبِ کردگار حیدرؑ بود	صاحبِ ذوالفقار حیدرؑ بود
مہر کینش دلیلِ منبر و دار	حلم و خشمش نشانِ جنت و نار
دلِ او عالمِ معانی بود	لطفِ او آبِ زندگانی بود

حضرت امیر المومنینؑ کی شجاعت کے بارے میں:

عجائب امیر المومنینؑ سے ایک یہ تھا کہ باوجود کثرتِ جنگ و پیکار کبھی کسی سے روگرداں نہیں ہوئے، کوئی ضرب شدید نہیں اٹھائی اِلّا دوبار ایک جنگِ خندق میں سرِ مبارک پر دوسرے ابنِ ملجم کے ہاتھ سے اسی مقام پر کہ باعث آپ کی شہادت کی ہوئی۔ حالانکہ معرکوں میں درآنہ درآتے اور مہلکوں میں دلیرانہ گھس جاتے اور سرکشوں سرداروں کو خاک میں ملاتے اور آپ کا قول تھا **واللّٰہ لابن ابیطالب انس بالموت من الطفل بثدی اُمّہ** قسم بخدا کہ پسر ابوطالب یعنی خود بدولت اس سے زیادہ موت سے مانوس ہیں جتنا کہ بچہ پستانِ مادر سے اور نیز آپ فرماتے تھے۔ **ایھاالناس انکم لم تقتلوا تموتوا والذی نفس ابن ابی طالب بیدہ الف ضربۃ السیف علی الراس اھُونَ اِلیّ من موتۃٍ علی الفراش** لوگو قتل نہ ہو گے تو ویسے مرو گے قسم اس خدائے عزوجل کی علیؑ کی جان جس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ مجھ کو سو چوٹیں تلوار کی سر پر کھانا، ایک بار بستر پر پڑ کر مرنے سے زیادہ سہل و آسان ہے۔ کبھی کوئی مقابل نہیں ہوا کہ پنجۂ شہبازِ اجل سے چھوٹا ہو، اور ہرگز کوئی ایسی ضربت نہیں لگائی کہ دوسری کی ضرورت رہی ہو اور عادت تھی حضرت شیرِ خدا کی کہ حریف دراز قد کو طول سے دو ٹکڑے کرتے اور قصیر القامت کو عرضاً چیر ڈالتے اور بہر حال دونوں ٹکڑے ایسے نپے تلے برابر ہوتے کہ کانٹے میں رکھو تو ذرا فرق نہ نکلے۔ ایک خصلتِ پسندیدہ جہاد و غزا میں آپ کی یہ تھی کہ جس کو قتل فرماتے اس کے ساز و سلب سے معترض نہ ہوتے حالانکہ

شارع کی عام اجازت تھی **من قتیلافلہ سُلبُہ** کہ جو جس کو قتل کرے اس کا اسباب وسامان تمام قتل کرنے والے کا ہے۔ حضرت کا حکم تھا **یا قنبر لا تعر فرائسی** اے قنبر میرے کشتوں کو ننگا نہ کرو **الاسود اسود الغاب ھعتھا یوم الکریھۃ فی المسلوب لا السَّلب** تحقیق کہ شیرانِ دشتِ وغا کا مقصود و مدعا میدانِ جنگ میں مسلوب ومقتول ہوتا ہے اس کے ساز وسلب پر نگاہ نہیں کرتے۔ لکھا ہے کہ ایک بار عین گیر ودار میں ایک کافر نے آپ سے تلوار کا سوال کیا فوراً تلوار اس کی طرف پھینک دی۔ سائل حیران رہ گیا اور بولا اے پسر ابی طالب ایسے نازک وقت میں یہ فیاضی۔ فرمایا اے شخص تو نے سوال کیا میں تیرے سوال کو کیوں کر رد کرتا اپنا شیوہ نہیں کہ سوال سائل کا رد کریں کافر نے اپنے تئیں زمین پر گرا دیا کہ یہ کارِ کامل دیندار کا ہے جس کا محض پروردگار پر بھروسہ ہو۔ پائے مبارک کو چومتا تھا اور کلمہ شہادتین پڑھتا تھا **عمرو بن معدیکرب**: شجاعانِ عرب سے سخت شورہ پشت وجری تھا قافلوں کو غارت کرتا اور بستیوں کو لوٹ کر خاک سیاہ کر دیتا تھا۔ امیر المومنین سے مقابلہ ہوا تو بلا کلمہ پڑھے جان نہ بچی عمر خطاب اکثر کہا کرتے تھے **الحمد للہ الّذی خلقنا و خلق عمروًا** خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو پیدا کیا ہے ایک عمرو کو اور اکثر اس سے اس کی جاہلیت کی لوٹ مار کا حال دریافت کیا کرتے وہ کہتا **قد محیٰ سَیفَ علیّ" الصنائع** کہ تیغ شرربار حیدرؑ کرار نے ہمارے تمام کاروبار خاک میں ملا دیئے۔ اکثر فتوحاتِ عجم کہ عمر کے زمانہ میں ہوئیں اسی شخص کے ہاتھ سے ہوئیں۔

علاماتِ ظاہرہ وآثارِ قاہرہ حضرت امیر المومنینؑ سے جن میں کہ وہ حضرت سائرِ خلق سے متفرد وممتاز تھے ایک یہ ہے کہ آپ کے مناقب ومآثر محاسن ومفاخر دوست ودشمن نے یکساں وبرابر روایت کئے اور اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمائے ہیں اور مطلقاً ان کو چھپا نہیں سکے اور ہر چند بہت سے اسباب ذواعی ایسے پیدا ہوئے کہ وہ آثار صفحہ دہر سے مٹ جائیں مگر وہ برعکس اس کے آفتاب کی طرح دنیا پر چمکتے اور حاسدوں معاندوں کی آنکھوں کو خیرہ واندھا بناتے رہے اور قیامت تک بناتے رہیں گے بنی امیہ کہ مشرق ومغرب عالم پر سالہائے دراز تک فرمانروا رہے۔ بہت بڑے دشمن آنحضرت کے تھے منبروں پر چڑھ کر مذمت وبدگوئی کرتے اور لعن وتبرے تک سے نہیں چوکتے تھے کوئی سیدھی طرح آپ کا نام لیتا تو اس کو پٹواتے قید کرتے مروا ڈالتے تھے۔ ذکرِ فضائل تو کیا ذکر تھا حتیٰ کہ ان ملاعین کے خوف سے لوگوں نے نقلِ حدیث وروایت تک میں آپ کا نام لینا چھوڑ دیا تھا۔ جب ضرورت ہوتی تو کہتے **حدّثنی رجل" من قریش یا حدثنی رجل" من اصحاب رسول اللہ** کہ روایت کی ہے مجھ سے ایک مرد نے قریش سے یا اصحاب رسول اللہ سے اور علیؑ کا نام زبان سے نہ نکالتے تھے۔ حسن بصری آنحضرت سے روایت بیان کرتا تو کہا

حدثنی ابوزینب کہ حدیث کی ہے مجھ سے پدر زینب نے لیکن نتیجہ اس تمام کا یہ ہوا کہ یہ دشمنانِ دین واصلِ جہنم ہوئے تو ان کے نام ونشان بھی ان کے ساتھ ہی نیست ونابود ہو گئے۔ آج یزیدؔ و مروانؔ و آل ابوسفیانؔ کا کوئی نام لیوا و پانی دیوا جہان میں نظر نہیں آتا ہاں پانی پی پی کر لعن تو ان پر ضرور کرتے ہیں اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے اسماء گرامی ہر کس کے ورد زبان ہیں عالمؔ فاضلؔ عامیؔ جاہلؔ پیرؔ و برناؔ غنیؔ و گداؔ سب ان سے آشنا ہیں علماء ان کے فضائل بیان کر کے فوائدِ دارین حاصل کرتے ہیں اُمرا اُن کے نام پر ہزاروں لاکھوں کی نذر و نیاز کرتے اور دنیا و عقبیٰ میں سرخ رو ہوتے ہیں۔ فقرا جو سوال کرتے ہیں ان کے واسطے سے اور ان کا نام لے کر کبھی کسی بھکاری جوگی سے عمر ابوبکر تک کا نام بھی نہ سنا جب سنا حضرت علیؑ ہی کا نام لیتے سنا اور یہ کہ وہ ایسے تھے ویسے تھے بیٹے کو خیرات کر دیا خود راہِ خدا میں بک گئے۔

سخاوت ختم ہے مولا علیؑ پر ۔۔۔ شجاعت ختم ہے حق کے ولی پر

وغیرہ وغیرہ۔ شعبی سے کہ یکے از اساطین دین سنیہ سے باسناد معتبرہ منقول ہے کہ وہ کہتا تھا میں خطباء بنی امیہ کو سنتا تھا جب علی علیہ السلام کی مذمت کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا وہ آنحضرت کا بازو پکڑ کر ان کو آسمان پر چڑھا رہے ہیں اور جب اپنے اسلاف کی مدح کرتے تو گویا مردار وجیفہ سے پردہ اٹھاتے اور ان کی گندگی جہان میں بکھیرتے ہیں۔ ابن آشوب نے نقل کیا ہے کہ ایک بدوی عورت مسجد کوفہ میں کہہ رہی تھی کہ اے مشہور آسمان وزمین کے اور اے معروف دنیا و آخرت کے بادشاہوں ظالموں نے بہتیرا چاہا کہ تیرا نور ٹھنڈا ہو جائے اور تیری یاد موقوف ہو مگر حق تعالیٰ اس کو بلند کرتا اور چمکاتا اور بڑھاتا ہی رہا ہر چند مشرک اس سے کراہت کرتے رہے کسی نے پوچھا تو یہ کس کا حال بیان کر رہی ہے کہا امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب کا اور کس کا پھر جو دیکھا تو وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ **مثنوی نان ونمک**

لکھ گئے ہیں یوں رواتِ باکمال ۔۔۔ جب کیا راوی نے حیدرؑ سے سوال

آپ کا رتبہ بڑا ہے یا امام ۔۔۔ یا ہے آدم کے لئے برتر مقام

تب یہ فرمایا جوابِ باصواب ۔۔۔ اولِ خلقت ہیں وہ عالی جناب

حضرتِ آدمؑ صفی اللہ ہیں ۔۔۔ آسمانِ برتری کے ماہ ہیں

بوالبشر ہیں صاحبِ قدر و شرف ۔۔۔ ہیں صفی اللہ سابق سب خلف

پر کیا تو نے جو یہ مجھ سے سوال ۔۔۔ فرق یہ ہے مجھ میں ان میں کر خیال

ان کو تھا حکمِ جنابِ ایزدی ۔۔۔ کھائیو مت خلد میں گندم کبھی

پر صفی نے جا کے گندم کھا لیا ترکِ اولیٰ جدِ امجد نے کیا
میں نے گندم آج تک کھایا نہیں گو خدا نے منع فرمایا نہیں

یہ حدیث طولانی ہے اور صعصعہ بن صوعان عبدی اس کے ناقل ہیں۔ انہوں نے ضربتِ ابن ملجم کے بعد ہر ایک پیغمبر کی نسبت آپ کے وجوہ فضیلت آپ سے استفسار کیے اور جواب دیا باصواب پائے اور مسئلہ تفضیل[۱] ائمہ بر پیغمبران سوائے پیغمبر آخر الزماں شیعوں کے درمیان مسائلِ مشہورہ سے ہے پیشتر آیہ مباہلہ کے بیان میں گذرا کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلامِ مجید میں حضرت امیر المومنین کو نفسِ پیغمبر کہا ہے پس نفسِ اشرف الانبیا یقیناً دیگر انبیاء سے افضل ہوگا اور بموجب حدیثِ لشبیہ جس کو صاحب مودۃ القربیٰ وغیرہ نے نقل کیا ہے جمیع کمالات انبیاء آنحضرت میں موجود تھے آخر حدیث مذکور میں ہے **فان فیه تسعین خصلةً من خصال الانبیاء جمعها الله فیه ولم یجمع فی اَحَدٍ غَیْــــرِہٖ** یعنی بتحقیق کہ آنحضرت میں نوے خصلتیں خصلت ہائے انبیاء سے ہیں جمع کیا ہے ان کو حق تعالیٰ نے ان کے درمیان، اور نہیں جمع کیا کسی کے درمیان ان کے سوا چنانچہ اس لئے کہا گیا ہے

یُدِلُّ لمعنےً واحِدٍ کلّ فاخر وقد جمع الرحمٰن فیكَ المعالیات
حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدبیضا داری نچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

---

[۱] شاہ عبد العزیز تحفہ میں اس مسئلہ کو شیعوں سے نقل کر کے اس کی تردید میں لکھتے ہیں کہ اس عقیدے کا مخالف قرآن ہونا اظہر من الشمس ہے کیونکہ تمام قرآن انبیاء کے اصطفا و اختیار کرنے اور سائر خلق سے ان کے چنے اور انتخاب کرنے پر دلالت رکھتا ہے اور عقل بھی، یہی چاہتی ہے کہ ان کا واجب الاطاعت بنانا اور وحی ان کو بھیجنا اور امام وغیر امام سب کو ان کا تابع کرنا بغیر اس کے کہ امام ان سے مفضول ہوں اور وہ امام کے نسبت افضل قیاس میں نہیں آتا چونکہ یہ باتیں ہر ایک نبی میں موجود اور ہر امام سے مفقود ہیں لہٰذا کوئی امام کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ صاحب حدیقہ سلطانیہ طاب ثراہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مفصل جواب ان مزخرفات کا تو ہمارے والد علامہ نے حسام الاسلام میں دیا ہے مگر یہاں حسب موقعہ و مقام مختصر طور سے یہ ہے کہ فضیلت ہر فرد منسوب عنہ کی اپنے نائب کی نسبت مقبول و مسلم ہے تاکہ مزیت فرع پر اصل لازم نہ آئے مگر یہ مستلزم نہیں کہ ہر فرد نائب کی ہر ایک منسوب عنہ سے مفضل و مرجوع ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض افراد منسوب عنہ کا ایسا رتبہ عالی اور پایہ بلند ہو کہ اس کا نائب بھی سائر افراد منسوب عنہ سے برتر ہو جیسا کہ حضرت رسالت پناہ کہ باتفاق فریقین جملہ انبیا سے افضل ہیں پس اگر ان کے نائب و وصی بھی دیگر انبیا سے افضل ہوں تو کیا بعید بات ہے اور جب اس میں کوئی استحالہ عقلی نہ رہا تو جو احادیث اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں واجب العمل ہوں گی اس کے بعد احادیث متفق علیہ فریقین کہ امیر المومنینؑ کی افضلیت پر دلالت کرتی ہیں نقل کی ہیں۔ ۱۲ امنی عفی عنہ۔

مناقب میں ہے کہ سفینۂ نوح ذات الواح آب طوفان سے نجات دینے والی تھی۔ مگر کشتی امیر المومنین کہ سفینۂ نجات ہے۔ آتش جہنم سے بچائے گی چنانچہ حدیث **مثل اھل بیتی کمثل سفینته النوح** الخ مشہور و معروف ہے اور نوح کا حق تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بیالیس مقام پر ذکر کیا ہے اور امیر المومنین کو ۸۹ مقام پر یاد فرمایا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے جو بت توڑے تو چھپ کر توڑے اور کہا تھا **بل فعله کبیر هم هذا فاسئلوهم ان کانوا ینطقون** کہ تمہارے اس بڑے بت نے توڑے ہوں گے پوچھ لو ان سے اگر یہ بولیں اور امیر المومنینؑ نے رسولؐ اللہ کے ساتھ ظاہر و علانیہ کفار و مشرکین کے سامنے بت توڑے پس یہ فعل ان کا افضل ہے حضرت ابراہیم کے فعل سے اور حق تعالیٰ نے ابراہیم کا ذکر قرآن میں پینسٹھ مقام پر کیا ہے اور علیؑ کے ذکر سے ربع قرآن پُر ہے لیکن موسیٰ پس انہوں نے فرعون جیسے نجس و ناپاک کے گھر میں پرورش پائی امیر المومنین حضرت رسول خدا کے دامن تربیت میں پلے اگر موسیٰؑ کو عصا عنایت ہوا تھا تو حضرت کو ذوالفقار مرحمت ہوئی۔ عصائے موسیٰ اگر اژدہا بنا تھا تو حضرت کی کمان اژدہا بن گئی۔

پھر کہا اس شخص نے یا بوتراب	عیسیٰ مریم ہیں افضل یا جناب
یوں ہوا ارشاد عیسیٰ ہیں رسول	وحی کا ہوتا تھا حضرت پر نزول
ہیں رسولؐ اللہ وہ عالی مقام	ہیں وہ روح اللہ سرخیلِ کرام
ترک اولیٰ سے ہمیشہ تھے بری	دی تھی حق نے ان کو عزو برتری
چرخ چارم پر ہیں وہ خورشید وار	حشر تک زندہ ہیں وہ عالی وقار
مجھ میں ان میں فرق ہے پر اس قدر	تو نے جب پوچھا تو دیتا ہوں خبر
بیتِ مقدس میں تھی مریم اے حبیب	وقتِ وضعِ حمل جب پہنچا قریب
یوں ہوا حکمِ جنابِ کبریا	باہر اس گھر سے نکل اے پارسا
درد زہ ماں کو میری جس دم ہوا	حکم یہ پہنچا کہ تو کعبہ میں جا
شق ہوئی دیوار اے اہلِ خرد	داخلِ کعبہ ہوئی بنتِ اسد
اللہ اللہ کیا شرف کیا شان ہے	عقل یاں انسان کی حیران ہے
ابتدا میں رتبہ یہ حق نے دیا	انتہا میں کیا شرف حاصل ہوا
مولدِ اقدس تو بیت اللہ ہے	مسجدِ کوفہ شہادت گاہ ہے

لطیفہ چار چیزیں ہیں کہ تمام آدمی حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی ان سے ڈرتے ہیں شیطان، سانپ، قتل ہونا اور بھوکا رہنا بیان اس

کا اس طرح پر ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا **قل انی اعوذبك من همزات الشياطين** کہہ اے پیغمبر کہ پناہ لے جاتا ہوں میں تیری طرف ہمزاتِ (اغوا کرنے اور دل میں بدی ڈالنے) شیاطین سے۔ نیز حق تعالیٰ حضرت موسیٰ کے حال سے خبر دیتا ہے **فاوجس فى نفسه خيفةً موسىٰ** یعنی موسیٰ نے جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ کی طرح زمین پر چلتے دیکھا تو دل میں ڈرے۔ نیز آنحضرت نے فرعونیوں میں سے ایک مرد کو مار ڈالا تھا لہٰذا ڈرتے تھے کہ ان کے پاس جائیں تو وہ اس کے عوض کہیں ان کو نہ ماریں لہٰذا کہتے تھے **رب انی قتلت منهم نفسا** اے میرے پروردگار میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے اور نیز ان سے بھوک کی سہار نہ ہو سکی **قال لغته اتنا غذا ئنا** اپنے بھائی ہارون سے کہا لے آ ہمارے پاس ہمارے کھانے کو **لقد لقينا من سفر ناهذا نصبا** ہم نے اپنے اس سفر میں بہت تکلیف اٹھائی لیکن امیر المومنینؑ نے شیطان کے ساتھ جنگ کی۔ ثعبان (اژدہے) سے ہم کلام ہوئے۔ کفار اشرار سے مقاتلہ کر کے ان کو قتل فرمایا اور اپنا تین دن کا کھانا یتیم، مسکین و اسیر کو کھلا دیا۔ **دیگر** رسولؐ خدا نے فرمایا حق تعالیٰ نے پانچ چیزیں مجھے عطا کی ہیں اور پانچ ہی علیؑ کو بخشیں۔ مجھ کو جوامع الکلم دیئے تو علیؑ کو جوامع الکلام عنایت کئے۔ مجھ کو نبی کیا تو علی کو وصی مقرر کیا مجھ کو کوثر بخشا تو علیؑ کو سلسبیل لطف فرمایا۔ میرے پاس وحی آتی ہے تو علیؑ کو الہام ہوتا ہے مجھ کو شبِ معراج آسمان پر لے گئے تو ان کیلئے ابوابِ سموات و پردہ ہائے آسمان کھول دیئے کہ جو کچھ میں کرتا اور بولتا تھا وہ دیکھتے اور سنتے تھے **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وال محمد صلوٰةً كثيراً طيباً دائما ابدًا۔**

مناقبِ اہلبیتِ اطہار و تعظیم سادات رفیع الدرجات کی تاکید:

واضح رہے کہ مراد اہلبیتؑ رسولؐ سے قرآن و حدیث میں ذاتِ قدسی صفات امیر المومنین اور ان کی زوجہ مطہرہ جنابِ فاطمہ اور اولاد طاہرین ہیں۔ ازواجِ پیغمبرِ خدا ان میں داخل نہیں چنانچہ صحیح مسلم و جامع الاصول سے نقل ہوا ہے کہ حسین بن سیر نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ آیا ازواجِ پیغمبر بھی داخل اہلبیت ہیں تو اس نے کہا نہیں قسم بخدا کہ عورت کچھ عرصہ تک اپنے شوہر کے گھر میں رہتی ہے پھر وہ طلاق دے دیتا ہے تو اپنے باپ کے گھر چلی جاتی ہے اہلبیتِ رسول اللہ ان کے اقربا ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور نور الابصار فی مناقبِ اہلبیتِ النبی المختار تصنیف سید مومن شبلنجی شافعی مصری کہ ۱۲۹۰ ہجری میں تصنیف ہوئی اور ۱۳۱۲ ہجری میں مطبع میمیہ مصر میں طبع ہوئی درمیان بحث آیۂ تطہیر مذکور ہے کہ مراد اہلبیت سے یہاں علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہیں قائل ہوئے ہیں اس قول کے ابو سعید خدری اور ایک جماعت تابعین کی مثل مجاہد و ابو قتادہ کے

پھر لکھا ہے کہ شاہد اس کا یہ ہے کہ جس وقت آنحضرت نے نصارائے نجران کے ساتھ ارادۂ مباہلہ کیا اور آیہ شریفہ **فَمَنْ حَاۤجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۤءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۤءَنَا وَاَبْنَاۤءَكُمْ وَنِسَاۤءَنَا وَنِسَاۤءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ** الخ نازل ہوئی تو آپ برآمد ہوئے۔ اس طرح کہ امام حسینؑ آپ کی گود میں تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور جناب فاطمہؑ آپ کے پیچھے اور امیر المومنینؑ فاطمہؑ کے پیچھے تھے اور حضرت رسولؐ خدا ان سے کہتے جاتے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نجرانیوں کے اُسقف (پادری) نے ان کو بایں ہیئت دیکھا تو پکارا اے قوم نصاریٰ میں ایسی صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر حق تعالیٰ سے درخواست کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے تو البتہ حق تعالیٰ ان کی خاطر سے پہاڑ کو اس کی جگہ سے دور کر دے گا زنہار تم ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا نہیں تو ہلاک ہو جاؤ گے اور ایک نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ پس اس بیان کے موافق ابناءنا سے حسنین علیہما السلام اور نساءنا سے حضرت فاطمہؑ اور انفسنا سے نفسِ رسولؐ اللہ علیؑ بن ابی طالبؑ مراد ہیں۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر صاحب نور الابصار کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قول کہ اہلبیت سے یہی چاروں حضرات مراد ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں وہ ہے کہ میلان کیا ہے اس کی طرف فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ جب آیہ شریفہ **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** یعنی کہہ اے محمد کہ میں تم سے اپنی رسالت پر کوئی اجرت و مزدوری نہیں مانگتا الا محبت اپنے اقربا کی چاہتا ہوں نازل ہوئی۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے اقرباء جن کی محبت آپ چاہتے ہیں کون ہیں فرمایا علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دو بیٹے اور نیز دلالت کرتا ہے اس پر جو کچھ کہ امیر المومنین علیؑ سے روایت ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسولؐ اللہ سے شکایت کی کہ لوگ ہم پر حسد کرتے ہیں فرمایا یا علیؑ تو راضی نہیں کہ چوتھا ہو ان چار کا کہ سب سے پہلے داخل جنت ہوں گے یعنی میں اور تو اور حسنین اوّل جنت میں داخل ہوں گے اور ہماری ازواج ہمارے داہنے بائیں اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے ہوگی اور نیز آیہ تطہیر انہیں حضرات کے شان میں نازل ہوئی ہے وھوا قولہ تعالیٰ **انما یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ترجمہ:** ارادہ نہیں کرتا حق تعالیٰ مگر یہ کہ اے اہلبیت تم سے ہر ایک رجس و پلیدی کو دور کرے اور پاک کرے تم کو پاک کرنا اور شہرت اس کی مخصوص بآل عبا ہونے کی اس قدر ہے کہ ابن حجر جیسے متعصب نے بھی اس کا اقرار کیا ہے چنانچہ صواعق محرقہ میں کہتا ہے **اکثر المفسرین علی انھا نزلت فی علیٍّ وفاطمۃ والحسن والحسین لتذکیر ضمیر عنکم وما بعد** یعنی اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ یہ آیہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے بوجہ مذکر ہونے ضمیر عنکم اور اس کے مابعد یطھرکم یعنی اگر ازواج پیغمبران میں شامل ہوتیں تو بوجہ کثرت ان کی ضمیریں مونث ہوتیں

نہ کہ مذکر۔ پھر ابن حجر کہتا ہے کہ احمد بن حنبل نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ شریفہ پانچ اشخاص پیغمبر خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہؑ و حسن حسینؑ علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اخراج کیا ہے طبرانی نے کہ رسول اللہ نے آنحضرت کو عبا میں داخل کیا اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت فرمایا اور نور الابصار میں ہے کہ خطیب نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ تشریف لائے اور وہ حضرت ایک گلیم سیاہ منقش اوڑھے ہوئے تھے پس حسن آئے آپ نے ان کو اس میں لے لیا بعد از اں حسین آئے ان کو بھی اس میں داخل کیا پھر علیؑ و فاطمہؑ آئے ان پر بھی اسی کو اوڑھا دیا پھر تلاوت فرمایا آیہ شریفہ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت** صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اوپر نبوت آنحضرت کے اور اوپر فضیلت آل عبا کے جملہ اصحاب پر اور نیز بطرقِ متعددہ صحیحہ روایت ہوا ہے کہ رسول اللہ آئے اور ان کے ساتھ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ تھے حضرت نے ان دونوں کو اپنے دونوں زانوؤں پر بٹھا لیا اور سب پر اپنی عبا کو اوڑھایا اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت فرمایا۔ پھر کہا پروردگارا یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے ہر ایک رجس و پلیدی کو دور کر اور پاک کر ان کو پاک کرنا۔ بروایتے فرمایا خداوندا یہ آلِ محمدؐ ہیں تو ان پر برکات وصلوات بھیج۔ جس طرح کہ ابراہیم پر برکات وصلوٰت بھیجی کہ تو حمید مجید ہے بروایتے ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے سرا چادر کا اٹھایا تا کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں مگر حضرت نے اس کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا میں نے کہا یا رسول اللہ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہوں فرمایا تو ازواج پیغمبر سے ہے اور عاقبت تیری بخیر ہے یعنی ہر چند تیری عاقبت بخیر ہے مگر اس میں شامل نہیں ہو سکتی۔ نیز ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ فاطمہ زہرا ایک پیالہ حریرہ کا لائیں اور حضرت کے آگے رکھ دیا آپ نے فرمایا تمہارے شوہر اور بیٹے کہاں ہیں عرض کی گھر میں ہیں فرمایا ان کو بلا لاؤ فاطمہ گئیں اور حضرت امیر و حسنین کو بلا لائیں پس سب بیٹھ کر وہ طعام کھانے لگے حضرت رسول خدا نے اپنی عبا ان پر اوڑھا دی تھی کہ اس وقت آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ بروایتے حضرت نے جبرئیل و میکائیل کو بھی اس وقت اپنے شریک کر لیا تھا۔ بموجب ایک روایت کے یہ فعل فاطمہ کے گھر میں واقعہ ہوا تھا اور شیخ محب الدین طبری نے کہا ہے کہ یہ فعل آنحضرت سے کئی دفعہ واقع ہوا۔ پھر صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ و احمد و ترمذی نے بسند حسن اور ابن جریر و ابن منذر و طبرانی و حاکم نے بسند صحیح انس سے روایت کی ہے کہ بعد نزول آیہ تطہیر کے حضرت رسول خدا کا معمول ہو گیا کہ جب نمازِ فجر کو گھر سے نکلتے اور خانۂ فاطمہ کے پاس سے گزرتے تو فرماتے **الصلوٰۃ اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا** یعنی اے اہلبیت عصمت وطہارت و مورد آیہ تطہیر نماز کا وقت ہے اٹھو اور نماز میں حاضر ہو۔ ابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ آپ چالیس صباح اس طرح کہا کئے اور اس روایت میں عبارت مذکورہ بالا

سے اس قدر اور زیادہ کیا ہے۔ **السلام علیکم اھل البیت و رحمتہ اللہ وبرکاتہ الصلوۃ رحمکم اللہ انما** الخ لیکن بموجب روایت ابن عباس چھ مہینے تک آپ کا یہ معمول رہا و بروایت ابن متدر وابن جریر وطبرانی آٹھ مہینے اور بعض روایت نو مہینے بھی وارد ہوئی ہیں۔ بہر کیف ابن حجر صواعق میں کہتا ہے کہ یہ آیہ منبع فضائل اہلبیتؑ ہے اور ان کے عز ومناقب پر شامل کہ اس میں اعتنا والتفاتِ کامل ان کے حال پر ہوئی ہے کہ بلفظِ انما کہ مفید حصر ہے تائید کی گئی ہے یعنی حق تعالیٰ ان کے بارے میں یہ ارادہ کرتا ہے اور بجز اس کے کچھ نہیں چاہتا کہ ان کے تئیں ہر رجس و گناہ سے اور ان امور سے جن سے ان کے کمالِ ایمان میں نقص کا اندیشہ ہو پاک رکھے اور تمام احوال واخلاق مذمومہ سے ان کو مطہر و معصوم گردانے اور بعض طرق احادیث میں آیا ہے کہ اس سے ان پر آتشِ دوزخ کا حرام کرنا مقصود ہے کہ غرض وغایت تطہیر کی وہی ہے پس اس سے توبہ وانابت کا ان پر الہام کرنا اور اعمالِ صالحہ پر ان کو قائم ودائم رکھنا مقصود ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب خلافت، خلافت نہ رہی اور ملک و بادشاہی ہوگئی تو ان سے لے لی یعنی امامِ حسن پر کارِ خلافت تمام نہ ہوا تو اس کی عوض ان کو خلافتِ باطنی دی گئی حتیٰ کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ قطب الاولیا ہر ایک زمانہ میں انہی سے ہوتا ہے نیز ابن حجر نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میرے دو فرزند حسن وحسین سید و سردارِ جوانانِ بہشت ہیں اور ان کے باپ ان سے بہتر ہیں نیز صواعق میں ہے کہ آپ نے فرمایا یا علیؑ فاطمہ مجھ کو تم سے محبوب تر ہے اور تم فاطمہ سے عزیز تر۔ نیز اس میں ہے کہ آپ نے حذیفہ سے فرمایا کہ آج کی رات ایک فرشتہ میرے پاس آیا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے باجازتِ حق تعالیٰ مجھے سلام کیا اور بشارت دی کہ فاطمہ سیدۃ النساء اہل الجنہ ہیں اور حسنؑ وحسینؑ سردارِ جوانانِ بہشت۔ نیز نقل کیا ہے کہ ابوبکر امیر المومنینؑ کی طرف بہت دیکھا کرتے تھے عائشہ نے جو اس کا سبب ان سے دریافت کیا تو فرمایا رسول اللہ نے ارشاد کیا ہے کہ نظر کرنا طرف روئے علیؑ کے عبادت ہے۔ نیز صواعق میں ہے کہ رسولؐ اللہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور گروہ صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ علی علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر مقام نشست کو دیکھنے لگے اور رسول خدا دیکھتے تھے کہ کون ان کے لئے جگہ چھوڑتا ہے۔ ابوبکر نے کہ حضرت کے داہنے ہاتھ پر بیٹھے تھے کہا اے ابوالحسن یہاں آؤ اور خود اپنے مقام سے سرک گئے تاآنکہ امیر المومنین آ کر رسول خدا اور ابوبکر کے درمیان بیٹھ گئے اس وقت رسول خدا اس قدر خوش ہوئے کہ آثارِ خوشحالی و سرور چہرۂ مبارک پر نمایاں ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر اہلِ فضل کی فضیلت کو نہیں جانتا مگر صاحبِ فضل ہی۔ افسوس کہ حضرت ابوبکر نے رسول خدا کے بعد اس جناب کی فضیلت کو نہ جانا اور اس وقت ان کے لئے جگہ نہ چھوڑی پس بموجب اس حدیث کے خود اپنی فضیلت کو کھو بیٹھے۔ **طلبِ باران بوسیلۂ اہلبیتؑ**: نیز ابن حجر نے تاریخ دمشق سے نقل کیا ہے کہ

سال رمادہ (۱۷ ہجری) میں چند بار مسلمانوں نے بارش کی دعا مانگی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ایک بار عمر، عباس بن عبد المطلب کے پاس گئے اور کہا اے عمِ رسول اس مرتبہ تم ہمارے ساتھ چلو۔ عباس نے جملہ بنی ہاشم کو جمع کیا اور امر کیا کہ غسل کریں اور لباسِ پاکیزہ پہنیں اور خود خوشبو لائے اور ان کو معطر کیا پھر امیر المومنین کو آگے کیا اور امام حسنؑ کو ان کے دہنے اور امام حسینؑ کو بائیں طرف اور آپ معہ جملہ بنی ہاشم آنحضرتؐ کے پیچھے ہوئے اور عمر سے کہا کہ اور کسی کو ہمارے ساتھ نہ ہونے دو پس اس صورت سے مصلّے پر گئے اور دعا کی۔ جابر کہتے ہیں کہ ہنوز ہم دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ آسمان سے پانی پڑنا شروع ہوا اور اس قدر برسا کہ ہم پانی ہی پانی میں واپس آئے۔ اور نیز صواعق میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جو کوئی دوست رکھے مجھ کو اور حسینؑ کو اور ان کے ماں باپ کو وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں بہشت میں ہوگا نیز صواعق میں نقل کیا ہے کہ ابوبکر قسم کھا کر کہتے تھے کہ اقرباء محمدؐ مجھ کو اپنے اقرباء سے زیادہ تر محبوب ہیں۔ اگر یہ ارشاد حضرتِ عتیق کا صحیح ہوتا تو امیر المومنینؑ سے خلافت اور فاطمہ زہرا سے فدک نہ چھینتے۔ نور الابصار میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ایک روز کی دوستی آل محمدؐ کی ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے جو اس پر مرے داخلِ جنت ہوا اور کشاف سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ جو آل محمدؐ کی محبت پر مرے گا شہید مرے گا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اور وہ تائب شمار ہوگا اور آگاہ رہو کہ جو محبتِ آل محمدؐ پر مرے گا مومن کامل الایمان مرے گا۔ ملک الموت اور منکر ونکیر اس کو جنت کی بشارت دیں گے اور آگاہ رہو کہ جو محبتِ آلِ محمدؐ پر مرے گا وہ جنت میں اس طرح خوشی خوشی جائے گا جیسے عروس اپنے شوہر کے گھر خوشی خوشی جاتی ہے اور اس کی قبر میں دو دروازے جنت کی طرف کھل جائیں گے اور حق تعالیٰ اس کی قبر کو زیارت گاہِ ملائکہ قرار دے گا اور وہی قول ہے اہلسنت و جماعت کا اور آگاہ رہو کہ جو بغض آل محمدؐ پر مرے گا قیامت کے روز عرصۂ محشر میں آئے گا تو اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا۔ **الیٰسٌ مِنْ رَّحمة الله** کہ رحمتِ خدا سے ناامید ہے اور آگاہ رہو کہ جو آلِ محمدؐ کی عداوت پر مرے گا وہ کافر اور بوئے جنت نہ سونگھے گا اور صواعقِ محرقہ میں نجم بن فہد مقریزی سے نقل کیا ہے کہ قاریانِ قرآن سے ایک شخص جب امیر تیمور کی قبر پر گزرتا تو اس آیہ کو پڑھتا **خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ** کہ پکڑو اس کو اور غل وزنجیر کرو پھر جہنم میں ڈالو اور اس کو بار بار کہتا حتیٰ کہ وہی نقل کرتا ہے کہ ایک روز میں سوتا تھا خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ تشریف رکھتے ہیں اور تیمور لنگ آنحضرت کے برابر بیٹھا ہے میں نے اسے جھڑکا کہ اے دشمنِ خدا تو اور یہ جگہ اور چاہتا تھا کہ ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اٹھا دوں کہ رسول اللہ مانع آئے اور فرمایا اس کو یہیں بیٹھا رہنے دے کیونکہ یہ میری ذریت کو دوست رکھتا تھا اور جمال مرشدی اور شہاب نورانی نے کہا کہ امیر تیمور کا ایک بیٹا کہتا تھا کہ میرا باپ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو ایک روز اس کو کمال اضطراب عارض ہوا اور اس کا چہرہ سیاہ اور

رنگ متغیر ہو گیا پھر اس کیفیت میں افاقہ ہوا تو سبب اس انقلاب کا پوچھا اس نے بیان کیا کہ ملائکہ عذاب میرے پاس آئے تھے مگر اسی وقت رسول اللہ بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ اس سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ یہ میرے اہلبیت کو دوست رکھتا اور ان پر احسان کرتا تھا پس وہ چلے گئے۔ ابنِ حجر اس کے بعد کہتا ہے کہ جب ان حضرات کی محبت نے اس ظالم کو کہ اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں نفع بخشا تو اوروں کو کیونکر مفید نہ ہوگا۔ **لیکن تعظیم سادات** پس صاحبِ نور الابصار کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آقا علی خواصؒ سے سنا کہ کہتا تھا کہ سید کا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی جان کو اس پر قربان کریں کیونکہ رسولؐ اللہ کا کریم خون اور گوشت اس میں سرایت کئے ہوئے ہے پس وہ ایک پارۂ تنِ رسول اللہ ہے اور جزو کا توقیر و اجلال میں وہی رتبہ ہے جو کُل کا اور آنحضرت کے جزو کی ان کی وفات کے بعد وہی حرمت کرنی چاہئے جو ان کی زندگی میں۔ عبداللہ بن حسن ایک روز عمر بن عبدالعزیز کے پاس کسی حاجت کو گئے عمر نے کہا جب تمہیں کوئی ضرورت ہوا کرے کسی کو بھیج کر مجھ کو وہیں بلوا لیا کرو یا رقعہ لکھ دیا کرو کیونکہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ حق تعالیٰ تم کو میرے دروازہ پر دیکھے اور بعض عالموں نے کہا ہے کہ حقوقِ سادات سے گو وہ نسب میں بعید ہوں ہم پر یہ ہے کہ ان کی رضا کو اپنی خواہشوں پر مقدم کریں اور شرائطِ تعظیم و توقیر بجا لائیں اور کسی تخت وغیرہ بلند چیز پر نہ بیٹھیں جبکہ وہ زمین پر بیٹھے ہوں۔ نیز نور الابصار میں کتاب مبین سے نقل کیا ہے کہ مقتضاء ادب یہ ہے کہ کوئی غیر سید عورت کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ الا اس وقت جبکہ اپنے اوپر اعتماد رکھتا ہو کہ اس کے حکم و اشارے پر چلے گا اور اس کی جوتیاں اس کے آگے رکھے گا اور جب وہ اس کے پاس آئے گی تو سروقد اس کی تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوگا اور باوجود اس کے دوسری شادی نہیں کرے گا اور معاش میں اس پر تنگی نہ ہونے دے گا مگر جبکہ وہ خود تنگ عیشی میں رہنا پسند کرے۔ **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ ہمارے ان اطراف میں یہی قدیم دستور چلا آتا ہے کہ سیدوں کی بیٹیاں غیر سید نہیں لیتے اور ادب کرتے تھے مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ رسم قائم نہ رہے ابھی حال میں ایک دو نکاح سید زادیوں کے غیر سیدوں سے ہوئے ہیں ہر چند وہ کرنے والوں پر سزاوار تو نہیں ہوئے ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب میں لکھتے ہیں کہ اور لوگ اپنی بیٹیاں فخریہ سادات کو دیتے ہیں مگر شریف غیر شریف کو بیٹی نہیں دیتا۔ الا باکراہ و اجبار عمرؓ خطاب نے ام کلثوم کی خواہش میں کیا کچھ جدوکد نہیں کی اور کس قدر اخبار و آثار اس مقدمے میں نہیں لائے۔ حجاج نے دختر عبداللہ جعفر سے نکاح کی درخواست کی تو انہوں نے ایک سال کی مہلت لے کر اپنے تئیں اس کی اذیت سے چھوڑایا۔ مامون نے اپنی بیٹی کی امام محمد نقیؑ سے شادی کی اور امراو بزرگ ان کو بہت رغبت سے بیٹیاں دیتے تھے۔ عبدالملک بن مروان نے امام زین العابدین کو اپنی دختر دینے کا ارادہ کیا مگر آنحضرتؑ نے انکار کیا مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی امام محمد نقیؑ کے ساتھ شادی کی صاحب بن عباد وزیر نے ایک مفلس شکستہ حال سیّد کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو اس پر

اعتراض کیا گیا تو اس نے یہ شعر جواب میں کہا ۔

الحمد للّٰہ حمدا دائما ابداً اذ صار سیدك رسول الله لی ولدا

خدا کا شکر ہے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کہ نواسہ رسول اللہ کا میری فرزندی میں داخل ہوا۔ **نیز** نور الابصار میں ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ سیّد کی تعظیم نہیں چاہئے جبکہ وہ محرمات کا مرتکب ہو مگر معظم علماء اس کے برخلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ تعظیم سادات جن امور میں کہ معصیت لازم نہ آئے مطلوب ہے ہر چند وہ زنا ولواطہ کا ارتکاب کریں اور شرب خمر وسرقہ وسحر وسود خواری اور کذب کے عامل ہوں اور یتیموں کے مال کا کھانا اور زنانِ شوہر دار کو متہم کرنا اور مومنین ومومنات کو ایذا دینا ان کا شیوہ ہو خصوصاً جبکہ یہ امور کسی حاکمِ شرعی کے سامنے پایہ ثبوت کو نہ پہنچے ہوں ان کے حاسدوں کے اوڑائے ہوئے ہوں جیسا کہ اکثر مشاہدہ ہوا ہے کہ جب تحقیقات ہوئی تو ثبوت نہیں ہو سکا کہ حد شرعی اس پر جاری کی جائے۔ سعدی ۔

سادات نور دیدہ و اشراف عالمند   از عزتِ محمدؐ و از حرمتِ علیؑ
فردا طعام معدہٗ دوزخ شود ولے   اِمروز از محبت شاں نیست ممتلی
گر خوردہٗ از ایشاں صادر شود مرنج   نتواں شکست قیمتِ گوہر ز جاہلی
از بہر آنکہ سیّد کونین گفتہ است   الصالحون للّٰہ والطالحون لی

نیز صاحب نور الابصار نے مشارق الانوار شیخ عبدالرحمٰن الاجہوری المالکی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اہل مغرب سے عازم بیت اللہ ہوا ایک نے اس کو دینار دیئے کہ مدینہ پہنچ کر کسی سید صحیح النسب کو دے دینا وہ مدینہ پہنچا تو سادات کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ تمام شیعہ بدگوئے شیخین ہیں۔ اس نے ان کو روپیہ دینے سے استکراہ کیا۔ اتفاقاً ایک روز ایک شخص اس سے ملا پوچھا کہ تو سید ہے کہا ہاں پوچھا تیرا عقیدہ کیا ہے؟ شیعہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور مال نہ دیا رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور خلائق پل صراط سے گزر رہی ہے۔ اس نے بھی گزرنے کا ارادہ کیا جناب فاطمہ اسے مانع آئیں وہیں جناب رسولؐ خدا کو دیکھا آنحضرت سے شکایت کی آپ نے جناب فاطمہؑ سے پوچھا کہ کیوں تم اس کو نہیں جانے دیتیں فرمایا اس نے میرے فرزند کا رزق بند کر رکھا ہے۔ حضرت نے فرمایا اس نے اس لئے اس کو روپیہ نہیں دیا کہ وہ شیخین کی مذمت کرتا ہے اس وقت آپ ابوبکر وعمر کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا کیا تم میرے فرزند سے اس کا مواخذہ کرو گے انہوں نے کہا نہیں بلکہ درگزر اور چشم پوشی کو کام میں لائیں گے پس وہ جناب اس حاجی کی طرف ملتفت ہوئیں اور فرمایا تجھ کو میرے فرزند اور شیخین کے معاملے میں کیا مداخلت پس وہ شخص ترساں ولرزاں خواب سے بیدار ہوا اور دینار لے کر اسی وقت اس سیّد کی خدمت میں دوڑا گیا اور جملہ دینار اس کے حوالے کئے وہ متعجب ہوا اس نے تمام

ماجرائے خواب بیان کیا۔ سیّد نے کہا میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ اب میں ان دونوں کی بدگوئی نہ کروں گا۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ ان روایات سے کہ جو ان کی معتبر کتابوں کی ہیں ہمارے اس نواح کے سنّی بھائی سبق لیں اور بہرکیف سادات کی تعظیم و توقیر کو ملحوظ رکھیں یہ نہ ہو سکے تو اتنا تو کریں کہ ان کی توہین وتحقیر سے باز رہیں یہود ونصاریٰ وکفار مشرکین سے تو انہیں بدتر نہ جانیں دیکھو شیخین نے تمہارے ہی قول کے بموجب کیسے اس سید کی بدگوئی کو حضرت فاطمہؑ کی خاطر معاف کر دیا اگر بروز قیامت بھی وہ اسی طرح جملہ سادات ومنین کو عفو کر دیں تو پھر تم کہ ان کو ستاتے اور کمالِ حقارت کرتے ہو نہ ادھر کے رہو گے نہ ادھر کے اور اپنے برادرانِ سیّد زادگان کو کہتے ہیں کہ تم اپنے آباء طاہرین کی کہ جن کے ذریعہ تم کو یہ فخر وشرف حاصل ہے ٹھیک پیروی کرو اور اخلاقِ کریمہ وآدابِ حسنہ سے آراستہ ہو اور اعمالِ صالحہ کی بجا آوری میں ساعی وسرگرم رہو اور ایسا کرو کہ ہمہ تن نیکی بن کر اوروں کے لئے نمونۂ صلاح وتقویٰ ہو جاؤ تب تو تم ان مناقب ومفاخر کے کہ تمہارے لئے خدا اور رسول کی طرف سے مقرر ہیں مستحق ہو گے ورنہ یاد رہے کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ کے نزدیک اسی کی زیادہ عزت وتوقیر ہے جو تقوے وپرہیزگاری میں بڑھا ہوا ہے **اِنَّ اکرمَکُمْ عِندَاللّٰہ اتقکُمْ** اس پر نصِ قاطع ہے اور رسول اللہ نے تمہارے ہی سُنانے کو حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ اگر اچھے کام نہ کرو گی تو حق تعالیٰ تم کو جہنم میں ڈال دے گا۔ اگر تمہارے اطوار درست نہ ہوں گے تو ہم کو اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ امتی تو تمہاری تعظیم وبزرگداشت سے ثواب پا کر جنت میں چلے جائیں اور تم اپنے کردارِ زشت سے داخلِ جہنم ہو اس وقت جس قدر حسرت وافسوس ہو گا اس کا اندازہ تم اچھی طرح لگا سکتے ہو۔ **شمشیر و زرہ و عمامہ وسواری حضرت امیرالمومنینؑ** ۔ ہرچند ذوالفقار حیدر کرار کا ذکر پہلے اس کتاب میں ہو چکا ہے اِلّا یہاں اور احادیث اس مقدمہ میں مناقبِ ابن شہر آشوب سے نقل کی جاتی ہیں۔ قولہ **تعالیٰ و انزلنا الحدید** اور اتارا اور نازل کیا ہم نے آہن کو ابن عباس اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو جنت سے دنیا میں بھیجا تو ذوالفقار ان کے ساتھ تھی کہ برگِ مورد بہشت سے خلق ہوئی تھی۔ پھر فرمایا **فیہ باس" شدید"** اس لوہے میں ہے خوف اور ہیبت سخت۔ پس آدمؑ اس سے اپنے اعداجنہ وشیاطین کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے اور اس تلوار پر لکھا ہوا تھا کہ میرے بعد انبیا وصدیقین یکے بعد دیگرے اس تیغ سے جنگ کریں گے حتیٰ کہ امیرالمومنینؑ علی کو پہنچے گی وہ نبی اُمی کی اس سے حمایت کریں گے **وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ** اور اس میں فائدے ہیں آدمیوں کے لئے یعنی محمدؐ وعلیؑ اس سے منتفع ہوں گے۔ **ان اللّٰہ قوی" عزیز"** اور بیشک اللہ توانا اور عزت والا ہے کہ قمعت کفار کو ساتھ علیؑ کے روکتا ہے۔ صاحبِ مناقب کہتے ہیں کہ ہمارے اصحابِ امامیہ متفق ہیں اس امر پر کہ اس آیہ میں مراد حدید سے ذوالفقار ہے کہ آسمان سے اتری اور حضرت رسول خدا نے علیؑ کو عنایت کی۔ حضرتِ

صادق سے پوچھا گیا کہ اس کا نام ذوالفقار کیوں رکھا گیا فرمایا اس لئے کہ جس پر امیر المومنینؑ اسے چلاتے تھے وہ دنیا میں زندگی سے فقیر و محتاج ہو جاتا تھا اور آخرت میں بہشت سے۔ باسنادِ کثیرہ خالد ولید سے نقل ہوا کہ اس نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ اپنے دستِ مبارک سے زرہ کی درزیں بند کرتے اور اس کی اصلاح فرماتے ہیں کہا آپ یہ عمل داؤد پیغمبر کا کرتے ہیں فرمایا یا خالد حق تعالیٰ نے داؤد پر آہن نرم کیا کیا ہم پر نہ کرتا۔ کتاب شرفِ المصطفےٰ سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے پاس ایک عمامہ تھا جس کو سحاب کہتے تھے وہ حضرت اکثر اس کے تئیں سر پر باندھا کرتے آپ کے بعد وہ علیؑ کو پہنچا وہ اس کو باندھتے۔ بعض اوقات آپ اس کو باندھ کر یک بیک نکل آتے اور فرماتے **اتا کم علی فی السحاب** کہ علیؑ سحاب باندھے تمہارے پاس آ گیا **وجہ تسمیۂ دُلدُل** اور مرکب آپ کا استر سبزہ رنگ تھا جس کو دلدل کہتے تھے رسول اللہ نے آپ کو بخشا تھا اور اس کا نام دلدل اس لئے تھا کہ بروزِ حنین جبکہ مسلمین منہزم ہوئے تو حضرت رسول خدا اس خچر پر سوار تھے حضرت نے اسے فرمایا **دُلدُل** یعنی نیچے لٹک جا اور فروہشتہ ہو جا پس وہ اس قدر پست ہوا کہ اپنا شکم زمین سے لگا دیا اور حضرت رسول خدا نے ایک مشت خاک زمین سے اٹھا کر ان کے منہ پر ماری۔ بعد ازاں وہ استر حضرت امیر المومنینؑ کو دے دیا تھا وہ گھوڑے سے قد میں پست تھا۔ نقل ہے کہ کسی نے حضرت امیرؑ سے پوچھا کہ آپ گھوڑے پر کس لئے سوار نہیں ہوتے فرمایا گھوڑا بھاگنے اور دوڑنے کے لئے ہے سو میں کبھی دشمن کے آگے سے فرار نہیں کرتا اور نہ کسی بھاگے ہوئے کا تعاقب کرتا ہوں بروایتے فرمایا **لا اقبل علی من فرولا افرمن کرو البغلۃ تکفینی** کہ جو میرے سامنے سے بھاگ جائے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہوں اور جو مجھ پر حملہ آور ہو اس سے بھاگتا نہیں اور استر مجھ کو کفایت کرتا ہے۔ سعید بن قیس ہمدانی نے عین موقعہ جنگ میں آپ کو دیکھا کہ صرف دو پارچہ زیب تن ہیں عرض کی یا امیر المومنینؑ اس موقعہ پر اور یہ لباس یعنی یہاں زرہ پہن کر اور ہتھیار لگا کر آنا چاہئے تھا فرمایا اے سعید کوئی بندہ خدا کا ایسا نہیں کہ اس پر دو فرشتے نگہبان موکل نہ ہوں کہ پہاڑ کی چوٹی سے گرنے اور کنوئیں میں جا پڑنے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں مگر جب قضاء آتی ہے تو وہ اسے چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں اور حضرت کی زرہ پر لکھا ہوا تھا ۔

ایّ یوم من الموت افتر　　　یوم لا یقدر ام یوم قدر

کہ کس روز میں موت سے گریز کروں آیا اس روز جو مقدر نہیں ہوا یا جو موت کیلئے مقدر ہو چکا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت کی زرہ میں قب یعنی پشت نہ تھی۔ اس طرف صرف ایک سطر مثل ذرا ہم معلوم ہوتی تھی اس کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا میں کبھی جنگ میں پشت نہیں موڑتا کہ اس سمت کی حفاظت ضروری ہو۔ **عباسؓ بن عبدالمطلب نے میراثِ رسولؐ طلب کی:**

جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ عباس ابن عبدالمطلب امیر المومنینؑ کے پاس آئے اور رسولؐ اللہ کی میراث ان

سے طلب کی حضرت نے فرمایا کہ دلدل ذوالفقار و زرہ عمامہ آنحضرت کا کہ مجھ کو پہنچا ہے میرا حق ہے تم ناحق اس کے درپے نہ ہو کہا ضرور تم کو یہ اشیا مجھے دینی پڑیں گی کیونکہ میں تم سے زیادہ ان کا حقدار ہوں میں چچا آنحضرت کا ہوں اور تم چچازاد بھائی۔ پس حضرت امیرؑ ان کو ہمراہ لئے مسجد رسول اللہ میں آئے، اور لوگ بھی حضرت کے ہمراہ تھے وہاں پہنچ کر حکم کیا کہ زرہ عمامہ ذوالفقار و استر کو حاضر کریں حاضر ہوئیں تو فرمایا اے چچا اگر تم ان سب کو یا ان میں سے ایک کو بھی لے جا سکو تو لے جاؤ تمہارا مال ہے میں نے تم کو دے دیں۔ اور جو تم نہ لے جا سکو تو تمہارا ان میں کوئی حق نہیں تحقیق میراث انبیا ان کے اوصیا کو پہنچتی ہے۔ عباس نے کہا اچھا امیر المومنین نے زرہ رسولؐ خدا اپنے ہاتھ سے عباس کو پہنائی اور عمامہ سر پر باندھا اور تلوار کمر میں لگائی اور کہا اے عمو یہ چیزیں لے کر جاؤ ہر چند انہوں نے چاہا مگر حرکت نہ کر سکے اور حیران تھے کہ کیا کریں حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا یہ استر بھی صرف میرے اور میری اولاد کیلئے ہے۔ اگر تم اس پر سوار ہو سکو تو اس کو لے جاؤ۔ پس مسجد سے نکلے ان کے ساتھ ایک مرد بنی عدی سے تھا۔ اس نے کہا اے عم رسول اللہ تم کو علیؑ نے ان چیزوں میں تو فریب دیا اب خچر کے بارے میں تو ان کا فریب نہ کھاؤ جب پاؤں رکاب میں رکھو تو اللہ کا نام لو اور بسم اللہ کہو اور یہ آیہ پڑھو **انَّ اللّٰہ یُمسِك السمٰوات والارض ان تزولا** ۔ راوی کہتا ہے کہ استر نے جونہی عباس کو اپنی طرف آتے دیکھا ایک ایسی چیخ ماری کہ عباس غش کھا کر گر پڑے۔ لوگ جمع ہو گئے ان کو کہا کہ اس کو پکڑے رہو مگر اس نے سوار نہ ہونے دیا پھر امیر المومنینؑ نے ایک اسم پڑھا کہ ہم نے کبھی پہلے نہ سنا تھا اس کو سن کر استر خاضع اور رام ہو گیا۔ حضرت نے پاؤں رکاب میں رکھا اور اس پر سوار ہو گئے پھر حسنین علیہما السلام کو امر کیا وہ سوار ہوئے اس نے ذرا سر تک نہ ہلایا پھر آپ نے عمامہ باندھا اور زرہ پہنی اور تلوار کمر میں لگائی اور اُس پر سوار ہو کر اپنے گھر کو روانہ ہوئے اور کہتے جاتے تھے یہ احسانِ الٰہی ہے **لیبلونی اشکر انا ام اکفر** تا کہ آزمائے وہ کہ میں اس کا شکر کرتا ہوں یا نہیں۔ **لواء و خاتم آنخضرت** علیہ السلام حدیث میں کہ سب سے پہلے جس نے نشان بنایا ابراہیم خلیل تھے۔ قریش میں رایت ولواء دونوں قصیٰ بن کلاب کے ہاتھ میں تھے پھر رایت عبدالمطلب کے ہاتھ میں آیا چنانچہ رسول خدا مبعوث بر سالت ہوئے تو انہوں نے بنی ہاشم میں اسے برقرار رکھا اور علیؑ کے حوالے کیا اور لواء اس وقت بنی عبدالدار میں تھا۔ حضرتؐ نے مصعب بن عمیر کو عنایت کیا۔ پھر جنگ احد میں مصعب شہید ہوئے تو وہ بھی علیؑ کو بخشا اس وقت سے حضرت علیؑ جامع رایت ولواء دونوں تھے اور دونوں کا رنگ سفید ہوتا تھا۔ زید بن علیؑ سے منقول ہے کہ جنگ احد میں امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں چوٹ لگی تو لواء ان کے ہاتھ سے گر گیا مسلمان اس کے لینے کی حرص کرتے تھے مگر حضرت رسول خدا نے حکم دیا کہ ان کے بائیں ہاتھ میں دے دو چنانچہ مقداد بن اسود نے اٹھا کر ان کو دے دیا اور حضرت نے فرمایا یا علیؑ تو دنیا و آخرت میں میرا علمبردار ہے۔

اعتقاد اہلسنت سے نقل ہوا ہے کہ جابر بن سمرہ نے عرض کی یا رسول اللہ بروز قیامت آپ کا علم کون اٹھائے گا فرمایا اور کون
اٹھا سکتا ہے جو دنیا میں اٹھاتا ہے وہی آخرت میں بھی اٹھائے گا یعنی علیؑ ابن ابی طالب اٹھائیں گے اور نیز رسول اللہ سے
منقول ہے کہ بروز قیامت آدمؑ اور ان کی اولاد میرے علم کے سایہ میں ہوں گے اور علیؑ ایک ناقہ پر ناقہ ہائے بہشت سے
سوار اسے لئے ہوں گے اور منادی آواز دے گا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تا اینکہ اس نشان کے ساتھ
ساتھ خلقت داخل جنت ہوگی اور فرمایا حضرت رسالت پناہ نے کہ جبرئیل قیامت کو ایک لواء لائیں گے کہ اس میں ستر شُقّے
ایسے ہوں گے کہ ہر ایک شقہ چاند سورج سے زیادہ وسیع ہوگا میں اس وقت نور کی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر جو ایک منبر
پر منبر ہائے قدس سے رکھی ہوگی بیٹھوں گا میں اس لواء کو لے کر علیؑ ابن ابی طالب کو دوں گا۔ عمرِ خطاب نے کہا یا رسولؐ اللہ
علیؑ اس لواء کو کیونکر اٹھا سکیں گے کہا اس روز حق تعالیٰ ان کو جبرئیل کی قوت آدم کا نور رضوان کا حلم اور یوسف کا جمال عطا
کرے گا۔ جابر بن عبداللہ انصاری نے نقل کیا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جو انبیاء و صدیقین سے پہلے جنت میں داخل ہوگا
علی بن ابی طالب ہے ابو دجانہ نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا آپ نے نہیں کہا کہ جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک میں داخل نہ
ہوں اور اُمتوں پر حرام ہے جب تک میری اُمت نہ جائے۔ فرمایا ہاں یہ درست ہے لیکن علی ابن ابی طالب لواء الحمد لئے
ہمارے آگے ہوں گے۔ پس وہ لامحالہ ہم سے پہلے داخل جنت ہوں گے۔ سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسولؐ
خدا نے فرمایا یا علیؑ عقیق کی انگوٹھی پہن تا کہ مقربین سے ہو، عرض کی مقربین کون ہیں فرمایا جبرئیل و میکائیل کہا کس عقیق کی
انگوٹھی پہنوں میں یا رسول اللہ فرمایا عقیق سرخ کی اور صعصعہ اور عائشہ سے منقول ہے کہ جبرئیل رسولؐ اللہ پر نازل ہوئے
اور کہا اے محمدؐ حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ انگشتر کہ اس کا نگین عقیق کا ہو داہنے ہاتھ میں پہنو اور اپنے پسر عم کو
کہو کہ وہ بھی عقیق کے نگین کی انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنیں۔ حضرت علیؑ نے پوچھا وہ کون سا عقیق ہے جس کی انگوٹھی کا حکم
ہوتا ہے فرمایا عقیق یمنی۔ نیز منقول ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں یاقوت کی بوجہ اس کی بزرگی و
شرافت کے فیروزہ کی برائے فتح و نصرت حدید چینی کی ہے قوت و طاقت اور عقیق کی حرز و حفاظت کے واسطے اور صحیح بخاری و
شمائل ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسولؐ خدا داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور ایک روایت میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے کہ
آپ نے رحلت کی حالانکہ انگشتری دستِ یمین میں تھی اور مراغب اصفہانی نے اپنے محاضرات میں روایت کی ہے کہ پیغمبر
خدا اور ان کے اصحاب تمام داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے جس نے سب سے پہلے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی وہ معاویہ
ہے اور وجہ معاویہ کی اس سُنتِ رسولِ خدا و سنت خلفاء اربعہ کو ترک کرنے کی یہ ہے کہ عمرو عاص نے جو بروز تحکیم داہنے
ہاتھ سے انگوٹھی نکالی اور کہا میں نے علیؑ کو خلافت سے اس طرح خلع کیا، جس طرح اس انگوٹھی کو انگلی سے نکالا اور پھر بائیں

ہاتھ میں پہن کر کہا کہ معاویہ کو یوں اس پر نصب کیا جیسے اس انگوٹھی کو انگشت میں پہنا پس معاویہ نے اس واقعہ کی یاد میں ہمیشہ انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہننی شروع کر دی چنانچہ جملہ خلفاء بنی امیہ اس کا تتبع کرتے اور دستِ یسار میں انگشتری پہنتے رہے مگر ابوالعباس سفاح نے اس کو ترک کیا اور دہنے میں پہننی شروع کر دی مگر ہارون رشید نے پھر بائیں ہی میں پہنی اور یہ سنت سُنّیوں کے یہاں باقی رہی۔ مجلسی علیہ الرحمہ بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ سنی اقرار کرتے ہیں کہ چند چیزیں سنت رسول اللہ سے ہیں مگر چونکہ رافضیوں کا شعار ہو گیا ہے لہٰذا ہم ان کو ترک کرتے ہیں ایک انگوٹھی کو داہنے ہاتھ میں پہننا دوسرے جریدتین مردے کے ساتھ رکھنا تیسرے قبر کو مسطح کرنا۔ پھر کہتے ہیں اے عاقلو دیکھو اور نظر کرو ان کی دینداری پر کہ کیسے کیسے بہانوں سے سنت پائے رسولؐ اللہ کو ترک کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ پھر اپنا نام اہلسنت رکھا ہے بایں معنی کہ ہم سنتِ رسولؐ پر عمل کرتے ہیں۔ بالجملہ جاحظ نے کتاب نقوش الخواتیم میں لکھا ہے کہ آدمؑ، ادریسؑ، ابراہیمؑ، اسمعیلؑ، اسحٰقؑ الیاسؑ، یعقوبؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، یوسفؑ، دانیالؑ، یوشعؑ، ذوالقرنینؑ، یونسؑ، لوطؑ ہودؑ، شعیبؑ، ذکریاؑ، یحییٰؑ، صالحؑ، عزیرؑ، ایوبؑ، لقمانؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ سب کے سب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور حضرت صادق علیہ السلام نے ایک سائل معترض کے جواب میں فرمایا کہ امیر المومنین اس لئے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے کہ وہ امام و پیشوا تھے۔ اصحابِ یمین کے اور حق تعالیٰ نے اصحابِ یمین کی مدح فرمائی ہے اور اصحاب الشمال کی مذمت کی ہے اور نقشِ نگین حضرت امیر المومنینؑ بنا بر مشہور **الملك لِلّٰه الواحدِ القهار** تھا اور بروایتے **حسبی الله** اور بموجب ایک روایت کے **اَسْنَدْتُ ظهری الی الله اقرباء وازواج وخدامِ امیر المومنین علیہ السلام** والدین آنحضرت کا حال اس سے پہلے اس کتاب میں مفصل گزرا اور اسماء ازواج و اولاد جلد تہذیب مطبوعہ سابقہ میں مذکور ہوئے جن کا اعادہ یہاں ضرور نہیں۔ مشہور ہے کہ وہ حضرت جب تک فاطمہؑ زہرا زندہ رہیں کسی دوسری عورت سے متمتع نہیں ہوئے جیسے کہ جناب رسالت مآب تا دمِ حیاتِ خدیجہ کسی اور سے متمتع نہیں ہوئے۔ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے کل دس بیبیوں کے ساتھ نکاح کیا چنانچہ چار ان سے بوقت رحلت زندہ تھیں۔ امامہ بنت زینب اسماء بنت عمیس لیلی تمیمیہ ام البنین اور اٹھارہ کنیز صاحبِ اولاد بوقتِ وفات موجود تھیں اور قوت القلوب سے نقل کیا ہے کہ مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب نے بعد ازاں ابوالہیاج عبداللہ بن ابوسفیان بن حارث مذکور نے امامہ بنت زینب زوجہ آنحضرتؑ سے آپ کی وفات کے بعد درخواست نکاح کی تو انہوں نے انکار کیا اور آنحضرت سے روایت کی کہ ازواج نبی و وصی کو جائز نہیں کہ ان کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کریں بموجب اس روایت کے ازواج و کنیزانِ امیر المومنینؑ اوروں پر حرام تھیں اور کسی نے ان میں سے اوروں کے ساتھ نکاح نہیں کیا اور اولاد امجاد کے بارے میں ۲۵ سے لے کر ۳۵ تک کی روایت ہے مگر کشف الغمہ میں ہے کہ کل ۱۵ پسر و ۱۲ دختر تھیں اور افضل ان میں بعد اولاد جناب فاطمہؑ محمد بن حنفیہؒ ہیں اور

عباس بن امیر المومنینؑ کو بوجہ ان کے حسن و جمال کے ماہ بنی ہاشم کہتے تھے اور وہ تھے علمدار لشکر سید الشہداء معرکۂ کربلا میں اور سقاء اہلبیت تھے اور معہ اپنے برادران اعیانی جان نثار ہوئے نور الابصار میں ہے کہ محمدؒ کو حضرت امام حسینؑ کے کربلا چلے جانے کی خبر پہنچی تو طاس ان کے سامنے رکھا تھا اور وضو کر رہے تھے یہ خبر سن کر اس قدر روئے کہ تمام طاس آنسوؤں سے بھر گیا۔ نیز صاحب کشف غمہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت کے ایک لڑکی دختر امراء القیس کلبی کے بطن سے سہ سالہ تھی جس کو آپ بہت دوست رکھتے تھے۔ اس کی زبان سے حرف لام نہیں نکلتا تھا بجائے لام کے دال کہتی تھی۔ چنانچہ جب اسے پوچھتے کہ تیری ماں کس قبیلہ سے ہے تو وہ کلب نہ کہہ سکتی کدب کہتی اور پھر ننھی سی جان اپنی خطا کو معلوم کرتی اور شرمندہ ہوتی اور برادرن امیر المومنینؑ جیسا کہ گزرا کل تین تھے طالب، عقیل و جعفر۔ طالب سے اولاد نہیں رہی۔ مسلم بن عقیل نے جس دلیری سے حضرت امام حسینؑ کی حمایت میں جان قربان کی سب کو معلوم ہے اولاد جعفر سے عبداللہ بن جعفر بہت مشہور و معروف گزرے ہیں داد و دہش و عطاء و بخشش میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ ام کلثوم دختر ام المومنینؑ بنت فاطمہ زہراؑ آپ سے منسوب تھیں۔ خواہر آپ کی اُم ہانی جمانہ یا فاختہ نام تھیں جن کے گھر سے حضرت رسولؐ خدا کو معراج ہوئی ان کے ایک بیٹا جعدہ بن ہبیرہ مخزومی تھا یہ بھانجا حضرت کو بہت عزیز تھا یہ وہی جعدہ ہے کہ شب ضربت جبکہ ابتدائی شب سے حضرت اُم کلثوم نے آپ کا ہول و اضطراب دیکھا تو عرض کی آج آپ نماز صبح کو مسجد میں تشریف نہ لے جائیں جعدہ کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائے پہلے تو فرمایا ہاں جعدہ کو کہلا بھیجو پھر فرمایا **لا مَفرَّ مِنَ القضاء** موت سے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ چچا آپ کے کل نو ہیں بدیں تفصیل (۱) حارث (۲) زبیر (۳) حمزہ (۴) عبداق (۵) ضرار (۶) مقوم (۷) ابولہب (۸) عباس (۹) عبداللہ۔ عبداللہ پدر رسول خدا و ابوطالب پدر امیر المومنینؑ ایک ماں سے تھے باقی مختلف البطن اور عمات امیر المومنین بعینہ عمات خاتم المرسلین چھ تھیں۔ (۱) امیمہ (۲) ام حکیمہ (۳) برہ (۴) عاتکہ (۵) صفیہ (۶) اروی۔ یہ سب جدا جدا ماؤں سے تھیں۔ خال (ماموں) خنین بن اسد بن ہاشم خالہ خالدہ بنت اسد بن ہاشم۔ ربیب آپ کا محمد بن ابی بکر کہ بروایت مروج الذہب عابدترین قریش تھا۔ کاتبان انجناب عبداللہ بن ابی رافع و سعید بن نمران ہمدانی و عبداللہ بن جعفر و عبیداللہ بن عبداللہ مسعود دربان سلمان فارسی مؤذن جویریہ بن مسہر عبدی و ابن بناح ہمدانی جس کو حجاج نے قتل کیا اور خادم ابو بنیر زکہ اولاد بادشاہان عجم سے تھا۔ لڑکپن میں اسلام کی طرف رغبت کی اور حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہیں رہتا رہا بعد وفات رسولؐ اللہ حضرت فاطمہؑ و حسنینؑ کے ساتھ رہا اور ایک ہزار غلام آپ کے تھے کہ ان میں سے ہیں قنبر و میثم جن کو حجاج ملعون نے قتل کیا اور سعد و نصر امام حسینؑ کے ساتھ معرکۂ کربلا میں شہید ہوئے اور احمر جنگ صفین میں کام آیا اور ان میں سے ہیں غزوان و شبیت و میموں اور خادمہ فضہ زبرا و سلافہ۔

ہر دو حصہ جلد اوّل ختم شُد